تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد اوّل

تخلیق کائنات سے لے کر ولادت نبوی تک انبیاء اور امتوں کے واقعات

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

تاریخ طبری

تاریخ الامم والملوک

جلد اوّل

حصہ اوّل۔ دوم

تصنیف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

قبل از اسلام

حصہ اوّل

ترجمہ: ڈاکٹر محمد صدیق ہاشمی

پیدائش ارض وسماء وتخلیق آدم سے لیکر ولادت حضرت محمد تک

مختلف انبیاء تک اور انکی امتوں و بادشاہوں کے واقعات۔

نفیس اکیڈمی

اردو بازار کراچی

تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک

کے

تصحیح وترتیب وتبویب

چوہدری طارق اقبال گاھندری

نام کتاب: ______ تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک

مصنف: ______ علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری

ناشر: ______ نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی

طبع: ______ جدید کمپیوٹر ایڈیشن اپریل ۲۰۰۴ء

ایڈیشن: ______ آفسٹ

نفیس اکیڈمی

اُردو بازار کراچی

فہرست موضوعات

www.muhammadilibrary.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

اوّل آخر حمد الٰہی:

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو ہر شے سے پہلے تھا اور ہر چیز کے بعد بھی ہوگا۔ وہ ہمیشہ باقی رہنے والی ذات ہے۔ اس پر کبھی زوال نہیں اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا' اس نے مخلوقات کو بغیر کسی نمونہ کو دیکھے پیدا کیا۔ وہ تن تنہا اور اکیلا اور عدد سے پاک ہے۔ وہ ہر چیز کے بعد بھی باقی رہے گا۔ اس کی بقاء کی نہ کوئی حد ہے اور نہ انتہا۔ تمام تر بڑائی اور عظمت اسی کے لیے ہے اور اسی کے لیے جمال وکمال۔ ہر شئے پر ہر قسم کا غلبہ اور تصرف اسی کی ذات کو سزاوار ہے۔ بادشاہت اور ہر طرح کی قدرت اس کے پاس ہے۔ وہ اپنی بادشاہت میں کسی بھی شریک کی شراکت سے پاک ہے۔ وہ اپنی یکتائی میں بھی شراکت سے پاک ہے۔ وہ اس سے بھی پاک ہے کہ اس کی تدابیر اور تصرفات میں کوئی اس کا مددگار ہو یا اس پر غالب ہو۔ وہ اولاد اور بیوی ہر طرح کے عیب سے پاک ہے۔ ہماری عقل اس کی ذات کا احاطہ نہیں کرسکتی اور نہ ہی کائنات کے کناروں میں اس کو سمو سکتے ہیں۔ ہماری آنکھیں اس کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتیں جبکہ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ وہ انتہائی باریک بین اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

میں اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہوں اور میں اللہ سے ایسے قول اور عمل کی ہدایت کا طلب گار ہوں جو مجھے اس کے قرب سے نواز دے اور اس کو مجھ سے راضی کردے اور میں اس پر صدقِ دل سے ایمان لاتا ہوں اور اس کی وحدانیت اور بزرگی کو اس کے لیے خالص قرار دیتا ہوں۔

مولا یا صلِّ وسلِّم:

اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے شریف النفس بندے ہیں اور انتہائی امین پیغمبر ہیں۔

اللہ جل شانہٗ نے انہیں رسالت ونبوت کے لیے منتخب کیا ہے اور وحی کے اعزاز سے مشرف فرما کر خلق خدا کی طرف داعی بنا کر بھیجا تاکہ وہ مخلوق کو اس کی عبادت واطاعت کی طرف بلائیں۔

پس انہوں نے علی الاعلان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی دعوت دی اور اس راستہ میں پیش آنے والی تکالیف اور مشقت کو برداشت کیا اور خلقِ خدا کے ساتھ خیر خواہی کا حق ادا کیا اور اس بارِ امانت کی ادائیگی میں نہ کوتاہی کی اور نہ کوئی کسر چھوڑی اور آخرکار اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں بلاوا آ گیا۔

صلی اللہ علیه افضل صلاۃ و ازکی ھا ، وسلّم

زمین و آسمان کی تخلیق:

بابرکت ہے اللہ تعالیٰ نے جس کی شان بہت بلند اور جس کا نام انتہائی پاکیزہ ہے۔ تمام مخلوقات کو بغیر کسی ذاتی غرض کے پیدا فرمایا۔ مخلوق کو پیدا کرنے میں اس کی کوئی غرض شامل نہیں محض اپنے فضل و مہربانی سے اس نے کائنات ارضی و سماوی کو وجود بخش اور پھر ان میں سے کچھ مخلوق کو مکلّف ٹھہراتے ہوئے اچھے اور برے کی تمیز سکھائی اور ان سے اپنی عبادت و فرمانبرداری کا امتحان بھی لیا تاکہ ان میں سے جو عبادت و اطاعت میں کامیاب ہو اس کی حمد و سپاس بجالائے تو اللہ اس پر نعمتوں کا اضافہ کرے اس پر اپنے فضل و احسان میں زیادتی فرمائے اور نوازشات فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں اللہ تو خود ہی رزاق ہے' بڑی قوت والا اور زبردست''۔

(سورۃ الذاریات آیت ۵۶۔۵۷)

ان تمام مخلوقات کو پیدا کرنے کے باوجود اس کی سلطنت و بادشاہی میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہ ہوا اور وہ ان سب کو نیست و نابود کردے تب بھی اس کی سلطنت اور بادشاہی میں بال برابر بھی کمی نہ آئے گی۔ اس لیے کہ تغیراتِ احوال اس پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ خوشی و غمی کی کیفیات اس پر اثر انداز نہیں ہوتیں گردش ایام اس کے زمانہ حکومت میں کمی نہیں کرسکتی کیونکہ وہ خود ہی زمانہ ہے اور ہر طرح کی گردشِ فلک کا مالک و خالق ہے۔

اس کے فضل و احسان اور نوازشات و سخاوت سے سب ہی مفید ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو سننے کے لیے کان دیکھنے کو آنکھیں اور سوجھ بوجھ کے لیے قلوب سے نوازا اور انہیں عقل سلیم کے قیمتی سرمایہ سے نوازا جس کے ذریعہ وہ حق و باطل کے درمیان تمیز کرتے اور اپنے نفع نقصان کو پہنچانتے ہیں۔ اللہ نے انسانوں کے لیے زمین کو بچھایا تاکہ وہ اس کے صاف اور واضح راستوں پر چلیں اور آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور اسے انتہائی بلند کیا اور پھر اس میں سے موسلا دھار بارش برسائی اور ایک مقررہ مقدار میں رزق اتارا اور اپنی مخلوق کے فائدہ کے لیے چاند سورج کو آگے پیچھے دوڑایا جس کے نتیجہ میں دن اور رات نمودار ہوتے ہیں۔ اس نے رات کو لوگوں کے لیے لباس بنایا اور دن کو معاش کے حصول کا ذریعہ بنایا۔ چاند سورج کا یہ طلوع و غروب اور یہ دن رات کا آنا جانا اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر عظیم احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے:

''دیکھو ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے' رات کی نشانی کو ہم نے بے نور بنایا' اور دن کی نشانی کو روشن کردیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرسکو اور ماہ و سال کا حساب معلوم کرسکو' اسی طرح ہم نے ہر چیز کو الگ الگ ممیز کرکے رکھا ہے''۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۲)

اس کے علاوہ دن اور رات سے فرائض دین کی ادائیگی کے اوقات بھی معلوم ہوتے ہیں جن کا تعلق دن اور رات کی گھڑیوں اور ماہ و سال سے ہے مثلاً نماز پنجگانہ' زکوٰۃ' حج' روزے وغیرہ۔ اسی طرح لین دین کے معاملات' قرض یا دیگر حقوق کی ادائیگی کا وقت' جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے نبی! لوگ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو: یہ لوگوں کے لیے تاریخوں کی تعیین کی اور حج کی علامتیں ہیں''۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۹)

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وہی ہے جس نے سورج کو اجلا بنایا اور چاند کو چمک دی اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کی منزلیں ٹھیک ٹھیک مقرر کر دیں تاکہ تم اس سے برسوں اور تاریخوں کے حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ سب کچھ برحق ہی پیدا کیا ہے۔ وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر پیش کر رہا ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ یقیناً رات اور دن کے الٹ پھیر میں اور ہر چیز میں جو اللہ نے زمین اور آسمانوں میں پیدا کی ہے' نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (غلط بینی اور غلط روی سے) بچنا چاہتے ہیں''۔ (سورۃ یونس آیت ۵۔۶)

یہ تمام تر انعامات محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہیں اور بندہ جب شکر گزاری اور احسان مندی کے جذبات کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی نوازشات میں مزید اضافہ فرما دیتے ہیں۔

خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے:

''اور یاد رکھو' تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو تو میری سزا بہت سخت ہے''۔ (سورۃ ابراہیم آیت ۷)

چنانچہ بنو آدم کی ایک کثیر جماعت نے شکر گزاری کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے حسب وعدۂ سابقہ اور ابتدائی نعمتوں پر مزید اضافہ فرما دیا۔ یہ بیان تو صرف دنیاوی نعمتوں کا تھا لیکن نعمتوں بھری جنت میں داخلہ اور وہاں کی دائمی نعمتیں ان شکر گزار بندوں کے وہاں پہنچنے پر رکھی گئی ہیں۔

اسی طرح ایک کثیر جماعت نے اللہ کی ناشکری اور کفرانِ نعمت کا راستہ اختیار کیا بجائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے غیروں کی چوکھٹ پر سر جھکایا تو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کو دی گئی نعمتیں چھین لیں بلکہ ان پر مہلک عذاب بھی نازل فرمایا جو نہ صرف دردناک تھا بلکہ دوسروں کے لیے نشان عبرت بھی بنا۔ انہی ناشکروں میں سے اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی میں اپنی نعمتوں سے خوب فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کیا جسے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی مقبولیت کی سند سمجھ بیٹھے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے دی گئی ڈھیل تھی پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں سخت عذاب تیار کر رکھا ہے جسے بھگتنا ان کا مقدر ٹھہر چکا ہے۔

اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں عذاب میں اور ہمیں گمراہوں کا ساتھی نہ بنا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں ایسے عمل سے جو اس کی ناراضگی کا سبب بنے اور ایسے عمل کی توفیق کا سوال کرتے ہیں جو اس کی رضامندی' محبت اور قرب کا سبب بنے آمین یا رب العالمین۔

میں اپنی اس کتاب میں ہر زمانہ کے بادشاہوں کا تذکرہ کروں گا اس کے علاوہ سابقہ اقوام کے عروج و زوال کی داستان اور ان کے جملہ حالات و واقعات اور ان پر ہونے والے فضل و انعام کا بھی تذکرہ کروں گا۔ میں اپنی اس کتاب میں تین مختلف گروہوں کے انداز میں یہ واقعات لکھوں گا۔

پہلا گروہ:

وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کی قدر جانی اور شکر گزار ہوئے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے سچے پیروکاروں کے نقش قدم پر چلے جس کے نتیجہ میں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل وانعام میں اضافہ ہوا اور آخرت میں بھی ان کے لیے جنت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں موجود ہیں۔

دوسرا گروہ:

وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کی نعمتوں کی ناقدری کی اور اس کے ناشکرے ہوئے اور نہ صرف انبیاء کی نافرمانی کی بلکہ ان کا مقابلہ بھی کیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا ہی میں ان پر دردناک عذاب نازل ہوا اور وہ دوسروں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیئے گئے اور آخرت میں بھی ان کے لیے مزید عذاب وسزا کے لیے جہنم تیار ہے۔

تیسرا گروہ:

وہ لوگ جن کی ناشکری اور نافرمانی کے نتیجہ میں ان پر اس دنیا میں عذاب خداوندی نازل نہ ہوا بلکہ انہیں خوب ڈھیل اور مہلت دی گئی تاکہ آخرت میں وہ پوری طرح عذاب کے مستحق ہو جائیں ان کی تمام بداعمالیوں اور بدافعالیوں کا عذاب انہیں اکٹھا آخرت میں بھگتنا ہوگا سو یہ گروہ آخرت میں ہی اپنے حصہ کی سزا بھگتے گا۔

میں نہ صرف ان اقوام وامم کا تذکرہ کروں گا بلکہ یہ بھی بتاؤں گا کہ وہ لوگ کس زمانہ میں تھے اور ان کے ساتھ کیا کیا حوادثات وواقعات پیش آئے۔ اگرچہ ان تمام کا بیان کرنا عمر انسانی کے بس کی بات نہیں اس کے باوجود حتی الامکان بشری حد تک ان کے حالات وواقعات اجاگر کرنے کی کوشش کروں گا۔

البتہ اس سے قبل ابتداء کچھ ایسی چیزیں بیان کروں گا جن کی میں ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ مثلاً زمانے کی ماہیت' اس کی مقدار' اس کی ابتداء اور انتہا نیز یہ کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے قبل بھی کچھ چیزوں کو پیدا کیا یا نہیں۔ یہ زمانہ فانی ہے یا نہیں اور اس کی فنا کے بعد کوئی چیز سوائے اللہ کے باقی رہے گی یا نہیں۔ زمانے کی تخلیق سے پہلے کیا موجود تھا اور اس کے نیست ونابود ہو جانے کے بعد کیا بچ رہے گا۔

اس کائنات کی ابتدائی کیفیت کیا تھی اور فناء کی کیفیت کیا ہوگی نیز اللہ تعالیٰ کے قدیم ولازوال ہونے کا بیان اور اس پر دلائل بھی بیان کیے جائیں گے۔

اپنے مقصد وارادہ گذشتہ بادشاہوں کی تاریخ' انبیاء ورسل کے ادوار' ان کی عمریں' ان کے خلفاء کے حالات' ان کی ولایت کی حدود اور ان کے زمانے میں ہونے والے واقعات وحوادث وغیرہ بیان کرنا ہے۔ اس طرح چلتے چلتے یہ سلسلہ نبی آخرالزمان ختم الرسل شفیع الامم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک آ پہنچے۔

اگر قدرت کی مدد شامل حال رہی اور اللہ تعالیٰ نے چاہا اور میری مدد فرمائی تو ان سب کے آخر میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات' ان کے اسماء گرامی' کنیتیں' نسب نامے' عمریں' وقت وفات اور وہ جگہ جہاں جہاں انہوں نے وفات پائی الغرض اس قسم کے تمام امور کو بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد اسی انداز میں تابعین اور تبع تابعین کا تذکرہ کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ کچھ اضافی معاملات مثلاً احادیث کے قبول ورد کا بیان اور ان لوگوں کا تذکرہ جن کی روایت حدیث میں تعریف کی گئی ہے اور ان کی روایت کو شرف قبول حاصل ہوا ہے۔

اسی طرح ان لوگوں کا تذکرہ بھی جن کی روایت حدیث میں مذمت کی گئی ہے اور ان کی روایات کو ترک کیا گیا ہے ان کی نقول کو کمزور اور ان کی حدیث کو کمزور قرار دیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ اسباب و علل جن کی وجہ سے روایت کو متروک اور ضعیف کہا گیا ہے۔

میں اپنے اس کام میں اللہ تعالیٰ ہی سے امداد کا طلبگار ہوں اور اسی کی توفیق کا متلاشی ہوں بے شک گناہ سے بچنے اور نیکی پر قدرت دینے میں وہی حامی و ناصر ہے۔

و صلی اللّٰہ علی محمد نبیه و آلہ و سلّم تسلیمًا.

نوٹ!

اس کتاب کو پڑھنے والے کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ جو کچھ اس کتاب میں سابقہ تفصیل کے متعلق بیان کیا جائے گا اس کا اصل مواد وہ احادیث و آثار ہیں جو اس مقام پر بیان ہوں گی۔ عقلی دلائل اور فکری استنباط کے نتائج بہت کم اور ضرورت کے مطابق لکھے جائیں گے۔

کیونکہ اخبارِ گذشتہ اور ماضی کے حوادث کا علم' اس قوم کو جس نے ان کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا صرف خبروں اور بیان دینے والوں کے بیان سے ہی مل سکتا ہے جبکہ ہم استخراجِ عقلیہ اور استنباطِ فکریہ کے ساتھ ان حالات کا علم نہیں لگا سکتے۔

لہٰذا ہماری اس کتاب میں کسی خبر و روایت کو پڑھنے والا اجنبی سمجھے یا سننے والا قبیح قرار دے صرف اس بناء پر کہ وہ اس روایت کو درست نہیں سمجھتا تو اسے جان لینا چاہیے کہ ہم نے اپنی طرف سے کوئی ملمع سازی یا رنگ آمیزی نہیں کی بلکہ بعض ناقلین سے وہ ہمیں اسی طرح آ پہنچی ہیں پس ہم نے ان کو اسی طرح آگے لکھ دیا جس طرح وہ ہم تک پہنچی تھیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ

زمانہ

علامہ طبری فرماتے ہیں کہ:

زمانہ دن و رات کے دورانیہ میں گزرنے والی ساعت اور گھڑیوں کا نام ہے اور کبھی زمانے کی تعریف موت سے کی جاتی ہے خواہ طویل ہو یا مختصر۔

اہل عرب کے اس قول میں مزید وضاحت ہوتی ہے: "اتیتک زمان الحجاج امیر' و زمن الحجاج امیر" (میں تمہارے پاس حجاج امیر کے زمانے میں آیا)

یعنی جس وقت امیر حجاج تھا اس وقت میرا آنا ہوا۔ اسی طرح ایک اور قول ہے: "اتیتک زمان العرام" (میں تمہارے پاس پھلوں کو توڑنے کے زمانے میں آیا) اس مقولہ میں زمان العرام سے مراد وقت العرام ہے یعنی پھلوں کو توڑے جانے کا وقت۔

خلاصہ یہ کہ زمانہ وقت کا نام ہے جیسا کہ دونوں اقوال میں یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ پھر زمان گو لفظ مفرد ہے اور اس کا اطلاق ابتداء سے انتہاء تک جمیع وقت پر ہوتا ہے۔ لیکن وقت کے اجزاء و حصص میں سے ہر ہر جز اور حصے کو مستقل قرار دے کر اس کی جمع بھی لائی جاتی ہے۔ جیسے اہل عرب کا یہ قول "اتیتک زمان الحجاج امیر" اس نمونہ میں حجاج کے زمانہ حکومت و امارت کے ہر ہر وقت کو الگ الگ زمانہ قرار دیا اور اسی اعتبار سے اس کی جمع ازمان لائی گئی ہے۔ جیسا کہ شاعر کا شعر ہے۔

جاء الشتاء و قمیصی اخلاق شراذم یضحك منه التواق

ترجمہ: "سردی آ چکی ہے اس حال میں کہ میری قمیص پرانی ہے جو کہ چیتھڑوں کی شکل میں ہے جس کی وجہ سے تواق ہنستا ہے"۔

اس شعر میں قمیص کے لیے اخلاق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے حالانکہ شاعر کا مقصد قمیص کے ہر ٹکڑے اور ہر چیتھڑے کے لیے اخلاق کے وصف کو بیان کرنا ہے لیکن اس کے مجموعہ کے لیے بھی یہ لفظ استعمال کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات شی کے اجزاء و حصص پر بولے جانے والے لفظ کے مجموعہ پر بھی جمع کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں زمانے کی مثال سمجھ لیجیے۔ گزشتہ مثالوں میں زمان اور زمین دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہ دونوں اس کے ہم معنی ہیں۔ یہ شعر اس کا مؤید ہے:

و کنت امرأ زمنا بالعرق عفیف المناخ طویل التفن

ترجمہ: "میں قیام عراق کے زمانے میں پاکیزہ ٹھکانہ رکھنے والا اور عفت سے متصف مرد تھا"۔

یہاں زمن بغیر الف کے واقع ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں لفظ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ تواق شاعر کے بیٹے کا نام ہے۔

ازابتدائے آفرینش تاابدزمانہ کی مدت

دنیا کی مجموعی عمر:

ابتداء سے انتہا تک یعنی تخلیق آدم سے قیامت تک زمانہ کی کل مقدار کے بارے میں علمائے سلف کا اختلاف واقع ہوا ہے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ زمانے کی کل مقدار سات ہزار سال ہے اس قول کے قائل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں ان سے مروی ہے کہ ''دنیا کی مجموعی عمر آخرت کے مقابلے میں سات ہزار سال ہے' اس میں چھ ہزار دو سو سال گزر چکے ہیں اور چند سو سال باقی ہیں۔ (یعنی چند صدیاں باقی ہیں نہ کہ ہزار)

بعض فرماتے ہیں کہ زمانے کی کل مقدار چھ ہزار سال ہے حضرت کعبؓ احبار سے یہی مروی ہے اور حضرت وہبؒ بن منبہ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دنیا کو پانچ ہزار چھ سو سال گزر چکے ہیں اور ہر زمانے میں جو انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام اور سلاطین گزرے ہیں' میں ان سب سے واقف ہوں راوی نے پوچھا دنیا کی کل مدت کتنی ہے فرمایا: ''چھ ہزار سال''۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

ان میں سے درست قول وہ ہے جس کی تائید و تقویت بہت سی احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے۔ مثلاً ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ تمہاری عمر گذشتہ امتوں کے مقابلے میں اتنی ہے جتنا نماز عصر سے غروب شمس تک کا وقت (یعنی جو نسبت اس قلیل وقت کو پورے دن سے ہے وہی نسبت تمہاری مجموعی عمر کو گذشتہ امتوں کی مجموعی عمر سے ہے)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ: ''خبردار! بلاشبہ تمہاری عمر ان امتوں کے مقابے میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں اتنی ہے جتنا کہ نماز عصر اور مغرب کا درمیانی وقت''۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے لیے دنیا کی عمر میں صرف اتنی مقدار بچی ہے جتنی کہ بعد نماز عصر سورج کی مقدار غروب ہونے سے باقی رہ جاتی ہے''۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عصر کے بعد بیٹھے ہوئے تھے اور سورج ''قعقعان'' نامی پہاڑ پر چمک رہا تھا پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''تمہاری عمریں گزری ہوئی امتوں کے مقابلے میں بس اتنی ہیں جتنا دن کا یہ حصہ گزرے ہوئے دن کی نسبت باقی رہ گیا ہے''۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب کو خطبہ دیا اور سورج غروب ہونے کے قریب تھا بس قلیل سا وقت باقی رہ گیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے دنیا کی بقیہ عمر گزری ہوئی عمر کی نسبت صرف اتنی رہ گئی ہے جتنا کہ یہ تمہارا دن گزرے ہوئے دن کی نسبت باقی ہے اور تم سورج کو غروب کے قریب ہی دیکھ رہے ہو۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غروب شمس کے قریب فرمایا کہ دنیا کا باقی ماندہ حصہ گزرے ہوئے حصہ کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے کہ تمہارے آج کے دن کا بقیہ حصہ گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور قیامت ان دو (انگلیوں) کی طرح بھیجے گئے ہیں اور شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ساتھ ملایا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بھی بالکل یہی حدیث روایت کرتے ہیں اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں گویا رسول اللہ ﷺ کی دو انگلیوں کی طرف دیکھ رہا ہوں اور پھر حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے انگشت شہادت اور اس سے متصل (یعنی درمیانی) انگلی کے ساتھ اشارہ فرمایا اور کہا آپ فرما رہے تھے کہ میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں (ذرا سے فرق کے ساتھ آگے پیچھے ہیں)۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری بعثت قیامت سے صرف اتنی پہلے ہے جس طرح یہ دو انگلیاں اور پھر آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور وسطیٰ کو جمع کیا۔

حضرت شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے سنا اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) بھیجے گئے ہیں۔

شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس قصہ کا یہ جملہ بھی سنا ہے کہ جس طرح ان دو انگلیوں میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے لیکن میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا ہوں کہ میں اس کو قتادہؓ کے حوالے سے نقل کروں یا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے (یعنی یہ قول قتادہؓ کا ہے یا انسؓ بن مالک کا مجھے یہ فیصلہ کرنے میں دشواری ہے)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور ان سے مروی ایک طریق میں یہ بھی اضافہ ہے اشار بالوسطی و السبّابة (درمیان اور انگشت کے ساتھ اشارہ فرمایا)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پاس تشریف لائے اس نے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں کیا سنا ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ تم اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح قریب قریب ہو! اور پھر اپنی دونوں انگلیوں سے انس نے اشارہ کر کے دکھایا۔

عیاش بن ولید اور عبدالرحیم ابرقی کے طرق سے بھی یہ قصہ اسی طرح مروی ہے۔

معبد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں اور دونوں انگلیوں کے اشارے کر کے دکھائے۔

ابو التیاح بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی دو انگلیوں درمیانی اور انگشت شہادت کے ساتھ اشارہ کیا اور فرمایا کہ میں اور قیامت ان دونوں کی طرح بھیجے گئے ہیں۔

سہیل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں اور پھر

درمیانی انگلی اور انگشت شہادت کو ختم کر کے دکھایا اور یہ بھی فرمایا کہ میری اور قیامت کی مثال دو گھوڑوں کی طرح ہے مزید فرمایا کہ میری اور قیامت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے کسی قوم نے پیش رو کے طور پر آگے بھیجا ہو۔ پس جب اسے دشمن کے حملہ کا خطرہ ہوا تو وہ اپنے کپڑے اتار کر چیخا اور قوم کو خبردار کیا کہ تمہیں آلیا گیا تمہیں گھیر لیا گیا پس میں بھی وہی آدمی ہوں' وہی آدمی ہوں' وہی آدمی ہوں۔

سہل بن سعدؓ سے تین روایات جو مختلف سندوں سے مروی ہیں ان سب کا مضمون بنفسہ وہی ہے جو کہ گذشتہ روایات میں ذکر ہو چکا۔

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں اور قیامت اکٹھے بھیجے گئے ہیں اور قریب ہے کہ قیامت مجھ پر سبقت کر جائے۔

المستورد بن شداد الفہری نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں قیامت کے بالکل قریب بھیجا گیا ہوں اور میں نے اس پر صرف اتنی سبقت کی ہے جتنا کہ اس (وسطی) انگلی نے اس (انگشت شہادت) انگلی پر سبقت حاصل کی ہے اور راوی حدیث ابوعبداللہ نے دونوں انگلیوں کو جمع کر کے کیفیت بیان کی۔

ابو جبیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے ساتھ ساتھ اس طرح مبعوث ہوا ہوں جس طرح کہ یہ دونوں انگلیاں' اور وسطی اور انگشت شہادت کے ساتھ ارشاد فرمایا (یعنی جس طرح وسطی کو انگشت شہادت پر تقدم حاصل ہے۔ اسی طرح مجھے قیامت پر تقدم حاصل ہے۔

ابو جبیرہ مشائخ انصار سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے میں اور قیامت اس طرح ہیں۔ علامہ طبری کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ہمارے استاد نے انگشتِ شہادت کو وسطی کے ساتھ ملا کر دکھایا اور فرمایا کہ اس طرح ختم کرنے میں دونوں انگلیوں کے معمولی فرق کی طرف اشارہ ہے۔

حاصل بحث:

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ:

یہ بات گذشتہ روایات صحیحہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ اس امت کے حصے میں بقیہ امم کی نسبت صرف اتنا وقت آیا ہے جتنا کہ عصر و مغرب کے درمیان ہوتا ہے۔

اس مضمون کو نبی کریم ﷺ نے مختلف الفاظ و انداز میں تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ ماقبل میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا۔ مثلاً بعض روایات میں فرمایا دنیا کی بقیہ عمر گزری ہوئی عمر کے مقابلہ میں صرف اتنی رہ گئی ہے جتنا کہ تمہارا یہ دن گزرے ہوئے دن کی نسبت باقی رہ گیا ہے اور یہ بات بعد نماز عصر ارشاد فرمائی تھی۔ کہیں اس مضمون کو اس طرح تعبیر فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں۔ جس طرح یہ دو انگلیاں' اور انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر دکھایا۔

کہیں فرمایا کہ میں قیامت سے صرف اس قدر مقدم و سابق ہوں۔

حاصل' ان سب کا یہی ہے کہ اس امت کی مجموعی عمر عصر و مغرب کے درمیانی وقت کے بقدر ہے۔ لہٰذا اب یہ ثابت کرنا ہے کہ عصر و مغرب کے درمیانی وقت کو کل یوم کے ساتھ کیا نسبت ہے اور یہ کل کتنی مدت بنتی ہے۔

سو یہ عمر بالکل بدیہی ہے کہ یوم کی ابتدا طلوع فجر سے اور انتہا غروب آفتاب پر ہوتی ہے اور عصر کا اوسط وقت اس وقت ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے اور یہ وقت غروب شمس تک کل یوم کا نصف سُبع ہوتا ہے۔

اب اگر دنیا کی مجموعی عمر کو ایک یوم قرار دیا جائے جیسا کہ گذشتہ احادیث میں اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس یوم کی مقدار سات ہزار سال فرض کی جائے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے تو اس یوم کا نصف سُبع پانچ سو سال نکلتا ہے۔

اور یہ وہی مقدار ہے جو حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں وارد ہوئی ہے اس سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس امت کو میں نصف یوم سے عاجز نہیں کروں گا (یعنی نصف یوم سے پہلے اس کو ختم نہیں کروں گا) اور یوم کی مقدار آخرت کے حساب سے ایک ہزار سال ہے لہٰذا وہ نصف سُبع پانچ سو سال کا ہوا۔

ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے مطابق جب اس امت کی مجموعی عمر پانچ سو سال ہے تو گذشتہ امتوں کی مجموعی عمر چھ ہزار پانچ سو سال ہوئی اور مجموعہ سات ہزار سال ہوا اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "الدنيا جمعة من جمع الآخرة سبعة آلاف سنة" معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول احادیث سابقہ کے زیادہ اشبہ واقرب ہے یہ تمام تر بحث اس قول کے مطابق تھی جو ہمارے نزدیک زیادہ صواب و اثبت ہے اور اس قول کی درستگی ان دلائل وشواہد پر مبنی ہے جو کہ ہم نے ماقبل میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیے ہیں۔

اور دوسرا قول جس میں کہا گیا ہے کہ دنیا کی کل عمر چھ ہزار سال ہے یہ بھی بے اصل نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے اگر حدیث سنداً صحیح ثابت ہو جائے تو ہم اس قول کو کسی اور طرف رد نہیں کریں گے بلکہ ثابت بالحدیث مانیں گے۔

سو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حقب اسی سال کا ہوتا ہے اور ان سالوں کا ایک دن مقدار دنیا کے سو سال کے برابر ہے۔ پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دنیا کی کل عمر چھ ہزار سال ہے اور وہ اس طرح کہ آخرت کا ایک دن ایک ہزار سال کا ہوتا ہے اور اسی کو سُدس دنیا قرار دیا گیا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ کل مدت دنیا چھ ہزار سال ہے۔

مدتِ دنیا

دیگر اقوام کے خیالات

یہود:

یہود نے دعویٰ کیا تھا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر ہجرت نبوی تک کل مدت دنیا جو ان کے نزدیک ثابت اور موجودہ نسخہ تورات کے موافق ہے وہ چار ہزار چھ سو بیالیس سال ہے اور یہود اسی کے موافق ایک ایک آدمی کی ولادت اور ایک ایک نبی کی بعثت اور ان کی وفات کا ذکر کرتے ہیں۔

ہم عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ اس کی تفصیل ذکر کریں گے بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت سی تفصیلات جن کو علماء اہل کتاب اور دیگر اہل تاریخ نے بیان کیا ہے' ذکر کریں گے۔

نصاریٰ:

اس کے برعکس یونان کے نصاریٰ نے دعویٰ کیا کہ یہود اپنے مذکورہ قول اور دعویٰ میں بالکل جھوٹے ہیں۔ بلکہ تخلیق آدم سے ہجرت نبوت تک کل مدت دنیا کے بارے میں صحیح قول جو تورات کے موافق ہے وہ پانچ ہزار نو سو بانوے سال ہے اور نصاریٰ اسی کے موافق ہر نبی اور بادشاہ کا زمانہ اور ولادت و وفات وغیرہ کی تفصیلات بیان کرتے ہیں۔ ان یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ نبوت اور نصاریٰ کی تاریخ جو ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے۔ اس کو کالعدم کر کے مذکورہ بالا قول اختیار کیا ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات' صفات اور بعثت کا وقت وغیرہ سب کچھ تورات میں لکھا ہوا ہے لہٰذا ان کا انکار کرنا کذب و خیانت کے سوا کچھ نہیں۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ جس شخصیت کے حالات وصفات اور ولادت و بعثت تورات میں مذکور ہیں جن کو نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرار دیتے ہیں یہود کے نظریے کے موافق وہ ابھی تک آئے ہی نہیں اور وہ ان کی ولادت و بعثت کے زمانے کا انتظار کر رہے ہیں۔

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ یہود جس شخص کا انتظار کر رہے ہیں اور بزعم خویش دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کی صفات تورات میں مذکور ہیں وہ درحقیقت دجال لعین ہے جس کی صفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے لیے بیان فرمائیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کے اکثر متبعین یہود ہوں گے پس اگر وہ شخص عبداللہ بن صیاد ہو (جیسا کہ بعض روایات اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں) وہ یقیناً یہودی نسل سے ہے۔

مجوس:

مجوس کا کہنا ہے کہ جیومرت بادشاہ سے لے کر ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک کل مدت تین ہزار ایک سو انتالیس سال ہے لیکن وہ

اس بادشاہ کا کوئی نسب نامہ ذکر نہیں کرتے کہ جس سے اس کے ماقبل پر روشنی پڑے بلکہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جیومرت ہی ابوالبشر آدم علیہ السلام ہیں۔

اہل فارس (ایرانیان):

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ "اہل تاریخ کے جیومرت نامی بادشاہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱) بعض تو اسی کے قائل ہیں جو کہ مجوس نے کہا۔ (۲) اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اصل میں حام بن یافث بن نوح (یعنی حضرت نوح علیہ السلام) کے پوتے ہیں انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی بہت خدمت گزاری کی اور تادم آخر ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کو سعادت مندی سمجھا سو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے لیے طویل حیات، روئے زمین کی بادشاہت، دشمنوں کے خلاف آسمانی مدد کی دعا فرمائی اور یہ بھی کہ ان کی اولاد میں یہ سلسلہ دائمی طور پر جاری رہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی، اور جیومرت (یعنی جامر بن یافث بن نوح) کو روئے زمین کی بادشاہت ملی اور بادشاہت کے ملنے کے بعد ان کو آدم کہا جانے لگا۔ اور یہ ہی ابوالفرس (یعنی اہل فارس کے جد امجد) ہیں ان کی اولاد میں بھی نسل در نسل یہ بادشاہت چلی یہاں تک کہ مسلمان شاہ فارس کے شہروں میں داخل ہوئے اور اہل اسلام کو ان پر غلبہ حاصل ہوا تو حکومت و بادشاہت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اس کے علاوہ یہاں کچھ اور بھی اقوال ہیں جن کو ہم انشاء اللہ عنقریب "بادشاہوں کی تاریخ" میں ذکر کریں گے۔

دنیا کب وجود میں آئی:

اوّل: ہم اس سے پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ زمانہ لیل ونہار کی ساعات وگھڑیوں کا نام ہے اور لیل ونہار در حقیقت شمس وقمر کے اپنے محور میں سفر کی مخصوص گردش کا نام ہے جیسا کہ حق تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

سورج اور چاند کی منزلیں:

"ان کے لیے ایک نشانی رات ہے ہم اس پر سے دن کھینچ لیتے ہیں پس وہ اندھیرے میں کھڑے رہ جاتے ہیں اور سورج اپنی قرارگاہ (زمانی ومکانی) کی طرف چلتا ہے اور یہ زبردست وباخبر ذات کا مقرر کردہ نظام ہے اور چاند، اس کے سفر کی ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں یہاں تک کہ وہ (آخر میں) کھجور کی پرانی شاخ کے مثل ہو جاتا ہے۔ نہ سورج کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت کر سکتی ہے اور ہر ایک (یعنی چاند سورج) اپنے محور میں سفر کر رہا ہے"۔ (سورۃ یاسین آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰)

پس جب ہم نے زمانے کی تعریف لیل ونہار کی ساعات سے کی اور لیل ونہار چاند وسورج کے اپنے محور میں مخصوص مسافت طے کرنے کا نام ہے تو اس سے یقینی طور پر بات معلوم ہوگئی کہ زمانہ میں حدوث وفنا ہے اور لیل ونہار میں بھی حدوث وفنا ہے اور ان کا محدث (یعنی فنا کرنے والا) اللہ تعالیٰ ہے جس نے ان تمام کو تنہا پیدا کیا ارشاد خداوندی ہے:

"وہی ذات ہے جس نے دن اور رات اور سورج وچاند کو پیدا فرمایا اور ہر ایک اپنے محور میں گردش کر رہا ہے"۔

(سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳۳)

دوم: جو شخص حدوثِ زمانہ سے بے خبر ہے تو وہ کم از کم دن رات کے اختلاف سے ہرگز بے خبر اور ناواقف نہ ہوگا اس لیے کہ یہ اختلاف تو بالکل عمومی مشاہدہ میں ہے اسے تسلیم کیے بغیر چارا کار نہیں کیونکہ ہر شخص دیکھتا ہے کہ ان میں سے ایک رات ساری

مخلوق پر اندھیری و سیاہی کی صورت میں آتی ہے اور دوسری چیز دن چمک اور روشنی کے ساتھ رات کے اندھیروں کو پھاڑتا ہوا نکلتا ہے۔ ان کا آنا یکے بعد دیگرے ہوتا ہے۔ ان کے احوال وصفات میں اجتماع اختلاف کی وجہ سے ممکن ہی نہیں اگر ان میں ایک موجود ہے تو دوسرا یقیناً اس کے بعد ہوگا اور جب دوسرا آئے گا تو پہلا موجود نہ ہوگا۔ یہ ان کے حدوث وفنا پر انتہائی واضح دلیل ہے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مخلوق ہیں اور ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جیسا کہ آیت قرآنی کے حوالے سے گزر چکا۔

سوم: لیل ونہار کے حدوث پر دوسری دلیل یہ ہے کہ کوئی بھی دن حال سے خالی نہیں کہ اس سے پہلے بھی ایک دن ہوتا ہے اور اس کے بعد بھی۔ گذشتہ دن پہلے تھا اب نہیں ہے اور آئندہ دن بھی کل ہوگا اب نہیں۔ اور آج کا دن آج ہے کل نہیں ہوگا اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ جو چیز پہلے موجود نہ ہو اور پھر وجود میں آئے تو وہ حادث اور مخلوق ہوتی ہے اس کا کوئی نہ کوئی محدث اور خالق ہوتا ہے اور وہ اللہ جل شانہ ہے۔

چہارم: ان کے حدوث پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ ایام اور راتیں قابلِ شمار ہوتی ہیں اور وہ ہر چیز جس کی گنتی اور شمار ہو سکے تو وہ دو عدد یعنی جفت اور طاق سے خارج نہیں ہو سکتی یعنی وہ یا تو جفت ہوگی یا طاق' پس اگر ان کو (یعنی ایام ولیالی کو) جفت مانا جائے تو جفت اعداد کا سب سے پہلا ہندسہ اثنان یعنی دو ہے۔ گویا کہ جفت کے لیے ابتدائیت واولیت ثابت ہوگی۔ جب یہ بات مسلم ہے کہ دونوں قسم کے اعداد کے لیے ابتداء ثابت ہو تو اس کا کوئی نہ کوئی مبتدی (ابتدا کرنے والا) ہوگا' اور وہ ہے ان کا خالق۔

کیا اس کائنات سے قبل بھی کوئی کائنات تھی:

جیسا کہ ہم ماقبل میں انتہائی وضاحت کے ساتھ یہ بیان کر چکے ہیں کہ زمانہ لیل ونہار کی ساعات کا نام ہے اور ساعات شمس وقمر کے اپنے مدار میں گردش کرنے کو کہتے ہیں' اور یہ سب حادث مخلوق ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی اور چیز کی تخلیق فرمائی تھی یا نہیں؟ سو احادیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے پہلے بعض چیزوں کو پیدا فرما چکے تھے۔

ارض و سما کی تخلیق کا دن

یہودیوں کا نبی کریم ﷺ سے مکالمہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہود نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آسمان و زمین کی پیدائش کے بارے میں سوال کیا۔ پس آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو اتوار اور پیر کے روز پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو بمعہ ان کی معدنیات وخزائن کے منگل کے روز پیدا فرمایا' اور درخت' پانی' شہر آبادیاں' ویران جگہیں یہ سب بدھ کے دن پیدا ہوئیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے دلیل کے طور پر آیت تلاوت فرمائی:

''کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں بنایا اور تم اس کے لیے شرکاء قرار دیتے ہو (حالانکہ) وہی رب العالمین ہے اور اس نے زمین کے اوپر پہاڑ بنا دیئے اور اس زمین کے اندر نفع بخش چیزیں رکھیں اور اسی زمین کے اندر سے لوگوں کی غذائیں مقرر فرمائیں اور یہ سب عمل چار دن میں مکمل ہوا''۔ (سورۃ حم سجدہ آیت نمبر ۹ تا ۱۰)

اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا فرمایا اور جمعہ کے دن ستارے' سورج' چاند اور فرشتوں کو پیدا فرمایا یہاں تک کہ جمعہ کے دن کی تین گھڑیاں باقی رہ گئیں تھیں پھر ان تین گھڑیوں میں سے پہلی گھڑی میں لوگوں کی عمریں' اور دوسری گھڑی میں آفات و مصائب کو پیدا فرمایا' اور تیسری اور آخری گھڑی میں آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ ان کو جنت میں رہائش عطا فرمائی' اور ابلیس کو سجدہ کا حکم دیا انکار پر اسے جنت سے نکال دیا گیا یہ سب آخری گھڑی کے ختم تک ہوا۔

یہود کہنے لگے پھر کیا ہوا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ثم استوی علی العرش (پھر وہ اپنی شان کے مطابق عرش پر جلوہ افروز ہوا)

یہودیوں کا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ الفاظ:

یہود نے کہا اگر آپؐ اختتام صحیح کرتے تو آپؐ کی بات بالکل درست قرار پاتی اور پھر انہوں نے کہا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آرام فرمایا۔

نبی کریم ﷺ یہ سن کر انتہائی ناراض اور غضبناک ہوئے پھر اس آیت کا نزول ہوا:

''بلاشبہ ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان چیزوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ہمیں کچھ بھی تھکاوٹ نہ ہوئی۔ پس آپؐ ان کی باتوں پر صبر کرتے رہیں''۔ (سورۃ ق آیت نمبر ۳۸ تا ۳۹)

پیدائش آدم علیہ السلام:

رسول اللہ ﷺ نے میرا (حضرت ابوہریرہؓ کا) ہاتھ پکڑا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور مکروہ ناپسندیدہ جگہوں کو منگل کے دن اور روشنی کو بدھ کے دن پیدا فرمایا اور جمعرات کے دن حیوانات کو زمین پر پھیلا دیا اور جمعہ کے دن عصر کے بعد آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ یہ آخری مخلوق جمعہ کی آخری گھڑی میں عصر و

مغرب کے درمیان پیدا ہوئی ہے۔

عبداللہ بن سلام اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپس میں جمعہ کی اس مخصوص ساعت کے بارے میں تذکرہ کر رہے تھے جس کی فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں اس ساعت کو زیادہ جانتا ہوں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق کی ابتداء اتوار کے دن فرمائی تھی اور جمعہ کے دن آخری ساعت میں فراغت ہوئی پس وہ ساعت بھی جمعہ کی آخری ساعت ہی ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اتوار کے دن کیا چیز پیدا ہوئی؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن زمین کو پیدا فرمایا اور اس کو پھیلا دیا پھر یہود نے پیر کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ اس دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے۔ پھر یہود نے منگل کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پانی کو اور بہت سی چیزوں کو پیدا فرمایا پھر یہود نے بدھ کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ اس دن غذا اور خوراک کو پیدا کیا گیا پھر یہود نے جمعرات کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ اس دن آسمان کو پیدا فرمایا پھر یہود نے ہفتہ کے بارے میں پوچھا اور پھر خود ہی کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے آرام کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ (اللہ اس سے پاک ہے) اور پھر یہ آیت نازل ہوئی:

''بلاشبہ ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان چیزوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ہمیں کچھ بھی تکان نہ ہوئی''۔

(سورہ ق آیت نمبر ۳۸)

وقت تخلیق زمانہ؟:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی دو روایات خوب وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شمس وقمر کی پیدائش سے پہلے ہی بہت سی چیزوں کو پیدا فرما دیا تھا چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ شمس و قمر کو جمعہ کے دن پیدا کیا گیا' اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن لیل ونہار کی ساعات کو پیدا کیا گیا' اور ان سے پہلے آسمان وزمین شجر وحجر چرند پرند وجبال اور پانی وغیرہ بہت سی چیزیں پیدا ہو چکی تھیں لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ سب چیزیں موجود تھیں لیکن لیل ونہار نا موجود تھے اور زمانہ چونکہ لیل ونہار کی ساعات کا نام ہے۔ سو یہ کہنا درست ہے کہ تخلیق زمانہ سے قبل بہت سی چیزیں تخلیق ہو چکی تھیں اور اسی کا اثبات یہاں مقصود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو روایت ماقبل میں گزری کہ اللہ تعالیٰ نے بدھ کے دن نور کو پیدا فرمایا تھا اور اس نور سے مراد نور الشمس ہی ہوگا' انشاء اللہ تعالیٰ۔

اعتراض:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک طرف تو آپ یہ کہتے ہیں کہ 'یوم' طلوع فجر سے غروب شمس تک کے وقت کا نام ہے اور پھر یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ شمس وقمر کو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے خلق سے چند یوم کے بعد پیدا فرمایا تھا جیسا کہ روایت میں گزرا شمس وقمر کی تخلیق جمعہ کے دن ہوئی اور اس سے پہلے یوم الاخر' یوم الاثنین' یوم الثلاثا وغیرہ کو آسمان وزمین اور ان کے منافع وغیرہ کی تخلیق ہوئی گویا کہ شمس وقمر کی تخلیق سے پہلے آپ نے وقت ثابت کیا اور اس کا نام ایام رکھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ شمس وقمر نہ تھے لیکن ایام تھے حالانکہ ایام کا تو وجود ہی شمس وقمر پر موقوف ہے۔ اس لیے کہ یوم طلوع فجر سے غروب شمس تک کے وقت کا نام ہے۔ اگر آپ اس کی کوئی معقول دلیل پیش نہ کریں تو آپ کے کلام میں تناقض وتعارض ہوگا جو کہ مناسب نہیں۔

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت کو ہم نے ایام کا نام دیا ہے اس کا اللہ تعالیٰ نے یہ ہی نام رکھا ہے پس اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے نام کو ہم نے بھی اختیار کیا۔ باقی رہا یہ کہنا ''کہ ایام ہوں اور شمس وقمر نہ ہوں یہ ناممکن ہے قطعاً درست نہیں۔ اس لیے قرآن کریم میں ہے۔ ''ولھم رزقھم بکرۃ و عشیا'' (ان کے لیے جنت میں صبح شام رزق ہوگا) حالانکہ جنت میں نہ صبح ہوگی نہ شام اس لیے کہ عالم آخرت میں نہ رات ہے نہ سورج نہ چاند اور صبح شام کا مصروف معنی ایسی چیزوں پر موقوف ہے لیکن اس کے باوجود (بکرۃ وعشیا) کہا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں ہے کہ اس دین کی طرف سے کافر مسلسل شک وشبہ میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ دفعتاً قیامت آ جائے یا ان پر یوم عقیم کا عذاب آ جائے۔ (یوم عقیم کا عذاب اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کے بعد رات نہیں) حالانکہ قیامت کے دن شمس وقمر اور معروف لیل ونہار کچھ بھی نہ ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود اس کو یوم کہا گیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تسعیہ بایام قرآن کریم کی تعبیر کے عین مطابق ہے لہٰذا اعتراض وارد نہ ہوگا۔

شمس وقمر کی تخلیق سے پہلے وقت کو جو یوم کہا گیا ہے اس یوم سے مراد ایک ہزار سال کی مدت ہے اور سال سے مراد ہماری دنیا والا سال ہے جو بارہ مہینے کا ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ فرمان کہ صبح وشام اہل جنت کو رزق ملے گا۔ اس میں صبح وشام سے مراد وہ مخصوص وقت ہے جسے ہم دنیا میں شمس کے جدیاں اور گردش کی وجہ سے پہچانتے ہیں اور اسے صبح وشام کا نام دیتے ہیں وگرنہ جنت میں شمس وقمر اور لیل وغیرہ میں سے کچھ بھی نہ ہوگا لیکن وہ وقت تو ہوگا جو صبح وشام یہاں آتا ہے۔ اسی اعتبار سے بکرۃ وعشیا کہا گیا ہے۔

اور یہ صرف ہماری تحقیق ہی نہیں بلکہ بعض علماء سلف بھی اس کے مثل فرماتے ہیں۔ حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے متعلق امور ایک ہزار سال تک کے لیے فرشتوں کے سپرد فرما دیتا ہے یہاں تک کہ وہ ہزار سال پورے ہوں پھر اسی طرح دوبارہ ایک ہزار سال تک کے لیے سپردگی ہوتی ہے اور یہ سلسلہ اسی ترتیب سے چلتا رہتا ہے اور ''فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ اس میں یوم سے مراد کن فیکون کی طرح بقدر زمانہ ہے لیکن اس کا نام اللہ تعالیٰ یوم کی طرح جس طرح اس نے چاہا اور ''ان یوم عندر بك کا الف سنۃ مما تعدون'' کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ یوم اور وہ یوم دونوں برابر ہیں۔

اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شمس وقمر کی پیدائش سے پہلے آسمان وزمین اور بہت سی چیزیں پیدا فرما دی تھیں اس کے مطابق سلف سے کچھ اقوال معقول ہیں مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ سے درج ذیل آیت کی تفسیر منقول ہے۔

''فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ''۔

''اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین سے فرمایا کہ تم فرماں برداری کرو خوشی سے یا زبردستی وہ دونوں کہنے لگے ہم خوشی سے تابعداری کرتے ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرمایا کہ تم فرمانبرداری کرو اور میرے شمس کو ظاہر کرو۔ اور زمین سے فرمایا تو شق ہو کر اپنی نہروں کو نکال اور اپنے منافع کو بھی نکال کر باہر کر تو دونوں نے کہا ہم خوشی سے تابعداری کرتے ہیں۔ اس روایت میں آسمان سے کہا گیا کہ شمس وقمر اور نجوم کو ظاہر کرو۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے "واوحی فی کل سماء امرھا" (اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان کی طرف اس کے کام اور ذمہ داری کی وحی فرمائی)

آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر شمس وقمر ستارے اور اس کے منافع کو پیدا فرمایا۔

سلف کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ یہ بھی اسی چیز کے قائل ہیں جو ہم نے بیان کی ہیں۔ اس تحقیق مذکورہ سے احادیث و اقوالِ سلف کے حوالہ جات کے ساتھ یہ ثابت ہو گیا کہ آسمان وزمین کی پیدائش زمان ایام لیالی اور شمس وقمر سے مقدم ہے۔ واللہ اعلم

اللہ باقی:

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ ﴾ (سورۃ رحمٰن آیت نمبر ۲۶۔۲۷)

''ہر چیز فنا اور ختم ہو جائے گی صرف آپ کے رب کی ذات جو عزت اور بزرگی والی ہے باقی رہے گی''۔

﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ﴾ (سورۃ قصص آیت نمبر ۸۸)

''اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات کو بقا و دوام حاصل ہے اس کے علاوہ ہر چیز حتیٰ کہ زمانہ لیل ونہار اور شمس وقمر وغیرہ سب کچھ فنا ہونے والا ہے۔ جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے کہ "اذا الشمس کورت" یعنی جب سورج بے نور ہو جائے گا اس کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ اور یہ قیامت کے روز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز کا فنا و ختم ہونا ایسی چیز ہے جس کے تمام اہل ادیان سماویہ قائل ہیں۔ خواہ وہ اہل اسلام ہوں یا اہل تورات واہل انجیل اور مجوس وغیرہ۔ اسی لیے ہم نے اس بحث میں زیادہ دلائل پیش نہیں کیے۔ البتہ ایک قوم (دہریہ) نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ لیکن ہم ان کے قول کے غلط ہونے پر اس کتاب میں نہ کوئی بحث کریں گے اور نہ کسی قسم کے دلائل پیش کریں گے۔ اس لیے کہ ان کا خطا پر ہونا بالکل ظاہر و بدیہی امر ہے جس پر دلائل قائم کرنے کی حاجت نہیں۔ یہ لوگ اس عالم کے فنا کے تو قائل ہیں لیکن بعث بعد الفنا کے قائل نہیں۔ جب کہ جمیع ادیان سماویہ کے قائلین کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک وفنا ہونے والی ہے اور اس فنا کے بعد اللہ تعالیٰ اس نقشہ کو دوبارہ قائم فرمائے گا اور جمیع ہلاک شدگان کو زندہ فرمائے گا اور یہ سب قیامت کے دن ہوگا۔

حقیقت نامہ اللہ تعالیٰ:

یہ بات بالکل بدیہی اور اظہر من الشمس ہے کہ عالم میں جو شے بھی مشاہدے میں ہے وہ جسم ہے یا قائم بالجسم اور جسم دو حال سے خالی نہیں وہ متفرق ہوگا یا مجتمع اگر متفرق ہے تو اس میں ترکیب و تالیف کا امکان یقینی ہے اور اگر مجتمع ہے تو اس کے اندر بھی

اختراق ممکن ہے اور یہ دونوں (یعنی اختراق مع احتمال الترتیب یا اجتماع مع احتمال الاختراق) چونکہ لازم وملزوم ہیں اس لیے ایک کے معدوم ہونے سے دوسرا بھی معدوم ہو جائے گا۔

اس تقریر کے بعد ہم کہتے ہیں کہ جب دو جز اختراق کے بعد مجتمع ہوں تو ان کا یہ اجتماع حادث ہوگا اس لیے کہ یہ اجتماعی شکل پہلے نہ تھی اسی طرح اجتماع کے بعد اختراق واقع ہو تو یہ اختراق بھی حادث ہوگا اس لیے کہ یہ اجتماعی شکل پہلے نہ تھی اور نہ یہ اختراقی شکل۔ بلکہ سب بعد میں پیدا ہوئی ہیں۔ جب عالم میں موجود ہر شیٔ کا یہی حال ہے کہ اس پر حدوث طاری ہوتا ہے تو ان مشاہداتی اشیاء کی جنس میں سے جو اشیاء مشاہد نہیں (عدم کی وجہ سے) تو ان کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ وہ بھی حدوث سے خالی نہ ہوں گی۔

اس کے ساتھ ساتھ اس بات میں کچھ شک نہیں کہ اگر شیٔ مجتمع ہے تو کسی مؤلف کی تالیف (ترکیب) کی وجہ ہی سے وہ اس شکل میں ہے اسی طرح اگر مفرق ہے تو کسی مفرق کی تفریق کے سبب ہے اور یہ مؤلف ومفرق ایسی ذات ہو سکتی ہے کہ جو اس حدوث سے پاک ہو جو ان پر واقع ہوتا ہے۔ یعنی اجتماع واختراق کے احوال کا ورود اس پر جائز نہ ہو اور وہ واحد وقہار ذات ہے جو تمام مختلفات کو جامع ہے اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان دلائل سے حتمی طور پر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان اشیاء کی صورت (مجتمع یا متفرق) بنانے والا اور ان کا محدث ہر چیز سے پہلے وجود رکھتا تھا۔ سو لیل ونہار اور زمان وساعات سب حادث ہیں اور ان کا محدث وہ ہے جو ان کے وجود سے قبل ہی ان میں تدبیر و تصرف کرتا تھا اس لیے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ شے محدث موجود ہو اور اس سے پہلے ان کا محدث موجود نہ ہو۔

باری تعالیٰ کا یہ قول اس پر نہایت مضبوط وقوی ترین دلیل ہے:

ترجمہ: ''کیا انہوں نے اونٹ کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے اس کو کیسے بنایا ہے اور آسمان کی طرف کہ اس نے اس کو کیسا بلند کیا اور پہاڑوں کی طرف کہ اس نے ان کو کیسے نصب کیا اور زمین کی طرف کہ اس نے اس کو کیسے بچھایا''۔ (سورۃ غاشیہ)

لیکن یہ دلیل اس شخص کے لیے ہے جو اپنی عقل کے ساتھ غور وفکر کرے اور ان کے ذریعے قدم باری تعالیٰ اور اس کے محدث ہونے پر استدلال کرے۔ نیز ان اشیاء کے علاوہ جو ان کی ہم جنس ہیں ان کے حادث ہونے پر اور اس پر کہ ان سب کی خالق ایسی ذات ہے جو ان کے مشابہ نہیں اس پر بھی استدلال کرے۔

ہمارے رب تبارک وتعالیٰ نے ان اشیاء پہاڑ' زمین' اونٹ' وغیرہ کا جو ذکر فرمایا ہے' ابن آدم ان پر باربرداری' منتقل کرنا' کھودنا' چھیلنا' گرانا وغیرہ تصرفات کرتا ہے ان میں سے کوئی بھی تصرف ممتنع نہیں لیکن ان سب تصرفات کے باوجود ابن آدم ان میں سے کسی بھی چیز کی ایجاد پر بغیر اہل کے قادر نہیں اور جو ایجاد سے عاجز ہو تو وہ اپنی ذات کے حق میں بھی محدث نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ ان اشیاء کے مثل بھی کوئی چیز ان کے لیے موجد نہیں ہو سکتی پس حقیقت یہ ہے کہ ان کی موجد ایسی ذات ہے جس کے ارادہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی اور نہ کسی چیز کا احداث اس کے لیے ممتنع ہے' اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔

نکتہ:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ اس سے کیوں انکار کرتے ہیں کہ اشیاء مذکورہ کا وجود کسی قدیم کے فعل کا نتیجہ ہے' مانا! لیکن قدیم کے واحد ہونے پر ہی کیوں اصرار ہے؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اپنے وجود کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں محیر العقول نظام اور مسلسل ومتصل تدابیر وتصرفات نظر آتے ہیں اور تخلیقی ڈھانچہ انتہائی کامل دکھائی دیتا ہے لہٰذا اس بنا پر ہم کہتے ہیں اگر تدبیر وتصرف کرنے والے دو ہوں جیسا کہ قائل نے کہا تو ان میں اتفاق ہوگا یا اختلاف اگر اتفاق ہو تو درحقیقت یہ بالکل ایک ہی ہوگا اور دونوں کا معنی ایک ہوگا بلکہ قائل نے از خود ایک کو دو قرار دے دیا جو بدیہۃ خلاف عقل ہے اور اگر اختلاف ہو تو وجود خلق احسن وکامل نہ ہوا اور نہ اس میں تدبیر وتصرفات منظم پیمانے پر ممکن ہے۔ اس لیے کہ ہر ایک کا فعل دوسرے کے خلاف ہوگا ان میں سے ایک جب کسی کو زندہ کرے گا تو دوسرا اس کی موت سے ہمکنار کرے گا ایک اگر کسی چیز کو ایجاد کرے گا تو دوسرا اس کو فنا کرے گا اس کشمکش میں یہ محال و ناممکن ہے کہ کسی شی کا وجود صحیح سالم ساتھ پایا جائے لہٰذا تمام نظام خلق کا اس احسن ومنظم پیمانے پر ہونا ذاتِ قدیم کے ایک ہونے کی بدیہی ومشاہداتی دلیل ہے۔

اسی حقیقت کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا:

ترجمہ ''اگر آسمان وزمین میں کئی خدا ہوتے تو یہ دونوں تباہ وفنا ہو جاتے پس اللہ تعالیٰ جو کہ رب عرش ہے ان تمام چیزوں سے پاک ہے جو کہ یہ مشرکین بیان کرتے ہیں''۔ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۲۲)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی اولاد قرار نہیں دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر اللہ اپنی بنائی ہوئی چیز کو جدا کر لیتا اور دوسرے پر چڑھائی کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ اس چیز سے پاک ہے جو یہ (مشرکین) بیان کرتے ہیں اور وہ پوشیدہ اور ظاہر تمام چیزوں کو جاننے والا اور ہر قسم کے شریک سے بلند و برتر و پاک ہے''۔

(سورہ المومنون آیت نمبر ۹۱ تا ۹۲)

یہ دونوں آیت اہلِ شرک کے دعویٰ کے بطلان پر مختصر وبلیغ ترین حجت ومضبوط ترین دلیل ہیں۔ حاصل ان کا یہی ہے کہ اگر آسمان وزمین میں ماسوائے اللہ کے کئی اللہ ہوتے تو ان میں اتفاق ہوتا یا اختلاف۔ اتفاق کی صورت میں قدیم کے دو ہونے کا قول باطل ہو جاتا اور اقرار توحید کے بغیر چارہ نہیں رہتا اور اختلاف کی صورت میں آسمان وزمین میں فساد وفنا لازم آتا اس لیے کہ ایک اگر کسی چیز کو پیدا کرتا تو دوسرا اس کی مخالفت کی بناء پر معدوم وختم کرنے کی کوشش کرتا کیونکہ ہم نے دونوں کے افعال مختلف فرض کیے ہیں۔ جس طرح کہ آگ کا کام گرم کرنا اور برف کا کام ٹھنڈا کرنا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور اعتبار سے بھی یہ قول باطل ہے اور وہ اس طرح کہ اگر بالفرض اہل شرک کے دعوے کے مطابق دو قدیم وجود تسلیم کر لیے جائیں تو وہ قدیمین دو حال سے خالی نہیں دونوں قوی ہوں گے یا عاجز اگر عاجز ہوں تو ہر ایک اپنے مقابل کی نسبت عاجز ہوگا اس لیے کہ مقابل کو ہم نے قوی قرار دے دیا جس کا لازمی نتیجہ دوسرے کا عجز ہے اس دلیل کی رو سے دونوں ہی عاجز قرار پائیں گے اور عاجز اللہ بننے کا اہل نہیں اگر ایک اپنے مقابل پر قوی ہو تو مغلوب اپنے ساتھی کی قوت کے سامنے عاجز اور بے بس ہوگا اور یہ معنی اللہ ہونے کے منافی ہے نتیجہ یہ ہے کہ قدیم واحد کا تسلیم کرنا ضروری ہے وگرنہ ہر صورت میں محال کو تسلیم کرنا لازم آتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل شرک کی افترا پردازیوں سے پاک و مبرا ہے۔

اس تمام تر بحث سے معلوم ہوا کہ قدیم اور اشیاء کی خالق و منافع ذات صرف وہی ایک ذات ہے جو ہر چیز سے پہلے تھی اور ہر چیز کے بعد بھی وہی رہے گی۔ سب سے اول بھی وہی اور سب سے آخر بھی لیکن اول و آخر ہونے کی انتہا نہ ازل میں ہے اور نہ ابد میں۔ وہ ذات موجود تھی لیکن نہ وقت تھا نہ زمان نہ لیل و نہار نہ ظلمت' نہ نور نہ آسمان' نہ زمین' نہ شمس نہ قمر و نجوم' اس کے سوا ہر چیز محدث و مصنوع ہے۔ وہ اپنے تمام تخلیقی افعال میں منفرد ہے اس میں اس کا کوئی شریک' نہ کوئی معین' نہ کوئی اس پر غالب ہے۔ وہ اپنے اوپر قادر و غالب ہے' پاک ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے میرے بعد ہر چیز میں سوال کیا جائے گا یہاں تک کہ سائل کہے گا کہ یہ اللہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے لیکن اسے کس نے پیدا کیا۔

نتیجہ بن جیع کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ لوگوں نے اسی طرح کے سوالات کرنا شروع کیے۔ پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر تکبیر بلند کی اور فرمایا جو کچھ میرے خلیل نے مجھ سے فرمایا تھا وہ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا میں اس کا انتظار کر رہا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ تم سے اس قسم کے سوال کریں تو تم انہیں جواب میں کہو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے وہ ہر چیز سے پہلے تھا اور ہر چیز کے بعد بھی وہی رہے گا۔

حاصل کلام:

جب ان تمام عقلی و نقلی دلائل سے معلوم ہو گیا کہ اشیاء کا خالق تھا اس حال میں کہ اس کے سوا کوئی نہ تھا اسی نے اشیاء کو پیدا کیا اور ان میں مدبرانہ تعریفات ہے اور انواع و اقسام کی مخلوقات کو پیدا کیا وقت و زمان اور شمس و قمر کے اپنے افلاک میں جریان کی وجہ اوقات و ساعات معلوم ہوتی ہے تاریخیں مرتب ہوتی ہیں اور لیل و نہار کے درمیان فاصلے قائم ہوتے ہیں لہٰذا اب ہم شمس و قمر سے پہلے کی مخلوقات کے بارے میں کلام کرتے ہیں اور ان میں بھی سب سے مقدم کیا ہے اس کے بارے میں بتلاتے ہیں۔

و باللہ التوفیق

تخلیق اوّلین (قلم)

3

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند ولید کو کہا اے میرے عزیز بیٹے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ سب سے پہلی جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے (بعد پیدائش کے) اسے حکم فرمایا کہ ''لکھو' تو اس نے قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ ڈالے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم ہے اور پھر اسے تمام امور لکھنے کا حکم فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک دوسری سند سے مروی روایت بھی اسی کی مثل ہے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ولید بن عبادہ بن صامتؓ سے پوچھا کہ آپ کے والد ماجد نے بوقت وفات کیا وصیت فرمائی تھی؟ ولید نے کہا میرے والد نے مجھے بلایا اور فرمایا اے میرے عزیز بیٹے تو اللہ سے ڈر اور اس بات کو بھی یاد رکھ کہ تو اس سے ڈرنے کا حق ادا نہیں کر سکتا' اور ہرگز تو علم نہیں پا سکتا یہاں تک کہ تو اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے اور اچھی بری تقدیر پر یقین رکھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلی چیز جو پیدا فرمائی وہ قلم تھا اور اس سے فرمایا اکتـــــب ''لکھ'' اس نے کہا اے میرے رب میں کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر کو لکھو تو قلم اس گھڑی جاری ہوا اور اس نے گذشتہ و آئندہ قیامت تک کے تمام امور لکھ دیئے۔ علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ ہم پہلے اس بارے میں علمائے سلف کے کچھ اقوال پیش کریں گے اور اس کے بعد اپنی رائے کا اظہار کریں گے۔

قلم کی تخلیق کے متعلق اقوال:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے۔ سوان سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم تھا اس سے فرمایا کہ لکھو قلم نے کہا اے میرے رب کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھو! پس قلم لکھنا شروع ہوا اور اس نے اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی تمام چیزیں لکھ دیں پھر اللہ تعالیٰ نے پانی کے بخارات اوپر کی طرف بلند کیے اور اس سے آسمانوں کی تخلیق فرمائی۔

حضرت وکیع رضی اللہ عنہ کے طریق میں بھی اسی طرح مروی ہے اور شعبہ کے طریق میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم تھا پس وہ آئندہ کی تمام باتوں کو لکھنا شروع ہو گیا۔ اسحاق کے طریق میں بھی اسی کے مثل مروی ہے اور معمر کے طریق میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق قلم ہے۔ عطاء بن سائب کے طریق میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا' سب سے پہلی چیز جو میرے رب نے پیدا فرمائی وہ قلم ہے پس اسے حکم فرمایا ''لکھو'' تو اس نے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات لکھ دیئے۔

دوم:

لیکن ابن اسحاق کا قول ہے کہ سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ نور اور ظلمت ہے۔ سو وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور اور ظلمت کو پیدا فرمایا اور ان کے درمیان امتیاز کیا۔ پھر ظلمت سے سیاہ اندھیری رات بنائی اور نور سے روشن و چمکدار دن بنایا جو کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے۔

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ان دونوں اقوال میں سے میرے نزدیک درست اور صحیح قول ''قول ابن عباس رضی اللہ عنہما'' ہے اس لیے کہ وہ حدیث نبویؐ کے عین موافق ہے''۔

نکتہ:

پس اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ دو قول جو آپ نے ذکر کیے ہیں۔ یعنی پہلا قول کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا' اور دوسرا قول کے سب سے پہلے ظلمت کو پیدا کیا اور ان میں آپ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ جو کہ ابن عباس کا قول ہے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس سے روایت کی کیا توجیہ و جواب ہوگا۔ جو کہ ابو ہاشم کے طریق سے مروی ہے اور وہ یہ سفیان ابو ہاشم سے نقل کرتے ہیں اور حضرت مجاہدؒ سے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ کچھ لوگ تقدیر کا انکار کرتے ہیں اور میں ان میں سے کسی کے بالوں کو پکڑوں تو ان کو جھاڑ کر رکھ دوں یعنی گنجا کر دوں گا اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کو پیدا کرنے سے قبل اپنے عرش پر تھا پس سب سے پہلی چیز اس نے پیدا فرمائی وہ قلم تھا پھر وہ قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھنا شروع ہوا' اور آج کل لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے ہی فراغت ہو چکی ہے۔ یعنی قلم لکھ کر فارغ ہو چکا اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل ہیں کہ سب سے پہلی مخلوق عرش الٰہی ہے اور اس کے بعد قلم اور جو آپ نے نقل کیا ہے۔ اس کے مطابق سب سے پہلی مخلوق قلم ہے لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول دونوں اقوال میں تعارض ہے۔

اسی طرح ابن اسحاقؒ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی:

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ﴾

''وہی ذات ہے جس سے آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور تھا اس کا عرش پانی پر''۔

تو فرمایا کہ پانی پر عرش الٰہی تھا' اور عرش الٰہی پر اللہ عزوجل اپنی شان کے مطابق جلوہ افروز ہوئے پھر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور و ظلمت کو پیدا فرمایا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تفسیر اس قول کے معارض ہے جو آپ نے ذکر کیا۔ لہٰذا ان سے مروی دونوں اقوال میں بھی معارض پایا گیا۔

جواب:

سوال کا حل یہ ہے کہ تعارض اول کے بارے میں تو یہ کہا جائے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت اگر صحیح سند سے ثابت ہے جو کہ آپ نے ذکر کی ہے۔ تو اس کو ان سے ایک روایت قرار دیا جائے گا۔ اس کو سفیان نے ابو ہاشم سے انہوں نے مجاہد سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

لیکن جو شعبہ ابو ہاشمؒ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ ان جمیع روایات کے موافق ہے جو ابن عباسؓ سے منقول ہیں، جن کو ہم نے قبل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یعنی سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا لہٰذا جو بات ان کی کثیر روایت سے ثابت ہو اسی کو اصل، ارجح قرار دیا جائے گا۔ اور اس روایت کی طرف چنداں التفات نہ کیا جائے گا ممکن ہے کسی روای سے وہم ہوا ہو شعبہ کی جس روایت کا ہم نے حوالہ دیا وہ یہ ہے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو ہاشمؒ نے بیان کیا اور انہوں نے حضرت مجاہد سے سنا اور فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہؓ سے سنا راوی کہتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ حضرت مجاہدؒ کی مراد عبداللہ سے عبداللہ بن عمرؓ تھی یا عبداللہ بن عباسؓ۔ بہر حال انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم تھا۔ پھر وہ قیامت تک لکھنے والے تمام امور کو لکھنا شروع ہوا پس آج کل لوگ جو عمل کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے ہی فراغت ہو چکی ہے۔ یعنی یہ سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔

اور تعرض ثانی کا حل یہ ہے۔ کہ ابن اسحاق کا قول جو ہم نے ذکر کیا یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور اور ظلمت کو پیدا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عرش و پانی کی تخلیق کے بعد سب سے پہلے نور اور ظلمت کو پیدا فرمایا۔ اس صورت میں ان کی تفسیر اور قول میں تعارض نہ ہوگا یہ تو اعتراض کا جواب اور تعرض کا حل تھا۔

ورنہ ہمارے نزدیک رسول ﷺ کا قول وفرمان ہی ارجح ہے۔ اس لیے وہ اس مسئلے کی حقیقت وصورت کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، اور ان سے جو روایت کیا گیا ہے۔ اس میں بھی کسی چیز کا استثنا نہیں ہے۔ بلکہ عموم یہ ہے کہ سب سے پہلے جس شئی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ قلم ہے۔ معلوم ہوا کہ اس سے پہلے نہ عرش تھا نہ پانی اور نہ کوئی چیز یہ ہی سب سے پہلی مخلوق ہے لہٰذا اس کے خلاف کوئی قول قبول نہ کیا جائے گا۔

ابن عباسؓ سے روایت کرنے والے حضرات میں سے ابو ظبیان اور ابو الضحاک کا طریق اقرب الی الصحۃ ہے اس لیے کہ اس نیچے کے راویوں میں سے کوئی بھی اختلاف نہیں کرتا، اور ابو ہاشم کے طریق میں سفیان و شعبہ باہم اختلاف کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اس کا ماقبل میں تذکرہ کیا ہے اور ابن اسحاق نے اپنے قول کو چونکہ مسند نہیں کیا۔ یعنی اس کی سند رسول تک نہیں پہنچائی لہٰذا نا قابل قبول ہے۔ اس لیے زیر بحث مسئلہ غیر مدرک بالقیاس ہے یہ محض انسانی عقل سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے خبر رسولؐ ضروری ہے۔ جو کہ وحی کی بنیاد پر اس مسئلہ میں راہنمائی کرتی ہے۔

و اللّٰہ اعلم باالصواب

تخلیق ثانی:

قلم پیدا کرنے اور اس کے بعد تقدیر لکھنے کا امر فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے باریک بادل کو پیدا فرمایا اور یہ وہی غمام (بادل) ہے۔ جس کے بارے میں حق وتعالیٰ شانہ نے اپنی کتاب محکم میں تذکرہ فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ ﴾ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۰)

''یہ منکرین ومشرکین نہیں انتظار کر رہے مگر اس چیز کا کہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس بادلوں کے سائبان میں بیٹھ کر آئے''۔

بادل کی تخلیق عرش سے پہلے ہوئی تھی حدیث رسولؐ میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے، کہ ایک قوم رسول ﷺ کے پاس آئی پس وہ قریب پہنچے تو آپؐ انہیں بشارت دینا شروع ہو گئے۔ لیکن وہ کہنے لگے کہ ہمیں کچھ مال

عطا کیجیے۔ نبی کو یہ بات ناگوار گزری پھر وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد ایک اور قوم آئی۔ یہ لوگ جب مجلس میں پہنچے تو کہنے لگے۔ کہ ہم رسولؐ پر سلام بھیجتے ہیں اور دین میں تفقہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کائنات کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ نبیؐ نے فرمایا کہ تم بشارت و خوشخبری قبول کرو اس لیے کہ جو لوگ ابھی یہاں سے چلے گئے انہوں نے اس بات کو قبول نہیں کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے ہم نے قبول کیا۔ پھر رسولؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ موجود تھے اس کے سوا کوئی چیز نہ تھی اس کا عرش پانی پر تھا اور ہر چیز کا ذکر اس کے واقع ہونے سے پہلے ہی لکھ دیا گیا تھا پھر اس نے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا۔ راوی حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ اتنے میں کوئی آدمی آیا اور اس نے مجھے کہا کہ تمہاری اونٹنی کہیں چلی گئی ہے۔ پس میں اسے تلاش کرنے کے لیے نکلا۔ لیکن میرے اور اس کے درمیان سراب حائل ہو گیا (یعنی وہ مجھے نہ ملی) کاش میں اس کی تلاش میں نہ نکلتا تو میں مجلس کی بقیہ باتیں سن لیتا۔ ان ہی کی ایک اور روایت ہے کہ رسولؐ نے ارشاد فرمایا اے بنو تمیم خوشخبری قبول کرو پس وہ لوگ کہنے لگے۔ آپ ہمیں بشارت تو دے رہے ہیں۔ کچھ مال بھی عطا کیجیے پھر دوسرے گروہ سے فرمایا اے اہل یمن خوشخبری قبول کرو انہوں نے کہا ہم نے قبول کی اور آپ ہمیں اس کائنات کی ابتدا کے بارے میں بتلایئے' کہ کیسے ہوئی رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر تھا اور ہر چیز سے پہلے تھا اور لوح محفوظ پر تھا ہر چیز جو آئندہ ہوگی لکھ دی گئی ہے۔

حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ اتنے میں کوئی آدمی آیا اور اس نے کہا اے عمران تمہاری اونٹنی کی رسی کھل گئی ہے پس اتنے میں میں اس کی تلاش میں نکل پڑا۔ لیکن میرے اور اونٹنی کے درمیان سراب حائل ہو گیا۔ اس لیے میں نہیں جانتا کہ اس کے اس کے بعد رسولؐ نے کیا فرمایا۔

تخلیق ثالث:

اہل علم نے اختلاف کیا ہے کہ اس بادل کے بعد کیا چیز پیدا ہوئی؟ بعض فرماتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا فرمایا۔ ان چیزوں سے پہلے جو کہ اس نے پیدا فرمائیں۔ پھر اس پر اپنی شان کے مطابق رونق افروز ہوا اور بعض فرماتے ہیں کہ عرش سے پہلے پانی کو پیدا کیا اور اس پر عرش کو رکھا جیسا کہ ابن عباسؓ ابن مسعودؓ اور دیگر اصحاب رسولؐ سے مروی ہے۔ کہ اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ اور ان چیزوں کے علاوہ جو پانی سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں اور کوئی چیز اس وقت تک پیدا نہیں ہوئی تھی۔

وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ عرش آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے پانی پر تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو ایک مٹھی منجمد پانی سے لی پھر اسے کھولا۔ اس میں سے دھوئیں کو اوپر کی طرف بلند کیا پھر اس سے دو دن میں زمین کو پھیلا دیا۔ اور ساتویں دن تخلیق سے فراغت ہوئی۔

بعض فرماتے ہیں کہ قلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے کرسی کو پیدا فرمایا میرے نزدیک درست اور اصح ہے۔ اس لیے کہ اس قول کی تائید ابو رزینؓ کی روایت سے ہوئی۔ جس میں رسولؐ سے پوچھا گیا کہ ہمارا رب مخلوقات کی پیدائش سے پہلے کہاں تھا۔ فرمایا بادل میں جس کے نیچے ہوا تھی۔ اور اوپر بھی ہوا تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کو پانی پر پیدا فرمایا۔ جب یہ بات خبر رسولؐ کی وجہ سے پایہ نبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کو پیدا پانی پر فرمایا۔ تو یہ ناممکن ہے کہ جس چیز پر پیدا فرمایا' وہ چیز موجود نہ ہو۔ ہذا

ثابت ہوا کہ پانی کی تخلیق عرش سے پہلے ہوئی یا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ دونوں کی تخلیق بیک وقت ہوئی۔

بعض کا قول یہ بھی ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے عرش کو پانی پر پیدا فرمایا اس وقت پانی ہوا کے اوپر تھا۔ پس اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پانی اور ہوا ان دونوں کا وجود عرش سے پہلے تھا۔ اس قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت "و کان عرشہ علی الماء" (اس کا عرش پانی پر تھا) کی تفسیر میں پوچھا گیا کہ پانی اس وقت کس چیز پر تھا فرمایا ہوا کی پشت پر۔ اعمش اور ابن جریج کے طریق میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

کائنات کس چیز کے گھیرے میں ہے:

عبدالصمد حضرت وہبؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے باری تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کا تذکرہ کیا اور کہا کہ تمام آسمان و زمین اور سمندر ہیکل کے اندر ہیں' اور کرسی پر حق وتعالیٰ شانہ کے قدمین مبارک ہیں وہ کرسی کو اس طرح اٹھاتا ہے اور رکھتا ہے جس طرح نعلین قدمین کے اندر ہوں۔

حضرت وہبؒ سے پوچھا گیا کہ ہیکل کیا ہے فرمایا کہ وہ ایسی چیز ہے جس نے تمام زمین و آسمان اور سمندروں کو خیموں کی رسیوں کی طرح گھیرا ہوا ہے۔

پھر زمینوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ ان کی کیا کیفیت ہے۔ فرمایا سات زمینیں سات جزیروں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ اور ہر دو زمینوں کے درمیان سمندر ہے اور ایک بڑا سمندر ان سب کو محیط ہے اور ہیکل اس سمندر کے پیچھے ہیں۔ یعنی وہ ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

ایام ستہ کے نام جو تخلیق کائنات میں صرف ہوئے:

ایک روایت میں ہے کہ قلم اور دوسری مخلوقات کی پیدائش کے درمیان ایک ہزار سال کا فصل ہے جیسا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اس کے ساتھ تمام چیزوں کو لکھا جن کو وہ آئندہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ پھر یہ کتاب ایک ہزار سال تک اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بزرگی بیان کرتی رہی' ابھی دیگر مخلوقات پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کا ارادہ فرمایا تو ان کو پیدا فرمایا (اسی تفصیل کے مطابق جو کہ گزریں) چھ دن میں اور ہر دن کا الگ الگ نام تجویز کیا ان دنوں کے ناموں کی تفصیل میں لکھا گیا ہے کہ ان میں ایک کا نام ابجد دوسرے کا ہوز تیسرے کا حطی چوتھے کا کلمن پانچویں کا سعفص اور چھٹے کا قرشت ہے۔ جیسا کہ ضحاک بن مزاحمؒ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ہر دن کے لیے ایک نام مقرر ہے اور وہ یہ ہیں۔ ابجد' ہوز' حطی' کلمن' سعفص' قرشت۔ ایک دوسرے طریق سے بھی ضحاک بن مزاحم سے یہی منقول ہے۔ لیکن دیگر اصحاب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دن کو پیدا فرمایا اس کا نام رکھا الاحد پھر دوسرے دن کو پیدا فرمایا اس کا نام رکھا الاثنین پھر تیسرے دن کو پیدا فرمایا اس کا نام رکھا الثلاثا پھر چوتھے دن کو پیدا فرمایا اس کا نام رکھا الاربعاء پھر پانچویں دن کو پیدا فرمایا اس کا نام رکھا خمیس۔ (یہ روایت یہیں تک ہے)

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بالکل یہ ہی روایت مروی ہے جو کہ ان کے شاگرد عطا نے روایت کی ہے۔

علامہ طبریؒ کہتے ہیں کہ ایام کے اسماء کے بارے میں ان دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں اس لیے کہ اہل عرب جن کا نام الاحد'

الاثنین' الثلاثا' الاربعا' خمیس رکھتے ہیں ممکن ہے کہ دیگر عرب ان کو ابجد' ہوز' حطی' کلمن' سعفص' قرشت سے جانتے ہوں کیونکہ لا مسافقتہ فی اسماء الاشیاء. اشیاء کے ناموں میں کوئی جھگڑا و نزاع نہیں ہوا کرتا۔

علامہ طبریؒ ایک اور تعارض کو حل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ مذکورہ بالا اقوال میں چھ ایام کا ذکر ہے۔ لیکن وہب بن منبہؒ سے مروی ہے کہ ایام سات ہیں لیکن ان میں بھی تعارض نہیں اس لیے کہ ضحاک اور عطا نے ایام کے چھ ہونے کا ذکر فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کی تخلیق میں چھ دن صرف ہوئے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﴾ (سورہ ہود آیت نمبر ۷)

اور وہب بن منبہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہفتہ میں کل سات دن ہوتے ہیں نہ کہ چھ۔

اسمائے ایام:

ان ایام ستہ میں سے تخلیق کائنات کی ابتداء کس دن ہوئی اس میں علماء سلف کا اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس کی ابتداء یوم الاحد (اتوار) سے ہوئی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ابتداء فرمائی اور زمین کو اتوار اور پیر کو پیدا فرمایا۔ ایک دوسری روایت میں ان سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے تخلیق کی ابتداء اتوار سے فرمائی اور زمین کو بروز اتوار اور پیر کو پیدا فرمایا اور کعبؒ سے مروی ہے کہ ابتداء خلق کے وقت اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو بروز اتوار و پیر پیدا فرمایا اور مفسر قرآن حضرت ضحاکؒ سے باری تعالیٰ کے اس قول ﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﴾ کی تفسیر میں منقول ہے کہ ایام آخرت میں سے ہر یوم کی مقدار ایک ہزار سال ہے اور ابتدائے خلق اتوار کے دن ہوئی۔ حضرت مجاہدؒ سے بھی یہ ہی منقول ہے کہ ابتداء خلق اتوار کے دن ہوئی۔

بعض فرماتے ہیں کہ ابتدائے خلق ہفتہ کے دن ہوئی۔ ان کی دلیل یہ روایت ہے محمد بن ابی اسحٰقؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اہل تورات اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء خلق اتوار کو فرمائی اور اہل انجیل قائل ہیں کہ پیر کو فرمائی اور ہم مسلمان رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی وجہ سے جو ہم تک پہنچی ہے کہتے ہیں کہ ابتداء خلق ہفتہ کو ہوئی۔ درج بالا بحث سے ابتدائے خلق کی بابت دو قول معلوم ہوئے ہیں۔ اول یوم الاحد' ثانی یوم السبت ہر ایک قول پر دلیل ماقبل میں گزر چکی ہے لیکن مزید تقویت کے لیے کچھ اور احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عکرمہؒ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہود نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آسمان و زمین کی تخلیق کے بارے میں سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اتوار اور پیر کے دن پیدا فرمایا۔ یہ روایت قول اول کے قائلین کا مستدل ہے۔

عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن۔ یہ روایت قول ثانی کے قائلین کا مستدل ہے۔

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں ان دونوں اقوال میں سے میرے نزدیک راجح پہلا قول ہے یعنی ابتداء خلق یوم الاحد کو ہوئی اس لیے کہ علماء سلف نے اسی قول پر اجماع واتفاق کیا ہے۔

اور ابن اسحاق کا قول کہ ابتدائے خلق ہفتہ کو ہوئی اس کی بنیاد اصل میں یہ ہے کہ روایات کے موافق اللہ تعالیٰ تخلیق کائنات سے جمعہ کے دن فارغ ہوئے۔ اور یہ بالاتفاق ساتواں دن ہے۔ اسی دن حق تعالیٰ شانہ عرش پر رونق افروز ہوئے اور اسی دن کو مسلمانوں کے لیے عید کا دن قرار دیا جب آخری دن یہ یعنی یوم سابع ہے جو کہ فراغت کا دن ہے تو پہلا دن یقیناً ہفتہ ہوگا جو کہ ابتدائے مصروفیت کا دن ہے۔

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے اپنے اس قول و دعوی میں جس دلیل کا سہارا لیا ہے جو کہ ماقبل میں گزری وہ درست نہیں اس لیے کہ یہ انکا ذاتی استنباط ہے نہ کہ خبر مرفوع لہٰذا دلائل قطعیہ کے مقابلے میں حجت نہ ہوگا۔ ابن اسحاق کے قول کے مطابق تخلیق کائنات میں سات دن صرف ہوئے لیکن قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو خبر دی کہ اس میں چھ دن صرف ہوئے ہیں۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے:

> ترجمہ: ''اللہ وہی ذات ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب چھ دن میں پیدا فرمایا پھر عرش پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ افروز ہوا نہیں ہے تمہارے لیے اس کے مقابلے میں کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی۔ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے''۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر؟)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

> ''آپ ان سے فرما دیجیے کہ کیا تم انکار کرتے ہو اس ذات کا جس نے آسمان و زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور تم اس کے لیے شرکاء قرار دیتے ہو۔ یہ تو رب العالمین ہے۔ اس نے پہاڑوں کو زمین کے اندر ذرا بلند کر کے بنایا۔ اور اس زمین کے اندر برکتیں رکھیں۔ اور اس میں تمہارا رزق مقرر فرمایا''۔ (یعنی حسب ضرورت رکھ دیا)

یہ سارا عمل چار دن میں ہوا۔ (اور یہ کل چھ دن ہو گئے) اور سوال کرنے والوں کے لیے اس قدر بیان کافی ہے پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ دھوئیں کی شکل میں تھا اور آسمان و زمین دونوں سے فرمایا تم تابعداری کرو خوشی سے یا زبردستی۔ وہ کہنے لگے کہ ہم خوشی سے تابعداری کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو دو دن میں بنایا اور ہر آسمان کی طرف اپنے حکم کی وحی فرمائی اور آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت بخشی علاوہ زینت کے حفاظت بھی مقصود ہے یہ سب زبردست جاننے والے کا مقرر کردہ نظام ہے۔

اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ "فقضاهن سبع سموت في يومين" (پس اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کو دو دن میں بنایا) اس آیت میں جن دو ایام کا ذکر ہے یہ ان چھ ایام میں داخل ہیں جن کا ماقبل میں تذکرہ ہوا پس ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔

اور احادیث بکثرت اس بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سب سے آخر میں فرمائی اور یہ جمعہ کا دن تھا۔ یہ جمعہ کا دن جس میں فراغت ہوئی یہ بھی ان چھ ایام میں داخل ہوا ہے۔ جو تخلیق کائنات میں صرف ہوئے جن کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا۔ اگر اس دن کو ان چھ ایام میں داخل نہ مانیں تو لازم آئے گا کہ تخلیق میں سات دن صرف ہوئے۔ حالانکہ یہ نصوص کے خلاف ہے۔ لہٰذا ابن اسحاق کا جمعہ کو یوم سابع قرار دے کر ایام ستہ سے الگ ماننا اور ایام ستہ کی ابتداء ہفتہ سے قرار دینا درست

نہیں بلکہ جمعہ کا دن ایام ستہ ہی میں داخل ہے اور ان ایام ستہ کی ابتداء اتوار کے دن سے ہوئی جیسا کہ ہم نے ماقبل میں دلائل کے ساتھ ثابت کیا۔

اور یہ بات کہ جمعہ کے دن ہی تخلیق کائنات سے فراغت ہوئی اس بارے میں اخبار مرفوعہ و آثار موقوف ہم عنقریب انشاء اللہ کسی مناسب مقام میں ذکر کریں گے۔

کس دن کیا چیز پیدا ہوئی ۔ اتوار و سوموار:

علمائے سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ کون سے دن کیا چیز پیدا ہوئی؟ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار کے دن اس کائنات کی ابتداء فرمائی پس اتوار اور پیر کو تمام زمین پیدا فرمائیں۔ منگل اور بدھ کو رزق و خوراک اور پہاڑوں کو پیدا فرمایا جمعرات اور جمعہ کو آسمانوں کی تخلیق فرمائی اور جمعہ کی آخری ساعت میں اس سے فراغت ہوئی اس آخری ساعت میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بصفت عجلت پیدا فرمایا اور یہی وہ ساعت ہے کہ جس میں قیامت قائم ہوگی۔

ابن عباس ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ نے سات زمینوں کو دو دن یعنی اتوار اور پیر کو پیدا فرمایا اور ان کے اندر پہاڑوں' معدنیات ارزاق' درختوں اور جو چیزیں ان کے مناسب تھیں ان سب کو منگل و بدھ کے دن پیدا فرمایا۔ پھر آسمان کی تخلیق کی طرف توجہ فرمائی وہ اس وقت دھوئیں کی شکل میں تھا۔ پس اس کو جسم واحد بنایا پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے فرمایا یہاں تک کہ سات آسمان ہو گئے یہ کام جمعرات و جمعہ کو ہوا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں بھی یہی بات ہے کہ زمینوں کی تخلیق اتوار و پیر کو ہوئی۔ پس ان تمام اقوال سے ثابت ہوا کہ زمین اور اس کی معدنیات کی پیدائش بغیر کسی تفصیل کے آسمان سے پہلے ہوئی اس لیے کہ ان حضرات کے نزدیک اس کی پیدائش کے دن اتوار اور پیر ہیں جو کہ ایام ستہ کے ابتدائی دن ہیں اور آسمان کی تخلیق کے دن ان کے علاوہ ہیں جو کہ یقیناً موخر ہیں۔

اور بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین اور اس کے اندر کی تمام چیزیں خام مادہ کی شکل میں پیدا فرمائیں پھر سات آسمان بنائے اس کے بعد زمین کو موجودہ ہیئت پر پھیلا دیا اور اس کو یہ صورت بخشی۔

اس کی تائید ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے ہوتی ہے جو کہ "و الارض بعد ذلك دحها" کی تفسیر میں مروی ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے زمین کو آسمان سے پہلے پیدا فرمایا اور دوسری جگہ بیان تخلیق میں آسمان کا تذکرہ زمین سے پہلے ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کو زمین سے پہلے پیدا فرمایا۔ دونوں آیات میں تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین کو جملہ معدنیات سے پیدا فرمایا لیکن اس کو موجودہ ہیئت پر پھیلایا نہیں اس کے بعد سات آسمان بنائے پھر زمین کو موجودہ شکل میں پھیلا دیا جو کہ ہمیں نظر آ رہی ہے۔ ایک دوسری روایت میں اس آیت کی تفسیر میں ان ہی سے کچھ منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان کی تخلیق سے فارغ ہوا تو زمین میں موجودہ رزق' معدنیات کو پھیلایا اور پہاڑوں کو نصب فرمایا معلوم ہوا کہ زمین کی نباتات و خوراک وغیرہ شمس و قمر کے بغیر عادتاً نہیں اگ سکتیں اس لیے ان سے پہلے شمس و قمر کا ہونا ضروری ہے جو کہ اشیاء سماوی میں سے ہیں اس سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ زمین اور اس کی نبات وغیرہ کو پھیلانے کا عمل آسمان کی تخلیق کے بعد ہوا ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں بھی آسمان کی تخلیق کا تذکرہ کے بعد فرمایا کہ "ہم نے اس کے بعد زمین کو بچھایا

اور اس میں سے اس کا پانی اور نباتات نکالیں''۔ (سورۃ النازعات آیت نمبر ۳۰ تا ۳۲)

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں زیر بحث مسئلہ میں ہمارے نزدیک درست قول وہی ہے جس کے قائلین نے کہا اللہ تعالیٰ نے زمین کو اتوار کے دن پیدا فرمایا اور آسمان کو جمعرات کے دن اور ستارے چاند سورج کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا اس لیے کہ اس قول کی حجت پر حدیث مرفوع وارد ہو چکی ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا درج بالا قول ''کہ زمین کو پیدا کیا لیکن پھیلایا نہیں۔ بلکہ آسمان کو پیدا کرنے کے بعد اس کو پھیلایا۔ اور اس میں سے پانی و نباتات نکالے پہاڑوں کو نصب کیا گیا''۔ اس کے معارض نہیں۔ جس کو ہم نے ترجیح دی ہے اس لیے کہ ہم نے خلق ارض کا ذکر کیا اور وہ دحوارض (پھیلانا) ثابت کر رہے ہیں۔ اور دحو کے معنی میں مغایرت ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں' جس سے اس کی تائید ہوتی ہے:

''کیا تم خلقت کے اعتبار سے زیادہ سخت اور دشوار ہو یا آسمان جس کو ہم نے بنایا اور اس کی چھت کو بلند کیا پھر اس کو ہر اعتبار سے درست کیا اور رات کو تاریک و دن کو روشن بنایا اس کے بعد زمین کو بچھایا' پھیلایا اور اس سے اس کے پانی اور نباتات کو نکالا اور پہاڑوں کو نصب کیا''۔ (سورۃ النازعات آیت نمبر ۲۸ تا ۳۲)

پس اگر یہ کہا جائے کہ اہل علم کی ایک جماعت نے باری تعالیٰ کے قول "والارض بعد ذلك دحها" میں تعارض سے بچنے کے لیے یہ توجیہ کی ہے کہ بعد ذلك "مع ذلك" کے معنی میں ہے اور آپؐ نے بعد ذلك کو اسی معنی میں رکھا جو قبل کا متقابل ہے سو آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معروف واصل معنی بعد کا کلام عرب میں وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ یعنی قبل کا متقابل نہ کہ بمعنی مع۔ اور جب کلام میں توجیہ کی جاتی ہے تو اس کے معروف و مختار معنی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہاں بعد کو اس کے اصل معنی ہی میں استعمال کیا جائے گا۔

مسئلۃ الباب میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت عتیق (خانہ کعبہ) کو دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل پانی کے اوپر چار ستونوں پر پیدا فرمایا۔ پھر اس کے نیچے سے زمین کو بچھانے کا عمل ہوا۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دنیا کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل بیت اللہ کو چار ستونوں کے اوپر پانی کے اوپر رکھا گیا پھر زمین کو اس کے نیچے بچھایا گیا۔

اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ نے زمین سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور اسی کے نیچے سے زمین کو بچھایا گیا۔ ان روایات سے بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ زمین کی تخلیق دو مرحلوں میں ہوئی ہے اس تمام تر تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زمین کی تخلیق قبل السموات ہوئی ہے لیکن اس کو بچھانے اور پھیلانے کا عمل مع اس کے خزائن کے آسمانوں کے بعد ہوا۔ ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ یہود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمد ﷺ آپ ہمیں بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایام ستہ میں کون کون سی چیزیں پیدا فرمائی ہیں آپ نے فرمایا زمین کو اتوار اور پیر کے دن' پہاڑوں کو منگل کے دن' شہد' رزق' نہریں' آباد جگہیں اور ویرانے بدھ کے دن آسمان و ملائکہ کو جمعرات کے دن پیدا فرمایا اور جب جمعہ کے دن کی تین ساعات باقی رہ گئیں تھیں تو پہلی ساعت میں اموات' دوسری میں آفات' اور تیسری میں آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا یہود کہنے لگے آپ کی بات درست ہے اگر اس کا اختتام صحیح ہو۔ نبی کریم ﷺ ان کا مقصد سمجھ گئے اور ناراض ہوئے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَ مَا مَسَّنَا مِنۡ لُّغُوۡبٍ فَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ ﴾ (سورۃ ق آیت نمبر ۳۸ تا ۳۹)

''ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہوئی اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں آپ ان پر صبر کیجیے''۔

نکتہ:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ماقبل میں آپ نے پرزور دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا تھا کہ زمین کی تخلیق آسمان سے قبل ہوئی اور اس مسئلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات کا آپ نے حوالہ دیا لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت اس کے معارض نہیں جن سے ثابت ہوا کہ آسمان کی تخلیق زمین سے پہلے ہوئی مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا: سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم تھا اسے حکم دیا اکتب (لکھ) اس نے کہا اے میرے رب کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھو۔ پس قلم قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھنا شروع ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے پانی کے بخارات کو بلند فرمایا اور اس سے سات آسمان بنائے پھر ایک مچھلی کو پیدا فرمایا اور اس کی پشت پر زمین کو بچھایا اس مچھلی نے حرکت کی جس کی وجہ سے زمین ڈگمگانے لگی تو پہاڑوں کے ذریعے اسے استقرار بخشا پس یہ پہاڑ زمین پر فخر جتلاتے ہیں اور پھر آخر میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ ﴾ (سورۃ القلم آیت ۱)

''ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں''۔

یہاں قلم سے مراد قلم تقدیر ہے۔ اسحٰق کے طریقہ میں بھی یہی روایت قدرے مختلف انداز کے ساتھ سفیان مروی ہے۔ کے طریق میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم تھا اسے حکم دیا کہ اکتب (لکھ) اس نے کہا کہ کیا لکھوں فرمایا کہ تقدیر لکھو پس قلم قیامت تک ہونے والے تمام امور کو لکھنا شروع ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو پیدا فرمایا اور پانی کے بخارات کو پیدا فرما کہ اس سے آسمان بنایا اور زمین کو مچھلی کی پشت پر بچھایا۔ اس مچھلی میں حرکت واضطراب پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے زمین ڈگمگانے لگی تو پہاڑوں کے ذریعے اسے استقرار بخشا اب یہ پہاڑ زمین پر کھڑے ہوئے فخر کرتے ہیں۔

اور عطا بن سائب کے طریق میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا اکتب (لکھ) پس اس نے قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ ڈالے۔ پھر مچھلی کو پانی پر پیدا فرمایا اور زمین کو اس کے اوپر بچھا دیا۔

جواب:

ان تمام روایات کے جواب میں کہا جائے گا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ان کی ان روایات کے معارض نہیں جو کہ ہم نے اپنے موقف میں پیش کی ہیں صرف سطحی نظر سے بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے نفس الاصر اور حقیقت میں متعارض نہیں اس جواب کی تائید ''هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ'' (البقرہ آیت نمبر ۲۹) کی تفسیر میں ان سے مروی روایت سے ہوتی ہے جس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا سوائے ان چیزوں کے جو اس نے پانی سے قبل پیدا کیں پھر جب مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ ہوا تو پانی سے دھواں نکالا اور اس کو پانی سے بہت بلند فرمایا اور اس کا نام سماء رکھا پھر

بقیہ پانی کو خشک کیا اور اسے ایک زمین کی شکل میں بنایا پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سات زمینیں دو دن اتوار اور پیر کو بنائیں پس یہ زمین پہلے جسم واحد شکل میں مچھلی پر تھیں اور یہ وہی مچھلی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ ''ن والقلم'' کے الفاظ سے فرمایا ہے۔ (یعنی ن سے مراد مچھلی ہے) اور یہ مچھلی پانی میں تھی اور پانی ایک بڑے پتھر پر اور پتھر فرشتہ کی پشت پر اور فرشتہ چٹان پر اور چٹان ہوا پر تھی پس مچھلی میں حرکت واضطراب ہوا جس کی وجہ سے زمین پر زلزلہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین پر نصب فرمایا اور وہ ٹھہر گئی پس اس وجہ سے پہاڑ زمین پر فخر جتلاتے ہیں۔ باری تعالیٰ کے قول ''وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ'' (النحل آیت نمبر ۱۵) میں اس کے نصب کیے جانے کا تذکرہ ہے۔

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں اس تفسیر روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آسمان وزمین کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو پانی سے دھواں نکالا (جس کو کہیں بخارات سے تعبیر کیا گیا ہے) اور اس کو پانی سے بہت بلند فرما کر اس کا نام سماء رکھا اس لیے ہر وہ چیز جو کسی چیز کے اوپر ہو اور اس سے بلند ہو تو بلند چیز اس کے لیے سماء کہلاتی ہے معلوم ہوا کہ سماء سے مراد ان حضرات کی یہ ہے کہ جب آسمان دھوئیں اور بخار کی شکل میں تھا موجودہ شکل میں نہ تھا۔ اس کے بعد بقیہ پانی خشک کر کے زمین بنائی گئی۔ یعنی آسمان کی تخلیق بھی دو مرحلوں میں ہوئیں۔ اور زمین کی تخلیق بھی دو مرحلوں میں ہوئی۔ جس کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے آسمان کو دھوئیں و بخارات کی شکل میں بمعہ معدنیات وخزائن کے پیدا فرمایا لیکن اس کو پھیلایا نہیں پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور انہیں موجودہ شکل عنایت فرمائی پھر زمین کی طرف توجہ فرمائی اور اس کو بچھانے اور پھیلانے کا عمل ہوا۔ اس تقدیر پر تمام روایات متفق ہو جاتی ہیں لہٰذا جو یہ کہتے ہیں کہ آسمان پہلے بنا اور زمین بعد میں بنی اس پر احادیث سے استدلال کرتے ہیں تو کہا جائے گا اس سے مراد آسمان وزمین کا خام حالت میں بننا ہے اور اس خام حالت میں واقعتاً آسمان کی تخلیق زمین سے مقدم ہے۔ جیسا کہ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ پانی کے جو بخارات اوپر کی طرف بلند ہوئے اس سے آسمان اور بقیہ جو پانی رہ گیا تھا اسے خشک کر کے زمین بنائی گئی۔

یہ تمام تر تفصیل یوم الاحد (اتوار) سے متعلق تھی کہ اس دن کیا چیز پیدا ہوئی اور یوم الاثنین (پیر) کا ذکر بھی ضمناً ہو چکا ہے۔ البتہ یوم الثلاثا والاربعاء (منگل بدھ) کے متعلق کچھ روایات ہم یہاں ذکر کریں گے۔

منگل، بدھ:

ابن عباسؓ ابن مسعود اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر پہاڑوں اور درختوں اس میں رہنے والوں کے لیے خوراک اور جو کچھ زمین کے لیے مناسب تھا ان سب کو دو دن یعنی منگل اور بدھ کے دن پیدا فرمایا۔ اس کا بیان قرآن کریم کی اس آیت میں ہے۔

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجیے کیا تم انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور تم شریک قرار دیتے ہو اس کے لیے حالانکہ وہی رب العالمین ہے اسی نے زمین کے اوپر پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور اس میں برکتیں رکھیں اس میں لوگوں کی خوراک اور غذا حسب ضرورت پیدا فرمائی اور یہ تمام عمل منگل کے دن ہوا۔ پوچھنے والوں کے لیے یہ بیان کافی ہے''۔

ان حضرات کا بیان ہے کہ یہ تمام کام اسی طرح واقع ہوا جیسا کہ اس آیت میں بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی وہ اس وقت دھوئیں کی شکل میں تھا اور یہ دھواں اصل میں پانی کے سانس لینے کی وجہ سے ظاہر ہوا تھا (اس سے مراد پانی کے

اندر سے بھاپ و بخارات کا اٹھنا ہے) اس دھوئیں کو آسمان واحد میں تبدیل کیا اور اس کے ٹکڑے کر کے سات آسمان دو دن یعنی جمعرات و جمعہ کو تخلیق فرمائے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غذا و خوراک اور پہاڑوں کو منگل و بدھ کے دن پیدا فرمایا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو منگل کے دن پیدا فرمایا۔ اسی وجہ سے لوگ اس دن کو بھاری خیال کرتے ہیں۔

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں اس باب میں سب سے صحیح روایت وہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ اور اس کے منافع کو منگل کے دن' اور درخت پانی' شہر آبادیں' ویرانے بدھ کے دن پیدا فرمائے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو اتوار کے دن' درختوں کو پیر کے دن' مکروہ اور ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن پیدا فرمایا لیکن پہلی روایت یعنی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سنداً زیادہ صحیح اور اقرب الی الصواب ہے اور علمائے سلف کا بھی یہی خیال ہے۔

جمعرات، جمعہ:

اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے حالانکہ اس سے پہلے وہ باہم جڑے ہوئے تھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے "ثم استوی الی السماء وھی دخان" (حٰم سجدہ آیت ۱۱) کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ دھواں پانی کے سانس لینے کی وجہ سے ظاہر ہوا تھا اس دھوئیں کو اولاً آسمان واحد کی شکل میں بنایا پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے سات آسمانوں کی موجودہ شکل میں ڈھالا اور یہ عمل جمعرات و جمعہ کے دن ہوا' اور جمعہ کا نام جمعہ اس لیے پڑا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو جمع فرمایا اور ان کی طرف وحی فرمائی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا﴾

ترجمہ "ہم نے ہر آسمان میں اپنے امر کی وحی فرمائی"۔

اسی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس کی مخلوق یعنی فرشتے پیدا فرمائے اس کے علاوہ سمندر' اولوں کے پہاڑ اور بہت سی چیزیں جو معلوم نہیں وہ پیدا فرمائیں اور آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت بخشی ان ستاروں کو زینت کے ساتھ ساتھ شیاطین سے حفاظت کا ذریعہ بھی بنایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ اپنی پسندیدہ چیزوں سے فارغ ہوئے تو اپنے بیان کے موافق عرش پر جلوہ افروز ہوئے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو جمعرات و جمعہ کے دن پیدا فرمایا اور جمعہ کی آخری ساعت میں فراغت ہوئی اس ساعت میں آدم علیہ السلام کو بصفتِ عجلت پیدا فرمایا۔ پس یہی وہ ساعت ہے جس میں قیامت قائم ہو گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہریں اور درخت بدھ کے دن پیدا فرمائے۔ پرندے درندے کیڑے مکوڑے جمعرات کے دن اور انسان کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا پس جمعہ کے دن تمام چیزوں کی تخلیق سے فراغت ہوئی۔

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول جو ہم نے ماقبل میں ذکر کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' ملائکہ' اور آدم علیہ السلام کو جمعرات اور جمعہ کے دن پیدا فرمایا یہ ہمارے نزدیک بالکل صحیح ہے اس لیے اس پر خبر مرفوع وارد ہو چکی ہے۔

شیطان کو جنت سے کب نکالا گیا:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جمعرات کے دن آسمان پیدا فرمایا اور جمعہ کے دن ستارے، چاند، سورج اور ملائکہ پیدا فرمائے یہاں تک کہ تین ساعات باقی رہ گئیں تو پہلی ساعت میں موت کے اوقات مقررہ ''کون کتنا وقت زندہ رہے گا اور کب مرے گا'' پیدا فرمائے دوسری ساعت میں نفع مند چیزوں پر آنے والی آفات کو پیدا فرمایا اور انہیں جنت میں ٹھکانہ عطا فرمایا اور ابلیس کو سجدہ کا حکم دیا اور ابلیس کو آخری ساعت کے آخر میں جنت سے نکالا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین میں جانوروں کو جمعرات کے دن پھیلایا اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا اور یہ آخری مخلوق تھی جو ساعت جمعہ سے آخری ساعت میں پیدا ہوئی۔

وقت کی مقدار:

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ سابقہ دلائل و براہین اور احادیث و آثار سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ آسمان و زمین اور ان کے مابین و اندر کی اشیاء کی تخلیق میں چھ دن صرف ہوئے اور اب چھ دنوں میں سے ہر دن دنیا کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا تھا لہٰذا کل مدت چھ ہزار سال ہوگئی اور یہ بھی احادیث کے حوالے سے ماقبل میں گزرا کہ قلم تقدیر کی تخلیق اور آسمان و زمین کی ابتدائے خلق کے درمیان ایک ہزار سال کا فصل ہے۔ چونکہ قلم سب سے پہلی مخلوق ہے لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ ابتدائے خلق سے لے کر فراغ خلق تک کل مدت کسی قدر کمی بیشی کے امکان کے ساتھ سات ہزار سال ہے اور یہ بات بھی دلائل کثیرہ سے مدلل طریقہ پر ثابت ہو چکی ہے کہ اس کائنات کی تخلیق کے بعد سے اس کی فنا تک کل مدت کسی کمی بیشی کے امکان کے ساتھ سات ہزار سال ہے سو ان مقدمات کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ اس کائنات کی ابتدائے خلق سے فنائے خلق تک کی کل مدت باعتبار دنیا کے ۱۴ ہزار سال ہے اور عالم آخرت کے اعتبار سے چودہ دن ہے فقط۔ اور اس کائنات کی فنا کے بعد صورت حال دوبارہ اسی طرف لوٹ آئے گی جو کہ اس کائنات کے بننے سے پہلے تھی۔ صرف اللہ تعالیٰ کی کریم و عزیز ذات ہے جو کہ قدیم ولازوال ہے ہر چیز سے پہلے بھی وہ تھا اور ہر چیز کی فنا کے بعد بھی وہی ہوگا۔

نکتہ:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ ایام ستہ جو تخلیق کائنات میں صرف ہوئے ان میں سے ہر دن باعتبار دنیا کے ایک ہزار سال کا تھا نہ کہ اس کے برابر جو اہل دنیا کے ہاں متعارف ہے یعنی طلوع شمس سے غروب شمس تک کا وقت اس لیے کہ قرآن کریم میں مطلق ایام ستہ کا ذکر ہے اور اس کی مقدار و صراحت جو آپؒ نے بیان کی ہے اس کا وہاں نہ بیان ہے نہ اشارہ۔ لہٰذا ایام کا جو معنی مخاطبین قرآن کے یہاں معروف ہے۔ اس کو اسی پر محمول کیا جائے۔ اور آپ بھی اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے قرآن کریم میں ان معانی کے ساتھ خطاب فرماتا ہے جو کہ عندالناس اشہر و اغلب ہوں۔ اور یہاں اشہر و اغلب معنی طلوع شمس سے غروب شمس تک کے وقت کے برابر وقت ہے۔ لیکن آپ نے غیر معروف معنی قرار لیا جو کہ درست نہیں اور یہ اس وجہ سے بھی بعید معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کا قول صرف ''کن'' ہوتا ہے اور چیز وجود میں آ جاتی

ہے ایسی ذات کے بارے میں یہ وصف بیان کرنا کہ اس کو تخلیق کائنات میں چھ ہزار سال لگے غیر مناسب معلوم ہوتا ہے' قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴾ (سورۃ القمر آیت ۵۰)

''ہمارا امر نہیں ہوتا مگر پلک جھپکنے کی طرح''۔

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے جو کچھ کیا اور جو معنی مراد لیا اس کی بنیاد احادیث و آثار ہیں نہ کہ عقلی اور فکری استخراج، اس لیے کہ یہ مسئلہ غیر مدرک بالقیاس ہے۔ اس میں عقلی دلائل کی بنیاد پر کسی چیز کا اثبات نہیں ہوسکتا صرف نقول معتبرہ سے ہی دلیل پکڑی جا سکتی ہے۔ اور اگر نقول معتبرہ کا مطالبہ کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے علم کے مطابق گذشتہ ائمہ دین میں سے کسی نے بھی اس کے خلاف قول اختیار نہیں کیا۔

مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ ان میں سے ہر دن تمہارے شمار کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہے اور انہی سے ''فی یوم کان مقدارہ الف سنة مما تعدون'' (سورۃ السجدہ آیت ۵) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایسے چھ ایام تھے جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق فرمائی' اور حضرت ضحاکؒ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے: ایام ستہ جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کے مابین چیزیں تخلیق فرمائیں ان میں سے ایک دن اس دن کے برابر ہے جو آیت میں بیان ہوا اور آیت میں ایک دن کی مقدار ایک ہزار سال ہی ہے۔ اور حضرت ضحاکؒ سے ہی ''هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ'' (سورۃ ہود آیت نمبر ۷) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایام آخرت میں سے ہر یوم ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے خلق بروز اتوار فرمائی اور بروز جمعہ سب مخلوق کو جمع فرمایا۔

اور حضرت کعبؒ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق کا آغاز فرمایا اتوار و پیر' منگل و بدھ' جمعرات کو اور جمعہ کے دن اس سے فراغت ہوئی ان میں سے ہر دن ایک ہزار سال کے برابر تھا۔

حضرت مجاہدؒ سے بھی یہی منقول ہے کہ ایام ستہ میں سے ہر دن تمہارے شمار کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر تھا' اور سائل کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ اس کے کلمے ''کن'' سے چیزیں وجود میں آ جاتی ہیں ایسی ذی شان ذات کے بارے میں یہ گمان کہ اسے تخلیق کائنات میں چھ ہزار سال صرف ہوئے کسی طرح بھی مناسب نہیں تو اس کا جواب سائل کے جواب کے اندر ہی ہے اس لیے کہ بزعم شمار ایام ستہ سے ایام دنیا ہی مراد لیے جائیں تو یہ اشکال اس وقت بھی بدستور رہے گا۔

ما هو جو ابكم فى هذا فهو جوابنا

دن اور رات سے پہلے کیا تخلیق کیا گیا:

اہل نظر کا اس میں اختلاف ہے کہ دن اور رات میں سے باعتبار تخلیق کے کون مقدم ہے؟ بعض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو دن سے پہلے بنایا اور اپنے قول پر اس سے استدلال کرتے ہیں کہ شمس جب غائب ہو جائے اور اس کی روشنی چل جائے تو رات اپنی تاریکیوں کے ساتھ ہجوم کرتی ہے شمس کی روشنی جب تک باقی رہے اس کا نام نہار (دن) ہے اور اس کے چھپ جانے کا نام

یں (رات) ہے۔ معلوم ہوا کہ شمس کی روشنی رات پر وارد ہوتی ہے اور رات اس سے پہلے ہی موجود ہوتی ہے لہذا ثابت ہوا کہ رات دن پر مقدم ہے بعض آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا رات دن سے مقدم ہے انہوں نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جس وقت آسمان زمین میں بند تھے (یعنی موجود و نفع بخش صورت پر نہ تھے) اور ان کے درمیان صرف تاریکی تھی یہ تمہارے لیے کھلی دلیل ہے کہ رات دن سے مقدم ہے ایک دوسری روایت میں ان سے مروی ہے کہ یقیناً رات دن سے مقدم ہے۔ پھر استدلال میں یہ آیت پڑھی۔

﴿ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ﴾

''جس وقت وہ دونوں بند تھے' پھر ہم نے ان دونوں کو کھولا''۔

مرشد بن عبداللہؒ سے مروی ہے کہ عقبہ بن عامرؓ جب رمضان کا چاند دیکھتے تو اس رات میں قیام اللیل فرماتے اور اگلے دن روزہ رکھتے پھر اس کے بعد بھی اس کی راتوں میں قیام فرماتے میں نے یہ بات ابن حجیرہؒ سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا رات دن سے پہلے آتی ہے یا دن رات سے پہلے اور بعض دیگر فرماتے ہیں کہ دن رات سے مقدم ہے اور دلیل میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی اور اس کے سوا کچھ نہ تھا نہ دن نہ رات۔ اس کے بعد بعض چیزوں کی تخلیق ہوئی تو وہ اللہ کے نور کی وجہ سے منور روشن تھیں یہاں تک کہ رات کو بنایا گیا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے اشیاء کا منور اور روشن ہونا پہلے تھا۔ (نہار کی حقیقت بھی روشن کا ہونا ہے) اور رات کا وجود بعد میں (لیل کی حقیقت روشنی کا نہ ہونا ہے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تمہارے رب کے پاس اس وقت نہ رات تھی اور نہ دن' اور آسمانوں کا منور ہونا اس کے چہرے کے نور کے سبب تھا اور تمہارے ایام میں سے ہر یوم کی مقدار اس کے علم میں بارہ گھنٹے تھی۔

ہماری رائے:

میرے نزدیک پہلا قول راجح ہے یعنی رات دن سے مقدم ہے اس لیے کہ نہار (دن) کا وجود تو سورج کی روشنی کا مرہون منت ہوتا ہے اس لیے کہ نہار کی حقیقت ہے کہ سورج کی روشنی کی وجہ سے ماحول اشیاء کا منور روشن ہونا نہ کہ کسی اور روشنی کی وجہ سے' جیسا کہ قول ثانی کے قائلین نے کہا' ہے اور یہ بات قطعی دلائل سے ثابت ہو چکی کہ اللہ تعالیٰ نے شمس کی پیدائش اور اس کا اس کے مدار میں جریان زمین کے بچھانے اور پھیلانے کے بعد فرمایا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنَاهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴾

(النازعات آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹)

''کیا تم خلقت کے اعتبار سے زیادہ دشوار ہو یا آسمان کہ جس کو ہم نے بنایا اور اس کی چھت کو بلند کیا۔ پھر اس کو درست کیا۔ اس کی رات کو ڈھانپا اور اس کی روشنی کو نکالا''۔

جب سورج کی تخلیق ہوئی بعد اس کے کہ جب آسمان بن چکا اور بلند ہو چکا تھا اور تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی تو ثابت ہو گیا کہ رات مقدم ہے شمس سے اور شمس پر ہی چونکہ دن کا وجود موقوف ہے تو رات سورج سے بھی لازماً مقدم ہو گی۔

دلائل سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ دن اور رات کا معاملہ ہر وقت ہمارے مشاہدے میں ہے ہم دیکھتے ہیں کہ دن

رات پر وارد ہوتا ہے اس لیے کہ جب سورج کی روشنی غائب ہو جائے تو آسمان و زمین کا درمیانی خلا تاریک ہو جاتا ہے اور جب یہ روشنی ٹوٹتی ہے تو تمام خلا روشن ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ دن رات پر وارد ہوتا ہے اور یہ بات بدیہی ہے کہ جس پر وارد ہوا جائے گا اس کا وجود قبل از ورود ضروری ہے۔

و اللہ اعلم بالصواب

سورج اور چاند کی پیدائش اوران کی صفات:

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ شمس وقمر کی تخلیق کے وقت کے بارے میں احادیث مختلف ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن شمس وقمر ستارے اور فرشتوں کو پیدا فرمایا' حتیٰ کہ اس دن کی تین ساعات باقی رہ گئیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نور کو بدھ کے دن پیدا فرمایا یہ نور کون سا تھا؟ اس کی تفصیل میں اہل علم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شمس وقمر کی تخلیق سے قبل بہت سی چیزیں پیدا فرمائی تھیں۔ پھر ان دونوں کو پیدا فرمایا اور اس کی مصلحت کو وہ خود ہی زیادہ جانتا ہے پس اس نے اس کو مسلسل جاری رہنے والا بنایا اور ان کے درمیان فاصلہ رکھا۔ ان میں سے ایک کو رات کی نشانی اور دوسرے کو دن کی نشانی بنایا۔ پس وہ رات کی نشانی کو مٹاتا ہے اور دن کی نشانی کو دیکھنے کا ذریعہ بناتا ہے۔ رات کی اور دن کی نشانیوں میں اختلاف حال کا سبب کیا ہے اس کے بارے میں احادیث مرفوعہ ہم یہاں ذکر کریں گے' اور کچھ علمائے سلف کے اقوال بھی۔

سورج کی سجدہ گزاری:

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھاما ہوا تھا اور ہم پیادہ مغرب کی سمت چلے جا رہے تھے اور سورج غروب ہونے کے قریب تھا ہم مسلسل اس کی طرف دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ غائب ہو گیا ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہاں غروب ہوا ہے فرمایا آسمان میں اور پھر اس کو بلند کیا جاتا ہے ایک سے دوسرے آسمان کی طرف یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک بلند کیا جاتا ہے حتیٰ کہ عرش کے نیچے پہنچتا ہے اور سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اس کے ساتھ فرشتے بھی سجدہ کرتے ہیں جو اس پر مقرر ہیں پھر یہ کہتا ہے کہ اے میرے رب آپ کہاں سے مجھے طلوع ہونے کا حکم فرماتے ہیں غروب کی جگہ سے یا طلوع کی جگہ سے باری تعالیٰ کے قول "والشمس تجری لمستقرلھا" میں "ذلک" سے رب العزت کی صفت گری و تخلیقی شاہکار کی طرف اشارہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک جبہ نما لباس سورج کے پاس لاتے ہیں جو عرش کے نور سے روشن ہوتا ہے' اور ساعت دن کی مقدار پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے موسم گرما میں دن لمبا' موسم سرما میں چھوٹا اور موسم خزاں و بہار میں معتدل رہتا ہے۔ وہ جبہ نما لباس سورج کو اس طرح پہنایا جاتا ہے۔ جس طرح تم میں سے کسی آدمی کو لباس پہنایا جاتا ہے۔ پھر سورج اسی حالت میں فضائے آسمانی پر پہنچتا ہے اور اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور فرمایا کہ (قرب قیامت کو عرش کے نیچے) سورج کو تین راتوں کے بقدر روکا جائے گا اور اسے اس وقت تک نورانی جبہ نہ پہنایا جائے گا اور اسے حکم دیا جائے گا کہ مغرب سے طلوع ہو۔

باری تعالیٰ کا یہ قول "اذا لشمس کورت" (سورۃ تکویر آیت نمبر ۱) میں اس کا بیان ہے کہ جب سورج بے نور ہو جائے گا۔ اور

فرمایا کہ چاند بھی اسی طرح افق آسمانی میں طلوع وغروب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ساتویں آسمان تک بلند ہوتا ہے عرش کے نیچے ٹھہرنا' سجدہ کرنا' اجازت طلب کرنا وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن جبرئیل علیہ السلام اس کے لیے جو جبہ لے کر آتے ہیں اس کی روشنی اللہ تعالیٰ کی کرسی کے نور کے سبب ہوتی ہے اور قرآن کریم میں اسی فرق کی طرف اشارہ ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا ﴾ (سورۃ یونس آیت نمبر ۵)

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہا ہوں یہاں تک کہ ہم نے مغرب کی نماز پڑھی۔ علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شمس وقمر کے اختلاف حال کے سبب کو بیان کر رہی ہے کہ سورج کی روشنی اس لباس کی وجہ سے ہے۔ جو عرش کے نور کے سبب سے روشن ہے اور چاند کی روشنی اس لباس کی وجہ سے ہے جو کرسی کے نور کے سبب روشن ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اس کے معارض ہے اس لیے اس کے برخلاف ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔

روایت:

عکرمہؒ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن تشریف فرما تھے۔ اسی دوران ایک آدمی آیا اور کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما میں نے کعب احبارؒ سے ایک انتہائی عجیب بات سنی ہے جو کہ شمس وقمر کے بارے میں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے یہ سن کر سیدھے ہو کر دوزانو بیٹھ گئے اور پوچھا وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ کعب احبارؒ کہتے ہیں کہ شمس وقمر کو قیامت کے دن دو زخمی و دہشت زدہ بیلوں کی طرف لایا جائے گا اور دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کسی فرماں بردار مخلوق کو عذاب نہ دے گا:

عکرمہؒ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نہایت غضبناک حالت میں پہلو بدلا اور تین مرتبہ فرمایا کعبؒ نے جھوٹ کہا ہے۔ کعب نے جھوٹ کہا ہے۔ کعب نے جھوٹ کہا ہے۔ اور فرمایا یہ یہودی ہے جو اسلام میں نئی نئی باتیں داخل کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بلند ہے اس بات سے کہ وہ اپنی اطاعت وفرمانبرداری کے باوجود عذاب دے! کیا تم نے باری تعالیٰ کا قول نہیں سنا۔

﴿ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ﴾ (سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۳۳)

''اس نے تمہارے لیے سورج و چاند کو مسخر کیا اور وہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں''۔

فرمایا کہ یہ دونوں مسلسل اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں لگے ہوئے ہیں۔ پس وہ ان کو کیسے عذاب دے گا۔ اللہ تعالیٰ کعب کو ہلاک کرے اور اس کے علم کو برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ پر جرات نہیں کرنی چاہیے۔ یہ ان دونوں فرماں بردار مخلوق کے بارے میں بہت بڑا بہتان ہے۔

سورج اور چاند کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت:

عکرمہؒ کہتے ہیں کہ پھر ابن عباسؓ نے تین مرتبہ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اس کے بعد ایک تنکا اٹھایا اور زمین کو کریدنے لگے' اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا اس میں مشغول رہے اس کے بعد سر اٹھایا اور تنکا پھینک دیا پھر فرمایا۔ کیا میں تم سے وہ چیز نہ بیان کروں جو کہ شمس وقمر' ان کی ابتدائے خلقت اور ان کی گردش سے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحمت فرمائے۔ ضرور ارشاد فرمائیے۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کے علاوہ باقی تمام مخلوقات مستحکم پیمانے پر پیدا فرما دیں تو دو سورج اپنے عرش کے نور سے پیدا فرمائے ان میں سے وہ جو اس کے حکم میں پہلے ہی سے تھا کہ اس کو سورج کے طور پر ہی رکھنا ہے تو اسے مثل دنیا کے بہت بڑا جو کہ مشرق و مغرب کو محیط ہو بنایا' اور وہ جس کو چاند کی شکل دینا منظور تھا اسے قدرے چھوٹا بنایا۔ لیکن زمین سے بہت زیادہ بلندی پر ہونے کی وجہ سے چھوٹے ہی دکھائی دیتے ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ ان دونوں سورج کو اسی حال پر چھوڑ دیتا جس پر ان کو پیدا فرمایا تھا تو رات اور دن کا امتیاز نہ ہوتا اور نہ یہ پتا چلتا کہ مزدور نے کب تک کام کیا ہے۔ وہ اپنی اجرت کب لے گا نہ یہ معلوم ہوتا کہ روزہ دار کب تک کھانے پینے سے رکا رہے گا نہ عورت کی عدت کا پتہ چلتا ہے۔ نہ حج کے زمانے کا علم ہوتا نہ قرض کی ادائیگی کا وقت معلوم ہوتا اور نہ اس بات کا احساس ہوتا کہ لوگ اپنے معاش کے لیے کب جائیں گے اور اپنے جسم کو راحت دینے کے لیے کب لوٹیں گے۔ لہٰذا رب العزت نے اپنے بندوں پر شفقت و مہربانی فرمائی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ قمر پر جو کہ اس وقت شمس تھا اپنا پر تین مرتبہ مارو۔ پس ایسا کیا گیا۔ جس کی وجہ سے اس کی تیز چمک ختم ہوگئی اور نورانیت باقی رہ گئی اس کا بیان قرآن پاک کی اس آیت میں ہے" ہم نے رات و دن کو دو نشانیاں بنایا پس ہم نے رات کی نشانی کو مٹایا اور دن کی روشنی کو دیکھنے کا ذریعہ بنایا" (سورۃ الاسراء آیت نمبر ۱۲) اور فرمایا چاند کے اندر جو تم کو سیاہ پرچھائیاں سی نظر آتی ہیں وہ سابقہ تیز چمک کو مٹانے کے اثرات ہیں۔ پھر شمس کے لیے عرش کے نور کی ایک ریڑھی بنائی جس کے تین سو ساٹھ کڑے تھے ہر کڑے پر (جو مثل لگام کے تھا) ایک فرشتہ مقرر کیا گیا جو اس کو تھامے ہوئے تھا اس طرح چاند کی ریڑھی اور اس کے کڑے تھے اس کے اوپر بھی تین سو ساٹھ فرشتے مقرر ہوئے اور یہ تمام فرشتے آسمان دنیا سے تعلق رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زمین کے دائرے اور آسمان کے کناروں میں مشارق و مغارب (طلوع و غروب کے مقامات) بنائے جو کہ چشموں کی شکل میں ہیں ایک سو اسی مغربی سمت میں ہیں جن میں سے ایک وہ چشمہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے:

﴿ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ ﴾ (کہف آیت نمبر ۸۶)

ترجمہ: "آپ اس کو پائیں گے کہ وہ سیاہ کیچڑ والے چشمہ میں غروب ہو رہا ہے"۔

اور ایک سو اسی مشرق میں ہیں جو ابلنے والی ہانڈی کی طرح جوش مارتے ہیں۔ پس ہر دن اور رات کے لیے طلوع و غروب ہونے کی ایک نئی جگہ ہے۔ سب سے پہلے طلوع ہونے کی جگہ اور سب سے آخری غروب ہونے کی جگہ کا اندازہ موسم گرما کے سب سے طویل دن سے لگایا جا سکتا ہے اور سب سے آخری طلوع ہونے کی جگہ اور سب سے پہلی غروب ہونے کی جگہ کا اندازہ موسم سرما کے سب سے چھوٹے دن سے لگایا جا سکتا ہے پس یہ دونوں مشرق (طلوع ہونے کی جگہ) یعنی پہلا اور آخری اور دو مغرب (غروب ہونے کی جگہ) یعنی پہلا اور آخری ہوئے۔

اسی کو قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے "رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ" (سورۃ الرحمٰن آیت نمبر ۱۷) اور درمیان کے مشارق و مغارب چھوڑ دیئے گئے لیکن دوسری جگہ سب کو جمع کر کے کہا گیا۔ "رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ" (سورۃ المعارج آیت نمبر ۴۰) پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سمندر پیدا فرمایا اور وہ آسمان کے نیچے تین فرسخ کے بقدر جاری ہوا وہ سمندر کی بند موج کی شکل میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فضاء میں قائم ہے اس سے ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکتا باقی تمام سمندر ساکن ہیں۔ صرف یہ سمندر انتہائی سرعت کے

ساتھ جاری ہے اور اس کا فضاء میں چلنا بالکل سیدھا و برابر ہے۔ گویا کہ رسی ہے جو مشرق و مغرب کے درمیان دراز ہے پس شمس و قمر اور خنس سمندر کے گہرے پانی میں رواں دواں ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴾ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳۳)

''ہر ایک اپنے محور میں تیر رہا ہے''۔

یہ مدار جس میں یہ اجسام تیرتے اور سفر کرتے ہیں وہ اس سمندر کا گہرا پانی ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر شمس اس سمندر سے نکل آئے تو زمین پر موجود ہر چیز جل کر راکھ ہو جائے حتیٰ کہ چٹانیں اور پتھر بھی اور اگر قمر نکل آئے تو اس کے حسن و جمال کی وجہ سے لوگ فتنہ میں پڑ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے بجائے اس کی عبادت شروع کر دیں۔ مگر وہ جس کی اللہ حفاظت فرمائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے شمس و قمر کے ساتھ خنس کا ذکر فرمایا اور باری تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں اس کی قسم کھائی خنس کسے کہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ اصل میں پانچ ستارے ہیں جن کے مجموعے کو خنس کہتے ہیں اور وہ برجیس (غالباً مشتری) زحل عطارد بہرام زہرہ ہیں یہ پانچوں ستارے شمس و قمر کی طرح طلوع و غروب اور گردش کرتے ہیں ان کے علاوہ باقی تمام ستارے آسمان میں اس طرح ٹکے ہوئے ہوتے ہیں جس طرح مساجد میں قندیل و فانوس ٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ آسمان کے ساتھ ہی اللہ کی تسبیح و تقدس بیان کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہوئے حرکت کرتے ہیں پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم اس کو مزید سمجھنا چاہو تو آسمان کے اندر ان کے مدار کو دیکھو کبھی۔ یہ ستارے کہیں ہوتے ہیں اور کبھی کہیں! یہ اصل میں آسمان کی حرکت ہے اور ستارے سوائے ان پانچ کے' سب آسمان کے ساتھ حرکت کرتے ہیں ان کا دورہ جیسا کہ تم مشاہدہ کرتے ہو ایک دن میں پورا ہوتا ہے اور یہ ہی ان کی نماز ہے اور ان کا سفر جو تیزی سے قیامت کی طرف جاری ہے مثل تیز چکی کے پاٹ کے۔ یہ قیامت کے ہولناک واقعات اور زلزلوں میں سے ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَآءُ مَوْرًا وَّ تَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴾ (سورۃ طور آیت نمبر ۹ تا ۱۱)

ترجمہ ''جس دن آسمان پر لرزہ طاری ہوگا اور پہاڑ اڑتے پھریں گے پس ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے''۔

فرمایا: جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ان چشموں (مطالع) جس سے کسی چشمہ کی طرف سے ریڑھی پر سوار طلوع ہوتا اور اس کے ساتھ تین سو ساٹھ فرشتے ہوتے ہیں جو اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کو اس کے مدار میں دن اور رات کی ساعت کے اندازے کے موافق حمد و ثناء کرتے ہوئے گھسیٹتے ہیں اور یہ عمل دن رات مسلسل ہوتا رہتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ شمس و قمر کی آزمائش کرے اور اپنے بندوں کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی دکھائے تاکہ بندے اس کی نافرمانی سے رجوع کریں اور اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہو۔ تو پھر ایسا ہوتا ہے کہ سورج اپنی چرخی سے جو کہ اس کا مدار ہے اس سے گر کر سمندر کی گہرائیوں میں گر جاتا ہے اور جب عظیم نشانی دکھانا چاہتا ہے تو اور بندوں کو خبردار کرنا چاہتا ہے تو اس وقت پورا سورج ہی چرخی سے گر جاتا ہے جس کے نتیجہ میں دن کے وقت بالکل اندھیرا چھا جاتا ہے اور ستارے نظر آنے لگتے ہیں یہ حالت سورج گرہن کی انتہائی حالت ہے اور جب اس سے کم مقصود ہو تو پھر نصف' تہائی یا دو تہائی گراتا ہے اور اس کا بقیہ حصہ چرخی پر ہی چلتا رہتا ہے۔ اس حالت کو

جزوی سورج گرہن کہا جاتا ہے۔

سورج گرہن مکمل ہو یا جزی اس پر مقرر فرشتوں کے دو گروہ ہو جاتے ہیں ایک گروہ سورج کی طرف متوجہ ہو کر اسے چرخی کی طرف کھینچتا ہے جب کہ دوسرا گروہ چرخی کو سورج کی طرف کھینچنا شروع ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ فرشتے سورج کو اس کے مدار میں بھی دن اور رات کی گھڑیوں میں ایک مقررہ اندازے کے مطابق گھسیٹتے ہیں تاکہ اس کے دورانیہ میں کمی بیشی نہ واقع ہونے پائے۔

اللہ تعالیٰ جہاں انہیں اس کام کے سلسلہ میں الہام سے نوازتا ہے وہیں انہیں مناسب قوت بھی عطا فرماتا ہے جس کے نتیجہ میں دن رات' سردی' گرمی' خزاں بہار ہر موسم میں سورج اپنے درست مقام اور وقت پر طلوع و غروب ہوتا ہے۔ تم لوگ جو گرہن کے بعد سورج یا چاند کو بتدریج نکلتے ہوئے دیکھتے ہو تو یہ دراصل اس گہرے سمندر سے نکل رہا ہوتا ہے جو بلندی پر واقع ہے اور سورج کی گزرگاہ بھی ہے (موجودہ دور میں اس کو سمجھنا آسان ہے آپ نے خطوط الجویہ یا *Airline* کا لفظ سن رکھا ہے یہ فضا میں ہوائی جہاز کی گذرگاہ کہ کہتے ہیں جبکہ فوجی جہاز کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی وہ زیادہ طاقت کے بل بوتے یعنی ''سلطان'' کے ذریعہ اڑتا ہے اسی لیے اسے *Air Force* کہتے ہیں چونکہ سورج بھی ایک لگے بندھے راستے پر چلتا ہے اس لیے اس کی گذرگاہ کو بھی مدار یا *Line* کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے۔

جب فرشتے سورج کو گرہن کی حالت سے نکال لیتے ہیں تو تمام متعین فرشتے اسے اٹھا کر دوبارہ چرخی پر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد پڑھتے ہیں جس نے انہیں ایسی طاقت عطا فرمائی اور چرخی کے کڑے تھام کر اسے اس کے مدار میں حمد و ثناء کرتے ہوئے گھسیٹتے ہوئے غروب کی جگہ پہنچا کر اس چشمہ میں داخل کر دیتے ہیں جو مغرب میں واقع ہے اور پھر سورج افق سے غائب ہو جاتا ہے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک اور عجیب مخلوق بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر بڑی حیرت ہے کہ بعض چیزیں جو ہم نے نہیں دیکھیں وہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ہیں جیسا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام:

﴿ اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ ﴾ (سورۃ ہود آیت ۷۳)

''اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟''۔

اسی چیز کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دو شہر پیدا فرمائے ان میں سے ایک مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں۔ مشرقی شہر کے لوگ قوم عاد میں سے ہیں جو مومنین تھے اور مغربی شہر کے لوگ قوم ثمود کے مومنین کی باقیات میں۔ مشرقی شہر کا نام سریانی زبان میں ''مرقیسیا'' تھا اور عربی زبان جابلق'' ہے اور مغربی شہر کا نام سریانی زبان میں ''برجیسیا'' اور عربی زبان میں ''جابرس'' ہے دونوں شہروں کے دس ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے کا آپس میں درمیانی فاصلہ ایک فرسخ (تقریباً ۴ کلومیٹر) ہے۔ ہر دروازے پر ایک روز ایک فرشتہ پہرہ دیتا ہے جو اسلحہ سے لیس ہوتا ہے۔ جس فرشتے کی باری ایک مرتبہ آ جاتی ہے تو قیامت تک اس کی دوبارہ باری نہیں آئے گی نبی ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر لوگوں کی کثرت نہ ہوتی اور ان کی آوازوں کا بے پناہ شور نہ ہوتا تو تمام دنیا ان فرشتوں کی آوازیں سنتی۔

یہ شہر سورج کے طلوع وغروب ہونے کی جگہ واقع ہیں اور اس کے پیچھے تین قومیں منسک' تافیل اور تاریس آباد ہیں اور ان سے پہلے یاجوج وماجوج ہیں یعنی قوم عاد وثمود کی باقیات ان دونوں کے درمیان ہیں۔

شب معراج' جبرئیل علیہ السلام مجھے ان اقوال کی طرف لے گئے۔ میں نے یاجوج وماجوج کو اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کی دعوت دی مگر انہوں نے میری دعوت سے انکار کر دیا پھر مجھے قوم عاد وثمود کی باقیات کی طرف لے جایا گیا میں نے انہیں دعوت حق دی جسے انہوں نے قبول کر لیا اور سر تسلیم خم کر دیا پس وہ ہمارے دینی بھائی ہیں پس ان میں سے جو کوئی نیک عمل کرے گا وہ تمہارے نیکوکاروں کے ساتھ ہوگا اور جو کوئی برائی کرے گا وہ تمہارے بروں کے ساتھ ہوگا پھر مجھے منسک' تافیل اور تاریس کی طرف لے جایا گیا پس میں نے انہیں اللہ کے دین (اسلام) کی دعوت دی مگر ان لوگوں نے میری دعوت کو جھٹلایا دیا اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی پس یہ لوگ یاجوج وماجوج اور ان تمام لوگوں کے ساتھ جہنم میں ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

غروب ہونے کے بعد فرشتے سورج کو اپنی اڑان کی رفتار کے مطابق لے کر ساتویں آسمان پر پہنچا دیتے ہیں جہاں سورج سجدہ ریز ہو جاتا ہے اس کے ساتھ ہی اس پر مقرر فرشتے بھی سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر اسے آسمان دنیا کی طرف اتارا جاتا ہے یہاں تک کہ فجر ہو جاتی ہے اور جب یہ مزید نیچے اترتا ہے تو دن پوری طرح نکل آتا ہے۔

مزید فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے انتہائی مشرق میں ساتویں سمندر پر ظلمت کا ایک پردہ بنایا ہے جس کی تاریکی کی مقدار ازل تا ابد راتوں کی تاریکی کے برابر ہے۔ جب سورج کے غروب ہونے کا وقت آن پہنچتا ہے تو ایک فرشتہ جو رات پر مقرر ہے آ کر اس اندھیری چادر میں سے ایک مٹھی ظلمت کی لے کر مغرب کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنی انگلیوں کے درمیان سے بتدریج ظلمت چھوڑتا چلا جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ شفق کی سرخی کو بھی نگاہ میں رکھتا ہے جب شفق غائب ہو جاتی ہے تو بقیہ تمام ظلمت کو یکدم چھوڑ دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اپنے پروں کو پھیلا دیتا ہے یہاں تک کہ انہیں زمین کے دونوں قطر اور آسمان کے کناروں تک پہنچا دیتا ہے بلکہ اس سے بھی آگے جہاں تک اللہ چاہتا ہے فضا سے باہر نکال دیتا ہے اس کے بعد رات کے اندھیرے کو اپنے پروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے ہوئے ہانکتا ہوا مغرب میں پہنچ جاتا ہے اس کے مغرب میں پہنچتے ہی مشرق سے صبح طلوع ہو جاتی ہے اور رات کا فرشتہ اپنے دونوں پروں کو سمیٹ لیتا ہے اور وہاں موجود ظلمت کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ اپنی مٹھی میں اسی طرح بھر لیتا ہے جیسے اس نے حجاب ظلمت سے مٹھی بھری تھی۔ پھر اس ظلمت کو مغرب کے پاس ساتویں سمندر میں رکھ دیتا ہے۔ اور جب یہ ظلمت مغرب سے مشرق کی طرف چلے گی تو قیامت برپا ہو جائے گی۔

پس دن کی روشنی مشرق کی طرف سے پھوٹنے اور رات کی تاریکی مغرب سے پھیلنے کا یہی سبب ہے۔ چاند اور سورج کا اپنی طلوع کی جگہ سے غروب تک جاتے اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان تک بلند ہونا اور عرش کے نیچے رکے رہنے میں مشغول رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ وقت آ جائے جب اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول نہ کرے گا زمین میں گناہ بکثرت ہو جائیں گے نیک کام ناپید ہو جائیں گے کوئی نیکی کا حکم نہ کرے گا برائیاں پھیل جائیں گی اور کوئی اس سے منع کرنے والا نہ ہوگا۔

اور قیامت کے قریب جب سورج ایک رات عرش الٰہی کے نیچے رکا رہے گا اور سجدہ ریزی کے بعد اجازت طلب کرے گا کہ

اسے کہاں سے طلوع ہوتا ہے مگر اسے کوئی جواب نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ چاند بھی (اپنا سفر پورا کر کے) اس کے پاس پہنچ جائے گا اور سجدہ گزاری کے بعد اجازت طلب کرے گا لیکن اسے بھی کوئی جواب نہ دیا جائے گا اس وقت سورج تین اور چاند دو راتوں تک عرش کے نیچے ٹھہرے رہیں گے مگر اس رات کی طوالت کو صرف تہجد گزار لوگ ہی پہچان سکیں گے اور ان کی تعداد مسلمانوں کے شہروں میں انتہائی قلیل ہوگی اور یہ لوگ عام مسلمانوں کی نگاہوں میں حقیر و مسکین جانے جائیں گے پس تہجد گذار لوگوں میں سے کوئی ایک شخص حسب عادت بیدار ہو کر وضو کر کے اپنی نماز کی جگہ میں داخل ہوگا اور اپنی نماز اور وظائف ادا کرے گا جس کے بعد وہ حسب عادت باہر نکلے گا مگر صبح کے آثار نہ پائے گا تو اسے یقین نہ آئے گا اور وہ مختلف اقسام کے وسوسوں کا شکار ہو جائے گا اور گونا گوں خیالات اسے پریشان کریں گے پھر سوچے گا شاید میں نے قرأت کم کی ہے یا نماز مختصر کی ہے یا اپنے وقت سے پہلے بیدار ہو گیا ہوں جس کے بعد وہ دوبارہ اپنی نماز کی جگہ میں داخل ہو کر اپنے تمام معمولات دوبارہ ادا کرے گا پھر باہر نکل کر جب صبح کو نہ دیکھے گا تو اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو جائے گا اور برے خیالات اور وسوسے اسے گھیر لیں گے جن کے ساتھ اب خوف بھی شامل ہو جائے گا لیکن پھر وہ یہ سوچے گا کہ میں نے قرأت کم کی ہے یا نماز مختصر کی ہے یا اپنے وقت سے قبل بیدار ہو گیا ہوں لہٰذا وہ تیسری مرتبہ اپنی نماز کی جگہ میں داخل ہوگا مگر اس دفعہ اس کے دل میں بہت زیادہ خوف اور ڈر گھر کر چکا ہوگا وہ حسب سابق اپنے معمولات پورے کر کے باہر نکلے گا تو رات کو اپنی جگہ برقرار دیکھے گا ستارے گردش میں ہوں گے اور رات اپنی ابتدائی حالت میں نظر آئے گی یہ دیکھ کر اس کے دل میں خوف اور ڈر مزید بڑھ جائے گا اور اس رات کی ہولناکی کی وجہ پہچان جائے گا یہ لوگ ایک دوسرے سے رابطہ قائم کریں گے۔ جس کے بعد ہر شہر کے تہجد گزار اپنے اپنے شہروں کی مسجدوں میں اکٹھے ہوں گے اور بقیہ رات اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہوئے اور توبہ واستغفار کرتے ہوئے گزار دیں گے۔ جب کہ باقی قوم (غافلین) خواب غفلت میں پڑے ہوں گے۔

حتیٰ کہ جب سورج اور چاند عرش الٰہی کے نیچے بالترتیب تین اور دو راتیں گزار چکیں گے تو جبریل علیہ السلام ان کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئیں گے کہ تم اپنے غروب ہونے کی جگہوں پر لوٹ جاؤ اور آج وہاں سے طلوع ہو آج تمہیں ہمارے پاس سے نور نہ مل پائے گا اس وقت یہ دونوں اس انداز میں روئیں گے کہ ساتوں آسمانوں والے اور عرش الٰہی کو اٹھانے والے ان کی آواز سنیں گے ان کے اس رونے میں موت اور قیامت کا خوف بھی شامل ہوگا۔

مزید فرمایا کہ اسی دوران جب کہ لوگ ان کے طلوع ہونے کا انتظار کر رہے ہوں گے اچانک یہ دونوں ان کی پشت یعنی مغرب کی طرف سے طلوع ہوں گے اور ان کی رنگت کالے کوے جیسی ہوگی نہ سورج میں تابانی ہوگی نہ چاند میں چاندنی۔ یعنی ان کی حالت آپ مکمل گرہن کی سی ہوگی۔ دنیا والے ان دونوں کی یہ حالت دیکھ کر چیخنا شروع کر دیں گے۔ مائیں اپنے بچوں کو چھوڑ دیں گی اور محبت کرنے والوں کی محبت ختم ہو جائے گی اور ہر انسان اس مصیبت کی گھڑی میں پریشان ہو جائے گا جب کہ نیک لوگوں کا اس دن کا رونا بھی عبادت میں شمار کر لیا جائے گا اور فاسقوں کا رونا انہیں کچھ بھی نفع نہ دے گا بلکہ ان کے لیے مزید نقصان کا باعث بنے گا پھر ان کو (سورج اور چاند) سینگ والے اونٹوں کی مانند بلند کیا جائے گا اور ان میں سے ہر ایک آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا یہاں تک کہ یہ دونوں آسمان میں پہنچ جائیں گے پھر جبریل علیہ السلام آئیں گے اور ان کے سینگوں کو پکڑ کر انہیں مغرب کی طرف لوٹا دیں گے مگر اس وقت یہ دونوں اپنے چشموں میں سے کسی میں غروب نہ ہوں گے بلکہ باب التوبہ میں غروب ہوں گے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں اور میرے گھر والے آپ پر قربان یہ باب توبہ کیا ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے عمرؓ! اللہ تعالیٰ نے مغرب کی انتہا میں ایک دروازہ توبہ کے نام سے بنایا ہے اس کے دونوں کواڑ سونے کے ہیں اور ان پر موتی اور جواہرات جڑے ہیں اور ایک کواڑ سے دوسرے کواڑ تک کا فاصلہ تیز رفتار سوار کی رفتار کے حساب سے چالیس برس کی مسافت کے برابر ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے یہ دروازہ تخلیق کیا ہے' یہ وا ہے اور سورج اور چاند کے مغرب سے طلوع ہونے تک یہ کھلا رہے گا اس صبح کے طلوع ہونے تک جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے گناہوں سے باز رہنے کا اقرار کرے (توبتہ النصوحہ) تو اس کا یہ اقرار اس دروازہ میں سے گذر کر اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچتا ہے''۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان توبتہ النصوح کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس گناہ کا بندے سے ارتکاب ہوا ہے اس پر وہ نادم ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی توبہ کرے کہ دوبارہ اس گناہ کو نہ دہرائے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے دودھ تھنوں میں واپس نہیں جا سکتا۔

اس وقت جبریل علیہ السلام اڑ کر اس دروازہ کو اس طرح بند کریں گے جیسے کہ ان کے درمیان کوئی درز نہ رہے گی اس دروازہ کے بند ہونے کے بعد کسی کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی اور نہ ہی کسی مسلمان کی نیکی معتبر ہوگی سوائے ان کے جو پہلے ہی تائب صادق اور نیکی کرنے والے تھے ہذا ایسے لوگوں کے لیے توبہ واستغفار کا در کھلا رہے گا اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ ايٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾ (سورۃ الانعام آیت ۱۵۸)

''جس روز تمہارے رب کی بعض مخصوص نشانیاں نمودار ہو جائیں گی پھر کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی ہو''۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان' اس کے بعد سورج اور چاند کا کیا حال ہوگا نیز اہل دنیا اور دنیا کا کیا حال ہوگا۔

فرمایا کہ سورج اور چاند کو نور اور روشنی کا لباس پہنایا جائے گا اور وہ اسی طرح طلوع وغروب ہوں گے جیسا کہ اس سے پہلے ہوتے تھے اور لوگ ان کی روشنی میں چیزوں کو اسی طرح دیکھیں گے جیسے پہلے دیکھتے تھے۔ حتیٰ کہ زمین میں نہریں جاری رہیں گی درخت اگتے رہیں گے اور عمارتیں تعمیر ہوتی رہیں گی اس کے بعد دنیا کی حالت یہ ہوگی کہ اگر کسی آدمی کی گھوڑی نے مغرب سے سورج طلوع ہونے کے بعد بچہ دیا ہوگا تو وہ اس (بچے) پر سواری نہ کر سکے گا کہ صور پھونک دیا جائے گا۔

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ میں اور میرے گھر والے آپ پر قربان صور پھونکے جانے کے وقت لوگ کس حال میں ہوں گے۔

فرمایا اے حذیفہؓ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ہے محمد ﷺ کی جان ہے آدمی اپنے حوض کی لپائی کر رہا ہوگا

مگر اس میں پانی نہ ڈال سکے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی اور صور پھونک دیا جائے گا اور (اگر) دو افراد کپڑے کی خرید و فروخت میں مشغول ہوں گے تو وہ سودا مکمل نہ کر سکیں گے اور نہ ہی دکاندار کپڑے کا تھان لپیٹ سکے گا۔ آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر لائے مگر اسے پینے نہ پائے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿ وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ (سورۃ العنکبوت آیت ۵۳)

ترجمہ: ''اور یقیناً (اپنے وقت پر) وہ آ کر رہے گا اچانک' اس حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ ہوگی''۔

پھر جب صور پھونکا جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی اور اہل جنت اور اہل جہنم کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے الگ الگ کر کے ان کے ٹھکانوں پر پہنچا دیا جائے گا تو اس وقت اللہ بزرگ و برتر سورج اور چاند کو بلائے گا یہ دونوں اس حال میں اللہ کے حضور لائے جائیں گے کہ یہ دونوں سیاہ اور بے نور ہوں گے اور تھراتے اور بلبلاتے ہوں گے ان کے کندھے اس دن کی ہولناکی اور رحمان کے خوف سے کانپ رہے ہوں گے عرش الٰہی کے سامنے پہنچتے ہی دونوں سجدہ میں گر پڑیں گے اور عرض کریں گے کہ اے ہمارے معبود آپ ہماری عبادت اور فرمانبرداری کو جانتے ہیں اور ایام دنیا میں آپ کے حکم کے مطابق تیز رفتار گردش اور طلوع و غروب کا حال بھی جانتے ہیں آپ ہمیں مشرکوں کے ساتھ عذاب نہ دیں ہم نے نہ تو کبھی آپ کی عبادت اور اطاعت سے روگردانی کی اور نہ ہی کبھی اس سے غافل ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ:

''تم نے سچ کہا میں تمہیں ابتداء میں جس حالت سے پیدا کروں گا اسی حالت میں دوبارہ لوٹاؤں گا''۔

سورج اور چاند پوچھیں گے کہ:

''آپ نے ہمیں کس چیز سے پیدا فرمایا''۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ:

''اپنے عرش کے نور سے۔ پس تم اسی حالت پر دوبارہ لوٹ آؤ''۔

پس وہ دونوں ایسی چمک کے ساتھ روشن ہو جائیں گے کہ آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی ان دونوں کی یہ چمک عرش الٰہی کے نور کی مرہون منت ہوگی۔

اللہ بزرگ و برتر کے فرمان:

﴿ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ﴾

''پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا''۔

عکرمہؒ کہتے ہیں کہ میں یہ حدیث سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں موجود افراد کو ساتھ لے کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں اس قصہ کی خبر دی جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں ان کی حدیث کے سلسلہ میں پیش آیا تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو حدیث سنائی تھی اس کو بھی بیان کیا پس اس حدیث کو سننے کے بعد کعب رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچے اور کہا کہ میری حدیث کے سلسلہ میں جو واقعہ پیش آیا مجھے اس کی اطلاع ملی لہٰذا میں اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں میں نے یہ

روایت یہودیوں کے حوالہ سے بیان کی اور میں نہیں جانتا کہ یہودیوں نے اس میں کیا تبدیلی کی ہے اور آپ نے یہ روایت کتاب جدید (قرآن کریم) اور سید الانبیاء خیر النبیین ﷺ کے حوالہ سے بیان کی ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے یہ حدیث سنائیں تا کہ میں اسے یاد کرلوں تا کہ آپ کی بیان کردہ روایت میری بیان کردہ روایت کی جگہ لے اور میری بیان کردہ روایت کو متروک اور کالعدم قرار دے۔

عکرمہؒ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوری حدیث دہرائی اور اس کا ایک ایک حرف میرے دل میں بیٹھ گیا پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دوبارہ بیان کی تو میں نے اپنے حافظہ میں کوئی کمی بیشی نہ پائی اور نہ ہی کوئی حرف یا واقعہ آگے پیچھے ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس علم وفضل کو دیکھ کر میرے دل میں ان کی طرف بڑھنے کی شدت سے خواہش اور تڑپ پیدا ہوئی اور ان سے حدیث نبوی ﷺ سننے کا میرا شوق دیوانگی کی حد تک بڑھ گیا۔ (اختتام طویل وعجیب حدیث)

علمائے متقدمین کے اقوال

ابن الکواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

''اے امیر المؤمنین! چاند کے اندر یہ دھبے کس وجہ سے ہیں؟''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا تم نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی:

﴿ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۲)

''رات کی نشانی کو ہم نے بے نور بنایا''۔

پس یہ اسی بے نوری کے اثرات ہیں''۔

یہ روایت ایک اور انداز میں دوسری جگہ درج ہے جس کے مطابق ابن الکواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ چاند کے اندر یہ سیاہی کیسی ہے جس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَا اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۲)

''رات کی نشانی کو ہم نے بے نور بنایا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا''۔

عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جب وقت ابن الکواء نے چاند کے اندر سیاہی (دھبوں) کے بارے میں سوال کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ رات کی نشانی ہے جس کو مٹایا گیا ہے۔

ربیع بن ابی کثیرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم جس چیز کے متعلق جی چاہے سوال کرو''۔

پس ابن الکواء نے کھڑے ہو کر پوچھا:

''اے امیر المؤمنین! چاند میں سیاہی کیسی ہے؟''۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

''اللہ تمہیں ہلاک کرے تم اپنے دین اور آخرت کے متعلق کیوں نہیں پوچھتے پھر فرمایا: ''یہ رات کا مٹانا ہے''۔

عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے سوال کیا:

''چاند میں سیاہی کسی ہے؟''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿ وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۲)

''دیکھو ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔ رات کی نشانی کو ہم نے بے نور بنایا' اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ''محو'' سے مراد رات کی تاریکی ہے۔

ابن جریج حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ چاند سورج کی طرح روشن تھا اور چاند رات کی نشانی ہے۔ اور سورج دن کی نشانی ہے اور اس آیۃ '' فمحونا آیۃ اللیل '' کی تلاوت فرمائی اور 'محو' کی تفسیر میں کہا کہ یہ وہی سیاہی ہے جو چاند میں ہے۔

حضرت مجاہدؒ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہ ہی منقول ہے کہ سورج دن کی نشانی ہے اور 'محو' سے مراد وہ سیاہی ہے جو کہ چاند میں ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

ایک دوسرے طریق میں حضرت مجاہدؒ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ دن اور رات کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح پیدا فرمایا ہے عبداللہ بن کثیر سے اس کی تفسیر میں منقول ہے کہ رات کی نشانی سے مراد رات کی تاریکی ہے اور دن کی نشانی سے مراد دن کی روشنی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر میں منقول ہے ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ آیت میں 'محو' کو جو رات کی نشانی کہا گیا ہے اس سے مراد وہ سیاہی ہے جو کہ چاند میں نظر آتی ہے اور آیت میں مبصرہ سے مراد روشن اور چمک دار ہے اللہ تعالیٰ نے چاند کے مقابلہ میں سورج کو زیادہ منور اور بڑا بنایا ہے۔

حضرت مجاہدؒ سے اس کی تفسیر میں منقول ہے کہ دن اور رات کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح بنایا ہے۔

ہماری رائے:

میرے نزدیک اس بارے میں جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو دن اور رات کی نشانیاں بنایا پس دن کی نشانی تو وہ سورج ہے جس کے ذریعہ دن میں دیکھا جاتا ہے اور رات کی نشانی چاند بنایا ہے اس کو مٹایا یا محو کیا اس سیاہی کی صورت میں جو کہ اس کے اندر پائی جاتی ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے نور سے چاند کو بمثل سورج بنایا پھر چاند کے نور کو رات کی نشانی کے طور پر مٹایا جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ سورج کی روشنی اس لباس کی وجہ سے ہو جو عرش الٰہی کے نور سے منور اس کو پہنایا گیا تھا اور چاند کی روشنی اس نور کے سبب ہو جو کرسی کے نور سے منور تھا اور وہ چاند کو پہنایا گیا تھا۔

پس یہ دن دونوں حالتوں کے اختلاف کا سبب ہے۔

ہمارے خیال میں اگر ان دو احادیث (حدیث ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما) میں سے جو بھی سنداً صحیح ثابت ہو جائے تو اسی کے مطابق قول اختیار کریں گے مگر ان کی اسناد کمزور ہیں۔ لہٰذا ہم جائز نہیں سمجھتے کہ کسی قول کو ان احادیث کی بناء پر رد کریں اس کے علاوہ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے اوصاف و احوال میں اختلاف مخلوق کے فائدہ کے لیے رکھا ہے۔ پس اسی وجہ سے سورج کو درخشاں اور تاباں بنایا جبکہ چاند کو مدہم روشنی والا بنایا۔

ہم نے چاند اور سورج کے متعلق کچھ اپنی کتاب میں بیان کیا ہے جبکہ بعض تفصیلی احادیث کو جان بوجھ کر یہاں نہیں لکھا اس

کے علاوہ زمین و آسمان کی تخلیق کے واقعات بھی تفصیل سے بیان نہیں کیے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی کتاب میں زیادہ تر واقعات انبیاء و رسل اور بادشاہوں کے زمانہ و تاریخ کے متعلق لکھتے ہیں تخلیق زمین و زماں کی تاریخ اجمالاً صرف اس لیے بیان کی ہے کیونکہ تمام تاریخ عالم و انسانی سے ان کا واسطہ ہے لہٰذا ابتداء میں اس کے متعلق چند معلوماتی بیانات لکھ دیئے ہیں۔

نیز ہم وہ تمام تفاصیل بیان کر چکے ہیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی تخلیق کی ابتداء کب اور کس طرح شروع کی' اور کب اس کام سے فارغ ہوئے۔ اسی طرح جب یہ کائنات تیار ہوئی تو پھر اس کے فنا ہونے کا ذکر بھی ضروری تھا۔ یہ تمام بیانات ہم نے احادیث نبوی ﷺ' آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین' اقوال علماء متقدمین کی روشنی میں لکھے ہیں۔ چونکہ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد کچھ اور ہے جس کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں لہٰذا اب ہم اپنے اصل مقصود کی طرف آئیں گے یعنی ظالم و جابر نافرماں سلاطین اور عادل اور مطیع بادشاہوں کی تاریخ' انبیاء اور رسولوں کے زمانے اور ان کے حالات وغیرہ۔ چونکہ یہ سب کچھ لکھنے سے قبل زمانہ وغیرہ کا بیان ضروری ہے تاکہ تاریخوں کی تصحیح ہو سکے اور اوقات کی پہچان ہو پائے۔ سورج اور چاند کا تذکرہ بھی اس لیے کیا گیا ہے تاکہ دن اور رات کی گھڑیوں کا اندازہ ہو سکے۔

اپنے مقصد کی طرف آتے ہوئے ہم سب سے پہلے اس کا ذکر کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بادشاہت و سلطنت عطا فرمائی اور اس پر اپنے انعامات اور فضل کی بارش برسائی مگر اس نے کفران نعمت کیا اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا انکار کیا اس سے بغاوت کی اس کے سامنے تکبر اور غرور کا اظہار کیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس سے لباس نعمت چھین لیا اور اس کو ذلیل و رسوا کیا۔

اس کے بعد اس کے پیروکاروں کا ذکر ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرمایا اور انہیں اسی کا گروہ قرار دیا اور ذلت و رسوائی کا طوق اس کے گلے میں پہنا دیا جب کہ ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار انبیاء و رسل اور سلاطین کا ذکر خیر بھی ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ابلیس لعین

اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کو بہت حسین بنایا اس کو شرافت و بزرگی عطا کی اور اسے زمین اور آسمان دنیا پر بادشاہت بخشی اس کے علاوہ جنت کی حفاظت و دربانی کے اعزاز سے بھی نوازا مگر اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کا مظاہرہ کیا اور اپنی خدائی کا اعلان کر بیٹھا اور اپنے ماتحتوں کو اپنی عبادت کی دعوت دی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے راندہ درگاہ کرتے ہوئے شیطان میں بدل دیا اس کی شکل کو بگاڑ دیا اس سے تمام اعزازت چھین لیے اور اس پر اپنی لعنت فرمائی اور اس کو اپنے آسمانوں سے نکال دیا اور آخرت میں اس کا اور اس کے پیروکاروں کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا۔

ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اس کے غضب سے اور ایسے عمل سے جو اس کے غضب کا سبب بنے اور عطائے نعمت کے بعد اس کے چھن جانے سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

شیطان کی شیطنیت' اس کا غرور اور تکبر بیان کرنے سے قبل ہم ابلیس پر ہونے والے انعام و اکرام کا ذکر کریں گے پھر اس کی حکومت میں ہونے والے واقعات و حوادث اور پھر اس کی حکومت و سلطنت کے زوال کا سبب بھی بیان کریں گے اس کے علاوہ دیگر امور کا بھی اجمالاً ذکر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ابلیس فرشتہ تھا یا جن:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''ابلیس فرشتوں کے سرداروں میں سے تھا اور اس کا قبیلہ برتر و اعلیٰ اور سب سے معزز تھا وہ جنت کے باغات کا نگران تھا اور آسمان دنیا اور زمین پر اس کی بادشاہت تھی''۔

ایک اور روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''فرشتوں کا ایک قبیلہ جنات میں سے تھا اور ابلیس اسی قبیلہ سے تھا۔ ابلیس آسمان اور زمین کے درمیان کا ناظم و نگران تھا''۔

ابو مالکؒ اور ابو صالحؒ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور مرہ ہمدانی ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''ابلیس کو آسمان دنیا پر مقرر کیا گیا تھا اور اس کا تعلق فرشتوں کے اس گروہ سے تھا جسے جن کہا جاتا ہے۔ ان کا نام جن' اس لیے رکھا گیا کہ یہ 'جنت' کے محافظ و نگران تھے اور ابلیس بھی اپنی بادشاہت کے ساتھ ساتھ جنت کا محافظ و نگران تھا''۔

ضحاک بن مزاحمؒ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿ فسجدُوٓا اِلاَّ ابلِیس کَان مِن الْجِنّ ﴾ (سورۃ الکہف آیت ۵۰)

''پس تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ وہ جنوں میں سے تھا''۔

کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ابلیس فرشتوں کا سردار تھا اور اس کا قبیلہ ان سب میں معزز و محترم تھا اس کے علاوہ وہ بہشت کے باغات پر نگران بھی تھا اور اسے آسمان دنیا و زمین کی بادشاہت بھی بخشی گئی تھی۔

ایک دوسری جگہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرشتوں کا ایک قبیلہ جسے جن کہا جاتا ہے ابلیس کا تعلق اسی قبیلہ سے ہے اور آسمان اور زمین کے درمیان کا وہ نگران تھا۔ پس اس نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے راندۂ درگاہ قرار دے کر شیطان میں بدل دیا۔

ابلیس کی ناشکری، دعوائے الوہیت اور تکبر:

ابن جریج قرآن کی اس آیت:

﴿ وَ مَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ ﴾ (سورۃ الانبیاء آیت ۲۹)

''اور جو ان میں سے کوئی کہہ دے کہ اللہ کے سوا میں بھی ایک خدا ہوں''۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فرشتوں میں سے جس نے یہ بات کہی کہ اللہ کے سوا میں بھی ایک خدا ہوں تو وہ ابلیس اس نے اپنی عبادت کی طرف دعوت دی اور یہ آیت ابلیس کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کے ساتھ خاص ہے اور اس کا سبب ابلیس کا وہ قول ہے جو اس نے کہا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت فرمائی اسے دھتکار دیا اور اس کے متعلق فرمایا:

﴿ فَذٰلِکَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (سورۃ الانبیاء آیت ۲۹)

''تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے' ہمارے ہاں ظالموں کا یہی بدلہ ہے''۔

معمر بھی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں یہی نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت ابلیس کے بارے میں خاص ہے۔

ابلیس کی گمراہی اور دعوائے ربوبیت کا اصل سبب:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ابلیس فرشتوں کے اس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا جسے جن کہا جاتا ہے۔ اس قبیلہ کے فرشتوں کو آگ کی گرم لو سے پیدا کیا گیا تھا (یہ لو شعلہ میں نظر نہیں آتی صرف محسوس کی جا سکتی ہے اور تمام حدت اسی میں ہوتی ہے) ابلیس کا نام حارث تھا اور یہ جنت کے پہریداروں میں سے ایک پہرے دار تھا۔ اس کے علاوہ باقی تمام فرشتوں کو نور سے پیدا کیا ہے اور جنات کا ذکر قرآن میں آیا ہے:

﴿ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴾

یعنی ''جنات کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا''۔

جب کہ انسان کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

آغاز میں زمین پر جنات ہی رہتے تھے انہوں نے زمین پر فساد برپا کیا اور ایک دوسرے کو قتل کیا پس اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکوبی کے لیے ابلیس کو فرشتوں کے ایک لشکر کے ساتھ بھیجا اور یہ وہی لشکر تھا جسے جن کہا جاتا ہے۔ پس ابلیس اور ان کے لشکروں نے ان سے جنگ کی اور انہیں سمندری جزیروں اور پہاڑوں کی طرف بھگا دیا۔ اس کارنامہ نے ابلیس کے دماغ میں تکبر اور غرور بھر دیا اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کی نوعیت سے مطلع ہوئے مگر ابلیس کے لشکر فرشتے اس کے خبث باطن کو نہ پہنچان پائے۔ (اللہ ہی علیم وخبیر ذات ہے اور اس کے علاوہ کوئی نہیں)

ربیع کی روایت:

الربیع بن انسؓ سے مروی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے بدھ کے دن فرشتوں' جمعرات کے دن جنوں اور جمعہ کے دن آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ جنوں کی ایک جماعت نے زمین میں ناشکری اور کفر کیا' جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکوبی کے لیے فرشتوں کی ایک جماعت کو اتارا انہوں نے ان سے جنگ کی اور زمین جو فساد سے بھری ہوئی تھی ان سے خالی کی۔

ابلیس کی گمراہی اور رسوائی کے اصل سبب میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں ایک قول تو وہی ہے جو پہلے بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا قول بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

ابلیس آسمان دنیا' زمین اور اس کے درمیان تمام علاقے کا بادشاہ اور منتظم تھا نیز جنت کا محافظ اور نگران بھی تھا۔ ابلیس عبادت الٰہی میں بہت زیادہ مشقتیں اٹھاتا تھا جس کی وجہ سے وہ خود پسندی کا شکار ہو گیا اور اپنے آپ کو بہت اعلیٰ وارفع اور فاضل و کامل سمجھنے لگ پڑا اور آخرکار اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی تکبر کا اظہار کر دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی عزیز ترین مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہو کر اپنے عرش پر رونق افروز ہوئے تو ابلیس کو آسمان دنیا کی بادشاہت پر مقرر کیا۔ ابلیس کا تعلق فرشتوں کے اس گروہ سے تھا جسے جن کہا جاتا ہے ان کا نام جن اس لیے رکھا گیا کہ یہ جنت کے پہریدار اور محافظ تھے۔ اس عزت افزائی نے ابلیس کے دل میں فخر و تکبر پیدا کر دیا حتیٰ کہ اس نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے عطا کیا ہے وہ میری ذاتی ریاضت کا انعام اور ثمر ہے۔

بقول علامہ طبری کہ موسیٰ بن ہارون الہمدانی نے ہم سے اسی طرح بیان کیا ہے کہ احمد بن خمیثہ کی روایت میں ہے کہ ابلیس نے کہا مجھے فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے پس جب اس کے دل میں تکبر آیا تو اللہ تعالیٰ اس کے خیال پر مطلع ہو گئے اور فرشتوں سے فرمایا:

﴿ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾

''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں''۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے کہ:

ابلیس گناہ کا مرتکب ہونے سے پہلے فرشتوں میں سے تھا اس کا نام عزازیل تھا اور وہ زمین کا باشندہ تھا اور ریاضت و مجاہدہ میں سب سے بڑا تھا پس اسی چیز نے اسے تکبر پر اکسایا اور وہ فرشتوں کے قبیلہ جن سے تعلق رکھتا تھا۔

☆ اس سے ملتی جلتی ایک روایت اس طرح ہے کہ

ابلیس فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا اس کا نام عزازیل تھا اور وہ زمین کا باشندہ اور اس کو آباد کرنے والا تھا۔ فرشتوں میں سے زمین کے رہائشی فرشتوں کا نام جن رکھا گیا تھا۔

☆ سعید المسیبؒ سے روایت ہے کہ ابلیس آسمان دنیا کے فرشتوں کا سردار تھا۔

☆ تیسرا قول ابلیس پر لعنت کے سبب میں یہ ہے کہ یہ اصل میں اس مخلوق کی باقیات میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور انہیں کسی چیز کا حکم دیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

اس قول کو ماننے والوں کے پاس دلیل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق پیدا فرمائی اور اسے حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ بھیجی جس نے انہیں بھسم کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور مخلوق پیدا فرمائی اور اس سے کہا کہ میں نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے تم اسے سجدہ کرو انہوں نے بھی انکار کر دیا اللہ تعالیٰ نے آگ بھیج کر انہیں بھی بھسم کر دیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو (موجودہ فرشتوں) کو پیدا فرمایا اور سجدہ کا حکم دیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں آدم کو سجدہ کر دیا۔

اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابلیس اس مخلوق میں سے تھا جس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

☆ چوتھا قول اس کے بارے میں یہ ہے کہ یہ ان جنات کی باقیات میں سے ہے جو زمین میں رہتے ہیں اور انہوں نے زمین میں خون بہایا اور فساد برپا کیا اپنے رب کے احکامات کے خلاف کام کیے پھر فرشتوں نے ان سے جنگ کی اور انہیں سمندری جزیروں اور پہاڑوں کی طرف مار بھگایا:

شہر بن حوشب سے ''كَانَ مِنَ الْجِنِّ''. ''ابلیس جنوں میں سے تھا''۔

کی تفسیر منقول ہے کہ ابلیس ان جنوں میں سے تھا جن کو فرشتوں نے شہروں سے سمندری جزیزوں اور پہاڑوں کی طرف دھکیل دیا تھا۔ کسی فرشتہ نے ابلیس کو چھپا لیا اور اپنے ساتھ آسمان پر لے گیا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرشتوں نے جنوں سے جنگ کی انہیں قتل کیا اور ابلیس کو قیدی بنا لیا جہاں یہ فرشتوں کے ساتھ عبادت کیا کرتا تھا جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ گزاری کا حکم دیا تو ابلیس نے انکار کر دیا۔ پس اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ ﴾

''سب فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کیونکہ وہ جنوں میں سے تھا''۔

ہماری رائے:

میرے نزدیک میں صحیح اور درست بات وہی ہے جو اللہ کریم نے قرآن میں ارشاد فرمائی ہے:

﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾

(سورۃ الکہف آیت ۵۰)

''یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ وہ جنوں میں سے تھا

اس لیے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا''۔

اس آیت مبارکہ میں ابلیس کی نافرمانی کا ذکر ہے لہٰذا یہ کہنا بھی درست ہے کہ یہ نافرمانی اس سبب سے ہوئی کہ وہ جنات (جن کے اندر سرکشی بغاوت کا مادہ غالب ہوتا ہے) اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ یہ نافرمانی اس سبب سے ہوئی کہ کثرت عبادت علم کی زیادتی' آسمان وزمین کی بادشاہت اور باغات بہشت کی محافظت اور نگہبانی کی وجہ سے اس کی طبیعت خود پسندی کا شکار ہوئی اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ اس کے علاوہ اور امور بھی اس سرکشی اور بغاوت اور غرور وتکبر کا سبب ہے۔

لہٰذا اس کے متعلق کوئی یقینی وقطعی دعویٰ بغیر کسی دلیل وحجت کے ٹھوس نہیں مانا جاسکتا اور نہ ہی کوئی ایسی ٹھوس چیز ہمارے پاس ہے اس بارے میں جو بھی اختلافی بیانات وروایات ہیں ان سب کو ہم نے نقل کر دیا ہے۔

ایک اور کمزور روایت اس سلسلہ میں یہ بھی ہے کہ آدم علیہ السلام سے پہلے زمین پر جنات آباد تھے اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ان کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تا کہ وہ ان کے درمیان عادلانہ فیصلے کرے لہٰذا وہ ایک ہزار سال تک عدل وانصاف کے ساتھ ان کے درمیان فیصل رہا یہاں تک کہ اس کا نام حکم پڑ گیا اور یہ نام اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا اور اس کی طرف یہ نام بذریعہ وحی بھیجا تھا۔ پس اس وقت اس کے دل میں تکبر داخل ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں کے درمیان لڑائی' دشمنی اور بغض پیدا فرما دیا جس کی وجہ سے انہوں نے ابلیس کی موجودگی میں ہی دو ہزار سال تک زمین میں خون ریزی کی یہاں تک کہ ان کے گھوڑے خون کے دریا میں داخل ہو گئے۔ اس کمزور روایت کے ماننے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں یہ بات ہی بیان ہوئی ہے:

﴿ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴾ (سورۃ ق آیت ۱۵)

''تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں (ہرگز نہیں) مگر یہ لوگ از سرنو (دوبارہ) پیدا کرنے کی نسبت شک میں پڑے ہوئے ہیں''۔

اسی طرح فرشتوں کا یہ کہنا:

﴿ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ﴾ (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

''کیا آپ زمین میں ایسے (شخص) کو پیدا کریں گے جو اس (زمین) میں فساد اور خونریزیاں کرتا پھرے''۔

میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان سرکش جنات کی طرف آگ بھیجی جس نے ان کو جلا ڈالا۔ جب ابلیس نے اس عذاب کو دیکھا جو اس قوم پر اترا تھا تو وہ آسمان پر چڑھ گیا اور فرشتوں کے درمیان رہنے لگا اور آسمان میں اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کی کہ اس جیسی عبادت اس کی مخلوق میں سے کسی نے نہ کی تھی پس وہ اس عبادت وریاضت میں بڑھتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے سجدہ کا حکم ہوا اور ابلیس نے سرکشی اختیار کی۔

آدم علیہ السلام

تخلیق آدم علیہ السلام:

ابلیس کی بادشاہت وامارت ارضی کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے جدامجد ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا اور یہ اس وقت ہوا جب ابلیس کی سلطنت وامارت ختم ہونے کے قریب آ چکی تھی نیز اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے دل میں چھپے فخر وغرور کو فرشتوں پر آشکارا فرمانا چاہا جسے وہ نہ جانتے تھے مگر اللہ تعالیٰ جانتا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾ (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں''۔

جس کے جواب میں فرشتوں نے کہا:

﴿ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَآءَ ﴾

''کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا؟''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ فرشتوں نے یہ جواب اس وجہ سے دیا تھا کہ زمین پر اس سے پہلے رہائش پذیر جنوں نے فساد برپا کر دیا خون بہایا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ لہٰذا اب بھی جو خلیفہ بنے گا وہ بھی تو ویسی ہی کرے گا لہٰذا کہنے لگے:

﴿ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ ﴾

''آپ کی حمد وثناء کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں''۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

''میں جانتا ہوں' جو کچھ تم نہیں جانتے''۔

یعنی میں ابلیس کے فخر وغرور اور اس کی سرکشی کو جانتا ہوں' اور اس بات کو بھی جانتا ہوں کہ اس کے نفس میں باطل گھر کر گیا ہے اور اسے دھوکہ میں مبتلا کر دیا ہے میں آدم کو پیدا کر کے ابلیس کی سرکشی کو ظاہر کر دوں گا تاکہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔

ہمارے نزدیک اس آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں جو ہم نے اپنی کتاب ''جامع القرآن عن تاویل ای قرآن'' میں نقل کیے ہیں لیکن اس جگہ کتاب کی طوالت کے خدشہ کے پیش نظر ان کا ذکر نہ کریں گے۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حکم دیا کہ تمام روئے زمین سے مٹی لائی جائے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی مٹی کا حکم دیا پس وہ آسمان کی طرف بلند کی گئی اور لیس دار مٹی سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی یہ مٹی اس سے پہلے گارے کی شکل میں تھی پھر اس میں خمیر اٹھ گیا پس اس لیسدار اور چپکنے والی مٹی سے اللہ تعالیٰ

نے آدم علیہ السلام کے پتلے کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔

تخلیق آدم کس مٹی سے ہوئی؟:

ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔

﴿ اتجعل فیها من یفسد فیها و یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک قال انی اعلم ما لا تعلمون ﴾ (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

ترجمہ: ''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں'' انہوں نے عرض کیا: ''کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں'' فرمایا: ''میں جانتا ہوں' جو کچھ تم نہیں جانتے''۔

کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو زمین کی طرف مٹی لانے کے لیے بھیجا زمین نے کہا ''میں پناہ مانگتی ہوں تجھ سے اس بات کی کہ تو میرے اندر سے کوئی چیز کم کرے اور مجھے عیب لگائے پس جبریل علیہ السلام واپس لوٹ گئے اور زمین سے کچھ نہ لیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور جا کر کہا اے میرے رب زمین نے آپ کی پناہ مانگی تھی میں نے اسے پناہ دے دی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میکائیل علیہ السلام کو بھیجا زمین نے ان سے بھی پناہ مانگی پس انہوں نے بھی پناہ دے دی اور واپس لوٹ آئے اور وہی بات کہی جو جبریل علیہ السلام نے کہی تھی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا زمین نے ان سے بھی پناہ مانگی مگر انہوں نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں لوٹ جاؤں اور اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کروں۔ پس انہوں نے روئے زمین سے مٹی لی۔ ملک الموت نے ایک ہی جگہ سے مٹی نہ لی بلکہ مختلف مقامات سے سرخ' سفید اور سیاہ رنگ کی مٹی لی (یہی وجہ ہے کہ بنی آدم مختلف صفات و مزاج پر پیدا ہوئے ہیں) ملک الموت مختلف قسم کی یہ مٹی لے کر آسمان کی طرف چڑھے اور اسے پانی سے تر کیا یہاں تک کہ وہ لیس دار مٹی بن گئی یعنی ایسی کہ یہ آپس میں چپک جاتی تھی پھر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ متغیر ہو گئی اور اس میں بو پیدا ہو گئی اللہ تعالیٰ کے اس قول:

﴿ حمإ مسنون ﴾ (سورۃ الحجر آیت ۲۶)

ترجمہ: ''سوکھے گارے سے بنایا''۔

میں اسی حالت کا بیان ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو بھیجا اور اس نے زمین کے اوپر کے حصہ (ادیم) سے تلخ و شیریں مٹی لی جس سے آدمی کی تخلیق ہوئی اسی وجہ سے نام آدم رکھا گیا ہے کہ وہ زمین کے اوپری حصہ (ادیم) سے پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے ابلیس نے کہا تھا کہ کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے آپ نے مٹی سے پیدا کیا یعنی وہ مٹی جسے میں لایا ہوں۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدم نام اس لیے پڑا کہ وہ زمین کے اوپری حصہ (ادیم) سے پیدا ہوئے ہیں۔

ایک دوسری جگہ بھی ان سے یہ مروی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو زمین کے ادیم (اوپری حصے) سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس میں عمدہ اور ردی ہر

قسم کی مٹی شامل تھی۔ اس لیے تو ان کی اولاد میں اچھے برے ہر طرح کے لوگ ہیں۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا جس کو تمام زمین سے لیا گیا تھا پس بنو آدم زمین کی اس مٹی کے موافق پیدا ہوئے ہیں بعض ان میں سے سرخ، بعض سیاہ، بعض سفید اور بعض گندمی رنگ کے ہیں اسی طرح خوش اخلاق و بد اخلاق اور نیک و بد ہر قسم کے لوگ ہیں۔

اس کے بعد اس مٹی کو چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ اس میں بو پیدا ہو گئی پھر اسے چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر ٹھیکرے کی شکل میں بن گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴾ (سورۃ الحجر آیۃ ۲۶)

''ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو تین اقسام کی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ صلصال، حماء اور طین لازب سے پس لازب تراب، عمدہ مٹی ہے اور حما سے مراد گارا اور کیچڑ اور صلصال سے مراد ایسی مٹی ہے، جسے کوٹ کر باریک کر لیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں صلصال کا مطلب یہی ہے کہ ایسی خشک مٹی جو کھنکھناتی ہو۔

آدم علیہ السلام کا پتلا بننے کے بعد شیطان کی شیطانی:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم کی مٹی لانے کا حکم دیا پس وہ مٹی آسمان کی طرف لے جائی گئی پھر آدم علیہ السلام کو لیس دار مٹی (طین لازب) سے بنایا گیا جو کہ اس سے قبل بدبودار مٹی (حما مسنون) کی شکل میں تھی اور اس سے قبل وہ خشک مٹی (تراب) تھی۔ پس آدم علیہ السلام کو طین لازب سے اپنے دست قدرت سے بنایا اور چالیس راتوں تک ان کے پتلے کو ایسے ہی پڑا رہنے دیا۔ اس دوران ابلیس اس پتلے کے پاس آیا اور اپنے پاؤں سے اس کو ٹھوکر ماری جس سے اس میں آواز پیدا ہوئی اور وہ بجنے لگا۔ اللہ کے فرمان میں:

﴿ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴾ (سورۃ الرحمٰن آیت ۱۴)

''ٹھیکرے جیسے سوکھے سڑے گارے سے''۔

میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد شیطان آدم علیہ السلام کے پتلے کے منہ میں داخل ہو کر اس کی دبر کے راستے باہر نکل گیا اور کہنے لگا اس آواز اور مٹی کی وجہ سے جس سے تو پیدا کیا گیا ہے تیری کوئی حیثیت نہیں اگر مجھے تجھ پر قبضہ و تصرف دیا گیا تو میں تجھے ہلاک کر دوں گا اور اگر تجھے میرے اوپر مسلط کیا گیا تو میں تیری حکم عدولی کروں گا۔

ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا:

﴿ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴾ (سورۃ ص آیت ۷۱-۷۲)

''میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں، پھر جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جاؤ''۔

پس اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دستِ قدرت سے بنایا تا کہ ابلیس اس پر تکبر نہ کر سکے اس کے باوجود جب ابلیس اپنے آپ کو آدم سے بڑا ظاہر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کہ جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اس پر یہ ابلیس تکبر کرتا ہے حالانکہ میں اس سے تکبر نہیں کرتا''۔

پس آدم علیہ السلام کا انسانی شکل کا پتلا تیار کیا گیا اور پھر چالیس روز تک اسے اسی حالت میں پڑا رہنے دیا گیا۔ فرشتوں کا ادھر سے گذر ہوا تو وہ اسے دیکھ کر گھبرا گئے اور سب سے زیادہ گھبراہٹ ابلیس پر طاری ہوئی ابلیس جب بھی اس کے پاس سے گذرتا اس کو ٹھوکر مارتا جس کی وجہ سے اس میں آواز پیدا ہوتی جس طرح ٹھیکرے پر ٹھوکر لگنے سے آواز پیدا ہوتی ہے (من صلصال کالفخار میں اسی کا بیان ہے) ابلیس ٹھوکر لگاتے وقت اس سے کہا کرتا کہ تجھے کس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ منہ کی طرف سے اس پتلے میں داخل ہوتا اور دبر کے راستے باہر نکل جاتا اور فرشتوں سے کہتا تم اس سے مت ڈرو تمہارا رب بے نیاز (صمد) ہے جب کہ یہ (انسان) اندر سے کھوکھلا ہے اگر مجھے اس پر مسلط کیا گیا تو میں اس کو ہلاک کر دوں گا۔

نیکوں کے ہاں بد اور بدوں کے ہاں نیک اولاد:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو چالیس دن تک خمیر بننے دیا پھر اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں جمع کیا اور اس کے اچھے حصہ کو دائیں ہاتھ اور برے حصہ کو بائیں ہاتھ میں الگ الگ کر دیا پھر دونوں ہاتھوں کی مٹی کو آپس میں خلط ملط کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ نیک لوگوں کے ہاں بد اولاد اور بد لوگوں کے ہاں نیک اولاد پیدا ہوتی ہے۔

روح کب پھونکی گئی:

ابن اسحاق روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے لیکن کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کا پتلا بنایا پھر اسے چھوڑ دیا اور اسے چالیس روز تک دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ مٹی ٹھیکرے کی طرح آواز دینے لگی اور بغیر پکائے ہی پختہ ہوگئی جب یہ (آدم) پتلا اچھی طرح پختہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں روح پھونکنے کا ارادہ فرمایا تو پتلے کو فرشتوں کے سامنے کیا اور کہا کہ جب میں اس میں روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر جانا۔

آدم علیہ السلام کے جسم میں روح کا داخل ہونا:

ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ:

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے اندر روح پھونکنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے فرمایا کہ جب میں اس کے اندر روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر روح پھونکی تو روح سر میں داخل ہوئی جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو چھینک آ گئی۔ جس پر فرشتوں نے کہا کہ ''الحمد للہ'' کہیں۔ الحمد للہ کہنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''رحمک ربک'' تمہارا رب تم پر رحمت کرے۔ اس کے بعد روح آنکھوں میں داخل ہوئی تو آدم علیہ السلام نے جنت کے پھل اور میووں کو دیکھا' جب پیٹ میں پہنچی تو کھانے کی خواہش پیدا ہوئی اور آدم روح کے ٹانگوں میں پہنچنے سے قبل ہی ان پھلوں اور میووں کی طرف کود پڑے۔

قرآن کریم نے اسی عجلت پسندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ خلق الانسان من عجل ﴾ (سورۃ الانبیاء آیت ۳۷)

''انسان جلد باز مخلوق ہے''۔

اس کے بعد تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کا اظہار کیا اور کافروں میں سے ہو گیا اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا ''جس چیز کو میں نے اپنے دست قدرت سے بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا ہے'' شیطان نے جواب دیا ''چونکہ میں اس سے بہتر ہوں لہٰذا میں ایسے انسان (اپنے سے کمتر) کو سجدہ نہیں کر سکتا جسے آپ نے مٹی سے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تو یہاں سے اتر اور نکل جا' تیرے لیے تکبر مناسب نہ تھا تو ذلیل وخوار ہو گیا''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے اندر اپنی روح پھونکی تو وہ روح ان کے سر کی جانب سے داخل ہوئی اور جسم کے جس حصہ میں پہنچتی وہ گوشت اور خون میں تبدیل ہو جاتا جب روح ناف کے مقام پر پہنچی تو آدم علیہ السلام نے اپنے جسم کو دیکھا تو وہ بہت خوبصورت معلوم ہوا۔ آدم علیہ السلام نے اٹھنا چاہا مگر اس پر قادر نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ﴾ ''انسان جلد باز مخلوق ہے''۔

میں اسی حرکت و واقع کی طرف اشارہ ہے

نیز فرمایا آدم سے مارے خوشی کے صبر نہ ہو سکا پھر جب اس کے پورے جسم میں روح پھیل چکی تو آدم کو چھینک آئی جس پر انہوں نے الحمد للہ کہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی وجہ سے تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم اللہ تجھ پر رحم کرے اس کے بعد وہ فرشتے جو اس وقت ابلیس کے ساتھ تھے (نہ کہ تمام فرشتے) انہیں سجدہ کرنے کا حکم ہوا' ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا کیونکہ اس کے دل میں غرور و تکبر موجود تھا اسی تکبر کی وجہ سے کہا ''میں اس سے بہتر ہوں اور عمر میں بھی اس سے بڑا ہوں اور خلقت کے اعتبار سے بھی اس سے قوی ہوں۔ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے اور آگ مٹی سے قوی ہی ہوتی ہے۔ ابلیس کے سجدہ نہ کرنے سے اور طرح طرح کے اعتراض کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اسے ہر خوبی سے محروم کر دیا اور ہر بھلائی سے مایوس کر دیا اسے اپنی بارگاہ سے دھتکارا اور شیطان بنا دیا۔ یہ سب کچھ اس کے ساتھ اس کی نافرمانی کی سزا کے طور پر ہوا۔

محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

روح جب آدم کے سر تک پہنچی تو انہیں چھینک آ گئی جس پر انہوں نے کہا' الحمد للہ'' اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا' تیرا رب تجھ پر رحم کرے اور فرشتے اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد کے مطابق آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر پڑے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا لائے لیکن ابلیس ان کے درمیان اکڑا کھڑا رہا اس نے اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ مانا اور سجدہ نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا:

''اے ابلیس تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکے رکھا جب کہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ہے''۔

جس کے جواب میں ابلیس نے کہا:

''کہ یہ مٹی سے ہے اور میں آگ سے' آگ مٹی سے بہتر اور قوی ہے۔ لہٰذا میں اس کو سجدہ نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی یہ گستاخی سن کر اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا اور جنت سے نکلوا دیا''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور ان میں روح پھونکی اور فرشتوں کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کریں پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا پھر آدم علیہ السلام بیٹھ گئے اور انہیں چھینک آئی جس پر انہوں نے 'الحمد للہ' کہا اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا ''تیرا رب تجھ پر رحم کرے'' اور حکم دیا کہ اے آدم فرشتوں کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کرو پس وہ فرشتوں کے پاس آئے اور السلام علیکم کہا جس کے جواب میں فرشتوں نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یہ تمہاری اولاد کا بوقت ملاقات سلام ہے''۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے (سابقہ تجربہ کے بناء پر) کہا کہ کیا آپ ایسے کو اپنا نائب مقرر کرنا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد برپا کرے اور خون بہائے حالانکہ ہم آپ کی تسبیح وتحمید اور پاکی بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ''جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے''۔

لہٰذا جب سجدہ سے انکاری ہو کر اللہ تعالیٰ کے پوچھنے پر ابلیس نے دل میں چھپا زہر اگل دیا اور اس کا تکبر خود پسندی اور سرکشی فرشتوں پر عیاں ہو گئی تو انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کے اندر کوئی ایسا نالائق بھی موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کا مادہ موجود ہے۔

اسمائے اشیاء:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اشیاء کے نام سکھلائے۔

علمائے متقدمین نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا تمام اشیاء کے نام سکھلائے یا چند ایک کے بعض کے نزدیک تمام چیزوں کے نام سکھائے گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے اور یہ وہی نام ہیں جن کے ذریعہ لوگ اشیاء کا تعارف حاصل کرتے ہیں مثلاً انسان' جانور' زمین' سمندر' پہاڑ' گدھا اور انہی سے ملتے جلتے''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما آیہ مبارکہ:

﴿ وَ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ﴾ (سورۃ بقرہ آیت ۳۱)

''اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھائے''۔

کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر چیز کا نام سکھایا حتیٰ کہ جسم سے ہوا خارج ہونے کی آواز کا نام بھی۔ خواہ وہ چیز بڑی ہو یا چھوٹی۔

ایک اور انداز میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم کو ہر چیز کا نام سکھایا حتیٰ کہ خوشی اور مسرت کے اوقات کے بول اور جسم سے ہوا خارج ہونے کی آواز کا نام بھی خواہ وہ آواز معمولی ہو یا زیادہ۔

حضرت مجاہدؒ سے ''کلھا'' کی تفسیر میں منقول ہے کہ اس سے مراد وہ تمام اشیاء ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

ایک اور انداز سے مجاہدؒ سے ہی مروی ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھایا۔

سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر چیز کا نام سکھایا حتیٰ کہ اونٹ' گائے' بکری کا نام بھی سکھایا۔

قتادہؒ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھایا کہ یہ پہاڑ ہے یہ سمندر' یہ فلاں اور یہ فلاں ہے۔ پھر فرشتوں کے سامنے ان چیزوں کو پیش کیا اور فرمایا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ (سورۃ بقرہ آیۃ ۳۱)

ایک اور جگہ قتادہؒ ہی سے روایت ہے کہ جب فرشتے جواب نہ دے سکے تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا ''تم ان چیزوں کے نام بتاؤ''۔

پس آدم علیہ السلام نے مخلوق میں سے ہر صنف کا نام بتایا اور اسے اس کی جنس کی طرف منسوب کیا۔

حسنؒ اور قتادہؒ سے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھایا کہ یہ گھوڑا ہے اور یہ خچر یہ اونٹ ہے اور یہ جن اور یہ جنگلی جانور ہے اس کے علاوہ ہر نام کی لکھائی کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

بعض متقدمین کا خیال ہے کہ صرف چند اشیاء کا علم دیا گیا مگر ان میں بھی ان چند اشیاء کے یقین میں اختلاف واقع ہے۔

☆ ایک فریق کے مطابق فرشتوں کے نام مراد ہیں یعنی تمام فرشتوں کے نام اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھائے۔ جیسا کہ حضرت ربیع بن انسؒ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ ''اسماء'' سے مراد فرشتوں کے نام ہیں۔

☆ دوسرے فریق کے مطابق اس سے مراد اولاد آدم کے نام ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی تمام اولاد کے نام بتلا دیئے تھے۔

جیسا کہ ابن زید سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اس سے مراد ان کی اولاد کے نام ہیں اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیئے تو ان کی اولاد کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرشتوں سے فرمایا ان کے نام بتاؤ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو (سورۃ البقرہ آیت ۳۱) یہ اس وجہ سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے کہا تھا کہ کیا آپ ایسے کو نائب بنانا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد برپا کرے اور خون بہائے حالانکہ ہم آپ کی تسبیح وتحمید کرتے اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۰)

بالفاظ دیگر فرشتوں نے اپنا استحقاق جتلایا کہ اگر آپ خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو ہم اس کے زیادہ مستحق اور اہل ہیں کیونکہ ہمارے علاوہ کوئی اور نائب ہوگا تو وہ زمین میں فساد اور خون خرابہ کرے گا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو'' یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو خلیفہ بناؤں تو تم میری اطاعت و

تسبیح و تقدیس بیان کرو گے اور نافرمانی سے بچو گے اور اگر کسی اور کو خلیفہ بنا دیا تو بقول تمہارے وہ زمین میں فساد برپا کرے گا اور خونریزی کرے گا' تو ذرا ان چیزوں کے نام تو بتاؤ۔ کیونکہ اگر تم ان چیزوں کا مشاہدہ و معائنہ کرو گے اور تمہیں ان کے نام معلوم نہ ہوئے تو تم ان کے متعلق میرا حکم بجا نہ لاسکو گے اور جب حکم ہی سمجھ میں نہ آیا تو اطاعت و عمل کیسے ممکن ہوگا اور یہی تمہارے استحقاق کی بنیاد ہے جو گر پڑی ہے۔ لہٰذا تمہارا دعوائے استحقاق باطل ٹھہرا۔

اور اگر تمہارے علاوہ کسی ایسے کو خلیفہ بناؤں جو بالفرض تمہاری نظروں سے غائب اور اوجھل ہو اور تم انہیں نہ دیکھو سکو تو تم اس کے بارے میں خبر کیسے دے سکتے ہو کہ انہوں نے خلافت کا حق ادا نہیں کیا۔

اس لیے تمہارے دعویٰ کی دونوں ہی شقیں باطل ٹھہریں۔

☆ نہ تمہارا اپنے متعلق دعوائے استحقاق درست ہے اور

☆ نہ ہی دوسرے کے متعلق خون خرابہ اور فساد برپا کرنے کا حکم لگانا درست ہے۔

فرشتوں کو ہر اعتبار سے لاجواب کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے یہ تمام گفتگو فرمائی تا کہ انہیں اپنے دعویٰ کی سچائی معلوم ہو سکے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی "ان کنتم صادقین" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ "اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو" کا مطلب یہ ہے کہ بنی آدم زمین میں فساد برپا کریں گے اور خون بہائیں گے۔

☆ اور ضحاک ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ "ان کنتم صادقین" کا مطلب ہے کہ "ان کنتم تعلمون" یعنی اگر تم علم رکھتے ہو کہ میں کس کو زمین میں خلیفہ بناؤں گا۔

☆ بعض حضرات کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ اس لیے پوچھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کی ابتداء فرمائی تو فرشتے آپس میں کہنے لگے کہ ہمارا رب جو چاہے کرے' جو چیز بھی پیدا کرے گا وہ ہم سے زیادہ صاحب علم و فضل نہیں ہو سکتی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور انہیں ہر چیز کا علم سکھایا تو ان اشیاء کو فرشتوں پر پیش فرمایا اور فرشتوں سے کہا اگر تم سچے ہو تو ان اشیاء کے نام بتاؤ۔ یعنی فرشتوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ صاحب علم و فضل مخلوق پیدا نہیں کر سکتا (یعنی فرشتوں نے اللہ کو مجبور سمجھ لیا) اس دعویٰ کے ابطال کے لیے یہ کرنا ضروری تھا۔

حضرت قتادہؒ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "و اذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خليفه" کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں سے مشورہ فرمایا' فرشتے کہنے لگے "کیا آپ ایسے کو خلیفہ بنائیں گے جو زمین میں فساد برپا کرے اور خون بہائے" یہ بات فرشتوں نے اس لیے کہی کہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فساد اور خون خرابہ سے زیادہ اور کوئی عمل ناپسندیدہ نہیں اور اپنے متعلق کہنے لگے کہ "ہم آپ کی تسبیح و تحمید اور تقدیس بیان کرتے ہیں" گویا کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے خود کو زیادہ فضل اور بزرگی والا گردانا اور خلافت کا مستحق قرار دیا لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ جو میں پیدا کروں گا ان میں انبیاء و رسل' صالحین اور اہل جنت بھی ہوں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق شروع کی تو فرشتے کہنے لگے اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ

صاحب عزت وعظمت اور صاحب علم وفضل کوئی مخلوق پیدا نہ فرمائے گا پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کر کے فرشتوں کو آزمایا اور ان کا امتحان لیا' بے شک ہر مخلوق کو آزمایا جاتا ہے نیز یہ حکم فرمایا:

﴿ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴾ (سورۃ حم السجدہ آیت ۱۱)

ترجمہ: ''وجود میں آ جاؤ' خواہ تم چاہو یا نہ چاہو' دونوں نے کہا ''ہم آ گئے (وجود میں) فرمانبرداروں کی طرح''۔

حسن قتادہؒ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں تو انہوں نے اپنی رائے پیش کی پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک علم سکھایا اور دوسرا علم ان سے بچا لیا اور وہ آدم علیہ السلام کو سکھایا۔ پس فرشتوں کو جو علم سکھایا گیا تھا اس کی بنیاد پر کہا کہ ''آپ ایسے کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے'' نیز فرشتے اس علم کی وجہ سے ہی جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی گناہ خون بہانے سے بڑھ کر نہیں اور ساتھ ہی کہا کہ ''ہم آپ کی پاکی اور تعریف بیان کرتے اور آپ کی بزرگی کے گن گاتے ہیں'' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے''۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم علیہ السلام شروع کی تو فرشتے آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ ہمارا رب جو چاہے پیدا کرے لیکن ہم سے زیادہ معزز اور صاحب فضل مخلوق پیدا نہ کرے گا۔ لہٰذا جب آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہو گئی اور ان میں روح پھونکی جا چکی تو فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کو سجدہ کرو۔ فرشتے ایک دوسرے سے کہنے لگے ''اللہ تعالیٰ نے اسے ہم پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور اس بات کو جان گئے کہ وہ اس تخلیق نو سے بہتر نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود یہ ضرور کہا کہ ہم اگرچہ اس سے بہتر نہیں مگر علم میں بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے کہ ہم اس سے قدیم ہیں اور اس سے قبل بہت سی امتیں گزر چکی ہیں جن کا اسے (آدم علیہ السلام) کو علم نہ ہو گا۔ پس جب انہیں اپنی علمی برتری کا زعم ہوا اور وہ خود پسندی کا شکار ہو گئے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کی گھڑی آن پہنچی۔

پس اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام اشیاء کا علم سکھایا پھر فرشتوں کے سامنے اشیاء کو لایا گیا اور حکم ہوا کہ بھلا ان کے نام تو بتلاؤ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ میں تم سے بڑھ کر صاحب علم مخلوق تخلیق نہ کروں گا۔ اللہ کا یہ فرمان سنتے ہی فرشتوں کی ساری جماعت توبہ کے لیے کھڑی ہو گئی درحقیقت مومن ہی گھبرا کر توبہ کی طرف جاتا ہے اور کہنے لگے کہ ''آپ کی ذات پاک ہے اور ہم نہیں جانتے سوائے اس کے کہ جتنا علم آپ نے ہمیں دیا ہے بے شک آپ ہی جاننے والے اور حکمت والے ہیں''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہا: ''تم ان چیزوں کے نام بتاؤ'' جب آدم علیہ السلام نے ان کو ان سب کے نام بتا دیئے تو اللہ نے فرمایا:

''میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں' جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو' وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو' اسے بھی میں جانتا ہوں''۔ (البقرۃ آیت ۳۲-۳۳)

یعنی آسمان وزمین کا غیب جاننا' اصل میں فرشتوں کی اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ہمارا رب ہم سے بڑھ کر صاحب مکرم اور صاحب علم مخلوق پیدا نہ کرے گا۔

اور فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھایا کہ یہ گھوڑا ہے یہ خچر' یہ اونٹ ہے یہ جن اور یہ وحشی ہے اور ہر چیز کو ایک نام دیا اور

ن پر ایک ایک امت پیش کی گئی۔

اور آیت میں جو یہ ہے کہ ''میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمینوں کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں' جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو' وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو' اسے بھی میں جانتا ہوں''۔

یہ دراصل فرشتوں کی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ''کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا''۔

''اور جس چیز کو تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہوں'' یہ اشارہ ان کی باہمی گفتگو کی طرف ہے کہ ہم اس سے بہتر اور زیادہ علم والے ہیں۔

ربیع بن انس انہی آیات کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ:

جب فرشتوں نے اس کو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ زمین میں خلیفہ پیدا کرنا چاہتے ہیں تو آپس میں کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ علم وفضل والی کوئی مخلوق پیدا نہ فرمائے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ فرشتوں کو یہ باور کرایا جائے کہ آج سے آدم علیہ السلام کو ان پر فضیلت دی گئی ہے اور تمام اشیاء کا علم انہیں سکھایا گیا ہے۔ پھر فرشتوں سے کہا کہ ''تم ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو''۔ جب وہ جواب سے عاجز ہو گئے تو فرمایا کہ ''جس چیز کو تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہوں اور جس چیز کو ظاہر کرتے ہو اسے بھی جانتا ہوں''۔

یہاں ''ظاہر کرو'' سے مراد فرشتوں کا یہ کہنا کہ ''کیا آپ ایسے کو خلیفہ پیدا کرنا چاہتے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا''۔

اور ''جس کو چھپاؤ'' سے مراد فرشتوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم سے بڑھ کر معزز اور صاحب علم مخلوق اللہ تعالیٰ پیدا نہ فرمائے گا''۔

پس فرشتوں کو معلوم ہو گیا کہ آدم علیہ السلام کو ان پر علم وفضل میں فوقیت دی گئی ہے۔

پیدائش حضرت حوا علیہا السلام:

جب فرشتوں کے سامنے ابلیس کا تکبر اور نافرمانی ظاہر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا (جسے اس نے اپنی بے عزتی جانا) اور اپنے گناہ پر بضد رہا اور اس نے سرکشی اور بغاوت پر کمر باندھ لی اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت فرمائی اور اسے جنت سے نکال دیا اسے راندہ درگاہ کر دیا اور آسمان وزمین کی بادشاہت کا اعزاز اس سے چھین لیا اور جنت کی نگہداری سے ہٹا دیا اور فرمایا:

﴿ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ . وَّ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ (سورۃ ص آیت ۷۷۔۷۸)

''اچھا تو یہاں سے نکل جا' تو مردود ہے اور تیرے اوپر یوم الجزاء تک میری لعنت ہے''۔

اور آدم علیہ السلام کو رہنے کے لیے جنت عطا فرمائی۔

ابن عباس' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ ابلیس کو جنت سے نکالا گیا جب اس پر پھٹکار پڑی اور آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھکانہ دیا گیا تو وہاں انہوں نے تنہائی محسوس کی کیونکہ وہاں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا جس سے وہ سکون حاصل کرتے۔

پس وہ ایک رات سوئے جب بیدار ہوئے تو اپنے سرہانے ایک عورت کھڑی دیکھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے پیدا فرمایا تھا آدم علیہ السلام نے اس سے پوچھا ''تم کون ہو؟'' وہ کہنے لگی ''عورت'' پوچھا کس لیے پیدا کی گئی ہو؟ کہنے لگی تا کہ تو مجھ سے سکون حاصل کرے۔ فرشتوں کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ دیکھنے کے لیے آئے اور کہا اے آدم اس کا نام کیا ہے؟ ''حوا'' انہوں نے متعجب ہو کر پوچھا یہ نام کیوں رکھا آدم نے کہا اس لیے کہ وہ ''حی'' زندہ آدم علیہ السلام سے پیدا کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے آدم تم اور تمہاری زوجہ جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو جی بھر کے فراخی سے کھاؤ''۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۵)

ابن اسحاقؒ سے روایت ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ ابلیس پر عتاب سے فارغ ہوئے تو آدم علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں تمام اسماء کا علم سکھایا اور فرمایا کہ اے آدم ان اشیاء کے ناموں کے متعلق بتاؤ اس کے بعد راوی نے آخر تک تمام واقعہ بیان کیا اور کہا:

اہل تورات اور دیگر اہل علم مثلاً عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ذریعہ ہمیں روایت پہنچی ہے کہ پھر آدم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے اونگھ ڈال دی پھر ان کی بائیں پسلی میں سے ایک پسلی لی اور خالی جگہ میں گوشت برابر کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اس کی پسلی سے ان کی زوجہ حوا بنادی اور اسے سنوار دیا تا کہ آدم علیہ السلام اس سے سکون حاصل کریں۔ جب آدم کی اونگھ ختم ہوئی اور نیند کی حالت سے باہر نکلے تو انہوں نے اپنے پہلو میں اسے (حوا) کو کھڑا دیکھا۔

یہود کے کہنے کے مطابق (اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے) کہ آدم علیہ السلام نے کہا میرا گوشت' میرا خون اور میری زوجہ! پھر اس کے ساتھ سکون حاصل کیا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح کر دیا اور ان کے لیے سکون کی چیز بنادیا تو اسے اپنے سامنے بلایا اور کہا:

''اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو خوب فراخی کے ساتھ کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم ظالم قرار دیئے جاؤ گے''۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۵)

حضرت مجاہدؒ سے باری تعالیٰ جل شانہ کے فرمان:

﴿ وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴾ (سورۃ النساء آیت ۱)

''اور اس جان (آدم) سے اس کا جوڑا بنایا''۔

کی تفسیر میں منقول ہے کہ حوا، آدم علیہ السلام کی نچلی پسلی سے ہیں آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے جب بیدار ہوئے تو قریب ہی ایک عورت کو دیکھا۔

حضرت مجاہدؒ سے اسی انداز کی ایک روایت بھی ملتی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ حوا، آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے ایک پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔

آدم وحوا کا امتحان:

اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو جنت میں ٹھکانہ عطا فرمادیا اور انہیں آزادی دی کہ وہ جنت میں جہاں چاہیں

جائیں اور جو چاہیں کھائیں سوائے ایک درخت کے پھل کے اور یہی حکم ان کا امتحان تھا اور یہ آزمائش حکم ان کی اولاد میں بھی جاری رہا جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''پھر ہم نے آدم سے کہا تم اور تمہاری بیوی' دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ'' مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا' ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے''۔ (سورۃ البقرہ آیت ۳۵)

پس شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور اس درخت کا پھل کھانا ان کی نگاہوں میں فائدہ مند اور خوبصورت ٹھہرا دیا اور اس کار گناہ کو ان کے لیے انتہائی پرکشش بنا دیا یہاں تک کہ ان دونوں نے اسے کھا لیا جس کے بعد ان کے اجسام کے پوشیدہ حصے عریاں ہو گئے یعنی وہ (دونوں) بے لباس ہو گئے۔

ابلیس جنت میں؟:

دشمن خدا جنت میں کیسے پہنچا اور یہ کار گناہ کرانے پر کیسے قادر ہوا؟

ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ابلیس نے ان دونوں کے پاس جنت میں داخل ہونے کا ارادہ کیا لیکن محافظ فرشتوں نے اسے روک لیا پس وہ ایک سانپ کے پاس آیا اور وہ سانپ اس وقت چار ٹانگوں والے جانور کی شکل میں تھا اور اونٹ برابر تھا ابلیس نے اس سے کہا کہ تو مجھے اپنے منہ میں چھپا کر جنت میں داخل ہو جا تا کہ میں آدم تک پہنچ سکوں پس اس نے ایسا ہی کیا اور اسے لے کر محافظ فرشتوں کے پاس سے گذرا لیکن وہ حقیقت نہ جان سکے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی۔ ابلیس نے سانپ کے منہ میں بیٹھے بیٹھے آدم سے گفتگو کی مگر انہوں نے توجہ نہ دی اس پر وہ باہر نکل آیا اور کہنے لگا اے آدم کیا میں تمہاری ایک ایسے درخت کی طرف راہنمائی نہ کروں جس کے پھل کو اگر تم کھالو تو اللہ تعالیٰ کی طرح بادشاہ ہو جاؤ گے یا حیات ابدی پا لو گے اور تمہیں کبھی موت نہ آئے گی اور اللہ کی قسم کھا کر اپنے بارے میں یقین دلایا کہ میں تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں ابلیس نے یہ تمام حرکت صرف اس لیے کی تھی تا کہ ان کے جسموں سے جنت کا لباس اتر جائے اور ان کے پوشیدہ اعضاء ظاہر ہو جائیں شیطان کو یہ معلوم تھا کہ ان کے پوشیدہ اعضاء ان کی شرم گاہیں ہیں' اور اسے اس چیز کا علم اس لیے تھا کہ وہ فرشتوں کی کتب کا مطالعہ کرتا رہا تھا جب کہ آدم علیہ السلام کو اس وقت تک لباس اور شرم گاہوں کو چھپانے کی اہمیت کا اندازہ نہ تھا۔

آدم علیہ السلام نے ابلیس کی بات ماننے سے انکار کر دیا جبکہ حوا آگے بڑھیں اور پھل کھا لیا پھر کہنے لگیں اے آدم تم بھی کھا لو دیکھو میں نے کھایا ہے اور کچھ بھی نقصان نہیں ہوا اس پر آدم نے بھی وہ پھل کھا لیا آدم کے پھل کھاتے ہی دونوں کے پوشیدہ اعضاء ننگے ہو گئے اور وہ اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس زمین کے جانوروں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ کون ہے جو مجھے اٹھائے اور جنت میں داخل ہو جائے تا کہ میں آدم اور اس کی بیوی سے بات کر سکوں لیکن تمام جانوروں نے انکار کر دیا اس کے بعد ابلیس نے سانپ سے کہا کہ اگر تو مجھے جنت میں پہنچا دے تو میں تجھے بنی آدم سے بچانے اور تیری حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہوں یہ سن کر سانپ نے ابلیس کو اپنے منہ میں بٹھا لیا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ ابلیس نے سانپ کے منہ میں بیٹھے بیٹھے ہی آدم وحوا سے

گفتگو کی (اس دور میں سانپ اونٹ کے برابر چوپایہ تھا اور اس کے جنسی اعضاء بھی قدرتی طور پر مستور تھے) اس غلطی پر اللہ تعالیٰ نے اسے برہنہ کر دیا اور پیٹ کے بل رینگنے والا جانور بنا دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سانپ کو جہاں پاؤ مار دو اور اللہ کے دشمن ابلیس کو اس کی ذمہ داری کے وعدہ میں جھوٹا ثابت کر دو۔

وہب بن منبہؒ سے مروی ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے جب آدم وحوا کو جنت میں رہائش عطا فرما دی اور ایک درخت کو ان کے لیے ممنوع قرار دے دیا۔ ممنوعہ درخت کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں اور فرشتے اس کا پھل کھاتے تھے تاکہ وہ ابدی حیات کے مستحق ٹھہریں مگر آدم اور حوا کو اس کا پھل کھانے سے منع فرما دیا گیا۔ پس جب ابلیس نے ان کو پھسلانے اور گناہ کے مرتکب کرنے کا ارادہ کیا تو وہ سانپ کے پیٹ میں داخل ہوا' سانپ اس وقت چار ٹانگوں پر بختی اونٹ کی طرح چلتا تھا اور بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ جب سانپ جنت میں داخل ہو گیا تو ابلیس اس کے پیٹ سے باہر نکلا اور اس (ممنوعہ) درخت کا پھل لے کر حضرت حوا کے پاس آیا اور کہنے لگا اس پھل کی طرف دیکھو اس کی خوشبو کتنی اچھی ہے اس کا ذائقہ کتنا اچھا اور رنگ کتنا خوبصورت ہے۔ پس حوا نے اسے لیا اور کھا لیا پھر حوا حضرت آدمؑ کے پاس پہنچیں اور کہنے لگیں ''اس پھل کی طرف دیکھو اس کی خوشبو کتنی اچھی' اس کا ذائقہ کتنا عمدہ اور رنگ کیسا دلفریب ہے''۔ پس آدمؑ نے بھی کھا لیا۔ اس کے فوری بعد ان دونوں (آدم وحوا علیہما السلام) کے پوشیدہ اعضاء ظاہر ہو گئے جس پر آدمؑ جلدی سے اس درخت کے تنے میں داخل ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آواز دی ''اے آدم تم کہاں ہو''۔ آدم علیہ السلام نے جواب دیا ''اے میرے رب! میں یہاں ہوں'' فرمایا ''باہر کیوں نہیں نکلتے'' آدمؑ کہنے لگے ''میں آپ سے حیا کرتا ہوں'' فرمایا ''یہ درخت زمین میں سب سے زیادہ ملعون ہوگا اس پر لعنت پیدا کر دی گئی ہے۔ اب اس کے پھل کانٹوں میں تبدیل ہو جائیں گے نیز فرمایا کہ اس وقت جنت اور زمین میں کیکر اور بیر کے درخت سے زیادہ افضل کوئی درخت نہ تھا پھر فرمایا ''اے حوا! تم نے میرے بندے کو دھوکا دیا لہٰذا حمل کا زمانہ تمہارے لیے (بطور سزا) مقرر کیا گیا اور اس میں تم بڑی مشقت اور تکالیف اٹھاؤ گی اور جب وضع حمل کا وقت ہوگا تو تم درد کی شدت سے اپنے آپ کو موت کے دہانہ پر پاؤ گی اور سانپ سے فرمایا: تم نے ابلیس لعین کو اپنے پیٹ میں داخل کیا جس کی وجہ سے وہ میرے بندے کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا لہٰذا تجھ پر لعنت ہو۔ تیری ٹانگیں تیرے پیٹ میں داخل ہو جائیں گی اور تیری خوراک مٹی ہوگی۔ تجھ میں اور اولاد آدم میں دشمنی ہوگی۔ جہاں بھی تو انہیں نظر آئے گا وہ اپنی ایڑی سے تیرا سر کچل دیں گے اور جہاں وہ تجھے دکھائی دیں گے تو اپنے جبڑوں سے اسے ڈسے گا۔

حضرت وہبؒ سے پوچھا گیا کہ فرشتوں کی خوراک کیا ہے؟ فرمایا:

﴿ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴾

''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے''۔

محمد بن قیسؒ روایت کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا کو ایک درخت کی طرف جانے سے منع فرمایا تھا لہٰذا وہ اس کے علاوہ جہاں سے چاہتے خوب کھاتے

تھے پس شیطان آیا اور سانپ کے پیٹ میں داخل ہو گیا حضرت حوا سے گفتگو کی اور حضرت آدم کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ تمہارے رب نے اس درخت سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم اس کو کھا کر فرشتے نہ بن جاؤ یا حیات ابدی نہ حاصل کر لو اور ان کے سامنے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں۔ یہ سن کر حوا نے درخت کو کاٹا (کھانے کے لیے) تو وہ خون آلود ہو گیا اور ان دونوں (آدم وحوا) کے جسم پر موجود لباس اتر گیا اور پھر یہ دونوں جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے اس پر ان کے رب نے انہیں یاد کرایا" کیا میں نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے منع نہ کیا تھا اور کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے"۔

آدم علیہ السلام سے پوچھا کہ "تم نے کیوں کھایا تھا جب کہ میں نے منع کیا تھا؟"

آدمؑ نے جواب دیا "اے میرے رب' حوا نے مجھے کھلایا"۔

حوا سے پوچھا: تم نے کیوں کھایا؟

حوا کہنے لگیں "مجھے سانپ نے کہا تھا"۔

سانپ سے پوچھا تم نے حوا کو ایسا کرنے کو کیوں کہا تھا اس نے جواب دیا "مجھے ابلیس نے کہا تھا" فرمایا "یہ ملعون اور دھتکارا ہوا ہے"۔

"اے حوا! جس طرح تم نے درخت کو خون آلود کیا ہے تم بھی ہر مہینہ خون آلود ہو جاؤ گی"۔

"اور اے سانپ! تو اپنی ٹانگیں کاٹ دے اور پیٹ کے بل رینگ کر چلا کر اور جو بھی (ابن آدم) تجھے دیکھے گا تیرا سر پتھر سے کچل دے گا"۔

اب تم زمین کی طرف اتر جاؤ اور تمہارے بعض تمہارے دشمن ہوں گے۔

ربیعؒ سے روایت ہے کہ ایک محدث نے بیان کیا:

شیطان جنت میں ٹانگوں والے جانور کی صورت بنا کر داخل ہوا' وہ بالکل اونٹ کی طرح معلوم ہوتا تھا پس اس پر لعنت کی گئی اور اس کی ٹانگیں ختم ہو گئیں اور وہ سانپ کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔

ابو العالیہؒ سے مروی ہے کہ اونٹوں میں سے ایک قسم وہ ہے جن کا جدامجد جنات میں سے تھا اور آدم علیہ السلام کے لیے تمام جنت جائز اور روا کر دی گئی تھی سوائے ایک درخت کے اور آدم وحوا دونوں سے فرمایا کہ تم اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد شیطان حضرت حوا کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کیا تمہیں کسی چیز سے منع کیا گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اس درخت سے۔ اس نے کہا "تمہارے رب نے اس لیے منع کیا ہے کہ تم اسے کھا کر فرشتے نہ بن جاؤ یا حیات ابدی حاصل نہ کر لو۔ پس حوا نے پہل کی اور اسے کھا لیا"۔

پھر حوا نے آدمؑ سے کہا تو انہوں نے بھی کھا لیا۔ اس کے کھاتے ہی ان دونوں کو پیشاب پاخانہ کی حاجت ہو گئی جب کہ جنت میں ایسا کرنا ممکن نہیں۔

پھر یہ آیت تلاوت کی:

ترجمہ: ''آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے''۔ (البقرہ آیت ۳۶)

محمد بن اسحق بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی آسائش ونعمتیں دیکھیں تو کہنے لگے کہ کاش مجھے یہاں ہمیشہ نصیب ہو جائے۔ پس شیطان نے ان کی یہ کمزوری پکڑ لی اور پھر اسی راہ سے ان سے لغزش کروادی۔

ابن اسحقؒ سے مروی ہے کہ مجھ سے صاحب علم حضرات نے ذکر کیا کہ شیطان کا سب سے پہلا مکر وفریب جس کے ساتھ اس نے آدم وحوا کو بہکانے کی ابتداء کی وہ یہ تھا کہ ان دونوں کے پاس آ کر کچھ اس انداز سے رویا کہ وہ دونوں غمزدہ ہو گئے انہوں نے پوچھا تم کس وجہ سے روتے ہو؟ کہنے لگا کہ میں تمہاری وجہ سے روتا ہوں کہ تم کبھی نہ کبھی ضرور مر جاؤ گے اور یہ تمام نعمتیں تم سے چھن جائیں گی پھر ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اے آدم! کیا میں تمہاری ایسے درخت کی طرف راہنمائی نہ کروں جس کا پھل کھانے سے تم حیات ابدی کے مستحق ہو جاؤ گے اور یہ نعمتیں تمہیں ہمیشہ ملتی رہیں گی اور اس کے بعد کہنے لگا کہ تمہارے رب نے اس درخت سے اس لیے تمہیں منع کیا ہے کہ کہیں تم اسے کھا کر فرشتے نہ بن جاؤ یا حیات ابدی نہ حاصل کر لو اور قسم کھا کر اپنے ہمدرد اور خیر خواہ ہونے کا یقین دلایا۔ اور ان سے کہا ''اسے کھالو' فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ کی زندگی پالو گے۔ پس اس نے دھوکے سے ان دونوں کو اپنی طرف مائل کر لیا''۔

''فوسوس'' کی تفسیر:

ابن زید ''فوسوس'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

شیطان نے حوا کی طرف درخت کے بارے میں وسوسہ ڈالا اور انہیں اس کے کھانے کی طرف مائل کیا پھر آدم کی نگاہ میں حوا کو حسین اور پر کشش بنایا جس پر آدم نے حوا کو اپنی حاجت کے لیے بلایا مگر حوا نے مشروط اقرار کیا اور شرط یہ لگائی کہ آدم اسے اس درخت کے پاس لے جائیں گے۔ جب آدم' حوا کو درخت کے پاس لے کر آئے تو حوا انکاری ہو گئیں اور کہا کہ پہلے اس درخت کا پھل کھائیں پھر قربت کا موقع دوں گی۔ پس دونوں نے اس میں سے کھالیا۔ درخت کا پھل کھاتے ہی ان دونوں کے پوشیدہ اعضاء کھل گئے۔ آدم نے جنت میں بھاگنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ندا دی ''اے آدم! کیا مجھ سے بھاگتے ہو؟''

عرض کیا: نہیں! بلکہ آپ سے حیا کرتا ہوں۔

فرمایا: ''اے آدم! کس وجہ سے اس میں مبتلا ہوئے ہو؟''۔

عرض کیا ''حوا کی طرف سے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کو مہینے میں ایک مرتبہ خون آلود کروں جیسا کہ اس نے درخت کو خون آلود کیا ہے اور میں اسے کم عقل رکھوں گا حالانکہ میں نے اسے متحمل مزاج اور بردبار پیدا کیا تھا اور یہ زمانہ حمل اور وضع حمل میں نہایت مشقت' تکلیف اور دکھ سہے گی حالانکہ میں نے اس کا زمانہ حمل اور وضع حمل بالکل آسان رکھا تھا۔

ابن زید کہتے ہیں کہ اگر یہ امتحان پیش نہ آتا تو دنیا بھر کی عورتیں ایسی ہوتیں کہ نہ انہیں حیض آتا نہ ہی دوران حمل اور زچگی کے وقت انہیں تکلیف سے واسطہ پڑتا نیز ان کا مزاج بھی بردبار ہوتا۔

سعد بن مسیبؒ سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام نے حوا سے کی درستگی کی حالت میں درخت سے نہیں کھایا تھا بلکہ حوا نے انہیں شراب پلا دی تھی جس کی وجہ سے ان پر کسی قدر نشہ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر حوا ان کو پکڑ کر درخت کے پاس لے گئیں اور انہوں نے اس میں سے کھایا۔ جب آدم وحوا سے خطا واقع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت سے رخصت کر دیا اور تمام نعمتیں چھین لی گئیں ان کو ان کے دشمن ابلیس اور سانپ کے ساتھ زمین کی طرف اتار دیا اور فرمایا:

''اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ' تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے''۔ (سورۃ البقرہ آیت ۳۶)

علمائے متقدمین مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ''تم ایک دوسرے کے دشمن ہو'' سے مراد آدم' حوا' ابلیس اور سانپ ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی کہتے ہیں کہ اس سے مراد آدم وحوا' ابلیس اور سانپ ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سانپ پر لعنت فرمائی اور اس کی ٹانگیں ختم کر دیں اور اسے پیٹ کے بل چلنے کے لیے چھوڑ دیا اور اس کی خوراک مٹی مقرر کی اور زمین کی طرف آدم وحوا اور ابلیس اور سانپ کو اتارا۔

حضرت مجاہدؒ سے بھی اس کی تفسیر میں یہی منقول ہے کہ بعض سے مراد آدم وحوا' اور ابلیس اور سانپ کو اتارا۔

یوم جمعہ:

علامہ ابو جعفر طبری لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے متعدد احادیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ احادیث سے ہی یہ بھی ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کا جنت سے اخراج، زمین کی طرف اترنا، ان کی توبہ قبول ہونا اور ان کی وفات، یہ سب امور بھی جمعہ کے دن واقع ہوئے۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن کی پانچ خصوصیات ہیں:

۱۔ پیدائش آدم علیہ السلام۔
۲۔ آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف اتارنا۔
۳۔ وفات آدم علیہ السلام۔
۴۔ ایک گھڑی ایسی بھی ہے جس میں بندہ اللہ سے جو بھی دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ وہ عطا فرمائے گا بشرطیکہ کسی گناہ یا قطع تعلقی کی دعا نہ کرے۔
۵۔ قیامت برپا ہوگی۔

اور تمام مقرب فرشتے' آسمان' زمین اور ہوا' مگر یہ سب کے سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں کیونکہ اس دن قیامت واقع ہونے کی اخبار موجود ہیں۔

ابولبابہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جمعہ دنوں کا سردار ہے۔ اور یہ سب سے زیادہ باعظمت دن ہے۔ جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الفطر کے دن اور قربانی کے دن سے بھی زیادہ عظمت والا ہے۔ اس میں پانچ خصوصیات ہیں:

۱۔ پیدائش آدم علیہ السلام۔

۲۔ آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف اتارا گیا۔

۳۔ وفات آدم علیہ السلام۔

۴۔ جمعہ کے دن میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جس میں بندہ گناہ یا قطع تعلق کے علاوہ جو بھی دعا کرے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

۵۔ قیامت برپا ہوگی۔

اور کوئی مقرب فرشتہ آسمان زمین پہاڑ ہوا تمام کے تمام جمعہ کے دن قیامت برپا ہونے کے خوف سے ڈرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے اور اسی دن آدم پیدا ہوئے اور اسی دن جنت سے رخصت کیے گئے''۔

ایک دوسری حدیث میں بھی ابوہریرہؓ سے اس سے ملتی جلتی روایت ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنوں کا سردار جمعہ ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے' اسی دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے جائیں گے اور جمعہ کے دن ہی قیامت قائم کی جائے گی۔

یوم پیدائش آدم علیہ السلام:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جمعہ کے مثل کسی دن پر سورج طلوع نہیں ہوتا اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے' اسی دن جنت سے نکالے گئے اور اسی دن لوٹائے جائیں گے''۔

سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا:

اے سلمان کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کے دن کیا ہوا؟۔

میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں اور یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا! اے سلمان کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کے دن کیا ہوا تھا اس میں تمہارے باپ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

ابوہریرہؓ، کعبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن وہ جنت میں داخل ہوئے اسی دن جنت سے نکالے گئے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

عبیدؒ بن عمیر سے مروی ہے کہ ''سب سے پہلا دن جس میں سورج طلوع ہوا وہ جمعہ کا دن ہے اور وہ تمام دنوں میں افضل ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ جب اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے

فارغ ہوئے تو انہیں چھینک آئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے حمد الہام فرمائی اور اس کا جواب دیا:

یرحمك ربك. (تیرا رب تجھ پر رحم کرے)

سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے سلیمان کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کے دن کیا ہوا؟

دو مرتبہ یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا۔

جمعہ کے دن وقت پیدائش آدم علیہ السلام:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ ہے پس اسی دن آدمؑ پیدا ہوئے اسی دن جنت میں رہے۔ اسی دن زمین کی طرف اترے اور اسی دن قیامت برپا ہوگی اور اسی میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں جب کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے۔

عبداللہ بن سلام کہنے لگے ''میں جانتا ہوں کہ وہ گھڑی کون سی ہے۔ وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ''انسان جلد باز مخلوق ہے۔ ابھی میں تم کو اپنی نشانیاں دکھائے دیتا ہوں۔ مجھ سے جلدی نہ مچاؤ''۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۳۷)

ایک اور جگہ بھی اس سے ملتی جلتی روایت ملتی ہے۔

حضرت مجاہدؒ سے ''خلق الانسان من عجل'' کی تفسیر میں روایت ہے کہ اس میں آدم علیہ السلام کے قول کی طرف اشارہ ہے جب تمام مخلوقات کے بعد جمعہ کے دن کی آخری گھڑی میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا اور روح ان کی آنکھوں، زبان، سر میں پہنچ گئی اور ان کے اعضاء میں زندگی دوڑ گئی اگرچہ بدن کے نچلے حصہ میں ابھی روح نہ پہنچی تھی مگر آدم علیہ السلام نے کہا کہ 'اے میرے رب! آپ میری تخلیق کو سورج غروب ہونے سے پہلے ہی مکمل فرمالیں''۔

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے طریق میں بھی حضرت مجاہدؒ سے معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ یہ ہی روایت ملتی ہے۔

ابن زیدؒ سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ جمعہ کی آخری گھڑی میں آدم علیہ السلام کو جلدی میں پیدا کیا گیا اور ان کو بھی جلد باز بنا دیا گیا۔ (تخلیق میں جلدی کا اثر مزاج میں گھر کر گیا)

آدم علیہ السلام کا عرصہ قیام جنت:

بعض اہل علم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ محترمہ کو جس وقت جنت الفردوس میں رہائش عطا فرمائی جمعہ کے دن کی دو گھڑیاں گزر چکی تھیں جب کہ بعض تین گھڑیاں گزرنے کے قائل ہیں۔

اس حساب سے بعض کے نزدیک جنت میں ان کا قیام پانچ ساعت اور بعض کے نزدیک تین گھڑی ہوا۔ اسی طرح بعض کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن کی نویں یا دسویں ساعت میں انہیں جنت سے رخصت کیا گیا۔

ابوالعالیہؒ کے مطابق بھی آدم علیہ السلام جنت سے نویں یا دسویں گھڑی میں رخصت کیا گیا۔

میں نے (علامہ طبری) جب یہ روایت اپنے استاد کے سامنے پڑھی تو انہوں نے 'نعم' کہہ کر تصدیق کی اور فرمایا کہ پانچ کا ذکر غلطی

سے چھوٹ گیا ہے یعنی جمعہ کے دن کی نویں یا دسویں ساعت سے قبل بھی تو پورا ایک ہفتہ گزر چکا تھا اس کا ذکر نہیں کیا گیا اس لیے ان کی طرف اشارہ ہے۔

اوپر بیان کردہ قول جس کے مطابق جمعہ کے دن دو ساعت گزرنے پر جنت میں ٹھکانہ ملا اور جمعہ کے دن کی سات ساعت گزرنے پر زمین کی طرف اتارا گیا اس قول کے قائلین کی مراد اگر یوم جمعہ سے مراد دنیا کا دن مراد ہو جس کی مقدار وقت معروف ہے تو یہ قول صحت و درستگی سے دور نہیں بلکہ قریب ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے قبل علمائے متقدمین کے اقوال و آثار اور شہادت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آدم کو جمعہ کے دن آخری ساعت میں پیدا کیا گیا اور وہ دن ہماری دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر تھا اور اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ وہاں کی ایک گھڑی ہمارے ہاں کے تراسی برس کے برابر ہے اور یہ بات جو اس سے پہلے گزری ہے کہ روح پھونکے جانے سے پہلے چالیس برس تک خمیر گارے کی شکل میں رہنے دیا گیا اور بلاشبہ یہ چالیس برس ہمارے (زمین وقت) ہاں کے اعتبار سے ہی ہو سکتے ہیں پھر روح پھونکے جانے سے لے کر زمین کی طرف اتارے جانے تک کل وقت بقیہ پینتیس سال کے برابر ہوا۔ لہٰذا مجموعہ ایک گھڑی کے برابر ہوا اور اسی ایک ساعت میں احادیث کے مطابق سب کچھ ہوا۔

اور اگر قائل کی مراد یوم جمعہ سے آخرت کا یوم جمعہ مراد ہو جس کی مقدار ہمارے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہے تو یہ بالکل باطل ہے کیونکہ تمام اہل علم احادیث کی وجہ سے اس پر متفق ہیں کہ آدم میں روح پھونکنے کا عمل جمعہ کے دن کی آخری ساعت میں غروب آفتاب سے قبل ہوا اور احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ ان کا جنت میں ٹھکانہ اور وہاں سے زمین کی طرف اترنا یہ سب کچھ اسی ساعت میں ہوا لہٰذا یہ بات یقینی طور پر واضح ہو گئی کہ یہ گھڑی دراصل اس یوم کی تھی جو ہمارے اعتبار سے اسی سال چار ماہ کے برابر تھی لہٰذا اس ساعت کے اعتبار سے چالیس برس تک آدم علیہ السلام خمیر گارے کی شکل میں رہے پھر روح پھونکے جانے سے لے کر زمین کی طرف اترنے تک سنتالیس برس چار ماہ تک کا عرصہ گذرا اور ان سب کا مجموعہ ایک گھڑی کے برابر ہے جو آخری گھڑی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ملتی ہے کہ آدم علیہ السلام جنت سے دو نمازیں ظہر اور عصر کے درمیان نکلے اور پھر زمین کی طرف اتارے گئے اور ان کا جنت میں قیام آخرت کے حساب سے نصف دن کا تھا یعنی دن کے پانچ سو سال کے برابر۔ اس لیے کہ یوم آخرت کی مقدار بارہ ساعت ہے اور اس دنیا کے اعتبار سے ایک ہزار سال ہے۔

ہمارے نزدیک یہ قول گذشتہ تمام احادیث اور بزرگوں کے اقوال کے خلاف ہے۔

آدم علیہ السلام زمین کے کس حصہ میں اترے:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہندوستان کے علاقہ میں زمین پر اتارا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو اتارا تھا۔

ابوالعالیہ سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو ہند کی طرف اتارا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہوا کے اعتبار سے زمین کا سب سے بہترین خطہ ہند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں آدم کو اتارا تھا اور یہاں کے درختوں کو جنت کی ہوا سے تعلق چھوڑا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو ارض ہند میں اور حوا کو جدہ میں اتارا پس آدم علیہ السلام ان کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ وہ دونوں اکٹھے ہو گئے حضرت حوا ان کی طرف میدان مزدلفہ میں آگے بڑھی تھیں اسی لیے اس کا نام ''مزدلفہ'' پڑ گیا۔

اور میدان میں دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا لہٰذا اس کا نام ''عرفات'' پڑ گیا اور جس جگہ دونوں اکٹھے ہوئے تھے اس کا نام جمع پڑ گیا اور آدم علیہ السلام کو ارض ہند میں جس جگہ اتارا گیا۔ اس کو ''بوز'' کہا جاتا ہے حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ جب ہم کو یہ بات بتا رہے تھے تو اس مقام پر انہوں نے کہا کہ ''آدم علیہ السلام جب آسمان سے اترے تھے تو ارض ہند میں اترے تھے''۔

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ اہل تورات کے مطابق آدم کو ہند میں ''واسم'' نامی پہاڑ پر اتارا گیا جو کہ بھیل نامی وادی کے پاس تھا اور یہ وادی دہنج اور مندل نامی شہروں کے درمیان جو کہ ہند میں واقع تھے اور حضرت حوا کو جدہ میں اتارا گیا جو کہ مکہ کے قریب واقع ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام کو سراندیپ (سری لنکا) میں ''بوز'' نامی پہاڑ پر اتارا گیا اور حوا کو ارض مکہ میں اور ابلیس کو میسان میں اور سانپ کو اصفہان میں اتارا گیا اور ایک قول کے مطابق سانپ کو ایک جنگل میں اور ابلیس کو ابلہ کے دریا کے کنارے اتارا گیا۔

ہماری رائے یہ ہے کہ آدمؑ اور دیگر کے اترنے کی جگہ کا درست علم صرف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہو سکتا اور حدیث بھی وہ جس کی اسناد صحیح ہوں چونکہ ایسی کوئی بھی حدیث اس بارے میں ثابت نہیں اس کے باوجود جو کچھ روایات سے ملتا ہے اسے علمائے متقدمین اور اہل تورات وانجیل نے رد نہیں کیا اس لیے ہم اس کو بھی مستند مان سکتے ہیں۔

آدم علیہ السلام کا قد:

بعض نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو جس پہاڑ کی چوٹی پر اتارا گیا وہ زمین کے دوسرے پہاڑوں کے مقابلے میں آسمان کے سب سے زیادہ قریب تھا کیونکہ جس پہاڑ پر انہیں اتارا گیا تو ان کے پاؤں اس پہاڑ پر اور سر آسمان میں تھا اور آدم فرشتوں کی مناجات وتسبیح وغیرہ کو سنتے تھے اور اس سے وہ اپنے اکیلے پن کو دور کرتے تھے جب کہ فرشتے ان سے ہیبت کھاتے تھے جس کی بنا پر آدم علیہ السلام کے قد میں تخفیف کر دی گئی۔

عطا بن ابی رباحؒ سے بھی روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین کی طرف اتارا تو اس وقت ان کے قدم زمین پر تھے اور سر آسمان میں اور وہ اہل آسمان کا کلام ومناجات سنتے تھے اور اس سے اپنی تنہائیوں میں سکون پاتے تھے۔ آدم علیہ السلام کے قد کی وجہ سے فرشتے ان سے ہیبت کھانے لگے اس کے علاوہ انہوں نے اپنی مناجات وعبادت کے سنے جانے اور دخل کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے شکایت کی جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف پست کر دیا۔ جب آدم علیہ السلام کو فرشتوں کی آوازیں سنائی دینا بند ہو گئیں اور آپ کو گھبراہٹ محسوس ہوئی اور اپنی مناجات وعبادت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے شکایت کی پس اللہ تعالیٰ نے ان کا رخ مکہ جانے والے راستہ کی طرف کر دیا۔ آدم علیہ السلام جس جگہ قدم رکھتے وہ جگہ شہر اور دونوں قدموں کے درمیان والی خالی جگہ جنگل و بیابان بنتی چلی گئی یہاں تک کہ آدم علیہ السلام مکہ پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت زمین پر اتارا جس کو کعبہ کی جگہ رکھا گیا پس آدمؑ مسلسل اس کا طواف کرتے رہے جب طوفان نوح آیا تو وہ یاقوت اٹھا لیا گیا پھر جب حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو بھیجا تو انہوں نے کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ قرآن حکیم کی یہ آیت:

﴿ وَاِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ ﴾ (سورۃ الحج آیت ۲۶)

اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو آدم علیہ السلام کے ساتھ زمین پر رکھا۔ اس وقت آدم علیہ السلام کے قدم زمین پر اور سر آسمان کو چھوتا تھا جس کی وجہ سے فرشتے ہیبت کھاتے تھے۔ پس ان کا قد ساٹھ ذراع کر دیا گیا جب آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی مناجات و تسبیح اور آوازیں نہ سنیں تو بڑا رنج ہوا اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے آدم! میں نے تمہارے لیے ایک گھر اتارا ہے تاکہ تم اس کا طواف کرو جیسا کہ میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور تم اس کے پاس نماز پڑھو جیسے کہ میرے عرش کے پاس نماز پڑھی جاتی ہے''۔

پس آدم علیہ السلام اس گھر کی طرف چلے اور ان کا ایک قدم اتنا لمبا کر دیا کہ ایک قدم رکھنے کے درمیان والی جگہ ایک بڑے جنگل کے برابر تھی پس یہ جگہ بعد میں مسلسل جنگل اور غیر آباد رہی یہاں تک کہ آدم بیت اللہ کے پاس پہنچ گئے اور اس کا طواف کیا اور بعد میں آنے والے انبیاء بھی اس کا طواف کرتے رہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ذراع تک کم کر دیا گیا تو انہوں نے کہا اے میرے رب میں آپ کے گھر (جنت) میں آپ کا پڑوسی تھا آپ کے سوا میرا کوئی رب نہیں اور نہ آپ کے سوا کوئی میرا نگہبان ہے۔ میں جنت میں بلا تکلف بافراط کھاتا تھا اور جہاں چاہتا رہتا تھا اس کے بعد آپ نے مجھے ایک مقدس پہاڑ پر اتار دیا' جہاں سے میں فرشتوں کی آوازیں سنتا تھا اور انہیں آپ کے عرش کے گرد مصروف طواف دیکھتا تھا۔ میں جنت کی ہوا اور خوشبو بھی محسوس کرتا تھا پھر آپ نے مجھے زمین کی طرف اتار دیا اور میرا قد ساٹھ ذراع کر دیا' میری آواز اور نظر کی حد میں بھی کمی ہو گئی اور میں جنت کی خوشبو تک سونگھنے کے قابل نہ رہا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے آدم! میں نے تیری غلطی کی وجہ سے تیرے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔

پہلا لباس:

جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا کو برہنہ دیکھا تو ان کو حکم دیا کہ ایک دنبہ ذبح کریں جو کہ جنت سے نازل کردہ آٹھ قسم کے جانوروں میں سے ایک ہے۔ پس انہوں نے ایک دنبہ ذبح کیا اس کی اون لی اور حوا نے اسے کاتا اور دونوں نے مل کر کپڑا بنایا۔ اس سے آدم علیہ السلام نے اپنے لیے ایک جبہ تیار کیا اور حوا نے اپنے لیے ایک دوپٹہ اور چادر تیار کی دونوں نے یہ لباس پہنا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے عرش کے بالمقابل زمین میں ایک جگہ میری محترم ہے وہاں جاؤ اور اس جگہ میرا گھر تعمیر کرو پھر اس کا بھی طواف کیا جائے گا جس طرح تم نے فرشتوں کو میرے عرش کا طواف کرتے دیکھا ہے۔ اس گھر میں' میں تمہاری اور تمہاری اولاد کی بھی دعا قبول کروں گا بشرطیکہ وہ میری فرمانبرداری کا حق ادا کریں۔

کعبہ کی تعمیر کس پتھر سے ہوئی:

آدم علیہ السلام نے کہا' اے میرے رب! میں یہ کام کیسے سرانجام دے سکتا ہوں کیونکہ نہ میں اس جگہ سے واقف ہوں اور نہ ہی میں اتنا قوی ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا جو انہیں مغرب کی طرف لے گیا۔ آدم علیہ السلام کا جس کسی باغ پر سے گزر ہوتا

اور وہ انہیں اچھا لگتا تو وہ کہتے مجھے اسی جگہ چھوڑ دو مگر فرشتہ نے کہا' تمہاری جگہ آگے ہے۔ یہاں تک کہ وہ مکہ پہنچ گئے۔ راستہ میں جس جس مقام پر آدم ٹھہرے ان جگہوں پر آبادیاں بنتی چلی گئیں اور جس جس مقام کو چھوڑ دیا وہ سب جنگل و بیابان ہو گئے۔ پس آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر پانچ مقامات کے پتھروں سے کی۔

۱۔ طور سینا ۲۔ طور زیتون ۳۔ کوہ لبنان ۴۔ کوہ جودی اور ۵۔ بنیاد میں جبل حرا کا پتھر استعمال کیا۔ جب اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو وہ فرشتہ انہیں لے کر عرفات کی طرف گیا اور آدم علیہ السلام کو تمام مقامات حج دکھائے جہاں آج بھی لوگ مناسک حج ادا کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے چلے جائیں گے۔ اس کے بعد انہیں واپس مکہ لایا گیا پھر انہوں نے ایک ہفتہ تک بیت اللہ کا طواف کیا اور سرزمین ہند کی طرف لوٹ آئے اور ''بوذ'' نامی پہاڑ پر آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم سے بیان کیا کہ آدم علیہ السلام جس وقت اترے تو سرزمین ہند میں اترے تھے۔ انہوں نے وہاں سے پیدل چالیس حج کیے۔

میں نے عرض کیا اے ابوالحجاج! وہ سوار کیوں نہ ہوتے تھے۔

فرمایا کونسی چیز تھی جو انہیں اٹھا سکتی' اللہ کی قسم ان کا ایک قدم تین دن کی مسافت کو طے کرتا تھا اور ان کا سر آسمان کو چھوتا تھا۔ فرشتوں نے ان کی سانسوں کی شکایت کی۔ پس رحمان نے ان کا قد چالیس سال کی مسافت کے بقدر پست کر دیا۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ بیت اللہ کا حج کرو۔ آدم علیہ السلام اس وقت سرزمین ہند میں تھے۔ پس وہ ہند سے حج کے لیے آئے وہ جس جگہ بھی قدم رکھتے اس جگہ بستی بن جاتی اور جو جگہ ان کے قدموں کے درمیان خالی رہ گئی وہ بیابان ہو گئی یہاں تک کہ وہ بیت اللہ پہنچ گئے۔ پس انہوں نے طواف کیا اور تمام مناسک حج ادا کیے پھر سرزمین ہند کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا۔ پھر واپسی میں جب وہ عرفات کی تنگ گھاٹی میں پہنچے تو فرشتوں نے ان سے ملاقات کی اور کہا اے آدم! آپ کا حج کامل ومقبول ہے۔ یہ سن کر آپ حیران ہوئے کہ انہیں کیسے معلوم ہوا۔ فرشتوں نے ان کی حیرانگی اور تعجب کو محسوس کرتے ہوئے کہا کہ اے آدم! ہم نے اس گھر کا حج آپ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے کیا تھا یہ سن کر آدم اپنے آپ کو ان سے کمتر محسوس کرنے لگے۔

پاکیزہ اشیاء کیسے بنیں:

اس کے علاوہ ابن عمرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ آدم علیہ السلام جب زمین کی طرف اترے تھے تو ان کے سر پر جنتی درخت کے پتوں کا تاج تھا مگر زمین پر آتے آتے وہ خشک ہو گیا اور اس کے پتے گرنے لگے جس سے مختلف اقسام کی پاکیزہ اشیاء پیدا ہوئیں۔

جبکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ اصل میں اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن میں فرمایا کہ وہ جنت کے پتے اوپر لپیٹنا شروع ہو گئے۔ (سورۃ اعراف آیت ۲۲)

پس جب وہ پتے جن سے انہوں نے اپنا جسم لپیٹا ہوا تھا خشک ہو کر گرنے لگے تو ان سے مختلف اقسام کی پاکیزہ چیزیں اگیں۔

اور بعض کے بقول جب آدم علیہ السلام کو علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین کی طرف اتارے گا تو وہ جنت کے جس درخت کے پاس سے گزرتے اس کی ایک شاخ توڑ لیتے لہٰذا جب وہ زمین پر اترے تو یہ تمام شاخیں ان کے پاس تھیں۔ جب یہ شاخیں خشک ہو گئیں

تو ان کے لیے گرنے لگے اور پھر یہی پتے تمام پاکیزہ نباتات کی بنیاد بنے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کچھ ایسا ہی بیان فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے نکلے تو جس چیز کے پاس سے بھی گذرتے فرشتے ان کے ساتھ دل لگی کرتے اور ایک دوسرے کو کہتے کہ انہیں چھوڑ دو یہ جو چاہیں یہاں سے بطور زادراہ کھا نا لے لیں۔ پھر جب سرزمین ہند پر اترے اور یہ تمام پاکیزہ چیزیں جو ہند سے آتی ہیں یہ انہیں اشیاء سے وجود میں آتی تھیں جو آدم علیہ السلام جنت سے ہمراہ لائے تھے۔

ابولعالیہ سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے نکلے تو زن کے ساتھ جنت کے درخت کا عصا اور جنتی درختوں کے پتوں کا تاج تھا اور وہ سرزمین ہند میں اترے تھے پس ہند کی تمام پاکیزہ غذاؤں کی اصل جنتی ہیں۔

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے اترے تو ایک پہاڑ پر اترے تھے اور ان کے ساتھ جنتی درختوں کے پتے تھے جن کو آدم علیہ السلام نے اس پہاڑ پر بکھیر دیا جس پر آپ اترے تھے۔ پس تمام پاکیزہ غذاؤں کی اصل جنتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ہند میں ہر قسم کا پھل اور میوہ پیدا ہوتا ہے۔

قسامہ بن زہیر اشعریؒ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا تو انہیں توشہ کے طور پر جنت کے پھل عنایت فرمائے اور پھر ہر چیز انہیں بنانا سکھائی۔ پس تمہارے یہ پھل جنت کے پھلوں سے پیدا ہوئے فرق صرف اتنا ہے کہ (زمینی آب و ہوا اور تاثیر) یہ اپنی حالت تبدیل (خراب ہو جاتے) کر جاتے ہیں جب کہ جنت کے میوے گلتے سڑتے نہیں۔

زمین کی ابتدائی اشیاء:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے۔ تو ان کے ساتھ جنت کی ہوا تھی جس کا تعلق جنت کے درختوں اور وادیوں سے جڑا ہوا تھا۔ پس اس ہوا کی وجہ سے جنت کی خوشبو دنیا میں آتی تھی لہٰذا دنیا میں موجود خوشبو جنت کی ہوا کی وجہ سے ہے۔

☆ آدم علیہ السلام کے ساتھ حجر اسود بھی نازل ہوا جو اس وقت برف سے بھی زیادہ سفید تھا۔

☆ عصا موسوی جو جنت کے درخت ریحان کی لکڑی کا تھا اور اس کی لمبائی دس زراع تھی یعنی موسیٰ کے قد کے برابر۔

☆ درختوں سے نکلنے والا گوند۔ اس کے بعد لوہے کی سل' ہتھوڑا اور چمٹا نازل ہوا۔

جب آدم علیہ السلام پہاڑ پر اترے لوہے کی ایک بڑی شاخ دیکھی جو پہاڑ پر اُگی ہوئی تھی۔ جس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہتھوڑا اسی کی جنس سے ہے۔ پس وہ ہتھوڑے کے ساتھ اس شاخ کو توڑنا شروع ہوئے وہ شاخ (لوہے کی) بوسیدہ اور کمزور ہو چکی تو اس پر آگ روشن کی یہاں تک کہ وہ پگھل گئی اس کے بعد انہوں نے اس سے چھری بنائی جو کہ انسان کی صنعت کاری کا پہلا شاہکار ہے۔ اس چھری کے ساتھ وہ بہت سے کام کیا کرتے تھے پھر ایک تنور بنایا یہ وہی تنور ہے جو وراثت میں نوح علیہ السلام کو ملا تھا' اور ہند میں پانی عذاب کے وقت یہی تنور ابلا تھا۔ آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو اس وقت ان کا سر آسمان کو چھوتا تھا یہی وجہ ہے کہ آسمان کی رگڑ سے آدم علیہ السلام کی پیشانی کے بال گر گئے جس کے بعد آدم علیہ السلام کی اولاد بھی ننگی پیشانی کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ آدم علیہ السلام کے طویل القامت ہونے کی وجہ سے جنگل کے جانور ان سے بدکتے تھے اور آج تک انسان سے ڈرتے اور بدکتے اور وحشت کھاتے ہیں۔

آدم علیہ السلام جس پہاڑ پر اترے تھے اس پر کھڑے ہو کر فرشتوں کی آوازیں سنتے تھے اور جنت کی ہوا سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ پھر انہیں پست قامت (ساٹھ زراع) کر دیا گیا اور پھر وفات تک ان کا قد یہی رہا۔ آدم علیہ السلام کی اولاد میں آدم علیہ السلام جیسا حسن یوسف علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کو نہیں ملا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام زمین کی طرف اترے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیس قسم کے پھل انہیں توشہ (ٹفن) کے طور پر دیئے تھے جن میں سے دس چھلکے والے۔ دس گٹھلی والے اور دس ایسے جن کا نہ چھلکا نہ گٹھلی۔

چھلکے دار پھل:

۱۔اخروٹ ۲۔بادام ۳۔پستہ ۴۔ریٹھا ۵۔خشخاش ۶۔سیتا سپاری یا جفت بلوط ۷۔گول بلوط ۸۔کھجور (سیاہ چمکدار بغیر گٹھلی) ۹۔انار ۱۰۔کیلا۔

گٹھلی دار پھل:

۱۔آڑو ۲۔خوبانی ۳۔آلو بخارا ۴۔کھجور ۵۔غبیرا ۶۔بیر ۷۔شفتالو ۸۔عناب ۹۔گولر ۱۰۔شاہ لوج۔

چھلکے اور بغیر گٹھلی والے پھل:

۱۔سیب ۲۔بہی ۳۔ناشپاتی ۴۔انگور ۵۔شہتوت ۶۔انجیر ۷۔لیموں ۸۔خرنوب ۹۔ککڑی (کھیرا اور تر) ۱۰۔خربوزہ۔

جنت کی گندم:

کہا جاتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے آئے تو ان کے ساتھ گندم کی ایک تھیلی تھی بعض کہتے ہیں کہ گندم کی تھیلی جبریل علیہ السلام لائے تھے۔ جب آدم علیہ السلام کو بھوک لگی اور انہوں نے اپنے رب سے کھانا مانگا تو جبریل علیہ السلام نے اس تھیلی میں سے سات دانے نکال کر آدم علیہ السلام کی ہتھیلی پر رکھے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

جبریل علیہ السلام نے جواب دیا ''یہ وہی ہے جو آپ کے جنت سے اخراج کا سبب بنی'' ان دانوں میں سے ہر ایک دانہ کا وزن ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم کے برابر تھا۔

کھیتی:

آدم علیہ السلام نے کہا کہ ''میں ان دانوں کو کیا کروں''۔

جبریل علیہ السلام نے جواب دیا ''ان کو زمین میں پھیلا دو۔

تب آدم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک گھڑی میں اس کو اگا دیا اور کھیتی اگنے کا یہ طریقہ ان کی اولاد میں بھی جاری ہے۔

پھر جبریل علیہ السلام نے کہا ''فصل کو کاٹو'' پس انہوں نے اسے کاٹا۔ پھر کہا اس کو جمع کرو اور اپنے ہاتھوں سے رگڑو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر کہا پھونک مار کر اس کے بھوسے کو اڑا دو۔

آدم علیہ السلام نے پھونک مار کر اس کا بھوسہ اڑا دیا جس کے بعد صرف دانے باقی رہ گئے۔ پھر اس کے بعد وہ دونوں دو پتھروں

کے پاس آئے اور ایک کو دوسرے پر رکھا۔ آدم علیہ السلام نے ان دانوں کو پیسا' پھر حکم کے مطابق اس آٹے کو گوندھا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام ایک پتھر اور لوہا (توا) لائے آدم علیہ السلام نے ان دونوں کو رگڑا تو آگ نکلی پھر حکم کے مطابق روٹی بنائی۔ یہ آگ پر تیار ہونے والی سب سے پہلی روٹی تھی۔

اس سے برعکس ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ درخت جس سے آدم وحوا کو منع فرمایا گیا تھا وہ گندم کا درخت تھا جب دونوں نے اسے کھایا تو ان کی شرم گاہیں کھل گئیں اور وہ جلدی جلدی اپنے اوپر جنت کے درخت کے پتے ڈالنا شروع ہوئے اور وہ پتے انجیر کے درخت کے تھے جو ایک دوسرے کے ساتھ چپک جاتے تھے پس آدم علیہ السلام نے دوہرا ہو کر جنت میں بھاگنے لگے اور ایک درخت میں پناہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے ندا دی کیا تم مجھ سے بھاگتے ہو انہوں نے کہا نہیں اے میرے رب بلکہ میں آپ سے حیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ چیزیں جو میں نے تمہیں عطا کی تھیں اور تمہارے لیے مباح تھیں اور ان سے زیادہ نہ تھیں جن سے میں نے منع کیا تھا۔ آدم علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں اے میرے رب لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ کوئی آپ کا نام لے کر جھوٹ بولے گا۔ قرآن کریم میں اسی طرف اشارہ ہے:

﴿ وَ قَا سَمَهُمَا اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴾ (الاعراف آیت ۲۱)

''اور اس (شیطان) نے قسم کھا کر ان (دونوں) سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''مجھے میری عزت کی قسم میں تمہیں ضرور زمین کی طرف اتاروں گا جہاں تم زندگی بھر تلخیاں اور مشقتیں برداشت کرو گے۔ پھر انہیں زمین کی طرف اتار دیا گیا۔ اس سے قبل وہ جنت میں فراخی کے ساتھ کھاتے تھے مگر اب انہیں ایسی جگہ اتار دیا گیا جہاں کھانے پینے کی اشیاء کی فراخی نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں لوہے کی صنعت سکھائی اور کھیتی باڑی کا حکم دیا۔ انہوں نے زمین کو تیار کیا کھیت بویا پھر اسے سیراب کیا یہاں تک کہ اس کی فصل کٹنے کے وقت کو پہنچ گئی پھر بالترتیب اسے گاہا' چھانا' پیسا' گوندھا پھر روٹی بنائی اور تب کھائی اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے انہیں معلوم ہوا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کی طرف ایک سرخ بیل اتارا گیا جب وہ ان کے سامنے ظاہر ہوا تو اس وقت آدم اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے تھے۔ قرآن حکیم میں:

﴿ فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی ﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۷)

''ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ''۔

اس مشقت کی طرف اشارہ ہے جو کہ آدم دنیا میں اٹھاتے تھے۔

ہمارے نزدیک ابن عباس وسعید رضی اللہ عنہم کی روایات سے ثابت شدہ یہ قول ہے کہ جس میں مشقت کا ذکر ہے۔ ان کی صحت درست اور قرآن سے مشابہ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ان کے دشمن ابلیس کی بات ماننے سے منع فرمایا تھا اور کہا تھا کہ یہ تمہیں مشقت میں ڈال دے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَقُلْنَا یٰاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّکَ وَ لِزَوْجِکَ فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰی وَ اَنَّکَ لَا تَظْمَؤُ فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰی ﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۷ تا ۱۱۹)

''اور اس پر ہم نے کہا کہ دیکھو یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تمہیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو نہ پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ابلیس کی بات مانی تو مشقت اٹھانی پڑے گی اور مشقت کا مطلب ان تکالیف کا پہنچنا ہے۔ جو بھوک اور برہنگی کو ختم کرنے کے لیے انسان کو اٹھانا پڑتی ہے' مثلاً زمین میں ہل چلانا' بیج ڈالنا' آبپاشی کرنا اور اس کی مسلسل نگرانی کرنا۔ اولاد آدم علیہ السلام انہی مشقتوں کو جھیلتی ہے۔

اگر جبرئیل علیہ السلام ایسا غلہ لائے ہوں کہ جس کا بیج ڈالنے کے بعد وہ آناً فاناً کھیتی پک کر تیار ہو گئی جیسا کہ گذشتہ روایات میں گزرا ہے تو پھر مشقت تو نہ اٹھانا پڑی۔ جیسا کہ اللہ کا وعدہ ہے لہٰذا اس طرح سے وعدہ تو نہ پورا ہوا حالانکہ یہ ضرور پورا ہوگا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین چیزیں اہرن (نہائی) چمٹا' ہتھوڑا آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی نازل ہوئی تھیں۔ اور آدم کو اولاً ایک پہاڑ کی چوٹی پر اتارا گیا تھا۔ پھر پہاڑ کے دامن میں اتارا گیا اور زمین کے اوپر تمام مخلوقات جنات' چوپائے' پرندے وغیرہ کا بادشاہ بنا دیا۔ آدم علیہ السلام جب پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اترے تو اہل آسمان کا کلام مفقود اور فرشتوں کی آوازیں غائب ہو گئیں۔

پھر زمین کی وسعت کی طرف نظر ڈالی تو اس میں اپنے سوا کسی اور کو نہ پایا تو وحشت اور تنہائی محسوس کی اور کہنے لگے اے میرے رب کیا میرے علاوہ کوئی اور آپ کی زمین کو عبادت سے آباد کرنے والا نہ تھا۔

آدم کے استفہامیہ فقرہ کا جواب:

آدم علیہ السلام کو جب زمین کی طرف اتارا گیا اور انہوں نے اس کی وسعت کو دیکھا اور اپنے سوا کسی کو نہ پایا تو کہنے لگے اے میرے رب کیا میرے علاوہ کوئی اور اس زمین کو آباد کرنے والا نہیں ہے جو آپ کی تسبیح وحمد اور بزرگی بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میں جلد ہی اس میں تیری اولاد کو پیدا کروں گا جو میری تسبیح وحمد اور تقدیس بیان کیا کرے گی اور اس میں ایسے گھر بناؤں گا جن کو میری یاد کے لیے بلند کیا جائے گا ان گھروں سے میری صفات کی تسبیح پڑھی جائے گی اور میرے نام کا ذکر کیا جائے گا اور ان گھروں میں سے ایک گھر کو میں بزرگی کے ساتھ خاص کروں گا اور اپنے نام کے ساتھ اس کو فضیلت دوں گا اور اس کا نام بیت اللہ رکھوں گا اور اس پر اپنی صفت جمال کا عکس ڈالوں گا اور پھر میں اس گھر کے ساتھ ہی ہوں گا اور اس گھر کو قابل حرمت اور امن والا بناؤں گا۔ اس کی حرمت کی وجہ سے اس کے اردگرد اور اس کے نیچے اوپر کی جگہ بھی قابل احترام ہوگی۔ پس جس شخص نے اس کی حرمت کا خیال رکھا وہ میرے نزدیک قابل احترام ہوگا اور جس نے یہاں رہنے والوں کو ڈرایا تو اس نے گویا میری ذمہ داری اور امان میں خیانت کا مرتکب ہوا اور میری حرمت والی جگہ میں خونریزی کو جائز (مباح) جانا۔

میں اسے سب سے پہلا گھر بناؤں گا جو لوگوں (کی عبادت) کے لیے بنایا گیا ہو اور یہ گھر شہر مکہ کے وسط میں ہوگا جو کہ بابرکت شہر ہے اور اس کی طرف کمزور اونٹوں پر سوار ہو کر دور دراز مقامات سے بکھرے ہوئے بالوں والے خاک میں اٹے ہوئے لوگ آئیں گے جو لرزتے ہوئے تلبیہ پڑھ رہے ہوں گے' روتے ہوئے اور آنسو بہاتے ہوئے آ رہے ہوں گے۔ بلند آواز سے تکبیر کہہ رہے ہوں گے۔ پس جو شخص اس گھر کا ارادہ کرے اور مجھ سے ملاقات کے علاوہ اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو تو بالیقین وہ میرا

ملاقاتی ہے گویا کہ وہ میری زیارت کو آیا ہے وہ میرا مہمان بنا ہے۔ پس مجھ پر حق ہے کہ میں اپنے ملاقاتی اور مہمان کی عزت کروں اور ان کی ہر حاجت وضرورت کو پورا کروں۔

اے آدم! جب تک تم زندہ رہو گے اس وقت تک تم اس کو آباد کرو گے اس لیے تمہاری اولاد میں سے انبیاء امتیں اور قومیں ہر زمانہ میں اس کو آباد رکھیں گی۔

پس آدم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ بیت اللہ کی طرف آئیں جو ان کے لیے زمین پر اتارا گیا اور اس کا طواف کریں جس طرح انہوں نے فرشتوں کو عرش کے اردگرد طواف کرتے دیکھا۔ اس وقت بیت اللہ ایک یاقوت یا موتی کی طرح تھا۔

معمرؒ ابان سے روایت کرتے ہیں کہ بیت اللہ ایک یاقوت یا موتی کی شکل میں اتارا گیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کیا تو اس (بیت اللہ) کو آسمان پر اٹھالیا اور صرف اس کی بنیادیں باقی رہ گئیں' انہی بنیادوں پر اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے مطابق بیت اللہ کی تعمیر کی۔

آدم علیہ السلام جب زمین پر آئے تو بہت روئے اور اپنی خطا پر گریہ وزاری میں حد کردی اور اپنی غلطی پر بہت زیادہ نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی توبہ کی قبولیت کی درخواست کی اور خطا بخشی کی التجا کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت مبارکہ:

﴿ فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۳۷)

''اس وقت آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی' جس کو اس کے رب نے قبول کرلیا''۔

کی تفسیر میں مروی ہے آدم علیہ السلام نے عرض کیا' اے میرے رب! کیا آپ نے مجھے اپنے دست مبارک سے نہیں بنایا؟

فرمایا! کیوں نہیں۔

عرض کیا اے میرے رب! کیا آپ نے میرے اندر اپنی طرف سے روح نہیں پھونکی؟

فرمایا کیوں نہیں۔

عرض کیا' کیا آپ نے مجھے جنت میں ٹھکانہ عطا نہیں کیا تھا؟

فرمایا کیوں نہیں۔

عرض کیا' اے میرے رب! کیا آپ کی رحمت آپ کے غضب پر سبقت نہیں رکھتی؟

فرمایا کیوں نہیں۔

عرض کیا اے میرے رب! اگر میں توبہ کرلوں اور اپنی اصلاح کرلوں تو کیا آپ مجھے جنت کی طرف لوٹا دیں گے؟۔

فرمایا کیوں نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ'' فتلقی آدم من ربه کلمت فتاب علیه'' میں کلمات سے یہی کلمات مراد ہیں۔

قتادہؒ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب! آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں توبہ کرلوں اور اپنے احوال درست کرلوں؟۔

فرمایا اس وقت میں تجھے جنت میں لوٹا دوں گا۔

حسنؒ سے مروی ہے کہ آدم وحوا نے توبہ کے لیے یہ کلمات کہے:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳)

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا' اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے''۔

مجاہدؒ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ کلمات سے مراد یہ ہی کلمات ہیں جو اس آیت میں ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے اترے تو ان کے ساتھ حجرِ اسود بھی نازل ہوا اور وہ اس وقت برف سے زیادہ سفید تھا اور آدم وحوا فوت شدہ چیز یعنی جنت کی نعمتوں پر سو سال تک روتے رہے اور چالیس دن کچھ کھایا نہ پیا۔ چالیس دن گذرنے پر کھانا پینا شروع ہوئے وہ دونوں اس وقت ''بوز'' نامی پہاڑ پر تھے۔ مزید یہ کہ سو برس سے آدمؑ نے حوّا سے قربت نہ کی۔

ابو یحییٰ ؒ کہتے ہیں کہ ہم مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت مجاہدؒ نے مجھے (حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا تم اس کو دیکھ رہے ہو میں نے کہا کیا پتھر؟ انہوں نے کہا' کیا تم اسی طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا کیا یہ پتھر نہیں ہے؟۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم سے بیان کیا کہ بلاشبہ وہ سفید یاقوت ہے جو آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا تھا وہ اس کے ساتھ اپنے آنسو پونچھتے تھے جب وہ جنت سے نکلے تھے تو آنسو تھمتے ہی نہ تھے یہاں تک کہ وہ اس کی طرف دوبارہ لوٹ گئے اور یہ دورانیہ دو ہزار سال پر محیط ہے اور اس کے بعد ابلیس ان پر کسی بھی انداز میں حاوی نہ ہو سکا۔

میں نے پوچھا اے ابو الحجاج! پھر یہ سیاہ کیوں ہے؟

فرمایا: زمانہ جاہلیت میں حائضہ عورتیں اس کو چھوتی تھیں۔

پس آدمؑ سرزمین ہند سے نکلے اور ان کا ارادہ اس گھر (بیت اللہ) کی طرف جانے کا تھا جس کی طرف جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ آئے اس کا طواف کیا تمام ارکان حج کو بجالائے' میدان عرفات میں آدم وحوا کی ملاقات ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ پھر مزدلفہ میں حضرت آدم حوّا کے قریب ہوئے اور پھر حوا کو ساتھ لے کر ہی ہند کی طرف واپس ہوئے' ہند واپس آ کر انہوں نے ایک غار بنایا تاکہ اس میں رہائش اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا اس نے انہیں وہ چیز سکھائی جو ان کی ستر پوچھی اور لباس کی ضرورت پوری کرے جب کہ بعض کے بقول یہ لباس تو ان کی اولاد کا تھا اور خود ان کا لباس تو جنت کے وہی پتے تھے جو انہوں نے اپنے تن پر لپیٹے ہوئے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے وادی نعمان (عرفات) میں آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی اولاد نکال کر ان کے سامنے چیونٹیوں کی طرح پھیلا دیا اور ان سے عہد لیا اور ان کی ذات پر شہادت لی فرمایا:

﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ﴾

''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟''۔

سب نے جواب دیا: ''بلیٰ'' ''کیوں نہیں''۔

اس واقعہ کا قرآن مجید میں ان الفاظ میں ذکر ہے:

﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ﴾ (سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲)

''اور اے نبیؐ! لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا' کیا میں تمہارا' رب نہیں ہوں؟۔انہوں نے کہا ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے پیدا ہونے والی اولاد سے وادی نعمان (عرفات) میں عہد لیا۔

پس آدم علیہ السلام کی پشت سے ان تمام کو نکالا اور جن کو ان کی اولاد میں پیدا کرنا مقصود تھا ان کو اپنے سامنے چیونٹیوں کی مانند پھیلا دیا پھر ان کو اپنے سامنے کر کے کلام کیا اور پوچھا:"

﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْ بَلٰى الخ ﴾

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے رب نے آدم علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ پھیرا پس ہر ذی روح چیز جو کہ ان کی پشت سے قیامت تک پیدا کرنا مقصود تھی اس وادی نعمان میں نکل پڑی پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا اور انہوں ان کی اپنی جانوں پر گواہ بنایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک اور انداز میں بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو آسمان سے اتارا گیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ہر ذی روح چیز جو ان کی پشت سے قیامت تک پیدا کرنا مقصود تھی اس کو نکالا پھر پوچھا "الست بربکم" انہوں نے جواب دیا "بلیٰ'' پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی "و اذا خذ ربك الخ" پس قیامت تک ہونے والے واقعات کو قلم نے اسی دن لکھ لیا۔

ایک اور انداز میں انہی سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت سے ان کی اولاد کو مثل چیونٹیوں کے نکالا اور دو مٹھیاں بھریں۔ دائیں مٹھی والوں کو کہا کہ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل کیے جاؤ گے اور بائیں مٹھی والوں سے کہا کہ تم دوزخ میں داخل کیے جاؤ گے اور مجھے اس بات کی کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا ''واذا خذ ربک الخ'' تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر انؑ کی پشت پر دایاں ہاتھ پھیرا اور اس سے ان کی اولاد کو نکالا اور فرمایا کہ میں نے جنت کو ان کے لیے اور ان کو جنت کے حصول والے اعمال کرنے کے لیے بنایا ہے۔

دوبارہ آدم علیہ السلام کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی اولاد کو نکالا اور فرمایا کہ میں نے دوزخ کو ان کے لیے اور ان کو دوزخ حاصل کرنے والے اعمال کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔

ایک آدمی نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر عمل کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جنت کے لیے پیدا کرتا

ہے اور اس سے جنت کے حصول والے اعمال کرواتا ہے یہاں تک کہ وہ کسی جنت والے عمل پر ہی مر جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جب کسی کو دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے حصول دوزخ والے ہی اعمال کرواتا ہے یہاں تک کہ وہ دوزخ والے عمل پر ہی مرتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو مقام ''وحنا'' پر نکالا گیا تھا۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی آیت ''و اذ اخذ ربک الخ'' کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا اور مقام وحنا پر ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی پشت سے ہر ذی روح کو جو قیامت تک پیدا کرنا مقصود تھی نکالا اور پھر پوچھا ''الست بربکم'' تمام نے بیک آواز کہا (بلیٰ) پس اس دن سے ہی قلم نے قیامت تک ہونے والے تمام معاملات کو لکھ لیا۔

اور بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو ان کے جنت سے نکالے جانے کے بعد اور زمین پر اتارے جانے سے قبل آسمان پر ہی نکالا تھا۔ جیسا کہ حضرت سدیؒ سے اس آیت ''واذاخذ ربك الخ'' کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو جنت سے نکالا اور ابھی تک آسمان سے نہ اتارا تھا کہ ان کی پشت کے دائیں جانب اپنا ہاتھ پھیرا اور ان کی اولاد کو سفید چیونٹیوں کی طرح مثل موتیوں کے اتارا اور ان سے فرمایا کہ میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ پھر ان کی پشت کی بائیں جانب ہاتھ پھیرا اور ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی شکل میں اتارا' اور فرمایا کہ تم دوزخ میں داخل ہو جاؤں مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

سدیؒ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے کے جہاں الفاظ ہیں ان کا یہی مطلب ہے۔ پھر ان سے عہد لیا اور فرمایا ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' انہوں نے جواب دیا ''بلیٰ'' پس اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک جماعت کو اطاعت گزار بنایا اور وہ تقویٰ پر قائم رہی۔

ہابیل اور قابیل:

روئے زمین پر سب سے پہلا قتل قابیل بن آدم کے ہاتھوں سرزد ہوا کہ اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔ قابیل کے نام میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض ''قین'' بعض ''قابین'' یعنی ''قاین'' اور بعض ''قابیل'' کہتے ہیں۔

جس سبب سے ہابیل قتل ہوا اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ دونوں بھائیوں میں جھگڑے کی وجہ آدم کی ایک بیٹی سے نکاح تھا اور بعض فرماتے ہیں کہ قربانی کا قبول نہ ہونا اس کا سبب تھی جیسا کہ آئندہ آنے والی روایات سے یہ اختلاف واضح ہوتا ہے۔

اولاد آدم کے نکاح:

ابن عباس' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کے ہاں جو بھی لڑکا پیدا ہوتا اس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوتی پس وہ پہلے حمل سے پیدا ہونے والے بچوں کا دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے بچوں سے نکاح کر دیتے۔

یہاں تک کہ ان کے ہاں دو (دو حمل سے) بیٹے ہابیل اور قابیل پیدا ہوئے۔ قابیل کاشتکار اور ہابیل چرواہا تھا۔ قابیل بڑا تھا اور اس کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن انتہائی حسین وجمیل تھی ہابیل نے قانون کے مطابق قابیل کی بہن سے نکاح کرنا چاہا مگر قابیل نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی' تیرے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے زیادہ حسین وجمیل ہے لہٰذا

اس سے نکاح کرنے کا میں زیادہ مستحق اپنے آپ کو سمجھتا ہوں۔ ان دونوں کے باپ آدمؑ نے بھی قابیل کو حکم دیا کہ وہ قانون شکنی نہ کرے مگر قابیل نے انکار کر دیا جس کی وجہ سے ایک جھگڑے کی صورت پیدا ہو گئی۔ فیصلہ کے لیے دونوں نے اللہ کے حضور قربانی پیش کی تا کہ فیصلہ ہو جائے کہ اس حسین وجمیل لڑکی کا خاوند بننے کا کون حق دار ہے آدم علیہ السلام قربانی کے دن وہاں موجود نہ تھے بلکہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا:

اے آدم! کیا تم جانتے ہو کہ میرا ایک گھر زمین میں ہے۔

انہوں نے جواب دیا' اے اللہ! نہیں۔

فرمایا'' میرا گھر مکہ کی سرزمین پر واقع ہے تم وہاں جاؤ۔

اس کے بعد آدمؑ نے آسمان سے مخاطب ہو کر کہا'' تم میرے بعد میری اولاد اور اہل خانہ کی امانت داری کے ساتھ حفاظت کرنا۔ مگر آسمان نے یہ ذمہ داری لینے سے انکار کر دیا اس کے بعد آپ نے زمین سے کہا مگر اس نے بھی انکار کر دیا۔ پھر پہاڑوں سے کہا' انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ پھر قابیل کو کہا' اس نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور کہا'' آپ تشریف لے جائیں' واپس لوٹیں گے تو آپ اپنے اہل خانہ کو اس حالت میں پائیں گے جو آپ کو خوش کر دے۔ پس آدم علیہ السلام چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد قربانی کا واقعہ ہوا۔

قابیل نے فخریہ انداز میں کہنا شروع کیا کہ اس لڑکی کا میں زیادہ حق دار ہوں اس لیے کہ یہ میری بہن ہے اور تجھ سے بڑا بھی ہوں اور اپنے والد کا جانشین بھی۔ جب دونوں نے قربانی کی تو ہابیل نے ایک صحت مند جانور اور قابیل نے غلہ کا ایک ڈھیر قربانی کے طور پر پیش کیا اس کے بعد زمین میں اناج کا ایک بڑا ڈھیر پایا اسے صاف کر کے اس میں سے کھایا۔

جب آگ آئی تو اس نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا جس کی وجہ سے قابیل سخت غصہ میں آ گیا اور کہا کہ میں ضرور تمہیں قتل کر دوں گا تا کہ تو میری بہن سے نکاح نہ کر پائے۔ ہابیل نے جواب میں کہا کہ:

ترجمہ: ''اللہ تو متقیوں کی ہی کی نذریں قبول کرتا ہے اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے۔ ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے''۔ (سورۃ المائدہ آیت ۲۷-۲۹)

پس قابیل کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر لیا اور وہ اس کو قتل کرنے کے لیے تلاش کرتا رہا۔ ہابیل پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چراتا تھا پس ایک دن وہ تلاش کرتے کرتے اس کے پاس جا پہنچا بکریاں گھاس چر رہی تھیں اور ہابیل پاس سویا ہوا تھا قابیل نے ایک بڑا پتھر اٹھایا اور اس کا سر کچل دیا۔ ہابیل مر گیا اور قابیل نے اس کو ویسے ہی بے گور وکفن چھوڑ دیا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب اس کا کیا کرے؟ پس اللہ تعالیٰ نے دو کوے جو آپس میں بھائی تھے ان کو بھیجا' انہوں نے آپس میں لڑائی کی اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ پس قاتل کوے نے مقتول کوے کے لیے زمین میں گڑھا کھودا اور اس میں ڈال کر مٹی سے دبا دیا' جب قابیل نے یہ منظر دیکھا تو کہا ہائے میں اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس طرح اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا قرآن مجید میں یہ واقعہ کچھ اس طرح مذکور ہے:

ترجمہ ''پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ یہ دیکھ کر وہ بولا ''افسوس مجھ پر! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا'' اس کے بعد وہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا''۔ (سورۃ المائدہ آیت ۳۱)

7

آدم علیہ السلام واپس لوٹے تو اپنے بیٹے کو اس حال میں پایا کہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ قرآن کریم اس واقعہ کی اس طرح اطلاع دیتا ہے:

ترجمہ ''ہم نے (آدم علیہ السلام) اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے' مگر انسان نے اسے اٹھالیا' بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے''۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۷۲)

یعنی قابیل نے آدم علیہ السلام کی امانت کو اٹھا لیا لیکن پھر وہ ان کے اہل خانہ کی حفاظت نہ کر سکا بلکہ قتل کا ارتکاب کر بیٹھا اور بعض کہتے ہیں کہ حوا کے بطن سے آدم علیہ السلام کے ہاں ہر مرتبہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی جڑواں پیدا ہوتی تھی جب لڑکا بلوغت کی عمر کو پہنچ جاتا تو اس کا نکاح اس لڑکی سے کر دیا جاتا جو اس کے ساتھ پیدا نہ ہوئی تھی بلکہ کسی اور حمل سے تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کچھ یوں ہے:

عبداللہ بن عثمانؒ کہتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمی کرنے کے لیے آ رہا تھا اور وہ میرے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ جب ہم ''سمرۃ الصوف'' نامی جگہ پہنچے تو وہ کھڑے ہو گئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے روایت بیان کرنے لگے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عورت کو اپنے جڑواں بچوں کا باہم نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا تھا بلکہ دوسرے حمل کے ساتھ جوڑا بنا کر نکاح کیا جاتا تھا۔ حوا کے بطن سے ہر حمل میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوتے تھے۔ پس آدم علیہ السلام کے ہاں ایک خوبصورت اور ایک بدصورت لڑکی الگ الگ حمل سے پیدا ہوئی۔ بدصورت لڑکی کا جڑواں بھائی خوبصورت بہن کے جڑواں بھائی سے کہنے لگا تم اپنی بہن کا نکاح میرے ساتھ کر دو اور میں اپنی بہن کا نکاح تیرے ساتھ کر دوں گا اس نے کہا نہیں بلکہ میں اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کا خود کو حقدار اور اہل اور مستحق گردانتا ہوں۔

پس دونوں نے قربانی کی دنبہ قربان کرنے والے کی قربانی قبول ہو گئی اور اناج کا ڈھیر پیش کرنے والے کی قربانی رد ہو گئی پس اناج کے ڈھیر والے نے دنبے والے کو قتل کر دیا اور قربانی کا دنبہ مسلسل اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ رہا یہاں تک کہ اسحاق کے فدیہ کے طور پر اسے جنت میں بھیج دیا گیا اور کوہ صفا پر شبیر میں سمرۃ الصوف نامی جگہ پر اسے ذبح کر دیا گیا۔ یہ جگہ رمی کرتے وقت تمہارے دائیں جانب پڑتی ہے۔

ابن اسحاقؒ بعض اہل کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ آدم نے جنت میں خطا واقع ہونے سے قبل حضرت حوا سے قربت فرمائی پس وہ حاملہ ہو گئیں۔ بوقت زچگی انہوں نے کسی بھی قسم کی تکلیف نہ اٹھائی نہ درد اور کمزوری محسوس کی اور نہ ہی کچھ کھانے کی خواہش ظاہر کی اور نہ ہی بوقت ولادت کسی قسم کا خون دیکھا اس لیے کہ جنت انتہائی پاکیزہ جگہ ہے اس حمل کی ولادت سے قین (قابیل) اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئیں۔ پھر جب ممنوعہ درخت کا پھل کھایا اور خطا کا ارتکاب ہو گیا اور وہ دونوں زمین کی طرف اتار دیئے گئے تو یہاں آ کر آدم وحوا کی قربت ہوئی تو اس حمل کی زچگی کے وقت انہوں نے تکلیف' درد' کمزوری محسوس کی اور خون بھی دیکھا اور

نقاہت کے سبب غشی کی کیفیت آ گئی اس حمل سے ہابیل اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی۔

حضرت حوا جب بھی حاملہ ہوتیں تو دو جڑواں بھائی بہن کے ساتھ حاملہ ہوتیں۔ آدم کے چالیس بچے ان کے پہلو سے بیس مرتبہ کے حمل سے پیدا ہوئے اور ان میں سے کوئی بھی لڑکا اپنی جڑواں بہن کے علاوہ جس بہن سے چاہتا نکاح کرتا تھا اس زمانہ میں جڑواں بہن کے علاوہ سب بہنیں حلال تھیں۔ اس لیے کہ اس زمانہ میں اپنی ماں اور بہنوں کے علاوہ اور کوئی عورت نہ تھی ہذا نسل انسانی میں اضافہ کی غرض سے اس بات کی اجازت دی گئی۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت میں اہل کتاب کے علماء سے نقل کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے قین کو حکم دیا کہ وہ اپنی جڑواں بہن کا نکاح ہابیل سے کر دے اور ہابیل کو حکم دیا کہ وہ اپنی جڑواں بہن کا نکاح قابیل سے کر دے۔ ہابیل نے بات مان لی مگر قابیل نے انکار کر دیا اور ہابیل کی بہن سے نکاح کو ناپسند کیا اور اپنی جڑواں بہن کی طرف رغبت ظاہر کی اور کہا کہ ہمارا تخم جنت سے ہے اور ان کا تخم زمینی ہے اس لیے میں اپنی جڑواں بہن کے ساتھ شادی کا جائز حقدار ہوں نیز یہ کہ قابیل کی بہن نہایت حسین وجمیل تھی جس کی وجہ سے وہ اس پر مرمٹا اور اس کے نفس نے اسے اس بات پر پختہ کر دیا۔

ان کے باپ آدم علیہ السلام نے کہا اے بیٹے یہ تیرے لیے حلال نہیں لیکن اس نے اپنے باپ کی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا پھر آدم نے کہا تم بھی قربانی کرو اور تمہارا بھائی ہابیل بھی قربانی کرے گا جس کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول کی وہ اس کا مستحق ہوگا۔

قین زراعت پیشہ تھا اور ہابیل بکریاں چراتا تھا سو قین نے قربانی کے لیے گندم پیش کی اور ہابیل نے اپنی تندرست اور توانا بکریوں میں سے ایک بکری قربان کی اور بعض کے قول کے مطابق ایک گائے قربان کی۔ اللہ تعالیٰ نے سفید آگ بھیجی جس نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک جانور کی ہی قربانی کی جاتی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی قبول فرمالی اور وہ اس فیصلہ میں قین (قابیل) کی بہن کا حقدار بن گیا جس پر قابیل انتہائی غضب ناک ہو گیا اس پر تکبر و بڑائی چھا گئی اور شیطان نے اسے مکمل طور سے مغلوب کر لیا۔ پس اس نے اپنے بھائی ہابیل کا پیچھا کیا وہ اس وقت اپنے ریوڑ میں تھا قابیل نے وہاں پہنچ کر اسے قتل کر ڈالا یہ ہی وہ قصہ ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے ذریعہ اپنے پیارے نبی محمد ﷺ کو دی ہے۔ ملاحظہ کریں (سورۃ المائدہ آیت ۲۷۔۳۱)

قتل کے بعد وہ اس کو ہاتھوں میں اٹھائے پھرا اور جان نہ سکا کہ وہ اس کو کیسے چھپائے اس لیے یہ بنی آدم علیہ السلام کا سب سے پہلا مقتول تھا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ قین (قابیل) کو دکھلائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے اسے دیکھ کر وہ کہنے لگا اوہ! میں تو اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوا کہ میں اپنے بھائی کی لاش کو کوے کی طرح چھپا دیتا۔

اہل تورات کہتے ہیں کہ جس وقت قین (قابیل) نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا بھائی ہابیل کہاں ہے؟

اس نے کہا: میں نہیں جانتا اس لیے کہ میں اس پر محافظ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے بھائی کے خون نے مجھے زمین سے پکارا ہے لہٰذا اب تو ملعون ہے۔ اس زمین میں جس کا منہ تیرے بیے

میں نے کھول رکھا تھا تیرے ہاتھ اپنے بھائی کے خون سے آلودہ ہیں جب تو نے یہ کام زمین میں کیا تو اب میں تیرے لیے اپنی کھیتی نہیں اگائے گی اور اب تو زمین میں گھبرایا ہوا پھرے گا۔ قین نے کہا: میری خطا آپ کی مغفرت سے بڑھ گئی؟

آج آپ نے مجھے زمین سے نکال دیا (یعنی اس کے منافع سے محروم کر دیا) اور میں اس میں دہشت زدہ اور گھبرایا ہوا بن کر رہوں گا پس جو شخص مجھ سے ملے گا مجھے قتل کر ڈالے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس طرح نہیں ہوگا کہ جو شخص زمین میں قتل کرے تو اس کے ایک قتل کے بدلے سات قتل کا بوجھ اس پر ڈالا جائے گا لیکن جو تیرے طریقہ پر قتل کرے گا اس کا قتل سات قتل کے برابر شمار ہوگا اللہ تعالیٰ نے قین (قابیل) میں ایک نشانی مقرر فرما دی تا کہ جو اسے پائے قتل نہ کر سکے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ قتل کا سبب یہ تھا کہ ان کو قربانی کے ساتھ اپنا تقرب حاصل کرنے کا حکم دیا تھا اور جب انہوں نے قربانی کی تو ایک قربانی قبول کر لی اور دوسرے کی رد کر دی۔ پس جس کی قربانی رد کی گئی اس نے اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کر دی۔ یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔

عبداللہؓ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹے جنہوں نے قربانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی تھی ان میں سے ایک کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور دوسرے کی رد کر دی۔ ان میں سے ایک بڑا کاشتکار تھا اور دوسرا چرواہا۔ دونوں کو قربانی کا حکم دیا گیا تھا آدم کا جو بیٹا (ہابیل) بکریاں چراتا تھا اس نے ایک عمدہ' تندرست' خوبصورت اور اپنی پسندیدہ ترین بکری کی قربانی کی اور جو بیٹا کاشتکار تھا اس نے بیکار بدہضم اور اپنے بدترین ناپسندیدہ اناج کی نذر پیش کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے بکری والے کی قربانی قبول فرمائی اور اناج والے کی رد کر دی۔ ان دونوں کا قصہ قرآن کریم میں موجود ہے اور اللہ کی قسم مقتول بھائی دو آدمیوں سے بھی زیادہ قوی تھا۔ لیکن اس نے گناہ سے بچنے کے لیے اپنے بھائی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں بھائیوں کی دولت کا یہ حال تھا ان میں سے کوئی بھی ایسا مسکین نہ تھا کہ جس کو خیرات دی جا سکتی قربانی صرف تقرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ تھا۔ اسی طرح بیٹھے بیٹھے ان کے دل میں آئی اور انہوں نے آپس میں کہا کہ کاش ہم قربانی کے ذریعہ تقرب الٰہی حاصل کر لیتے۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ آدمی جب تقرب کے طور پر قربانی کرتا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا تو اس پر آگ بھیج دیتا جو اس کی قربانی کو کھا جاتی اور اگر اللہ راضی نہ ہوتا تو آگ بجھ جاتی۔ پس ان دونوں نے قربانی کی ان میں سے ایک چرواہا تھا اور دوسرا کاشت کار۔ چرواہے نے اپنی بکریوں میں سے عمدہ تندرست بکری قربانی کے طور پر پیش کی اور کاشتکار نے کچھ اناج بطور نذر پیش کیا سو آگ ان دونوں کے درمیان اتری لیکن بکری کو کھا گئی اور اناج کو چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر ایک دوسرے کو کہنے لگا۔

کیا تم لوگوں کے درمیان اس طرح چلو پھرو گے حالانکہ لوگ نہیں جانتے کی تیری قربانی قبول ہوئی اور میری مردود اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا اور لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے کہ ایک بہتر ہے اور ایک کمتر۔ بلکہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔

دوسرے بھائی نے یہ سن کر کہا: اس میں میرا کچھ قصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نذر قبول کرتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں۔

بعض اہل قلم کا کہنا ہے کہ یہ دو آدمیوں کی قربانی کا قصہ جو درج بالا روایات میں بیان ہوا ہے۔ آدم کے عہد میں نہیں ہوا بلکہ یہ دونوں

آدمی بنی اسرائیل میں سے تھے۔ اور یہ آدم کے بہت بعد کا واقعہ ہے اور انہوں نے بھی یہ ہی کہا کہ سب سے پہلا آدمی جس کا زمین میں انتقال ہوا وہ آدم تھے۔ جیسا کہ حسن کی روایت سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ ﴾ (سورۃ المائدہ آیت ۲۷ ت ۳۱)

میں جس دو افراد کا ذکر فرمایا ہے یہ دونوں بنی اسرائیل میں سے تھے۔ آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے نہ تھے اور اس قربانی کا قصہ بنی اسرائیل کے زمانہ میں پیش آیا تھا اور آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان تھے جن کا زمین پر انتقال ہوا۔

بعض فرماتے ہیں کہ آدم و حوا کے زمین پر اترنے کے سو سال کے بعد آدم نے حوا سے قربت فرمائی پس اس حمل سے ان کا بیٹا قابیل اور اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی۔ جب یہ دونوں جوان ہوئے تو آدم علیہ السلام نے قابیل کی جڑواں بہن کا نکاح ہابیل کے ساتھ کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن قابیل اس بات سے انکاری ہوا لہٰذا دونوں نے قربانی کے ذریعہ بارگاہ خداوندی سے اجازت طلب فرمائی سو ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی اور قابیل کی رد۔ اس بنا پر قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے حسد کیا اور اسے کوہ حرا کی گھاٹی میں قتل کر ڈالا پھر قابیل پہاڑ سے اتر کر اپنی جڑواں بہن قلیما کو لے کر سرزمین یمن کی طرف بھاگ گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو اپنی بہن قلیما کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر بوز نامی پہاڑ سے اتر کر حضیض کے مقام کی طرف بھاگ گیا۔

آدم علیہ السلام نے اس سے فرمایا تھا تو جا' لیکن تو مسلسل خوفزدہ ہی رہے گا اور جس کو بھی تو دیکھے گا اسی سے تو جان کا خطرہ محسوس کرے گا پس اس کی اولاد میں سے جو بھی اس پر گزرتا وہ اس پر پتھر برساتا۔ قابیل کا ایک لڑکا نابینا تھا اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ قابیل کے پوتے نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ آپ کا والد قابیل ہیں۔ یہ سن کر اس نابینا نے پتھر اٹھایا اور اپنے باپ کو مار کر قتل کر دیا۔ قابیل کے پوتے نے اپنے باپ سے کہا اے ابا جان! آپ نے تو اپنے باپ (دادا) کو قتل کر دیا۔

نابینا نے ہاتھ بلند کیے اور اپنے بیٹے کو زوردار تھپڑ رسید کیا جس کی وجہ سے وہ بھی مر گیا اس کے بعد نابینا نے کہا ہائے میری ہلاکت و بربادی کہ میں نے اپنے باپ کو پتھر سے اور اپنے بیٹے کو تھپڑ سے قتل کر دیا۔

تورات میں ہے کہ قتل کے وقت ہابیل کی عمر بیس سال اور قابیل کی عمر پچیس سال تھی۔

حسنؒ کی روایت پر ہماری رائے یہ ہے کہ

ہمارے نزدیک درست وارجح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آدم علیہ السلام کے جن دو بیٹوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا یہ دونوں آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی نفس کو ظلم سے قتل کیا جاتا ہے تو اس کا گناہ آدم کے پہلے بیٹے پر ہوتا ہے اس لیے کہ اس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ رائج کیا تھا۔ اس روایت سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن کریم میں آدم علیہ السلام کے جن دو بیٹوں کا ذکر آیا ہے اس سے مراد ان کے صلبی بیٹے ہی ہیں۔ اگر یہ دونوں بنی اسرائیل سے ہوتے تو جیسا کہ حسن کی روایت میں ہے تو ان کے بارے میں یہ نہ کہا جاتا کہ اپنے بھائی کو قتل کرنے والا سب سے پہلا شخص وہی ہے جس نے قتل کا طریقہ رائج کیا کیونکہ ایک دوسرے کو قتل کرنے کا طریقہ دنیا میں بنی اسرائیل

سے پہلے بھی مروج تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ گویہ ثابت ہو گیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہ تھے تو اس پر کیا دلیل ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے؟۔

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ان دونوں کے بنی اسرائیل میں سے ہونے کا قول باطل ہونے کے بعد علمائے امت میں سے اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں اجماع امت ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ آدم کے صلبی بیٹے تھے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو آدم بہت روئے اور یہ اشعار پڑھے:

☆ شہر اوران کے رہنے والوں کی حالت تبدیل ہو گئی۔

☆ سطح زمین بھی غبار آلود اور بے حقیقت ہو گئی۔

☆ یہ ذائقہ دار اور رنگ دار چیز کا ذائقہ اور رنگ بدل گیا۔

☆ اور حسین چہروں کی تروتازگی ماند پڑ گئی۔

آدم علیہ السلام کو اس کا جواب ان اشعار کے ساتھ دیا گیا:

''اے ہابیل کے باپ یقیناً وہ دونوں ہی قتل ہو گئے اور زندہ بھی مثل مردہ کے ہو گیا۔ وہ خوفزدہ حالت میں برائی کا مرتکب ہوا جس کی وجہ سے وہ ہر سو چیختا چنگاڑتا پھرتا ہے''۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ حوا کے بطن سے آدم کی ایک سو بیس اولادیں ہوئیں اور ہر حمل سے ایک جوڑا پیدا ہوتا تھا۔ پہلوٹھی کے بچے قابیل اور اس کی بہن قلیما اور سب سے آخر میں عبد المغیث اور اس کی جڑواں بہن امتہ المغیث پیدا ہوئے۔

لیکن ابن اسحاق کی روایت جو اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ ان کی کل اولاد چالیس تھی اور یہ بیس حمل سے پیدا ہوئی تھی نیز ابن اسحاق نے یہ بھی کہا کہ ان میں سے بعض کے نام ہم تک پہنچے اور بعض کے نہیں جن کے نام ہم تک پہنچے وہ پندرہ مرد اور چار عورتیں ہیں۔

آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے نام:

۱۔قین ۲۔ہابیل ۳۔شیث ۴۔اباد ۵۔بالغ ۶۔اثاثی ۷۔توبہ ۸۔بنان ۹۔شبوبہ ۱۰۔حیان ۱۱۔ضرابیس ۱۲۔ہذر ۱۳۔یحود ۱۴۔سندل ۱۵۔بارق۔

آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے نام:

۱۔قیبا ۲۔لیوذا ۳۔اشوث ۴۔حزورتہ۔

جیومرت کون تھا؟:

اکثر علمائے فارس کا کہنا ہے کہ جیومرت' آدم علیہ السلام ہی ہیں جب کہ بعض کا کہنا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کے حوا سے صلبی بیٹے ہیں۔ جیومرت کے بارے میں اس کے علاوہ بھی متعدد اقوال ہیں۔ اگر ان سب کا ذکر کیا جائے تو کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جائے گی

اس کے علاوہ ہمارا مقصود اس کتاب میں انبیاء اور سلاطین کا بھی ذکر ہے۔ اس لیے ہم نے ان کا ذکر ترک کر دیا۔ البتہ جہاں کسی بادشاہ کا نسب نامہ اور اس میں اختلاف کرنا ضروری ہوگا تو بقدر ضرورت اسے بھی بیان کر دیا جائے گا۔

علمائے فارس کی ایک جماعت نے ان حضرات کی آدم علیہ السلام کے نام میں موافقت اور ذات وصفات کی تعیین میں مخالفت کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ آدم علیہ السلام اصل میں جامر (حام) بن یافث بن نوح ہیں۔

یہ عمر رسیدہ سردار تھے ابتداء میں اُنہوں نے ''دبناوند'' پہاڑ پر نزول فرمایا جو کہ ارض مشرق میں طبرستان کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ملک فارس پر بھی قابض ہو گئے پھر ان کی اور ان کی اولاد کی حکومت بڑھتی ہی چلی گئی یہاں تک کہ یہ شہر بابل کے بھی مالک ہو گئے اور کچھ زمانہ تک پوری زمین کے بھی حکمران رہے۔

جیومرت نے اپنے مقبوضہ علاقوں میں بڑی شان وشوکت اور قوت حاصل کی' شہر اور بستیاں آباد کیں۔ قلعے تعمیر کیے۔ اسلحہ اور ہتھیار تیار کیے اور جنگی گھوڑوں کے اصطبل قائم کیے لیکن آخری عمر میں اس کے مزاج میں ظلم وجبر کی آمیزش ہو گئی تھی۔ انہیں آدم کے نام سے پکارا جانے لگا اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ جس نے مجھے اس نام کے علاوہ کسی اور نام سے پکارا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ انہوں نے تیس عورتوں سے نکاح کیے اس وجہ سے ان کی نسل بہت پھیلی۔ آخری عمر میں ماری نام کا بیٹا اور ماریہ نام کی بیٹی پیدا ہوئی جن کی پیدائش کی جیومرت کو بہت خوشی ہوئی اور اپنی جانشینی میں انہی کو اس نے مقدم رکھا یہی وجہ ہے کہ ملک فارس کے تمام بادشاہ ان کی نسل سے ہوئے۔

اس مقام پر جیومرت کا صرف اتنا تذکرہ کافی ہے جتنا کہ ہم نے کیا۔ جیومرت کے ابوالفارس ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ابوالبشر آدم ہیں یا کوئی اور؟ جیسا کہ ہم نے اس اختلاف کا پہلے تذکرہ کر دیا ہے اور یہ بات بھی گذر چکی ہے کہ جیومرت اور ان کی اولاد میں مسلسل حکومت اور بادشاہت جاری رہی یہاں تک کہ اس کی اولاد میں آخری بادشاہ یزدگر بن شہریار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں مرد مقام پر واصل جہنم ہوا۔

لہٰذا گزری ہوئی تاریخ اہل فارس کے بادشاہوں کے زمانہ کے اعتبار سے بیان کرنا زیادہ سہل اور واضح ہے اس لیے کہ جو قومیں اپنے آپ کو آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتی ہیں ان میں سے کوئی بھی قوم ایسی نہیں جس کے پاس حکومت وسلطنت دائمی رہی ہو ان کے بادشاہوں کے زمانوں میں اتصال رہا ہو۔ ان سلاطین نے اپنی قوم کو جمع کیا ہو یا حملہ آور قوم سے ان کا تحفظ کیا اور ان کے مقابلے پر غالب آئے نیز مظلوموں کا ظالموں سے تحفظ کیا اور ان کے مقابلے پر غالب آئے۔ پھر ان کی سلطنت واقتدار کا کوئی ایسا مستقل ومتصل نظام نہیں دیکھا کہ بعد والے اگلوں سے اس کو میراث کے طور پر لے لیں اور اس کے اعزاز کی حفاظت کریں ہذا سلاطین فارس کے اعتبار سے بیان کرنا ناگزیر ہے۔

روئے زمین پر سب سے پہلی وفات:

اس سے پہلے یہ قول گزرا کہ زمین میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا اور قرآن کریم میں (سورۃ المائدہ کی آیت ۲۷۔۳۱) کے مطابق۔

آدم علیہ السلام کے جن دو بیٹوں اور ان میں سے ایک کے مقتول ہونے کا ذکر ہے وہ آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے نہ تھے بلکہ یہ قوم بنی

اسرائیل میں سے تھے لہٰذا پہلی وفات زمین پر آدم علیہ السلام کی ہوئی تھی۔

مگر ہم دلائل سے اس قول کو غلط ثابت کریں گے اور بتائیں گے کہ زمین پر آدم علیہ السلام سے پہلے بھی وفات ہوئی تھی۔

سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت حوا کا کوئی فرزند زندہ نہ رہتا تھا انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کا بیٹا زندہ رہا تو اس کا نام عبدالحارث رکھیں گے پس ان کا بیٹا ہوا اور زندہ رہا تو اس کا نام انہوں نے عبدالحارث رکھا اور یہ اصل میں القائے شیطانی کی وجہ سے تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت حوا سے آدم علیہ السلام کے جو اولاد ہوتی تو انہیں اللہ تعالیٰ کا عبد قرار دیا جاتا' اور ان کے نام عبداللہ' عبیداللہ وغیرہ رکھے جاتے لیکن ان کی بہت جلد وفات ہو جاتی۔ ابلیس لعین ان دونوں کے پاس آیا اور کہا کہ اگر تم ان بچوں کے نام اس کے علاوہ رکھو جو کہ اب رکھتے ہو تو یہ زندہ رہیں گے اس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام آدم وحوا نے عبدالحارث رکھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ترجمہ ''وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ اس کے پاس سکون حاصل کرے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اسے ایک خفیف سا حمل رہ گیا جسے لیے لیے وہ چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں نے مل کر اللہ' اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم تیرے شکرگزار ہوں گے۔ مگر جب اللہ نے ان کو ایک صحیح وسالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی بخشش وعنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے''۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۸۹۔۱۹۰)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ حضرت حوا جب پہلے بیٹے کے ساتھ حاملہ ہوئیں اور انہوں نے بوجھ محسوس کیا۔ ابلیس لعین ان کے پاس آیا اور کہنے لگا اے حوا! تمہارے پیٹ میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے کیا معلوم کون ہے؟

اس نے پوچھا: یہ کہاں سے نکلے گا؟ ناک سے یا کان سے؟

انہوں نے کہا میں نہیں جانتی۔

ابلیس لعین نے کہا: اگر یہ صحیح سلامت نکل آیا تو کیا تم میری بات مانو گی اور جو میں کہوں گا اس پر عمل کرو گی۔

حوا نے حامی بھر لی۔

ابلیس نے کہا کہ اس کا نام عبدالحارث رکھنا (ابلیس لعین کا اصل نام حارث تھا)

حوا نے کہا ٹھیک ہے اس کے بعد انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا کہ میرے خواب میں کوئی آیا اور اس نے اس طرح کی باتیں کہیں۔

آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا تم اس سے بچ کر رہنا یہ ہمارا دشمن ہے جس نے ہمیں جنت سے نکلوایا تھا۔ پھر حضرت حوا کے پاس شیطان دوبارہ آیا اور اس نے اسی بات کا اعادہ کیا۔ حضرت حوا نے حامی بھر لی۔ لہٰذا جب وضع حمل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے سلامتی کے ساتھ بچے کو پیٹ سے نکال دیا تو حضرت حوّا نے وعدہ کے مطابق بچے کا نام عبدالحارث کو دیا۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۸۹' ۹۰ میں اسی کا ذکر ہے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آدم علیہ السلام نے شرک کیا تھا فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں ان کے متعلق شرک کا دعویٰ کروں۔ البتہ حوا نے جب حمل کا بوجھ محسوس کیا تو ان کے پاس ابلیس لعین آیا اور کہا کہ یہ کہاں سے نکلے گا' تمہاری آنکھ' ناک یا منہ سے' شیطان نے انہیں بہت مایوسی میں مبتلا کر دیا اور کہا کہ اگر یہ صحیح سلامت نکل آئے تو کیا تم میری بات مانو گی۔

ابن فضیل کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ شیطان نے کہا اگر وہ صحیح سلامت نکل آئے اور تمہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچے اور نہ ہی تمہاری موت کا باعث بنے تو کیا تم میری بات مانو گی۔ انہوں نے کہا: ہاں!

ابلیس نے کہا' اس کا نام عبدالحارث رکھنا۔ پس حوّا نے ایسا ہی کیا اور یہ ان کا شرک فی الاسم تھا۔

اور سدیؒ سے مروی ہے کہ حضرت حوّا کے ایک بیٹا ہوا۔ ان کے پاس شیطان آیا اور کہا کہ اس کا نام عبدی رکھو ورنہ میں اس کو قتل کر دوں گا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: میں نے تمہاری بات مانی تھی جس کے نتیجہ میں مجھے جنت سے بے دخل کر دیا گیا۔ بحث وتکرار کے باوجود آدم علیہ السلام نے شیطان کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور بچہ کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ پس ابلیس لعین نے اس بچے کو قابو کر کے قتل کر دیا۔ پھر جب دوسرا بچہ پیدا ہوا تو شیطان نے پھر اپنا مطالبہ دہرایا۔ مگر آدم نے اس مرتبہ بھی شیطان مردود کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور نومولود کا نام صالح رکھا۔ شیطان نے اس بچے کو بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد جب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو شیطان نے کہا تم صرف اس صورت میں اپنے بچے مجھ سے بچا سکتے ہو کہ آئندہ ہونے والے بچے کا نام عبدالحارث (ابلیس کا پہلا نام حارث تھا) ابلیس تو مردود ہونے کے بعد نام دیا گیا۔

لہٰذا قرآن کریم میں اسی شرک فی الاسم کی طرف اشارہ ہے۔ (سورۃ الاعراف آیت ۱۹۰)

یہ تمام روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آدم وحوا کی بعض اولاد کی وفات ان سے پہلے ہو چکی تھی اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی متعدد روایات 'حسن' کی تردید کر رہی ہیں۔ جس میں کہا گیا ہے کہ زمین پر سب سے پہلی وفات آدم علیہ السلام کی ہوئی۔

عطایا:

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کی سلطنت و بادشاہت عطا فرمائی' ان کو نبوت سے نوازا اور ان کی اولاد کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان کی طرف اکیس صحیفے نازل فرمائے۔ جن کو آدم نے اپنے رسم الخط میں تحریر فرمایا تھا (رسم الخط جبریل نے آدمؑ کو سکھایا تھا)

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بیٹھے تھے میں بھی قریب بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! مسجد کے لیے بھی سلام ہے اس کا سلام تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ہیں لہٰذا تم کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعتیں پڑھو میں دو رکعت پڑھ کر پھر قریب ہو کر بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے نماز کا حکم دیا۔ آپ بتلائیے کہ نماز کیا ہے؟

فرمایا بہترین چیز ہے' زیادہ ہو یا کم۔

پھر ایک قصہ ذکر فرمایا:

اس کے اندر میں نے پوچھا اس میں انبیاء علیہم السلام کتنے گزرے ہیں؟

فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

میں نے پوچھا اس سے کتنے رسول ہیں؟

فرمایا تین سو تیرہ کا بڑا مجمع جس میں بڑی خیر و برکت تھی۔

میں نے عرض کیا ان میں سب سے پہلا نبی کون تھا؟

فرمایا: آدم۔

میں نے عرض کیا کیا آدم نبی مرسل تھے؟

فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ ان میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور ان کے تمام اعضاء اپنے سامنے درست کیے۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا آدم نبی تھے؟ فرمایا: ہاں! وہ نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے سامنے کھڑا کر کے کلام فرمایا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام قرار دیا۔ آدم علیہ السلام پر نازل ہونے والے حروف تہجی اکیس اوراق میں لکھے ہوئے تھے۔

جانشین آدم علیہ السلام:

آدم علیہ السلام کی عمر ایک سو تیس سال ہونے کے بعد حضرت حوا کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اور یہ قابیل و ہابیل کے واقعہ کے پچاس برس بعد کا واقعہ ہے۔ اہل تورات کہتے ہیں کہ یہ بیٹا تنہا پیدا ہوا اور شیث کے معنی ان کے ہاں ہبۃ اللہ اور شیث ہابیل کے بدل کے طور پر تھے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ حوا کے بطن سے شیث نامی لڑکا اور غرورا نامی لڑکی پیدا ہوئی۔ اس لڑکے کی پیدائش پر جبریل علیہ السلام نے کہا تھا کہ یہ اللہ کا عطیہ (ہبۃ اللہ) ہے جو ہابیل کا بدل ہے۔ اس لفظ کو عربی میں شیث، سریانی میں شاث اور عبرانی میں شاث کہتے ہیں۔ ان ہی کو آدم علیہ السلام کا جانشین بنایا گیا۔ ان کی پیدائش کے وقت آدم علیہ السلام کی عمر ایک سو تیس برس تھی۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے شیث کو بلایا اور اس سے عہد لیا اور دن رات کی گھڑیاں اور اوقات سکھلائے اور ہر ساعت میں کسی نہ کسی مخلوق کا عبادت کرنا بتلایا۔ یعنی ہر گھڑی کوئی نہ کوئی مخلوق عبادت الٰہی میں مصروف ہوتی ہے اور فرمایا کہ اے میرے عزیز بیٹے عنقریب زمین میں طوفان آئے گا اور وہ سات سال ٹھہرے گا اور ان کو وصیت لکھوائی۔ پس حضرت شیث علیہ السلام اپنے باپ آدم علیہ السلام کے وصی اور جانشیں ہوئے آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد ساری حکومت و بادشاہت ان ہی کے لیے ہوگئی۔

حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل ہوئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل فرمائیں ہیں۔

آپ نے فرمایا ایک سو چار اور حضرت شیث پر پچاس صحیفے نازل فرمائے۔

اس وقت تمام بنی آدم حضرت شیث علیہ السلام کی ہی اولاد ہے اور یہ اس وجہ سے کہ شیث کے علاوہ آدم علیہ السلام کی تمام نسل فنا اور ختم ہوگئی اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہا صرف شیث کی نسل چلی لہٰذا اب تمام لوگ شیث کی ہی اولاد سے ہیں۔

علمائے فارس کی وہ جماعت جو کہ آدم علیہ السلام کو ہی جیومرت قرار دیتی ہے ان کا کہنا ہے کہ جیومرت کے ہاں میشی نام کا بیٹا پیدا ہوا اس نے اپنی بہن مشیانہ سے نکاح کیا اس سے ایک لڑکا سیامک اور ایک لڑکی سیامی پیدا ہوئی اس سیامک بن میشی بن جیومرت کے ہاں افرواک، ودیس، واجوب، داروش نام کے لڑکے اور افرای، ودزی، وبری، وادرشی نام کی لڑکیاں پیدا ہوئیں ان تمام کی ماں سیامی بنت میشی تھی جو ان کے باپ کی بہن اور ان کی پھوپھی تھی۔

اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ زمین کی کل سات بادشاہیاں ہیں۔ اس طرح سرزمین بابل اور متصل علاقہ جہاں تک لوگوں کا جانا ہے خشکی ہو یا سمندر ایک بادشاہی ہے اور یہاں کے رہنے والے افرواک بن سیامک کے ایک لڑکے کی اولاد سے ہیں اور باقی چھ بادشاہیاں جو اس کے علاوہ ہیں وہ سیامک کی دیگر مذکر ومونث اولاد سے ہیں اس کا افرواک کے ہاں افری کے بطن سے ہرشنک، پیش داز الملک کے نام سے ایک لڑکا پیدا ہوا' اور یہ اپنے دادا جیومرت کا بادشاہت میں صحیح جانشین ثابت ہوا۔ سب سے پہلے اسی کی حکومت ساتوں بادشاہیوں میں قائم ہوئی۔ ہم عنقریب اس کا تذکرہ کریں گے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہی شخص اوشہنج ہے جو حوا کے بطن سے آدم کا بیٹا تھا۔

ہشام کلبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتے ہیں لیکن ہم تک جو خبر پہنچی اس کے مطابق سب سے پہلا آدمی جس کی تمام روئے زمین پر حکومت قائم ہوئی وہ اوشہق بن عابر بن شالخ بن ارفخشند بن سام بن نوح ہے۔ اور اہل فارس یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ آدم علیہ السلام کی وفات کے دوسو سال کے بعد کے شخص ہیں۔

کلبی کہتے ہیں کہ ہم تک پہنچنے والی خبر کے مطابق یہ بادشاہ نوح کے دوسو سال بعد کے ہیں پس اہل فارس ان کو آدم علیہ السلام کے دوسو سال بعد کا آدمی قرار دیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ آدم علیہ السلام نوح علیہ السلام سے بھی پہلے گزرے ہیں۔

ہمارے نزدیک ہشام کے اس قول کی توجیہ ناممکن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سہنک بادشاہ اہل فارس کے نسب ناموں کی معرفت لکھنے والوں کے درمیان اس سے بھی زیادہ مشہور ہیں جتنا کہ اہل اسلام میں حجاج بن یوسف مشہور ہے اور ہر قوم اپنے آباؤ اجداد کے انساب وحالات کو دوسروں کی نسبت زیادہ جانتی ہے لہٰذا ہر ایسی بات جس میں التباس ہو وہ انہی کے اہل کی طرف لوٹائی جائے گی۔

اہل فارس کے بعض نسب دان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اوشہنج بیشد اذ الملک اصل میں مہلائیل ہے اور ان کا باپ افرواک اصل میں قینان (ابو مہلائیل) ہے' اور سیامک اصل میں انوش ابو قینان ہے اور میشی اصل میں شیث ابو قانوش ہے اور رہا جیومرت تو وہ آدم علیہ السلام ہیں۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے تو اوشہنج آدم علیہ السلام کے زمانہ کا آدمی بنتا ہے۔

اور کتاب اول کے بیان کے مطابق مہلائیل کی والدہ دینہ بنت براکیل بن محویل بن خنوع بن قین بن آدم کے ہاں ولادت اس وقت ہوئی تھی جب آدم علیہ السلام کی عمر تین سو پچانوے سال تھی۔ لہٰذا مہلائیل کی عمر حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے وقت چھ سو پانچ سال ہوئی یہ اس لیے کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آدم علیہ السلام کی کل عمر ایک ہزار سال تھی۔

بعض علمائے فارس کا کہنا ہے کہ اوشہنج کا قول دور از قیاس نہیں ہوگا جنہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ ان کی بادشاہت کا زمانہ وفات آدم علیہ السلام کے دوسو سال بعد تھا۔

آدم علیہ السلام کی عمر:

آدم علیہ السلام کی عمر کے متعلق اہل علم کے درمیان معمولی اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں جو احادیث ملتی ہیں وہ یہ ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور ان میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں۔ فرشتوں نے سجدہ کیا۔ آدم علیہ السلام بیٹھ گئے ان کو چھینک آئی۔ انہوں نے الحمد للہ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: یرحمك ربك (تیرا رب تجھ پر رحم کرے) اور یہ بھی فرمایا کہ فرشتوں کی اس جماعت کے پاس جاؤ اور انہیں السلام علیکم کہو۔ پس وہ فرشتوں آئے اور انہیں سلام کیا انہوں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ پھر آدم علیہ السلام اپنے رب کی جانب لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تیرا اور تیری اولاد کا آپس میں ملتے وقت کا سلام ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے دو مٹھیاں بھریں اور فرمایا کہ ان میں سے ایک کو اختیار کر لے آدم علیہ السلام کر لے آدم علیہ السلام نے کہا میں نے اپنے دائیں ہاتھ کو اختیار کیا (چن لیا) اور اس کے تو دونوں ہی دائیں ہاتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے وہ مٹھی کھولی تو اس میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کی صورت تھی اور ہر آدمی کے پاس اس کی مدت عمر بھی لکھی ہوئی تھی اور آدمؑ کی عمر ایک ہزار سال درج تھی ان میں ایک جماعت انتہائی نورانی صورت تھی آدم علیہ السلام نے پوچھا اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں جن پر نور چھایا ہوا ہے۔

فرمایا: یہ نبیوں اور رسولوں کی جماعت ہے جو میرے بندوں کی طرف بھیجے جائیں گے اس جماعت میں ایک صاحب نورانیت میں کچھ زیادہ نمایاں تھے مگر ان کی عمر صرف چالیس سال لکھی ہوئی تھی۔

آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! یہ کیا ہے کہ ان میں سب سے زیادہ چمکدار اور روشن چہرے والے کی عمر صرف چالیس سال؟

فرمایا یہی اس کی تقدیر میں لکھا ہے۔

آدم علیہ السلام نے عرض کیا' اے میرے رب! میری عمر میں سے ساٹھ سال کم کر کے انہیں دے دیجیے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں ٹھکانہ عطا فرمایا۔ پھر زمین کی طرف اتارا اور عرصہ دراز گزر جانے کے بعد جب ملک الموت ان (آدم) کی روح قبض کرنے آیا تو آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ملک الموت! کیا تم میرے پاس قبل از وقت (جلدی) نہیں آ گئے؟۔

ملک الموت نے کہا' میں نے ایسا نہیں کیا۔

آدمؑ نے کہا: کیا ابھی میری عمر میں ساٹھ سال باقی نہیں ہیں؟

ملک الموت نے کہا: آپ کی عمر میں کچھ باقی نہیں ہے کیونکہ آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ میری عمر میں سے ساٹھ سال کم کر کے میرے بیٹے داؤد کو دے دیئے جائیں۔

آدم علیہ السلام نے کہا: میں نے ایسا نہیں کہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم علیہ السلام بھول گئے اور ان کی اولاد بھی اسی طرح بھول جاتی ہے۔ آدم علیہ السلام نے انکار کیا اور ان کی اولاد بھی اسی طرح انکار کرتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ قیامت کے روز لکھی ہوئی کتاب رکھے گا اور گواہوں کے ساتھ فیصلے فرمائے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت الدین نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے جس شخص نے بحث وتکرار کی وہ آدم علیہ السلام تھے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی پشت سے قیامت تک ہونے والی ان کی اولاد نکالی پھر ان کو آدم علیہ السلام پر پیش فرمایا تو آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک کو زیادہ سفید وروشن دیکھا تو عرض کیا اے میرے رب یہ کون سا نبی ہے؟۔

فرمایا کہ یہ تمہارا بیٹا داؤد ہے۔

عرض کیا اے میرے رب! اس کی عمر کتنی ہے۔

فرمایا ساٹھ سال

عرض کیا اے میرے رب! اس کی عمر زیادہ کر دیجیے۔

فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو اپنی عمر دے کر اس کی عمر میں اضافہ کرے حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی۔ انہوں نے اپنی عمر میں سے چالیس سال داؤد کو ہبہ (تحفہ) کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ کتاب میں لکھ لیا اور فرشتوں کو اس پر گواہ بنالیا۔ پھر جب آدمؑ کی وفات کا وقت آیا اور فرشتے روح قبض کرنے کے لئے آئے تو آدم نے فرمایا کہ میری عمر کے ابھی چالیس سال باقی ہیں مگر فرشتوں نے کہا کہ وہ (چالیس سال) آپ نے اپنے بیٹے داؤد کو ہبہ کر دیئے تھے۔

آدمؑ نے کہا: میں نے تو ایسا نہیں کیا تھا اور نہ ہی میں نے کوئی چیز ہبہ (تحفہ) کی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وہ کتاب پیش فرمائی اور فرشتوں کو گواہ کے طور پر کھڑا کیا۔ سو اس طرح آدمؑ کے ایک ہزار سال پورے ہوئے اور داؤد علیہ السلام کی عمر کے سو سال پورے ہوئے۔

ابن عباسؓ سے (سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۲ کی تفسیر) میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کی تمام اولاد کو چیونٹیوں کی طرح نکالا اور انہیں قوت گویائی عطا فرمائی پھر ان سے کلام کیا اور انہیں ان ہی کی ذات پر گواہ بنایا۔ ان میں سے بعض کو نورانی صورت بنایا پھر آدم علیہ السلام سے فرمایا یہ داؤد ہیں۔

عرض کیا اے میرے رب! آپ نے ان کی عمر کتنی مقرر فرمائی۔ فرمایا ساٹھ سال پھر پوچھا کہ میری عمر کتنی ہے فرمایا کہ ایک ہزار سال اور میں نے ان میں سے ہر ایک کی عمر اور دنیا میں ٹھہرنے کی مدت لکھ دی ہے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ ان کی عمر میں کچھ اضافہ فرما دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تمہاری عمر میں سے کچھ اسے عطا کر سکتا ہوں۔ کیونکہ میں نے تقدیر میں ایسے ہی لکھا ہے۔

اور قلم تمام بنی آدم کی تقدیر لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ یہ سن کر آدم علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ پس آدم علیہ السلام کی عمر میں سے چالیس سال داؤد کی عمر میں لکھ دیئے گئے لہٰذا اب آدم علیہ السلام کی عمر نو سو ساٹھ سال ہو گئی۔ جب نو سو ساٹھ سال پورے ہو گئے تو ملک الموت آدم علیہ السلام کے پاس آیا۔ آدم علیہ السلام نے اسے دیکھ کر فرمایا: آپ کیسے تشریف لائے؟ اس نے کہا آپ نے اپنی عمر پوری کر لی۔ آدم علیہ السلام نے کہا میں نے ابھی نو سو ساٹھ کیے ہیں چالیس ابھی تک باقی ہیں۔ ملک الموت نے یہ سن کر کہا جو کچھ آپ نے کہا ہے میرے رب نے اس کی خبر دی ہے۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا اپنے رب کے پاس لوٹ کر جاؤ اور ان سے پوچھو۔

پس ملک الموت اللہ کی طرف لوٹ گئے اور عرض کیا کہ اے میرے رب! میں آپ کی طرف لوٹ کر آیا ہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ میں آپ کی ان پر عطا کو جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم واپس جاؤ اور انہیں خبر دو کہ آپ نے اپنی عمر کے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو دے دیئے تھے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ان کی پشت سے نکالا اور آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال مقرر فرمائی پھر ان کی تمام اولاد کو ان کے سامنے پیش کیا۔ آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک کو زیادہ نورانی پایا تو بڑے تعجب سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ داؤد ہیں۔ ان کی عمر ساٹھ سال مقرر کی گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی عمر میں سے چالیس سال انہیں دے دیئے۔ جب آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو وہ ان چالیس سال کے بارے میں جھگڑنے لگے سو ان سے کہا گیا آپ نے وہ چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو دے دیئے تھے۔

سعید بن جبیرؒ سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم علیہ السلام کو ان کی پشت سے چیونٹیوں کی شکل میں نکالا اور انہیں آدم علیہ السلام پر ان کے ناموں' ان کے آباء کے ناموں اور ان کی عمروں کے ساتھ پیش کیا اور روح داؤد کو چمکدار نورانی صورت میں پیش فرمایا۔ آدم علیہ السلام نے ان سے پوچھا یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے ایک نبی ہیں۔ پوچھا کہ ان کی عمر کتنی ہے فرمایا' ساٹھ سال۔ عرض کیا آپ میری عمر میں سے چالیس سال ان کو دے دیں۔

قلم تمام تقدیر لکھ کر خشک ہو چکا تھا۔ پس داؤد کے لیے چالیس سال لکھ لیے گئے آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی جب انہوں نے چالیس کم ایک ہزار سال مکمل کر لیے تو ملک الموت ان کے پاس آیا اور کہا مجھے آپ کی روح قبض کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا کیا میری عمر میں چالیس ابھی باقی نہیں ہیں؟ ملک الموت رب تعالیٰ کے پاس واپس لوٹ کر گئے اور کہا کہ آدم علیہ السلام یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ میری عمر کے ابھی چالیس سال باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنی عمر کے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو دے دیئے تھے سو قلم خشک ہو چکے اور داؤد کے لیے چالیس سال لکھے جا چکے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام اپنی وفات سے قبل گیارہ دن تک بیمار رہے انہوں نے اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور ان کے لیے ایک وصیت نامہ لکھوایا اور وہ کتاب جس میں وصیت لکھی گئی تھی اپنے بیٹے شیث کے سپرد کی اور اسے قابیل اور اس کی اولاد سے چھپا کر رکھنے کا حکم دیا کیونکہ قابیل نے حسد کی وجہ سے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ پس شیث اور ان کی اولاد نے اس علم کو جو ان کے پاس تھا قابیل اور اس کی اولاد سے چھپا کر رکھا اور یوں قابیل اور اس کی اولاد اس سے محروم رہے۔

اہل تورات کا یہ دعویٰ ہے کہ آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس سال تھی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ان کی عمر نو سو چھتیس سال تھی۔

اس مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث اور علمائے متقدمین کے اقوال وارد ہوئے ہیں وہ میں نے ذکر کر دیئے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت' حالات و واقعات کو دوسروں کی نسبت دیگر کے زیادہ جانتے ہیں۔ احادیث میں ہے کہ ان کی عمر ایک ہزار سال تھی جس میں سے کچھ انہوں نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو ہبہ کر دی سو اس ہبہ شدہ عمر کو شامل کر کے ان کی عمر ایک ہزار سال بتلائی گئی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر مقررہ کی گنتی کو پورا کر دیا جو کہ ایک ہزار سال ہے۔ شاید تورات میں ہبہ شدہ عمر کو ان کی اصلی عمر میں

شمار نہیں کیا گیا۔ اس لیے ان کی عمر نو سو تیس سال بتلائی ہے۔

اعتراض:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ آدم علیہ السلام نے تو صرف چالیس سال ہبہ کیے تھے لہٰذا آپ کی عمر تقریر و توجیہ کے مطابق تورات میں نو سو ساٹھ سال مذکور ہونے چاہئیں تا کہ احادیث کی موافقت ہو جائے۔

جواب اعتراض:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے قبل میں ہم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں بجائے چالیس سال کے ساٹھ سال ہبہ کرنے کا ذکر کیا ہے اس کی رو سے تورات کے بیان اور احادیث میں موافقت ہو جائے گی۔

آدم کی تجہیز و تکفین:

ابن اسحاق ؒ سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام وصیت نامہ لکھ کر فارغ ہوئے تو ان کا انتقال ہو گیا (اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے) ان کی وفات پر فرشتے جمع ہوئے اور ان کی قبر بنائی اس لیے کہ وہ صفۃ الرحمٰن (رحمٰن کے منتخب کردہ) تھے۔ شیث علیہ السلام اور ان کے بھائی اس وقت مشارق الفردوس میں ایک بستی کے قریب تھے یہ زمین پر سب سے پہلی بستی تھی۔ ان کی وفات پر چاند اور سورج سات دن اور رات تک گرہن میں رہے۔

جب بوقت وفات فرشتے جمع ہوئے تو انہوں نے لکھی ہوئی وصیت آدم کو جمع کیا اور اسے سیڑھی نما ایک چیز میں رکھ دیا اس سیڑھی نما چیز کے ساتھ ایک ناقوس بھی تھا جس کو ہمارے باپ آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہوں۔

یحییٰ بن عباد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ آدم علیہ السلام کا جب انتقال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کا کفن اور حنوط بھیجا اور ان کی قبر تیار کرنے کی ذمہ داری فرشتوں کو سونپی چنانچہ انہوں نے انہیں سپرد خاک کیا یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو فرشتوں نے انہیں طاق عدد کے مطابق غسل دیا اور انہیں لحد میں رکھا اور فرمایا کہ یہی طریقہ اولاد آدم علیہ السلام میں جاری ہوگا۔

ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا قد کھجور کے لمبے درخت کی مانند ساٹھ زراع تھا اور ان کے بدن پر بال بہت زیادہ تھے جو ان کے اعضائے مستورہ کو چھپائے ہوئے تھے۔ جب ان سے خطا سرزد ہوئی تو ان کے اعضائے مستورہ ظاہر ہو گئے۔ آدم علیہ السلام اس جگہ سے بھاگے اور ایک درخت کی پناہ لی۔ ان کے رب نے ان کو ندا دی۔ اے آدم کیا تم مجھ سے بھاگتے ہو؟ عرض کیا اے میرے رب' واللہ ایسا نہیں ہے بلکہ میں اپنی خطا کی وجہ سے آپ سے حیا کرتا ہوں پس اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین کی طرف اتارا جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت کا کفن اور حنوط بھیجا۔ حضرت حوا نے جب فرشتوں کو دیکھا تو وہ آدم علیہ السلام کی طرف چلیں تا کہ فرشتوں سے پہلے ان کے قریب پہنچ جائیں مگر آدم علیہ السلام نے

حوا ؓ ہی پر فرمایا کہ میرے اور میرے رب کے قاصدوں کے درمیان تخلیہ کر دو۔ تم سے تو ہمیشہ ملاقات رہی ہے اور تمہاری ہی وجہ سے مجھے وہ مصیبت پہنچی۔ جب ان کی روح قبض کر لی گئی تو فرشتوں نے انہیں بیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ طاق عدد کے موافق غسل دیا اور کفن میں بھی طاق ہی کا لحاظ رکھا۔ پھر ان کے لیے لحد بنائی اور پھر سپردِ خاک کیا اور کہا کہ ان کے بعد ان کی اولاد میں بھی یہی طریقہ رہے گا۔

ابی بن کعبؓ سے ایک دوسری روایت میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام کھجور کے لمبے درخت کی مانند طویل القامت تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو حضرت شیث نے جبریل علیہ السلام کو کہا آپ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ انہوں نے کہا آپ آگے بڑھیں اور اس میں تیس تکبیرات پڑھیں اور اپنے والد پر نماز پڑھیں ان میں سے پانچ تو نماز کے لیے ضروری ہیں اور باقی تکبیرات فضیلت آدم علیہ السلام کی وجہ سے (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت و سلامتی نازل فرمائے)۔

مدفن آدم علیہ السلام:

آدم علیہ السلام کے مدفن کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کا قول اس سے پہلے گزر چکا ہے۔
جب کہ دیگر حضرات کے بقول مکہ میں جبل ابوقبیس کے ایک غار میں مدفون ہیں اور اس غار کو غار الکنز کہا جاتا ہے۔
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نوح علیہ السلام کشتی سے نکلے تو انہوں نے آدم علیہ السلام کو بیت المقدس میں دفن فرمایا:
''ہم جمعہ کے دن کو آپ کے یوم وفات کے طور پر مانتے ہیں۔ اس بارے میں روایات لکھی جا چکی ہیں دوبارہ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے''۔

وفات حوا علیہا السلام:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ان کی وفات 'بوز' نامی پہاڑ پر ہوئی یعنی وہ پہاڑ جس پر آپ کو اتارا گیا تھا' اور حوا آدمؑ کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں اور اپنے خاوند کے ساتھ اسی غار میں دفن ہوئیں۔ جس کا ذکر گزر چکا ہے۔ آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام اسی جگہ دفن رہے یہاں تک کہ طوفان نوح علیہ السلام آیا اور حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو وہاں سے نکال کر تابوت میں رکھا پھر اس تابوت کو اپنی کشتی میں رکھ لیا طوفان کے بعد جب زمین خشک ہوگئی تو ان کے تابوت اسی جگہ دفن کر دیئے گئے جس جگہ طوفان سے پہلے دفن تھے۔
حضرت حوا علیہا السلام کے متعلق آیا ہے کہ وہ سوت کاتتی اور کپڑا بنتی' آٹا گوندھتی' روٹی پکاتی اور دیگر زنانہ گھریلو مصروفیات سرانجام دیتی تھیں۔

اب ہم واپس قابیل کے قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اس میں اس کے اور اس کی اولاد نیز شیث علیہ السلام اور ان کی اولاد کے حالات بیان کریں گے۔

اس سے قبل جہاں ہم نے آدم علیہ السلام اور ان کے دشمن ابلیس کا تذکرہ کیا تھا تفصیل کے ساتھ بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے

ابلیس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جب اس نے تکبر و بڑائی دکھائی اور اپنے رب کے سامنے سرکشی کی نیز جہالت و گمراہی میں بہت زیادہ آگے بڑھ گیا۔ اس نے اپنے رب سے مہلت مانگی جس پر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مہلت دے دی اور آدم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا ان سے اللہ کے عہد کے بارے میں خطا اور بھول ہوگئی سو رب کریم نے انہیں اپنی رحمت اور فضل سے ڈھانپ دیا جس وقت انہوں نے اپنی لغزش سے توبہ کی اور ان کی توبہ قبول فرما کر انہیں ہدایت نصیب فرمائی اور گمراہی سے محفوظ رکھا یہ تمام تفصیلات ذکر کرتے ہوئے ہم یہاں پر پہنچے کہ جس نے آدم علیہ السلام کی اتباع کی وہ ان کے ساتھ ہوگا اور ابلیس اور اس کے پیروکاروں اور اس کا گروہ ضلالت و گمراہی کی بناء پر ان کے ساتھ ہوگا۔

جانشین آدم علیہ السلام:

شیث علیہ السلام کے بارے میں یہ بات گذر چکی ہے کہ وہ اپنے باپ آدم علیہ السلام کے جانشین تھے بالخصوص ان کے راستے پر تھے اور ان پر نازل شدہ صحائف کے حق میں تھے۔

ان کے بارے میں منقول ہے کہ وہ مسلسل مکہ ہی میں مقیم رہے حج وعمرہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی انہوں نے اپنے اوپر اور آدم علیہ السلام کے اوپر نازل شدہ صحیفوں کو جمع کیا اور ان سب پر عمل کیا نیز پتھر اور گارے کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر فرمائی۔

علمائے متقدمین فرماتے ہیں کہ جو قبہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لیے حرم بیت اللہ میں بنایا تھا وہ طوفان کے وقت سے آسمان پر اٹھالیا گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شیث علیہ السلام جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اپنے بیٹے انوش کو اپنا جانشین بنایا اور انتقال کر گئے۔ ان کی تدفین ان کے والدین کے ساتھ جبل ابی قبیس کے غار میں ہوئی ان کی ولادت کے وقت آدم علیہ السلام کی عمر دو سو پینتیس سال تھی۔ حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ سال تھی۔ ان کے بیٹے انوش کی ولادت کے وقت ان کی عمر چھ سو پانچ سال تھی۔ یہ تمام بیان اہل تورات کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔

جب کہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت شیث نے اپنی بہن حزورتہ بنت آدم سے نکاح کیا تھا۔ جس کے بطن سے ان کے ہاں ہانس بن شیث اور لغمہ بنت شیث پیدا ہوئے اس وقت ان کی عمر ایک سو پانچ سال تھی۔ اس کے بعد وہ مزید آٹھ سو سال تک زندہ رہے۔

انوش اپنے باپ کی وفات کے بعد ان کی چھوڑی ہوئی حکومت اور رعیت کے انتظام والفرام میں اپنے باپ ہی کے نقش قدم پر چلے اور اس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔

اہل تورات کے بیان کے مطابق انوش کی کل عمر نو سو پانچ سال ہوئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شیث علیہ السلام کے ہاں انوش اور اس کے علاوہ بھی بہت سی اولاد پیدا ہوئی اور انوش کے ہاں اس کی بہن لغمہ بنت شیث سے قیان پیدا ہوا قیان کی ولادت کے وقت انوش کی عمر نوے سال اور آدم علیہ السلام کی عمر تین سو پچیس سال تھی جب کہ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ہانش بنت شیث نے اپنی بہن لغمہ بنت شیث سے نکاح کیا تھا اس کے بطن سے اس کا

بیٹا قیان پیدا ہوا بانش کی عمر اس وقت نوے سال تھی۔ قیان کی ولادت کے بعد وہ آٹھ سو پندرہ سال زندہ رہا اور اس کی متعدد اولادیں ہوئیں بانش کی کل عمر نو سو پانچ سال تھی پھر قیان بن بانش نے نیرہ سال کی عمر میں دبنہ بنت براکیل بن محویل بن خنوخ بن آدم سے نکاح کیا جس سے مہلائل بن قیان پیدا ہوا اس کی ولادت کے بعد قیان آٹھ سو چالیس سال مزید زندہ رہا اور قینت کی کل عمر نو سو دس سال ہوئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انوش کے ہاں قیان اور بہت سی اولاد پیدا ہوئی لیکن اس نے قیان کو جانشین بنایا اور مہلائل کے برد اور بہت سی اولاد پیدا ہوئی لیکن باپ نے مہلائل کو جانشین بنایا اور برد کے اخنوخ یعنی ادریس علیہ السلام پیدا ہوئے اور ان کے متوشلخ پیدا ہوئے اور ان کے لامخ یا رمک پیدا ہوئے اور یہ ہی اپنے باپ کے جانشین بنے۔

اہل کتاب تورات کے حوالے سے کہتے ہیں کہ تورات میں مذکور ہے کہ مہلائل کی ولادت کے وقت آدم علیہ السلام کی عمر تین سو پچانوے سال اور قیان کی سترہ سال تھی۔

ابن اسحاق کی روایات کے مطابق مہلائل بن قیان نے پینسٹھ سال کی عمر میں اپنی خالہ سمعن بنت براکیل بن محویل بن خنوخ بن قیس بن آدم سے نکاح کیا اور اس سے یرد بن مہلائل پیدا ہوئے اس کی ولادت کے بعد مہلائل آٹھ سو تیس سال زندہ رہا اور اس کے بعد بہت سی اولاد ہوئی مہلائل کی عمر آٹھ سو پچانوے سال ہوئی اس کے بعد وفات ہوگئی۔ تورات میں ہے کہ یرد کی پیدائش کے وقت آدم علیہ السلام کی عمر چار سو آٹھ سال تھی۔ مہلائل اپنے باپ قیان کے نقش قدم پر چلتا تھا۔ البتہ چند چیزیں اس کے زمانہ میں نئی ظاہر ہوئیں۔

شیث سے یردتک کا زمانہ

آگ کا پہلا پجاری:

ایک روایت کے مطابق جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا اور اپنے باپ سے چھپ کر یمن کی طرف بھاگ گیا تو اس کے پاس شیطان آیا اور اسے کہا کہ ہابیل کی قربانی کو آگ نے اس لیے کھالیا کہ وہ آگ کی خدمت اور عبادت کرتا تھا ہذا تم بھی بطور عبادت اپنی اور اپنی اولاد کی عبادت کے لیے آگ کو متواتر روشن رکھو۔ اس پر قابیل نے آتش کدہ تعمیر کیا اور آگ کا پہلا پجاری بنا۔

ابتداء بنی آدم علیہ السلام:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ قین نے اپنی بہن اشوث بنت آدم سے نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکا خنوح بن قین اور ایک لڑکی عذب بنت قین پیدا ہوئی پھر خنوح بن قین نے اپنی بہن عذب بنت قین سے نکاح کیا تو اس کے بطن سے تین لڑکے پیدا ہوئے پھر انوشیل بن خنوح نے لولیث بنت خنوح سے نکاح کیا اور اس کے بطن سے ایک لڑکا لامک پیدا ہوا پھر لامک نے دو لڑکیوں سے شادی کی جن میں سے ایک کا نام عدی اور دوسری کا صلی تھا پھر عدی کے بطن سے لامک کا ایک لڑکا پیدا ہوا یہ ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے قباب میں رہائش اختیار کی اور خوب مال کمایا اور عدی کو دوسرا بیٹا توبیش پیدا ہوا اور اسی نے سب سے پہلے دف بجانے کی ابتداء کی۔

اور عدی کے ایک لڑکا توبلقین پیدا ہوا اور اسی نے سب سے پہلے تانبے اور لوہے کی صنعت ایجاد کی اور ان کی اولاد میں سے بڑے بڑے جابر اور فرعون صفت لوگ تھے اور انہیں مخلوق میں کشادگی عطا کی گئی تھی لوگوں کے خیال کے مطابق ایک شخص کا قد اس وقت تیس زراع ہوتا تھا۔ پھر قین کی اولاد سوائے چند کے باقی نہ رہی اور شیث بن آدم کی اولاد کے علاوہ آدم کی تمام اولاد کا نسب مجہول اور نسل منقطع ہوگئی اور شیث سے آدم علیہ السلام کی اولاد پھیلتی چلی گئی اور آج لوگوں کے نسبت حضرت آدم علیہ السلام سے بذریعہ شیث جڑتے ہیں یہی وجہ ہے کہ شیث کو ابوالبشر بھی کہا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سلسلہ نسل منقطع ہوگیا۔

اہل تورات سے قین کا نسب اس طرح مروی ہے کہ قین نے اپنی بہن اشوث سے نکاح کیا تو اس کے ہاں ایک لڑکا خنوح پیدا ہوا اور خنوح کے عیرداد رعیرد کے محویل اور محویل کے انوشیل اور انوشیل کے لامک پیدا ہوا۔ پھر لامک نے عدی اور صلی سے نکاح کیا جس سے لامک کے ہاں توبلقین پیدا ہوا۔

گانے بجانے کے آلات کا موجد:

ابن اسحاق نے اپنی روایات میں قابیل اور اس کی اولاد کے بارے میں اتنا ہی بیان کیا ہے۔ لیکن بعض اہل کتاب سے منقول ہے کہ قابین کی اولاد میں سے ایک شخص توبال نے گانے بجانے کے آلات ایجاد کیے اس نے یہ آ ت مہلائل بن قین سے

زمانہ میں ایجاد کیے۔ ان آلات میں بانسری ڈھول' باجے اور سارنگی تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد تاتین کی اولاد گانے بجانے میں مشغول ہوئی پھر یہ خبر شیث کی اولاد تک پہنچی جو پہاڑوں میں رہتی تھی ان میں سے سو آدمیوں نے ان کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور اپنے آباؤ اجداد کی وصیتوں کی مخالفت کا ارادہ کیا مگر جب یہ خبر یرد کو پہنچی تو یرد نے انہیں سمجھایا اور اس ارادہ کو ترک کر دینے کو کہا مگر انہوں نے کچھ نہ سنا اور سرکشی دکھائی اور قابین کی اولاد کے پاس پہنچ گئے اور جب ان کی ایجاد کردہ چیزوں کو دیکھا تو حیرت زدہ ہو گئے۔ پھر جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو ان کے آباؤ اجداد کی نصیحتیں ان کے آڑے آ گئیں پس جب وہ لوگ ان کے علاقوں کی طرف چلے تو حق سے انحراف کرنے والوں نے گمان کیا کہ انہیں تعصب کی بنیاد پر روکا گیا ہے اس لیے کہ وہ پہاڑی کے لوگ ہر طرف سے وادی کی طرف اترنے لگے اور گانے بجانے کے آلات نے انہیں بہت متاثر کیا اور انہوں نے قابین کی اولاد میں سے ان عورتوں سے موافقت کر لی جو ان کی طرف مائل ہو رہی تھیں اور پھر وہ ان کے ساتھ چلی گئیں یہاں تک کہ سرکشی اور نافرمانی میں مشغول ہو گئے اور شراب نوشی اور بدکاری کھل کر سامنے آ گئی۔

زمانہ حسن و جمال کی کارفرمائیاں:

یہ قول سچائی سے دور نہیں اس لیے کہ اس طرح کا ایک قول علما امت محمد ﷺ سے بھی منقول ہے۔ اگرچہ انہوں نے اس بات کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی یہ بتلایا کہ یہ قصہ کس زمانہ اور کون سے ملک میں پیش آیا لیکن یہ ضرور ذکر کیا ہے کہ یہ واقعہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان کا زمانہ ہے۔

یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہم تک پہنچی ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''اور تم گذشتہ دور جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ کرتی پھرو''۔

فرمایا: کہ یہ واقعہ نوح علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام کے درمیان کا زمانہ ہے جو کہ ایک ہزار سال پر مشتمل تھا اور یہ دونوں آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ جن میں سے ایک گروہ میدانی علاقہ میں اور دوسرا پہاڑی علاقہ میں رہتا تھا جو پہاڑی علاقوں میں رہتے تھے ان کے مرد حسن و جمال کے پیکر تھے اور ان کی عورتیں بدصورت تھیں اور جو لوگ میدانی علاقوں میں رہتے تھے ان کی عورتیں مجسمہ حسن و جمال تھیں اور مرد بدصورت تھے۔ ایک دن شیطان ایک غلام کی صورت میں میدانی علاقوں میں رہنے والے لوگوں میں سے کسی کے پاس آیا اور اس کی خدمت کے لیے اس کے پاس ملازم ہو گیا۔ اسی اثنا میں اس نے بانسری کی شکل کا ایک آلہ ایجاد کیا جس میں سے ایسی آواز نکلتی تھی جس کو اس سے پہلے کسی نے نہ سنا تھا تھوڑے ہی عرصہ میں اس آلہ کی خبر آس پاس کے لوگوں تک بھی پہنچ گئی اور وہ لوگ اس آلہ کی آواز سننے کے لیے جوق در جوق آنے لگے اور انہوں نے اپنے لیے سال میں ایک دن جشن منانے کا مقرر کر لیا۔ جس میں یہ سب لوگ جمع ہوتے اور شیطانی آلہ کی آواز سے اپنے دلوں کو بہلاتے۔ عورتیں مردوں کو لبھانے کے لیے گھروں سے سولہ سنگھار کر کے نکلتیں اور پہاڑی لوگ عورتوں کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے کے لیے پہاڑوں سے نیچے اتر آتے۔ ایک دفعہ جب کہ لوگ جشن منانے میں مشغول تھے ایک پہاڑی شخص نے ان پر حملہ کر دیا۔ اس پہاڑی شخص نے جب شہری عورتوں کی خوبصورتی دیکھی تو اپنے پہاڑی لوگوں کے پاس گیا اور ان سے جا کر شہری عورتوں کے حسن و جمال کا ذکر کیا لہٰذا وہ سب اکٹھے ہو کر شہر کی طرف چلے اور وہاں پہنچ کر بدکاری اور خواہشات نفس کی پیروی میں مشغول ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسی واقعہ

کا ذکر کیا ہے۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)۔

ابن وکیع روایت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کی درمیانی مدت آٹھ سو سالوں پر مشتمل ہے۔ (ان) پہاڑی لوگوں کی عورتیں نسوانی صفات سے متصف نہ تھی جبکہ ان (شہری) کے مرد نیک خصلت تھے۔ پس ان (شہری) عورتوں کی خواہش تھی کہ مرد ہر وقت ان کے ساتھ ہی مشغول رہیں۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو اس وقت تک موت نہ آئی جب تک ان کی اولاد کی اولاد کی تعداد چالیس ہزار تک نہ پہنچ گئی۔

جب آدم علیہ السلام نے ان میں زنا' شراب نوشی اور دیگر برائیاں دیکھیں تو انہیں نصیحت کی کہ بنوشیث ہرگز ہرگز بنو قابیل سے نکاح نہ کریں اس کے بعد بنوشیث کو غار میں لے گئے۔ اور ایک فصیل بنادی تاکہ بنو قابیل میں سے کوئی شخص ان سے ملاقات نہ کر سکے۔ جب کہ بنوشیث کے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور اپنے کیے ہوئے پر معذرت کرتے تھے۔ پھر بنوشیث کے خوبصورت مردوں میں سے کسی نے کہا کہ ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ ہمارے چچازاد بنو قابیل کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا پس ان میں سے سو آدمی بنو قابیل کی خوبصورت عورتوں کی طرف چلے جب وہ وہاں پہنچے تو بنو قابیل کی (خوبصورت) عورتوں نے انہیں پھانس لیا وہ ان کے ساتھ رہے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر بنوشیث کے سو آدمی نے کہا: کہ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہمارے بھائیوں کے ساتھ کیا قصہ پیش آیا لہٰذا وہ بھی پہاڑ سے ان کی طرف اتر آئے پھر انہیں بھی بنو قابیل کی عورتوں نے پھانس لیا پھر تمام کے تمام بنوشیث اتر آئے اور معصیت پھیل گئی اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے نکاح کیے اور آپس میں اختلاط کی وجہ سے بنو قابیل کی تعداد اتنی بڑھی کہ روئے زمین ان کی نسل سے بھر گئی اور وہی لوگ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں غرق کیے گئے۔

اور قبیلہ فرس کے نسب کا ذکر پہلے ہی کر چکا ہوں کہ انہوں نے مہلائیل بن قینان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ اوشہنج ہے جو کہ سات شہروں کا بادشاہ ہے اور ان لوگوں کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا ہے جنہوں نے عرب کے نسب میں اختلاف کیا ہے۔

زمین پر تعمیراتی کام کا آغاز:

اور اگر بات اس طرح ہے جس طرح فرس کے نسب کے بارے میں کہی ہے تو مجھے روایت پہنچی ہے کہ ہشام بن محمد بن السائب سے کہ وہ یہی پہلا شخص ہے جس نے درخت کاٹا اور اس سے تعمیری کام کیا اور لوگوں کو اس کے بارے میں بتایا اور اہل عصر کو حکم دیا کہ وہ مساجد کی تعمیر کریں اور اسی سے سب سے پہلے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت روئے زمین پر دوشہروں کی تعمیر کی ایک کا نام 'بابل' جو کوفہ کے وسط میں ہے اور دوسرے کے نام 'سوس' اس شخص نے اپنے ملک میں چالیس سال تک حکومت کی۔

صنعتوں کا آغاز:

اس کے علاوہ دوسرے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اوشہنج نے ہی سب سے پہلے 'کان' سے لوہا نکالا اور اس کاریگری کے مختلف اوزار بنائے اور اسی نے سب سے پہلے ڈیم (ٹوبے) بنائے۔ لوگوں کو کھیتی باڑی' زراعت و کٹائی اور دیگر کام کرنے پر ابھارا اور موذی درندوں کو مارنے کا حکم دیا اور جانوروں کی کھال سے لباس اور چٹائی بنائی اور اسی نے لوگوں کو گائے' بھیڑ' بکری اور وحشی جانوروں کو ذبح کرنے اور ان کا گوشت کھانے کا حکم دیا۔ چالیس برس تک اس کی حکومت قائم رہی۔ اس نے ایک شہر تعمیر کیا جس کے

بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ وہ پہلا شہر ہے جو جیومرت کے بعد تعمیر کیا گیا جس میں طبرستان کے لوگ بنو بناوند رہتے تھے۔

نفاذ حدود:

اہل فارس کے مطابق اوشہنج پیدائشی بادشاہ تھا اور وہ عوامی معاملات اور اپنی زندگی کے بارے میں ایک سمجھدار شخص کی طرح فیصلے کرتا تھا اور لوگوں کا گمان یہ ہے کہ اسی نے سب سے پہلے احکامات اور حدود نافذ کیں جن کی وجہ سے اس کا نام مفیش داز پڑ گیا جس کے معنی میں انصاف قائم کرنے والا پہلا شخص یہ فارسی زبان کے دو الفاظ فاش بمعنی اول اور داز یعنی انصاف وقضا سے مرکب۔

اوشہنج کا سفر ہند:

بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہند پہنچا اور متعدد شہروں میں پھرا جب اس کا حکم نافذ ہو چکا اور اس کی سلطنت وہاں مضبوط ہو گئی تو اس کے سر پر تاج سجایا گیا جس کے بعد اس نے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں اس نے لوگوں سے کہا:

بے شک میں نے یہ ملک اپنے دادا جیومرت سے وراثت میں پایا ہے اور بے شک وہ سرکش اور باغی انسانوں اور شیاطین پر عذاب ہے۔ اس موقع پر اس نے شیطان اور اس کے حواریوں پر غصہ کیا اور ان پر انسانوں سے میل جول رکھنے کی پابندی لگا دی اور ان سے ایک سفید کاغذ پر تحریری معاہدہ کیا کہ وہ کسی بھی انسان سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔ پس شیاطین نے ان سے اس بات کا وعدہ کیا اور اس نے سرکشی دکھانے والوں اور جنات کی ایک جماعت کو قتل کر دیا۔ پس وہ اس کے خوف سے جنگلوں' پہاڑوں اور وادیوں کی طرف بھاگ گئے اور وہ تمام شہروں کا تنہا بادشاہ بن گیا' اور جیومرت کی صورت اور اوشہنج کی ولادت اور حکومت کا درمیانی وقفہ دوسو تیس برس پر محیط تھا اوشہنج کی موت کے بعد شیطان اور اس کے لشکری بہت خوش ہوئے اور وہ پہاڑوں' وادیوں سے اتر کر بنی آدم کے گھروں میں داخل ہو گئے۔

یردیا یارد:

اب ہم یرد کے ذکر کی طرف لوٹتے ہیں جس کو بعض لوگ یارد بھی کہتے ہیں۔ مہلائل کے ہاں یرد اس کی خالہ سمن بنت براکیل بن محویل بن خنوح بن قین پیدا ہوا اس وقت آدم علیہ السلام کی عمر چار سو ساٹھ سال تھی۔ یرد ان نصیحتوں کا وارث بنا جو اس کے دادا نے اسے کی تھیں اور اس خلافت کا بھی وارث بنا جو اس کے والد مہلائل کو اپنے والد سے حاصل ہوئی تھی اس کی والدہ نے اس کو باپ کے انتقال کے پچپن برس بعد جنا پھر اس نے آباؤ اجداد کی دی ہوئی وراثت کو اسی طرح قائم کیا جس طرح وہ اپنی زندگی میں قائم رکھے ہوئے تھے۔

یرد کا نکاح:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ یرد نے ایک سو باسٹھ برس کی عمر میں برکتہ بنت الدرمسیل بن محویل بن خنوح بن قین بن آدم علیہ السلام سے نکاح کیا جس کے بطن سے اخنوح پیدا ہوا۔ یہی اخنوح ادریس علیہ السلام کے نام سے مشہور ہوئے۔ بنی آدم میں سب سے پہلے ادریس علیہ السلام کو نبوت کا تاجدار بنایا گیا۔

ابن اسحاق نے اسی طرح روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے قلم سے لکھائی کی۔ اخنوح کی پیدائش کے بعد یرد آٹھ سال تک زندہ رہا اور اس کے ہاں بہت سے لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں نو سو باسٹھ سال کی عمر میں یرد اس دنیا سے رخصت ہوا۔

ادریس علیہ السلام اور تورات:

اہل تورات کی بعض روایات میں آتا ہے کہ یرد کا ایک بیٹا خنوح نامی پیدا ہوا اور وہی ادریس علیہ السلام ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا اس وقت آدم علیہ السلام کی عمر چھ سو بائیس سال تھی اور ادریس علیہ السلام پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔ آدم علیہ السلام کے بعد انہوں نے ہی قلم سے باقاعدہ لکھائی کا آغاز کیا اور قتال (جہاد) فی سبیل اللہ شروع کیا انہوں نے ہی سب سے پہلے کپڑوں کی سلائی شروع کی۔ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے قابیل کی اولاد کو گرفتار کیا اور انہیں غلامی کی زنجیریں پہنا دی تھیں۔ ادریس علیہ السلام پر اپنے والد یرد کے توسل سے وہ باتیں پہنچیں جو ان کے آباؤ اجداد سے چلی آتی تھیں اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہتے تھے یہ سب کچھ آدم علیہ السلام کی زندگی میں ہی ہوا۔

وفات آدم علیہ السلام:

کہا جاتا ہے کہ جب اخنوح کی عمر تین سے آٹھ سال ہوئی تو آدم اس دار فنا سے رخصت ہو گئے اس وقت ان کی عمر نو سو تیس سال تھی۔ اس غم ناک حادثہ کے بعد اخنوح نے اپنی قوم کو جمع کیا اور ان کے سامنے وعظ کیا جس میں انہیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور شیطان کی نافرمانی کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ وہ قابیل کی اولاد سے میل جول ختم کر دیں مگر قوم نے ان کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور بنو شیث کی ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت قین کی اولاد کی طرف متوجہ ہونے لگی۔

وفات ادریس علیہ السلام:

تورات میں مذکور ہے کہ تین سو پینسٹھ برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کو دنیا سے اٹھا لیا اس وقت ان کے والد کی عمر پانچ سو ستائیس سال تھی۔ ادریس کی وفات کے بعد ان کے والد محترم چار سو پینتیس سال زندہ رہے اور یوں انہوں نے نو سو باسٹھ برس کی عمر پائی اور خراج کی پیدائش اس وقت ہوئی جب یرد کی عمر ایک سو باسٹھ سال گزر چکی تھی۔

بتوں کی پوجا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یرد کے زمانہ میں بت تراشے گئے اور بہت سے لوگ اسلام سے پھر کر کفر میں داخل ہو گئے۔

چار رسول:

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! رسولوں میں سے چار رسول سریانی ہیں:

۱۔ آدم علیہ السلام

۲۔ شیث علیہ السلام

۳۔ نوح علیہ السلام

۴۔ اخنوح علیہ السلام (اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم کے ذریعہ لکھائی کی اور اللہ تعالیٰ نے اخنوح پر تیس صحیفے بھیجے)

فضیلت ادریس علیہ السلام:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ادریس علیہ السلام کو اپنے زمانہ میں تمام روئے زمین کے لیے نبی بنا کر بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دو ماضیوں کا علم عطا کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے لیے بطور کرم تیس صحیفوں پر زیادتی تھی۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''بے شک یہ ہی سب کچھ پہلے جو ابراہیم اور موسیٰ پر نازل کیے گئے ان میں بھی ہے''۔

اور کہا کہ جو قرآن میں آیا ہے ''الصحف اولیٰ'' تو صحف سے مراد وہ صحیفے ہیں جو آدم علیہ السلام کے بیٹوں پر ہبۃ اللہ اور ادریس علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

بیوراسپ کو دعوت اسلام:

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں بیوراسپ نام کا ایک بادشاہ تھا اس تک بھی دعوت اسلام کی کچھ باتیں پہنچیں۔ یہ شخص جادو کا موجد تھا۔ اس کے پاس سونے کا ایک بانس نما ڈنڈا تھا وہ جب بھی کسی چیز کا ارادہ کرتا یا ذی روح یا کسی عورت کو اپنے اوپر فدا کرنا چاہتا تو اس بانس نما ڈنڈے پر پھونک مارتا اس کے پاس ہر وہ چیز حاضر ہو جاتی تھی جس کا وہ ارادہ کرتا تھا اسی وجہ سے یہود پھونک مارتے ہیں۔

طہمورث:

فرس کا خیال ہے کہ اوشہنج کی موت کے بعد طہمورث بن یونجہان بن خبانداز بن خیایذار بن اوشہنج کو تخت پر بٹھایا گیا بعض لوگوں نے طہمورث سے اوشہنج تک نسب میں اختلاف کیا ہے بعض تو وہی نسب بیان کرتے ہیں جو کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے اور بعض لوگ اس طرح بھی بیان کرتے ہیں طہمورث بن ابانکہان بن انکھد بن اسکھند بن اوشہنج۔

طہمورث کا نظام حکومت:

مجھے ہشام بن محمد الکلبی سے روایت پہنچی ہے کہ طہمورث بابل شہر کا سب سے پہلا بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے طہمورث کو ایسی شان و شوکت عطا فرمائی تھی کہ جس کے بھی مقابل گیا انسان تو انسان شیاطین بھی اس کے تابع ہو جاتے تھے وہ اللہ کا ایک فرمانبردار بندہ تھا جس نے چالیس سال تک حکومت کی۔ اہل فرس کا خیال ہے کہ طہمورث تمام شہروں کا بادشاہ تھا اور اس کے سر پر بادشاہت کا تاج سجایا گیا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے کہا کہ ہم اللہ کی مدد سے اس کی مخلوق میں سے سرکشی اور نافرمانی کو مٹا دیں گے وہ امور سلطنت چلانے میں نہایت سلیقہ مند اور اپنی رعایا کے لیے انتہائی مشفق حاکم تھا اس نے فارس میں ایک عالی شان محل تعمیر کرایا اور اس میں رہنے لگا اور اس نے مختلف شہروں کا دورہ کیا۔

طہمورث کی بہادری:

ایک دن وہ چھلانگ لگا کر شیطان پر سوار ہو گیا اور اس پر سوار ہو کر زمین کے طول و عرض کا چکر لگایا پھر اس نے شیطان اور اس کے حواریوں کو خوب ڈانٹا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر روئے زمین پر پھیل گئے اور طہمورث نے ہی سب سے پہلے اون اور بال سے لباس اور چٹائی بنائی اور اسی نے سب سے پہلے گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کو بادشاہوں کی سواری کے لیے زینت بنایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ کتوں کو جانوروں کی حفاظت اور درندوں سے بچاؤ اور شکار کے لیے سدھائیں۔

بیوراسپ کا عقیدہ:

بیوراسپ کا عقیدہ اس کی حکومت کے پہلے سال کے شروع ہی میں ظاہر ہو گیا تھا اس نے لوگوں کو ستارہ پرستی کی دعوت دینا شروع کی۔

ادریس علیہ السلام:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ اخنوخ بن یرد نے 'ہدانہ' اور بعض روایات میں 'ادانہ' بنت باویل بن محویل بن خنوخ بن قین بن آدم سے پینسٹھ برس کی عمر میں شادی کی۔ ہدانہ کے بطن سے ایک لڑکا متوشلخ بن اخنوخ پیدا ہوا۔ متوشلخ کی پیدائش کے بعد اخنوخ تین سو سال تک زندہ رہے اس عرصہ میں اخنوخ کے ہاں بہت سارے لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں اور تین سو پینسٹھ برس کی عمر میں اخنوخ کی وفات ہوئی۔

ادریس علیہ السلام کی اولاد:

اہل تورات کے مطابق متوشلخ کی پیدائش اخنوخ کے گھر میں اس وقت ہوئی جب آدم علیہ السلام کی عمر چھ سو ستاسی سال تھی۔ پس اخنوخ نے متوشلخ کو اوامر اللہ پر اپنا نائب مقرر کیا اور اسے اس کے گھر والوں کی وفات سے پہلے بہت سی نصیحتیں کیں اور وہ ان میں سب سے زیادہ علم والے تھے اور وہ جانتے تھے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ قین کی اولاد اور ان کے تعلق والوں پر اپنا عذاب نازل کرے گا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کو ان کے ساتھ میل جول سے باز رکھا۔

گھوڑا میدان جہاد میں:

بعض روایات کے مطابق متوشلخ نے ہی سب سے پہلے اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہاد جاری رکھا اور جہاد میں گھوڑے کو استعمال کیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں اپنے آباء واجداد کے طریقہ پر دین کی سربلندی کے لیے کوشاں رہے۔ اخنوخ کی وفات تین سو پینسٹھ برس کی عمر میں ہوئی۔

ابن اسحاقؒ سے مروی ہے کہ متوشلخ بن اخنوخ نے ایک سو پینتیس برس کی عمر میں عربا بنت عزرائیل (ابن اثیر کی روایت میں عزازیل ہے) بن انوشیل بن خنوخ بن قین بن آدم سے نکاح کیا۔ عربا کے بطن سے ایک لڑکا لمک بن متوشلخ پیدا ہوا۔

والدین نوح علیہ السلام:

لمک کے پیدائش کے بعد متوشلخ سات سو سال تک زندہ رہا اس دوران اس کے ہاں متعدد لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ نو سو اکیس سال کی عمر میں تنوس بنت براکیل کا انتقال ہوا۔ پھر لمک بن متوشلخ بن اخنوخ نے ایک سو ستاسی برس کی عمر میں تنوس بنت براکیل بن محویل بن خنوخ بن آدم سے نکاح کیا۔ تنوس کے بطن سے اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔

نوح علیہ السلام کی بیوی اور اولاد:

نوح علیہ السلام کے بعد لمک پانچ سو پچانوے سال زندہ رہا اس زمانہ میں اس کے ہاں متعدد لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں اور ساتھ سو اسی سال کی عمر میں لمک کا انتقال ہو گیا پھر پانچ سو برس کی عمر میں نوح علیہ السلام نے عمذرہ بنت براکیل بن محویل بن خنوخ بن قین بن آدم سے شادی کی۔ عمذرہ کے بطن سے آپ کے تین بیٹے سام حام اور یافث پیدا ہوئے۔

لمک کی جانشینی:

اہل تورات کا بیان ہے کہ لمک بن متوشلخ کی پیدائش کے وقت آدم علیہ السلام کی عمر آٹھ سو چھہتر برس تھی لمک نے بھی اپنے بزرگوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے دن رات بسر کیے۔ پس جب متوشخ اپنی زندگی کے آخری ایام گزار رہا تھا تو اس نے

اپنے بیٹے لمک کو اپنے تمام امور میں اپنا نائب بنا لیا اور اسے وہی نصیحتیں کیں جو اس کے آباؤ اجداد نے اسے کی تھیں لوگوں کا بیان ہے کہ لمک اپنی قوم کو سمجھاتا اور انہیں قین کی اولاد سے میل جول رکھنے سے منع کرتا مگر وہ نصیحت قبول نہ کرتے اور سرکشی دکھاتے حتیٰ کہ پہاڑوں کے رہنے والے تمام لوگ قین کی اولاد (قابین) کے ساتھی بن کر برائیوں میں مشغول ہو گئے۔

پیدائش نوح علیہ السلام:

کہا جاتا ہے کہ متوشلخ کا ایک دوسرا بیٹا بھی تھا جس کا نام صابی تھا اور یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ صابیہ فرقہ اسی کی طرف منسوب ہے۔ متوشلخ کی کل عمر نو سو ساٹھ سال تھی پھر لمک کی پیدائش کے وقت متوشلخ کی عمر ایک سو ستاسی سال تھی۔ پھر نوح علیہ السلام کے پیدائش لمک کے ہاں نزول آدم کے ایک ہزار چھ سال بعد ہوئی۔

نوح علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آدم علیہ السلام کو وفات پائے ایک سو بیس برس گزر چکے تھے۔

نوح علیہ السلام اور دعوت دین:

جب نوح علیہ السلام نے دعوت الی اللہ شروع کی تو لمک نے انہیں کہا مجھے معلوم تھا کہ اس مقام پر ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ پس اے میرے بیٹے! تو مت گھبرا اور نہ ہی اس نافرمان قوم کی پیروی کرنا۔ نوح علیہ السلام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے اور انہیں وعظ و نصیحت کرتے تھے مگر قوم ان سے پہلو تہی کرتی تھی اور دعوت دین پر کان نہ دھرتی تھی۔

قوم نوح علیہ السلام کو مہلت:

وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو اس مدت سے آگاہ کیا جس مدت تک ان کی قوم کو ڈھیل دی گئی تھی اور انہیں کہا کہ آپ بھی انہیں کچھ مدت تک مہلت دے دیں تاکہ یہ لوگ گمراہی اور سرکشی سے باز آ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کریں لیکن سرکش قوم اپنی گمراہی اور سرکشی سے باز نہ آئی یہاں تک کہ وقت مہلت گزر گیا۔

بعض لوگوں سے یہ روایت دوسرے الفاظ میں یوں مذکور ہے۔

نوح علیہ السلام کا زمانہ بادشاہ بیوراسپ کا زمانہ ہی تھا آپ کی قوم بتوں کی عبادت کرتی تھی آپ نے انہیں ساڑھے نو سو سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا لیکن ان کی ایک کے بعد دوسری نسل کفر کی پیروی کرتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور وہ سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے۔

پیدائش و بعثت نوح علیہ السلام:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بیاسی سال کی عمر میں لمک کے ہاں نوح علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس زمانہ میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو کہ لوگوں کو فحاشی اور منکرات سے روکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نوح علیہ السلام نبی بنا کر بھیجا اس وقت نوح علیہ السلام کی عمر چار سو اسی سال تھی۔ ایک سو بیس سال تک انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا لیکن ان کو قوم نے نوح کی کوئی بھی بات نہ سنی پھر اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا جس وقت آپ نے کشتی بنائی اور اس میں سوار ہوئے اس وقت آپ کی عمر چھ سو سال تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی طرف اپنا عذاب نازل کیا اور سرکشی اور نافرمانی کرنے والے اس پانی کے عذاب میں غرق کر دیئے گئے۔ کشتی میں سواری کے بعد کے نوح علیہ السلام ساڑھے تین سو سال تک زندہ رہے۔

بادشاہ جمشید (جم شیذ)

جمشید کا حسن و جمال اور شان و شوکت:

علمائے فرس سے روایت ہے کہ جمشید کو بادشاہت کے تخت پر بٹھایا گیا۔ شیذ کے معنی شعاع کے ہیں اور یہ لقب اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اسے ملا۔ جم یونجہان کا بیٹا تھا اور طہمورث اس کے بھائی کا نام تھا کہا جاتا ہے کہ اس کی حکومت سات بادشاہیوں پر تھی اور جن وانسان اور تمام مخلوقات اس کے لیے مسخر کر دی گئی تھی۔ جب اس کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا اور وہ تخت نشین ہوا تو اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے جمال کو مکمل کیا ہماری مدد کی اور عنقریب ہم اپنی رعایا کے لیے ہر چیز کے دروازے کھول دیں گے۔

اسلحہ سازی' کپڑا بافی اور دیگر صنعتوں کی ابتداء:

جمشید نے ہی سب سے پہلے تلواروں اور دیگر اقسام کے اسلحہ کی ابتداء کی اور لوگوں کو کپڑا کی بافی صنعت سے متعارف کرایا اور کپڑوں کو رنگنے کا حکم دیا اور جانوروں کو قابو کرنے کے لیے زین اور دستانے بنانے کا حکم دیا۔

مختلف پیشے کب شروع ہوئے:

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ جمشید چھ سو سولہ برس اور چھ مہینے حکومت کرنے کے بعد ایک سال تک لوگوں سے چھپا رہا اس دوران اس کی تمام مملکت بغیر بادشاہ کے چلتی رہی ایک سال کا عرصہ گزرنے کے بعد وہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہوا۔

جمشید نے اپنی سلطنت کے امور چلانے کے لیے عجیب نظام بنایا ہوا تھا۔ اس نے اپنی حکومت کے ابتدائی پچاس سالوں میں لوگوں کو لوہے سے تلواریں اور دیگر اقسام کے اوزار بنانے کا حکم دیا۔ پچاس سے سو سال کے دورانیہ میں میں ریشم اور روئی کو کاتنے اور ان سے کپڑا بنانے مختلف رنگوں میں رنگنے اور کپڑے سینے کا حکم دیا۔

انسانوں کی طبقاتی تقسیم:

سو سال سے ڈیڑھ سو سال کے دوران جمشید نے لوگوں کو چار طبقات میں تقسیم کیا جن میں سے ایک طبقہ فوجیوں کے لیے (کھشتری) دوسرا طبقہ علماء وفقہاء کے لیے (پنڈت' برہمن) تیسرا طبقہ منشیوں اور کلرکوں کے لیے (ویش) اور چوتھا طبقہ کسان اور دیگر فنون کے ماہرین کے لیے (شودر) مخصوص کر دیا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو اپنا کام تندہی سے کرنے کا حکم دیا۔

شیاطین اور جنات سے جنگ:

ڈیڑھ سو سال کا عرصہ جمشید نے شیاطین اور جنات سے خوب جنگ کی پھر انہیں ذلت و رسوائی دینے کے بعد اپنے حکم کے تابع کر لیا پھر اپنی بادشاہی کے دو سو پچاس تا تین سو سال تک کے عرصہ میں شیاطین کو پہاڑوں سے پتھر توڑنے پر معمور کیا پھر ان پتھروں سے لوگوں کے لیے سنگ مرمر اور چونے سے عمارتیں اور غسل خانے تعمیر کروائے اور اس کے بعد انسانی خدمت کے لیے شیاطین کے ذریعہ مختلف چیزیں سمندروں' پہاڑوں' دریاؤں' کانوں اور جنگلوں سے شہروں کی طرف منتقل کرائیں جن میں سر فہرست

سونا' چاندی' مختلف اقسام کی جواہر' خوشبوئیں اور ادویات تھیں۔

دنیا کی اولین گاڑی اور پہلا ہوائی سفر:

جمشید بادشاہ کے لیے شیاطین نے ایک گاڑی تیار کی پھر جمشید نے اس گاڑی میں شیاطین کو لوہے سے جکڑا اور پھر خود اس پر سوار ہو گیا۔ شیاطین اسے لے کر فضا میں اڑے اور شہر دنیاوند سے بابل تک کا سفر صرف ایک دن میں طے کیا اور یہ دن شمسی سال کے پہلے مہینہ کا پہلا دن تھا۔ لوگ اس عجوبے کو انتہائی انہماک سے دیکھنے لگے پس بادشاہ نے یہ دن اور اس کے بعد پانچوں دن عید کے لیے مقرر کرنے کا حکم دیا تاکہ ان دنوں میں خوشی منائی جا سکے اس نے لوگوں کو بتایا کہ یہ سفر اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کیا تھا۔ لہٰذا اس کے بدلہ میں انہیں گرمی' سردی' بیماریوں' بڑھاپے اور حسد سے محفوظ کر دیا گیا۔ لوگ پوری تین صدیاں ان تمام تکالیف سے محفوظ رہے یہاں تک کہ جمشید کی حکومت کو پورے چھ سو سال گزر گئے۔

جمشید کی ناشکری:

چھ سو سال گزرنے کے بعد جمشید نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی کھلم کھلا ناشکری شروع کر دی اور سرکش ہو گیا اور جن و انس کو خطاب کر کے کہنے لگا:

کہ میں ہی تمہارا مددگار اور مالک ہوں اور میں ہی تم سے یہ تمام تکالیف دور کر سکتا نیز اسی طرح کی مزید دوسری باتوں کے علاوہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا لیکن حاضرین نے اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس دعویٰ کے بعد اس کی عزت اللہ کے حکم سے خاک میں ملا دی گئی اور فرشتوں کو اس کی مدد کرنے سے روک دیا گیا۔

جمشید کی ہلاکت:

یہ خبر بیوراسپ جسے ضحاک بھی کہا جاتا تھا کو پہنچی تو وہ بڑی تیزی سے جم کی طرف بڑھا تاکہ اس کا کام تمام کر دے یہ سنتے ہی جمشید بھاگ نکلا لیکن بیوراسپ نے اسے جلد ہی پکڑ لیا اور اسے آرے سے چیر کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اسفتور اور بیوراسپ، جم کے تعاقب میں:

بعض دیگر روایات میں مروی ہے کہ جم نے تقریباً پانچ سو برس تک بڑے احسن طریقہ سے حکومت کا انتظام سنبھالا لیکن آخری سو سال کے عرصہ میں خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا یہ خبر جب اس کے بھائی اسفتور نے سنی تو اسے مضبوطی سے دبوچ لیا تاکہ اسے قتل کر دے (مگر وہ اس سے بھاگ نکلا) لیکن وہ اس سے کسی طرح چھپنے میں کامیاب ہو گیا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ چھپتا رہا بالآخر بیوراسپ نے اس کے ملک پر قبضہ کر لیا اور اسے آرے سے چیر دیا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جم نے سات سو برس چار مہینہ اور بیس دن تک حکمرانی کی۔

بادشاہ مثل جم:

وہب بن منبہؒ سے روایت ہے کہ اسی طرح کی ایک حکایت دوسرے بادشاہ کے متعلق بھی مذکور ہے اگر تاریخوں کا اختلاف نہ ہوتا تو بقول وہب بن منبہ کے ''میں دونوں کو ایک ہی قصہ سمجھتا'' وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ (یہ روایت جمشید کے قول سے ملتی ہے)۔

ایک نوجوان بادشاہ تھا اس نے ایک دن اپنے دربار میں لوگوں سے کہا کہ میں اپنی سلطنت وحکومت میں ایک خاص قسم کی لذت محسوس کرتا ہوں تم بتاؤ کیا یہ ذائقہ اور لذت سب لوگ محسوس کرتے ہیں یا نہیں؟

درباریوں نے کہا: سب لوگ ایسا ہی محسوس کرتے ہیں۔

اس نے کہا: اس کی کیا دلیل وثبوت ہے؟

کسی ایک درباری نے کہا: اے بادشاہ! جب تک تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا رہے گا لوگ اسی طرح خوشحال رہیں گے اور تم بھی خوش رہو گے۔

بادشاہ کا نفاذ شریعت:

بادشاہ نے اپنے تمام وزراء کو جمع کر کے انہیں خطاب کیا اور کہا کہ جس کام میں تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری دیکھو تو مجھے بتاؤ تاکہ میں اس پر عمل کروں اور جس کام میں تم اللہ کی سرکشی اور نافرمانی دیکھو مجھے اس سے منع کر دو تاکہ میں اس کام سے بچوں۔ اس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کرتے ہوئے چار سو سال تک حکومت کی۔

مکالمہ اور ابلیس:

جب ابلیس کو (اس حکم کا) پتہ چلا تو وہ سیدھا بادشاہ کے پاس انسانی شکل میں آیا۔ بادشاہ نے کچھ خوف محسوس کیا تو ابلیس نے بادشاہ کو کہا کہ مت ڈرو میں ابلیس ہوں اور تو مجھے بتا کہ تو کون ہے؟

بادشاہ نے جواب دیا: میں آدم زاد ہوں۔

شیطان نے کہا: ”اگر تو آدم زاد ہوتا تو تجھے کب کی موت آچکی ہوتی جس طرح پہلے لوگوں کو موت نے آلیا۔ تم ان میں سے نہیں ہو بلکہ تم رب ہو۔ لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلاؤ۔

پس یہ بات بادشاہ کے دل میں بیٹھ گئی۔

بادشاہ کا خدائی دعویٰ:

پھر بادشاہ منبر پر چڑھا اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا اے لوگو!

”جو بات میں نے اب تک تم سے چھپائے رکھی اب اس کے اظہار کا وقت آ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں تمہارا رب ہوں اور تم میری عبادت کرو“۔

اس دعویٰ سے زمین کانپ اٹھی۔

بخت نصر اور گمراہ بادشاہ:

اللہ تعالیٰ نے حاضرین جلسہ میں سے کچھ کے پاس وحی بھیجی ”کہ جو شخص میرے لیے ثابت قدم رہتا ہے میں اسے ثابت قدمی عطا کرتا ہوں اور جو میری نافرمانی اور سرکشی میں لگ جاتا ہے تو اسے گمراہ کر دیتا ہوں پس میری عزت کی قسم! اس پر بخت نصر کو مسلط کر دوں گا جو اسے قتل کر کے تمام خزانہ اپنے ساتھ لے جائے گا اور اس زمانہ میں جو بھی حکمران اللہ کی نافرمانی شروع کرتا تو اللہ تعالیٰ اس پر بخت نصر کو مسلط کر دیتے جو ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا۔ یہ بادشاہ بھی اپنے دعوائے خدائی سے باز نہ آیا اس نے اس کو قتل کر دیا اور تمام

خزانہ تر بحری جہازوں میں بھر کر اپنے ساتھ لے گیا۔

ابوجعفر سے مروی ہے کہ بخت نصر اور جم کے درمیان کافی زمانہ کا وقفہ ہے مگر ضحاک بھی بخت نصر کو ہی کیا جاتا ہے۔ ہذا بخت نصر سے یہی ضحاک مراد ہوگا۔

ہشام بن کلبی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ طہمورث کے بعد جم کو تخت شاہی پر بٹھایا گیا وہ اپنے اہل زمان کی نظر میں سب سے بڑے جسم اور بلند حیثیت کا حامل تھا۔ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ چھ سو انیس برس تک جمشید نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے سلطنت کا انتظام چلایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت پر اتر آیا تو ضحاک نے اس کی طرف پیش قدمی کی تاکہ اسے سبق سکھائے لیکن جمشید فرار ہوگیا اور سو سال تک چھپا رہا بالآخر ضحاک نے اسے پکڑ لیا اور اسے آرے سے چیر کر ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جمشید نے کل سات سو انیس برس حکومت کی۔

آدم و نوح علیہما السلام کی درمیانی مدت:

بعض متقدمین کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان وقفہ میں دس نسلیں گزری ہیں اور وہ سب کی سب حق پر تھیں۔ دنیا میں کفر نوح کی بعثت سے کچھ عرصہ پہلے شروع ہوا تھا چنانچہ سب سے پہلے نبی جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور توحید کی طرف بلانے کے لیے مبعوث کیے گئے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ﴾

قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ ہی آیت اسی معنی میں روایت کی گئی ہے۔

بعثت نوح علیہ السلام:

نوح علیہ السلام کس قوم کی طرف مبعوث کیے گئے؟

پہلے ہم یہ اختلاف ذکر کر چکے ہیں لیکن ان میں سے بعض کا قول ہے کہ جب لوگ فواحش و منکرات، شراب نوشی، شہوت پرستی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی طرف نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بیوراسپ کا زمانہ تھا اور نوح علیہ السلام کو اسی کے پیروکاروں کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ بیوراسپ کا ذکر بھی ہم عنقریب کریں گے۔ ان شاءاللہ

قرآن مجید سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ''حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور انہوں نے ایسے لوگوں کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے ان کے نقصان میں اضافہ کیا اور جنہوں نے میرے خلاف بڑی فریب آزمائش باتیں کیں اور جنہوں نے ان کی پیروی کرنے والوں سے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ہی ان کو رسوا کرنا اور ودّ سواع اور یغوث کو نہ چھوڑنا اور نہ یعوق اور نہ نسر کو چھوڑنا اور یہ واقعہ یہ ہے کہ ان ذی اقتدار لوگوں نے بہت گمراہ کیا'' [illegible]

بعثت کے وقت نوح علیہ السلام کی عمر:

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی طرف نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں اور ان احکامات کی پیروی کا حکم دیں جو آدمؑ شیثؑ اور اخنوخ کے صحیفوں میں نازل ہوئے تھے۔ جس وقت نوح علیہ السلام کو نبوت سے نوازا گیا تھا اس وقت ان کی عمر پچاس برس تھی۔

عون بن ابی شنداز کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نبوت عطا ہونے کے وقت ان کی عمر ساڑھے تین سو برس تھی اور ساڑھے نو سو سال تک لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے رہے اور عذابِ الٰہی کے بعد ساڑھے تین سو برس زندہ رہے۔

نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کے لیے بددعا:

ابوجعفر سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو اعلانیہ اور پوشیدہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف بلایا لیکن قوم نے ان کی ایک نہ سنی یہاں تک کہ تین سو برس بیت گئے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نوح کو درخت لگانے اور چالیس سال بعد انہیں کاٹنے اور اس سے کشتی بنانے کا کہا۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا ﴾ (سورۃ ہود آیت ۳۷)

''اور ایک کشتی ہماری حفاظت میں اور ہمارے حکم سے تیار کر''۔

پس نوح علیہ السلام نے درخت کاٹا اور کشتی بنانا شروع کی۔

طوفانِ نوح علیہ السلام:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کی قوم میں سے کسی پر رحم کرتے تو وہ ایک بچہ کی ماں ہوتی''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک دعوت دی یہاں تک کہ آخری زمانہ میں انہوں نے ایک درخت لگایا جب وہ بڑا ہو گیا تو اسے کاٹا پھر کشتی بنانا شروع کی جب ان کی قوم کے افراد وہاں سے گزرتے تو پوچھتے کیا کر رہے ہو؟ نوح علیہ السلام جواب دیتے کہ کشتی بنا رہا ہوں۔ تو قوم والے ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ خشکی پر کشتی بنا رہے ہو اسے چلاؤ گے کہاں؟ تو نوح علیہ السلام فرماتے کہ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔ پھر جب وہ کشتی بنا کر فارغ ہوئے تو تنور سے پانی نکلنے لگا اور پانی محلوں اور گلیوں میں پھرنے لگا تو جبی (بچہ) کی ماں خوفزدہ ہو کر پہاڑ پر چڑھ گئی جب پانی وہاں بھی پہنچ گیا تو مزید پہاڑ پر اوپر اپنے بچے کو لے کر چڑھی یہاں تک کہ وہاں بھی پانی پہنچ گیا اور جب پانی وہاں پہنچا تو اس نے اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا پس پانی اسے اپنے ساتھ بہا کر لے گیا۔ اگر رب العزت اس دن کسی پر رحم فرماتے تو وہ بچے کی ماں پر فرماتے۔

کشتی نوح کا رقبہ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام نے چالیس سال تک ساج کے درخت کو اگایا پھر چار سو سال میں کشتی

[illegible]

قتادہ سے روایت ہے کہ "کشتی کی لمبائی تین سو زراع اور چوڑائی پچاس زراع اور اس کی اونچائی تیس زراع تھی اور کشتی کے چوڑائی والے حصہ میں دروازے لگائے گئے تھے۔

حارث نے ایک روایت میں کشتی نوح کی لمبائی گیارہ سو زراع اور چوڑائی چھ سو زراع مذکور ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حام بن نوح علیہ السلام سے کشتی کے متعلق معلوم کرنا:

عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان سے کہا کہ اگر آپ کسی ایسے شخص کو زندہ کریں جس نے کشتی نوح علیہ السلام کو دیکھا ہو تو ہم اس سے کشتی کے متعلق سوال کریں۔

پس عیسیٰ علیہ السلام اپنے متبعین کے ہمراہ چلے یہاں تک کہ ایک نشیبی علاقہ میں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے زمین سے مٹی اٹھائی اور ان سے پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ حام بن نوح علیہ السلام کی قبر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس نشیبی جگہ پر اپنا عصا مارا اور کہا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ یہ کہتے ہی وہ نشیبی علاقہ پھٹا اور اس میں سے ایک بوڑھا شخص اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا تمہارا انتقال بڑھاپے کی عمر میں ہوا تھا؟

اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میرا انتقال تو جوانی میں ہوا تھا میں نے یہ گمان کیا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اس خوف سے میرے بال سفید ہو گئے۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام کا طول بارہ سو زراع اور عرض چھ سو زراع تھی کشتی کی تین منزلیں تھیں۔ ایک منزل میں جانور دوسری میں انسان اور تیسری میں پرندے تھے۔

کشتی نوح علیہ السلام کا نظام صفائی:

ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب کشتی میں جانوروں کو غلاظت کافی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے نوح کو حکم دیا کہ وہ ہاتھی کی دم کو ہلائیں پس جب انہوں نے ہاتھی کی دم کو ہلایا تو اس میں سے سور اور اس کی مادہ جھڑ کر گر پڑے اور انہوں نے تمام غلاظت کو چاٹ کر صاف کر دیا اور جب چوہوں نے تباہی پھیلائی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق شیر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ضرب لگائی تو شیر کے منہ سے بلی اور بلا جھڑ کر نکلے اور انہوں نے چوہوں کا صفایا کر دیا۔

پانی اترنے کی اطلاع:

کچھ دیر بعد لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ نوح علیہ السلام کو کس طرح پتہ چلا کہ تمام شہر غرق کر دیئے گئے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ ایک کوے کو بھیجتے تھے جو کہ خبر لا کر دیتا تھا لیکن ایک دن دیکھا کہ وہ مردار کا گوشت کھا رہا ہے تو نوح علیہ السلام نے کوے کے لیے بددعا کی یہی وجہ ہے کہ کوا آج تک گھروں اور انسانوں سے مانوس نہیں ہوتا۔ پھر نوح علیہ السلام نے کبوتر کو بھیجا تا کہ وہاں

آپ نے کبوتر کے لیے دعا کی اس وجہ سے کبوتر اعلیٰ پرندوں میں شمار ہونے لگا۔

حام کی قبر میں واپسی:

عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے حام سے کہا: آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ہم اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر آپ کے ساتھ باتیں کر سکیں تو اس نے جواب دیا ''جس شخص کا رزق دنیا سے ختم کر دیا گیا ہو وہ کس طرح آپ لوگوں کے ساتھ جا سکتا ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے لوٹ جا اور وہ دوبارہ مٹی میں چلا گیا۔

کشتی نوح کا ڈیزائن:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق نوح علیہ السلام ''بوز'' پہاڑ پر کشتی تیار کی جس کی لمبائی تین سو زراع اور چوڑائی پچاس زراع اور اونچائی تیس زراع تھی۔ کشتی پانی سے تقریباً چھ زراع باہر تھی (یہاں زراع سے مراد نوح علیہ السلام کے دادا کے زراع ہیں) اور وہ کئی منزلوں پر مشتمل تھی۔ کشتی کے تین دروازے تھے جو کہ بالترتیب ایک دوسرے کے اوپر نیچے تھے۔

نوح علیہ السلام کا صبر:

عمیر لیثی سے مروی ہے کہ جب نوح علیہ السلام قوم کو اللہ کی طرف بلاتے تو قوم کے لوگ آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے۔ یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو جاتے اور جب کچھ افاقہ ہوتا تو کہتے اے میرے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ یہ نہیں جانتے۔

نوح علیہ السلام کی دکھ بھری دعا:

ابن اسحاقؒ سے مروی ہے کہ جب نوح علیہ السلام کی قوم سرکشی اور نافرمانی میں حد سے بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کھلے عام ہونے لگی اور لوگ سیدھے راستے پر چلنے کی بجائے مزید بگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد بھی یہی کرتے تھے تو اب نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّ نَهَارًاo فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآئِیْۤ اِلَّا فِرَارًا.

ترجمہ: ''اے اللہ! میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی مگر میری دعوت کی وجہ سے مزید مجھ سے بھاگنے لگے''۔

اور اسی طرح دوسری دعائیں کیں:

ترجمہ: ''اے اللہ! تو زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ کیونکہ یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے مزید فاجر اور کافر لوگ دنیا میں بڑھیں گے''۔ (سورۃ نوح)

کشتی کی تیاری کا حکم:

جب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے بددعائیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا جسے قرآن نے ان الفاظ میں ہمیں بتایا:

﴿ وَ اصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴾

کفار کا نوح سے مذاق:

اس حکم کے آتے ہی نوح نے کشتی تیار کرنا شروع کر دی اور جب لوگ ان کے قریب سے گذرتے تو کہتے کہ یہ بڑھئی کب سے بنا۔ نیز طرح طرح کے مذاق کرتے اور تمسخر اڑاتے۔ تو نوح علیہ السلام جواب دیتے کہ اگر تم ہمارا مذاق اڑاؤ گے اور ہم پر ہنسو گے تو عنقریب ہم تم پر ہنسیں گے جب اللہ تعالیٰ کا شدید عذاب تم کو جکڑ لے گا۔

کشتی میں سوار ہونے کا حکم:

اہل تورات کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو ساج کی لکڑی سے کشتی تیار کرنے کا حکم فرمایا اور اس کو اندر باہر سے تار کول کا لیپ کرنے کا حکم دیا۔ اور حکم دیا کہ اس کی لمبائی اسی زراع اور چوڑائی پچاس زراع اور اونچائی تیس زراع اور اس میں تین منزلیں بنائی جائیں اور روشن دان رکھے جائیں۔

جب نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کشتی تیار کر لی تو حکم ہوا کہ اس میں ہر جاندار کے دو دو جوڑے سوار کر لیں اور ان لوگوں کو سوار کر لیں جو اللہ تعالیٰ کے مومن بندے ہیں اور نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ جب تنور سے پانی نکلتا دیکھیں تو کشتی میں سوار ہو جائیں تو آپ نے اسی طرح کیا۔

اصل تورات کی روایت کے مطابق کشتی میں کل دس انسان اور باقی سب جانور تھے اور 'یام' جو کہ آپ کا بیٹا تھا کفر کی وجہ سے اس میں سوار نہ ہو سکا اور ہلاک کر دیا گیا۔

شیطان کا کشتی میں دھوکہ سے سوار ہونا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے چیونٹی اور سب سے آخر میں گدھے کو کشتی میں سوار کیا تو ابلیس گدھے کی دم سے چمٹ گیا اور گدھے کو اندر جانے سے روکے رکھا تو نوح علیہ السلام نے گدھے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تو داخل ہو جا اگر چہ تیرے ساتھ شیطان ہی کیوں نہ ہو جب شیطان نے یہ سنا تو گدھے کو چھوڑ دیا اور خود بھی گدھے کے ساتھ داخل ہو گیا جب نوح علیہ السلام نے شیطان کو کشتی میں سوار دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تمہیں کس نے سوار کیا ہے۔ اے اللہ کے دشمن نکل جا کشتی سے۔ شیطان نے کہا اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپ مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کر لیں اور یوں شیطان کشتی کے اوپر والے حصہ میں سوار ہو گیا۔

یام بن نوح کی غرقابی:

جب نوح علیہ السلام سوار ہو گئے تو اپنے ساتھ تمام مومنین اور جانوروں کو لے لیا تو اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اور پھر ہم نے بکثرت برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور ہم نے زمین سے چشمے بہا دیئے پھر دونوں جانب کا پانی مل کر اس کام کے لیے جمع ہو گیا جو اس کا مقدر ہو چکا تھا''۔ (سورۃ القمر آیت ۱۱۔۱۲)

ترجمہ: ''اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی پر سوار کیا وہ کشتی ہماری حفاظت و نگرانی میں چلتی تھی یہ اس شخص کا بدلہ لینے کے لیے کیا گیا جس کی بے قدری کی گئی''۔

اسی حالت میں نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو بھی سوار ہو جا۔ لیکن وہ اپنے کفر پر ڈٹا رہا اور کہا کہ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا لیکن نوح علیہ السلام نے کہا کہ آج اللہ کے حکم سے کوئی تجھے نہیں بچ سکتا مگر جس پر اللہ رحم کرے اور اسی اثنا میں ایک موج اسے اپنے ساتھ بہالے گئی اور وہ بھی غرق ہونے والوں میں سے ہو گیا۔

طوفانی لہریں:

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ پانی اتنی شدید لہروں سے بہا کہ پہاڑوں سے تقریباً پندرہ زراع بلند ہو گیا اور ہر چیز کو ہلاک کر دیا سوائے ان کے جو نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار تھے۔

عوج بن عنق:

اہل کتاب کا گمان ہے کہ ایک (لمبا شخص) عوج بن عنق بھی زندہ بچ جانے والوں میں سے تھا۔ چھ مہینے اور دس راتیں پانی سطح زمین پر رہا پھر اس کے بعد آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو گیا۔

آدم علیہ السلام کا جسد پاک کشتی نوح میں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چالیس دن اور چالیس راتیں بارش خوب برسی یہاں تک کہ تمام وحشی جانور، چرند، پرند سب جمع ہو کر نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے ان میں سے دو دو جوڑی کشتی میں سوار کر لی اور آدم علیہ السلام کے جسد پاک کو بھی کشتی میں رکھ لیا آپ کا جسد اتنا بڑا تھا کہ اس کو عورتوں اور مردوں کے درمیان (بطور پردہ) حائل کر دیا۔

نوح علیہ السلام کے کشتی میں سوار ہونے اور اترنے کی تاریخ:

نوح علیہ السلام اور اس کے پیروکار دس رجب کو کشتی میں سوار ہوئے اور دس محرم یعنی عاشور کے دن کشتی سے نیچے اترے۔ اسی وجہ سے لوگ اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ طوفان نوح میں نصف پانی بارش کی صورت میں آسمان سے اترا اور نصف پانی زمین سے چشموں کی صورت میں نکلا۔ کشتی نوح چھ ماہ تک انہیں لے کر زمین کے چکر لگاتی رہی یہاں تک کہ سات ماہ بعد جودی پہاڑ پر جا رکی جو کہ ارض موصل میں خفیض کے علاقے میں واقع ہے۔ جب کشتی جودی پہاڑ پر رک گئی تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ جو پانی اس کے اندر سے نکلا ہے اسے اپنے اندر سمو لے اور آسمان کو تھمنے کا حکم دیا یوں پانی کم کر دیا اور باقی رہا آسمان سے نازل ہونے والا پانی تو وہ سمندر کی صورت میں آج تک موجود ہے صرف حسمی کے علاقہ میں چالیس سال تک پانی رکا رہا اور پھر وہ بھی زمین میں جذب ہو گیا (حسمی، ملک شام کی ایک بستی ہے) یہ پانی اب بھی وہاں موجود ہے اور انتہائی غلیظ ہو چکا ہے۔

تنور کس علاقہ میں تھا:

بعض [illegible]

بعض نے کہا ہے کہ ہندوستان میں تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے لیکن دوسرے بعض لوگ جن میں مجاہد اور شعبی ہیں ان کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تنور کوفہ کے اطراف میں واقع تھا۔

کشتی نوح علیہ السلام کے سوار:

بعض کہتے ہیں کہ کشتی نوح علیہ السلام کے سواروں کی تعداد اسی تھی اور ابن سفیان رحمہ اللہ کی روایت میں تعداد اسی ہی بیان ہوئی ہے۔

سفیان رحمہ اللہ کی روایت سے بھی یہی تعداد معلوم ہوتی ہے اور وہ آیت "فما امن معه الا قليل" کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے کشتی میں اپنے بیٹوں سام' حام اور ان کی بیویوں کے علاوہ کل بہتر آدمی بنی شیث کے سوار کیے تھے جو ایمان لا چکے تھے اس حساب سے کشتی میں اسی افراد سوار تھے۔

قتادہ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے لوگوں کی روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کل آٹھ افراد کشتی میں سوار تھے۔

حکم کی روایت میں مذکور ہے کہ کشتی نوح میں ان کے بیٹے اور چار بہویں تھیں۔

ابن جریج رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق وہ کل آٹھ افراد تھے۔ نوح علیہ السلام ان کی بیوی اور ان کے بیٹے اور ان کی بیویاں' بیٹوں میں سام' حام' یافث شامل تھے۔ کشتی میں ہی حام نے اپنی بیوی سے جماع کیا تو نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ اس نطفہ کو بگاڑ دے۔ پس دعا قبول کی گئی اور حام کی بیوی کے بطن سے سوڈانی لوگ پیدا ہوئے۔

سفیان اور کچھ دوسرے لوگوں نے کہا کہ وہ کل سات افراد تھے۔ نوح علیہ السلام اور ان کے تین بیٹے اور ان کی بیویاں۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ کشتی میں کل دس افراد سوار تھے سوائے نوح علیہ السلام کی بہوؤں کے یعنی کل تیرہ افراد کشتی میں سوار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے طوفان اس وقت نازل کیا جس وقت ان کی عمر چھ سو سال تھی اور آدم علیہ السلام کے دنیا میں آنے کے دو ہزار سال بعد کا واقعہ ہے۔

نو آبادکاری:

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرہ تاریخ کو طوفان بھیجا اور نوح علیہ السلام اس وقت کشتی میں سوار رہے جب تک کہ تمام پانی زمین نے اپنے اندر جذب نہ کر لیا کشتی جب جودی پہاڑ پر وادی قرہ میں چھٹے مہینے کی سترہ تاریخ کو رکی تو نوح علیہ السلام نے قردی جزیرہ کے ایک علاقہ میں اسی گھر تعمیر کرائے اور ہر شخص کے حوالے ایک مکان کیا۔ یہ علاقہ آج تک ''سوق ثمانین'' ۸۰ کا بازار کے نام سے مشہور ہے۔

نوح علیہ السلام کے آباؤ اجداد:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی مذکورہ مفہوم پر مشتمل ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ بنو قابیل تمام کے تمام ہلاک کر دیئے گئے تھے اور نوح علیہ السلام کے تمام آبا آدم علیہ السلام تک اسلام پر تھے۔

ابو جعفر سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ روئے زمین پر طوفان کو دوبارہ نہ لوٹایا جائے گا۔

عاشور کا روزہ:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام رجب کی پہلی تاریخ کو کشتی میں سوار ہوئے پس نوح اور ان کے اصحاب نے اس دن روزہ رکھا۔ چھ مہینے تک کشتی انہیں لے کر سفر کرتی رہی یہاں تک کہ یہ سفر ماہ محرم میں عاشورہ کے دن جودی پہاڑی پر اختتام پذیر ہوا پس اس دن نوح علیہ السلام نے روزہ رکھا اور اپنے تمام پیروکاروں اور چرند پرند کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔

کشتی نوح کا سفر:

ابن جریجؒ کی روایت میں ہے کہ کشتی کے اوپر والے حصہ میں پرندے درمیانی منزل میں انسان اور سب سے نچلی منزل میں جانور تھے۔ کشتی کی لمبائی تین زراع تھی۔ کشتی جمعہ کے دن ''عین وردہ'' کے مقام سے رجب کی ۱۰ تاریخ کو چلی اور جودی پہاڑ پر عاشورہ کے دن رکی جس وقت یہ کشتی بیت اللہ کے قریب پہنچی تو کشتی نے بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے پھر کشتی یمن پہنچی اور وہاں سے پلٹ کر دنیا کا چکر لگانے لگی۔

قتادہؓ سے منقول ہے کہ نوح علیہ السلام جس وقت عاشورہ کے دن کشتی سے نیچے اترے تو آپ نے لوگوں کو کہا کہ تم میں سے جو روزہ دار ہیں وہ اپنے روزہ کو مکمل کریں اور جو لوگ روزہ دار نہیں ہیں وہ روزہ رکھ لیں۔

قتادہؓ سے یہی منقول ہے کہ دس رجب کو کشتی انہیں لے کر چلی اور ایک سو پچاس دن تک انہیں لے کر سفر کرنے کے بعد ماہ محرم میں عاشور کے دن جودی پہاڑ پر پہنچ کر رک گئی۔

محمد بن قیس سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں تمام انسان روئے زمین پر اپنا حق سمجھتے تھے۔

طوفان کے بعد نوح علیہ السلام کتنا عرصہ زندہ رہے:

عون بن ابی شداد سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام طوفان کے بعد تین سو اڑتالیس برس تک زندہ رہے اور نوح علیہ السلام کی کل عمر ساڑھے نو سو سال تھی۔

اولاد نوح علیہ السلام:

طوفان سے قبل نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی عمر اٹھانوے برس بتائی جاتی ہے۔ لیکن بعض اہل تورات سے مروی ہے کہ طوفان سے قبل نوح علیہ السلام کی کوئی اولاد نہ تھی اور جتنی بھی اولاد ہوئی وہ طوفان کے بعد کشتی سے اترنے کے بعد ہوئی۔

طوفان نوح علیہ السلام کے بعد تمام لوگ ہلاک کر دیئے گئے سوائے ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائے تھے اور آج یہ نسل نوح علیہ السلام کی طرف منسوب کی جاتی ہے اسی طرح قرآن کریم نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے:

﴿ وَ جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبَاقِيْنَ ﴾

''ہم نے اس کی اولاد کو باقی رکھا''۔ (سورۃ الصافات آیت ۷۷)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نوح علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اور وہ دونوں طوفان سے قبل ہی وفات پا چکے تھے ان میں سے ایک کا نام کنعان اور دوسرے کا عامر تھا یہ طوفان سے قبل ہی انتقال کر چکے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام کے ہاں سام پیدا ہوا اس کی اولاد سفید اور گندمی رنگ کی تھی دوسرا بیٹا حام پیدا ہوا اس کی اولاد کالی اور سفید تھی۔

تیسرا بیٹا یافث پیدا ہوا اس کی اولاد گہرے سرخ اور زرد رنگ کی تھی۔

اور چوتھا بیٹا کنعان تھا جو کہ طوفان میں غرق کر دیا گیا اہل عرب کنعان کو یام کے نام سے پکارتے ہیں۔

مجوسیوں کے خیالات:

مجوسی طوفان نوح علیہ السلام سے انکاری ہیں ان کا کہنا ہے کہ دنیا جیومرت کے زمانہ سے ہی باقی ہے وہ کہتے ہیں کہ جیومرت دراصل آدم علیہ السلام ہی ہیں اور وہ ایک دوسرے کو اپنا وارث بناتے رہے یہاں تک کہ فیروز بن یزدگرد بن شہریار کا زمانہ آ گیا ان میں سے بعض لوگ طوفان نوح کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن وہ بھی صرف بابل شہر اور اس کی مضافات کی حد تک اور کہتے ہیں کہ جیومرت کی اولاد کے گھر مشرقی جانب تھے اور پانی وہاں تک نہیں پہنچا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

''اور نوح نے ہم کو پکارا سو ہم کیا خوب پکار پر پہنچنے والے ہیں اور ہم نے نوح اور ان کے اہل بیت کو بڑے غم سے نجات دی اور ہم نے صرف نوح ہی کی نسل کو باقی رکھا''۔ (سورۃ الصافات آیت ۷۵ تا ۷۷)

جیومرت اور اس کے بارے میں اختلافی مضمون پہلے گزر چکا ہے۔

سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''وَ جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبَاقِيْنَ'' سے مراد سام، حام اور یافث ہیں۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام انسان نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے کہ تمام انسان اولاد نوح علیہ السلام ہیں۔

روئے زمین کی تقسیم اور تاریخ کی ابتداء:

محمد بن صالح اور شعبی سے مروی ہے کہ جس وقت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا اور زمین میں ان کی نسل ایک بڑی تعداد میں پھیل چکی تو ان کے بیٹوں نے تاریخ کی ابتداء نزول آدم علیہ السلام سے کی اور یہ تاریخ کا سلسلہ نوح علیہ السلام کی بعثت تک رہا پھر اس کے بعد نوح علیہ السلام سے تاریخ لکھنے کا سلسلہ جاری ہوا یہاں تک کہ زمین پر ہر چیز تباہ و برباد کر دی گئی۔ پھر نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکار کشتی سے اترے تو نوح نے اپنے بیٹوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔

سام کو زمین کا وسطی حصہ دے دیا گیا جس میں بیت المقدس، نیل، فرات، دجلہ، سیحون، جیحون، وفیشون کے علاقے تھے یہ تمام علاقے فیشون سے نیل کے مشرقی جانب اور جنوبی ہواؤں کے چلنے کی جگہ سے شمالی ہواؤں کے چلنے کی جگہ تک محیط ہے۔

حام کو نیل کے مغربی کنارے سے شام کی ہواؤں کے چلنے تک کی جگہ عطا کی گئی۔ یافث کو فیشون سے لے کر صبح کی ہواؤں کے چلنے کی جگہ تک کا علاقہ عطا کیا گیا۔

یہ سلسلہ تاریخ طوفان نوح علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے تک چلتا رہا۔

اس کے بعد تاریخ کا سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے سے یوسف علیہ السلام تک چلا۔

پھر یوسف علیہ السلام کی بعثت سے موسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک چلا۔

موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے یہ سلسلہ سلیمان علیہ السلام کی بعثت تک

سلیمان علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کی بعثت تک

عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کی بعثت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک چلتا رہا۔

غرض ہر نبی کے دور میں تاریخ کا نئے سرے سے اجراء ہوا۔ یہ تمام تواریخ یہود استعمال کیا کرتے تھے۔ جب کہ مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تاریخ شمار کرتے ہیں۔ صرف قریش اسلام سے قبل واقعہ فیل سے تاریخ شمار کرتے تھے۔ باقی تمام عرب کے لوگ مذکورہ انبیاء ہی کی تاریخ استعمال کرتے تھے۔ مثلاً رجب کے دن سے تاریخ شمار کرنا اور کلاب اول وثانی سے تاریخ شمار کرنا وغیرہ۔ نصرانی آج تک ذوالقرنین بادشاہ کے زمانہ سے تاریخ شمار کرتے ہیں۔

اہل فارس اپنے بادشاہوں کے زمانہ سے تاریخ شمار کرتے ہیں آج کل وہ اپنے آخری بادشاہ یزدگرد بن شہریار کے زمانہ سے تاریخ شمار کرتے ہیں۔ جو کہ بابل اور مشرق کا بادشاہ تھا۔

بیوراسپ یعنی ازدہاق

عرب اسے ضحاک کہتے ہیں کیونکہ فارسی میں جو حروف ''سین اور زا'' کے درمیان واقع ہوا سے ''ضاد'' میں تبدیل کر دیتے ہیں اور ''ہا'' کو ح میں اور ''قاف'' کو ''کاف'' میں

حبیب بن اوس نے اپنے شعر میں یہی مراد لیا ہے:

مَـا نَـالَ مَـا قَدْ نَـالَ فِـرْعَوْنُ وَ لَا
هَـامَـانُ فِـي الـدُّنْيَـا وَ لَا قَـارُوْنُ
بَـلْ كَـانَ الـضَّحَّـاكُ فِيْ سَطَوَاتِـهٖ
بِـالْـعَـالَـمِيْـنَ وَ اَنْـتَ اَفْـرِيْـدُوْن

''دنیا میں جو کچھ اس نے پایا فرعون' ہامان اور قارون نے بھی نہیں پایا بلکہ وہ دنیا میں اپنے اقتدار میں ضحاک کی مانند تھا''۔

اور اہل یمن اس کی تائید کرتے ہیں ہشام بن محمد بن سائب سے ضحاک کے بارے میں مذکور ہے کہ عجم ضحاک کے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ جمشید کا بہنوئی جو کہ ان کے خاندان کے معزز افراد میں سے تھا اور اس نے اسے یمن کا بادشاہ بنا دیا۔ ضحاک اسی کا بیٹا تھا۔

ضحاک کا نسب:

اہل یمن یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ انہی میں سے تھا اور اس کا نسب یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ ضحاک بن علوان بن عبیدہ بن عویج ہے اور اس نے اپنے بھائی سنسان بن علون بن عبیدہ بن عویج کو مصر کا بادشاہ بنایا تھا اور وہ خزاعۃ کا پہلا شخص تھا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر میں تشریف لائے تو اس وقت وہی مصر کا بادشاہ تھا۔

مذکورہ ازدہاق کی جو نسبت ہشام نے اہل یمن کی طرف سے یہاں کی ہے اہل فارس نے اس سے الگ ایک نسبت بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ بیوراسپ بن اردون بن زونیکا بن دیرشک بن تار بن فروک بن سیامک بن مشا بن جیومرت۔

انہی میں سے بعض اصحاب نے اس نسبت کے ساتھ منسوب کیا ہے اس میں آباؤ اجداد کے ناموں میں اختلاف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ضحاک بن اندر ماسپ بن زنجدار بن وندریسج بن تاج بن فریاک بن ساہمک بن تازی بن جیومرت

اور مجوسیوں کا گمان ہے کہ تاج میں عربوں کا باپ ہے اور گمان کرتے ہیں کہ ضحاک کی ماں ودک بنت ویونجھان تھی اور اس نے شیاطین کا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا جس کا بابل میں بڑا مقام تھا اس کے دو بیٹے تھے ایک کا نام سرہوار اور دوسرے کا نفوار تھا۔

شعبی کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ وہ قرشت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مسخ کر کے ازدہاق بنایا تھا۔

شعبی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابجد' ہوز' حطی' کلمن' سعفص اور قرشت ہی سب سے ظالم بادشاہ تھے۔ ایک دن قرشت نے سوچا اور کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے اسے مسخ کر دیا اور اسے ازدہاق بنا دیا عرب اور عجم کے تمام اہل اخبار کا گمان ہے کہ اس نے تمام ملکوں پر قبضہ کیا اور وہ ایک فاسق و فاجر جادوگر تھا۔

ضحاک وسواد بادشاہ کا زوال:

ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ ضحاک نے جمشید کے بعد تقریباً ایک ہزار سال تک حکمرانی کی پھر ضحاک کے بعد سواد وادی نرس میں آیا جو کوفہ کی طرف جانے والے راستے ایک جانب ہے اور تمام زمین کا بادشاہ بن بیٹھا اور لوگوں پر ظلم وستم کی نئی داستان رقم کرنا شروع کی ہزاروں لوگوں کو قتل کیا اس نے سب سے پہلے سولی پر لٹکانے اور بدن کے مختلف اعضاء کاٹنے کی سزائیں تجویز کیں۔ زمین پر عشر مقرر کیا' درہم جاری کیے اور سب سے پہلے گانا گایا پھر اس کی مداح سرائی میں گانے گائے گئے۔

اژدھا نما پھوڑے:

بعض روایات میں ہے کہ ضحاک کے دونوں کندھوں پر اژدھے کی شکل کے پھوڑے نکل آئے اور جب تک وہ دو انسانوں کو قتل کر کے ان کا دماغ ان پر نہ لگاتا تو یہ پھوڑے حرکت کرتے رہتے تھے جس کی وجہ سے وہ شدید تکلیف محسوس کرتا تھا چنانچہ وہ روزانہ دو آدمی قتل کرنے کا حکم دیتا اور ان کا دماغ اپنے پھوڑوں پر لگاتا۔

ضحاک کو سرزنش:

اس قتل عام کو دیکھ کر بابل سے ایک شخص نکلا اور اس نے ایک جھنڈا گاڑ کر لوگوں کو اس کے نیچے جمع کیا جب ضحاک کو اس شخص کی حرکت کا علم ہوا تو اس نے پوچھا کہ اس نے لوگوں کو کیوں جمع کیا ہے کہ اور وہ کیا چاہتا ہے تو اس شخص نے ضحاک کو کہا کہ کیا تو یہ گمان نہیں کرتا کہ تو تمام روئے زمین کا بادشاہ ہے تو اس نے جواب دیا کہ بے شک میں تمام روئے زمین کا بادشاہ ہوں تو اس شخص نے جواب دیا کہ اگر تو تمام روئے زمین کا بادشاہ ہے تو صرف ہمیں ہی کیوں قتل کرتا ہے تجھے چاہیے کہ قتل کو تمام لوگوں پر تقسیم کر دے (باری لگا دے)

چنانچہ ضحاک نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ روزانہ دو آدمی ترتیب سے لاتے رہیں اور کسی شہر یا گاؤں کو مخصوص نہ کریں بلکہ ہر شہر اور گاؤں سے آدمی لائے جائیں۔

سرزنش کرنے والے کی یادگار:

بعض لوگوں نے کہا کہ اہل اصفہان اسی جھنڈا اٹھانے والے کی اولاد ہیں اور یہ جھنڈا آج تک فارس کے بادشاہوں کے خزانوں میں محفوظ ہے جو کہ اصل میں شہر کی کھال کا تھا۔ مگر فارس کے بادشاہوں نے اس پر سونا اور ریشمی کپڑا چڑھا دیا تا کہ اس سے برکت حاصل کر سکیں۔

ضحاک/نمرود:

بعض دیگر روایات میں آتا ہے کہ ضحاک ہی نمرود تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے اسی بادشاہ

نے آپ کو آگ میں ڈالا۔

ضحاک کے مال کا لٹنا:

کہا جاتا ہے کہ افریدون جو جمشید کی نسل میں سے تھا جو کہ ضحاک سے پہلے گزرا تھا۔ وہ جمشید کی نویں نسل تھا اس کی جائے پیدائش دیناوند تھی ایک دن وہ اپنے گھر سے نکلا اور ضحاک کے محل میں پہنچ گیا وہاں اس نے ضحاک کو نہ پایا کہا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان گیا ہوا تھا پس اس نے محل میں جو کچھ بھی تھا سب کچھ لوٹ لیا۔

ضحاک کی قید میں:

جب ضحاک کو اس کی خبر پہنچی تو وہ آگ بگولہ ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی طاقت سلب کر لی اور افریدون اس پر غالب آ گیا اور افریدون نے اسے دیناوند کے پہاڑوں میں قید کر دیا۔ عجم والے آج تک یہ گمان کرتے ہیں کہ ضحاک آج تک دیناوند کے پہاڑوں میں لوہے کی زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے اور اسے عذاب دیا جا رہا ہے۔

ہشام سے مروی ہے کہ ضحاک اپنے گھر پر ہی موجود تھا لیکن افریدون قلعہ زرنج ماہ مہروز مہر میں داخل ہوا اور سیدھا ضحاک کے گھر پہنچا اور ضحاک کی دو بیویوں اروناز اور سوار سے نکاح کر لیا۔ جب یہ منظر بیوراسپ نے دیکھا تو گھبرا اٹھا اور اسے کچھ بجھائی نہ دیا جب اس کی یہ حالت افریدون نے دیکھی تو لوہے کا ایک گرز اس کے سر پر زور سے مارا۔ شدت ضرب کی وجہ سے بیوراسپ کی عقل زائل ہو گئی پھر افریدون نے اُسے پکڑ لیا اور دیناوند کے پہاڑوں میں قید کر دیا اور لوگوں کو اس دن مہرجان کے نام سے عید منانے کا حکم صادر فرمایا اور خود تخت شاہی پر براجمان ہو گیا۔

بادشاہت کے اصل حقدار:

اہل فارس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت وسلطنت دراصل اوشہنج' جمشید اور طہمورث کی تھی ضحاک تو صرف ایک غاصب تھا جس نے لوگوں کو اپنے اژدھا نما پھوڑوں سے ڈرا کر اپنے جادو سے مغلوب کر کے دوسرے بادشاہوں سے بادشاہی چھینی تھی۔

ضحاک نے سرزمین بابل میں ایک شہر تعمیر کیا جس کا نام حوب رکھا تھا وہاں اس نے قبطیوں کو مصاحب اور روزہ دار بنا کر رکھا تھا جب کہ باقی قبائل کے لوگوں پر وہ ظلم وتشدد کرتا تھا اور ان کے بچوں کو ذبح کر دیا تھا۔

بعض اہل کتاب کا قول ہے کہ ضحاک کے دونوں کندھوں پر اژدھوں کی صورت میں گوشت کی ٹکڑے (رسولیاں) تھیں جن کو وہ اپنی مکاری اور چالاکی سے کپڑوں سے ڈھانپ کر رکھتا تھا اور لوگوں کو ان سے ڈراتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ اژدھے ہیں حالانکہ وہ صرف گوشت کے لوتھڑے (رسولیاں) تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ واقعتاً سانپ ہی تھے۔

ضحاک کی شکست:

بعض اہل علم اہل فارس کا نسب یوں بیان کرتے ہیں کہ جب بیوراسپ اپنے ظلم وستم کی تمام حدود پار کر چکا تو کابی نامی ایک شخص اٹھا اور اس نے تمام لوگوں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کیا اور انہیں بیوراسپ کے خلاف جنگ پر تیار کیا چنانچہ تمام لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ وہ اس کے ظلم وستم سے تنگ آ چکے تھے اور خود کابی بھی اپنے دو بیٹوں کے بیوراسپ کی بھینٹ چڑھ

جانے پر غضب ناک ہوا تھا۔ بالآخر اس نے ضحاک کو شکست دی اور لوگوں نے کابی کو اپنا بادشاہ مقرر کر دیا۔ لوگ اس کی اطاعت کرنے لگے اور اس کا ہر حکم ماننے لگے۔

کابی کا جھنڈا:

آج بھی کابی کا جھنڈا عجم کے بادشاہوں کے پاس محفوظ ہے جسے وہ لے کر بیوراسپ کے ظلم وتشدد کے خلاف اٹھا تھا۔ بادشاہان فارس اس جھنڈے سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ بطور تبرک ایک دوسرے کو بھیجتے ہیں اور انتہائی اہم امور میں اس علم کابی کو سب جھنڈوں سے بلند رکھتے ہیں۔

افریدون کی تخت نشینی:

جب کابی ضحاک کے قریب پہنچا تو ضحاک کابی سے مرعوب ہو کر بھاگ نکلا اور کابی کے لیے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا لیکن کابی جانتا تھا کہ وہ بادشاہت کا اہل نہیں چنانچہ اس نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ جمشید کی اولاد میں سے کسی کو اپنا بادشاہ بنالیں کیونکہ بادشاہت کے اصل حقدار وہی ہیں انہوں نے ہی ہمارے ملک کی بنیاد رکھی تھی اور ملک کا نظم ونسق ترتیب دیا تھا۔ چنانچہ افریدون بن اثفیان کو لوگوں کی بادشاہت کے لیے مقرر کیا اور اسے تخت شاہی پر بٹھا کر خود اس کے مددگار بن گئے افریدون نے بادشاہت کا تاج پہنتے ہی ضحاک کی تمام املاک کو اپنی تحویل میں لے لیا اور ضحاک کو گرفتار کر کے دیناوند کے پہاڑوں میں قید کر دیا۔

مجوسیوں کا گمان ہے کہ ضحاک کو دیناوند کے پہاڑوں میں قید کر کے جنوں کو اس کی نگرانی اور حفاظت پر مامور کیا گیا۔

کابی کی قیادت میں لوگوں کا ضحاک کے پاس پہنچنا:

اہل علم کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ضحاک کا ظلم وتشدد شرافت کی تمام حدود پار کر چکا اور اس کا ظلم پھیلتا ہی چلا گیا اور اس کی طرف سے خیر کی کوئی امید نہ رہی تو ملک کے لوگ جمع ہو کر اس کے پاس پہنچے تا کہ اس سے بات چیت کی جائے لیکن سوال یہ تھا کہ ضحاک سے بات چیت کون کرے گا اور کون ان کا لیڈر رہے گا آخر کار لوگ کابی پر جمع ہو گئے یہ ہی بادشاہ ضحاک سے بات چیت کرے گا اور اسے انصاف کرنے پر آمادہ کرے گا۔ کابی نے بھی یہ ذمہ داری قبول کر لی اور ضحاک کے سامنے پہنچ گیا۔

کابی کا انداز گفتگو:

کابی نے ضحاک کو ان الفاظ میں سلام کیا:

سلامتی ہو تمام شہروں کے بادشاہ پر یا صرف ایک شہر کے بادشاہ پر؟

ضحاک نے جواب دیا: تمام شہروں کے بادشاہ پر کابی نے ضحاک سے کہا' اگر آپ تمام شہروں کے بادشاہ میں تو یہ قتل عام اور ظلم وتشدد صرف ہمارے اوپر ہی کیوں؟ آپ اسے تمام لوگوں پر تقسیم کیوں نہیں کرتے؟ اس کے بعد کابی نے وہ تمام مسائل جن میں تخفیف ممکن تھی بادشاہ کے سامنے بیان کر دیئے اور یہ باتیں ضحاک کے دل میں پوری طرح اتار دیں۔

چنانچہ ضحاک نے بھی اپنے ظلم وستم کا اقرار کیا اور آئندہ ان کی مرضی کے مطابق کام کرنے کا وعدہ کیا اور انہیں جانے کا حکم دیا اور لوگ چلے گئے۔ کچھ دنوں بعد لوگ دوبارہ آئے اور اپنی اپنی حاجتیں بادشاہ کے سامنے پیش کیں تو بادشاہ نے ان کی تمام حاجتوں کو پورا کر دیا اور لوگ دوبارہ اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

ضحاک کی بدخصلت ماں:

اہل علم سے یہ بھی مذکور ہے کہ ضحاک ماں بدخصلت' متکبر اور شرپسند تھی جب اس نے لوگوں کو ضحاک سے یوں جرأت سے گفتگو کرتے دیکھا تو وہ غیض وغضب سے بھر گئی اور لوگوں کے چلے جانے کے بعد ضحاک کو لعن طعن کرنے لگی اور اسے ابھارا کہ تو نے ان لوگوں کو ہلاک کیوں نہ کر دیا۔ ان میں یہ جرأت و بہادری کہاں سے آ گئی؟ مگر ضحاک نے اپنی ماں کو سمجھایا کہ وہ لوگ حق بات لے کر میرے پاس آئے تھے۔ پھر اس نے کہا کہ ایک لمحہ کو میں نے بھی ان کو طاقت سے دبانا چاہا لیکن ان کے پہاڑ جیسے حقائق (اور عزائم) میرے سامنے حائل ہو گئے اور مجھے ان کی حقانیت کا اقرار کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ضحاک نے اپنی ماں کو مطمئن کر لیا اور اسے باہر بھیج دیا۔ کچھ دنوں کے بعد ضحاک شہر سے باہر گاؤں والوں کے پاس پہنچا اور ان سے کیے گئے وعدے پورے کیے۔ اس نیکی و بھلائی کے علاوہ ضحاک کی ذات سے کوئی نیکی یا اچھائی منسوب نہیں۔

ضحاک کی عمر:

ازدہاق یعنی ضحاک نے ایک ہزار سال عمر پائی ان میں سے چھ سو برس تک اس نے حکومت کی اور باقی عمر بادشاہ کی طرح گذاری کیونکہ لوگ اس کا حکم اسی طرح مانتے تھے جس طرح دور شاہی میں اس کا حکم چلتا تھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس کی حکومت ایک ہزار سال قائم رہی اور اس کی عمر گیارہ سو سال تھی افریدون نے آ کر اسے تخت سے اتار کر تختہ دار پر چڑھا دیا۔

علمائے فارس کے نزدیک سب سے لمبی عمر پانے والا شخص صرف ضحاک ہے اور جامر بن یافث بن نوح کی عمر ایک ہزار سال تھی۔

بیوراسپ (ضحاک) کا ذکر اس جگہ صرف اس لیے کیا گیا کیونکہ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ نوح بیوراسپ کے زمانہ میں ہی مبعوث کیے گئے۔ اور نوح علیہ السلام کو بیوراسپ کی اور اس کی حکومت کا نظم ونسق چلانے والے سرکش لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف بلانے اور انہیں ایک خدا کی عبادت کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا۔ اس سے پہلے ہم اللہ تعالیٰ کے احسانات' نوح علیہ السلام کی حالت فرمانبرداری اور دنیا والوں کی تکالیف پر صبر کرنے کا ذکر کر چکے ہیں۔ نیز یہ ذکر بھی کر چکے ہیں کہ کہ اطاعت وفرمانبرداری کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے انعامات سے نوازا اور سرکشی اور نافرمانی کرنے والوں کو دنیا کے لیے عبرت بنا دیا اور انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا۔

نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد:

اب ہم نوح اور ان کی اولاد کا ذکر کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مطابق آج تک دنیا میں موجود میں نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد اور ان کی نسل کو چھوڑ کر جن لوگوں میں نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا ان میں سے اور ان کی نسل میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذکر کیا۔

﴿ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبَاقِيْنَ ﴾

اور وہ سام' حام اور یافث ہیں۔

ماجوج کا باپ ہے۔ جو کہ ترکوں کا چچازاد بیٹا ہے۔

یافث کی اہلیہ:

کہا جاتا ہے کہ یافث کی اہلیہ اربسیہ بنت مرازیل بن درمسیل بن محویل بن خنوح بن قین بن آدم علیہ السلام تھی اس سے یافث کے سات بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

یافث کی اولاد:

۱۔ جومر بن یافث (ابن اسحاق سے مروی ہے کہ وہ یاجوج ماجوج کا باپ تھا)

۲۔ مارح بن یافث۔ ۳۔ وائل بن یافث۔

۴۔ حوان بن یافث۔ ۵۔ توبیل بن یافث۔

۶۔ ہوشل بن یافث۔ ۷۔ ترس بن یافث۔

اور ایک بیٹی شیکہ بنت یافث تھی۔

حام بن نوح کی بیوی:

حام بن نوح کی بیوی نحلب بنت مارب بن درمسیل بن محویل بن خنوح بن قین بن آدم تھی۔ اس سے حام کے تین بیٹے پیدا ہوئے۔

۱۔ کوش بن حام ۲۔ قوط بن حام ۳۔ کنعان بن حام

حبشہ، ہند اور سندھ کی ولادت:

کوش بن حام بن نوح نے قرنبیل بنت تاویل بن ترس بن یافث بن نوح سے شادی کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بطن سے کوش کے تین بیٹے (۱) حبشہ (۲) سندھ اور (۳) ہند نامی پیدا ہوئے۔

مصریوں اور سوڈانیوں کے جداعلیٰ:

قوط بن حام بن نوح نے بخت بنت تاویل بن ترس بن یافث بن نوح سے شادی کی اس سے قوط کا ایک بیٹا قبیط پیدا ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قبط ہے۔

کنعان بن حام بن نوح نے اریتل بنت بتاویل بن ترس بن یافث بن نوح سے شادی کی اس سے کالے رنگ کے بچے پیدا ہوئے جن کے نام (۱) توبہ (۲) قرآن (۳) زنج (۴) زغاوہ وغیرہ پیدا ہو کر سوڈان میں پھیلے۔

نوح علیہ السلام کی حام کے لئے بددعا:

ابن اسحاق سے ایک روایت میں مروی ہے کہ اہل تورات کا گمان ہے کہ یہ سب کچھ نوح علیہ السلام کی حام کے لئے بددعا کی وجہ سے ہوا۔ (کہ اس کی اولاد کالی پیدا ہوئی)

اس کا قصہ یوں ہے کہ نوح علیہ السلام ایک مرتبہ سوئے تو ان کا ستر ظاہر ہو گیا حام نے اسے دیکھا اور بغیر ڈھانپے چلا گیا۔ سام اور

کنعان بن حام ملعون ہے یہ حام کے بھائیوں کے غلام ہوں گے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ سام میں برکت دے اور حام اپنے دونوں بھائیوں کا غلام ہوگا اور اللہ تعالیٰ یافث کا بدلہ دے گا اور وہ حام کے مکانوں میں قیام پذیر ہوگا اور کنعان ان کا غلام ہوگا۔

سام کی اہلیہ اور اولاد:

سام بن نوح کی بیوی صلیب بنت تادیل بن محویل بن خنوخ بن قین بن آدم تھی۔ اس سے اس کی متعدد اولادیں ہوئیں۔

(۱) ارفخشد بن سام (۲) اشوذ بن سام (۳) لاوذ بن سام (۴) عویلم بن سام (۵) ارم بن سام۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ ارم بن سام، ارفخشد وغیرہ کی ماں کا ہی بیٹا تھا یا اس کی ماں اور تھی۔

سوق ثمانین میں آبادی کا اضافہ:

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب نوح علیہ السلام کے بیٹوں کے لئے ''۸۰ کا بازار'' تنگ پڑ گیا تو وہ بابل کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے تعمیر کیا۔ یہ فرات اور سرات کے درمیان واقع ہے اس کی لمبائی اور چوڑائی بارہ بارہ فرسخ تھی۔ اور اس کا دروازہ مقام دوران میں تھا اگر آپ کوفہ کے پل کو عبور کریں تو یہ بائیں جانب ہے پس ان کی تعداد یہاں بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ تک پہنچ گئی اور وہ تمام مسلمان تھے۔

لاوذ کی اہلیہ اور اولاد:

اب دوبارہ ابن اسحاق کی روایت کی طرف لوٹتے ہیں۔

لاوذ بن سام بن نوح نے شکبہ بنت یافث بن نوح سے شادی کی۔ جس سے فارس' جریان اور دیگر اہل فارس پیدا ہوئے۔ لاوذ کے بیٹوں میں فرس کے ساتھ طلسم اور عملیق بھی ہیں۔ راوی کو شک ہے کہ یہ فرس کی ماں ہی سے تھے یا کسی اور سے۔ عمالیق' عملیق کی ہی اولادیں ہیں۔

مختلف جگہوں کی حقیقت:

یہ تمام امتیں مختلف علاقوں میں بٹ گئیں۔ اہل مشرق' اہل عمان' اہل حجاز' اہل شام اور اہل مصر انہی میں سے ہیں ان میں سے کچھ ظالم بھی تھے جنہیں کنعانی کہا جاتا تھا اور مصر کے فراعنہ بھی انہی میں سے تھے۔

انہی میں اہل بحرین اور اہل عمان بھی تھے جنہیں جاسم کہا جاتا تھا۔

مدینہ میں رہنے والے بنو ہف اور سعد بن ہزان' بنو مطر اور بنو ازرق بھی انہیں میں سے تھے۔

اہل نجد میں بدیل اور راحل اور غفار اور اہل تیماء بھی انہی میں سے تھے اور تیما میں سے حجاز کا بادشاہ ارقم بھی تھا یہ لوگ نجد میں رہتے تھے۔

طائف میں رہنے والوں میں بنو عبد بن ضخم اور حی کے عبس اول تھے۔

وہاں ان کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہوا۔ پھر ان سے کوئی گناہ سرزد ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور بہت تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ باقی تمام ہلاک ہو گئے۔ باقی بچنے والوں کو نسناس کہا جاتا تھا۔

عرب:

اور جاسم یہ سب عرب تھے۔ ان کی جبلی (فطری) زبان عربی تھی۔ اور فارس کے مشرق میں رہنے والے فارسی بولتے تھے۔

عرب عاربہ اور عرب مستعربہ:

ارم بن سام بن نوح کے بیٹے عوص بن ارم' غاثر بن ارم اور حویل بن ارم تھے۔ عوص بن ارم کے بیٹے غاثر بن عوص' عاد بن عوص اور عبیل بن عوص تھے۔ عاثر بن ارم کے بیٹے ثمود بن عاثر اور جدلیس بن عاثر تھے۔ یہ سب عرب تھے اور یہ مصری زبان بولتے تھے۔ عرب ان لوگوں کو عرب عاربہ کہتے تھے کیونکہ یہ ان کی فطری زبان تھی اور اسمٰعیل بن ابراہیم کو عرب مستعربہ کہتے تھے کیونکہ انہوں نے ان امتوں کی یہ زبان ان لوگوں کے درمیان رہنے کی وجہ سے بولنا شروع کی۔ پس ثابت ہوا کہ عاد وثمود' عمایق' امیم' جاسم' جدلس اور طسم ہی اصلی عرب تھے۔

عاد اس ریت سے لے کر حضرموت اور پورے یمن میں رہتے تھے اور ثمود وحجاز اور شام کے درمیان حجر سے لے کر وادی القریٰ اور اس کے اطراف میں رہتے تھے۔

جدلس' طسم کے ساتھ ہو لئے اور وہ ان کے ساتھ یمامہ اور اس کے اطراف بحرین کے علاقہ میں رہائش اختیار کی۔ اس دور میں یمامہ کا نام 'جو' ہوتا تھا۔ جاسم عمان میں رہتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی سام اور یافث کے لئے دعا اور حام کے لئے بددعا:

ابن اسحاق کے علاوہ کسی اور سے منقول ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سام کے لیے دعا کی کہ اس کی نسل سے انبیاء اور رسول ہوں اور یافث کے لئے دعا کی کہ اس کی نسل سے بادشاہ ہوں اور انہوں نے دعا میں یافث کو سام پر فوقیت دی یعنی اس کا ذکر پہلے کیا اور حام کے لئے بددعا کی کہ اس کی نسل کا رنگ تبدیل ہو جائے اور اس کی نسل سام اور یافث کی نسل کی غلام ہو۔

بعض کتب میں مذکور ہے کہ بعد میں نوح علیہ السلام کا دل حام کے معاملہ میں نرم پڑ گیا تو انہوں نے اس کے لئے دعا کی کہ اس کے بھائی اس پر رحم کریں اور پھر اپنے پوتے کوش بن حام اور جامر بن یافث بن نوح کے لئے دعا کی اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ان کے پوتوں میں سے ان کے پاس آئے اور ان کی اس انداز سے خدمت کی جس طرح کوئی حقیقی بیٹا باپ کی خدمت کرتا ہے۔ اس لئے انہوں نے پوتوں کے لئے دعائے خیر کی۔

سام اور یافث کی اولاد:

سام کے چھ بیٹے تھے جن کے نام بالترتیب عابر' علیم' اشوذ' لاوذ اور ارم تھے یہ سب مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ ارفخشد کی نسل سے انبیاء اور رسل اور دوسرے مختلف عظیم لوگ اور تمام اہل عرب اور مصر کے فراعنہ پیدا ہوئے۔

یافث بن نوح کی نسل سے ترکوں سمیت عجم کے تمام بادشاہ تھے اور فارس میں ان کا آخری بادشاہ یزدگرد بن شہریار بن پرویز تھا اور ان کا نسب جیومرت بن یافث بن نوح پر ختم ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ لاوذ بن سام بن نوح اور اس کے دوسرے بھائیوں میں سے ایک قوم جامر کی طرف گئی جامر نے ان پر انعام واکرام کیا اور ان کو اپنے ملک میں جگہ دی ان میں سے ماذی بن یافث بھی تھا۔ یہی وہ ماذی ہے جس کی طرف ماذی تلواروں کو نسبت دی جاتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کیرش الماذوی' بشصر بن اولہ دونے بن [illegible]

ہند سندھ کی اصل حقیقت:

حام بن نوح کی نسل میں نوبہ' حبشہ' فزان' ہند' سندھ اور مشرق و مغرب کے ساحلی علاقوں کے لوگ ہیں انہی میں سے نمرود بن کوش بن حام بن نوح تھا۔

بد بخت قینان:

ارفخشد بن سام کا ایک بیٹا قینان تھا اس کا تورات میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا یہ وہی شخص ہے کہ جس کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اس قابل نہ تھا کہ آسمانی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا جائے کیونکہ وہ جادوگر تھا اور اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ تورات میں ارفخشد بن سام اور پھر شالخ بن قینان بن ارفخشد کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے لیکن نسب میں قینان کا ذکر نہیں کیا گیا جس کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے۔

شالخ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شالخ بن ارفخشد لقینان کی نسل سے تھا اور شالخ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عابر تھا۔ عابر کے دو بیٹے تھے ایک کا نام فالغ تھا جس کے معنی عربی میں تقسیم کرنے والے کے ہیں اور یہ نام اس لیے دیا گیا کہ اس زمانے میں زمین تقسیم ہوگئی تھی اور زبانیں خلط ملط ہوگئی تھیں اور عابر کے دوسرے بیٹے کا نام قحطان تھا۔

قحطان کے دو بیٹے یعرب اور یقطان تھے۔ وہ دونوں یمن میں آئے قحطان وہ پہلا شخص تھا جو یمن کا بادشاہ بنا اسے ''ابیت اللعن'' کا خطاب دیا گیا جیسا کہ بادشاہوں کو کہا جاتا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام:

فالغ بن عابر کا ایک بیٹا ارغوا تھا' ارغوا کا ایک بیٹا' ساروغ نامی تھا اور ساروغ کا ناحورا نامی بیٹا تھا۔ اسی ناحورا کا بیٹا تارخ تھا جس کو عربی میں آذر کہتے ہیں۔ تارخ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم علیہ السلام تھا۔

ارفخشد کے ہاں بھی ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام نمرود تھا اور وہ حجر کے کسی کنارے پر رہتا تھا۔

لاوذ بن سام کے بیٹوں میں سے طسم اور جدیس یمامہ میں رہتے تھے اور عملیق بن لاوذ حرم اور اطراف مکہ میں سکونت پذیر تھے۔ اور ان کے بعض لڑکے شام کی طرف چلے گئے انہی میں سے عمالیق تھے۔ مصر کے فراعنہ بھی عمالیق تھے۔ اور لاوذ بن سام کے بیٹوں میں امیم بن لاوذ بن سام بھی تھا اس کے متعدد لڑکے تھے ان میں سے بعض مشرق میں جامر بن یافث کے پاس چلے گئے۔ ارم بن سام کے ہاں ایک لڑکا عوص بن ارم پیدا ہوا وہ احقاف میں رہتا تھا عوص کا ایک بیٹا عاد نامی بھی تھا۔

نمرود:

حام بن نوح کے چار بیٹے کوش' مصرایم' قوط' کنعان نامی تھے۔ بابل کا ظالم نمرود کوش ہی کی نسل سے تھا اور اس کا نام نمرود بن کوش بن حام تھا۔ اس کے باقی بیٹے مشرق و مغرب کے ساحلی علاقوں اور نوبہ حبشہ اور فزان میں رہتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ قبط اور بربر مصرایم کی اولاد میں سے تھے۔ قوط' سندھ اور ہند کی طرف آیا اور یہاں رہنے لگا۔

یافث بن نوح کے بیٹے جامر' موعج' موادی' بوان' ثوبال' ماشج تیرش تھے۔

فارس کے بادشاہ جامر کی اولاد میں سے ہیں۔ اور تیرش کی اولاد میں سے ترک اور خزر ہیں اور ماشج کی اولاد سے اشبان ہیں۔

اشبان ہیں۔ پہلے یہ سب روم کے علاقہ میں رہتے تھے یہاں تک کہ عیص کی اولاد میں ایک واقعہ ہوا۔ جس کے بعد تینوں (حام' سام اور یافث) نے الگ الگ علاقوں میں رہائش اختیار کی اور اپنے علاوہ دوسروں کو وہاں سے نکال دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ علیہ السلام تو اور تیری قوم اور اہل جزیرہ اور اہل العال سام بن نوح کی اولاد میں سے ہو۔

ہشام بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ اہل سندھ اور ہند توقیر بن یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح کے بیٹے کی اولاد میں سے ہیں۔ مکران بن البند اور ہذرم بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح ہیں۔

حضرموت بن یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ہیں۔ اور یقطن' قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ہیں۔

یہ اس قول کے مطابق ہے جو کہ ان کو اسمٰعیل علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں کرتے اور اہل فرس' فارس بن تیرش بن ناسور بن نوح کے بیٹے ہیں اور نبط' نبیط بن ماش بن ارم بن سام بن نوح کے بیٹے ہیں اور اہل جزیرہ اور عال فاش بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔

عملیق یعنی عریب اور طسم اور امیم' لوذ بن سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔

عملیق عمالقہ کے باپ ہیں اور بربر انہی میں سے ہیں۔ اور وہ ثمیلہ بن مارب بن فاران بن عمرو بن عملیق بن لوذ بن سام بن نوح کے بیٹے ہیں سوئے صنہاجہ اور کتامہ کے کیونکہ وہ فریقیش بن قیس بن صیفی بن سبا کے بیٹے ہیں۔

عربی بولنے والے ابتدائی لوگ:

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے عربی بولنے والے عمالقہ تھے جب وہ لوگ بابل سے کوچ کر رہے تھے تو اس وقت عملیق اور جرہم کو عرب عارب کہا جاتا تھا ثمود اور جدلیس عابر بن ارم بن سام بن نوح کے بیٹے ہیں۔ عاد اور عبیل عوص بن ارم بن سام بن نوح کے بیٹے ہیں۔

اہل روم بنو لنطی بن یونان بن یافث بن نوح کے بیٹے ہیں۔ نمرود کوش بن کنعان بن حام بن نوح کا بیٹا تھا۔ یہ بابل کا بادشاہ تھا اور ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بابل پر اسی کی حکومت تھی۔

عربی زبان کا آغاز:

قوم عاد کو اس زمانہ میں عاد اور ارم کہا جاتا تھا جب وہ لوگ ہلاک ہو گئے تو ثمود کو ارم کہا جانے لگا اور جب ثمود بھی ہلاک ہو گئے تو تمام بنی ارم کو 'ارمان' کہا جانے لگا۔ یہی لوگ نبطی ہیں۔ یہ لوگ تمام بابل میں رہتے تھے اور سب مسلمان تھے۔ یہاں تک کہ نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح بابل کا بادشاہ بنا اس نے ان لوگوں کو بت پرستی کی دعوت دی اور یہ لوگ اس کی بات مان گئے اور بت پرستی کرنے لگے یہ لوگ سریانی زبان بولتے تھے اس کے بعد ایسے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبانوں کو مخلوط کر دیا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کی بات بھی نہ سمجھ پاتے تھے کیونکہ بنو سام اور حام کی اٹھارہ اٹھارہ لغت تھیں اور بنو یافث کی چھتیس بولیاں تھیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے عاد' عبیل' ثمود' جدلیس' طسم' امیم اور بنو یقطن بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح کو عربی سکھا دی

بنوسام کا علاقہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام نے بنو قابیل کی ایک عورت سے شادی کی اس سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام بونا ظر رکھا گیا۔ اس کی نسل مشرق کے ایک ملعون شہر میں ہے۔ بنو سام محل میں زمین کے درمیانی علاقہ میں آئے اور یہ سمندر میں سا تید یا اور یمن سے شام تک کا درمیانی علاقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت' کتاب' خوبصورتی' سرداری اور سفید چمڑی کی نعمت عطا کی۔

بنو حام جنوب اور مغربی ہواؤں کے علاقہ میں آئے اس علاقہ کو 'داروم' کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سفیدی (سفید چمڑی) اور سرداری کم رکھی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے شہروں اور آسمان کو آباد کیا اور اس علاقہ سے طاعون کو ختم کر دیا۔ ان کی زمین میں جھاؤ کے درخت' پیلو' عشر' غاریں اور کھجور کے درخت پیدا کیے اور چاند اور سورج ان کے آسمان میں چلنے لگے۔

بنو یافث کا علاقہ:

بنو یافث صغون میں جو کہ شمال میں صبح کی ہواؤں کے راستہ میں واقع ہے رہتے تھے ان میں بالعموم سرخ اور زرد رنگ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زمین کو سیاہ کر دیا تو وہاں شدید سردی پڑنے لگی اور ان کے آسمان کو بھی سیاہ کر دیا تو ان کے اوپر سات چلنے والے ستاروں میں سے کوئی بھی نہ گزرتا تھا۔ پھر یہ لوگ طاعون میں مبتلا ہو گئے پھر ساحل کی طرف آئے اور مغیث کی وادی میں ہلاک ہوئے۔ پھر شحر میں ان کو کمر کا ایک مرض لاحق ہوا۔

عبیل یثرب میں رہتے تھے اور عمالیق صنعاء میں اس وقت تک صنعاء کا نام صنعاء نہیں تھا۔ پھر عمالیق میں سے بعض لوگ یثرب کی طرف گئے اور وہاں سے عبیل کو نکال دیا اور جحفہ میں رہنے لگے پھر ایک مرتبہ سیلاب آیا اور ان سب کو بہا کر لے گیا اسی وجہ سے اس کا نام جحفہ رکھا گیا۔ ثمود حجر اور اس کے اطراف میں رہتے تھے اور وہیں ہلاک ہوئے۔

طسم اور جدیس یمامہ میں رہتے تھے وہ بھی وہیں ہلاک ہوئے اور امیم ابار کے علاقہ میں رہتے تھے اور وہیں ہلاک ہوئے اور یہ علاقہ یمن اور شحر کے درمیان واقع ہے۔ اس جگہ جنوں کا غلبہ ہو گیا ہے اس لیے آج کل وہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا اس علاقہ کو ابار ابن امیم کی نسبت سے ابار کہتے ہیں۔

یمن اور شام نام کیوں رکھے:

بنو یقطن بن عابر یمن میں رہتے تھے وہ چونکہ اس سے نیک فال لیتے تھے اس لیے اسے یمن کہا جانے لگا۔ اور بنی کنعان میں سے ایک قوم شام میں آئی اور چونکہ یہ لوگ اس سے بدشگونی لیتے تھے اس لیے اسے شام کہا جانے لگا۔ شام کو اس زمانہ میں بنی کنعان کی زمین کہا جاتا تھا۔ پھر بنی اسرائیل آئے اور بنو کنعان کو قتل کر کے وہاں خود رہنے لگے پھر اہل روم نے بنی اسرائیل پر چڑھائی کر دی ان سے قتال کیا اور چند لوگوں کے سوا باقی تمام کو عراق بھیج دیا آخر کار عربوں نے شام پر غلبہ پا لیا۔ فالغ بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح نے نوح علیہ السلام کے بیٹوں کے درمیان زمین کو تقسیم کیا جس سے ان کا نام فالغ (تقسیم کرنے والا پڑ گیا)

زمین پر موجود مختلف قوموں کے سلاسل نسب:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پرانے بزرگوں کی طرف منسوب بعض باتوں سے انسانوں کے مختلف نسبی سلسلوں کا پتہ چلتا ہے۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے۔ سام' حام اور یافث۔ پس سام عرب کا باپ ہے۔ حام' زنجیوں کا اور یافث روم کا باپ ہے۔

حضرت سمرہؓ سے ہی ایک اور حدیث میں مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ نوح کے تین بیٹے تھے۔ سام' حام اور یافث۔

سعید بن مسیبؒ سے منقول ہے کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے۔ سام' حام' یافث اور پھر ہر ایک کے تین بیٹے تھے۔ پس عرب' فارس اور روم' سام کے بیٹے ہیں اور ان سب میں خیر ہے۔

ترک' صقالبتہ اور یاجوج ماجوج یافث کے بیٹے ہیں اور ان میں سے کسی ایک میں بھی خیر نہیں ہے۔ قبط سوڈان اور بربر حام کی اولاد میں سے ہیں۔

سام' حام اور یافث کی اولاد کے حلیے:

ابن عطاء اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حام کی اولاد کا رنگ کالا اور بال گھنگویالے تھے اور یافث کی اولاد کے سر بڑے اور آنکھیں چھوٹی تھیں اور سام کی اولاد کے چہرے اور بال دونوں خوبصورت تھے۔

نوح علیہ السلام نے حام کے لیے بددعا کی تھی کہ اس کی اولاد کے بال کانوں سے آگے نہ بڑھیں پس جب یہ لوگ سام کی اولاد سے ملتے تو لوگ انہیں وہاں سے دور کر دیتے۔

سام اور اس کی اولاد کی عمر:

اہل تورات کا گمان ہے کہ نوح علیہ السلام کی پانچ سو برس عمر گزرنے کے بعد سام پیدا ہوا پھر سام کی عمر کے ایک سو دو سال گزرنے پر اس کا بیٹا ارفخشد پیدا ہوا۔ ایک خیال کے مطابق سام کی کل عمر ایک سو چھ سال تھی۔ پھر ارفخشد کے ہاں پینتیس سال کی عمر میں قینان پیدا ہوا۔ ارفخشد کی کل عمر چار سو اڑتالیس سال تھی۔ پھر قینان کے ہاں انتالیس سال کی عمر میں شالخ پیدا ہوا۔ قینان کی کل عمر کا کہیں بھی ذکر نہیں' پھر شالخ کے ہاں تیس برس کی عمر میں عابر پیدا ہوا اور شالخ کی کل عمر چار سو پینتیس سال تھی۔

مضبوط شہر کی تعمیر:

پھر عابر کے ہاں فالغ اور قحطان پیدا ہوئے۔ فالغ طوفان نوح کے ایک سو چالیس سال بعد پیدا ہوا۔ طوفان نوح علیہ السلام کے زمانہ قریب میں گزرنے کے باوجود جب لوگوں کی آبادی بڑھ گئی تو انہوں نے ایک مضبوط شہر بنانے کا خیال کیا جہاں اکٹھے مل کر رہیں یا ایک اونچا قلعہ بنائیں تاکہ اگر طوفان دوبارہ آ جائے تو اس پر چڑھ کر بچا جا سکے۔

پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کے کام کو مشکل کر دے اور ان کے گمان کے خلاف کر کے ان کو بتا دے کہ قوت اور طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی جماعت کو بکھیر دیا اور ان کی جمعیت کو توڑ ڈالا۔ عابر کی عمر چار سو چھہتر برس تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کی پیدائش:

فالغ کے ہاں تیس برس کی عمر میں ارغوا پیدا ہوا۔ فالغ کی کل عمر دو سو انتالیس سال تھی۔ پھر ارغوا کے ہاں بتیس سال کی عمر میں ساروغ پیدا ہوا۔ ارغوا کی کل عمر بھی دو سو انتالیس برس تھی۔ پھر ساروغ کے ہاں تئیس برس کی عمر میں ناحور پیدا ہوا۔ ساروغ کی کل

پھر ناحور کا بیٹا تارخ پیدا ہوا یہ نام اس کے والد نے رکھا لیکن بعد میں جب نمرود کے بتوں کا نگران بنا دیا گیا تو ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام "آزر" پڑ گیا' کہا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں تھا بلکہ آزر تو ایک بت کا نام تھا یہ مجاہد کا قول ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی عیب تھا جس کی وجہ سے نام "آزر" پڑ گیا جس کے معنی ٹیڑھا ہیں۔ آزر کی پیدائش کے وقت ناحور کی عمر ستائیس برس تھی اور ناحور کی کل عمر دو سو اڑتالیس سال ہوئی۔

ولادت ابراہیم علیہ السلام:

اور پھر تارخ کے ہاں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ طوفان نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش میں ایک ہزار اناسی برس کا فرق ہے۔ جب کہ بعض اہل کتاب کا کہنا ہے کہ طوفان نوح اور ابراہیم کی پیدائش کے درمیان ایک ہزار دو سو تریسٹھ سال کا فرق ہے۔ اور آدم علیہ السلام کی تخلیق کے تین ہزار تین سو پینتیس سال بعد واقعہ ہے۔

قحطان بن عابر کے ہاں یعرب پیدا ہوا اور یعرب کا ایک بیٹا یشجب' اور یشجب کے ہاں سبا' سبا کے ہاں حمیر بن سبا' کہلان بن سبا' عمرو بن سبا' انمار بن سبا' مر بن سبا' عامل بن سبا پیدا ہوئے اور پھر عمر بن سبا کے ہاں عدی بن عمرو اور عدی کے ہاں لخم بن عدی اور جذام بن عدی پیدا ہوئے۔

افریدون:

اہل فارس کے بعض ماہر انساب کا کہنا ہے کہ نوح علیہ السلام ہی افریدون تھے جنہوں نے ازدہاق پر غلبہ پالیا تھا اور اس سے اس کا ملک چھین لیا تھا اور بعض کا کہنا ہے کہ افریدون ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کا ذوالقرنین تھا۔ اور بعض سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو افریدون کہتے ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ افریدون نوح علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ اس کا قصہ اکثر معاملات میں نوح علیہ السلام کے سے مشابہ ہے۔ مثلاً تین بیٹے۔ عدل و انصاف' اچھے اخلاق' ضحاک کے اس کے ہاتھوں ہلاک ہونے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ نوح علیہ السلام کو ضحاک کی قوم کی طرف بھیجا گیا پھر ضحاک نوح علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔

البتہ اہل فارس نے جو اس کی نسبت بتائی ہے وہ پیچھے گزر چکی ہے افریدون بادشاہ جمشید کی اولاد میں سے تھا جس کو ازدہاق نے قتل کیا تھا اور اس میں اور جمشید بادشاہ میں دس پشتوں کا فاصلہ تھا۔

دنیا میں پہلا طبیب ماہر نجوم:

ہشام بن محمد سے مروی ہے کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ افریدون جمشید کی اولاد میں سے تھا جو کہ ضحاک سے پہلے گذرا ہے اور یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ وہ اس کے بیٹوں میں سے نواں تھا۔ اس کی جائے پیدائش دیناوند ہے وہ وہاں سے نکل کر ضحاک کے علاقہ میں آیا اور اسے پکڑ کر باندھ دیا اور پھر دو سال تک حکومت کی۔ ظلم کا خاتمہ کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا اور احسان کرنے کا حکم دیا اور ضحاک نے جن لوگوں کی زمینیں غصب کر رکھی تھیں اور جن زمینوں کا کوئی مالک نہ تھا انہیں عوام الناس اور غریبوں میں بانٹ دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا شخص تھا جس کو "صوابی" کا لقب دیا گیا اور یہی پہلا شخص ہے جس نے علم طب اور نجوم میں غور و فکر شروع کیا۔

افریدون کی اولاد:

وہ آپس میں تفرقہ ڈال کر ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنے لگیں لہٰذا اس نے ملک کو ان تینوں میں تقسیم کر دیا۔ اس لیے اس نے ڈائری سسٹم اپنایا اور جو حصہ جس کی قسمت میں آ گیا وہ اسے مل گیا۔ اس طرح روم اور مغرب کے علاقہ جات سلم کے حصہ میں آئے ترک اور چین طوج کے حصہ میں اور عراق اور ہند ایرج کے حصہ میں آئے لہٰذا اس نے تاج وتخت ایرج کے حوالے کر دیے۔ افریدون کے فوت ہونے کے بعد ایرج کے دونوں بھائیوں نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور پھر دونوں نے مل کر تین سو سال تک حکومت کی۔

افریدون کے باپ:

اہل فارس کا گمان ہے کہ افریدون کے دس باپ تھے اور ہر ایک کو اثفیان ہی کہا جاتا تھا اور یہ انہوں نے اپنی اولاد کے بارے میں ضحاک سے ڈرتے ہوئے کہا تھا کہ ان میں سے ضحاک کے ملک پر حملہ کر کے اس نے جمشید بادشاہ کے خون کا بدلہ لیں گے۔

وہ مخصوص القاب کے ذریعے پہچانے جاتے تھے جیسے کہ ایک کو سرخ گایوں والا اثفیان اور ایک کو سفید وسیاہ داغ والی گایوں والا اثفیان اور ایک کو مٹیالے رنگ کی گایوں والا کہا جاتا تھا۔ ان کے نام اس طرح تھے۔ افریدون بن اثفیان بوکاؤ (زیادہ گایوں والا) افریدون بن اثفیان سیر کاؤ (بڑی اور موٹی گایوں والا) افریدون بن اثفیان بوردکاؤ (وحشی گدھوں کے رنگ کی گایوں والا) افریدون بن اثفیان اخشین کاؤ (پیلے رنگ کی گایوں والا) افریدون بن اثفیان اسپیذ کاؤ (سفید گایوں والا) افریدون بن اثفیان کیر کاؤ (مٹیالے رنگ کی گایوں والا)

لقب ''کییہ'':

افریدون وہ پہلا شخص ہے جس کو ''کییہ'' کا لقب دیا گیا جس کے معنی ''پاکی'' کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ روحانی اور اس سے مراد لی جاتی ہے کہ اس کا کام بہت مخلصانہ اور پاک ہے جو کہ روح سے تعلق رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ''کییہ'' کے معنی آمدنی طلب کرنے والے کے ہیں۔ یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ ''کییہ'' کے معنی خوبصورتی کے ہیں۔ کیونکہ جب اس نے ضحاک کو قتل کیا تو اس پر حسن وخوبصورتی چھا گئی۔

حلیہ:

اہل فارس اہل عجم سے نقل کرتے ہیں کہ وہ بہت بھاری بھرکم' خوبصورت چہرے والا اور تجربہ کار شخص تھا اور وہ عام طور لوہے کی سلاخ سے قتال کرتا تھا جس کا سر بیل کے سر کی طرح تھا۔

بہادری:

اس کے بیٹے ایرج کا ملک یعنی عراق اور اس کے اطراف اس کی زندگی میں افریدون کی حکومت میں شامل تھا۔ اس نے تمام ملکوں پر قبضہ کیا اور مختلف علاقوں میں نقل مکانی کرتا۔ وہ جس دن بادشاہ بنا تھا تو اس نے تخت پر بیٹھ کر کہا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے ضحاک پر غالب آنے والے ہیں ہم شیاطین اور اس کی فوج کو ذلیل وخوار کر دیں گے پھر لوگوں کو انصاف کرنے اور سیدھے راستے پر چلنے اور بھلائی کا معاملہ کرنے کی تلقین کی اور انہیں شکریہ ادا کرنے پر ابھارا اور سات قوہیار بین ترتیب دیئے اس طرح کہ پہاڑوں کو سات حصوں میں تقسیم کیا اور ان پر دیناوند اور دوسرے علاقوں کے نقشے بنوائے جو کہ اس کی بادشاہت کو ظاہر کرتے تھے۔

ضحاک کا افریدون سے زندگی کی بھیک مانگنا:

بات کا انکار کرتے ہوئے کہا تو نے جب حکومت پائی تو تیری ہمت بلند ہوگئی اور تو اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا اور اس میں لالچ کرنے لگا اور اسے بتایا کہ اس کا دادا اس بات کا زیادہ حقدار اس کی طرح کوئی اس کے خاندان میں سے قیادت کرنے والا ہوا اور اس کو بتایا کہ وہ اسے ایک بیل کے ذریعہ قتل کرے گا جو کہ اس کے دادا کے گھر میں ہے۔

مختلف امور کا بانی:

افریدون وہ پہلا شخص ہے جس نے گھوڑوں کو جھکایا اور ان پر سوار ہوا اور خچر پیدا کروائے اور مرغابی اور کبوتر کو جوڑا اور تریاق (افیون) سے علاج کیا اور دشمنوں کو قتال کے ذریعہ قتل کیا۔ اور ختم کیا۔

بیٹوں کو زمین دینا:

افریدون نے اپنے تین بیٹوں سلم، طوج اور ایرج میں زمین اس طرح تقسیم کی کہ: طوج ترک کی ایک جانب خزر اور چین کا مالک بنا اس زمانہ میں چین کو بغا کہتے تھے اور اس کے اطراف میں جو علاقے تھے انہیں بھی ساتھ ملا دیا۔

سلم کو صقیالبیۃ، برجان اور روم اور جو کچھ ان کی حدود میں ہے ان کی بادشاہت ملی۔

زمین کے وسط میں جو بابل کا علاقہ ہے اور جسے فنارث کہا جاتا ہے اس کے ساتھ سندھ، ہند اور حجاز کو ملا کر اس کی حکومت اپنے سب سے چھوٹے بیٹے ایرج کو دی۔ یہ علاقہ اسے سب سے اچھا لگتا تھا۔ بابل کو ایرج شہر اسی نسبت سے کہا جاتا ہے۔

اس تقسیم کی وجہ سے افریدون کے بعد اس کی نسل اور اس کی اولاد میں عداوت پھیلی جیسا کہ فنارث ترک اور روم کے بادشاہ ایک دوسرے کے خون کا مطالبہ کرتے ہوئے جنگ کے لیے نکلے۔

طوج اور سلم نے جب یہ دیکھا کہ والد ایرج سے زیادہ محبت کرتے اور ہم پر ترجیح دیتے ہیں تو انہوں نے اس سے بغض رکھنا شروع کر دیا اور حسد کی آگ بڑھتی رہی یہاں تک کہ دونوں نے مل کر ایرج پر حملہ کو دیا۔ طوج نے اس کی طرف رسی کا پھندا پھینکا اور اس کا گلا گھونٹ دیا۔ ترکوں میں پھندے کا استعمال اسی وجہ سے ہے۔

ایرج کی اولاد:

ایرج کے دو بیٹے تھے ایک کا نام وفدان تھا اور دوسرے کا نا اسطوبہ تھا۔ اور ایک بیٹی تھی جس کا نام خوزک تھا اسے خوشک بھی کہا جاتا ہے۔ سلم اور طوج نے ایرج کے ساتھ اس کے دونوں بیٹوں کو بھی قتل کر دیا اور صرف ایک بیٹی باقی بچی۔

مہرجان:

افریدون جس دن ضحاک پر غالب آیا وہ مہر ماہ کا روز مہر تھا۔ لوگوں نے ضحاک کے فتنے کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اس دن عید منانا شروع کر دی اور اس دن کا نام مہرجان رکھا۔

حاصل کلام:

افریدون ایک جبار اور عادل بادشاہ تھا۔ اس کا قد نو نیزوں کے برابر لمبا تھا اور نیزہ بھی ایسا کہ جس کے تین حصے ہوں اور اس جسم کی چوڑائی تین نیزے تھی اور اس کے سینہ کی چوڑائی چار نیزے تھی اور وہ اہل سوڈان کے باقی ماندہ آل نمرود اور نبط کی پیروی کرتا

''انہوں نے جواب دیا' اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی صریح شہادت لے کر نہیں آیا ہے اور تیرے کہنے سے ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے' اور تجھ پر ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے اوپر ہمارے معبودوں میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے''۔ (سورۃ ہود آیت ۵۳-۵۴)

ہود کی تکذیب کا خمیازہ:

اسی نافرمانی اور تکذیب رسول کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر تقریباً تین سال تک بارش کو روک دیا۔ ان پر قحط مسلط کر دیا حتیٰ کہ وہ بیمار پڑنے لگے پھر انہوں نے ایک وفد مکہ مکرمہ بھیجنے کے لیے تیار کیا تاکہ وہ ان کے لیے وہاں جا کر بارش کی دعا کرے۔

احسان البکری کی روایت:

ابوکریب' حارثؓ بن احسان البکری سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے آ رہا تھا کہ میرا گزر ربذہ قبیلے کی عورت کے پاس سے ہوا اس نے مجھے کہا کیا تم مجھے بھی اپنے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت لے چلو گے؟ میں نے کہا ہاں! اور اس کو میں نے اپنی سواری پر سوار کر لیا اور اسے لے کر مدینہ پہنچا۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ نے کندھے پر تلوار لٹکا رکھی ہے اور سیاہ جھنڈے لہرا رہے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عمروؓ بن عاص لڑائی سے لوٹے ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد آپ منبر سے نیچے اترے تو میں نے آپ ﷺ سے ملنے کی اجازت چاہی پس مجھے اجازت عطا فرما دی گئی۔ میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ دروازے پر بنی تمیم کی ایک عورت موجود ہے جس کو میں اس کی خواہش پر آپ کے پاس لایا ہوں۔ آپ ﷺ نے کہا اے بلال! اسے اندر آنے کی اجازت دے دو۔ پس وہ عورت اندر داخل ہوئی اور بیٹھ چکی تو آپ ﷺ نے مجھ سے کہا کہ کیا تمہارے اور بنی تمیم کے درمیان کچھ معاملہ ہے؟ میں نے کہا' ہے تو' اگر آپ ہمارے درمیان کوئی فیصلہ فرما دیں تو بہتر ہوگا بلکہ آپ دیناء کو اس تصفیہ کے لیے بیچ ڈال لیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ بڑھیا اس کام کے لیے کیسی رہے گی؟ بڑھیا بولی یا رسول اللہ ﷺ پھر آپ کا یہ پریشان حال بندہ پریشان نہ رہے گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ وہی بہتر ہے۔ میں تو جنگل سے اپنی موت کو اٹھا لایا۔ اب مجھے کیا پتہ تھا کہ یہی بڑھیا میرے خلاف ہو جائے گی' سو میں خدا سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں عاد کے وفد کی طرح ہو جاؤں۔

آپؐ باوجود جاننے کے مجھ سے پوچھنے لگے: کہ عاد کے وفد سے تمہاری کیا مراد ہے؟ میں نے کہا کہ میرا بیان کرنا گویا کہ جاننے والے کے سامنے بیان کرنا ہے' پھر میں نے عرض کیا:

عاد کے وفد کی مکہ مکرمہ روانگی:

جب عاد قحط میں مبتلا کر دیئے گئے تو انہوں نے اپنے کچھ لوگوں کو بھیجا تاکہ وہ ان کے لیے پانی کی دعا کریں اور پانی تلاش کریں پس یہ لوگ مکہ میں بکر بن معاویہ کے پاس پہنچے جہاں اس نے ان کو ایک مہینے تک شراب وغیرہ سے خاطر تواضع کی اور اپنی دو باندیوں سے ان کو گانے سنوائے پھر انہوں ایک آدمی کو جبال مہرہ پر بھیجا تاکہ وہ بارش کے لیے دعا کرے۔

دعا کا نتیجہ:

دنیا نوح علیہ السلام تا ابراہیم علیہ السلام

پچھلے صفحات میں ہم نوحؑ کی نبوت' ان کی اولاد' اولاد میں زمین کی تقسیم' روئے زمین پر ان کی آبادی' کس علاقہ میں پیدا ہوئے پھر ان کی اولاد کا زمین میں سرکشی پھیلانا' اللہ کے نبی کی رسالت کو جھٹلانے پر انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرنا یہ سب تفصیل بیان کر چکے ہیں۔

اب ہم عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح اور ثمود بن جاثر بن ارم بن سام بن نوح کے حالات بیان کریں گے۔ اور ان کی اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی اور اس کا انجام وغیرہ سب بیان کریں گے۔

قوم عاد:

قوم عاد تین بتوں کی عبادت کرتی تھی۔ ایک کا نام صدا' دوسرے کا نام صمود اور تیسرے کا نام ہباء تھا۔ جب یہ قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اپنی طاقت وقوت کو صرف کرنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے رسول ہود بن عبداللہ بن رباح بن خضود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کو مبعوث کیا تاکہ وہ عاد کو اللہ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کی طرف بلائیں۔

بعضوں نے ہود علیہ السلام کا نسب اس طرح بیان کیا ہے: ہود بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح' یہی لوگ ہود علیہ السلام کا دوسرا نام عابر بھی بیان کرتے ہیں۔

ہود علیہ السلام کا دعوت الی اللہ دینا:

جب ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کی طرف بلایا اور انہیں کہا کہ کمزوروں پر ظلم نہ کریں تو پوری قوم نے آپ کو جھٹلایا اور تکبرانہ لہجہ میں کہنے لگے کہ روئے زمین پر ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ غرض یہ سرکش لوگ ہود علیہ السلام کی دعوت پر ایمان نہ لائے صرف چند اشخاص نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہود علیہ السلام کی دعوت کا ذکر ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: ''کیا تم لوگ ہر اونچے مقام پر بلاوجہ اور بلاضرورت بلند یادگار بناتے ہو اور پختہ محل بناتے ہو۔ شاید تم کو اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو بڑے سخت گیر اور بے رحم ہو کر پکڑتے ہو۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور اس خدا سے ڈرو' جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم خوب جانتے ہو۔ اس نے تمہارے چوپایوں سے اور بیٹوں سے باغوں اور چشموں سے کی۔ میں تم کو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں''۔ (سورۃ الشعراء آیت ۱۲۸۔۱۳۵)

قوم عاد کا جواب:

یہ دعوت سن کر لوگوں نے ہود علیہ السلام کو جواب دیا جسے قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔

ترجمہ: ''تو نصیحت کر یا نہ کر ہمارے لیے سب یکساں ہے''۔ (سورۃ الشعراء آیت ۱۳۶)

بادل آیا اور اس میں سے پکارا گیا کہ تو عاد کو راکھ کا ڈھیر بنا دے اور عاد میں سے کسی کو نہ چھوڑ پس اس شخص نے سنا اور اس بات کو ان لوگوں سے چھپا لیا یہاں تک کہ عذاب نے انہیں پکڑ لیا۔

ایک اور روایت:

ابوکریب رضی اللہ عنہ ایک اور روایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ان میں سے ایک شخص مہرہ کے پہاڑوں پر چڑھ گیا اور دعا مانگنی شروع کی:

''اے اللہ! میں تیرے پاس کسی قیدی کی رہائی یا کسی مریض کی شفا کا سوال کرنے نہیں آیا بلکہ میں اس لیے آیا ہوں کہ تو عاد پر بارش برسا اور انہیں سیراب کر دے جس طرح تو انہیں پہلے سیراب کیا کرتا تھا''۔

انتخاب میں غلطی:

جب یہ شخص دعا مانگ کر اٹھا تو آسمان پر بادل آنے لگے اور اس شخص کو اختیار دیا گیا کہ جو بادل چاہے دعا کے لیے پسند کر لے تو اب یہ شخص جو بادل آتا اس کو دوسری اقوام کی طرف بھیج دیتا یہاں تک کہ ایک سیاہ بادل آیا تو اس شخص نے کہا کہ تو عاد کی طرف چلا جا اور وہاں برس پس کسی منادی کرنے والے نے آواز دی کہ تو عاد کو راکھ کا ڈھیر بنا دے اور عاد میں سے کسی کو نہ چھوڑ' کہتے ہیں یہ کلام سن کر یہ شخص واپس پلٹا تو اپنی قوم کو دیکھا کہ بکر بن معاویہ کے ہاں شراب نوشی کر رہے ہیں۔

عاد کو واپسی کا اشارہ:

بکر بن معاویہ کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ لوگ یہاں پر زیادہ عرصہ رہیں لیکن وہ انہیں کہہ بھی نہیں سکتا تھا اس لیے کہ وہ اس کے مہمان بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ بکر بن معاویہ نے انہیں گانے کے اشارہ میں چلے جانے کا اشارہ کیا۔

حارثؓ بن یزید البکری سے مروی ہے کہ میں ایک دفعہ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ رہا تھا' جب ربذہ کے علاقہ سے گزرا تو بنی تمیم کی ایک بوڑھی عورت کو وہاں پایا اس عورت نے مجھے کہا کہ اے عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے کچھ کام ہے کیا تم مجھے وہاں پہنچا دو گے۔ میں نے اس بوڑھی عورت کو اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ اور اسے لے کر مدینہ پہنچ گیا۔ وہاں کالے جھنڈے لہرا رہے تھے میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ عمروؓ بن عاص کا لشکر دشمنان خدا سے لڑنے کو تیار ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں آپؐ ان حضرات سے فارغ ہو کر گھر میں آئے یا شاید سواری پر سوار ہوئے تو میں اجازت حاصل کرنے کے بعد داخل ہوا اور بیٹھ گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ کیا تمہارے اور بنی تمیم کے درمیان کچھ معاملہ ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔

اور جب میں ربذہ کے علاقہ سے گزر رہا تھا تو بنی تمیم کی ایک بوڑھی عورت نے مجھ سے کہا کہ مجھے بھی آپؐ کے پاس لے چلو' اور اب وہ بوڑھی عورت دروازے پر کھڑی ہے چنانچہ آپؐ نے اسے اندر بلایا وہ اندر داخل ہوئی اور میں نے کہا کہ جی ہاں' ہے تو' اگر آپ ہمارے درمیان کوئی فیصلہ فرما دیں تو بہتر ہو گا۔ بلکہ آپ دیناء کو اس تصفیہ کے لیے درمیان میں ڈال لیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ بڑھیا اس کام کے لیے کیسی رہے گی؟ بڑھیا بولی: یا رسول اللہ پھر آپ کا یہ پریشان حال بندہ پریشان تر رہے گا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی ٹھیک ہے۔ میں تو جنگل سے اپنی موت کو اٹھا لایا ہوں۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہی بڑھیا میرے

میں نے عرض کیا کہ جاننے والے کے سامنے میں کیا بیان کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ ﷺ نے مجھے بیان کرنے پر ابھارا۔ تو میں نے کہا: جب قوم عاد پر قحط مسلط کر دیا گیا تو انہوں نے قیل نامی شخص کو بکر بن معاویہ کے پاس بھیجا وہاں بکر بن معاویہ نے اسے ایک ماہ تک شراب پلائی اور جرادتان نامی دو باندیوں سے اسے گانے سنوائے کچھ عرصہ بعد قیل مہرہ کے پہاڑوں پر پہنچا اور اللہ تعالیٰ کو پکار کر کہا: اے اللہ! میں تیرے پاس کسی قیدی کی رہائی یا کسی مریض کی شفا کی درخواست لے کر نہیں آیا ہوں بلکہ تو عاد کو سیراب کر دے جس طرح آپ پہلے ان کو سیراب کیا کرتے تھے۔ دعا مانگتے ہی وہاں ایک سیاہ بادل آیا اور کسی پکارنے والے نے بادل سے پکارا کہ ''تو انہیں راکھ کا ڈھیر بنا دے اور عاد میں سے کسی کو نہ چھوڑ''۔

عاد کی بربادی:

(پھر عاد کے ساتھ وہی معاملہ ہوا جیسا کہ بیان کیا گیا) یہ سنتے ہی اس عورت نے کہا کہ تو بھی عاد کے اس شخص کی طرح نہ بن کہتے ہیں کہ عاد پر ہوا کا عذاب بھیجا گیا اور ہوا کا عذاب بھیجنے کے لیے ہوا کے خزانوں کا صرف اتنی مقدار میں منہ کھولا گیا جتنا کہ انگوٹھی کا حلقہ ہوتا ہے (یعنی صرف اتنی مقدار کے کھلنے پر کھجور سے لمبے قد والے اور انتہائی طاقتور لوگوں کو تنکے کی طرح بنا دیا اور وہ خس و خاشاک کی طرح ہوا کے بہاؤ پر ادھر ادھر اڑنے لگے)

عاد کا وفد مکہ کی طرف:

ابن اسحاق سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عاد پر قحط کو مسلط کیا گیا تو انہوں نے پانچ افراد کو منتخب کر کے ان میں سے ایک کے ساتھ کچھ لوگ مکہ مکرمہ بھیج دیئے تاکہ وہ ان کے لیے بارش کی دعا کریں کل ستر افراد کا قافلہ پانچ منتخب افراد کی معیت میں مکہ کی جانب روانہ ہوا جب یہ چاروں افراد یعنی قیل بن عتر' لقیم بن ہزال بن ہزیل بن عتیل بن صد بن عاد الاکبر' مرثد بن سعد بن عفیر' جلہمہ بن الخیبری (معاویہ بن بکر کا خالو) نعمان بن عاد فلاں بن فلاں صد بن عاد الاکبر یہ سب مکہ میں معاویہ بن بکر کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا بہت اکرام کیا۔ معاویہ بن بکر کا مسکن حرم سے باہر تھا یہ تمام لوگ معاویہ بن بکر کے عزیز و اقارب تھے کیونکہ معاویہ کی بہن ہزیمہ بنت بکر کی شادی لقیم بن ہزل سے ہوئی تھی جس سے چار بیٹے عبید بن لقیم' عامر بن لقیم' عمیر بن لقیم پیدا ہوئے یہ سب عاد کی دوسری نسل سے ہیں۔

معاویہ بن بکر کی ناگواری:

یہ لوگ معاویہ بن بکر کے پاس ایک ماہ تک شراب نوشی اور معاویہ کی دو خوبصورت باندیوں سے گانا سنتے رہے۔ معاویہ بن بکر کو ان کا یہ طویل قیام ناگوار گزرا۔ بارش کے لیے اور جس مصیبت میں وہ گرفتار تھے اس کے دفع کرنے کے لیے ایک آدمی کو دعا کرنے کے لیے بھیجا تھا اور یہ لوگ شراب نوشی اور عیاشی میں مست تھے۔ معاویہ بن بکر سوچتا تھا کہ میں ان کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ یہ میرے مہمان ہیں' صراحت کے ساتھ انہیں منع کر نہیں سکتا' ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ سوچیں کہ معاویہ بن بکر ہم سے تنگ آ چکا ہے حالانکہ وہاں عزیز و اقارب ہلاکت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ پس معاویہ نے اپنی دونوں باندیوں کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ لوگ ان لوگوں کو اشعار کے اندر یہاں سے چلے جانے کا اشارہ دیں ہو سکتا ہے یہ لوگ سمجھ جائیں اور چلے جائیں۔ معاویہ

الا یاقیل' ویحك قم فهینم لعل الله یسقینا غماما
فیسقی ارض عادٍ انّ عاداً قد امسوا لا یبینون الکلاما
من العطش الشدید' فلیس نرجو به الشیخ الکبیر و لا الغلاما
وقد کانت نسائوهم بخیر فقد امست نسائوهم عیامی
و ان الوحش تاتیهم جهاراً و لا تخشیٰ لعادی سهاما
و انتم هاهنا فیما استهیتم نهار کم و یلکم التماما
فقبح وفد کم من وفد قوم و لا لقوا التحیه و السلاما!

ترجمہ: ''آگاہ رہو اے قیل! ہلاکت ہو تمہارے لیے اٹھو اور جاؤ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بادلوں سے سیراب کر دے۔ عاد کی سرزمین کو سیراب کر دے گا۔ کیونکہ عاد بات کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ان کی عورتیں پہلے خیر و عافیت سے تھیں۔ اب بیوہ و مسکین ہو چکی ہیں اور یہاں تم دن اور رات جو چاہتے ہو عطا کیا جاتا ہے۔ بے شک وحشی جانور علی الاعلان ان کے سامنے آتے ہیں اور وہ تیرے سے نہیں ڈرتے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے ہم کسی بڑے سے امید رکھتے ہیں نہ کسی بچے سے۔ پس تو اپنی قوم عاد کے وقت کی برائی کر اور انہیں سلام تک نہ کر''۔

جب معاویہ نے یہ شعر درست کیے اور اس کی باندیوں نے اسے گایا تو قوم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ ہمیں بارش طلب کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہم نے یہاں بہت سستی کر لی ہے پس حرم میں داخل ہو جاؤ اور اپنی قوم کے لیے بارش طلب کرو۔

مرثد کا اپنی قوم کو نصیحت کرنا:

مرثد بن سعد بن عفیر جوان میں شامل تھا اور مسلمان ہو چکا تھا مگر اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھا بولا کہ واللہ تم کو بارش سے سیراب نہ کیا جائے گا جب تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمان برداری نہیں کرو گے۔ یہاں مرثد بن سعد کا اسلام لانا قوم پر ظاہر ہو گیا یہ سنتے ہی جلہمہ بن الخیری نے مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

ابا سعد فانك من قبیل
ذوی کرم وامك من ثمود
فانائن نطیعك ما بقینا
و لسنا فاعلین لما تریدُ
اتامرنا لنترك آل رفدٍ
وزمل و آل صدّ والعبود
و نترك دین آباءٍ کرام
ذوي راي و تتبعُ دین هودِ

ترجمہ: ''اے ابوسعد! تو ایک مکرم قبیلہ سے ہے اور تیری ماں ثمود سے ہے۔ جب تک ہم زندہ ہیں ہرگز تیری اطاعت نہ کریں گے اور وہ کام نہ کریں گے جو تو چاہتا ہے۔ کیا تو ہمیں حکم کرتا ہے کہ ہم آل رفد' زمل' صد اور عبود کو چھوڑ دیں اور ہم چھوڑ دیں اپنے محترم

قوم عاد کا بیت اللہ میں دعا کرنا اور مرثد کو دعا سے روکنا:

رفد، زل اور صد فمام کے تمام عاد کے قبائل ہیں اور عبود بھی انہی میں سے ہے پھر انہوں نے معاویہ بن بکر کو اور اس کے والد بکر کو کہا کہ تم مرثد بن سعد کو یہیں روکے رکھو اور اسے مکہ نہ آنے دینا اس لیے کہ اس نے ہود کی پیروی شروع کر دی ہے۔ جب یہ لوگ مکہ جانے لگے تو مرثد بھی معاویہ کے گھر سے نکل پڑا اور انہیں حرم میں دعا مانگنے سے پہلے ہی آ لیا۔ مرثد کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا شروع کی: ''اے اللہ! تو میری حاجت کو پورا کر دے اور مجھے اس وفد کی طرف سے بری کر دے''۔

عاد کی ہلاکت:

قیل بن عتر ان کا قائد تھا اس نے بھی دعا مانگنا شروع کی: اے اللہ! ہود علیہ السلام سچے ہیں پس تو ہمیں سیراب کر دے۔

اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین بادل سفید، سرخ اور سیاہ ان کی طرف بھیجے پھر بادلوں میں سے کسی نے پکارا! اے قیل تو اپنے لیے اور قوم کے لیے اس میں سے پسند کر لے تو اس نے کہا میں نے کالے بادل کو اختیار کر لیا ہے اس لیے کہ یہ زیادہ پانی والا ہے تو ایک منادی والے نے ندا دی ''اے بادل! تو عاد کو راکھ کا ڈھیر بنا دے اور عاد میں سے کسی کو نہ چھوڑ'' نہ کسی باپ کو اور نہ کسی باپ کے بیٹے کو سوائے بنولوذیہ کے، بنولوذیہ سے مراد بنولقیم بن ہزال بن ہزیل بن ہزیلہ بنت بکر ہے۔ یہ لوگ عاد کے ساتھ نہ رہتے تھے بلکہ مکہ میں اپنے ماموں کے ساتھ رہتے تھے یہ بھی عاد تھے لیکن ان کا تعلق ہلاک ہونے والے عاد سے نہ تھا اس لیے انہیں محفوظ رکھا گیا۔

کالا بادل:

اللہ تعالیٰ نے اس کالے بادل کو جسے قیل بن عتر نے منتخب کیا تھا وادی مغیث میں پہنچا دیا درحقیقت اس میں عاد کے لیے دردناک عذاب تھا جب قوم عاد نے اس بادل کو دیکھا تو ایک دوسرے کو بارش کی خوشخبری دینے لگے جسے قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے:

''یہ بادل ہے جو ہم کو سیراب کر دے گا''۔ ''نہیں بلکہ یہ وہی چیز ہے جس کے لیے تم جلدی مچا رہے تھے۔ یہ ہوا کا طوفان ہے جس میں دردناک عذاب چلا آ رہا ہے اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر ڈالے گا''۔ (سورۃ الاحقاف: ۲۴، ۲۵)

ایک عورت پر بادل کے عذاب کا ظاہر ہونا:

بعض اہل علم سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اس ہوا کے عذاب کو مُہد رُ نامی عورت نے دیکھا جس کا تعلق عاد سے تھا جب اس پر ظاہر ہوا کہ بادل آ گیا ہے تو اس نے زور دار چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی جب ہوش میں آئی تو لوگوں کے دریافت کرنے پر بتایا کہ میں نے بادل کو فضا میں دیکھا ہے جس میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اس کے آگے آگے چند آدمی اس کو ہنکا رہے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے مسلسل آٹھ دن اور سات راتیں ان پر یہ آندھی مسلط کی جس سے پوری قوم ہلاک کر دی گئی۔

عذاب کے وقت ہود ساحل سمندر پر:

عاد کا وفد جب مکہ سے نکلا تو معاویہ بن بکر سے ان کی ملاقات ہوئی اسی اثناء میں ایک اونٹنی سوار وہاں پہنچا تو عاد نے اس سے پوچھا کہ تو نے ہودؑ اور اس کے ساتھیوں کو کہاں دیکھا تو اس نے جواب دیا کہ ساحل سمندر پر لیکن لوگوں نے اس شخص کی بات پر یقین نہ کیا۔

[illegible] بلہ بنت بکر [illegible] نے کہا [illegible] رب مکہ کی قسم! اس شخص [illegible] نے سچ کہا [illegible]۔ مثوب بن یعفر بن اخی معاویہ بن بکر ان کے ساتھ تھا۔ بعض

تین افراد کی دعا:

مرثد بن سعد، لقمان بن عاد اور قیل بن عنتر کو اختیارات دیئے گئے کہ تم میں سے ہر شخص جو چاہے اپنے نفس کے لیے پسند کر لے۔

مرثد بن سعد نے کہا اے اللہ تعالیٰ! آپ مجھے نیکی اور سچائی عطا فرمائیں پس اسے عطا کر دی گئیں۔

لقمان بن عاد نے کہا اے اللہ تعالیٰ! مجھے لمبی عمر عطا فرما۔

اس سے کہا گیا کہ ایک بکری کی عمر کو پسند کر لے یا جنگلی بھیڑ کی عمر کو یا سات گدھوں کی عمر کو اختیار کر لے لیکن یاد رکھنا کہ اس کے بعد پھر موت ہے اور اس سے مفر نہیں۔

گدھ منتخب کرنے کا طریقہ:

لقمان بن عاد گدھ کا بچہ اس وقت لیتا جب وہ انڈے سے نکلتا اور اس میں بھی نر گدھ کا انتخاب کرتا اس لیے کہ اس کی عمر مادہ کی نسبت لمبی ہوتی ہے۔ جب ایک گدھ بوڑھا ہو کر مر جاتا تو پھر دوسرا بچہ پکڑ لیتا اس طرح اس نے سات گدھوں کی عمر پائی۔

لقمان بن عاد کی موت:

جب تمام گدھ باری باری مرتے چلے گئے تو آخر میں 'لبد' نامی گدھ رہ گیا جب اس کی عمر بھی پوری ہونے لگی تو یہ دوسرے گدھوں کے ساتھ مل کر پہاڑ پر چلا گیا۔ جب لقمان نے اپنے 'لبد' کو نہ پایا تو اس کی تلاش میں پہاڑ پر پہنچ گیا وہاں دیکھا کہ 'لبد' گدھوں کے درمیان پڑا ہوا ہے تو لقمان نے اس سے کہا کہ اٹھ لیکن جب اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو لڑکھڑا کر گر گیا اور وہیں دونوں کا انتقال ہو گیا۔

قیل بن عنتر بعض روایات کے مطابق جب قیل بن عنتر کو کہا گیا کہ تو بھی کسی چیز کو اپنے لیے منتخب کر لے تو اس نے کہا مجھے وہی عطا کی جائے جو میری قوم کو عطا کی گئی کیونکہ مجھے زندہ رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔ پس اسے بھی اسی عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا گیا۔

مرثد کے اپنی قوم کے بارے میں اشعار ؎

عصر عاد رسولهم فامسواً	عطاشاً ما تبلهم السماءُ
وسير وفدهم شهراً ليسقواً	فارد فهم مع العطش العماءُ
بكفرهم بربهم جهاراً	على آثار عادهم العفاءُ
الا نزع الاله حلوم عادٍ	فان قلوبهم قفر هواءُ
من الخبر التمبين ان يعوهُ	و ما تغني النصيحة و الشفاءُ
فنفسي او ابنتاى ام ولدى	لنفس نبينا هودٍ فداءُ
اتانا و القلوب مصمدات	على ظلم وقد ذهب الضياءُ
لنا صنم يقال له صمود	يقابه صداءً والبهاءُ
فابصره الذين له انابوا	وادرك من يكذب به الشقاءُ
فان [illegible] ف الحق آل هود	ا خه تـه اذا حـ المساءُ

تا کہ اپنی قوم کے لیے پانی طلب کرے اور موسلا دھار بارش برسنے والا بادل ان کے ساتھ تھا یعنی اپنی تکذیب کی بنا پر بارش سے بھی محروم تھے۔ انہوں نے اعلانیہ اپنے رب سے کفر کیا اسی وجہ سے انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ سن لو اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے عاد کی عقلیں سب کر لیں اس لیے کہ ان کے قلوب خواہشات کے گھر تھے۔ اور واضح خبر کے سننے سے عاجز تھے اس لیے انہیں کوئی نصیحت خیر پر نہ لا سکی۔ میرے جان و مال اور میرے بیٹوں کی ماں سب کے سب ہمارے نبی ہوڈ پر قربان۔ جب وہ ہمارے پاس مبعوث کیے گئے تو ہم ظلم کیا کرتے تھے اور لوگ دین کی روشنی سے محروم تھے ہمارا بھی ایک معبود صمود (اللہ) ہے جس کے مقابلہ میں کافروں کے خدا صدا اور بباء میں ہمارے خدا کو اسی نے دیکھا جس نے سنگدلی کو جھٹلایا اور بدی سے توبہ کی۔ میں عنقریب آل ہود اور اپنے بھائیوں سے ملوں گا جب شام گزر چکی ہو گی''۔

رئیس عاد خلجان:

خلجان قوم عاد کا سب سے بڑا رئیس اور سردار تھا۔ محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ جب عاد سے ہوا کو روک دیا گیا تو سات آدمیوں نے کہا جن میں خلجان بھی تھا کہ چلو آؤ دیکھیں کہ قوم کے ساتھ وادی میں کیا معاملہ ہوا ہے۔ وہ لوگ جیسے ہی وادی میں پہنچے تو ہوا نے ایک بار پھر انہیں قابو کر لیا اور خلجان کے سوا سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب خلجان وہاں سے بھاگا اور پہاڑ پر چڑھ گیا اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا۔

مکالمہ ہود علیہ السلام و خلجان:

جب ہود علیہ السلام کو خلجان کے زندہ رہنے کا پتہ چلا تو آپ اس کے پاس گئے اور اسے کہا کہ اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے یہ دعوت سن کر خلجان نے کہا کہ اگر میں اسلام لے آؤں تو تمہارا رب مجھے کیا عطا کرے گا؟

ہود علیہ السلام نے فرمایا: وہ تمہیں جنت عطا کرے گا۔

خلجان نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کہ وہ کون لوگ تھے جنہیں میں نے بادلوں میں دیکھا تھا؟

ہود علیہ السلام نے فرمایا: کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے۔

خلجان نے کہا کہ اگر میں اسلام لے آؤں تو کیا تمہارا رب مجھے ان سے محفوظ رکھے گا؟

ہود علیہ السلام نے فرمایا: کہ تو نے کبھی دیکھا کہ بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو کسی سے دور رکھا ہو۔

یہ سن کر خلجان نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اسلام اختیار کرنے سے انکاری ہوں۔

اس کا یہ کہنا تھا کہ زوردار آندھی آئی اور اسے بھی اس کی قوم کے ساتھ ملا دیا۔

ہود علیہ السلام کی عمر:

ابو جعفر سے مروی ہے کہ تمام قوم عاد کو ہلاک کر دیا گیا اور جو کوئی اس وقت ہلاکت سے بچ گیا اسے بھی بعد میں ہلاک کر دیا گیا سوائے ہود علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کے۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ہود علیہ السلام کی کل عمر ایک سو پچاس سال تھی۔

سدی کی روایت:

تعالیٰ کی بڑائی واحدانیت اور اس کی عبادت کی طرف بلایا لیکن انہوں نے سرکشی کی اور ہود علیہ السلام کو کہتے تھے کہ وہ تمہارا عذاب کہاں گیا جس سے تم ڈرایا کرتے تھے؟ ان کی یہ باتیں سن کر ہود علیہ السلام جواب دیتے تھے کہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اس کا عذاب بہت دردناک ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے کفر وعناد کی وجہ سے قحط سالی میں مبتلا کر دیا اور بارش کو ان پر برسنے سے روک دیا۔

قوم عاد کا انجام:

ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی کہ اے اللہ! تو ان پر اپنا عذاب بھیج دے۔ اس دعا کے بعد عاد پر خوشگوار ہوا چلائی گئی اور بادلوں کو وادی میں بھیج دیا گیا عاد یہ دیکھ کر خوش ہونے لگے کہ یہ بادل ان پر پانی برسائیں گے لیکن جب بادل ان کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ہوا اونٹوں اور انسانوں کو لے کر زمین اور آسمان کے گرد چکر لگا رہی ہے یہ دیکھتے ہی عاد کے سب لوگ جلدی جلدی اپنے گھروں میں گھس گئے لیکن آندھی نے ان کو وہاں بھی ہلاک کر دیا اور گھروں سے باہر نکال پھینکا۔ یہ عذاب ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل مسلط رہا اور عاد جو لمبے قد والے اور انتہائی طاقتور لوگ تھے ہوا نے انہیں کھوکھلے تنے کی مانند گرا دیا جب پوری قوم عاد کو ہلاک کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے سیاہ رنگ کا ایک پرندہ بھیجا جس نے ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا بستی کو ان کی لاشوں سے خالی کر دیا۔ قرآن میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

ترجمہ: ''(تم وہاں ہوتے تو) دیکھتے کہ وہ وہاں اس طرح پچھڑے پڑے ہیں جیسے وہ کھجور کے بوسیدہ تنے ہوں''۔

(سورۃ الحاقۃ آیت ۷)

ترجمہ: ''اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے کہا اے برادرانِ قوم! اللہ کی بندگی کرو، تمہارا کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے۔ تم نے محض جھوٹ گھڑ رکھے ہیں''۔ (سورۃ ہود آیت ۵۰)

ترجمہ: ''اس نے کہا: اس کا علم تو اللہ کو ہے۔ میں صرف وہ پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ جہالت برت رہے ہو''۔ (سورۃ احقاف آیت ۲۳)

ترجمہ: ''ہم نے ایک پیہم نحوست کے دن سخت طوفانی ہوا ان پر بھیج دی''۔ (سورۃ القمر آیت ۱۹)

ترجمہ: ''جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر اس طرح پھینک رہی تھی جیسے وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں''۔ (سورۃ قمر آیت ۲۰)

ترجمہ: ''آخر کار ان کا یہ حال ہوا کہ ان کے رہنے کی جگہوں کے سوا وہاں کچھ نظر نہ آتا تھا''۔ (سورۃ احقاف آیت ۲۵)

ترجمہ: ''اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کر دیے گئے''۔ (سورۃ الحاقۃ آیت ۶)

عبدالصمد کہتے ہیں کہ جب عاد پر ہوا کا عذاب مسلط کیا گیا تو یہ اتنی شدید تھی کہ اس نے بڑے بڑے قد آور درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا اور ان کے گھروں کو تباہ و برباد کر دیا اور کسی چیز کو باقی نہ چھوڑا اور تمام چیزوں کو تباہ کر دیا۔

قوم ثمود

صالح علیہ السلام کا قوم کو دعوت دین دینا:

قوم ثمود نے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی شروع کی اور تمام زمین میں فساد مچا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت' اپنی وحدانیت اور عبادت کی طرف صالح بن عبید بن اسف بن ماسخ بن عبید بن خارد بن ثمود بن جائز بن ارم بن سام بن نوح کو نبی بنا کر بھیجا جنہوں نے آ کر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف بلایا اور کفر و شرک سے منع فرمایا۔ جب صالح علیہ السلام لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو قوم انہیں مختلف طعنے دیتی جسے قرآن پاک نے بڑے عجیب انداز میں بیان کیا ہے۔

''انہوں نے کہا: اے صالح! اس سے پہلے تو ہمارے درمیان ایسا شخص تھا جس سے بڑی توقعات وابستہ تھیں۔ کیا تو ہمیں ان معبودوں کی پرستش سے روکنا چاہتا ہے جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ تو جس طریقے کی طرف ہمیں بلا رہا ہے اس کے بارے میں ہم کو سخت شبہ ہے جس نے ہمیں خلجان میں ڈال رکھا ہے''۔ (سورۃ ہود آیت ۶۲)

ثمود کی بستی کہاں واقع تھی:

اللہ تعالیٰ نے ثمود کو بڑی طاقت اور لمبی عمریں عطا کی تھیں ثمود ''حجر'' کے علاقے میں وادی قریٰ کی طرف آباد تھے اور یہ وادی حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے۔

قوم کا صالح علیہ السلام سے نشانی طلب کرنا:

صالح علیہ السلام ہر وقت اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہتے تھے آپ ان کی کسی سختی و سرکشی کی پرواہ نہ کرتے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ شدت سے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے' کفر و شرک سے منع کرتے' لیکن قوم تھی کہ سرکشی اور نافرمانی میں بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ قوم نے صالح علیہ السلام کو کہا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی نبوت کی نشانی لاؤ' صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ تم اس وسیع و عریض پہاڑ کے قریب پہنچو۔ جب قوم پہاڑ کے قریب پہنچی تو پہاڑ پھٹا اور اس کے اندر سے ایک اونٹنی اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کی نبوت کی نشانی (دلیل) کے طور پر ظاہر کی۔ پھر صالح علیہ السلام نے کہا اب یہ اللہ تعالیٰ ہی کی زمین سے کھائے گی اور پیئے گی تم میں سے کوئی اس کو نقصان نہ پہنچائے ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہیں اپنے شکنجے میں جکڑ لے گا۔ پھر صالح علیہ السلام نے اونٹنی کی باری مقرر کر دی کہ ایک دن یہ پانی پیئے گی اور دوسرے دن تمہارے جانور پانی پیئیں گے۔ قرآن نے اس قصہ کو یوں بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: ''یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی کے طور پر ہے لہٰذا اسے چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں چرتی پھرے۔ اس کو کسی برے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک دردناک عذاب تمہیں آ لے گا''۔ (سورۃ الاعراف آیت ۷۳)

ترجمہ: ''صالح نے کہا'' یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کے پینے کا ہے اور ایک دن تم سب کے پانی لینے کا''۔ (سورۃ شعراء آیت ۱۵۵)

آل ثمود پر عذاب آنے کی اطلاع:

تو آپؑ نے قوم سے کہا:

ترجمہ: ''بس اب تین دن اپنے گھروں میں رہ بس لو۔ یہ ایسی معیاد ہے جو جھوٹی ثابت نہ ہوگی''۔ (سورۃ ہود آیت ۶۵)

پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے دوسرے دن پیلے اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ جب قوم نے اپنے ساتھ یہی معاملہ دیکھا تو تمام لوگوں نے اپنے جسموں پر خوشبو لگالی اور مرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

قوم ثمود کی عمریں اور رہائش گاہیں:

عمرو بن خارجہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ثمود کو لمبی عمریں عطا کی تھیں ان کی عمریں اس قدر لمبی ہوتی تھیں کہ جب اس سے کوئی شخص مٹی گارے سے گھر تعمیر کرتا تو وہ گھر کھنڈرات میں تبدیل ہو جاتا مگر وہ شخص زندہ ہوتا۔ چنانچہ جب انہوں نے یہ ماجرا دیکھا تو پہاڑوں کو تراش کر اس کے اندر اپنے گھر تعمیر کرنے شروع کر دیئے (یوں اونچے پہاڑوں کو انہوں نے اپنا مسکن بنا لیا) رزق کی ان پر کوئی تنگی نہ تھی۔

ثمود والوں کی سرکشی اور معجزہ طلبی:

کچھ ہی عرصہ بعد قوم نے صالح علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہمارے لیے دعا کریں کہ آپ کا رب ہمارے لیے کوئی دلیل پیش کرے تا کہ ہم جان لیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' تو پہاڑ میں سے بطور دلیل اونٹنی کو نکالا گیا وہ اونٹنی ایک دن پانی پیتی اور دوسرے دن (بستی کے) تمام جانور پانی پیتے۔ جس دن یہ اونٹنی پانی پیتی تو اس دن بستی والے اپنے جانوروں کو پانی نہ پلاتے تھے۔

اللہ کی اونٹنی کا وافر دودھ دینا:

یہ اونٹنی اتنا زیادہ دودھ دیتی کہ ان کے تمام چھوٹے بڑے برتن بھر جاتے (تھوڑے دنوں بعد) اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو وحی کے ذریعے مطلع کیا کہ تمہاری قوم اونٹنی کو ذبح کر دے گی۔ جب صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ تم لوگ اونٹنی کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو قوم نے انکار کیا اور کہا کہ ہم ہرگز یہ کام نہ کریں گے لیکن صالح علیہ السلام نے کہا کہ تم میں ایک بچہ ہوگا جو اس اونٹنی کو ذبح کر دے گا تو پوری قوم نے بیک آواز کہا کہ آپ ہمیں اس بچہ کی علامتیں بتائیں ہم اسے قتل کر دیں گے صالح علیہ السلام نے کہا اس بچہ کا رنگ سرخ' زردی وسفیدی مائل ہوگا اور کچھ نیلا اور کچھ سرخ رنگ ہوگا۔

اللہ کی اونٹنی کے دشمن کی ولادت:

آپ بیان کرتے ہیں کہ اس شہر میں دو بوڑھے دوست رہتے تھے ان میں سے ایک کے لڑکا تھا اور دوسرے کی لڑکی۔ دونوں اپنی اولاد کی شادی کرنا چاہتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن دونوں کی ملاقات ہوگئی تو دونوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ اب تک تم نے اپنی اولاد کی شادی کیوں نہیں کی۔ دونوں کا ایک ہی جواب تھا کہ مناسب رشتہ نہیں مل رہا پس دونوں نے اپنی اولاد کی شادی کر دی۔ ان دونوں کے ہاں وہ لڑکا پیدا ہوا جس کی پیش گوئی صالح علیہ السلام نے کی تھی۔

اونٹنی کے قاتل بچہ کی تلاش:

بچے کی علامت بتائیں تو انہوں نے شہر کی آٹھ خرانٹ عورتوں کے ساتھ چند سپاہی کر دیئے اب وہ ہر جگہ جاتیں اور جس عورت کی گود میں بچہ دیکھتیں تو اس میں بتائی گئی علامات دیکھتیں اگر لڑکی ہوتی تو اس گھر کو چھوڑ دیتیں' بالآخر انہوں نے اس بچے کو پا لیا اور لگیں شور مچانے کہ یہی وہ بچہ ہے جس کے بارے میں صالح علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ جب سپاہیوں نے اس بچے کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو اس کے عزیز و اقارب درمیان میں حائل ہو گئے اور بچے کو نہ جانے دیا یہ لڑکا تمام بچوں میں زیادہ شرارتی بچہ تھا۔ اس بچے کی افزائش اتنی تیز تھی کہ جتنا کوئی بچہ ایک ہفتہ میں بڑھتا یہ صرف ایک دن میں بڑھ جاتا اور ایک ہفتہ میں اتنا بڑھ جاتا جتنا دوسرے بچے ایک ماہ میں بڑھتے تھے اور ایک ماہ میں اتنا بڑھتا جتنا کہ دوسرے بچے ایک سال میں بڑھتے تھے۔

شریروں کی منصوبہ بندی:

جب یہ بچہ نوجوان ہو گیا تو زمین پر فساد مچانے والے آٹھوں اشخاص نے اس بچے کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی منصوبہ بندی کی کیونکہ اس بچہ کی ایک خاص قدر و منزلت تھی اور ایک معاشرتی مرتبہ تھا۔ اب شہر میں یہ نو فسادی تھے۔ صالح علیہ السلام اس بستی میں نہ سوتے تھے بلکہ وہ رات کے وقت بستی سے باہر 'مسجد صالح' میں آرام فرماتے تھے۔ صبح کے وقت آپ بستی میں آتے تھے اور اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور رات کو دوبارہ اسی مسجد میں جا کر آرام فرماتے تھے۔

بستی کے تمام بچوں کا قتل:

ابن جریج سے مروی ہے کہ جب صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم میں ایک بچہ پیدا ہو گا جو اس اونٹنی کو ذبح کرے گا تو پوری قوم نے آپ سے پوچھا کہ آپ ہمیں اس لڑکے کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں قتل کا حکم دیتا ہوں۔ اب ثمود نے تمام بچے قتل کرنا شروع کر دیئے صرف ایک بچہ کو چھوڑ دیا اور یہ وہی بچہ تھا۔ جس کا آپ نے حکم دیا تھا۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ بچہ بہت جلد جوان ہوا تھا۔ جب قوم نے اس بچے کی جوانی دیکھی تو آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ اگر صالح علیہ السلام تمہیں بچوں کے قتل کا حکم نہ دیتے تو تمام بچے اس طرح جوان ہو جاتے اسی نے تمہیں قتل پر ابھارا ہے۔

فسادیوں کی سازش اور انجام:

اب قوم ثمود نے ایک منصوبہ طے کیا کہ ہم میں سے چند لوگ سفر کے بہانے اعلانیہ شہر سے باہر نکلیں گے اور رات کو دوبارہ خفیہ طور پر شہر میں داخل ہو کر صالح علیہ السلام کو ان کی مسجد میں قتل کر دیں گے اور لوگ یہ سمجھیں گے کہ ہم تو سفر پر ہیں جس کی وجہ سے ہم پر شک نہ کیا جائے گا چنانچہ وہ تمام لوگ رات کے وقت ایک پتھر کے نیچے چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ صالح علیہ السلام کو قتل کیا جا سکے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ پتھر ان پر آن پڑا اور سب کو وہیں کچل دیا تھوڑی دیر کے بعد کچھ لوگوں کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو بھاگے بھاگے قوم ثمود کے پاس پہنچے اور شور مچانے لگے کہ صالح علیہ السلام کو تمہارے بچے ذبح کروا کے بھی صبر نہ آیا حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی قتل کر دیا۔ یہ خبر سن کر پوری قوم مشتعل ہو گئی اور اونٹنی کو ذبح کرنے کے ارادے سے سب وہاں جمع ہو گئے سب لوگوں نے اونٹنی پر حملہ کر دیا مگر عاشر کا بیٹا ان میں شامل نہ ہوا۔

اونٹنی کا قتل:

اور وہ لوگ ایک نہر کے کنارے جمع ہو گئے جو کہ صالح علیہ السلام کے راستہ میں پڑتی تھی ان میں سے آٹھ آدمی چھپ گئے تاکہ جیسے ہی صالح علیہ السلام اس راستہ سے گزریں تو وہ انہیں قتل کر دیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے زمین کو بالکل سیدھا ہو جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد یہ سب لوگ جمع ہو کر اونٹنی کو ذبح کرنے چلے اونٹنی حوض کے قریب کھڑی تھی ان میں سے ایک بدبخت شخص نے ایک آدمی کو پکارا کہ تو آ اور اس کو ذبح کر وہ شخص آگے بڑھا اور جب اس نے دیکھا کہ یہ کام اس کی طاقت سے باہر ہے تو واپس پلٹ گیا اسی طرح بہت سے آدمی آگے بڑھے اور واپس پلٹ گئے آخر میں وہی بدبخت شخص آگے بڑھا (جو لوگوں کو اونٹنی ذبح کرنے کی دعوت دے رہا تھا) اور اونٹنی کو ذبح کر ڈالا انہی میں سے ایک شخص صالح علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اونٹنی کو ذبح کر دیا گیا ہے صالح علیہ السلام اسی وقت وہاں پہنچے تو قوم آپ سے معذرت چاہنے لگی کہ اے اللہ کے نبی! ہم نے اسے ذبح نہیں کیا بلکہ فلاں شخص نے اسے ذبح کیا ہے اس کام میں ہمارا کوئی حصہ نہیں۔

اونٹنی کے بچہ کی تلاش:

صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ اگر تم اس اونٹنی کے بچے کو تلاش کر کے لاؤ تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر سے عذاب کو دور کر دیں اب پوری قوم اونٹنی کے بچے کو تلاش کرنے لگی لیکن اونٹنی کے بچے نے جب اپنی ماں کو مضطرب دیکھا تو وہ اسی وقت قارہ نامی چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھ گیا لوگ تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچے تو اور پہاڑی پر چڑھنے کا سوچا لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑی کو حکم دیا کہ وہ اتنی دور ہو جائے کہ کوئی پرندہ بھی وہاں نہ پہنچ سکے چنانچہ پہاڑی اونچی ہوتی چلی گئی یہ لوگ ناکام واپس آ گئے۔

ثمود کا عذاب کے لیے تیار ہو جانا:

صالح علیہ السلام جب بستی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں اونٹنی کا بچہ رو رہا ہے۔ وہ بچہ صالح علیہ السلام کے سامنے آیا اور شدت خوف کی وجہ سے تین مرتبہ بلبلایا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہیں تین دن کی مہلت ہے دنیا سے جتنا فائدہ اٹھا سکتے ہو اٹھا لو پھر اللہ کا عذاب تمہیں جکڑ لے گا اور اس وعدہ میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

صالح علیہ السلام نے قوم کو عذاب سے پہلے آنے والی علامات بھی بتا دیں کہ پہلے دن ان کے چہرے پیلے دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔

آل ثمود کے چہرے بگڑنا:

قوم ثمود جب پہلی صبح کو اٹھی تو ان کے چہرے زرد تھے جیسے ان کے چہروں پر ہلدی مل دی گئی ہو۔ جب شام کا وقت ہوا تو سب مل کر چیخنے لگے کہ ہائے ایک دن گزر گیا اور عذاب قریب پہنچ گیا دوسرے دن جب سو کر اٹھے تو ان کے چہرے سرخ تھے جب شام ہوئی تو پھر چیخنے لگے کہ ہائے دو دن گزر گئے اور عذاب قریب تر ہو گیا جب تیسرے روز صبح اٹھے تو ان کے چہرے سیاہ تھے گویا کہ ان کے چہروں پر تارکول مل دیا گیا ہو اب وہ سب مل کر چیخنے لگے کہ ہائے عذاب سر پر آن پہنچا اب جب کہ انہیں بالکل یقین ہو گیا کہ عذاب ضرور آ کر رہے گا تو انہوں نے اپنے جسموں کو کفن میں لپیٹ لیا' خوشبو لگائی (ان کی خوشبو صبیر اور مقر درخت کا عرق ہوا کرتی تھی)

زوردار آواز:

کہ عذاب کہاں سے آئے گا آیا آسمان کی طرف سے نازل ہوگا یا زمین سے نکلے گا پس جب چوتھے روز کی صبح ہوئی تو آسمان سے زوردار آواز نکلی جس سے ان کے دل سینوں میں پھٹ گئے اور وہ تمام ہلاک کر دیئے گئے۔

قوم ثمود کے ایک فرد کو خدا کا بچالینا:

ابن جریج کی روایت ہے کہ جب زوردار آواز نے انہیں آلیا اور مشارق و مغارب میں رہنے والے کافروں کو ہلاک کر دیا تو ان میں سے صرف ایک شخص باقی بچا جو کہ اس وقت بیت اللہ میں تھا۔ حرم شریف میں ہونے کی وجہ سے وہ عذاب سے بچ گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ شخص کون تھا؟

آپؐ نے فرمایا:

وہ ابورغال تھا۔ نیز فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ثمود کی بستی میں داخل ہو تو وہاں کا پانی نہ پیے۔

عذاب کی جگہ داخل ہونے سے احتیاط:

ابن عمران رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ثمود کی بستی پر پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ ان عذاب والوں پر تم داخل نہ ہو مگر یہ کہ روتے ہوئے اور اگر تم رونے والے نہ ہو تو اس بستی میں داخل نہ ہونا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی عذاب میں جکڑ لیے جاؤ جس میں وہ مبتلا کئے گئے تھے جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت حجر کی بستی میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر کہا امابعد! تم رسولوں سے معجزات طلب نہ کرو یہ قوم صالح ہے جنہوں نے اپنے رسول سے معجزہ طلب کیا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پہاڑ سے اونٹنی نکالی ابھی اس وادی میں ہے تو ابھی دوسری وادی میں نظر آتی وہ اپنی باری پر پانی پیتی تھی۔

قوم ثمود کا واقعہ حدیث رسول کی روشنی میں:

ابوطفیل سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے فارغ ہو کر آ رہے تھے کہ راستہ میں حجر کی بستی میں روئے اور کہا کہ اے لوگو! تم اپنے نبی سے معجزات مت طلب کرو۔ یہ صالح علیہ السلام کی قوم ہے انہوں نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اونٹنی بھیج دی وہ اپنی باری والے دن وادی سے آتی اور پانی پیتی جس دن وہ اونٹنی آتی لوگ اس سے پہلے والے دن پانی کا ذخیرہ کر لیتے تھے پھر پانی کے ذخیرہ کے مساوی اس کا دودھ نکال لیتے پھر وہ (اونٹنی) وہاں سے چلی جاتی مگر انہوں نے اپنے رب کی ناشکری کی اور اسے ذبح کر دیا پس اللہ تعالیٰ نے ان پر تین دن عذاب بھیجنے کا وعدہ کیا اور اس وعدہ میں کوئی شک وشبہ نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ کے عذاب نے تمام مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے (کافر) لوگوں کو ہلاک کر دیا سوائے ایک شخص کے کیونکہ وہ حرم میں تھا اللہ کے گھر نے اسے عذاب سے بچائے رکھا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون شخص تھا؟

آپؐ نے فرمایا: ''وہ ابورغال تھا''۔

اہل تورات گمان کرتے ہیں کہ عاد' ثمود' ہود' صالح کا تورات میں کوئی ذکر نہیں' عرب کی شہرت کی وجہ سے ان کے قصے پھیل گئے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پھیلا۔ اگر مجھے کتاب کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں عاد و ثمود کے بارے میں زمانہ جاہلیت کے شعراء کے اشعار کا ذکر کرتا اور جن لوگوں نے ہمارے مؤقف کے خلاف ذکر کیا ان کے بارے میں ذکر کرتا لیکن ان سب باتوں کو کتاب کی طوالت کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔

صالح علیہ السلام کا انتقال:

بعض اہل علم کے بقول صالح علیہ السلام کی کل عمر اٹھاون برس تھی اور آپؑ نے تقریباً بیس برس تک اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عبادت کی دعوت دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام تک کے درمیانی واقعات کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں اور دیگر تاریخی واقعات بھی بیان کر چکے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔

ابراہیم بن تارح (آذر) بن ناحور بن ساروغ بن ارغوابن فالغ بن عابر بن شالخ بن قینان بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مولد:

آپ کی جائے ولادت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض کا کہنا ہے کہ یہ اہواز کے سوس نامی علاقہ میں پیدا ہوئے دوسرا قول یہ ہے کہ آپ بابل کے علاقہ میں پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ زوابی کے علاقہ ورکاء میں پیدا ہوئے اور بعض کے بقول آپ پیدا تو ورکاء میں ہوئے لیکن آپ کے والد تارخ وہاں سے بابل منتقل ہو گئے تھے۔

نمرود:

اکثر قدیم علماء کا کہنا ہے کہ آپ نمرود بن کوش کے دور میں پیدا ہوئے اور اکثر مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ نمرود از دہاق نامی علاقے کا گورنر تھا اور از دہاق نامی علاقے کے بارے میں بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ بابل کے اس علاقے اور اس کے اردگرد کے علاقوں کی طرف نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور علماء سلف کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ نمرود مستقل بادشاہ تھا اور اس کا نام زرہی بن طہما سلفان تھا۔

محمد بن اسحاق کی روایت کے مطابق آذر کوفہ کی بستی ''کوئی'' کا رہنا والا تھا اور یہ علاقہ نمرود کی مشرقی سلطنت کا حصہ تھا اور اسے ہاصر کہا جاتا تھا کہ اس وقت نمرود کی حکومت زمین کے مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی تھی اور بابل پر بھی اس کی حکومت تھی البتہ ملک فارس کے زیر نگین آنے سے پہلے اس کی حکومت صرف مشرقی علاقے کی تھی۔

حاکمین عالم:

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پوری روئے زمین پر حکومت کرنے والے تین بادشاہ گزرے ہیں:

۱۔ نمرود بن ارغوا

۲۔ ذوالقرنین

۳۔ سلیمان بن داؤد

کیا ضحاک ہی نمرود تھا؟

کے دور میں پیدا ہوا اور یہی شخص ہے جس نے ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کا ارادہ کیا تھا۔

چار حاکمین:

بعض صحابہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے پوری دنیا پر حکومت کی وہ نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح ہے اور وہ بادشاہ جنہوں نے پوری روئے زمین پر حکومت کی ان کی تعداد چار ہے:

۱۔ نمرود

۲۔ سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام

۳۔ ذوالقرنین

۴۔ بخت نصر

ان چاروں میں سے دو مومن (سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین) تھے اور دو کافر (نمرود اور بخت نصر)

نجومیوں کی پیش گوئی:

ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان صرف دو نبی آئے (ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام) جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کرنے کا ارادہ کیا اور ان کا زمانہ قریب آیا تو نمرود کے پاس اس کے نجومی آئے اور نمرود سے کہا کہ ہمارے علم کے مطابق اس بستی میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جس کا نام ابراہیم ہوگا وہ تمہارے دین سے جدائی اختیار کرے گا اور تمہارے بتوں کو توڑ ڈالے گا۔ وہ فلاں سال کے فلاں مہینے میں پیدا ہوگا۔ چنانچہ جب وہ سال آیا جس کے بارے میں نجومیوں نے پیش گوئی کی تھی تو نمرود نے حاملہ عورتوں کو اپنے پاس بلا کر گرفتار کر لیا البتہ آذر کی بیوی (ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کو گرفتار نہ کیا اسے ان کے حاملہ ہونے کا پتہ نہ چل سکا بتانے والے بتاتے ہیں کہ وہ ایک ایسی عورت تھی جس کے پیٹ سے حمل کا پتہ نہ چلتا تھا ان گرفتار شدہ عورتوں میں سے جس کے ہاں بھی بچہ پیدا ہوتا ذبح کر دیا جاتا۔

ولادت ابراہیم علیہ السلام:

جب پیدائش کا وقت آیا تو رات کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ جنگل میں تشریف لے گئیں جہاں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اس جگہ ان کی دیکھ بھال اور ان کو ایک غار میں رکھ کر واپس لوٹ آئیں پھر وہ بار بار اس غار میں جاتیں تاکہ بچے کی نگہداشت کی جا سکے۔

جب آپ وہاں جاتیں تو دیکھتیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھے کو منہ میں لیا ہوا تھا کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے رزق کا انتظام ان کے انگوٹھا چوسنے کے ذریعہ کیا' کہا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے اپنی بیوی سے اس کے حمل کے بارے میں پوچھا کہ کوئی بچہ پیدا ہوا ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ لڑکا پیدا ہو کر فوت ہو گیا ہے اس نے سچ سمجھ کر خاموشی اختیار کر لی۔

ابراہیم علیہ السلام غار میں:

کے حالات دیکھوں انہوں نے رات کے وقت ان کو باہر نکالا۔ ابراہیم علیہ السلام نے زمین و آسمان کو غور سے دیکھا اور فرمایا:

''بے شک وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا اور مجھے رزق عطا فرمایا اور مجھے کھلایا اور پلایا وہی میرا رب ہے اس کے علاوہ کوئی میرا معبود نہیں''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سورج' چاند اور ستارے دیکھنا:

پھر آپؑ نے آسمان کی طرف دیکھا تو ایک ستارہ نظر آیا اسے دیکھ کر آپؑ نے فرمایا ''یہ میرا رب ہے'' آپؑ اسے دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ غائب ہو گیا اور جب وہ غائب ہو گیا تو فرمایا میں غائب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

پھر چاند طلوع ہوا جب اسے چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا ''یہ میرا رب ہے'' اسے دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ غائب ہو گیا اور جب وہ غائب ہو گیا تو فرمایا اگر میرا رب مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو میں بھی ان لوگوں میں سے ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں۔

پھر جب اگلا دن طلوع ہوا اور سورج کو دیکھا کہ اس کی روشنی پہلی دو چیزوں سے زیادہ ہے تو فرمایا ''یہ میرا رب ہے'' یہ سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو فرمایا اے لوگو! جن چیزوں کو تم خدا کا شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

قرآن مجید اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے:

ترجمہ: ''چنانچہ جب رات اس پر طاری ہوئی تو اس نے ایک تارا دیکھا' کہا یہ میرا رب ہے' مگر جب وہ ڈوب گیا تو بولا ڈوب جانے والوں کا تو میں گرویدہ نہیں ہوں۔ پھر جب چاند چمکتا نظر آیا تو کہا یہ میرا رب ہے۔ مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر میرے رب نے میری راہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوتا۔ پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ ہے میرا رب' یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی ڈوبا تو ابراہیم پکار اٹھا اے برادران قوم! میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کو بیٹے کا علم ہونا:

پھر جب ابراہیم علیہ السلام اپنے دینی رخ کو درست کر چکے تو اپنے والد کے پاس آئے' آپ اس وقت تمام باطل مذاہب سے بیزاری اختیار کر چکے تھے لیکن انہوں نے ابھی تک اس بات کا اظہار نہ کیا تھا سوا اپنے والد کے پاس آ کر بتلایا کہ میں آپ ہی کا بیٹا ہوں۔ ان کی والدہ نے بتایا کہ آپ کا بیٹا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کو جنگل میں چھپانے کا سارا واقعہ بھی بتایا۔ یہ سب کچھ سن کر آذر بہت خوش ہوئے۔

عجیب دکاندار:

آذر بت بنایا کرتے اور فروخت کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام کو دیتے ابراہیم علیہ السلام ان بتوں کو لے جاتے اور فرماتے ''کون ہے جو مجھ سے ایسی چیز خریدے جو نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان دے سکتی ہے'' یہ حالت تھی کہ کوئی بھی شخص بت نہ خریدتا۔

پی' جب وہ نہ پی سکتا تو اس کا معیوب ہونا آپ کے سامنے ظاہر ہو جاتا۔

میلے کی دعوت:

قوم اور اہل بستی کے ساتھ اس استہزاء کی خبر نمرود تک پہنچ گئی (پھر ایک مرتبہ لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک میلے میں ساتھ لے جانے کی دعوت دی۔ جب کہ آپ وہاں جانا نہ چاہتے تھے) چنانچہ آپؑ نے ان کی حمایت کے خلاف نہ جانے کو ظاہر کرنا چاہا (قوم کے سامنے) ستاروں کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میں "سقیم" ہوں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ (ابراہیم کا یہ جواب سن کر) قوم کے لوگ الٹے پاؤں واپس چلے گئے۔

"سقیم":

سقیم کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ طاعون زدہ

۲۔ بیمار (یہ معنی راجح ہے)

قوم کے لوگ یہ جواب سن کر بھاگ گئے ابراہیم علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ جب وہ بھاگ جائیں تو ان کے بتوں کے ساتھ وہ معاملہ کریں جس کا وہ ارادہ کر چکے ہیں۔ لہٰذا جب وہ لوگ میلے میں چلے گئے تو ابراہیم علیہ السلام ان کے جھوٹے معبودوں کے پاس گئے۔ کھانا ان کے قریب کیا اور بطور استہزاء فرمایا: تم کھاتے کیوں نہیں؟ کیا بات ہے تم بولتے کیوں نہیں؟

نمرود کا تارہ دیکھنا:

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ نمرود کے دور میں ایک ایسا ستارہ طلوع ہوا جس کی وجہ سے سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ گئی نمرود اس سے بہت گھبرایا چنانچہ اس نے جادوگروں' کاہنوں اور قیافہ شناسوں کو بلوا کر اس کے بارے میں سوال کیا۔

انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی سلطنت میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو آپ اور آپ کی سلطنت کی تباہی کا سبب بنے گا اور وہ بابل کا رہنے والا ہوگا۔

ضبط تولید کا بانی:

یہ سن کر نمرود ایک دوسری بستی بابل مین منتقل ہوا اور وہاں کے مردوں کو نکال دیا جب کہ عورتوں کو وہیں رہنے دیا اور حکم دیا کہ جب بھی کوئی لڑکا پیدا ہو اسے ذبح کر دیا جائے۔ چنانچہ متعدد بچوں کو قتل کر دیا گیا۔

پھر اچانک کسی ضروری کام کی وجہ سے واپس آنا پڑا اور اس بستی کی نگرانی کے لیے اپنے سب سے زیادہ معتمد شخص آذر کو بلا کر اس بستی کا نگران بنا دیا اور اسے کہا کہ خیال رہے کہ تم نے اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کرنا۔ آذر نے جواب دیا میں اس حکم پر پختہ رہوں گا لیکن جب وہ بستی میں داخل ہوئے تو اپنے آپ پر قابو نہ پا سکے اور کوفہ و بصرہ کے درمیان اپنی بیوی سے مباشرت کر لی پھر اسے ایک تہہ خانہ میں ٹھہرایا جہاں وہ آذر کے لیے کھانا وغیرہ تیار کرتی تھی۔

ابراہیم علیہ السلام کی ولادت اور پرورش:

جب کچھ عرصہ گزر گیا تو بادشاہ نے جادوگروں سے کہا تم جھوٹے ہو تم اپنے علاقوں کی طرف واپس چلے جاؤ پس وہ لوگ اپنے

علاقوں کی طرف لوٹ گئے اور اس عرصہ میں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہو گئے انہوں نے اس تیز رفتاری سے پرورش پائی کہ ہفتہ میں مہینہ کے برابر اور مہینہ میں سال کے برابر بڑھے۔ بادشاہ سب کچھ بھول چکا تھا اور ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح پوشیدگی سے پرورش پائی تھی کہ ان کے ماں باپ کے علاوہ ان کو اور کسی نے نہ دیکھا۔

ایک دن ابراہیم علیہ السلام کے والد نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میرا ایک بیٹا ہے جسے میں نے چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں اسے ظاہر کر دوں تو بادشاہ اس کو قتل تو نہ کر دے گا۔

انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں اس کا کوئی اندیشہ نہیں، آپ اسے لے آئیں۔ پس وہ انہیں باہر لے آئے۔

ابراہیم علیہ السلام کی فکر انگیز باتیں:

جب ابراہیم علیہ السلام تہہ خانے کی فضا سے نکل کر باہر آئے تو ان کی نگاہ چوپایوں، جانوروں اور دوسری مخلوقات پر پڑی انہیں دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا یہ کیا ہے؟

تو انہیں ہر ایک جانور کا تعارف کرایا گیا۔ چنانچہ بیل کا تعارف کراتے ہوئے بتایا گیا کہ یہ بیل ہے۔ گائے کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ گائے ہے۔ گھوڑے کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ گھوڑا ہے اور بکری کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ یہ بکری ہے یہ ساری باتیں سن کر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ضروری ہے کہ ان سب کا کوئی پالنے والا بھی ہو۔

چاند، سورج دیکھنے کے متعلق ایک اور روایت:

ابراہیم علیہ السلام رات کے وقت تہہ خانے سے نکلے تھے چنانچہ اس وقت جب انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو انہیں ''مشتری'' ستارہ نظر آیا جسے دیکھ انہوں نے کہا ''یہ میرا رب ہے'' مگر جب تھوڑی دیر بعد وہ ستارہ غائب ہو گیا تو فرمایا کہ میں غائب ہو جانے والی چیزوں کو پسند نہیں کرتا یعنی میں ایسے رب کو پسند نہیں کرتا جو غائب ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ آپ قمری مہینے کے آخر میں تہہ خانے سے باہر آئے اس لیے آپ نے ستاروں سے پہلے چاند کو نہیں دیکھا اور جب رات کا آخری حصہ ہوا تو چاند چمکتا ہوا نظر آیا تو اسے دیکھ کر فرمایا ''یہ میرا رب ہے'' جب چاند غائب ہو گیا تو فرمایا ''اگر میرا رب مجھے سیدھا راستہ نہ دکھائے گا تو میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں گا جو بھٹکے ہوئے ہیں'' جب صبح کا وقت ہوا تو سورج کو دیکھ کر فرمایا ''تو میرا رب ہے، تو سب سے بڑا ہے'' جب سورج بھی غائب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ''اسلام لے آؤ'' تو آپ نے عرض کیا ''میں رب العالمین کے سامنے سر اطاعت خم کرتا ہوں'' پھر اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں حق کی دعوت دی اور فرمایا ''اے لوگو! جن چیزوں کو تم خدا کا شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں''۔

انوکھا دکاندار:

آپ کے والد بت بنا کر آپ اور آپ کے بھائیوں کے حوالے کرتے تاکہ انہیں فروخت کر آئیں آپ ان بتوں کو لے جاتے اور یہ آواز لگاتے:

''کون ہے جو مجھ سے ایسی چیز خرید لے جو نہ نفع پہنچا سکتی ہو اور نہ نقصان''۔

آپ کی ایسی آواز سن کر کوئی بھی آپ سے بت نہ خریدتا۔ جب کہ آپ کے بھائی تمام بت بیچ آتے اور آپ کسی بھی بت کو بیچے بغیر

واپس آجاتے۔

باپ کو تبلیغ:

پھر آپ نے اپنے والد کو دعوت دین دی اور فرمایا:

ترجمہ ''ابا جان! آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام بنا سکتی ہیں''۔ (سورۃ مریم آیت ۴۲)

ترجمہ ''باپ نے کہا'' ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ بس تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے الگ ہو جا''۔

بت شکنی:

پھر ایک روز آپؑ کے والد نے کہا ہمارا ایک میلہ آنے والا ہے اگر تو اس میلے میں ہمارے ساتھ چلے تو تجھے ہمارا دین پسند آجائے گا چنانچہ عید کا دن آیا تو شروع میں ابراہیم علیہ السلام ان کے ساتھ چل پڑے لیکن تھوڑی دور جا کر آپ نے کہا کہ میں بیمار ہوں اور لیٹ گئے اور کہا کہ میری ٹانگوں میں تکلیف ہے یہ سن کر وہ سب چلے گئے۔ جب وہ ذرا دور ہو گئے تو ان کے کمزور لوگ باقی رہ گئے تو فرمایا:

''اور خدا کی قسم میں تمہاری غیر موجودگی میں ضرور تمہارے بتوں کی خبر لوں گا''۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۵۷)

یہ بات ان لوگوں نے سن لی لیکن پھر بھی چلے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بت خانہ میں تشریف لائے یہ ایک بہت بڑی عمارت تھی دروازے کے سامنے سب سے بڑا بت رکھا ہوا تھا اس کے پہلو میں ایک چھوٹا بت رکھا ہوا تھا اس طرح ایک دوسرے کے پہلو میں کئی بت تھے۔ ہر ساتھ والا بت پہلے سے چھوٹا تھا مشرکین ان بتوں کے سامنے کھانا لا کر رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ جب ہم واپس آئیں گے تو ہمارے معبود ان کھانوں میں برکت ڈال دیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب ان کھانوں کو دیکھا تو انہیں کہا: ''تمہیں کیا ہوا کہ تم کھانا نہیں کھاتے؟'' جب وہ نہ بولے تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ''تم بولتے کیوں نہیں؟ پھر انہیں دائیں ہاتھ سے مارنا اور توڑنا شروع کیا۔ ایک ہتھوڑا لے کر ہر بت کو پاش پاش کر دیا (سوائے بڑے بت کے) پھر اس بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا الٹا لٹکا دیا اور وہاں سے چلے آئے۔

ٹوٹے ہوئے بتوں کو دیکھ کر قوم کی تلملاہٹ:

جب قوم کے لوگ اپنے کھانے لینے کے لیے آئے تو بتوں کا یہ حال دیکھ کر:

ترجمہ ''کہنے لگے، ہمارے خداؤں کا یہ حال کس نے کر دیا؟ بڑا ہی کوئی ظالم تھا وہ، بعض لوگ بولے، ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا جس کا نام ابراہیم علیہ السلام ہے''۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۵۹۔۶۰)

ابن اسحاق کی روایت یوں ہے پھر ابراہیم علیہ السلام ان بتوں کی طرف آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴾ (سورۃ الصافات آیت ۹۳)

ترجمہ ''اور سیدھے ہاتھ سے خوب ضربیں لگائیں''۔

یہاں تک کہ جب سب سے بڑا بت باقی رہ گیا تو کلہاڑے کو اس کی گردن میں باندھ دیا اور اسی حال میں چھوڑ کر چلے آئے جب قوم کے لوگ واپس آئے اور اپنے بتوں کا حال دیکھا تو وہ پریشان ہوئے اور اس معاملہ کو بہت برا سمجھا اور کہا ''ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا وہ تو کوئی ظالم شخص ہے'' پھر کہنے لگے کہ ہم نے ایک نوجوان کے بارے میں سنا ہے جو انہیں برا بھلا کہتا ہے۔ وہ انہیں گالیاں دیتا ہے اور ان کا مذاق اڑاتا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو اس طرح کرتے ہوئے ہم نے نہیں دیکھا۔ ہمارا خیال یہی ہے کہ اس نے یہ کام کیا ہے یہ بات ان کے سرداروں تک پہنچ گئی انہوں نے جواب دیا کہ اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ گواہ رہیں کہ اس نے یہ جرم کیا ہے۔

بعض اہل تاویل جن میں قتادہؒ اور سدیؒ وغیرہ بھی شامل ہیں کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس فعل پر گواہ بنانے شروع کیے اس لیے کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ گواہی کے بغیر ابراہیم علیہ السلام کے خلاف کوئی کارروائی کریں۔

''انہوں نے کہا: تو پکڑ لاؤ اسے سب کے سامنے تاکہ لوگ دیکھ لیں (اس کی کیسی خبر لی جاتی ہے)''۔ (سورۃ انبیاء آیت ۶۱)

دوبارہ ابن اسحاقؒ کی روایت شروع ہوتی ہے:

ابراہیم علیہ السلام نمرود کے دربار میں:

جب ابراہیم علیہ السلام کو لایا گیا تو ساری قوم انہیں لے کر نمرود کے پاس جمع ہوئی اور ابراہیم علیہ السلام سے انہوں نے پوچھا:

ترجمہ: ''کیوں ابراہیم' تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ اس نے جواب دیا بلکہ یہ سب کچھ ان کے اس سردار نے کیا ہے' ان ہی سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں''۔ (سورۃ انبیاء آیت ۶۳)

اس بڑے بت کو اس بات پر غصہ آیا ہوگا کہ اس کے ساتھ رکھے ہوئے چھوٹے بتوں کی پوجا کی جائے حالانکہ وہ سب سے بڑا بت ہے۔ کافر لوگ نادم ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے ظلم کیا اور وہ بات نہ کہی جو اس نے کہی۔ جب وہ اس بات کو جان چکے کہ نہ بت نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کسی چیز کو پکڑ سکتا ہے۔ تو کہنے لگے کہ تم جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں لہٰذا یہ ہمیں اس بات کی خبر نہیں دے سکتے کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: ''یہ سن کر وہ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور اپنے (دلوں میں) کہنے لگے' واقعی تم خود ہی ظالم ہو' مگر پھر ان کی مت پلٹ گئی اور بولے' تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ابراہیم نے کہا پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوج رہے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچانے پر قادر ہیں نہ نقصان۔ تف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کر رہے ہو' کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے''۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۶۴-۶۷)

معبودان باطل کے بارے میں دلائل:

پھر قوم کے لوگ آپ سے بحث کرنے لگے اور کہنے لگے کہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان سب میں ہمارا معبود بہتر ہے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

ترجمہ: ''کیا تم لوگ اللہ کے معاملہ میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے راہ راست دکھا دی ہے۔ اور میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا' ہاں اگر میرا رب کچھ چاہے تو وہ ضرور ہو سکتا ہے' میرے رب کا علم ہر چیز

پر چھایا ہوا ہے' پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟ اور آخر میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جب کہ تم اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو خدائی میں شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے لیے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی۔ ؟ ہم دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ بے خوفی واطمینان کا مستحق ہے؟ بتاؤ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو"۔

(سورۃ الانعام آیت ۸۰۔۸۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت سی مثالوں اور عبرت آموز واقعات کے ذریعے ان کو سمجھایا تاکہ وہ جان لیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اس قابل ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مناظرہ:

ابو جعفر سے مروی ہے کہ پھر نمرود نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ جس رب کی تم عبادت کرتے ہو اور اس کی طرف دعوت دیتے ہوئے اس کی عظمت اور قدرت کو بیان کرتے ہو وہ کیا ہے؟

ترجمہ "جب ابراہیم نے کہا: میرا رب وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے' تو اس نے جواب دیا: زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے' ابراہیم نے کہا: اچھا اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا اسے مغرب سے نکال لا' یہ سن کر وہ منکر حق ششدر رہ گیا"۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۸)

ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تو کیسے زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ نمرود نے کہا کہ میں ایسے دو قیدیوں کو بلاتا ہوں جن کو سزائے موت ہو چکی ہو تو ان میں سے ایک کو قتل کر دیتا ہوں تو گویا اس کو مار دیتا ہوں اور دوسرے کو معاف کر دیتا ہوں تو گویا اسے زندہ کر دیتا ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے کا منصوبہ:

پھر نمرود اور اس کی قوم نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ایک اجتماعی فیصلہ کیا اور:

ترجمہ "انہوں نے کہا: جلا ڈالو اس کو اور حمایت کرو اپنے خداؤں کی اگر تمہیں کچھ کرنا ہے"۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۶۸)

جلانے کا مشورہ دینے والا کون تھا:

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ آیت "حرقوه و انصروا آلهتكم" عبداللہ بن عامرؓ کے سامنے پڑھی تو انہوں نے فرمایا اے مجاہدؒ جانتے ہو' کس شخص نے ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کا مشورہ دیا تھا میں نے جواب دیا نہیں۔

فرمایا: ایران کا ایک دیہاتی تھا۔

میں نے سوال کیا: کیا ایران میں بھی دیہاتی ہوتے تھے؟

فرمایا: ہاں کرد ایران کے دیہاتی ہیں۔ انہی میں سے ایک شخص نے ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کا مشورہ دیا تھا۔

جلانے کا مشورہ دینے والے کو سزا:

حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ قرآن کا یہ جملہ "حرقوه و انصروا آلهتكم" یہ مشورہ کرد نامی ایک ایرانی شخص نے دیا تھا۔

شعیب الجبائیؒ سے مروی ہے کہ جس شخص نے (جلانے کا مشورہ دیا تھا) اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ مسلسل نیچے جاتا رہے گا۔

قوم کا جوش وخروش سے لکڑیاں جمع کرنا:

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ جب نمرود نے لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا تو لوگوں نے مختلف اقسام کی لکڑیاں جمع کیں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ابراہیم کی بستی کی ایک عورت نے یہ نذر مانی کہ اگر اس کا فلاں کام ہو جائے تو وہ ابراہیم کو جلانے کے لیے جمع کی جانے والی لکڑیوں میں خود بھی شریک ہوں گی اس طرح لوگوں نے جوش وخروش سے لکڑیاں جمع کیں۔

مخلوقات کا ابراہیم علیہ السلام کی مدد کے لیے اجازت طلب کرنا:

یہاں تک کہ جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو چاروں طرف سے آگ کو خوب بھڑکایا پھر ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالنے کے لیے جمع ہوئے۔ جنوں اور انسانوں کے علاوہ باقی تمام مخلوقات اس ظلم و جبر پر پکار اٹھیں:

''اے اللہ! زمین میں ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں جو تیری عبادت کرتا ہو وہ آپ کی وجہ سے آگ میں ڈالا جا رہا ہے ہمیں اس کی مدد کرنے کی اجازت دیجئے''۔

اللہ تعالیٰ کا جواب:

''واللہ اعلم'' کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ اگر ابراہیم علیہ السلام نے تم میں سے کسی سے مدد مانگی ہے یا اس کو پکارا ہے تو اسے ابراہیم علیہ السلام کی مدد کرنے کی اجازت دیتا ہوں لیکن اگر اس نے میرے علاوہ کسی اور کو نہیں پکارا تو پھر میں اس کا کارساز ہوں میں اسے بچاؤں گا پس جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا:

ترجمہ: ''ہم نے کہا'' اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیمؑ پر''۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۶۹)

چنانچہ وہ (آگ) ایسی ہی نرم وموافق ہوگئی۔

ایک اور روایت: آگ کے الاؤ کی شدت:

سدی سے مروی ہے کہ کفار نے کہا ''اس کے لیے عمارت بناؤ اور پھر اس کو آگ کے ڈھیر میں ڈال دو چنانچہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک مکان میں بند کر دیا اور لکڑیاں جمع کرنا شروع کر دیں یہاں تک کہ اگر کوئی عورت بیمار ہوتی تو وہ منت یہ مانتی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء عطا فرمائی تو ابراہیم (کو جلانے) کے لیے لکڑیاں جمع کروں گی۔ جب انہوں نے کثیر تعداد میں لکڑیاں جمع کر لیں اور یہ لکڑیاں اتنی زیادہ تھیں کہ اگر اس کے اوپر سے ایک پرندہ گزرتا تو آگ کی حدت سے جل جاتا۔

ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی تیاری:

جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا وقت آ پہنچا تو آپ کو ایک بلند عمارت کے اوپر لے گئے ابراہیم علیہ السلام نے اپنا منہ آسمان کی طرف بلند کیا تو زمین و آسمان' پہاڑ اور فرشتے پکارنے لگے اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام آپ کی خاطر جل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اچھی طرح علم ہے اگر اس نے تمہیں پکارا ہے تو تم اس کی ضرور مدد کرو۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی طرف سر بلند کیا تو یہ دعا مانگی:

آگ کا سرد اور سلامتی والی ہو جانا:

جب کفار نے آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا:

ترجمہ: ''ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا ابراہیم پر''۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۶۹)

اللہ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے یہ آواز لگائی تھی۔

اس وقت دنیا میں جلنے والی ہر آگ بجھ گئی:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر آگ کو ٹھنڈے ہونے کے ساتھ موجب سلامتی کا حکم نہ دیا جاتا تو ابراہیم علیہ السلام ٹھنڈک کی وجہ سے مر جاتے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم عمومی سننے کے ساتھ ہی دنیا میں جلنے والی ہر قسم کی آگ ٹھنڈی ہوگئی کیونکہ ہر آگ نے یہی سمجھا کہ اسے حکم دیا گیا ہے۔

جب آگ بجھ گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ اس میں ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ ایک اور شخص بھی موجود ہے ابراہیم علیہ السلام کا سر اس کی گود میں ہے اور وہ آپ کا پسینہ پونچھ رہا ہے کہا جاتا ہے کہ وہ بادلوں کا فرشتہ تھا پھر ابراہیم علیہ السلام کو وہاں سے نکالا گیا اور آپ کو بادشاہ کے پاس لے گئے (کہا جاتا ہے کہ روئے زمین پر تمام قسم کی آگ بجھنے کے بعد) اللہ تعالیٰ نے اور آگ نازل فرمائی جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں۔

بادلوں کا فرشتہ آگ میں:

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی شکل میں بادلوں کا فرشتہ بھیجا وہ آپ کے پہلو میں بیٹھ کر آپ کو مانوس کرتا رہا نمرود چند روز تک ٹھہرا یہاں تک کہ جب اسے یقین ہوگیا کہ واقعتاً آگ ابراہیم علیہ السلام کو کھا چکی ہے۔ تو وہ سوار ہو کر وہاں آیا اور دیکھا کہ آپ کے ارد گرد موجود تو تمام لکڑیاں جل چکی ہیں لیکن آپ صحیح سالم موجود ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کا ایک ہم شکل شخص بھی موجود ہے وہ واپس لوٹ آیا اور اپنی قوم سے کہا کہ میں نے ابراہیم کو آگ میں زندہ دیکھا ہے شاید مجھے کچھ دھوکا ہوا ہے میرے لیے ایک بلند ٹاور بنواؤ تاکہ میں اس پر چڑھ کر دیکھوں یہاں تک کہ مجھے یقین آ جائے چنانچہ اس کے لیے ٹاور بنایا گیا اس نے اس پر چڑھ کر دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے قریب آپ کا ایک ہم شکل بھی ہے۔

نمرود کا اللہ کی کبریائی کا اقرار کرنا:

یہ منظر دیکھ کر نمرود نے بلند آواز سے کہا کہ تمہارا معبود بہت بڑا ہے کہ جس کی عزت اور قدرت کا وہ حال ہے جو میں دیکھ رہا ہوں کہ کسی چیز نے آپ کو تکلیف نہیں پہنچائی کیا آپ اس سے (باہر) نکل سکتے ہیں؟

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''ہاں! نکل سکتا ہوں''۔

اس نے کہا کہ کیا آپ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر آپ کھڑے ہوئے تو یہ آگ آپ کو نقصان پہنچائے گی؟

فرمایا ''نہیں ڈرتا''۔

ابراہیم علیہ السلام کا آگ کے گڑھے سے باہر نکلنا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے اور اس آگ سے پیدل چل کر باہر آ گئے جب ابراہیم علیہ السلام باہر آئے تو نمرود نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ وہ آدمی کون تھا جو آپ کا ہم شکل تھا اور آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔ وہ بادلوں کا فرشتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے میرے پاس بھیجا تھا کہ وہ میرا دل بہلائے اور آگ کو میرے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنادے۔

نمرود کا اللہ کے نام کی قربانی کرنا:

یہ سن کر نمرود نے کہا کہ آپ کے رب کی عزت و قدرت دیکھ کر میں اس کے حضور ایک جانور کی قربانی دے کر اس کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے چار پانچ ہزار جانور ذبح کرنے کو تیار ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن کر کہا: اللہ تعالیٰ اس وقت تمہاری کوئی بھی چیز قبول نہیں کرے گا جب تک آپ اپنے دین کو چھوڑ کر میرے دین کو اختیار نہ کرلیں۔

اس نے جواب دیا: اے ابراہیم! میں اپنی بادشاہت نہیں چھوڑ سکتا لیکن عنقریب میں (بطور کفارہ) ایک جانور ذبح کروں گا چنانچہ نمرود نے ایسا ہی کیا اور ابراہیم کو تکلیف پہنچانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے قدرت نہ دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے اچھی بات جو نمرود نے ابراہیم علیہ السلام سے کہی وہ یہ تھی کہ: جب ابراہیم علیہ السلام آگ میں پیشانی پونچھ رہے تھے تو نمرود نے اس وقت کہا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام آپ کا رب کتنا اچھا ہے۔

جبریل علیہ السلام کی پیش کش:

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو باندھ کر آگ میں ڈالا جارہا تھا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپؑ کو میری کوئی ضرورت ہے؟

فرمایا: آپ کی کوئی ضرورت نہیں۔

ابوسلیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آگ نے ابراہیم علیہ السلام کی رسی کے علاوہ اور کچھ نہ جلایا۔

سارہ اور لوط علیہ السلام کا ایمان لانا:

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نصرت الٰہی کا یہ منظر دیکھ کر آپ کی قوم کے بعض لوگ آپ پر ایمان لے آئے جن میں آپ کے بھتیجے لوط بن ہارون ایک بھائی ناحور اور آپ کی چچازاد سارہ بھی ایمان لے آئیں۔

حضرت سارہ علیہا السلام:

یہ بھی آپ کی بھتیجی تھی اور آپ کے بھائی ہارون کی بیٹی تھی۔ اس کی ایک اور بھی بہن تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سارہ بادشاہ حران کی بیٹی تھی اس کی تفصیل سدی سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام شام کی طرف چلے گئے وہاں ان کی ملاقات سارہ سے ہوئی جو بادشاہ حران کی بیٹی تھی اس نے اپنی قوم کے دین سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے اس شرط پر

ابراہیم علیہ السلام کا باپ کو توحید کی دعوت:

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو دعوت دی اور کہا ''اے ابا جان! آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ آپ کے کچھ کام آ سکتی ہیں؟''

مگر آپ کے والد نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں نے فیصلہ کیا کہ اس قوم کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں چنانچہ اپنی قوم سے کہا:

''ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم خدا کے علاوہ پوجتے ہو بے تعلق ہیں اور تمہارے معبودوں کے کبھی قائل نہیں ہو سکتے اور جب تک تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی''۔

(سورۃ الممتحنۃ آیت ۴)

مصر کی طرف ہجرت:

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام نے وہاں سے ہجرت کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی چچا زاد سارہ سے نکاح کیا اور لوط اور سارہ کو لے کر ایسی جگہ کی تلاش میں نکلے جہاں وہ دین پر آسانی سے عمل کر سکیں۔ چلتے چلتے مقام حران میں پہنچے وہاں کچھ عرصہ ٹھہرے اور وہاں سے ہجرت کر کے مصر آ گئے۔

مصر کے بادشاہ کی نیت میں فتور:

اس زمانہ میں مصر میں پہلے فرعون کی حکومت تھی کہا جاتا ہے کہ حضرت سارہ بہت خوبصورت تھیں اور ابراہیم علیہ السلام کی کسی معاملہ میں نافرمانی نہیں کرتی تھیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت عزت سے نوازا تھا۔ فرعون کے سامنے حضرت سارہ علیہا السلام کا حسن بیان کیا گیا تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے ساتھ یہ عورت کون ہے؟

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ میری بہن ہے۔ آپ نے اپنی بیوی اس لیے نہ کہا کہ اس بات کا خوف تھا کہ بیوی کی صورت میں وہ انہیں (ابراہیم علیہ السلام) قتل کرا دے گا۔

فرعون نے کہا اس کو بنا سنوار کر میری طرف بھیجو۔ تا کہ میں اسے دیکھوں۔

اللہ تعالیٰ کا سارہ کی حفاظت کرنا:

ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس آئے اور اسے وہی پیغام پہنچایا چنانچہ وہ تیار ہو گئیں پھر ابراہیم علیہ السلام نے انہیں فرعون کے پاس بھیجا وہ فرعون کے پاس پہنچ گئیں جب وہ بیٹھیں تو فرعون نے انہیں ہاتھ لگانا چاہا لیکن اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا جب فرعون نے یہ انجام دیکھا تو اسے سنگین معاملہ سمجھا فوراً بولا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کریں کہ وہ میرے ہاتھ کو درست کر دے اللہ کی قسم میں آپ پر کوئی دست درازی نہ کروں گا بلکہ آپ کے ساتھ حسن سلوک کروں گا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ اگر یہ سچا ہے تو اس کا ہاتھ درست کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ کو صحیح کر دیا۔ اس

بادشاہ کا حضرت سارہ کو عطیہ میں حاجرہ دینا:

بادشاہ نے حضرت سارہ علیہا السلام کو قبطی قبیلہ کی حاجرہ نامی ایک باندی بھی بطور عطیہ دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین جگہ توریہ کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین مقامات پر جھوٹ بولا دو جگہ پر اللہ کے لیے، پہلی مرتبہ (جب قوم نے میلہ پر جانے کی پیش کش کی تو) فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔

دوسری مرتبہ (جب بتوں کو توڑا تو مشرکین نے پوچھا کس نے توڑا ہے؟) فرمایا کہ یہ کام سب سے بڑے بت نے کیا ہے۔

تیسری مرتبہ جب ظالم بادشاہ کے پاس ایک آدمی نے آ کر کہا آپ کی مملکت میں ایک نہایت خوبصورت عورت آئی ہے اور اس نے ایک آدمی کو آپ کے پاس بھیج کر سوال کیا کہ یہ عورت کون ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ میری بہن ہے۔

اس کے باوجود بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ حضرت سارہ فرعون کے پاس گئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام سے کہا کہ اگر یہ ظالم بادشاہ میرے بارے میں پوچھے تو یہی کہنا کہ میں اس کی بہن ہوں اس لیے کہ مسلمان ہونے کے ناطے تو میری بہن ہی تو ہے اور اس وقت اللہ کی زمین پر میرے اور تیرے علاوہ کوئی اور مسلمان نہیں ہے۔ وہ فرعون کے پاس چلی گئیں اور ابراہیم علیہ السلام مصلی پر کھڑے ہو کر بارگاہ رب العزت سے استقامت طلب کرنے لگے۔

فرعون کا ہاتھ مفلوج ہونا:

جب سارہ فرعون کے پاس پہنچی تو اس کی نیت میں فتور آیا اور اس نے حضرت سارہ علیہا السلام کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن اس کے ہاتھ شل ہو گئے۔ اس نے کہا کہ آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا کریں میں آپ کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا انہوں نے دعا کی (تو وہ شفایاب ہو گیا) شفایابی کے بعد اس نے دوبارہ ہاتھ بڑھایا تو پھر ہاتھ مفلوج ہو گیا پھر وہی دعا کی درخواست کی حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا کی اور وہ دوبارہ تندرست ہو گیا تیسری مرتبہ پھر یہی واقعہ پیش آیا تو اس نے اپنا برا ارادہ ترک کر دیا اور دربان کو بلا کر کہا کہ تو نے میرے پاس کسی انسان کو نہیں بلکہ شیطان کو بھیجا ہے اسے لے جاؤ اور ساتھ ہاجرہ بھی دے دو چنانچہ سارہ وہاں سے آئیں تو ہاجرہ بھی ساتھ تھیں۔

حضرت سارہ علیہا السلام کی واپسی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب محسوس ہوا کہ سارہ واپس آ گئی ہیں تو انہوں نے نماز مکمل کر کے واقعہ پوچھا۔ حضرت سارہؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر و فاجر کے مقابلے میں میری مدد کی اور ہاجرہ کو بطور خدمت گار عطا کیا۔

محمد بن سعید کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تو حضرت حاجرہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ اہل عرب یہ تمہاری ماں ہے۔

[illegible]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے علاوہ عبدالرحمٰن اور ہشام بن محمد اور مسیب بن رافع کے طریق سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس کے علاوہ امام محمد بن سیرین سے بھی یہ قول مروی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حاجرہ سے نکاح:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت ہاجرہ اچھی وضع قطع کی خاتون تھیں حضرت سارہ نے انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بطور ہدیہ دے دیا اور کہا کہ میں نے دیکھا کہ یہ عورت اچھی وضع کی ہے شاید اللہ تعالیٰ اسے اولاد دے دے۔ حضرت سارہ علیہا السلام خود بانجھ تھیں اور ابراہیم علیہ السلام کے بوڑھے ہونے تک کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے نیک اولاد عطا فرما اور یہ دعا کرتے رہے یہاں تک کہ بوڑھے ہو گئے اور حضرت سارہ علیہا السلام بانجھ ہو گئیں۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام نے حضرت حاجرہ علیہا السلام سے مقاربت کی تو ان سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مصر فتح کرو تو ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا اس لیے کہ ان کا تم پر صلہ رحمی کا حق اور ذمہ ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ وہ کون سی رشتہ داری ہے کہ جس کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؟

فرمایا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ جناب حاجرہ مصر سے تھیں۔

مصر سے روانگی اور فلسطین میں قیام:

کہا جاتا ہے کہ جب حاجرہ علیہا السلام کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو سارہ علیہا السلام کو طبعی حزن و ملال ہوا کہ ان کی اولاد نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام مصر سے چلے گئے وہ فرشتہ بھی آپ کے پاس آیا جس نے فرعون کے شر سے بچنے میں آپ کی مدد کی تھی۔ یہاں تک کہ آپ شام میں فلسطین کے مقام پر اترے۔

ابراہیم علیہ السلام کو تاج نبوت ملنا:

یہ شام کا علاقہ تھا حضرت لوط علیہ السلام موتفکہ کے مقام پر اترے جو کہ وہاں سے ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر یا اس سے کم تھا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو تاج نبوت پہنایا۔

ابراہیم علیہ السلام نے وہاں پر ایک کنواں کھودا' مسجد بنائی' کنویں کا پانی بہت میٹھا تھا وہاں سے آپ کی بکریاں پانی پیتی تھیں۔

ابراہیم علیہ السلام کی 'قط' روانگی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ وہاں رہے پھر وہاں کے لوگوں نے آپ کو تکالیف پہنچائیں جس کی وجہ سے آپ وہاں سے ہجرت کر کے رملہ اور ایلیا کے درمیانی علاقہ 'قط' میں آن ٹھہرے جب آپ وہاں سے چلے تو کنویں کا پانی خشک ہو گیا یہ حال دیکھ کر اس بستی والے آپ کے پیچھے آئے ندامت کا اظہار کیا اور معافی مانگی اور کہا کہ ہم اپنے ہاں سے ایک نیک اور متقی شخص کو نکال بیٹھے ہیں آپ واپس آ جائیں آپ نے فرمایا میں جس شہر سے نکالا جاؤں اس شہر میں واپس نہیں جاتا اس پر انہوں نے عرض کیا کہ وہ کنواں جس سے ہم اور آپ پانی پیتے تھے آپ کے چلے آنے کی وجہ سے خشک ہو گیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ:

(اس پر) آپ نے اپنے ریوڑ میں سے ایک بکری کا بچہ انہیں دیا اور کہا کہ اسے ساتھ لے جاؤ اسے کنوں پر لے جاؤ گے تو وہاں سے میٹھا پانی نکلے گا اسے پیو مگر یاد رکھو کہ کوئی حائضہ عورت اس کنویں پر پانی لینے نہ جائے وہ لوگ بکری کے بچے کو لے کر چلے اور اس کنویں پر لا کر کھڑا کیا تو وہاں سے میٹھا پانی آنے لگا یہ پانی آتا رہا یہاں تک کہ ایک حائضہ عورت نے وہاں سے پانی لیا اور وہ پانی آہستہ آہستہ کم ہوتا چلا گیا اور بالآخر ختم ہو گیا۔

فعل قوم لوط علیہ السلام:

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت مال و دولت اور حشم و خدم عطا فرمائے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوطؑ کی ہلاکت کا ارادہ کیا تو ان کی طرف رسول بھیجا یہ قوم ایسا برا فعل (مرد، مرد کی دبر میں جماع کرتا تھا اس فعل بد کے لیے لواطت کا لفظ استعمال ہوتا ہے خدارا یہ لفظ استعمال نہ کیا کریں اس میں ایک نبی کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ ذرا سوچیں لواطت کے کیا معنی آپ تو اس کی نسبت بجائے قوم کے نبی سے ملا رہے ہیں اس سے بہتر تو انگریزی کا لفظ **Sodomy** ہے جس کی نسبت سدوم یعنی اس علاقہ سے ملتی ہے) اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے نبی کو بھی جھٹلاتے تھے اور نبی ان کو جو بھی نصیحت کرتا اسے بھی جھٹلا دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے انتہائی خوبصورت فرشتے بھیجے تاکہ وہ ابراہیم علیہ السلام اور سارہ کو اسحاق کی پیدائش کی خوشخبری سنائیں اور یہ بھی بتائیں کہ اسحاق سے ان کے بیٹے یعقوب بھی پیدا ہوں گے۔ جب یہ (فرشتے) ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو ان کے ہاں گذشتہ پندرہ روز سے کوئی مہمان نہ آیا تھا ان کے آنے سے ابراہیم علیہ السلام کو بہت خوشی ہوئی اور فرمایا کہ ان جیسے مہمانوں کی خدمت میری قوم نہیں بلکہ میں خود کروں گا چنانچہ گھر تشریف لے گئے اور ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے اور ان کے سامنے پیش کیا لیکن جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے (یعنی وہ کھانا نہیں کھا رہے) تو انہیں اجنبی سمجھ کر دل میں خوف محسوس کیا (فرشتوں) نے کہا خوف نہ کریں ہم قوم لوط علیہ السلام کی طرف انہیں ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ آپ کی بیوی سارہؑ جو پاس کھڑی تھیں یہ سن کر ہنس پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے ساتھ عذاب کا ارادہ فرمالیا ہے۔ جب کہ قوم کو اس کی خبر بھی نہیں۔

اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری:

> ترجمہ: ''پھر ہم نے ان کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی وہ بولی ''ہائے میری کمبختی! کیا اب میرے ہاں اولاد ہو گی جب کہ میں بڑھیا پھونس ہو گئی اور میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے'' فرشتوں نے کہا' اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ ابراہیم کے گھر والو! تم لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں' اور یقیناً اللہ نہایت قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے''۔ (سورۃ ہود آیت ۷۲۔۷۳)

اسحاق کی خوشخبری کے وقت ابراہیمؑ اور سارہؓ کی عمر:

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اس وقت حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر ۹۰ سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ برس تھی جب ابراہیم علیہ السلام سے خوف دور ہو گیا اور انہیں اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ کی خوشخبری ملی تو فرمایا:

ترجمہ: ''شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق جیسے بیٹے دیئے حقیقت یہ ہے کہ میرا رب ضرور دعا سنتا ہے''۔

شعیب الجبائی سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ۱۶ برس کی عمر میں آگ میں ڈالا گیا اور جب اسحاق علیہ السلام کو ذبح کیا تو اس وقت حضرت اسحاق کی عمر سات سال تھی اور جب وہ پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر ۹۰ سال تھی اور انہیں ایلیاء سے دو میل کے فاصلہ پر ذبح کیا گیا اور حضرت سارہ کو معلوم ہوا تو وہ دو دن بیمار پڑی رہیں اور تیسرے روز فوت ہوگئیں جب کہ بعض کے بقول ان کا انتقال ۱۲۷ برس کی عمر میں ہوا۔ (یہ روایت قابل اعتراض ہے)

فرشتوں کی مہمانی:

سدی سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے فرشتے بھیجے جو خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں آئے یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس ٹھہرے جب ابراہیم علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو خوش ہوئے اور سی وقت گھر جا کر ان کے لیے ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے اور ان کے سامنے رکھ دیا اور خود بھی بیٹھ گئے حضرت سارہ علیہا السلام ان کی خدمت کر رہی تھیں اس واقعہ کو قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے۔

ترجمہ: ''ابراہیم (علیہ السلام) کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی''۔ (سورۃ ہود آیت ۷۱)

ابن مسعود کی قرأت میں ''جب بچھڑا ان کے قریب کیا اور دیکھا کہ نہیں کھا رہے تو فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے ابراہیم! ہم قیمت ادا کیے بغیر کھانا نہیں کھاتے ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کیا اس کی بھی قیمت فرشتوں نے پوچھا کہ کیا قیمت ہے؟ فرمایا کہ شروع میں اللہ کا نام لو اور آخر میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کرو (یہ جواب سن کر) جبریل نے میکائیل کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ واقعتاً یہ شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنا خلیل بنائے۔ قرآن میں ہے:

ترجمہ: ''مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے پر نہیں بڑھتے تو وہ ان سے مشتبہ ہوگیا اور دل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگا''۔ (سورۃ ہود آیت ۷۰)

جب حضرت سارہ علیہا السلام نے یہ ماجرا دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام ان کا اکرام کر رہے ہیں اور وہ خود ان کی خدمت کر رہی ہیں تو ہنس پڑیں اور فرمایا کہ ہمارے مہمانوں پر تعجب ہے کہ ان کے اعزاز میں خود ان کی خدمت کر رہے ہیں اور وہ ہمارا کھانا نہیں کھا رہے۔

بیت اللہ کی تعمیر

بیت اللہ کی تعمیر کا حکم:

کہا جاتا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کریں اور اس میں عبادت اور ذکر کریں۔ ابراہیم علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا کہ یہ گھر کس جگہ تعمیر کرنا ہے اس لیے کہ پہلے ان پر واضح نہیں تھا اس لیے ان کو قدرے پریشانی ہوئی۔

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمائی جو مجسم تھی اس سے مذکور جگہ دکھانے میں ان کو راہنمائی ہوئی وہ اسی اشارے کے ساتھ چل پڑے اور ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی حاجرہ اور چھوٹے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام نے بھی ہجرت کی۔ بعض نے کہا کہ اس راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا تھا اور انہوں نے یہ بھی بتایا کہ کام کس طرح کرنا ہے۔

مجوزہ جگہ کی طرف راہنمائی (روایت):

خالد بن عرعرۃ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ مجھے بیت اللہ کے بارے میں بتلایئے کیا یہ گھر زمین میں سب سے پہلے بنایا گیا؟

فرمایا نہیں بلکہ وہ جگہ جہاں سب سے پہلے برکت رکھی گئی وہ مقام ابراہیم علیہ السلام ہے اور جو وہاں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گیا اور اگر تو چاہے تو تجھے بتلاؤں کہ یہ بیت اللہ کس طرح تعمیر ہوا پھر واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے لیے گھر بناؤ یہ حکم سن کر ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو عاجز سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمائی سکینہ ایک تیز رفتار ہوا ہے جس کے دو سر ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہیں یہاں تک کہ ہوا مکہ پہنچتی ہے اور وہاں بیت اللہ کا طواف کرتی ہے جیسے سانپ چکر لگاتا ہے ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ جہاں سکینہ جا کے ٹھہر جائے وہاں اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کرو۔ ابراہیم علیہ السلام نے ایک گھر تعمیر کیا جہاں ایک پتھر کی ضرورت پڑی تو اسمٰعیل علیہ السلام جو ان کے ساتھ کام کر رہے تھے ان سے فرمایا کہ جاؤ اور پتھر تلاش کر کے لاؤ وہ گئے اور پتھر تلاش کر کے لائے لیکن دیکھا کہ خود ابراہیم علیہ السلام حجر اسود پر کھڑے ہیں۔

پوچھا اے ابا جان! یہ پتھر آپ کے پاس کون لایا؟

فرمایا وہ لایا جو تمہاری مدد پر بھروسہ نہیں کرتا۔ یہ جبرائیل علیہ السلام آسمان سے لے کر آئے ہیں۔

ایک اور روایت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا گیا تو آپ کے ساتھ حضرت حاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بھی ہجرت کی۔ جب آپ مکہ پہنچے تو وہاں بیت اللہ کے مقام پر سر کے برابر ایک پرندہ دیکھا اس پرندے نے کہا کہ میرے سائے کے نیچے تعمیر کریں اور اس میں کمی بیشی نہ کریں۔

زم زم:

ایک روز اسمٰعیل علیہ السلام کو شدید پیاس لگی اور حضرت حاجرہ علیہا السلام کو کچھ نہیں ملا تو صفا پر چڑھ کر دیکھا' کچھ نظر نہ آیا پھر مروہ پر چڑھیں وہاں بھی کچھ نہ ملا پھر صفا پر آئیں اس طرح کل سات چکر لگائے اور پھر فرمایا: کہ اے اسماعیل! ایسی جگہ مرنا جہاں سے میں تجھے نہ دیکھ سکوں۔ یہ پریشانی میں جب اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس پہنچیں دیکھا کہ وہ پیاس کی وجہ سے زمین پر ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ کو آواز دی اور کہا کہ آپ کون ہیں؟

فرمایا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی والدہ ہوں۔

جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تم دونوں نے کس پر بھروسہ کیا؟

فرمایا اللہ تعالیٰ پر۔

جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تم نے کفایت کرنے والی ذات پر بھروسہ کیا۔ پھر بچہ نے پاؤں کی انگلیوں سے زمین کو کھرچا اور وہاں سے (زم زم) پانی نکلا۔ حضرت حاجرہ اس کو روکنے لگیں۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ پانی میٹھا تھا۔

تیسری روایت:

سدی سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام سے عہد کیا کہ وہ دونوں اللہ کے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے پاک کریں تو ابراہیم علیہ السلام چل کے مکہ آئے آپ کے ساتھ اسمٰعیل علیہ السلام بھی تھے آپ کو معلوم نہیں تھا کہ بیت اللہ کہاں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ''الجوج'' نامی ہوا بھیجی جس کے دو پر اور سانپ کی شکل کا سر ہوتا تھا اس نے خانہ کعبہ کے گرد جھاڑو دی تو ان دونوں نے بنیاد کھودی۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

ترجمہ ''یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی''۔ (سورۃ الحج آیت ۲۶)

چوتھی روایت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا تو شام سے چلے۔ آپ کے ساتھ حضرت حاجرہ علیہا السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام بھی تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ سکینہ بھیجی یہ ایک ایسی ہوا ہے جس کی زبان بھی ہے جس سے وہ بولتی ہے وہ وہاں ٹھہرتی جہاں ابراہیم علیہ السلام ٹھہرتے اور جہاں سے ابراہیم علیہ السلام چلتے یہ بھی چلتی یہاں تک کہ آپ مکہ پہنچ گئے جب آپ بیت اللہ کی جگہ پر پہنچے تو اس ہوا نے اس جگہ کا ایک چکر لگایا اور پھر ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ میرے اوپر تعمیر کریں وہاں ابراہیم علیہ السلام نے بنیاد رکھی اور ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام دونوں نے مل کر اسے بلند کیا اور اسے مکمل کیا یہاں تک کہ مقام رکن تک پہنچے تو ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام سے کہا کہ میرے لیے پتھر تلاش کر کے لاؤ تا کہ میں اسے لوگوں کے لیے علامت بناؤں وہ پتھر لے کر آئے' جو ابراہیم علیہ السلام کو پسند نہ آیا' دوسرا پتھر تلاش کرنے گئے جب واپس آئے تو ابراہیم علیہ السلام خود مقام رکن پر کھڑے تھے۔

پوچھا اے ابا جان! یہ پتھر کون آپ کے پاس لایا۔

فرمایا: جس نے تجھ پر بھروسہ نہ کیا (وہ جبریل علیہ السلام تھے)

اس قول کی شارح روایات (پہلی روایت):

دوسرے بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ بیت اللہ کی طرف راہنمائی کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جبریل علیہ السلام بھی آ گئے تھے اور یہ مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ مکرمہ اس لیے پہنچایا گیا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے پیدا ہونے کی وجہ سے حضرت سارہؑ کے دل میں طبعی سوکنا پا پیدا ہو گیا تھا۔

دوسری روایت:

سدی اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سارہؑ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ ہاجرہؑ سے نکاح کر کے مقاربت کر لیں میں آپ کو اس کی اجازت دیتی ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے مقاربت فرمائی جس کے نتیجہ میں اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے پھر سارہؑ سے مقاربت کی تو ان سے اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے جب اسحاق علیہ السلام بڑے ہوئے تو اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام میں جھگڑا ہو گیا جس سے حضرت سارہؑ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو گھر سے نکال دیا پھر داخل ہونے کی اجازت دی پھر ایک مرتبہ ناراض ہو کر نکالا اور پھر داخل ہونے دیا اور پھر قسم کھائی ان کے جسم کا کوئی حصہ کھاؤں گی اور پھر یوں کہا کہ میں اس کی ناک اور کان کاٹوں گی تاکہ یہ بدنما ہو جائے پھر کہا کہ میں اس (عورت) کی جائے ختنہ کاٹ دوں گی چنانچہ حضرت سارہؑ نے حضرت ہاجرہؑ کا ختنہ کر دیا۔ حضرت ہاجرہؑ نے کپڑے کا ایک ٹکڑا لے کر اس جگہ کا خون صاف کیا اس وقت سے عورتوں میں ختنہ کا رواج پڑ گیا اس کے بعد حضرت سارہ علیہا السلام نے کہا کہ تم میرے شہر میں نہ رہو تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم بھیجا کہ آپ مکہ چلے جائیں اس وقت مکہ میں بیت اللہ ظاہر نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے (اسمٰعیل علیہ السلام) وہاں گئے اور بیت اللہ تعمیر کیا جب آپ وہاں حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑنے لگے تو حضرت ہاجرہ نے کہا کہ آپ ہمیں یہاں کس کے پاس چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ (اس کے بعد سدی نے باقی واقعہ بیان کیا)

تیسری روایت:

مجاہدؒ اور دوسرے اہل علم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے سامنے بیت اللہ اور حرم کے نشانات ظاہر فرمائے آپ چلے اور آپ کے ساتھ جبریل علیہ السلام بھی تھے آپ جس بستی کے پاس سے گزرتے تو فرماتے کہ کیا مجھے اس بستی کے بارے میں حکم دیا گیا ہے۔ جبریل علیہ السلام جواب دیتے کہ آگے چلئے آپ چلتے رہے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچ گئے اس وقت وہاں کانٹے اور جھاڑیاں تھیں اور ''عمالیق'' نامی بستی تھی یہ قوم مکہ کے باہر اس کے اردگرد رہتے تھے۔ بیت اللہ کی جگہ ذرا بلند اور سرخ رنگ کی تھی اسے دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا مجھے یہاں اترنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جبریل علیہ السلام نے ہاں میں جواب دیا وہاں ایک پتھر رکھا ہوا تھا ابراہیم علیہ السلام اترے اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو ایک چھپر بنانے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا:

ترجمہ ''اے میرے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کے ایک حصہ کو (میدان) مکہ میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار! یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں' لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے۔ شاید کہ یہ شکر گزار بنیں''۔ (سورۃ ابراہیم علیہ السلام آیت ۳۷)

پھر آپ واپس شام چلے گئے اور انہیں وہیں چھوڑ دیا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو پیاس لگنا:

اسمٰعیل علیہ السلام کو شدید پیاس لگی ان کی والدہ نے پانی تلاش کیا مگر پانی نہ ملا پھر کان لگائے کہ شاید کسی کی آواز آئے اور وہ پانی مانگ سکیں انہوں نے صفا کی طرف ایسی آواز سنی تو وہاں دوڑ کر گئیں لیکن کچھ نظر نہ آیا پھر مروہ کی طرف ایسی ہی آواز سنی۔ وہاں دوڑ کر گئیں لیکن وہاں بھی کچھ نظر نہ آیا بعض کہتے ہیں کہ آپ صفا اور مروہ پر اس لیے چڑھی تھیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ سکیں۔

چشمہ زم زم:

پھر انہوں نے اس جگہ آواز محسوس کی جہاں اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر آئی تھیں دیکھا کہ جہاں اسمٰعیل علیہ السلام ایڑیاں رگڑ رہے تھے وہاں سے پانی نکلنا شروع ہو گیا ہے۔ اس سے اسمٰعیل علیہ السلام کو پانی پلایا پھر اس کے بعد حضرت حاجرہ علیہا السلام نے اس کے گرد منڈیر لگائی اور ایک مشکیزے میں اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے پانی ذخیرہ کر لیا۔

حضرت ہاجرہؑ کے اس عمل سے وہ پانی قیامت تک کے لیے ایک میٹھا چشمہ بن گیا۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ہم یہ سنتے رہے کہ زم زم کی جگہ جبریل علیہ السلام کے پاؤں لگنے کی وجہ سے پانی آیا یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد اس جگہ جبریل علیہ السلام نے بھی پاؤں مارے۔

اولین مختون عورت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلے صفا اور مروہ کا چکر حضرت ہاجرہؑ نے لگایا اور سب سے پہلے جس عرب خاتون کا ختنہ کیا گیا وہ حضرت ہاجرہ ہیں۔ فرمایا کہ جب حضرت حاجرہ علیہا السلام سارہؑ سے الگ ہوئیں تو اپنا دامن نیچے کر دیا تاکہ خون کا اثر ظاہر نہ ہو پھر ابراہیم علیہ السلام ان کو لے کر مکہ مکرمہ آئے انہیں وہاں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پوچھا کہ ہمیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہو ہمارے پاس کھانا ہے نہ پانی اور یہاں کوئی آتا بھی نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے۔ فرمایا ہاں یہ سن کر ہاجرہ نے عرض کیا کہ پھر اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کرے گا اور واپس لوٹ کر آ گئیں ابراہیم علیہ السلام چلے گئے جب کدا نامی گھاٹی پر پہنچے تو وادی کی طرف دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا "اے میرے پروردگار! میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔

آب زم زم سے متعلق ایک اور روایت:

حضرت حاجرہ علیہا السلام کے پاس برتن میں تھوڑا سا پانی تھا وہ پانی بھی ختم ہو گیا تو سخت پیاس محسوس ہوئی جس کی وجہ سے چھاتی کا دودھ بھی بند ہو گیا بچے کو پیاس لگی تو قریبی پہاڑ پر تلاش کیا اور پھر صفا پر چڑھ گئیں اور کان لگائے کہ شاید کوئی آواز آ جائے یا کوئی انسان نظر آ جائے' جب کچھ نہ سنا تو واپس لوٹ آئیں جب واپس گھاٹی آئیں تو اپنے قریبی پہاڑ کو تلاش کیا حالانکہ آپ کسی پہاڑ پر چڑھنا پسند نہیں کر رہی تھیں لیکن ایک تھکے مارے انسان کی طرح کوشش میں مصروف تھیں پھر آپ مروہ پر چڑھیں وہاں بھی کان لگائے کہ کوئی آواز آئے یا کوئی انسان نظر آئے' کچھ آواز محسوس ہوئی جیسے کوئی کہہ رہا ہو کہ خاموش ہو جاؤ' اب یقین ہوا کہ کوئی ہے فرمایا میں نے تیری آواز سن لی ہے براہ کرم میری مدد کرو میں اور میرے ساتھ موجود بچہ ہلاک ہو رہے ہیں ایک فرشتہ آیا اس نے زم زم کی جگہ آ کر پاؤں مارا ایک چشمہ ابل پڑا حضرت ہاجرہؑ اس پانی کو مشکیزہ میں ڈالنے لگیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت

حاجرہؑ پر رحم فرمائے اگر وہ جلدی نہ کرتیں تو زم زم ایک میٹھا چشمہ ہوتا''۔

فرشتے نے حضرت ہاجرہؑ سے کہا کہ آپ اہل شہر کے ہاں سے پانی لینے کے بارے میں پریشان نہ ہوں یہ ایسا چشمہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے دونوں مہمان پانی پییں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عنقریب اس بچہ کا باپ یہاں پر آئے گا اور پھر یہ دونوں مل کر بیت اللہ کی تعمیر کریں گے۔

بنوجرہم کا قافلہ:

راوی کہتے ہیں کہ وہاں سے قبیلہ بنی جرہم کا ایک قافلہ گزرا جو شام کی طرف جارہا تھا انہوں نے اس پہاڑ پر پرندے دیکھے وہ کہنے لگے یہ پرندے وہ ہیں جو پانی پر چکر لگاتے ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہاں پر کوئی پانی ہے قبیلہ کے دوسرے لوگوں نے جواب دیا کہ ہمیں تو معلوم نہیں پھر وہ خود وہاں گئے دیکھا کہ ایک عورت ہے وہ اس کے پاس آئے اور اس سے وہاں ٹھہرنے کی اجازت مانگی اس عورت (حضرت ہاجرہؑ) نے اجازت دے دی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نکاح:

پھر حضرت ہاجرہؑ کا وہیں انتقال ہوگیا اور اسمٰعیل علیہ السلام نے اسی قبیلہ کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ایک روز ابراہیم علیہ السلام آئے اسمٰعیل علیہ السلام کے گھر کا پتہ پوچھا وہاں پہنچے تو اسمٰعیل علیہ السلام نہ مل سکے لیکن ان کی بیوی سے ملاقات ہوئی جو بڑی سخت مزاج تھی ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ جب تمہارا خاوند آئے تو اس سے کہنا کہ ایک بوڑھا شخص تمہیں ملنے آیا تھا جس کا حلیہ اس اس طرح تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے تمہارے دروازے کی چوکھٹ پسند نہیں اسے تبدیل کرو۔ یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے چلے آئے۔

پہلی بیوی کو طلاق۔ دوسرا نکاح:

جب اسمٰعیل علیہ السلام گھر پہنچے تو بیوی نے واقعہ بتایا اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے باپ تھے اور تو میرے دروازے کی چوکھٹ ہے اور پھر اسے طلاق دے دی اور پھر اسی قبیلہ کی ایک اور عورت سے نکاح کر لیا پھر ایک روز ابراہیم علیہ السلام ملنے کے لیے آئے اس روز بھی اسمٰعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہوئی بلکہ ان کی بیوی ملی یہ خوش اخلاق اور نرم مزاج عورت تھی ابراہیم علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تمہارا خاوند کہاں چلا گیا؟ اس نے جواب دیا کہ شکار کرنے گیا ہوا ہے۔ فرمایا تمہارا کھانا کیا ہوتا ہے؟ عرض کیا گوشت اور پانی فرمایا اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما یہ دعا تین مرتبہ کی پھر اس عورت سے کہا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو اسے میری خبر دینا اور اسے بتانا کہ اس حلیہ کا ایک بوڑھا آدمی آیا تھا اور اس نے کہا کہ میں تمہارے گھر کے دروازے کی چوکھٹ پر راضی ہوں اسے برقرار رکھنا جب اسمٰعیل علیہ السلام آئے تو بیوی نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام پھر تیسری مرتبہ آئے اور پھر ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام دونوں نے مل کر بیت اللہ کی تعمیر کی۔

آب زم زم سے متعلق تیسری روایت:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہؑ اور اسمٰعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ مکرمہ میں زمزم کی جگہ پر آئے جب واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہؑ نے آواز دی اے ابراہیم علیہ السلام میں نے آپ سے تین مرتبہ پوچھا ہے کہ آپ کو کس نے

حکم دیا ہے کہ ہمیں ایسی جگہ چھوڑ دو جہاں نہ کھیتی ہے نہ سبزہ ہے نہ انسان ہے اور نہ کوئی کھانے پینے کی چیز ہے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے اس چیز کا حکم دیا ہے حضرت ہاجرہؑ نے کہا کہ پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف پشت کر لی اور آگے چل پڑے آگے جا کر یہ دعا کی ''اے میرے رب! تو ہماری ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں''۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جب پیاس لگی تو وہ زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگے حضرت ہاجرہؑ بھاگ کر صفا پر چڑھ گئیں اس وقت وادی بہت گہری تھی لیکن پھر بھی وہ اس پر چڑھ گئیں اس پر چڑھ کر دیکھا کہ شاید کوئی انسان نظر آ جائے لیکن کچھ نظر نہ آیا اس سے اتر کر وادی میں پہنچیں پھر اس سے نکل کر مروہ پر چڑھیں اور دیکھا کہ شاید کوئی نظر آ جائے' لیکن اب بھی کوئی نظر نہ آیا اس طرح سات مرتبہ کیا ساتویں مرتبہ جب وہ مروہ سے اتر رہی تھیں تو دیکھا کہ جس جگہ اسمٰعیل علیہ السلام نے ایڑیاں رگڑیں تھیں وہاں سے زم زم نکل رہا ہے انہوں نے ہاتھ سے پانی کے گرد منڈیر لگانا شروع کی اور جب تھوڑا سا پانی جمع ہوتا تو اسے پیالے میں ڈال کر اپنے مشکیزہ میں ڈال لیتیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اگر وہ اسے چھوڑ دیتیں تو یہ قیامت تک جاری رہنے والا چشمہ آب ہوتا۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی (دوسری روایت):

راوی کہتے ہیں کہ اس وقت قبیلہ جرہم کے لوگ مکہ مکرمہ کے قریب تھے جب وادی میں پانی آیا تو وہاں پرندے آنا شروع ہو گئے جب قبیلہ جرہم کے لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو کہا کہ یہ پرندے صرف ایسی جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں پانی ہو پس وہ چل کر حضرت ہاجرہؑ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم یہاں ٹھہر جائیں اور آپ کو بھی مانوس کریں اور یہ پانی آپ ہی کی ملکیت ہوگا حضرت ہاجرہؑ نے ان کو اجازت دے دی۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی بیوی کی ترش مزاجی:

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام وہاں پرورش پاتے رہے یہاں تک کہ وہ جوان ہو گئے اور حضرت ہاجرہؑ کا انتقال ہو گیا اسمٰعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم کی ایک عورت سے شادی کر لی ایک روز ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہؑ سے ہاجرہؑ کے پاس آنے کی اجازت چاہی انہوں نے اجازت دے دی لیکن یہ شرط بھی لگا دی کہ وہاں قیام نہیں کرنا۔ ابراہیم علیہ السلام وہاں پہنچے تو حضرت ہاجرہؑ کا انتقال ہو چکا تھا اسمٰعیل علیہ السلام کے گھر آئے ان کی بیوی سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا کہ تمہارا شوہر کہاں ہے اس نے جواب دیا کہ وہ یہاں نہیں بلکہ شکار کرنے گیا ہوا ہے اس نے کہا کہ نہ میرے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے اور نہ کوئی شخص ہے (جو لے آئے) فرمایا کہ جب تمہارا خاوند آئے تو اس کو میرا اسلام کہنا اور اسے کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل لے۔

اسمٰعیل علیہ السلام کا چوکھٹ تبدیل کرنا:

ابراہیم علیہ السلام چلے گئے اسمٰعیل علیہ السلام جب گھر واپس لوٹے تو اپنے والد کی خوشبو کو محسوس کیا اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص یہاں آیا تھا بیوی نے کہا کہ ایک بوڑھا شخص جس کا حلیہ اس اس طرح تھا وہ آیا تھا پوچھا کہ اس نے کچھ کہا بیوی نے جواب دیا کہ اس نے مجھے کہا کہ تمہارا شوہر آئے تو اس کو سلام کہنا اور اسے کہنا کہ اپنی دروازے کی چوکھٹ بدل دے چنانچہ اسمٰعیل علیہ السلام نے اسے طلاق دے دی اور دوسری شادی کر لی۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی دوسری شادی:

کچھ عرصہ بعد ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارۃ سے اسمٰعیل علیہ السلام سے ملنے کی اجازت چاہی انہوں نے اس شرط پر اجازت دی کہ وہاں ٹھہرنا نہیں آپ اسمٰعیل علیہ السلام کے گھر آئے ان کی بیوی سے پوچھا کہ تمہارا شوہر کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ شکار کرنے گئے ہیں انشاء اللہ ابھی آ جائیں گے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے تشریف رکھیے ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کیا تمہارے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز ہے عرض کیا جی ہاں پوچھا کہ کیا تمہارے پاس روٹی' گندم' جو یا کھجور میں سے کچھ ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ وہ دودھ اور گوشت لے کر حاضر ہوئیں ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لیے برکت کی دعا دی اگر اس روز وہ عورت روٹی یا گندم' جو یا کھجور میں سے کچھ لے آتی تو (ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت) کی وجہ سے آج ان کی مقدار کہیں زیادہ ہوتی جواب ہے۔ اس نے عرض کیا کہ آپ تشریف رکھیں تاکہ میں آپ کے سر کو دھوؤں لیکن آپ وہاں نہیں اترے بلکہ اسے ایک اور جگہ لے گئے وہاں آپ نے اسے اپنے سر کے دائیں سیدھ میں بیٹھایا اور اس دائیں طرف اپنا پاؤں رکھا جس کے اثرات وہاں پڑے۔ پھر اس نے آپ کے سر کا دایاں حصہ دھویا پھر اس طرح آپ نے بائیں طرف کیا اور اس نے سر کا بایاں حصہ دھویا پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو اسے میرا اسلام کہنا اور اسے کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو برقرار رکھے۔

خدمت گزار بہو:

اسمٰعیل علیہ السلام گھر تشریف لائے اپنے والد کی خوشبو کو محسوس کیا اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص آیا تھا اس نے بتایا کہ ایک اچھی خوشبو والا ایک بوڑھا شخص آیا تھا اس نے مجھ سے یہ باتیں کہیں اور میں نے اس سے یہ یہ باتیں کیں میں نے اس کا سر دھویا اور یہ اس کے قدموں کے نشانات ہیں اسمٰعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ اس نے تمہیں کیا کہا؟ وہ بولی اس نے مجھے کہا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو اسے میرا اسلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنی دروازے کی چوکھٹ برقرار رکھے۔ فرمایا کہ وہ میرے والا ابراہیم علیہ السلام تھے۔

خانہ کعبہ تعمیر کرنے کا حکم:

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیت اللہ کی تعمیر کا حکم آیا ''لوگوں کو حج کے لیے آواز دو'' پس وہاں سے جب بھی کوئی قوم گزرتی تو ابراہیم علیہ السلام فرماتے اے لوگو تمہارے لیے بیت اللہ تعمیر کیا گیا ہے اس کے گرد حج کرو آپ کی آواز درخت چٹانوں وغیرہ میں سے کوئی بھی سنتا تو یہ کہتا "لبيك اللهم لبيك" روای کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت "ربنا انى اسكنت من ذريتى بواد غير ذى ذرع عند بيتك المحرم" (اے اللہ میں نے اپنی اولاد تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس جہاں کھیتی نہیں لا بسائی ہے) اور دوسری آیت "الحمدلله الذى وهب لى على اكبر اسماعيل و اسحاق" (تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا کیے) کے درمیان اتنے اتنے سال کا وقفہ گزرا ہے۔ یہاں راوی کو سال کی مقدار بھول گئی۔

تعمیر کعبہ کے لیے اسمٰعیل علیہ السلام کو ذہنی طور پر تیار کرنا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام' اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ ماء زمزم کے پیچھے تیراندازی کر رہے تھے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے اسمٰعیل تیرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر تعمیر کروں اسمٰعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ

اپنے رب کی اطاعت کیجیے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تو میرے ساتھ تعاون کرے اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں چنانچہ دونوں تیار ہو گئے۔

دنیا کے بت کدہ میں پہلا وہ گھر خدا کا:

ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے تھے اور اسمٰعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے اور دونوں یہ کہتے تھے "اے ہمارے رب! ہمارا یہ عمل قبول فرما لے بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے" جب عمارت بلند ہوگئی اور ابراہیم علیہ السلام پتھر اٹھا کر وہاں رکھنے سے عاجز آ گئے تو نیچے ایک پتھر رکھ کر اس پر کھڑے ہو گئے اسی جگہ کو مقام ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں پھر دونوں نے کام شروع کیا اور یہ دعا کرتے رہے اے ہمارے رب ہمارے اس عمل کو قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

فرضیت حج:

جب ابراہیم علیہ السلام اس کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ حج کے لیے ندا لگائی جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے ابراہیمؑ) لوگوں کو حج کے لیے آواز دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر دور دراز راستوں سے لوگ (سوار ہو کر) آئیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام تعمیر سے فارغ ہوئے تو حکم دیا گیا کہ لوگوں کو حج کے لیے آواز دو۔ عرض کیا کہ اے میرے رب میری آواز کہاں تک پہنچے گی فرمایا تمہارے ذمہ آواز دینا ہے اور ہمارے ذمہ اس کا پہنچانا ہے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے آواز دی اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے راوی کہتے ہیں کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات نے یہ آواز سنی کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ زمین کے انتہائی آخری کناروں سے بھی لوگ حج کے لیے آتے ہیں۔

حج کا حکم:

ایک اور روایت میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ لوگوں کو حج کے لیے بلاؤ ابراہیم علیہ السلام نے آواز دی اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے گھر بنایا ہے اور تمہیں حج کرنے کا حکم دیا ہے تو زمین و آسمان میں موجود ہر مخلوق نے اس کا جواب دیا یہاں تک کہ درخت، مٹی، پتھر اور دیگر اشیاء نے بھی یہ کہا "لبيك اللهم لبيك"۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر ان لوگوں نے بھی جواب دیا جو اپنے آباء کی پشت میں اور اپنی ماؤں کے رحم میں تھے اور جس شخص نے آئندہ چل کر حج کرنا تھا اس نے بھی کہا "لبيك اللهم لبيك" مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ آواز لگاؤ تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا کہوں؟ فرمایا کہ کہو "لبيك اللهم لبيك" تو یہ سب سے پہلا تلبیہ تھا۔

حج کے لیے پکار:

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبیدؓ بن عامر سے پوچھا کہ آپ کو یہ بات کیسے پہنچی کہ ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کے لیے بلایا تھا فرمایا مجھ تک یہ بات پہنچی کہ جب ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل کر لی اور وہ کام کر لیا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تھا اور حج کا موقع آ گیا تو انہوں نے یمن کی طرف منہ کیا تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور لوگوں کو حج بیت اللہ کے لیے بلایا تو یہ

جواب ملا "لبیک اللھم لبیک" پھر آپ نے شام کی طرف منہ کر کے یہ ہی کہا تو وہاں سے بھی وہی جواب ملا۔ پھر آپ ۸ ذی الحجہ کو اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ منیٰ میں آئے آپ کے ساتھ اور مسلمان بھی تھے وہاں آپ نے ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی وہیں رات گزاری اور اگلے دن فجر کی نماز وہیں پڑھی پھر آپ عرفہ آ گئے اور وہیں ٹھہرے یہاں تک کہ جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ نے ظہر اور عصر کی نماز اکٹھے پڑھی پھر آپ عرفہ میں موقوف کی جگہ آئے وہاں ایک درخت کے پاس ٹھہرے یہ ہی جگہ عرفہ کے اندر موقف ہے جہاں امام حج ٹھہرتا ہے اور لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دیتا ہے۔ جب سورج غروب ہو گیا تو ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی وہاں سے چل کر مزدلفہ آئے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھے پڑھی سب نے رات وہیں گزاری اگلے دن صبح کی نماز پڑھی اور پھر مزدلفہ میں "قزح" کے مقام پر ٹھہرے یہ مزدلفہ کا موقوف ہے پھر جب صبح خوب روشن ہو گئی تو ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے وہاں سے چل پڑے آپ ان لوگوں کو اپنے افعال دکھاتے رہے اور تعلیم دیتے رہے یہاں تک کہ آپ نے جمرہ کبریٰ کی رمی کی' منیٰ میں جانور ذبح کرنے کی جگہ آئے پھر نحر اور حلق کیا اور پھر وہاں سے لوٹ کر بیت اللہ آئے تاکہ لوگوں کو دکھائیں کہ طواف وداع کس طرح کرنا ہے پھر منیٰ میں آ کر رمی کی یہاں تک کے حج سے فارغ ہوئے اور لوگوں کو گھر جانے کی اجازت دے دی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج سکھاتے رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایت:

عبداللہ بن عمر و راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آٹھویں ذی الحجہ کو جبرئیل علیہ السلام آئے اور ابراہیم علیہ السلام کو منیٰ میں لے گئے وہاں ظہر' عصر' مغرب اور عشاء اور اگلے دن فجر کی نماز پڑھی۔ پھر وہاں سے چل کر عرفات آئے وہاں پیلو کے درخت کے پاس گئے اور دوسرے لوگوں کے پاس اترے اور وہاں ظہر اور عصر اکٹھے پڑھی پھر وہیں ٹھہرے یہاں تک کہ مغرب کا ابتدائی وقت آ گیا پھر وہاں سے چلے اور مزدلفہ میں آئے اور مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھے پڑھی اور اگلے دن صبح کے ابتدائی وقت وہیں پر ٹھہرے رہے پھر وہاں سے چل کر منیٰ آئے۔ رمی جمرہ کی' جانور ذبح کیا' حلق کرایا اور پھر بیت اللہ کی طرف لوٹ گئے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اے محمدؐ! دین ابراہیمؑ کی پیروی اختیار کرو جو ایک طرف کے ہو رہے تھے۔

اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح اللہ:

یعنی ابراہیم علیہ السلام کے ذبح ہونے والے بیٹے کا ذکر۔

ذبیح کون تھے؟:

امت محمدیہ کے متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ ذبح ہونے والے کون سے بیٹے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں روایات مروی ہیں اگر یہ دونوں روایات صحیح ہیں تو کہیں اور جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے البتہ قرآن مجید کے سیاق وسباق سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ ذبح ہونے والے اسحاق علیہ السلام تھے۔

دوسری روایت:

عباس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ "وفدیناہ بذبح عظیم" (ہم نے ایک بڑی قربانی سے ان کا فدیہ دے دیا) سے مراد اسحاق ہیں۔ راجح یہ ہے کہ یہ روایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے مرفوع نہیں عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں

بھی مروی ہے کہ "وفدیناہ بذبح عظیم" سے اسحاق مراد ہیں۔

پہلا قول: ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام تھے:

نابحی سے منقول ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ وہاں یہ تذکرہ چل رہا تھا کہ ذبیح کون تھے انہوں نے کہا میں تمہیں بتلاتا ہوں پھر فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک آدمی نے آ کر کہا اے ابن ذبیحین اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مال فئی عطا کیا ہے اس سے مجھے بھی دو۔ آپ مسکرائے' آپ سے پوچھا گیا کہ ذبح ہونے والے کون تھے آپ نے فرمایا کہ عبدالمطلب نے یہ نذر مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ اگر زم زم کا کنواں کھودنے میں ان کے لیے آسانی فرمائیں تو اپنا ایک بیٹا ذبح کریں گے چنانچہ ہو گیا اور بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے قرعہ اندازی کی گئی قرعہ میرے والد عبداللہ کے نام نکل آیا لیکن میرے والد کے ماموں نے ذبح نہیں کرنے دیا اور کہا کہ اپنے اس بیٹے کے بدلے ہم سے سو اونٹ لے کر ذبح کر دو اور دوسرے ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دوسرا قول: ذبیح اسحاق علیہ السلام تھے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد طریق سے مروی ہے کہ ذبیح اسحاق تھے ابوالاحوص سے مروی ہے کہ ایک شخص ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا ہوا فخر سے کہہ رہا تھا کہ میں فلاں بن فلاں کی اولاد میں سے ہوں یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد میں سے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "وفدیناہ بذبح عظیم" سے مراد اسحاق علیہ السلام ہیں کعب احبار رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔

شیطان کا بہکانا:

اسید بن جاریہ سے مروی ہے کہ کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ کو اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بتلاؤں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا بتلاؤ اس نے کہا جب خواب میں ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق دکھائے گئے تو شیطان نے کہا اللہ کی قسم آل ابراہیم علیہ السلام پر اس سے بڑا امتحان کبھی نہیں آئے گا چنانچہ شیطان نے ایک جانے پہچانے شخص کا روپ دھارا اور حضرت سارہؑ کے پاس آ کر کہا ''ابراہیم اپنے بیٹے کو کہاں لے کر جا رہا ہے انہوں نے جواب دیا کہ کسی کام کے لیے لے جا رہے ہیں شیطان نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم کسی بھی کام کے لیے نہیں لے جا رہے انہوں نے پوچھا کہ پھر کس کام کے لیے لے جا رہے ہیں شیطان نے کہا ذبح کرنے کے لیے جا رہے ہیں حضرت سارہ علیہا السلام نے فرمایا وہ ایسا نہیں کریں گے وہ اپنے بیٹے کو کیسے ذبح کریں گے؟ شیطان نے کہا واقعتاً وہ ذبح کر دیں گے سارہ نے پوچھا کیوں ذبح کریں گے شیطان نے کہا کہ اس کے رب نے اسے حکم دیا ہے یہ سن کر سارہ نے کہا اگر رب کا حکم ہے تو اس کی اطاعت کرنا بہتر ہے۔ شیطان حضرت سارہ علیہا السلام سے مایوس ہو کر اسحاق علیہ السلام کے پاس پہنچا وہ اپنے باپ کے نشان قدم پر چل رہے تھے ان سے کہا کہ کل تمہارا باپ تمہیں کہاں لے جائے گا؟ فرمایا کسی کام کے لیے۔ شیطان بولا اللہ کی قسم کوئی کام نہیں ہے بلکہ وہ تجھ کو ذبح کرنا چاہتا ہے اسحاق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا باپ مجھے ذبح نہیں کرے گا شیطان بولا ضرور کرے گا پوچھا کیوں؟ شیطان نے کہا کہ اس کا خیال ہے کہ اسے اس کے رب نے حکم دیا ہے یہ سن کر اسحاق علیہ السلام نے فرمایا تعالیٰ کا یہ حکم ہے تو اس کی اطاعت ضروری ہے شیطان انہیں چھوڑ کر ابراہیم علیہ السلام کی طرف گیا اور ان سے کہا

جا رہے ہیں فرمایا کسی کام کے لیے شیطان بولا کل آپ کو اور کوئی کام نہیں صرف اپنے بیٹے کو ذبح کرنا چاہتے ہو پوچھا میں اسے کیوں ذبح کروں گا؟ شیطان نے کہا کہ آپ کا خیال ہے کہ آپ کو آپ کے رب نے حکم دیا ہے فرمایا اگر میرے رب کا یہ حکم ہے تو میں ضرور ایسا کروں گا۔

ابراہیم کا بیٹے کو ذبح کے لیے لٹانا:

جب ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے لٹایا' اللہ تعالیٰ نے اسحاق کو بچا لیا اور اس کی جگہ ایک ذبیحہ دے دیا ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق علیہ السلام سے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے اسحاق علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہم تمہاری ایک دعا قبول کریں گے۔ اسحاق علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ قیامت تک آنے والے انسانوں میں سے جو شخص شرک نہ کرے اسے جنت میں داخل فرمانا۔

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ:

عبداللہ بن عبید اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا اے میرے رب لوگ یوں دعا کرتے ہیں "اے ابراہیم کے رب اے اسحاق کے رب اے یعقوب کے رب اس طرح کیوں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مجھے ہر چیز کے مقابلے میں ترجیح دی اسحاق نے میری خاطر ذبح ہونے کو پسند کیا حالانکہ ویسے بھی اس کے اعمال بہت عمدہ تھے اور یعقوب پر میں نے جتنی مصیبتیں ڈالیں اس کا حسن ظن بڑھتا گیا یہ واقعہ اور بھی روایات میں ہے۔

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح خواب دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ جو آپ نے اللہ کے لیے نذر مانی تھی اسے پورا کریں اللہ تعالیٰ نے تجھے سارہ سے ایک لڑکا دیا اسے ذبح کریں (اس سے مراد اسحاق ہیں) مسروق کا قول بھی یہ ہی ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام تھے۔

ذبیح اللہ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی متعدد روایات سے مروی ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام تھے ابن علیہ سے مروی ہے کہ داؤد بن ابی ہند سے پوچھا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے کو ذبح کیا گیا۔ انہوں نے شعبی کے حوالے سے بتایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام تھے۔ امام شعبی' مجاہد' حسن وغیرہ کا قول بھی یہ ہی ہے۔

نے محمد بن کعب القرظی کو یہ کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے
) مجید میں اس قصہ کی تفصیلات کا مطالعہ کرنے سے بھی یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسماعیل علیہ السلام تھے
یہ السلام ذبح کے قصے سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی کہ
گے دوسری جگہ ہے کہ ہم نے انہیں اسحاق اور اس کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی اسحاق سے
ب صحیح ہو سکتی ہے کہ جب ذبیح اسماعیل علیہ السلام کو قرار دیا جائے۔

ایک سابق یہودی عالم کا بیان:

محمد بن کعبؒ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہوئے تھے اور شام کے علاقے میں تھے تو اس وقت ایک یہودی عالم مسلمان ہوا اور صحیح پکا مسلمان ہوا عمر بن عبدالعزیز نے ان سے پوچھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے کو ذبح کیا گیا۔ اس نے جواب دیا اللہ کی قسم اے امیر المومنین وہ اسماعیل علیہ السلام تھے یہودی بھی اس بات کو بخوبی جانتے ہیں لیکن وہ تم سے حسد کرتے ہیں اس لیے وہ اسماعیل علیہ السلام کے بجائے اسحاق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیتے ہیں۔ حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ذبح ہونے والے اسماعیل علیہ السلام تھے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے کئی مرتبہ سنا ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام تھے۔

ذبیح اللہ کے متعلق امام طبریؒ کے نزدیک پسندیدہ قول:

البتہ ہماری رائے یہ ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام تھے قرآن کریم کے سیاق سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو چھوڑ کر شام کی طرف ہجرت کر رہے تھے تو اس وقت آپ نے یہ فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں وہ مجھے راستہ دکھائے گا اور دعا کی ''اے اللہ مجھے اولاد عطا فرما جو سعادت مندوں میں سے ہو'' یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ آپ ہاجرہ کو جانتے ہی نہ تھے اور نہ ہی اس وقت تک اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ایک بردبار بچہ کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی پھر ابراہیم علیہ السلام نے یہ خواب دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔

نیز قرآن مجید میں جس بچے کی خوشخبری کا ذکر ہے وہ اسحاق علیہ السلام ہیں جیسا کہ سورہ ہود میں ہے ''اور ابراہیم کی بیوی (سارہ) کھڑی ہوئی تھیں پس وہ ہنس پڑیں تو ہم نے اسے اسحاق علیہ السلام اور اس کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری سنائی۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دل میں فرشتوں سے خوف محسوس کیا فرشتوں نے کہا کہ خوف نہ کیجیے اور پھر انہیں ایک دانشمند لڑکے کی خوشخبری سنائی تو ابراہیم کی بیوی چلاتی ہوئی آئی اور اپنا منہ پیٹ کر کہنے لگی (اے ہے ایک تو بڑھیا اور دوسرا بانجھ)۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں جہاں بھی بشارت کا ذکر ہے وہ آپ کی بیوی سارہؑ سے پیدا ہونے والے بچے کی بشارت ہے ''فبشر ناہ بغلام حلیم'' (صافات ۱۰۱) میں دی گئی بشارت سے مراد اسحاق علیہ السلام ہوں گے۔

اور جن لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا (بلکہ اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں حکم دیا تھا) اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت اور پھر ان سے یعقوب علیہ السلام پیدا ہونے کی بشارت دی (جس کا تقاضا یہ ہے کہ بشارت میں گویا بتایا گیا کہ اسحاق زندہ نہیں رہیں گے) یہ دلیل درست نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسحاق کے ذبح کرنے کا حکم اس وقت دیا جب کہ وہ چلنے پھرنے لگے اور یہ ممکن ہے کہ اسحاق علیہ السلام کے ذبح ہونے کا حکم آنے سے پہلے یعقوب علیہ السلام پیدا ہو چکے ہوں اس طرح ان لوگوں کی یہ بات بھی درست نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ میں بچھڑے کو لٹکے ہوئے دیکھا (جس کا تقاضا یہ ہے کہ ذبیح اسماعیل ہوں کیونکہ اسماعیل کعبہ کے قریب رہے

تھے جب کہ اسحاق شام میں رہتے تھے' کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بچھڑا شام سے لا کر لٹکایا گیا ہو۔

ہماری رائے:

علامہ طبری کا یہ خیال بہت مرجوع اور کمزور ہے کیونکہ جس کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ چلنے پھرنے لگ گیا ہے تو یقیناً اس کا بچپن ہی مقصود ہوتا ہے اور بڑی عمر کی طرف قطعاً خیال نہیں جاتا۔

چہ جائیکہ امام طبری آگے خود نقل فرمائیں گے کہ عیص اور حضرت یعقوب کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت اسحاق علیہ السلام عمر مبارک کی ساٹھ منزلیں طے کر چکے تھے۔ ملاحظہ فرمایئے موجودہ جلد میں ''عیص اور یعقوب کی پیدائش کے وقت اسحاق کی عمر مبارک'' عنوان کے تحت نیز اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دیتے وقت کہا گیا کہ ہم نے اسحاق نبی کی پیدائش کی بشارت دی۔ یعنی وہ بڑے ہو کر اس عمر تک پہنچیں گے کہ ان کو نبوت عطا کی جائے تو اگر ان کے بچپن ہی میں ذبح کا حکم دیا جائے تو یہ کھلا تعارض ہوگا جو خدا کے کلام میں ممکن نہیں۔ نیز اہل تورات کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کو پہلے اور اکلوتے بیٹے کے ذبح کا حکم ملا اور وہ اسحاق تھے۔ یہ بات صراحتاً باطل ہے کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پہلے پیدا ہونے کے قرائن کثیر و ناقابل تردید ہیں۔ مثلاً حضرت سارہ علیہا السلام کا حاجرہؑ پر رشک کرنا کہ ان کو اولاد ہوئی مجھے نہ ہوئی اور حضرت سارہؓ کو بڑھاپے میں اولاد کی بشارت ملنا وہ بھی اس بچہ کی نبوت کے ساتھ الغرض اس بات کے بہت سے دلائل ہیں کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام تھے قرآن و حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اصغر۔

ذبح ہونے کا واقعہ اور اس کے سبب...... پہلا سبب......ابراہیم علیہ السلام کا نذر ماننا:

اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کر کے شام کی طرف ہجرت کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے سارہ سے ایک نیک اور صالح بیٹا دے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ''ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہ مجھے راہ دکھائے گا اے میرے رب مجھے نیک کار اولاد عطا فرما پھر جب قوم لوط پر عذاب نازل کرنے والے فرشتے آپ کے پاس آئے اور لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی تو آپ نے فرمایا پھر تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ذبیح ہے پس جب وہ بچہ بڑا ہوا اور چلنے پھرنے لگا تو آپ سے کہا گیا کہ اپنی نذر پوری کرو۔

پہلے سبب کی تفصیل......اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری:

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام سے فرمایا کہ تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری ہو جس کا نام اسحاق علیہ السلام ہے اور پھر اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری ہو یہ سن کر انہوں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا قرآن مجید میں یہ منظر یوں بیان کیا گیا ہے ''وہ اپنا منہ پیٹ کر کہنے لگیں کہ اے ہے میرے بیٹا ہوگا میں تو بڑھیا ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجیب بات ہے فرشتوں نے کہا کہ کیا تم خدا کی قدرت پر تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت تم پر خدا کی نعمتیں اور برکتیں ہیں بے شک! وہ اللہ تعریف و بزرگی کا مستحق ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کا نذر ماننا:

پھر حضرت سارہؓ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس کا نشان کیا ہے؟ جبرئیل نے ہاتھ میں ایک خشک لکڑی لی اسے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے مروڑا تو وہ سبز ہوگئی (یہی نشانی تھی) یہ دیکھ کر ابراہیم نے فرمایا کہ پھر وہ بیٹا اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کیا جائے گا

چنانچہ جب اسحاق علیہ السلام بڑے ہوئے تو خواب میں ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ اپنی نذر پوری کرو اور اللہ تعالیٰ نے سارہ سے جولڑکا عطا کیا ہے اسے ذبح کرو۔

اسحاق علیہ السلام کو قربان گاہ لے جانا:

ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق سے فرمایا کہ چلو اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی دو اور ہاتھ میں چھری بھی لے لی اور اپنے بیٹے کو لے کر پہاڑوں میں چلے گئے بیٹے نے پوچھا کہ ابا جان قربانی کی جگہ کون سی ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تو صرف خواب میں یہ دیکھا تھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بیٹے نے جواب دیا اے ابا جان جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' آپ اسے کر گزریں ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے پھر کہا کہ آپ میری رسی کو مضبوطی سے باندھیے گا اور اپنے کپڑوں کو مجھ سے دور رکھیے گا تا کہ میرے خون کے چھینٹے آپ پر نہ پڑیں اور ان چھینٹوں کو دیکھ کر میری والدہ سارہ غمگین نہ ہوں اور چھری کی دھار کو خوب تیز کر کے میری گردن پر چلائیں تا کہ میری موت آسانی سے واقع ہو اور جب سارہ آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا۔

اسحاق علیہ السلام کے گلے پر چھری:

ابراہیم علیہ السلام نے اسے اپنے گلے سے لگایا اور پھر دونوں رونے لگے یہاں تک کہ اسحاق علیہ السلام کے آنسوان کی تھوڑی سے بہنے لگے پھر ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق علیہ السلام کی گردن پر چھری پھیری لیکن وہ نہ چلی اللہ تعالیٰ نے تانبے کا ایک ٹکڑا اسحاق کی گردن پر رکھ دیا جب ابراہیم نے یہ منظر دیکھا تو اسحاق کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور گدی سے ذبح کرنے لگے قرآن مجید میں ہے کہ ''جب دونوں نے یہ حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا'' تو پھر آواز آئی تو نے خواب کو سچا کر دکھایا ادھر ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ اے بیٹے تو آج مجھے عطیہ کے طور پر عطا کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ بنا دیا'' پھر گھر واپس آ کر حضرت سارہ علیہا السلام کو پورا واقعہ سنایا تو وہ گھبرا گئیں اور فرمایا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تم نے مجھے بتائے بغیر میرے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا؟

☆ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ سے ملنے کے لیے جاتے تو ایک براق پر سوار ہو کر جاتے جو صبح کے وقت شام سے مکہ پہنچاتی اور رات کو واپس لے آتی آپ رات یہاں شام میں گزارتے یہاں تک کہ اسحاق علیہ السلام کچھ بڑے ہو گئے اور ان سے کچھ امیدیں وابستہ ہونے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔

☆ ابن اسحاق بعض اہل علم سے نقل کرتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے رسی اور چھری اپنے ساتھ لے لو اور میرے ساتھ اس گھاٹی میں چلو تا کہ وہاں سے ہم کچھ لکڑیاں لائیں اس وقت تک اصل حقیقت سے آگاہ نہ کیا تھا جب آپ گھاٹیوں کے قریب پہنچ گئے تو شیطان انسان کی شکل میں سامنے آیا اور کہنے لگا اے بڑے میاں کہاں کا ارادہ ہے۔ فرمایا میں ان گھاٹیوں میں اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے جا رہا ہوں۔

شیطان کا ورغلانا:

شیطان بولا اللہ کی قسم خواب میں آپ کو کوئی شیطان ملا ہے جس نے تجھے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اور اب تم اسے ذبح کرنا چاہتے ہو ابراہیم علیہ السلام سارا معاملہ سمجھ گئے اور فرمایا کہ مجھ سے دور ہو جا اے اللہ تعالیٰ کے دشمن میں اللہ کے حکم پر عمل کروں گا۔

شیطان مردود کا اسماعیل علیہ السلام کو ورغلانا:

جب ابلیس یہاں سے ناامید ہوا تو اسماعیل علیہ السلام کے پاس جا پہنچا جو پیچھے رسی اور چھری لے کر آ رہے تھے اور کہا کہ اے لڑکے کیا تجھے معلوم ہے کہ تجھے تیرا باپ کہاں لے جا رہا ہے اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ان گھاٹیوں میں لکڑیاں جمع کرنے کے لیے لے جا رہا ہے شیطان نے کہا کہ اللہ کی قسم وہ تجھے ذبح کرنے کے لیے لے جا رہا ہے اسمٰعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ مجھے ذبح کرنا کیوں چاہتا ہے شیطان نے کہا کہ اس کا خیال ہے کہ اسے اس کے رب نے حکم دیا ہے۔ اسمٰعیل علیہ السلام بولے تو پھر اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔

شیطان کا ہاجرہ علیہا السلام کو ورغلانا:

جب یہاں سے بھی ناامید ہو گیا تو ہاجرہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ تجھے کیا معلوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اسمٰعیل علیہ السلام کو کہاں لے گئے ہیں؟ شیطان نے کہا کہ وہ اسے ذبح کرنے کو لے گئے ہیں۔ ہاجرہ نے کہا ہرگز نہیں ابراہیم بہت محبت کرنے والا ہے شیطان نے کہا لیکن وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس بات کا حکم اسے اس کے رب نے دیا ہے۔ ہاجرہ نے کہا کہ اگر خدا کا حکم ہے تو پھر اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ ابلیس غصہ کی حالت میں واپس لوٹ آیا۔ اور اسے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل شیطان کی چال سے بچ گئے۔

ابراہیم علیہ السلام کو اسمٰعیل علیہ السلام کا حوصلہ مندانہ جواب:

جب ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو لے کر گھاٹی میں پہنچے تو اس وقت فرمایا اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹا بولا اے ابا جان آپ کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے آپ وہ کر گزریں ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کیا:

سکھائے کس نے اسمٰعیل علیہ السلام کو آدابِ فرزندی:

اے ابا جان! اگر آپ مجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں تو میری رسی کو مضبوطی سے باندھ دیجیے گا۔ تاکہ میری وجہ سے آپ کو تکلیف نہ پہنچے کہ اس سے میرا اجر کم ہو جائے۔ موت کی سختی شدید ہے اور مجھے اس بات کا یقین نہیں کہ میں اس وقت نہ پھڑ پھڑاؤں اور چھری کو تیز کر دینا تاکہ آپ مجھے آسانی سے ذبح کر سکیں اور جب مجھے ذبح کرنے لگیں تو مجھے پیشانی کے بل لٹا دینا چہرے کے بل نہ لٹانا کیونکہ مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ اگر آپ نے میرے چہرے کو دیکھ لیا تو اللہ کے حکم کو پورا نہ کر سکیں گے۔ اور میری قمیض کو اچھی طرح لپیٹ دینا ورنہ خون کے چھینٹے اس پر پڑیں گے تو میری والدہ کو بہت غم ہو گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے میرے بیٹے اللہ کا حکم پورا کرنے میں تم میرے بہترین مددگار ہو۔

باپ کا بیٹے کی گردن پر چھری چلانا:

پھر اسے اچھی طرح باندھا' چھری تیز کی پشت کے بل لٹایا اپنی نگاہ اس سے ہٹائی اور اس کے حلق پر چھری چلا دی اللہ نے اس کے ہاتھ کو حلق سے گدی کی طرف پھیر دیا ہے۔ اور پھر اسمٰعیل علیہ السلام کو اس سے بچا لیا اور پھر فرمایا اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ تمہارے بیٹے کے بدلے میں یہ جانور ہے اسے ذبح کرو' قرآن مجید میں ہے" جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو

ماتھے کے بل گرا دیا۔تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم! تو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی۔اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ بنا دیا''۔

اسلام میں پہلی قربانی:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہاں ایک ایسا مینڈھا آیا جو جنت میں چالیس سال تک چرتا رہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ذریعے اسے پکڑا اور پھر اسے جمرہ اولی لے گئے۔ وہاں سات کنکریاں ماریں پھر جمرہ وسطی میں آئے اور وہاں سات کنکریاں ماریں پھر جمرہ کبریٰ میں سات کنکریاں ماریں پھر اسی جانور کو لے کر منیٰ میں گئے اور وہاں اسے ذبح کیا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جان ہے۔ یہ اسلام میں سب سے پہلی قربانی تھی۔اس مینڈھے کا سر نالہ پر لٹکا دیا گیا۔

اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل لٹانا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج ادا کرنے حکم دیا گیا تو سعی کی جگہ پر شیطان سے آمنا سامنا ہوا پھر دونوں کا دوڑ میں مقابلہ ہوا ابراہیم علیہ السلام آگے بڑھ گئے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آپ کو جمرہ عقبہ لے گئے وہاں بھی شیطان آیا آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں پھر جمرہ وسطی میں لے گئے وہاں بھی شیطان کو سات کنکریاں ماریں پھر آپ نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا اسمٰعیل علیہ السلام نے سفیہ قمیض پہنی تھی انہوں نے عرض کیا اے ابا جان میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں جس میں آپ مجھے کفن دیں لہٰذا فی الحال اسے میرے جسم سے اتار دیں اور بعد میں مجھے اس کا کفن دے دیں۔

مجاہدؒ سے آیت قرآنی "وتلہ للجبین" کے تحت مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو زمین پر لٹا دیا اور بیٹا بولا اے ابا جان! آپ مجھے اس حال میں ذبح نہ کریں کہ آپ میرے چہرے کو دیکھ رہے ہوں آپ مجھے اچھی طرح باندھ دیں میرے ہاتھ کو میری گردن سے باندھ دیں اور زمین پر لٹا کر ذبح کر دیں۔

ہابیل کا مینڈھا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ مینڈھا سفید' بڑے سینگوں والا' بڑی اور سرملی آنکھوں والا تھا۔عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ اس جانور کو مقام ابراہیم پر ذبح کیا گیا۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس مینڈھے کو ذبح کیا تھا۔ یہ وہی مینڈھا ہے جسے آدمؑ کے بیٹے (ہابیل) نے صدقہ کے طور پر اللہ کے سامنے پیش کیا تھا۔سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ مینڈھا جنت میں چالیس سال تک چرتا رہا یہ مٹیالے رنگ کا تھا۔اس کی اون سرخ دھنکی ہوئی روئی کی طرح تھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ جانور ایک پہاڑی بکرا تھا۔

صدقہ رد بلا:

حضرت حسن سے مروی ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیہ کے طور پر آسمان سے اتارا گیا ایک نر جانور تھا اور اللہ کا فرمان ''وفدیناہ بذبح عظیم'' سے مراد وہی ذبیح ہے اور یہ ذبح کرنا ان کے دین کا حصہ بن گیا اور قیامت تک یہ سنت جاری ہے جان لو جانور صدقہ کے طور پر ذبح کرنا برائی کو دور کرتا ہے۔ لہٰذا اے اللہ کے بندو! جانور ذبح کیا کرو۔

امیہ بن ابی صلت نے بھی قربانی کے مذکورہ واقعہ کے متعلق اشعار کہے ہیں اور ان اشعار کا مفہوم سدیؒ کی بیان کردہ روایات

کے مطابق ہے حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے جب باپ بیٹا دونوں اللہ کے حکم کے آگے جھک گئے بیٹا ذبح ہونے کے لیے اور باپ ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے تو بیٹے نے کہا:

اپنی نگاہ مجھ پر سے ہٹائیں تا کہ مجھے دیکھنے سے آپ کو رحم نہ آ جائے اور چھری کو میرے نیچے رکھیں کہ چھیری کو دیکھ کر میں گھبرا نہ جاؤں اور پھر اللہ کا حکم پورا کیجیے اسی کا نقشہ قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿ فلما اسلما وتله للجبين و ناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا ان كذرك نجزي المحسنين ﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آنے والے امتحانات ...... امتحانات کی تعداد:

ابراہیم علیہ السلام پر آنے والے امتحانات میں سے اہم یہ ہیں' نمرود سے مقابلہ' آگ میں جانا' بچے کا ذبح کرنا' بیت اللہ کی تعمیر اور مناسک حج' قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بیان فرمایا گیا ''جب ابراہیمؑ کے پروردگار نے چند باتوں میں اس کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے''۔

☆ ان امتحانات کی تعداد میں بعض علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک کل تیس ہیں۔

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کوئی ایسا دین نہیں جسے اس کے دین کی خاطر آزمائش میں نہ ڈالا گیا ہو مگر اس نے اسے قائم کیا ہو۔ سوائے ابراہیم علیہ السلام کے ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے متعدد باتوں سے آزمایا اور ابراہیم علیہ السلام نے انہیں پورا کر کے دکھایا اور پھر اللہ نے ان کے لیے برات لکھ دی اور فرمایا' 'ابراہیم وہ ہے جس نے (حق اطاعت و رسالت کو) پورا کیا'' ان امتحانات میں سے دس کا سورہ احزاب میں دس کا سورہ برات میں اور دس کا سورہ مومنون میں ذکر ہے اور فرمایا کہ اس اسلام کے تیس حصے ہیں۔

ایک اور روایت میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سورۃ برات میں ذکر کردہ دس چیزیں یہ ہیں:

﴿ التائبون العابدون الحامدون ﴾

اور سورہ احزاب میں ذکر کردہ دس چیزیں یہ ہیں:

﴿ ان المسلمين و المسلمات و المومنين و المؤمنت ﴾

اور دس سورۂ معراج میں یہ ہیں:

﴿ والذين هم عن صلاتهم حافظون ﴾

☆ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دراصل دس فضائل ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق سر سے اور بقیہ پانچ کا تعلق جسم سے ہے۔

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''اذتبلی ابراهیم ربه''۔

کے تحت مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو طہارت کے بارے میں آزمایا جن کی تعداد دس ہے۔ پانچ کا تعلق سر سے ہے اور پانچ کا تعلق جسم سے ہے۔ سر سے متعلق چیزیں یہ ہیں:

(۱) مونچھیں کٹوانا (۲) کلی کرنا (۳) ناک میں پانی ڈالنا اور ناک کو صاف رکھنا (۴) مسواک کرنا (۵) سر پر مانگ نکالنا۔

اور جسم سے متعلق پانچ چیزیں یہ ہیں:

(۱) ناخن کاٹنا (۲) زیر ناف بالوں کا مونڈنا (۳) ختنہ کرنا (۴) بغل کے بالوں کو نوچنا (۵) پیشاب پاخانہ کے بعد پانی سے استنجاء کرنا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ابو ہلال کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت "واذ تبلی ابراھیم ربہ" کے تحت ہمیں بتایا کہ وہ چیزیں یہ ہیں۔

(۱) ختنہ کرنا (۲) زیر ناف بال مونڈنا (۳) دونوں شرمگاہوں کو دھونا (۴) مسواک کرنا (۵) مونچھیں کاٹنا (۶) ناخن کاٹنا (۷) بغل کے بالوں کو نوچنا۔

ابو ہلال کہتے ہیں کہ میں ایک خصلت بھول گیا ہوں۔

ابوالجلد سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو دس باتوں سے آزمایا گیا اور وہ انسانوں کے لیے سنت قرار پائیں پھر وہی باتیں ذکر کیں جو پہلی روایت میں بیان ہوئیں۔

☆ تیسرا قول یہ ہے کہ امتحانات تو کل دس ہی تھے البتہ ان میں سے چھ کا تعلق شعائر سے ہے۔

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان میں سے چھ کا تعلق انسانی بدن سے ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) زیر ناف بالوں کو مونڈنا (۲) بغل کے بالوں کو نوچنا (۳) ناخن کاٹنا (۴) مونچھیں کاٹنا (۵) جمعہ کو غسل کرنا (۶) ختنہ کرنا۔

☆ چوتھا قول یہ ہے کہ امتحان سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو یہ فرمایا ''میں تجھے لوگوں کا پیشوا بناؤں گا اور حج کے مناسک بھی امتحان میں داخل ہے۔

☆ ابو صالح سے متعدد طریق سے یہی قول مروی ہے۔ مجاہد سے مروی ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا میں تجھے ایک معاملہ میں مبتلا کر رہا ہوں' وہ کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ آپ مجھے لوگوں کا پیشوا بنا رہے ہیں اللہ نے فرمایا ہاں ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ میری اولاد (پیشوا بنائیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہمارا اقرار ظالموں کے لیے نہیں ہوا کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ گفتگو:

ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ کیا آپ نے بیت اللہ لوگوں کے جمع ہونے کے لیے بنایا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں۔ ابراہیم نے عرض کیا کہ کیا آپ نے میری اولاد میں سے ایک گروہ کو اپنا فرماں بردار بنا لیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں۔ پھر عرض کیا کہ آپ نے ہمیں طریقہ عبادت سکھایا ہے اور ہماری توبہ قبول کی جواب ملا ہاں عرض کیا کہ کیا آپ ایمان لانے والوں کو اس شہر کے پھل عطا کریں گے جواب ملا ہاں۔

مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ''واذ تبلی'' میں جس امتحان کا ذکر ہے اس سے مراد وہ امتحان ہے جو اگلی آیت میں مذکور ہے یعنی آپ کو پیشوا بنانا سدی اور ربیع سے بھی یہ ہی قول مروی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کے علاوہ بیت اللہ کی تعمیر بھی اس میں شامل ہے۔ نیز مناسک حج' مقام ابراہیم' بیت اللہ کے پاس رہنے والوں کے لیے رزق کا انتظام اور ابراہیم کی اولاد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا بھی اس میں شامل ہے۔

☆ پانچواں قول یہ ہے کہ اس میں صرف ''مناسک حج'' مراد ہیں۔
☆ ابن عباسؓ سے کئی طریق سے یہ بھی مروی ہے اس سے مراد مناسک حج ہے۔
☆ چھٹا قول یہ کہ کئی امتحانات تھے جن میں ختنہ بھی شامل ہے۔
☆ شعبی سے متعدد روایات سے یہ بھی مروی ہے کہ ان میں ختنہ کا حکم بھی شامل تھا۔

ساتواں قول یہ ہے کہ وہ چھ چیزیں ہیں۔

(۱) ستارہ (۲) چاند (۳) سورج (۴) آگ (۵) ہجرت (۶) ختنہ

☆ ابورجاء کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ "واذ تبلی ابراھیم ربہ" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ نے ستارے کے ذریعے ابراہیمؑ کی آزمائش کی وہ کامیاب ہوئے' پھر چاند کے ذریعے آزمایا اس میں بھی کامیاب ہوئے پھر سورج آگ اور ہجرت اور ختنہ کے ذریعے آزمایا ان میں بھی کامیاب ہوئے۔

حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو ستارے چاند اور سورج کے ذریعے آزمایا وہ اس میں عمدہ انداز سے کامیاب ہوئے۔ اور جان گئے کہ رب وہ ہے جو ہمیشہ رہتا ہے اور کبھی زائل نہیں ہوتا اور انہوں نے اپنے رخ کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرا۔ یقیناً وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے ذریعے آزمایا تو آپ اپنا ملک اور قوم چھوڑ کر شام چلے گئے پھر آگ کے ذریعے آزمایا تو آپ نے اس پر بھی صبر کیا پھر بیٹے کو ذبح کرنے اور ختنہ کرنے کے حکم میں آزمایا آپ نے انہیں بھی پورا کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسی برس کی عمر میں کلہاڑے سے ختنہ کیا۔

اس سلسلہ میں احادیث مبارکہ:

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی "وابراھیم الذی وفیٰ" (ابراہیم وہ ہے جس نے وفا کی) حق اطاعت کو پورا کیا۔ پھر فرمایا پورا کرنے سے کیا مراد ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا:

''ابراہیم علیہ السلام نے دن کے اندر چار رکعات کی پابندی کے ساتھ اپنے دن کو گزارا''۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''میں تمہیں بتلاؤں کہ ابراہیم کو (الذی وفی) کا خطاب کیوں ملا' پھر فرمایا کہ وہ ہر روز صبح اور شام یہ آیت پڑھتے تھے:

﴿ فسبحن اللہ حسین تمسون و حین تصبحون ﴾ (سورۃ الروم آیت ۱۷)

''پس تسبیح کرو اللہ تعالیٰ کی جب کہ تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو''۔

ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ:

مختصر یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے ہر امتحان میں صبر کیا اپنے فرائض کو حسن خوبی سے انجام دیا اور اللہ کی

محبت کو سب محبتوں پر فوقیت دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا اور بعد میں آنے والوں کے لیے پیشوا بنا دیا اور آپ کی اولاد میں نبوت' کتاب اور رسالت کو جاری فرمایا' آپ کو عظیم مقام اور حکمت عطا فرمائی۔

آپ کی اولاد میں سے نیکو کار' سردار اور قیادت کرنے والے لوگ پیدا کیے جب بھی ان میں سے کوئی فوت ہوتا تو اللہ تعالیٰ دوسرے کو بھیج دیتے اور ان کا ذکر نسلوں میں باقی رکھا آنے والے تمام لوگ ان کے پیچھے چلے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرمائی۔ سچ یہ ہے کہ کوئی بھی تعریف کرنے والا خواہ آپ کی صفات کتنی ہی زیادہ بیان کرے' آپ کا مقام اس سے بھی بلند تر ہے۔

نمرود بن کوش بن کنعان

اب ہم اللہ تعالیٰ کے اس دشمن کا ذکر کرتے ہیں جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تکذیب کی اور ان کی نصیحت کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کے بردبار ہونے سے دھوکہ کھایا۔

ذیل میں ہم نمرود' اس کی بادشاہت' اس کی سرکشی' ابراہیم کو آگ میں ڈالنے وغیرہ کے واقعات کا ذکر کریں گے۔

نمرود نے اللہ تعالیٰ کی خوب نافرمانی کی لیکن پھر بھی اسے چار سو سال تک ڈھیل ملی لیکن اس کے بعد جب ڈھیل مکمل ہوگئی تو اسے عبرت ناک سزا کے ذریعہ ہلاک کیا گیا۔

نمرود کا دعویٰ ربوبیت:

زیدؓ بن اسلم سے مروی ہے کہ سب سے پہلے زمین پر جو جابر بادشاہ گذرا وہ نمرود ہے لوگ اس کے پاس جاتے اور دربار سے رسی کھینچ کر کھانا حاصل کرتے ایک مرتبہ ابراہیم علیہ السلام بھی اس غرض کے لیے گئے نمرود سب لوگوں کے پاس سے گزرا اور ان سے پوچھا تمہارا رب کون ہے؟

لوگوں نے کہا ''آپ ہیں''۔

یہی سوال جب اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے''۔

نمرود نے کہا: میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میرا رب مشرق سے سورج کو نکالتا ہے' تو مغرب سے نکال کر دکھا۔

یہ سن کر وہ مبہوت ہوگیا اور آپؑ کو کھانے کے بغیر واپس کر دیا۔

ابراہیم علیہ السلام کا نمرود کو رب ماننے سے انکار:

واپسی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام ریت کے ایک سرخ ٹیلے پر سے گزرے اور فرمانے لگے کہ کیوں نہ میں ٹیلہ سے کچھ لے لوں تاکہ یہ خوش ہو جائے اور وہاں (ٹیلہ) سے کچھ لیا اور اسے گھر لے جا کر ایک جگہ رکھ دیا اور سو گئے آپ کی بیوی نے اس کپڑے کو کھولا تو اس میں بہت شاندار کھانا تھا اس نے اسے پکایا اور آپ کو بھی کھلایا اس وقت آپ کے گھر کوئی غلہ نہیں تھا (اس واقعہ کا آپ کو علم نہ تھا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟

بیوی نے کہا: یہ وہی کھانا ہے جو آپ لے کر آئے تھے۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

مچھروں کا لشکر:

اللہ تعالیٰ نے نمرود کے پاس ایک فرشتہ بھیجا اس نے کہا ''اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ تو تیری بادشاہت سلامت رہے گی ورنہ نہیں''۔

نمرود نے کہا ''کیا میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے''۔

یہ کہا اور ماننے سے انکار کر دیا۔ فرشتہ تین مرتبہ آیا اور نمرود نے تینوں مرتبہ انکار کر دیا۔ پھر فرشتے نے کہا تو اپنے لشکر کو تین دن میں جمع کر لے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھروں کا ایک عظیم لشکر بھیج دیا یہ مچھر اتنے زیادہ تھے کہ سورج دکھائی نہ دیتا تھا یہ مچھر ان سب کا گوشت کھا گئے اور خون چوس گئے اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔

نمرود کے دعویٰ خدائی کا حال:

ان میں سے کسی مچھر نے بادشاہ کو مطلقاً تکلیف نہ پہنچائی اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مچھر کو بھیجا جو اس کی ناک کے ذریعہ سے اندر رہا اور چار سو سال تک اندر رہا اس دوران نمرود کو جوتوں سے مارا جاتا اور جو شخص نمرود کے سر میں جتنے زیادہ جوتے مارتا نمرود کو وہ اتنا ہی اچھا لگتا۔ نمرود کی حکومت بھی چار سو برس رہی اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے عذاب دے کر ہلاک کیا نمرود نے آسمان تک بلند مینار بنوایا تھا لیکن خدا کا حکم اس کے ستونوں پر آیا اور وہ مینار ان کے اوپر گر پڑا۔

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو شہر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ چل پڑے تو دروازے پر اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ آپ نے اپنے متعلق بتایا ''میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر کے جا رہا ہوں''۔

نمرود کا بلندیوں میں خدا تلاش کرنا:

نمرود نے یہ قسم کھائی کہ میں ابراہیم علیہ السلام کے معبود کو ضرور تلاش کروں گا۔ چنانچہ اس نے چار بڑے پرندے منگوائے انہیں گوشت اور شراب سے پالا اور جب وہ خوب موٹے اور پل کر بڑے ہو گئے تو ان کے بیچ ایک تابوت باندھا اور خود بھی اس تابوت میں بیٹھ گیا وہ پرندے اتنا اونچا اڑے کہ پہاڑ ذرات معلوم ہوتے تھے اس نے دیکھا کہ سمندر نے خشکی کو گھیر رکھا ہے۔ پھر اور بلند ہوئے تو وہاں اسے اندھیرے نے آ گھیرا اس جگہ اسے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اس مقام سے اس نے گوشت نیچے پھینکا جو تڑخ کر پہاڑوں پر گرا جب پہاڑوں نے یہ منظر دیکھا تو گھبرا گئے اور قریب تھا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جاتے لیکن نہ ہلے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی طرف قرآن مجید میں یوں اشارہ دیا ہے:

''انہوں نے اپنی ساری ہی چالیں چل دیکھیں، مگر ان کی ہر چال کا توڑ اللہ کے پاس تھا اگرچہ ان کی چالیں ایسی غضب کی تھیں کہ پہاڑ ان سے ٹل جائیں''۔ (سورۃ ابراہیم آیت ۴۶)

نمرود کے محلوں کا گرنا:

نمرود بیت المقدس کے پاس سے اڑا اور جبل دخانہ پر اترا لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہ اس طرح بھی کامیاب نہیں ہو سکا تو اس نے ایک بہت بڑا محل تعمیر کرایا اس کا خیال تھا کہ اس پر چڑھ کر ابراہیم علیہ السلام کے خدا کو دیکھوں گا مگر وہ اس میں بھی کامیاب نہ ہوا

اور اللہ کا حکم ان کے ستونوں پر آن پہنچا اور محلوں کی چھت ان کے اوپر گر پڑی اور ان پر ایسی جگہ سے عذاب آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا یعنی وہ تو محل کے اندر اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے تھے مگر وہی ان کے اوپر گر پڑا۔

محل گرنے سے بولیاں بگڑنا:

اس وقت گھبراہٹ کی وجہ سے لوگوں کی زبانیں بڑبڑا گئیں اور وہ مختلف بولیاں بولنے لگے اس کی بناء پر تہتر بولیاں وجود میں آئیں جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام ''بابل'' پڑ گیا اس سے پہلے وہاں کے لوگ ''سریانی'' بولتے تھے۔

خدا کی تلاش کے لیے کوہ پیمائی:

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نمرود نے اپنے ایک وزیر کو حکم دیا کہ وہ ایک تابوت تیار کرے جب تابوت تیار ہو گیا تو اس نے تیز رفتار گھوڑے تیار کرنے کا حکم دیا جب گھوڑے تیار ہو گئے تو وہ اپنے ساتھی کو لے کر بلند و بالا پہاڑ پر چڑھا اور اس سے پوچھا کہ دیکھو تمہیں کیا نظر آ رہا ہے۔

اس نے کہا کہ ہم آسمان سے دور ہو رہے ہیں۔ پس نمرود غصہ میں آ کر نیچے اترا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس وقت آواز آئی او سرکش کہاں کا ارادہ رکھتا ہے؟

پہاڑوں نے گھوڑوں کے سموں کی آواز سنی تو سمجھے کہ آسمان سے کوئی حکم آیا ہے وہ اتنے زیادہ خوف زدہ ہو گئے کہ اپنی جگہ سے ہلنے کے قریب ہو گئے اس واقعہ کی طرف قرآن کریم میں اشارہ ہے ''اگرچہ ان کا مکر اتنا سخت تھا کہ اس سے پہاڑ بھی ٹل جائیں''۔

نمرود کا ڈبہ میں بیٹھ کر اڑنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کی تفسیر کے ضمن میں مروی ہے کہ نمرود نے دو اڑنے والے چھوٹے گھوڑے لیے اور انہیں خوب پالا پوسا' اچھی خوراک دی جس کی وجہ سے وہ جلد ہی موٹے تازے ہو گئے پھر ہر گھوڑے کے ساتھ ایک آدمی باندھا پھر وہ اپنے ساتھ ایک آدمی لے کر ڈبہ میں بیٹھا پھر اس سے اوپر گیا' وہاں جا کر اپنے مصاحب سے پوچھا کہ دیکھو تمہیں کیا نظر آتا ہے اس نے جواب دیا کہ مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا ایک مکھی ہے۔ نمرود نے اس کی تصدیق کی پھر دونوں نیچے اتر آئے۔

نمرود کون تھا؟:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نمرود ساری دنیا کا حکمران تھا جب کہ بعض مؤرخین نے اس قول کو رد کیا ہے۔ البتہ انہوں نے اس قول کے بارے میں تصدیق کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام' ضحاک بن اندر ماسپ کے دور میں پیدا ہوئے اس واقعہ کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں اور ضحاک ساری زمین کا حکمران تھا۔ البتہ یہ روایت باعث تعجب ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ پوری زمین پر چار بادشاہوں نے حکومت کی ہے جن میں سے دو مومن تھے اور دو کافر۔

پہلا مومن بادشاہ تو سلیمان بن داؤد اور دوسرا مومن بادشاہ ذوالقرنین تھا۔

جبکہ کافر بادشاہ نمرود اور بخت نصر تھے۔ جبکہ بعض کے نزدیک ضحاک ہی نمرود ہے۔ لیکن بہت سے مؤرخین کے نزدیک یہ بات راجح نہیں کیونکہ نمرود کی نسبت نبط کی طرف اور ضحاک کی نسبت عجم کی طرف ہے۔

بعض حضرات نے اس میں یوں تطبیق کر دی ہے کہ ضحاک نمرود کا بابل کے علاقہ میں وزیر تھا وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہتا تھا اس کا اصل وطن طبرستان کے پہاڑ تھے جہاں افریدون نے حملہ کیا اور کامیابی حاصل کی اور اسے لوہے سے باندھ دیا۔

اسی طرح بخت نصر سب سے پہلے اہواز اور روم کے درمیانی علاقہ کا حکمران تھا۔ لہراسپ اپنے دور میں ترکوں سے برسر پیکار رہا اور بلخ کے سامنے مقیم رہا جب وہاں اس کا قیام طویل ہو گیا تو بعض لوگوں نے سمجھا کہ وہ اس علاقہ پر حکومت کر رہا ہے۔ البتہ اس بات کا دعویٰ کسی نے نہیں کیا کہ کسی نبطی نے ایک گز زمین پر بھی حکومت کی ہو چہ جائیکہ ساری زمین پر۔

تاہم بعض مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ لہراسپ سے پہلے بابل میں نمرود کی چار سو سال تک حکومت رہی پھر نمرود کے بعد اسی کے نسل کے ایک آدمی کی حکومت سو سال رہی اس کا نام نبطا بن مقود تھا پھر لداوص بن نبط نے اسّی سال تک حکومت کی' پھر بالش بن داؤد نے ایک سو بیس سال تک حکومت اس کے بعد نمرود بن بالش نے ایک سال اور چند مہینے حکومت کی اس طرح کل سات سو سال اور چند مہینے بنتے ہیں۔

یہ سب کچھ ضحاک کے دور حکومت میں ہوا۔ جب افریدون بادشاہ بنا تو اس نے نمرود بن بالش کو قتل کروا دیا نبطیوں پر ظلم ڈھائے اور ان کا قتل عام کیا کیونکہ یہ لوگ بیوراسپ کے ساتھی تھے۔

لوط علیہ السلام اور قوم لوط علیہ السلام

لوط علیہ السلام کی شام کو ہجرت:

اب ہم ابراہیم علیہ السلام کے دور کی چند باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام ' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں تھے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ آپ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ نے اپنے چچا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ عراق سے شام کی طرف ہجرت کی۔ اس سفر میں سارہؓ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ بعض نے کہا ہے کہ سارہ کے والد کا نام ہیال تھا اور ان کے ساتھ آذر جو ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت کرتا تھا وہ بھی ساتھ تھا یہ حران کے مقام پر کفر کی حالت میں فوت ہو گیا۔

پھر یہ قافلہ مصر پہنچا اور وہاں فرعون کو پایا جس کا نام سنان بن علوان بن عبید بن عویج بن عملاق بن لاؤذ بن سام بن نوح تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ فرعون مصر ضحاک کا بھائی تھا اور ضحاک نے ہی اسے مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔

قوم لوط علیہ السلام اور اس کی بدکرداریاں:

پھر یہ قافلہ شام پہنچا۔ ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں اترے اور لوط علیہ السلام اردن چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو سدوم کی طرف مبعوث فرمایا یہ لوگ اللہ کی نافرمانی کرنے والے اور بہت برے عیبوں میں مبتلا تھے قرآن کریم میں ان کے بارے میں یوں ذکر ہے:

ترجمہ: ''لوط نے اپنی قوم سے کہا: تم تو وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا ہے کہا تمہارا حال یہ ہے کہ (شہوت رانی) مردوں کے پاس جاتے ہو اور رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام کرتے ہو؟''۔

ابن زیدؒ سے مروی ہے کہ جب کوئی مسافر وہاں سے گزرتا تو یہ لوگ اسے لوٹتے اور پھر اس کے ساتھ بدفعلی بھی کرتے۔

اپنی مجلسوں میں وہ کون سے ناپسندیدہ افعال کرتے تھے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض کا کہنا ہے کہ جو شخص ان کی مجلس کے پاس سے گذرتا اسے کنکریاں مارتے بعض نے کہا کہ وہ اپنی مجلسوں میں ہی گوز (پاد) مارتے۔ بعض کا کہنا ہے کہ مجلسوں کے اندر ہی کھلے عام ایک دوسرے سے بدفعلی کرتے۔

پہلا قول حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے دو واسطوں سے اور اسی طرح چند اور صحابہؓ سے بھی مروی ہے جب کہ دوسرا قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور تیسرا قول حضرت مجاہدؒ سے متعدد واسطوں سے اور ان کے علاوہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ ' ابن زید رضی اللہ عنہ ' عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ہماری رائے:

میرے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ ان کا ناپسندیدہ عمل یہ تھا کہ مجلس کے پاس سے گزرنے والے افراد کو کنکر مارتے اور ان پر آوازیں کستے اور یہ بات ایک حدیث میں موجود ہے چنانچہ ام ہانی رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ

قوم لوط کے لوگ راہ گیروں پر کنکر پھینکتے اور آوازے کستے اور یہی وہ ناپسندیدہ افعال ہیں جو وہ کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں بھی حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ وہ لوگ راہگیروں کو کنکر مارتے اور آوازے کستے تھے۔

قوم لوط علیہ السلام پر دردناک عذاب:

ایک اور روایت میں رسول کریم ﷺ کا تفصیلی ارشاد مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ راستوں پر بیٹھ جاتے اور راہگیروں کو کنکریاں مارتے اور آوازے کستے تھے۔ لوط علیہ السلام انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے اور انہیں برے کاموں سے منع فرماتے اور ان حرکات پر دردناک عذاب سے خبردار کرتے مگر لوط علیہ السلام کا خبردار کرنا ان پر کوئی اثر نہ چھوڑ سکا بلکہ ان کی سرکشی اور گمراہی میں مزید اضافہ ہوا اور وہ کہنے لگے اے لوط!

''اگر تو سچا ہے تو ہم پر اللہ کا عذاب لا کر دکھا''۔ (سورۃ العنکبوت آیت ۲۹)

ان کے اس ردعمل سے تنگ آ کر لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ قوم کی سرکشی اور نافرمانی کے مقابلے میں میری مدد فرما۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کر کے انہیں ہلاک کرنے کا فیصلہ کیا تو جبریل علیہ السلام کے ساتھ دو فرشتے بھیجے۔

جبریل علیہ السلام کے ساتھی:

بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک فرشتہ میکائیلؑ اور دوسرا اسرافیلؑ تھا۔ دونوں خوبصورت مردوں (ایسے لڑکے جن کی مسیں ابھی نہ بھیگی ہوں) کی شکل میں آئے تھے۔

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط علیہ السلام کو ہلاک کرنے کے لیے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں دو فرشتے بھیجے۔ یہ فرشتے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے ہاں مہمان بنے (اس مہمانی کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے) ان فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خبر دی کہ وہ قوم لوط علیہ السلام پر عذاب نازل کرنے کے لیے آئے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کا متعجب ہونا:

حضرت سعیدؓ سے مروی ہے کہ ان فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا ''ہم اس بستی والوں کو (قوم لوط) ہلاک کرنے لگے ہیں کیونکہ بے شک یہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں؟۔ (سورۃ العنکبوت آیت ۳۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم ایسی بستی کو ہلاک کر دو گے جس میں چار سو مومن رہتے ہیں۔

فرشتوں نے جواب دیا: نہیں۔

پھر ابراہیم علیہ السلام نے کہا: کیا تم ایسی بستی کو ہلاک کر دو گے جس میں چار سو ایمان والے رہتے ہیں؟

فرشتوں نے پھر کہا: نہیں۔

اس دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ''کیا تم ایسی بستی والوں کو ہلاک کر دو گے جس میں دو سو مومن رہتے ہیں۔

فرشتوں کی طرف سے پھر نفی میں جواب ملا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم ایسی بستی کو ہلاک کر دو گے جس میں سو ایمان والے رہتے ہیں۔ اس کے بعد چالیس اور پھر چودہ تک کا ذکر فرمایا۔

ابراہیم علیہ السلام نے لوط علیہ السلام کی بیوی سمیت ان کی تعداد چودہ شمار کرائی اور پھر خاموش اور مطمئن ہو گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک فرشتے نے ابراہیم علیہ السلام کو بتلایا' جس قوم میں صرف پانچ آدمی نماز پڑھنے والے تھے ان پر عذاب نہیں آیا۔

مومنین قوم لوط علیہ السلام کی تعداد:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ نے کہا کہ کیا تم اس حال میں بھی بستی والوں پر عذاب نازل کر دو گے کہ ان میں سے پچاس آدمی نماز پڑھنے والے ہوں؟

فرشتوں نے کہا ''اگر پچاس آدمی ایسے ہوئے تو ہم عذاب نازل نہیں کریں گے۔ پھر چالیس' پھر تیس حتیٰ کہ دس افراد تک کے بارے میں سوال کیا گیا۔

فرشتوں نے کہا اگر صرف دس افراد بھی ایسے ہوں گے تو بھی ہم عذاب نازل نہیں کریں گے۔ کیونکہ جس قوم میں بھی دس متقی افراد موجود ہوں اس میں خیر موجود ہوتی ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم لوط علیہ السلام کے اس حال کا علم ہوا تو فرشتوں سے کہا ''کہ دیکھو اس قوم میں خود لوط علیہ السلام رہتے ہیں۔ لہٰذا ان پر عذاب کیسے نازل کرو گے؟

فرشتوں نے جواب دیا ''ہمیں بھی معلوم ہے کہ ان میں لوط علیہ السلام موجود ہیں لیکن ہم انہیں اور ان کے پیروکاروں کو نکال لیں گے' سوائے ان کی بیوی کے' بلاشبہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہے۔ (سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۳۲)

فرشتوں سے ملاقات:

پھر یہ فرشتے لوط علیہ السلام کی بستی سدوم کی طرف چل دیئے۔ ایک قول یہ ہے کہ بستی میں سب سے پہلے ان کی ملاقات لوط علیہ السلام سے ہوئی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی ملاقات بستی والوں میں سے سب سے پہلے لوط علیہ السلام کی بیٹی سے ہوئی۔

لوط علیہ السلام سے ملاقات:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور وہ اپنی زمین میں کام کر رہے تھے ان فرشتوں سے کہا گیا تھا کہ اس بستی کو اس وقت تک ہلاک نہ کرو جب تک لوط علیہ السلام گواہی نہ دیں۔ چنانچہ فرشتے وہاں پہنچے اور لوط علیہ السلام سے عرض کیا ''ہم ایک رات کے لیے آپ کے ہاں مہمان بننا چاہتے ہیں''۔ لوط علیہ السلام ان کو لے کر اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دور جا کر کہنے لگے۔

دنیا کی خبیث ترین قوم:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس بستی والے کیا فعل کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم پوری زمین پر ان سے زیادہ خبیث قوم میرے علم میں نہیں ہے پھر انہیں لے کر آگے بڑھے یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ لوط علیہ السلام کا گھر آ گیا جب لوط علیہ السلام کی بیوی نے ان نوجوانوں کو دیکھا تو بستی والوں کو بتانے چل نکلی۔

عذاب دینے کے لیے چار گواہیاں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوط علیہ السلام اپنے کھیت میں کام کررہے تھے کہ یہ فرشتے وہاں پر آئے' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ اگر لوط علیہ السلام ان کے خلاف چار مرتبہ گواہی دے دیں تو تمہیں اس بستی کو تباہ کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ لہٰذا یہ فرشتے آئے اور لوط علیہ السلام سے عرض کیا اے لوط علیہ السلام! ہم ایک رات کے لیے آپ کے مہمان بننا چاہتے ہیں۔

لوط علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا آپ کو اس قوم کا حال معلوم ہے؟''۔

فرشتوں نے پوچھا ''کیا حال ہے؟''۔

فرمایا میں اللہ کے نام سے گواہی دیتا ہوں کہ پوری روئے زمین پر یہ سب سے زیادہ برا عمل کرنے والے ہیں۔ یہ گواہی چار مرتبہ دی اور پھر فرشتے ان کے گھر میں داخل ہوئے۔

لوط علیہ السلام کی بیٹیوں سے فرشتوں کی ملاقات:

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ جب فرشتے ابراہیم علیہ السلام کی بستی سے نکل کر لوط علیہ السلام کی بستی کی طرف چل پڑے تو اس وقت دوپہر کا وقت تھا۔ نہر سدوم پر ان کی ملاقات لوط علیہ السلام کی بیٹی سے ہوئی جو اپنے گھر والوں کے لیے پانی لے رہی تھی۔ لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں جن میں سے بڑی کا نام ریثا اور چھوٹی کا نام رعزیا تھا۔

فرشتوں نے اس لڑکی سے کہا کیا تمہارا کوئی گھر ہے؟ اس نے جواب دیا ''ہاں'' البتہ تم اس وقت تک یہیں کھڑے رہو جب تک میں گھر سے نہ ہو آؤں کیونکہ وہ لڑکی بھی اپنی قوم کی بدفعلی کی عادت کی بناء پر ان نوجوانوں کو دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ گھر آ کر والد سے کہا کہ دو نوجوان شہر کے دروازے پر کھڑے ہیں اور ہمارے مہمان بننے کے خواہشمند ہیں۔ اتنے خوبصورت ہیں کہ میں نے کبھی اتنے خوبصورت نہیں دیکھے۔ اگر قوم نے انہیں دیکھ لیا تو ان کو رسوا کرے گی کیونکہ لوط علیہ السلام کی قوم نے لوط علیہ السلام کو منع کر رکھا تھا کہ وہ مرد مہمانوں کو اپنے گھر میں نہ ٹھہرائیں گے بلکہ قوم اپنا مہمان بنائے گی۔

لوط علیہ السلام تن تنہا ان کو لینے کے لیے گئے اس وقت تک آپ کے اہل خانہ کے علاوہ کسی کو اس بات کا علم نہ تھا۔ جب مہمان آ چکے تو لوط علیہ السلام کی بیوی گھر سے نکلی اور قوم والوں کو بتایا کہ لوط علیہ السلام کے پاس ایسے خوبصورت (لڑکے) مہمان آئے ہیں کہ ایسے خوبصورت لڑکے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ یہ سننا تھا کہ پوری مجلس لوط علیہ السلام کے گھر کی طرف دوڑ پڑی۔

لوط علیہ السلام کی پریشانی:

ابوجعفر سے مروی ہے کہ جب یہ لوگ پہنچے تو لوط علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے معاملہ میں مجھے رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی ایک بھی شائستہ آدمی نہیں ہے۔ یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں اگر تم چاہو تو ان کا تم سے نکاح کر دیتا ہوں کیونکہ یہ تمہارے لیے پاکیزہ تر ہیں۔

قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم نے تمہیں منع نہ کیا تھا کہ تم مردوں کو مہمان نہیں ٹھہرا سکتے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تمہاری (قوم کی) بیٹیوں سے ہم نے کچھ نہیں لینا جب انہوں نے لوط علیہ السلام کی پیشکش کو قبول نہ کیا تو لوط علیہ السلام نے کہا ''اے کاش! میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ تمہیں سیدھا کر دیتا یا کوئی مضبوط سہارا ہی ہوتا کہ اس کی پناہ لیتا''۔

اللہ تعالیٰ نے یہ تمام واقعہ سورۃ ہود آیات ۷۷ تا ۸۳ میں بیان فرمایا ہے۔

یعنی اگر میرا کنبہ قبیلہ ہوتا یا میرے کچھ مددگار ہوتے تو میں ان مہمانوں کی حفاظت کی غرض سے تمہارے ساتھ مقابلہ کرتا۔

فرشتوں کا لوط علیہ السلام کو حقیقت حال سے آگاہ کرنا:

ایک روایت میں ہے کہ جب لوط علیہ السلام نے کہا ''کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا تو فرشتوں نے کہا بلاشبہ آپ کا قلعہ مضبوط ہے''۔

جب اس صورت حال میں لوط علیہ السلام کا دل گھبرانے لگا تو فرشتوں نے اصل حقیقت بتاتے ہوئے کہا ''اے لوطؑ! ہم تمہارے پروردگار کے فرشتے ہیں یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ رات کے وقت اپنے گھر والوں کو لے کر یہاں سے نکل جائیں اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی' جو آفت اس قوم پر پڑنے والی ہے وہ اس (لوط کی بیوی) پر بھی پڑے گی۔ جب لوط علیہ السلام کو علم ہوا کہ مہمان اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور قوم کو ہلاک کرنے آئے ہیں تو ان سے کہا کہ انہیں ابھی ہلاک کر دو۔

لوط علیہ السلام کا عذاب کے لیے جلدی کرنا:

حضرت سعیدؒ سے مروی ہے کہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام سے ہو کر لوط علیہ السلام کے پاس گئے اور وہاں جو واقعہ پیش آیا تو جبریل علیہ السلام نے لوط علیہ السلام سے کہا ''ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں کیونکہ یہ لوگ ظالم ہیں۔

لوط علیہ السلام نے کہا ''انہیں ابھی ہلاک کر دو''۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا ''ان کی ہلاکت کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے اور کیا صبح کا وقت کچھ دور ہے؟ اور لوط علیہ السلام سے کہا کہ وہ رات کے وقت خود اور اپنے ماننے والوں کو لے کر بستی سے نکل جائیں اور کوئی پیچھے نہ دیکھے' سوائے لوط علیہ السلام کی بیوی کے' کیونکہ وہ ضرور پیچھے مڑ کر دیکھے گی۔

پیچھے مڑ کر دیکھنا منع ہے:

چنانچہ وہ چل پڑے اور جب عذاب کا مقررہ وقت آیا تو جبریل علیہ السلام نے اپنے پروں کے ساتھ زمین کو اٹھایا اور آسمان پر لے گئے یہاں تک کہ آسمان والوں نے مرغوں کی بانگیں اور کتوں کی آوازیں سنیں اور پھر اسے الٹا دیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش کر دی۔

لوط علیہ السلام کی بیوی نے جب ہلاکت کا یہ منظر دیکھا تو پیچھے مڑ کر کہنے لگی ہائے میری قوم! اتنا کہتے ہی ایک پتھر اسے آ کر لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئی۔

جبریل علیہ السلام کا قوم لوط علیہ السلام کو تھپڑ مارنا:

شمر بن عطیہ سے مروی ہے کہ لوط علیہ السلام نے اپنی بیوی سے عہد لیا تھا کہ وہ آنے والے ان مہمانوں کے بارے میں کسی کو نہ بتلائے لیکن جب جبریل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے خوبصورت شکلوں میں داخل ہوئے تو ان کی بیوی قوم کے پاس بھاگتی ہوئی گئی اور ہاتھ سے اپنے گھر کی طرف اشارہ کرنے لگی۔ قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے اور پھر مذکورہ بالا واقعہ پیش آیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب لوط علیہ السلام کی بیوی نے لوگوں کو بتلا دیا اور وہ بھاگتے ہوئے وہاں پہنچے اور ان سے

بد فعلی کرنا چاہی تو جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بستی والوں کو سزا دینے کی اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔

جبریل علیہ السلام نے انہیں اپنا پر مارا جس سے وہ لوگ اندھے ہو گئے اور پھر قوم پر عذاب کا واقعہ پیش آیا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرشتے خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں آئے اور قوم کے لوگ آ دوڑے تو فرشتوں نے ان کو پکڑ لیا اور ان کی آنکھیں نکال دیں۔

پھر جبریل علیہ السلام نے لوط علیہ السلام کی قوم کی چاروں بستیوں کو اپنے پروں پر اٹھایا (ہر بستی ایک ہزار افراد پر مشتمل تھی) اور انہیں آسمان تک بلند کیا یہاں تک کہ آسمان والوں نے بستی کے مرغوں کی بانگیں اور کتوں کی آوازیں سنیں۔ پھر انہیں زمین پر الٹا دیا گیا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب یہ مہمان گھر میں داخل ہوئے تو بڑھیا (لوط علیہ السلام کی بیوی) قوم کے پاس بھاگی اور انہیں بتایا کہ ہمارے ہاں خوبصورت مہمان (نوجوان) آئے ہوئے ہیں۔ وہ بھاگ کر آن پہنچے ایک فرشتے نے دروازہ بند کر لیا پھر جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے انہیں عذاب دینے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر جبریل علیہ السلام نے ایک پر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے اور پھر قوم پر عذاب کا واقعہ پیش آیا۔

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ جب لوط علیہ السلام نے یہ کہا کہ اے کاش! میرے اندر تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے میں پناہ حاصل کر سکتا تو اس وقت جبریل علیہ السلام نے اپنا پر پھیلایا جس سے وہ لوگ اندھے ہو گئے اور وہ ایک دوسرے کے نشان قدم کا اندازہ لگاتے ہوئے باہر جانے لگے اور ساتھ یہ کہتے جاتے تھے۔

اوہو! لوط علیہ السلام کے گھر میں بہت بڑے جادوگر آئے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ان لوگوں نے لوطؑ سے ان کے مہمانوں کو لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں'' اور فرشتوں نے لوط علیہ السلام سے کہا ''ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ آپ رات کے وقت اپنے ماننے والوں کے ہمراہ یہاں سے نکل چلیں اور آپؑ میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور پھر ان کے نکلنے کے بعد قوم لوط علیہ السلام پر عذاب نازل ہوا۔

لوط علیہ السلام کا گھرانہ:

وہبؒ بن منبہ سے مروی ہے کہ اہل سدوم جن کی طرف لوط علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا وہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو عذاب کے لیے فرشتے بھیجے یہ فرشتے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے انہیں بیٹے کی خوشخبری دی اور پھر جب وہاں سے چلنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ کدھر آئے ہو اور کیوں آئے ہو؟ تو وہ کہنے لگے ہم سدوم والوں پر عذاب نازل کرنے کے لیے وہاں جا رہے ہیں کیونکہ یہ لوگ بہت برا فعل کرتے ہیں عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت پوری کرتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اگر ان میں پچاس آدمی نیک ہوں تو پھر بھی تم ان پر عذاب نازل کرو گے۔

فرشتوں نے کہا: نہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام عدد کم کرتے رہے یہاں تک کہ فرمایا کہ صرف ایک گھرانہ ہو یعنی لوط علیہ السلام کا گھرانہ تو عذاب نازل کرو گے؟۔

فرشتوں نے جواب دیا کہ اس گھر میں بھی ان کی ایک نافرمان بیوی رہتی ہے۔ (یعنی وہ گھر بھی مکمل طور پر فرمانبردار افراد کا نہیں)

جب ابراہیم علیہ السلام ان فرشتوں سے مایوس ہو گئے تو یہ فرشتے سدوم کی بستی کی طرف بڑھے اور لوط علیہ السلام کے گھر پہنچ گئے۔ جب لوط علیہ السلام کی بیوی نے ان خوبصورت نوجوانوں (فرشتوں) کو دیکھا تو وہ قوم کی طرف گئی اور انہیں کہا کہ ہمارے گھر میں ایسے خوبصورت مہمان (نوجوان) آئے ہیں کہ اس سے پہلے اتنے حسین نوجوان میں نے نہیں دیکھے قوم کے لوگ آئے اور لوط علیہ السلام کے گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور گھر کی دیواروں پر چڑھ گئے۔

لوط علیہ السلام نے فرمایا: ''تم مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو میں بیٹیوں کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیتا ہوں تا کہ وہ تمہارے لیے حلال ہو جائیں''۔

انہوں نے کہا ''ہم آپ کی بیٹیوں کی معاشرتی حیثیت جانتے ہیں ہم نے ان کا ارادہ نہیں کیا'' یہ حال دیکھا کر لوط علیہ السلام نے کہا: ''اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعہ میں پناہ لے سکتا''۔

اس پر فرشتوں نے کہا: بلاشبہ آپ کا قلعہ مضبوط ہے اور ان لوگوں پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو ٹلنے والا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک فرشتے نے اپنا پر ان لوگوں کی آنکھوں پر مارا تو وہ سب نابینا ہو گئے وہ کہنے لگے: ''ہم پر جادو ہو گیا ہے۔ یہاں سے بھاگ چلو''۔

پھر میکائیل علیہ السلام نے اس بستی کو پروں پر اٹھایا آسمان تک بلند کیا اور وہاں سے الٹا پٹخ دیا۔

مجاہد کی بیان کردہ روایت:

مجاہدؒ سے مروی ہے کہ میکائیل علیہ السلام نے اپنے پروں پر قوم لوط علیہ السلام کے گھروں' سامان' چوپایوں اور ہر قسم کے سامان کو اٹھا لیا یہاں تک کہ آسمان والوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آواز بھی سنی اور انہیں زمین پر پٹخ دیا۔

مجاہدؒ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے انہیں اپنے دائیں بازو پر اٹھایا' مجاہدؒ سے مروی تیسری روایت میں ہے کہ جب صبح کا وقت ہوا تو جبریل علیہ السلام نے اس بستی کو چاروں کونوں سے اپنے پروں پر اٹھایا۔

مجاہدؒ سے چوتھی روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے اپنے پروں پر ساری کی ساری بستی کو اٹھایا پھر اسے آسمان پر لے گئے یہاں تک کہ آسمان والوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں پھر انہیں نیچے گرا دیا اور ان کے بڑے لوگ سب سے پہلے نیچے گرائے گئے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ''ہم نے ان کی بستی کو اوپر سے نیچے کر دیا اور پھر ان پر پتھروں کی تہہ بہ تہہ بارش کر دی''۔ (سورۃ الحجر آیت ۷۴)

قتادہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایات:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے درمیان سے بستی کو اٹھایا اور آسمان پر لے گئے یہاں تک کہ آسمان والوں نے کتوں کی آوازیں سنیں اور انہیں ایک دوسرے پر ڈال کر زمین پر پٹخ دیا اس وقت اس بستی میں چالیس لاکھ افراد تھے۔

قتادہؒ سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ آسمان سے اس بستی کو پٹخنے کے بعد قوم کے لوگوں پر متفرق طور سے پتھروں کی بارش

کی گئی۔ سدوم کی بستی تین بستیوں کا مجموعہ تھی جو شام اور مدینہ کے درمیان واقع تھی اس میں چالیس لاکھ افراد رہتے تھے کہا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام عذاب کا یہ منظر دیکھ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ سدوم پر ہلاکت کا وقت آ پہنچا۔

سدی سے بیان کردہ روایات:

سدی سے مروی ہے کہ جب قوم لوط علیہ السلام نے صبح کی تو جبرئیل علیہ السلام اترے اور اس بستی کو ساتوں زمینوں تک اٹھایا اور پھر آسمان تک لے گئے۔ یہاں تک کہ آسمان والوں نے ان کے کتوں اور مرغوں کی آوازیں سنیں پھر انہیں پیٹا کر زمین پر دے مارا۔ قرآن مجید میں ہے ''اور اسی نے الٹی ہوئی بستیوں کو دے ٹپکا''۔ (سورۃ النجم آیت ۵۳)

بستی گرنے کے بعد بھی جب لوگوں کی موت واقع نہ ہوئی تو ان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرمان ہے:

''ہم نے اس بستی کو اوپر نیچے کیا اور ان پر پتھروں کی بارش تہہ بہ تہہ کر دی''۔ (سورۃ الحجر آیت ۷۴)

تباہ ہونے والی بستیوں کے نام:

محمد بن کعبؒ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو لوط علیہ السلام کی بستی میں بھیجا تو انہوں نے اس بستی کو اپنے پروں پر اٹھایا اور آسمان پر لے گئے یہاں تک کہ آسمان والوں نے ان کے مرغوں اور کتوں کی آوازیں سنیں۔ پھر اسے الٹا کر زمین پر دے مارا پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں کی بارش کی جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے ''ہم نے اس بستی کو اوپر نیچے کر دیا اور ان پر پتھروں کی تہہ بہ تہہ بارش برسائی''۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی اور اس کے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ کل پانچ بستیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ صبعہ ۲۔ صعرہ ۳۔ عمرۃ ۴۔ دوما ۵۔ سدوم۔

ان میں سدوم سب سے بڑی بستی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو اس عذاب سے بچا لیا البتہ لوط علیہ السلام کی بیوی اس عذاب کا شکار ہوگئی کیونکہ وہ نافرمانوں میں سے تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازواج واولاد

حضرت سارہ علیہا السلام کا مقام وفات:

اسحاق علیہ السلام کی والدہ حضرت سارہؑ کی عمر کے بارے میں تفصیل سے بیان ہو چکی ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ کس مقام پر فوت ہوئیں۔

اس سلسلہ میں پہلا قول یہ ہے کہ ان کا انتقال شام میں ہوا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ کنعان کے علاقہ میں جبابرہ نامی بستی میں فوت ہوئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خرید کردہ ایک زمین میں انہیں دفن کیا گیا اور کہا جاتا ہے کہ ہاجرہؑ کے فوت ہونے کے بعد سارہ کافی عرصہ تک زندہ رہیں۔ اس بات میں کلام ممکن ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سارہ کی اجازت کے ساتھ ہاجرہ سے ملنے آئے تو ہاجرہ کا انتقال ہو چکا تھا پھر روایت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سارہؑ تب بھی زندہ رہیں۔

حضرت ہاجرہ کا انتقال:

سدی کی روایت میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اسماعیل علیہ السلام سے ملنے کا شوق پیدا ہوا تو سارہؑ سے اجازت چاہی انہوں نے اس شرط پر اجازت دی کہ وہاں رات نہ گزاریں گے۔ ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ آئے دیکھا تو اسماعیلؑ کی والدہ (حضرت ہاجرہؑ) کا انتقال ہو چکا تھا اور اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم میں نکاح کر لیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحب ثروت ہونے کی وجہ:

ابراہیم علیہ السلام کے پاس بہت سے مال ومویشی تھے جس کی وجہ سدی کی روایت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام آغاز میں غریب تھے اور ان کا ایک دوست ان کے لیے نان ونفقہ کا بندوبست کرتا تھا ایک روز سارہ نے عرض کیا کہ اگر آپ اپنے دوست کے پاس جا کر ہمارے لیے کھانا لے آئیں تو بہتر ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار ہو کر چلے لیکن وہ شخص نہ ملا ابراہیم علیہ السلام کو خالی ہاتھ لوٹنا پڑا۔ ابراہیم علیہ السلام کو خالی ہاتھ واپس آتے ہوئے شرم محسوس ہوئی راستے میں ایک ریتیلے ٹیلے کے پاس سے گذرے تو وہاں سے ریت اٹھا کر بوری میں بھر لی اور گدھے پر گھر آ گئے' اور آ کر سو گئے۔ بیوی نے دیکھا کہ گدھے پر بہت عمدہ گندم موجود ہے تو اس نے کھانا تیار کیا۔ جب ابراہیم علیہ السلام بیدار ہوئے تو بیوی کہنے لگی آپ کھانا نہیں کھائیں گے؟

آپؑ نے تعجب سے پوچھا کیا کھانے کے لیے کچھ ہے؟

سارہؑ نے بتایا کہ اس گندم سے میں نے کھانا تیار کیا جو آپؑ اپنے دوست سے لے کر آئے تھے۔ آپ نے کہا بلاشبہ تو نے سچ کہا میں اپنے دوست (اللہ تعالیٰ) سے لایا ہوں۔ پھر آپ نے کھیتی باڑی شروع کی خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ کی کھیتی میں خوب پیداوار ہوئی اور باقی لوگوں کی کھیتیاں مر گئیں۔ اب لوگ آپؑ کے پاس اناج مانگنے کے لیے آتے تو آپ فرماتے کہ جو ''لا الہ الا اللہ'' کہے گا اس کو کھیت میں داخل ہونے کی اجازت ہے اور داخل ہونے کے بعد جتنا چاہے لے لے پس جو کلمہ پڑھتا وہ داخل ہو کر اناج

لے لیتا۔ اور جو انکار کرتا وہ ویسے ہی لوٹ جاتا۔ قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ کر کے کہا گیا ہے کہ ''ان میں سے بعض لوگ ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا ان کے لیے جہنم بطور ٹھکانہ کافی ہے''۔ (سورۃ النساء آیت ۵۵)

لوط علیہ السلام کا مال کے ساتھ اردن جانا:

جب ابراہیم علیہ السلام کا مال اور مویشی بہت زیادہ ہو گئے تو انہیں اپنا گھر اور چراگاہ کو بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی ان کا گھر مدین کے دو شہروں کے درمیان تھا یا حجاز سے شام جانے والے راستے پر تھا۔ آپ کا بھتیجا لوط علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ تھا آپ نے آدھا مال اسے دے دیا اور اسے اختیار دے دیا کہ جہاں جانا چاہتا ہے چلا جائے۔ لوط علیہ السلام اردن چلے گئے اور ابراہیم علیہ السلام وہیں ٹھہرے رہے شاید اس مال کی وجہ سے آپ کو مکہ مکرمہ جانے اور اسماعیل علیہ السلام کو وہاں ٹھہرانے کا حکم دیا گیا۔

ابراہیم علیہ السلام کی قطورا سے شادی اور اس سے اولاد:

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب حضرت سارہ علیہا السلام کا انتقال ہوا تو ابراہیم علیہ السلام نے قطورا بنت یقطن سے نکاح کیا یہ کنعانی عورت تھی اس سے چھ لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ یقسان　۲۔ زمران　۳۔ مدیان　۴۔ یسبق　۵۔ وسوح　۶۔ بسر

اس طرح اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام سمیت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ بیٹے تھے۔ اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کو ناپسند کرتے تھے۔ (اسرائیلی روایت)

یقسان بن ابراہیم علیہ السلام نے رعوہ بنت زمر بن یقطن بن لوذان بن جرہم بن یقطن بن عابر سے نکاح کیا جس سے بربر نامی لڑکا پیدا ہوا۔

زمران بن ابراہیم علیہ السلام سے ایسی اولاد پیدا ہوئی جو نا سمجھ تھی۔

مدیان کی اولاد مدین میں پیدا ہوئی جو شعیب علیہ السلام کی قوم تھی اور ان کی اولاد سے اللہ تعالیٰ نے وہاں انبیاء مبعوث فرمائے۔

ابراہیم علیہ السلام کا حران اور ہرمز میں قیام:

محمد بن سائبؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد حران کے علاقہ سے تھے وہاں قحط سالی ہوئی تو وہ اہواز کے قریب ہرمز آ گئے ان کے ساتھ ان کی بیوی تو تابنت کرینا بھی تھی۔ محمد بن عمیر بہت سے علماء سے نقل کرتے ہیں کہ ان کا نام انموتا تھا جو افراہیم بن ارغوا بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح تھا۔ جب کہ بعض ان (بیوی) کا نام اغتلی کہتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام قید میں:

ہشام بن محمدؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ کوئی ابراہیم علیہ السلام کے نانا نے کھدوائی تھی اور ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر بادشاہ کی طرف سے بتوں کا نگران تھا۔ ابراہیم علیہ السلام ہرمز جرد نامی علاقہ میں پیدا ہوئے پھر وہاں سے بابل منتقل ہو گئے جب ابراہیم علیہ السلام بڑے ہوئے اور قوم کو دعوت حق دی تو قوم نے آپ کی شکایت نمرود سے کر دی جس نے آپ کو سات سال تک قید میں رکھا پھر اس نے ایک بہت بڑا گڑھا کھدوایا اور اس میں لکڑیاں ڈال کر آگ بھڑکائی اور ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "حسبی اللہ و نعم الوکیل" پھر ابراہیم علیہ السلام اس آگ سے صحیح وسالم واپس نکل آئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بولی بدل جانا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کوئی سے نکلے تو اس وقت آپ کی زبان سریانی تھی لیکن جب آپ نے دریائے فرات پار کیا تو آپ کی بولی بدل گئی بتایا جاتا ہے کہ دریائے فرات عبور کرنے کی وجہ سے آپ کی زبان عبرانی ہوگئی۔ نمرود نے آپ کے پیچھے آدمی لگائے اور کہا کہ جس شخص کو بھی سریانی بولتے دیکھو اسے پکڑ لاؤ وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام تک پہنچے لیکن آپ نے ان سے عبرانی میں بات کی اور وہ آپ کی زبان کو نہ سمجھ سکے اور چھوڑ دیا۔

سارہ علیہا السلام سے نکاح:

ہشامؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بابل سے شام کی طرف ہجرت کی تو حضرت سارہ آپ علیہ السلام کے پاس آئیں اور اپنے آپ کو آپ کے حوالے کر دیا آپ علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۳۳ سال تھی وہاں سے چل کر آپ علیہ السلام حران میں کافی عرصہ ٹھہرے رہے پھر مصر میں کافی عرصہ ٹھہرے رہے بعد میں شام چلے گئے اور فلسطین اور ایلیا کے درمیانی علاقہ سبع میں مقیم ہوئے۔

اس جگہ ایک کنواں کھودا اور مسجد بنائی لیکن وہاں کے بعض لوگوں نے آپ علیہ السلام کو بہت ستایا جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام نے وہ علاقہ چھوڑ کر رملہ اور ایلیا کے درمیانی علاقہ میں سکونت اختیار کی وہاں بھی ایک کنواں کھودا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بہت مال عطا کیا۔ سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے آپ ہیں اور سب سے پہلے ثرید بنانے والے اور بڑھاپا دیکھنے والے بھی آپ ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد:

کہا جاتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام آپؑ کے بڑے بیٹے تھے ان کی والدہ کا نام ہاجرہ تھا جو قبطی قبیلہ سے تھیں اسحاق علیہ السلام کی نظر کمزور تھی ان کی والدہ کا نام سارہ علیہا السلام تھا۔

دیگر چھ بیٹوں کی والدہ کا نام قنطورا ابن قطور تھا جو خالص عرب تھیں۔

ان چھ میں سے یقسان مکہ مکرمہ میں آباد ہوا۔

مدیان مدین کے علاقہ میں آباد ہوا اور اسی وجہ سے علاقے کا نام مدین پڑ گیا۔

باقی بیٹے دوسرے شہروں کو منتقل ہو گئے ایک مرتبہ ان بیٹوں نے کہا اے باجان! آپ نے اسماعیل اور اسحاق کو اپنے پاس رکھا اور ہمیں ان شہروں میں بھیج دیا جو دور اور وحشت والے علاقے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''میرے بیٹو! مجھے یہی حکم دیا گیا ہے''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایسے نام سکھلائے جنہیں پڑھ کر وہ پانی مانگتے تو پانی مل جاتا اور انہی ناموں کو پڑھ کر وہ مدد مانگتے اور مدد مل جاتی۔ ان میں سے ایک بیٹا خراسان چلا گیا اس علاقہ کے لوگوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ جو شخص آپ کو علم سکھائے وہ روئے زمین کا بہترین فرد ہوا اور انہوں نے اپنے بادشاہ کا نام ''خاقان'' رکھا۔

دو عرب عورتوں سے شادی:

کہا جاتا ہے کہ سارہ علیہا السلام کے فوت ہونے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو عرب عورتوں سے نکاح کیا ان میں سے ایک نام قنطورا تھا اس سے چھ لڑکے پیدا ہوئے اور دوسری کا نام حجو ر بنت ارہیر تھا اس سے پانچ لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔کیسان، ۲۔شورخ، ۳۔امیم، ۴۔موطان، ۵۔نافس

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات...... عبرت ناک واقعہ:

جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی روح نکالنے کا ارادہ فرمایا تو ایک بوڑھے کی شکل میں موت کے فرشتے کو بھیجا۔ سدی سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس اناج بہت تھا ایک روز جب کہ وہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے تو ایک بوڑھا آدمی چلتا ہوا آیا آپ علیہ السلام نے اس کی طرف ایک گدھا بھیجا تا کہ وہ سوار ہو کر آئے جب وہ آ گیا تو آپ نے اس کے سامنے کھانا پیش کیا۔ وہ بوڑھا آدمی جب منہ میں لقمہ ڈالنے کے لیے ہاتھ اٹھاتا تو پہلے ہاتھ چوکنے کی وجہ سے کان اور آنکھ میں جاتا اور پھر بڑی مشکل سے منہ میں ڈالتے اور جونہی لقمہ پیٹ میں جاتا شرمگاہ کے راستے باہر نکل جاتا۔

دوست کا دوست کا خیال رکھنا:

ابراہیم علیہ السلام سے دعا کی تھی کہ انہیں اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ وہ خود موت کی خواہش نہ کریں۔ جب آپ علیہ السلام نے اس بوڑھے کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا اے بوڑھے یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہاری عمر کتنی ہے؟

جب بوڑھے نے عمر بتائی تو وہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر سے صرف دو سال زیادہ تھی۔ یہ سن کر ابراہیم علیہ السلام فرمانے لگے کہ میرے اور تمہارے درمیان صرف دو سال کا فرق ہے جب میں تمہاری عمر کو پہنچوں گا تو میں بھی تمہاری طرح کا ہو جاؤں گا۔ اے اللہ! اس حالت کے آنے سے پہلے مجھے موت دے دے۔

وہ بوڑھا کھڑا ہوا (جو درحقیقت موت کا فرشتہ تھا) اور اس نے ابراہیم علیہ السلام کی روح قبض کر لی اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر دو سو سال تھی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایک سو پچھتر سال تھی اور آپ مزرعہ جرون میں سارہ علیہا السلام کے قریب دفن ہوئے۔

صحف ابراہیم علیہ السلام:

ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے دس صحیفے نازل فرمائے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے کل کتنی کتابیں نازل فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار کتابیں البتہ ان کے علاوہ آدم علیہ السلام پر دس صحیفے، شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے اخنوخ علیہ السلام پر تیس صحیفے اور ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل فرمائے اور کتابیں یہ ہیں تورات، انجیل، زبور، اور قرآن مجید۔

میں نے عرض کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام کی تمام ضرب الامثال تھیں۔ ان میں سے بعض امثال درج ذیل ہیں:

ضرب الامثال:

☆ اے بادشاہ! جو غرور میں مبتلا ہو گیا ہے۔ میں نے تجھے دنیا میں اس لیے نہیں بھیجا کہ تو زیادہ سے زیادہ مال جمع کرے بلکہ میں نے تجھے دنیا میں اس لیے بھیجا ہے کہ تو مظلوم کی پکار کو مجھ تک نہ آنے دے (بلکہ مظلوم کو اس سے پہلے انصاف فراہم کرے) اس لیے کہ میں مظلوم کی پکار کو واپس نہیں کرتا خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

☆ عقلمند شخص جب تک عقل سے مغلوب نہ ہو جائے تو اس کے اوقات اس طرح مقرر ہونے چاہیں کہ کچھ وقت اپنے رب کے ساتھ مناجات میں گزارے' کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے بارے میں غور وفکر کرنے میں گزارے کچھ وقت اپنے آپ کا محاسبہ کرے کہ اس نے کیا کیا اعمال کیے اور کچھ وقت اپنے کھانے پینے کی ضروریات پورا کرنے میں گزارے۔

☆ عقل مند کو چاہیے کہ وہ صرف تین صورتوں میں سفر کرنے والا ہو۔

سفر آخرت۔ تلاش رزق کا سفر۔ غیر محرم کی لذت سے بھاگنے کا سفر

☆ عاقل کو حالات زمانہ معلوم ہونے چاہیں۔ اپنے مرتبہ کا خیال اور اپنی زبان کی حفاظت کرے اور لایعنی (فضول اور بے کار) باتوں سے اجتناب کرے۔

ابراہیم علیہ السلام اور ان کا گھرانہ:

ابراہیم علیہ السلام کے دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک کا نام ہاران تھا جو لوط علیہ السلام کے والد تھے کہنے والے کہتے ہیں کہ ہاران نامی شہر انہی نے تعمیر کیا تھا اسی لیے اس شہر کا نام ہاران پڑ گیا۔ جب کہ دوسرے بھائی کا نام ناحورا تھا جن کا ایک بیٹا بتویل تھا اور بتویل کے بیٹے کا نام لابان تھا۔ بتویل کی ایک بیٹی تھی جس کا نام رفقاء تھا۔ رفقاء بنت بتویل کا نکاح اسحاق علیہ السلام سے ہوا اور یعقوبؑ کی دو بیویاں لیا اور راحیل لابان کی بیٹیاں تھیں۔

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد:

اس بات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور بیوی ہاجرہ علیہا السلام کو مکہ مکرمہ کیوں لے گئے تھے۔ اسماعیل علیہ السلام کے نکاح کا ذکر بھی پہلے گذر چکا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے پہلی بیوی کو طلاق دے کر دوسری بیوی سے نکاح کیا تھا جس کا نام سیدہ بنت مضاض جرہمی تھا۔ جب ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ اپنی بیوی سے ملنے گئے تو سیدہ ہی سے کہا تھا کہ اپنے شوہر کو کہنا میں تمہارے دروازے کی چوکھٹ سے خوش ہوں۔

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جو سیدہ بنت مضاض کے بطن سے تھے:

۱۔نابت ۲۔قیدر ۳۔ادبیل ۴۔مبشا ۵۔مسمع ۶۔دما ۷۔ماس ۸۔ادد ۹۔وطور ۱۰۔نفیس ۱۱۔طما ۱۲۔قیدمان

اسماعیل علیہ السلام کی عمر ایک سو تیس سال ہوئی۔ آپ کے بیٹے نابت اور قیدر سے عرب کی نسل پھیلی۔ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو خوب پھیلایا یہاں تک کہ یہ لوگ قوم عمالقہ اور یمن کی طرف بھی گئے۔

بعض روایات میں اسماعیل علیہ السلام کے بیٹوں کے نام یہ آئے ہیں:

۱۔ قیدر کے بجائے قیدار

۲۔ ادبیل کے بجائے ادبال

۳۔ مبشا کے بجائے مبشام

۴۔ دما کے بجائے ذوما یا مسا

۵۔ حداد ۶۔یتم ۷۔یطور ۸۔نافس ۹۔ قادمن

اسماعیل علیہ السلام کی تدفین:

کہا گیا ہے کہ جب اسماعیل علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بھائی اسحاق علیہ السلام کو وصی بنایا اور اپنی بیٹی کا نکاح اسحاق علیہ السلام کے بیٹے عیص سے کر دیا ایک اور قول کے مطابق اسماعیل علیہ السلام کی عمر ایک سو تہتر سال ہوئی اور آپ کو ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے قریب دفن کیا گیا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مکہ مکرمہ کی گرمی کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ہم جنت کا ایک دروازہ آپ کی طرف کھول دیتے ہیں جس کی ہوائیں قیامت تک آپ کو لگتی رہیں گی چنانچہ اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

اسحاق علیہ السلام اور ان کا گھرانہ:

سابقہ امتوں میں اہل فارس کے علاوہ کسی امت یا گروہ کی تاریخ معروف طریقہ سے مرتب نہیں ہے کیونکہ اہل فارس کی حکومت ''جیومرت'' کے عہد سے متصل ونسل درنسل چلی آ رہی تھی تا کہ ان کا خاتمہ خیرالامم یعنی امت محمد ﷺ کے ہاتھوں اس کا اختتام ہو۔

اس سے قبل ملک شام اور اس کے اطراف میں بنی اسرائیل میں حکومت ونبوت نسل درنسل چلی آ رہی تھی جس کی انتہا حضرت یحییٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد فارس وروم کے ذریعہ ہوئی جب ہم حضرت یحییٰ وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ شروع کریں گے تو بنی اسرائیل کی حکومت کے اسباب زوال پر بحث کریں گے۔ ان شاء اللہ

بہرحال اہل فارس کے علاوہ سابقہ امتوں میں سے کسی بھی امت کی تاریخ تک رسائی ناممکن ہے کیونکہ ان امتوں کی کوئی نسل درنسل حکومت نہ تھی کہ جس سے ان کی تاریخ اور ان کے حکمرانوں کی عمروں کا اندازہ کیا جا سکے البتہ بنی اسرائیل کی حکومت ایک عرصہ تک باقی رہی اور چونکہ ان کے زوال کی مدت بھی معلوم ہے اسی وجہ سے ان کی حکومت کے زوال کے باوجود ان کی تاریخ محفوظ ہے۔

یمن کے حکمران:

اس کے علاوہ یمن میں بھی ایک حکومت قائم تھی ان میں حکمران بھی تھے مگر وہ نسل درنسل حکومت نہ تھی اگرچہ یکے بعد دیگرے حکمران آئے مگر دو حکمرانوں کے درمیان اتنی طویل مدتیں تھیں جن تک مؤرخین کی رسائی نہیں کیونکہ اولاً تو مؤرخین نے ان سے بے اعتنائی کی دوسرے یہ کہ ان کی حکومت بھی نسل درنسل حکومت نہ تھی اگر تھی تو وہ دوسری حکومتوں کے تابع تھی جیسے بنونصر بن ربیعہ بن حارث بن مالک بن عمرو بن نمارہ بن لخم کی حکومت حیرہ سے یمن تک اور عرض میں شام حدود تک پھیلا ہوا تھا لیکن یہ حکومت اہل فارس کے زیرنگیں تھی اور بادشاہ کی حیثیت گورنر کی سی تھی۔ بنی نصر کی یہ حکومت اردشہر بابکان کے عہد سے شروع ہو کر کسریٰ پرویز بن ہرمز کے قتل تک قائم رہی اس کے بعد عرب کا یہ سرحدی علاقہ ایاس بن قبیصہ طائی کے قبضہ میں چلا گیا (اس تمہید کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے اہل وعیال' آل واولاد کا ذکر شروع ہوتا ہے)

حضرت اسحاق علیہ السلام کے اہل وعیال:

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام نے ''رفقاء'' بنت بتویل بن الیاس سے نکاح کیا ان کے بطن سے عیص ویعقوب علیہ السلام ہوئے عام خیال یہ ہے کہ یہ دونوں جڑواں تھے ان میں عیص بڑے تھے پھر عیص کا نکاح اپنی چچا زاد بہن بسمہ بنت اسماعیل بن ابراہیم سے ہوا۔ ان کے بطن سے روم بن عیص پیدا ہوئے چنانچہ بنواصفر (رومی) سب ان کی اولاد ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اشبان بھی ان کی اولاد میں سے ہیں لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ بسمہ بنت اسماعیل کے بطن سے ہیں یا کسی اور بیوی کے بطن سے۔

حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام:

جب حضرت یعقوب علیہ السلام جنہیں (اسرائیل) سے یاد کیا جاتا ہے ان کا نکاح اپنی ماموں زاد بہن لیا بنت لیان بن بتویل سے ہوا جن سے آپ کے بیٹے روبیل' شمعون' لاوی' یہودا' بالون' یسحر اور دینہ نامی بیٹی پیدا ہوئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یسحر کا اصل نام یشحر ہے۔

لیا بنت لبان کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راحل بنت لبان سے نکاح کرلیا جس کے بطن سے یوسف اور بنیامین (بنیامین کے معنی عربی زبان میں شداد کے ہیں) پیدا ہوئے۔

اسی طرح آپ کی دو کنیزوں ''زلفہ اور بلہہ'' سے چار بیٹے دان بن یعقوب' نفشالی بن یعقوب' جاد بن یعقوب اور اشیر بن یعقوب پیدا ہوئے۔

اس طرح شمار کیا جائے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے۔

بعض اہل تورات کے مطابق حضرت اسحاق علیہ السلام کی بیوی ''رفقاء'' ناہر بن آذر یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کی چچازاد تھی اور ان سے عیص اور یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے یہ دونوں جڑواں تھے جب (یعقوب علیہ السلام) جوان ہوئے تو حضرت اسحاق علیہ السلام نے ان سے کہا کہ وہ کنعانی عورت سے نکاح نہ کریں بلکہ اپنے ماموں لبان بن ناہر کی کسی لڑکی سے نکاح کرلیں۔

چنانچہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا نکاح کا ارادہ ہوا تو اپنے ماموں لبان بن ناہر کے ہاں نکاح کا پیغام لے کر چل پڑے۔ راستے میں انہیں رات ہوگئی اور وہ ایک پتھر سر کے نیچے رکھ کر سو گئے خواب میں دیکھا کہ ایک سیڑھی آسمان کے دروازے کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور اس سے فرشتے نیچے اتر رہے ہیں اور اوپر جا رہے ہیں اس کے بعد یعقوب علیہ السلام اپنے ماموں کے ہاں پہنچے اور ان کی بیٹی راحیل کے لیے نکاح کا پیغام دیا ان کی دو بیٹیاں تھیں جن میں سے بڑی کا نام بیان اور چھوٹی راحیل تھی۔

بیان کا مہر:

ان کے ماموں نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس نکاح کے لیے کچھ مال ہے آپ نے فرمایا مال تو میرے پاس نہیں البتہ میں آپ کے ہاں اجرت پر کام کروں گا جس کی آمدنی سے آپ کی بیٹی کا مہر ادا کردوں گا ماموں نے کہا کہ بس ٹھیک ہے لبان کا مہر سات سال کی میرے ہاں ملازمت ہے۔

یعقوب علیہ السلام کا مطالبہ (راحیل):

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے مگر میری یہ شرط ہے کہ آپ کو راحیل سے بھی میرا نکاح کرنا ہوگا اسی واسطے میں آپ کی نوکری بھی کروں گا۔ ان کے ماموں نے کہا یہ بات میرے اور تمہارے درمیان طے ہوگئی۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے سات سال تک اپنے ماموں کے ہاں بکریاں چرائیں۔ جب آپ نے ماموں کی شرط پوری کردی تو ان کے ماموں نے اپنی بڑی بیٹی یعنی لیا کو رات کے وقت ان کے ہاں بھیج دیا۔

ماموں کی وعدہ خلافی:

جب صبح ہوئی تو یعقوب علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ ماموں نے شرط کی خلاف ورزی کی ہے حضرت یعقوب علیہ السلام ماموں کے پاس

پہنچے وہ اس وقت مجلس میں قوم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آپ نے ماموں سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ اور میری سات سال کی محنت رائیگاں کردی ہے میرے مطالبہ کے علاوہ دوسری کو میرے پاس بھیج دیا۔

ماموں نے کہا بھانجے کیا تم اس معاملہ میں اپنے ماموں کو شرمندہ کرنا چاہتے ہو حالانکہ میں تمہارا ماموں ہوں اور تمہارے باپ کی جگہ ہوں کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ لوگ چھوٹی بیٹی کا نکاح بڑی بیٹی سے پہلے کردیتے ہیں؟ لہٰذا تم اگر میری چھوٹی بیٹی سے بھی نکاح کرنا چاہتے ہو تو تمہیں مزید سات سال تک میری خدمت کرنا ہوگی۔

بہنیں دو اور خاوند ایک:

اس زمانہ کی شریعت میں دو بہنوں کو ایک ہی خاوند کے نکاح میں دینا جائز تھا بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تورات کے ذریعہ اس کو منسوخ کردیا گیا۔ بہرحال حضرت یعقوب علیہ السلام نے مزید سات سال تک ان کی بکریاں چرائیں جس کے صلہ میں ان کے ماموں نے اپنی چھوٹی بیٹی (راحیل) بھی ان کے نکاح میں دے دی لیا کے بطن سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے چار بیٹے روبیل، یہودا، شمعان اور لاوی پیدا ہوئے اور راحیل کے بطن سے یوسف علیہ السلام اور بنیامین اور چند بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

لابان نے اپنی دونوں بیٹیوں کی رخصتی کے وقت دو باندیاں بھی دیں جو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہبہ کردیں (تحفہ) ان لونڈیوں کے بطن سے تین تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے ماموں سے رخصت ہوئے اور اپنے جڑواں بھائی عیص کے پاس آ کر قیام کیا۔

یعقوب علیہ السلام کو باندی کیسے ملی:

بعض اہل کتاب کا کہنا ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی راحیل کے ہاں کافی عرصہ تک اولاد نہ ہوئی تو انہوں نے چاہا کہ میں اپنی باندی یعقوب علیہ السلام کو ہبہ کردیتی ہوں تاکہ اس کے بطن سے اولاد ہو کر یعقوب علیہ السلام کی طمانیت کا باعث بنے۔ چنانچہ راحیل نے اپنی باندی زلفہ ہبہ کردی۔ چنانچہ اس باندی کے بطن سے "دان اور نفشالی" نامی دو بیٹے پیدا ہوئے۔

راحیل کی ضد میں 'لیا' نے بھی اپنی باندی ہبہ کردی اس کے بطن سے "جاد اور اشبر" نامی دو بیٹے پیدا ہوئے۔

بعد میں راحیل کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام اور بنیامین عطا کیے۔

عیص برادر یعقوب علیہ السلام بن اسحاق علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام:

اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے اہل وعیال سمیت آبائی وطن فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔ واپسی کے وقت آپ کو اپنے بھائی عیص کی طرف سے اپنے متعلق بہت اندیشہ تھا مگر آپ کو اس کی طرف سے خیر ہی پہنچی۔ عیص اپنے چچا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاں چلے گئے اور وہیں ان کی صاحبزادی بسمہ بنت اسمٰعیل علیہ السلام سے شادی ہوگئی۔ اور ان سے عیص کی متعدد اولادیں ہوئیں چنانچہ ان کی نسل اتنی بڑھی کہ وہ شام میں اہل کنعان پر غالب آگئے اور پھیلتے پھیلتے ساحل سمندر اور اسکندریہ کی سرحد اور اس سے آگے روم تک پہنچ گئے۔

عیص کا رنگ زردی مائل تھا اس وجہ سے ان کا نام آدم پڑ گیا اور یہی وجہ ہے کہ ان کی اولاد کو نسل اصفر کہا جاتا ہے۔

عیص اور یعقوب کی پیدائش:

عیص اور یعقوب علیہ السلام کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ یہ دونوں جڑواں بھائی تھے۔ البتہ ولادت کے اعتبار سے عیص مقدم تھا اور کتابوں میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام عیص کے ساتھ خصوصی محبت اور لگاؤ رکھتے تھے جب کہ ان کی ماں 'رفقا' کا میلان یعقوب علیہ السلام کی طرف زیادہ تھا۔

قصہ عیص اور یعقوب علیہ السلام:

آنے والے قصہ کو جن لوگوں نے بیان کیا ہے ان کا گمان یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بھائی عیص کے ساتھ چالاکی کی وہ اس طرح کہ جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر زیادہ ہوئی اور آپ کی بینائی کمزور ہوگئی تو اپنے دونوں بیٹوں کو قربانی کا حکم دیا جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے چالاکی دکھائی' جس کی وجہ سے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بہت ساری دعائیں انہیں حاصل ہوگئیں اور والد محترم کی دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عنایات کا رخ یعقوب علیہ السلام کی طرف پھر گیا جب کہ عیص غضب کے مستحق ٹھہرے چنانچہ انہوں نے غصہ کی حالت میں یعقوب علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دے دی۔ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بھائی کے خوف سے وہاں سے نکل کر صلح رحمی کے تحت اپنے ماموں لبان کے ہاں بابل چلے گئے۔ لبان نے اپنی دونوں بیٹیوں ''لیا اور راحیل'' کا نکاح یعقوب علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔ اس کے بعد یعقوب علیہ السلام اپنے اہل وعیال سمیت (دو بیویوں' بارہ بیٹوں' ایک بیٹی اور دو باندیوں پر مشتمل تھا) اپنے آبائی وطن ملک شام کو واپس لوٹے اور اپنے بھائی عیص کے ساتھ الفت ومحبت کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ عیص نے یعقوب علیہ السلام کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ملک شام کے دوسرے علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے۔

مشہور ہے کہ یونانی بادشاہوں کا سلسلہ انہی کی اولاد سے شروع ہوا۔

یعقوب علیہ السلام کا اپنے توام کے لیے ایثار:

سدی روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اہلیہ 'رفقا' جب حاملہ ہوئیں تو بوقت ولادت دونوں بچوں نے رحم مادر میں ہی جھگڑنا شروع کر دیا یعقوبؑ کی خواہش تھی کہ وہ عیص سے پہلے دنیا میں جائیں مگر عیص نے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے نکلے تو میں ماں کے پیٹ میں کیچوکے لگا کر اسے قتل کر دوں گا یہ سن کر یعقوبؑ رک گئے اور عیص کی ولادت پہلے ہوئی پھر عیص کی ایڑی پکڑ کر یعقوب علیہ السلام باہر آئے عیص کا نام ہی اس وجہ سے عیص پڑ گیا کہ اس نے نافرمانی کی تھی۔ اور یعقوب علیہ السلام سے پہلے شکم مادر سے نکلے تھے اور یعقوب کا نام اس لیے یعقوب پڑ گیا کہ آپ بھائی کی ایڑی پکڑ کر شکم مادر سے نکلے تھے۔ حالانکہ رحم مادر میں حالت جنسی میں یعقوب بڑے تھے۔

یعقوب علیہ السلام کا والد کی دعائیں حاصل کرنا:

دونوں بھائی بڑے ہوئے تو عیص اپنے والد کے نور نظر بنے جب کہ یعقوب ماں کے لاڈلے ٹھہرے۔ عیص شکاری تھے۔ جب اسحاق علیہ السلام کی عمر زیادہ ہوگئی تو انہوں عیص کو کہا کہ جاؤ اور میرے لیے شکار کا گوشت لے کر آؤ اور پھر اس کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرو۔ میں تمہارے لیے ویسی ہی دعا کروں گا جیسی میرے والد نے میرے حق میں کی تھی۔ عیص کے بدن پر بال بہت زیدہ تھے جب کہ یعقوب کا جسم صاف تھا۔

عیص شکار کی غرض سے نکل گئے ادھر ان دونوں کی ماں نے یہ باتیں سن لیں چنانچہ انہوں نے یعقوب سے کہا کہ بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری ذبح کر کے بھونو اور بکری کی کھال خود پہن لو اور بھنی ہوئی بکری باپ کی خدمت میں پیش کرو۔ اور انہیں جا کر کہیں کہ میں 'عیص' ہوں۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔

اسحاق علیہ السلام کی قیافہ شناسی اور دانائی:

جب یعقوب علیہ السلام والد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا ''ابا جان! تناول فرمائیے''۔

انہوں نے پوچھا: ''تم کون ہو؟''

یعقوب علیہ السلام نے کہا: ''میں آپ کا بیٹا عیص ہوں''۔

جب اسحاق علیہ السلام نے انہیں چھوا تو فرمانے لگے ''چھونے سے تو عیص ہی معلوم ہوتا ہے مگر سانس یعقوب علیہ السلام کا معلوم ہوتا ہے''۔

ان کی والدہ نے فوراً کہا ''یہ آپؑ کا بیٹا عیص ہی ہے اس کے لیے دعا فرمائیے''۔

حضرت اسحاق علیہ السلام نے کہا ''اچھا! کھانا لاؤ''۔

انہوں نے کھانا پیش کیا اسحاق علیہ السلام نے تناول فرما لیا اس کے بعد فرمایا ''میرے قریب ہو جاؤ یعقوب علیہ السلام قریب ہو گئے''۔

اسحاق علیہ السلام کی دونوں بیٹوں کے لیے دعائیں:

اسحاق علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کے لیے دعا فرمائی ''اے اللہ! اس کی اولاد میں سے انبیاء اور بادشاہ پیدا فرما''۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے تو اتنے میں عیص بھی آ گئے اور عرض کیا۔

ابا جان! میں آپؑ کے حکم کے مطابق شکار لے آیا ہوں۔

اسحاق علیہ السلام نے فرمایا: بیٹا! تمہارا بھائی تم سے سبقت لے گیا ہے'' یہ سن کر عیص کو غصہ آ گیا اور کہا بخدا میں اسے قتل کر دوں گا۔

اسحاق علیہ السلام نے فرمایا ''بیٹا ایک دعا ابھی باقی ہے اور وہ دعا میں تمہیں دیتا ہوں:

''اے اللہ! عیص کی اولاد اتنی زیادہ ہو جتنے مٹی کے ذرات اور ان کا بادشاہ انہی میں سے ہو اور باہر کے کسی شخص کو ان پر مسلط نہ فرمانا''۔

یعقوب علیہ السلام کو ماں کی نصیحت:

اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی والدہ نے عیص کے خوف سے اپنے بھائی لبان کے ہاں چلے جانے کا حکم دیا چنانچہ آپؑ اپنے ماموں کے ہاں چلے گئے۔

اسرائیل کیسے بنے:

ماموں کے ہاں جاتے وقت یعقوب علیہ السلام رات کے وقت سفر کرتے اور دن کو کہیں نہ کہیں چھپ جاتے اس وجہ سے آپ کا نام اسرائیل پڑ گیا۔ (اسراء۔ رات کو چلنے والا اور ایل کے معنی دوست) آپ نے چونکہ رات کا سفر کیا تھا اس لیے آپ کا نام ''رات کا سفر دوست'' پڑ گیا (واللہ اعلم)

بہرکیف یعقوب علیہ السلام اپنے ماموں کے پاس پہنچ گئے یعقوب علیہ السلام کو گھر سے نکلتے وقت عیص نے کہا: مانا کہ تم دعا کے معاملہ میں مجھ سے سبقت لے گئے ہو مگر دفن کے معاملہ میں میری رعایت کرنا اور مجھے میرے باپ دادا یعنی اسحاق اور ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کرنا۔

ماموں کی دونوں بیٹیوں سے نکاح:

ماموں کے ہاں یعقوب علیہ السلام کے دل میں اپنی ماموں زاد سے نکاح کا خیال پیدا ہوا ان کی دو بیٹیاں تھیں یعقوب علیہ السلام نے چھوٹی کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا اور ان کے ماموں نے یہ نکاح اس شرط پر قبول کر لیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سات برس تک ان کی بکریاں چرائیں گے چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے وہ مدت پوری کر دی مگر ان کے ماموں نے اپنی بڑی بیٹی 'لیا' کی شادی یعقوب علیہ السلام کے ساتھ کر دی۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تو چھوٹی (راحیل) کا رشتہ مانگا تھا تو ان کے ماموں نے کہا کہ مزید سات سال تک کام کرو تو اس کے ساتھ بھی نکاح ہو سکتا ہے چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے وہ مدت بھی پوری کر دی اور راحیل بھی ان کی زوجیت میں دے دی گئی۔ یعقوب علیہ السلام نے دونوں بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کر لیا۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّامَا قَدْ سَلَفَ ﴾ (سورۃ نساء آیت ۲۳)

''اور یہ بات بھی تم پر حرام کی گئی ہے کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ اپنے نکاح میں رکھو مگر جو گذشتہ دور میں ہو چکا وہ ہو چکا''۔

اس سے یہ مراد بھی ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے (ماضی میں) جو دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں جمع کیا تھا وہ اب حرام ہے۔

چنانچہ لیا کے بطن سے یہوذا' روبیل اور شمعون پیدا ہوئے اور راحیل کے بطن سے یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے۔ بنیامین کی ولادت کے دوران ہی راحیل کا انتقال ہو گیا۔

یعقوب علیہ السلام کی وطن واپسی:

جب یعقوب علیہ السلام نے بیت المقدس واپسی کا ارادہ فرمایا تو ان کے ماموں نے بکریوں کا ایک ریوڑ ان کے ہمراہ کر دیا جب وہاں سے کوچ کیا تو خرچ کے لیے کچھ پاس نہ تھا۔ یعقوب علیہ السلام کی اہلیہ نے اپنے چھوٹے بیٹے کو کہا کہ میرے والد یعنی اپنے نانا کے بتوں میں سے چند بت اٹھا لو شاید ان سے کچھ زاد راہ بن جائے۔ کیونکہ یہ راحیل کا میکہ تھا اس لیے انہوں نے اس کام میں قباحت محسوس نہ کی۔ چنانچہ ان کے بیٹے یوسف علیہ السلام نے وہ اٹھا لیے روانگی کے وقت یعقوب علیہ السلام کی گود میں دو لڑکے تھے آپ کو ان دونوں بچوں سے بہت پیار تھا تا کہ ان کی والدہ (راحیلہ) کی محبت کا کچھ تو ازالہ ہو سکے۔ دونوں لڑکوں میں سے آپ کو یوسف سے زیادہ محبت تھی۔

عیص کا غلام یعقوب:

جب شام پہنچ گئے تو یعقوب علیہ السلام نے اپنے سب ماتحتوں سے فرمایا کہ اگر کوئی تمہارے پاس آ کر پوچھے کہ تم کون ہو تو تم جواب میں کہنا کہ ہم یعقوب علیہ السلام کے نوکر ہیں جو عیص کا غلام ہے۔ چنانچہ ان چرواہوں کی عیص سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟

چرواہوں نے جواب دیا کہ ہم یعقوب علیہ السلام کے ملازم ہیں جو عیص کا غلام ہے۔ یہ سن کر عیص اپنے بھائی یعقوب علیہ السلام کو آزار پہنچانے سے باز آ گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام شام میں رہنے لگے۔

یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام سے وارفتگی:

یعقوب علیہ السلام کی توجہ کا مرکز یوسف علیہ السلام اور بنیامین تھے یوسف علیہ السلام کے ساتھ والد کی اتنی زیادہ محبت دیکھ کر بھائیوں نے ان سے حسد کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے اور ایک سورج اور چاند انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بات اپنے والد ماجد کو بتائی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ یَا بُنَیَّ لَاتَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا اِنَّ الشَّیْطَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴾

''اے میرے پیارے بیٹے! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تیرے درپے آزار ہو جائیں گے حقیقت یہ ہے کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے''۔ (سورۃ یوسف آیت ۵)

حضرت ایوب علیہ السلام

ایک قول کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام بھی حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ابن اسحاق نے ثقہ لوگوں کے واسطے سے وہب بن منبہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام روم سے تھے اور ان شجرہ نسب یوں ہے:

ایوب بن حوص بن زازح بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم۔

ابن اسحاق کے علاوہ دیگر لوگ ایوب کا سلسلہ نسب یوں بیان کرتے ہیں:

ایوب علیہ السلام بن حوص بن رغویل بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ۔

بعضوں نے رغویل کے بجائے رعویل لکھا ہے۔ اور ان کا کہنا ہے کہ آپ کے والد ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اُس دن ایمان لائے جب نمرود نے آپ کو آگ میں ڈلوایا تھا اور حضرت ایوبؑ کی بیوی جنہیں قرآن میں تنکوں کے ساتھ مارنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت یعقوب بن اسحاق کی بیٹی تھیں جن کا نام 'لیا' تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دے دی تھی۔

ایوب علیہ السلام کی اہلیہ اور والدہ:

بیناث بن ابراہیم سے منقول ہے کہ دشمن خدا ابلیس نے ایوب علیہ السلام کی اہلیہ لیا بنت یعقوب علیہ السلام کے پاس آ کر یوں پکارا ''اے لیا جو صدیق کی بیٹی اور صدیق کی بہن ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایوب علیہ السلام کی والدہ لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ وہ عورت جنہیں تنکوں کے ساتھ مارنے کا حکم دیا گیا ہے وہ رحمت بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب ہیں۔ ملک شام کا علاقہ ''بثنیہ'' اور اس کی ساری آمدن ان کے ملک میں ہوتی تھی۔

ایوب علیہ السلام کی آزمائش:

وہب بن منبہؒ سے منقول ہے کہ ابلیس ملعون نے فرشتوں کو آپس میں ایوب علیہ السلام کے لیے دعا کرتے ہوئے سنا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ فرمایا اور ان کی تعریف فرمائی۔ ابلیس ملعون کے دل میں حسد وعداوت کا جوش امنڈ آیا چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اسے ایوب علیہ السلام پر تسلط اور اختیار دیا جائے کہ وہ انہیں ان کے دین کے متعلق فتنے میں مبتلا کر سکے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے صرف ان کے مال پر تسلط عطا فرمایا جب کہ آپ کا جسم مبارک اور عقل وادراک اس کے اختیار سے باہر تھے پس شیطان نے بڑے بڑے جنات کو مشورہ کے لیے طلب کیا۔

ایوب علیہ السلام کا مال ومتاع:

حضرت ایوب علیہ السلام کی ملکیت میں ملک شام کا علاقہ ''بثنیہ'' اپنی تمام تر آمدنیوں سمیت موجود تھا۔ اس علاقہ میں آپ کی ایک ہزار بکریاں مع چرواہے۔ پانچ سو بیلوں کی جوڑیاں تھیں جنہیں پانچ سو غلام ہنکاتے تھے اور ہر غلام اپنی بیوی اولاد اور مال و

دولت بھی رکھتا تھا اور بیلوں کی جوڑی کے جوتنے کا سامان ایک گدھی اٹھاتی تھی (کل ۵۰۰ گدھیاں) اور ہر گدھی کے دو تین حتی کہ چار پانچ بچے بھی تھے اور کبھی اس سے زیادہ ہوتے تھے۔ یہ سب کچھ آپ کی ملکیت تھا۔

ابلیس کی ایوب علیہ السلام سے دشمنی:

ابلیس نے اپنے کارندوں کو جمع کر کے کہا کہ تمہارے پاس کتنی قوت و طاقت اور علم ہے؟ کیونکہ اب مجھے ایوب علیہ السلام کے مال پر اختیار مل چکا ہے اور یہ ایک ایسا زبردست دھچکا ہے کہ جس میں بڑے بڑے لوگوں سے صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔ تو ہر وہ 'جن' جس میں آپ کے مال و متاع کو برباد کرنے کی ذرہ برابر بھی صلاحیت تھی' تیار ہو گیا۔ ابلیس نے ان کو فوراً روانہ کیا اور انہوں نے اسی وقت آپ کا سارا مال و دولت ختم کر دیا۔

صبر ایوب علیہ السلام:

مگر حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف ہی کی اور مالی اعتبار سے اس عظیم صدمہ نے انہیں ایک لمحہ کے لیے بھی عبادت خداوندی میں انہماک و توجہ سے اور نعمت خداوندی کے شکر سے غافل نہیں کیا جب ابلیس نے یہ مایوس کن صورت حال دیکھی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ اسے ان کی اولاد پر تسلط و اختیار دیا جائے یہ اجازت بھی مل گئی مگر آپ کا جسم و عقل آپ کے اختیار میں تھے۔

ایوب علیہ السلام کی گریہ وزاری:

چنانچہ اس ملعون نے آپؑ کی ساری اولاد کو ختم کر دیا اور ایوب علیہ السلام کی خدمت میں ان بچوں کے استاد کا بھیس بدل کر نہایت زخمی دل اور افسردہ ہو کر آپؑ کے پاس آیا اور اولاد کے متعلق ان کے جذبات کو برانگیختہ کرنے لگا جس سے حضرت ایوب علیہ السلام متاثر ہوئے اور آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور آپؑ نے ایک مٹھی خاک اپنے سر پر ڈالی جس سے ابلیس کو بہت خوشی ہوئی اور حضرت ایوب علیہ السلام کے اس عمل کو اپنے حق میں غنیمت جانا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے متنبہ ہونے پر فوراً ہی توبہ و استغفار کی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ فرشتے اس توبہ کو لے کر فوراً ہی آسمان پر پہنچے اور ابلیس کے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے سے قبل وہ حاضر ہو گئے۔

شیطان کا ایوب علیہ السلام کو ایک اور امتحان میں ڈالنا:

پس جب مال و اولاد کی ہلاکت و بربادی کا یہ عظیم صدمہ بھی عبادت خداوندی اور اطاعت شعاری سے نہ ہٹا سکا تو ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے آپ کے جسم پر تسلط کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم پر بھی اسے تسلط عطا فرما دیا مگر آپ کی زبان' دل اور اس کے اختیار سے باہر تھے چنانچہ جب آپ سجدہ میں مشغول تھے تو ابلیس نے آپ کے گلے میں ایسی پھونک ماری کہ سارا بدن شمع کی مانند تپنے لگا اور آپ کی حالت یہ ہو گئی کہ جسم مبارک میں تعفن پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے بستی والوں نے آپ کو بستی سے نکال دیا اور آپ کو باہر گھورے پر چھوڑ آئے۔ سوائے آپ کی اہلیہ محترمہ کے آپ کے پاس کوئی نہ جاتا تھا۔ اس خدا کی بندی کا نام و نسب ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

آزمائش کی انتہا:

ایسے وقت کہ آپ کی اہلیہ کے علاوہ اور کوئی بھی آپؑ کے پاس نہ جاتا تھا ان حالات میں آپ کی بیوی آپ کی تیمارداری اور

خدمت کے لیے پابندی سے حاضر ہوتی تھیں قوم میں صرف تین آدمی تھے جنہوں نے آپ کی دعوت کا پر لبیک کہا لیکن جب انہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان سخت حالات میں دیکھا تو وہ بھی آپ کا ساتھ چھوڑ گئے اور آپ کو الزام دینے لگے۔ اگر چہ وہ دین سے نہ پھرے مگر آپ کے پاس آ کر سخت کلامی کرنے لگے اور آپ کو جھڑکنا شروع کر دیا ان کے نام یہ تھے: بلدیفز اور صافر۔ جب ایوب علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کی یہ باتیں سنیں تو بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہو کر فریاد و عاجزی کی جس پر رحمت الٰہیہ فوراً متوجہ ہوئی اور آپ کی بیماری فوراً ختم ہوگئی اور آپ کے اہل وعیال مال و دولت سب کچھ نہ صرف لوٹا دیا بلکہ اس سے دوگنا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا:

﴿ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴾ (سورۃ ص آیت ۴۲)

ترجمہ: ''حکم ہوا' زمین پر اپنا پاؤں مار یہ غسل کرنے اور پینے کے لیے ٹھنڈا پانی ہے''۔

چنانچہ ایوب علیہ السلام نے اس پانی سے غسل کیا' جس سے آپ کا حسن اور خوبصورتی واپس لوٹ آئی۔

ایوب علیہ السلام پر آزمائش کا کل دورانیہ:

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام بنی اسرائیل کے گھورے پر سات سال اور کچھ ماہ بے یار و مددگار پڑے رہے۔ ایک مرتبہ بھی آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اس مصیبت کو دور کرنے کی درخواست نہیں کی جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روئے زمین پر حضرت ایوب علیہ السلام سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا۔

مؤرخین کا آپ کی بیماری کی مدت میں اختلاف ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کی مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدت سات سال اور کچھ ماہ تھی۔

ایوب علیہ السلام کا زمانہ نبوت:

ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کے تذکرے کو یوسف علیہ السلام کے تذکرہ پر مقدم کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام' حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں نبوت کے عہدے پر فائز تھے منقول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی عمر ترانوے سال تھی انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے صاحبزادے ''حومل'' کے نام اپنی جانشینی کی وصیت کی تھی اور آپ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیٹے بشر بن ایوب کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا اور ان کا لقب ''ذوالکفل'' رکھا اور انہیں دعوت توحید کا حکم فرمایا' حضرت ذوالکفل تمام عمر شام ہی میں مقیم رہے حتیٰ کہ وہیں آپ کا انتقال ہوا آپ کی عمر پچانوے سال تھی۔ وفات کے وقت ذوالکفل نے اپنے بیٹے بشر کے لیے جانشینی کی وصیت فرمائی۔ حضرت ذوالکفل کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت عطا فرمایا ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: شعیب بن صیفون بن عیفا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام۔

حضرت شعیب علیہ السلام

شعیب علیہ السلام کے نسب میں اختلاف ہے۔ یہود کے ہاں ان کا نسب نامہ وہ ہے جو اوپر ذکر ہوا اور ابن اسحاق اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اولادِ ابراہیم سے نہ تھے بلکہ آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور وہ ان کے دین کی اتباع کرتے تھے اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی البتہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی آپ کی دادی تھیں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شعیب علیہ السلام کا اصل ''نیرون'' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی آنکھیں ظاہری بینائی سے معذور تھیں۔ چنانچہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

﴿ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ﴾ (سورۃ ہود آیت ۹۱)

ترجمہ: ''ہم تجھے اپنی قوم میں ضعیف پاتے ہیں''۔

شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء:

''اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا'' کی تفسیر میں سفیان فرماتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام نابینا تھے۔

شریک نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی بینائی کمزور تھی اور آپؑ کا لقب خطیب الانبیاء تھا۔ یعنی انبیاء میں بڑے درجے کے خطیب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدین کی طرف مبعوث فرمایا تھا اور مدین والوں کو ''اصحاب ایکہ'' بھی کہا جاتا ہے اور عربی زبان میں ''ایکہ'' کے معنی درختوں کے جھنڈ بھی کہا جاتا ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور ناپ تول میں لوگوں کے ساتھ کمی کرتے تھے اور لوگوں کے اموال کو زبردستی دھوکہ بازی سے لے لیتے تھے۔

پیمانے اور ناپ تول میں کمی والی قوم:

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان پر رزق کے اعتبار سے فراخی کر رکھی تھی اور انہیں ڈھیل دے رکھی تھی کہ باوجود ان کے کفر کے حالات بہت اچھے تھے چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

﴿ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴾ (سورۃ ہود آیت ۸۴)

ترجمہ: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور تم پیمانہ بھرنے اور تولنے میں کمی نہ کیا کرو۔ میں تمہیں آسودہ حالت میں دیکھتا ہوں اور تم میں ہر ایک کو ایسے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں جو ہر قسم کے عذاب کا جامع ہوگا''۔

ابن اسحاق' یعقوب بن ابی سلمہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ وہ انبیاء کے خطیب ہیں اور یہ اس وجہ سے فرماتے کے قوم کے اعتراضات کا جواب دینے میں آپ کا انداز بیان بہت اچھا تھا۔

گمراہی اور سرکشی کا انجام:

لیکن جب اہل قوم کی سرکشی اور گمراہی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت اور آپ کا وعظ ان پر کارگر نہ ہوا تو عذاب الٰہی کے خوف سے ڈرانے کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب دینے کا ارادہ فرمالیا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ (سورۃ الشعراء آیت ۱۸۹)

ترجمہ: '' آخرکار ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے آن پکڑا۔ بلاشبہ وہ ایک بڑے خوفناک دن کا عذاب تھا''۔

یزید باہلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی کا عذاب نازل فرمایا جس نے ان کا سانس لینا دوبھر کر دیا وہ لوگ بھاگے اور گھروں میں پناہ لی تو گھروں میں بھی ان کو نجات نہ مل سکی چنانچہ وہ بھاگتے ہوئے گھروں سے نکل کر جنگل کی طرف چل پڑے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کا سایہ کر دیا جس سے انہیں ٹھنڈک اور راحت حاصل ہوئی چنانچہ ہر شخص دوسرے کو بلانے لگا چنانچہ سب جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ برسائی جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ تھا '' سائبان کے دن کا عذاب'' اور واقعتاً یہ بڑا خوفناک دن کا عذاب تھا۔

عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ

مختلف مفسرین کے اقوال:

☆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام دو امتوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

۱۔ اپنی قوم اہل مدین کی طرف

۲۔ اہل ایکہ کی طرف یہ درختوں کے جھنڈوں میں رہنے والے لوگ تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرمایا تو سخت گرمی ان پر مسلط کر دی اور عذاب کو اس طرح بلند کیا کہ وہ ایک بادل کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا جب وہ ٹکڑا ان کے قریب ہوا تو یہ لوگ اس کی ٹھنڈک سے امید وابستہ کر کے اس کی طرف چل پڑے جب سب اس کے نیچے جمع ہو گئے تو اس سے آگ برسنا شروع ہو گئی۔

☆ معمر بن راشد فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ایک ساتھی نے بعض دوسرے علماء سے نقل کر کے بتایا ہے کہ قوم شعیبؑ نے جب ایک حکم خداوندی کو ترک کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رزق کو مزید وسیع کیا انہوں نے پھر دوسرا حکم چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے مزید وسعت عطا فرمائی۔ چنانچہ پھر ایسا ہونے لگا کہ جب بھی وہ کوئی حکم چھوڑتے تو ان پر مزید رزق کی وسعت فرمادی جاتی یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کا ارادہ کرلیا تو ان پر ایسی سخت گرمی اور لو مسلط کی اور وہ اس کی تاب نہ لا سکے حتیٰ کہ کوئی سایہ دار چیز یا

پانی انہیں نفع نہ دیتا تھا یہاں تک کہ اس قوم کا کوئی آدمی باہر نکلا اس نے ایک سائبان کے نیچے پناہ لی تو وہاں سے اسے سکون محسوس ہوا چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ ٹھنڈی ہوا لینے کے لیے ادھر آ جاؤ وہ جلدی سے اس جگہ کی طرف لپکے جب تمام لوگ اکٹھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اسی ہوا سے ان پر آگ کے شعلے بھڑکا دیئے۔

☆ ابو اسحاق زید بن معاویہؒ سے نقل کرتے ہوئے اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ انہیں سخت گرمی اور لو لگی جس نے انہیں ان کے گھروں میں بے چین کر دیا پھر ایک بادل سائبان کی شکل میں ظاہر ہوا تو وہ سب اس کے پیچھے چلے گئے پھر جب وہ سب اس کے نیچے سو گئے تو انہیں زلزلے نے آن پکڑا۔

☆ حضرت مجاہدؒ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ عذاب نے قوم شعیب پر سایہ کر دیا۔

☆ حضرت ابن جریج اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں ان پر عذاب نازل کیا تو شدید گرمی اور لو نے انہیں آن گھیرا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک بادل کا ٹکڑا بلند کیا تو قوم میں سے ایک جماعت سایہ حاصل کرنے کے لیے اس کی طرف گئی تو وہاں انہیں ٹھنڈک اور معتدل ہوا محسوس ہوئے کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کے اوپر سے عذاب نازل فرما دیا۔

☆ ابن زید اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف بادل کی شکل کے سائبان کو بھی ان کے سروں پر منڈلا دیا جب کہ دوسری طرف سورج کی تپش اس قدر تیز کر دی کہ زمین پر موجود ہر چیز بھسم ہو گئی چنانچہ سب لوگ اس سائبان کے نیچے چلے گئے اور جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سے سائبان کو ہٹا لیا اور سورج کی تپش کو اور تیز کر دیا جس سے وہ اس طرح جلنے لگے جیسے ٹڈی کو کڑاہی میں ڈال کر بھونا جا رہا ہو۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو عالم بھی تمہیں یہ بات کہے کہ "عذاب یوم الظلة" کے دن کا عذاب کچھ بھی نہ تھا تو اسے جھوٹا سمجھو۔

ایک برائی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ﴾ (سورۃ ہود آیت ۸۷)

ترجمہ: "اے شعیبؑ! کیا تمہاری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان سارے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنی منشا کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو؟"۔

حضرت زید بن اسلمؒ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ منجملہ ان چیزوں کے جن میں حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو منع کرتے تھے ایک چیز درہم کو کاٹ کر تھوڑا سا بچا لیتے تھے یعنی ان کی عادت تھی کہ جو درہم لوگوں کو ادا کرنے ہوتے تو ان میں سے تھوڑا سا حصہ توڑ کر رکھ لیتے تھے۔

ابن مودود محمد بن کعب قرظیؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ قوم شعیب کو درہم کترنے پر عذاب دیا گیا پھر وہی بات مجھے قرآن کریم کی اس آیت میں مل گئی۔

اب ہم آل یعقوب کے ترجمہ کی طرف دوبارہ آتے ہیں۔

یعقوب علیہ السلام اور ان کا گھرانہ:

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ' یعقوب علیہ السلام اور عیص کی ولادت کے بعد سو سال تک حیات رہے اور ایک سو ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور آپ کے صاحبزادوں نے آپ کی قبر آپ کے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں بنائی جو جرون نامی بستی میں ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی کل عمر ایک سو پینتالیس سال ہوئی آپ کے صاحبزادے اور ان کی اولاد کو وہ حسن دیا تھا کہ باقی لوگوں میں سے کسی کو نہ ملا تھا۔

جناب ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی والدہ ''راحیل'' کو حسن کا ایک بہت بڑا حصہ دیا گیا تھا۔

یوسف علیہ السلام کا بچپن:

حضرت یوسف علیہ السلام کی ولادت کے فوری بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں اپنی بہن کی پرورش میں بھیج دیا تھا۔

اس زمانہ میں جو اہم واقعہ پیش آیا تھا حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی پھوپھی جو حضرت اسحاق علیہ السلام کی سب سے بڑی اولاد تھیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا کمر بند بھی انہی کو ملا کیونکہ اولاد میں جو سب سے بڑا ہوتا تھا اسی کا حق سمجھا جاتا تھا اور اس کا قاعدہ یہ تھا کہ اس کمر بند سے متعلق جو شخص اپنے مالک سے خیانت کرتا وہ اس مالک کا قیدی بن جاتا تھا کوئی اس بارے میں اس سے جھگڑا نہیں کر سکتا تھا اور اس مالک کو قید کے بارے میں ہر قسم کا اختیار ہوتا تھا۔

یوسف علیہ السلام پھوپھی کے ہاں:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے یوسف علیہ السلام کو بچپن ہی سے ان کی پھوپھی کی تربیت میں دے دیا تھا اس وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام بچپن ہی سے اپنی پھوپھی کے ہاں رہے اور انہیں بھی جتنی محبت یوسف علیہ السلام سے تھی اتنی کسی اور سے نہ تھی۔

جب یوسف علیہ السلام جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو یعقوب علیہ السلام کے دل میں بیٹے کی محبت نے جوش مارا چنانچہ بہن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اب یوسف کو میرے پاس بھیج دو۔ خدا کی قسم! اب تو میں ایک گھڑی یوسف کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔

یہ سن کر پھوپھی نے کہا ''خدا کی قسم! اب تو میں کسی قیمت پر بھی یوسف علیہ السلام کو نہیں چھوڑ سکتی۔

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

اس پر یعقوب علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ آپ چند روز مزید اسے یہاں رہنے دیجیے تاکہ میں اسے دیکھ کر کچھ اطمینان حاصل کر لوں شاید اس کے بعد میں اسے بھیجنے پر تیار ہو جاؤں۔

جب یعقوب علیہ السلام وہاں سے چلے آئے تو یوسف علیہ السلام کی پھوپھی نے وہ کمر بند چپکے سے یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے ان کے جسم کے ساتھ باندھ دیا اور گھر میں آواز لگا دی کہ میرے باپ (اسحاق) کا کمر بند گم ہو گیا ہے لہٰذا دیکھو کس نے اٹھایا ہے۔

چنانچہ پورے گھر کی تلاشی لی گئی مگر کمر بند گھر میں ہوتا تو ملتا۔

انہوں نے کہا کہ گھر میں موجود تمام افراد کی تلاشی لی جائے۔ چنانچہ تلاش کے دوران وہ کمر بند یوسف علیہ السلام کی کمر سے بندھا

پر یہ تو پھوپھی نے کہا واللہ! یہ تو اب میرا قیدی ہے۔ اور میں اس کے متعلق اب با اختیار ہوں۔

چنانچہ جب یعقوب علیہ السلام دوبارہ آئے تو بہن نے سارا قصہ انہیں سنا دیا۔

یعقوب علیہ السلام نے کہا: ''اچھا! تم جانو' تمہارا کام' اگر اس نے واقعی ایسا کیا ہے تو اب تمہارا قیدی ہے۔ میں اس کے علاوہ کیا کہہ سکتا ہوں''۔

چنانچہ یوسف علیہ السلام کی پھوپھی نے انہیں اپنے پاس روک لیا اور پھر بہن کی موت تک یعقوب علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے پر قادر نہ ہو سکے۔

یوسف علیہ السلام کو طعنہ:

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کے لیے ان کے ساتھ حیلہ کیا تو ان کے بھائیوں نے کہا تھا کہ اگر اس (بنیامین) نے چوری کی ہے تو اس سے قبل اس کا بھائی (یوسفؑ) بھی چوری کر چکا ہے۔

ابو جعفر کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے دیکھا کہ والد محترم' یوسف علیہ السلام کے ساتھ اس قدر والہانہ محبت کرتے ہیں اور ان کی جدائی کو برداشت نہیں کر پاتے تو انہیں یوسف علیہ السلام کے اس مرتبہ پر حسد ہو گیا چنانچہ وہ (بھائی) آپس میں کہنے لگے:

﴿ لَيُوسُفُ وَ اَخُوهُ اَحَبُّ اِلٰى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (سورۃ یوسف آیت ۸)

''یہ یوسفؑ اور اس کا بھائی' دونوں ہمارے والد کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں' حالانکہ ہم ایک پورا جتھا ہیں' سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابا جان ہی بہک گئے ہیں''۔

حسد کی آگ:

پھر اس کے بعد یوسف علیہ السلام اور ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں مفصل ذکر کر دیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد سے یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ میدان میں کھیل کود اور نشاط طبع کے لیے لے جانے کی اجازت چاہی اور ان کی حفاظت کی ضمانت دی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو اپنی نظروں سے اوجھل ہو جانے کی وجہ سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور اس بات کا خوف کیا کہ کہیں بھیڑیے اسے نقصان نہ پہنچا دیں مگر بھائیوں نے دھوکہ اور جھوٹ کے ذریعے والد کو تسلی دے دی جس سے حضرت یعقوب علیہ السلام مطمئن ہو گئے اور یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا وہاں جا کر انہوں نے طے کیا کہ یوسف علیہ السلام کو کسی تاریک کنویں میں ڈال دیا جائے۔

بھائیوں کا پیٹنا:

سدی کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیج دیا چنانچہ جب وہ انہیں اپنے ساتھ لے جا رہے تھے تو بڑے احترام سے پیش آئے لیکن جب جنگل میں پہنچے تو ان کی عداوت کھل کر سامنے آ گئی چنانچہ ایک بھائی یوسف علیہ السلام کو مارتا تو وہ دوسرے بھائی کو مدد کے لیے پکارتے لیکن وہ مدد کرنے کے بجائے خود مارنا شروع کر دیتا۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی اپنے چھوٹے بھائی پر ترس نہ آیا اور اتنا مارا کہ قریب تھا کہ آپ کا دم نکل جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام مار کھاتے ہوئے پکارتے جاتے اے ابا جان! اے ابا جان! آپ کہاں ہیں؟ کاش آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ لونڈیوں کے بیٹے میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنا:

بھائیوں میں سے یہوذا نے کہا کہ کیا تم نے پختہ عہد نہیں کیا تھا کہ تم اسے (یوسف علیہ السلام) کو قتل نہیں کرو گے۔ چنانچہ یہ سن کر انہوں نے مارنا چھوڑ دیا اور گھسیٹتے ہوئے کنویں کی طرف لے گئے اور انہیں کنویں میں لٹکا دیا مگر آپ کنویں کی منڈیر کے ساتھ چمٹ گئے۔ چنانچہ کئی مرتبہ ایسا ہوا تو انہوں نے آپ کے ہاتھ باندھ دیئے اور آپ کا کرتہ اتار لیا یوسف علیہ السلام نے فریاد کی کہ بھائیو! میرا کرتہ تو دے دو۔ جس سے میں کنویں میں اپنا تن ڈھانپ سکوں تو وہ (بطور طنز) کہنے لگے کہ چاند سورج اور گیارہ ستاروں کو بلا لو وہ تمہارا دل بہلائیں گے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا۔

بہر حال انہوں نے آپ کو کنویں میں لٹکا دیا اور کنویں کے درمیان پہنچنے پر آپ کو چھوڑ دیا تا کہ (معاذ اللہ) آپ کی جان نکل جائے کنویں میں آپ پانی پر گرے قریب ہی ایک چٹان تھی آپ اس پر کھڑے ہو گئے۔ جب بھائیوں نے آپ کو کنویں میں ڈالا تو آپ رونے لگے۔ چنانچہ انہوں نے فوراً آپ کو آواز دی آواز دینے کا مقصد یہ تھا کہ معلوم کریں کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں۔ مگر آپ یہ سمجھے کہ شاید انہیں رحم آ گیا ہے آپ نے کنویں میں سے ان کی پکار کا جواب دیا جب آپ کا زندہ سلامت ہونا ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے چاہا کہ پتھر سے آپ کا سر کچل دیں۔ (معاذ اللہ)

یہوذا کا ترس کھانا:

مگر یہوذا نے دخل اندازی کر کے انہیں اس حرکت سے روکا اور کہا کہ تم نے مجھ سے پختہ وعدہ کیا تھا کہ تم اسے قتل نہیں کرو گے اس کے علاوہ یہوذا نے آپ کے لیے کھانے وغیرہ کا بھی انتظام کر دیا۔

کنویں میں وحی آنا:

اس کنویں میں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خبر دی کہ وہ ان بھائیوں کو ایک دن ان زیادتیوں کے متعلق جو انہوں نے آپ کے ساتھ کی ہیں بتائیں گے مگر وہ اس وحی کے متعلق لاعلم تھے چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد خداوندی:

﴿ وَ اَوْحَيْنَا اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ (سورۃ یوسف آیت ۱۵)

ترجمہ: ''تو ہم نے یوسف علیہ السلام کو وحی کی کہ ''ایک وقت آئے گا جب تو ان لوگوں کو ان کی یہ حرکت جتائے گا'' یہ اپنے فعل کے نتائج سے بے خبر ہیں''۔

کا بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔

یہ روایت محمد بن ثور نے معمر کے واسطہ سے اسی طرح نقل کی ہے اور حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے بھی معمر کے واسطے سے اسی طرح فرماتے ہوئے سنا اور ابن جریج نے بھی اس کا یہی مطلب ارشاد فرمایا ہے۔

برادارانِ یوسف علیہ السلام کا بات گھڑنا:

شام کے وقت سب بھائی روتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یوسف علیہ السلام کو تو

حضرت یوسف علیہ السلام مار کھاتے ہوئے پکارتے جاتے اے ابا جان! اے ابا جان! آپ کہاں ہیں؟ کاش آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ لونڈیوں کے بیٹے میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنا:

بھائیوں میں سے یہوذا نے کہا کہ کیا تم نے پختہ عہد نہیں کیا تھا کہ تم اسے (یوسف علیہ السلام) کو قتل نہیں کرو گے۔ چنانچہ یہ سن کر انہوں نے مارنا چھوڑ دیا اور گھسیٹتے ہوئے کنویں کی طرف لے گئے اور انہیں کنویں میں لٹکا دیا مگر آپ کنویں کی منڈیر کے ساتھ چمٹ گئے۔ چنانچہ کئی مرتبہ ایسا ہوا تو انہوں نے آپ کے ہاتھ باندھ دیئے اور آپ کا کرتہ اتار لیا یوسف علیہ السلام نے فریاد کی کہ بھائیو! میرا کرتہ تو دے دو۔ جس سے میں کنویں میں اپنا تن ڈھانپ سکوں تو وہ (بطور طنز) کہنے لگے کہ چاند سورج اور گیارہ ستاروں کو بلا لو وہ تمہارا دل بہلائیں گے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا۔

بہر حال انہوں نے آپ کو کنویں میں لٹکا دیا اور کنویں کے درمیان پہنچنے پر آپ کو چھوڑ دیا تا کہ (معاذ اللہ) آپ کی جان نکل جائے کنویں میں آپ پانی پر گرے قریب ہی ایک چٹان تھی آپ اس پر کھڑے ہو گئے۔ جب بھائیوں نے آپ کو کنویں میں ڈالا تو آپ رونے لگے۔ چنانچہ انہوں نے فوراً آپ کو آواز دی آواز دینے کا مقصد یہ تھا کہ معلوم کریں کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں۔ مگر آپ یہ سمجھے کہ شاید انہیں رحم آ گیا ہے آپ نے کنویں میں سے ان کی پکار کا جواب دیا جب آپ کا زندہ سلامت ہونا ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے چاہا کہ پتھر سے آپ کا سر کچل دیں۔ (معاذ اللہ)

یہودا کا ترس کھانا:

مگر یہوذا نے دخل اندازی کر کے انہیں اس حرکت سے روکا اور کہا کہ تم نے مجھ سے پختہ وعدہ کیا تھا کہ تم اسے قتل نہیں کرو گے اس کے علاوہ یہوذا نے آپ کے لیے کھانے وغیرہ کا بھی انتظام کر دیا۔

کنویں میں وحی آنا:

اس کنویں میں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خبر دی کہ وہ ان بھائیوں کو ایک دن ان زیادتیوں کے متعلق جو انہوں نے آپ کے ساتھ کی ہیں بتائیں گے مگر وہ اس وحی کے متعلق لاعلم تھے چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد خداوندی:

﴿ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴾ (سورۃ یوسف آیت ۱۵)

ترجمہ: ''تو ہم نے یوسف علیہ السلام کو وحی کی کہ ''ایک وقت آئے گا جب تو ان لوگوں کو ان کی یہ حرکت جتائے گا'' یہ اپنے فعل کے نتائج سے بے خبر ہیں''۔

کا بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔

یہ روایت محمد بن ثور نے معمر کے واسطہ سے اسی طرح نقل کی ہے اور حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے بھی معمر کے واسطے سے اسی طرح فرماتے ہوئے سنا اور ابن جریج نے بھی اس کا یہ ہی مطلب ارشاد فرمایا ہے۔

برادران یوسف علیہ السلام کا بات گھڑنا:

شام کے وقت سب بھائی روتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یوسف علیہ السلام کو تو

بھیڑیے نے کھا لیا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ایسی کوئی بات نہیں بلکہ تم نے اپنی طرف سے ایک بات گھڑ لی ہے۔ لہذا اب میں صبر کروں گا۔

کنویں پر قافلہ آنا:

اسی دوران ایک قافلہ وہاں آ کر ٹھہرا اور انہوں نے پانی بھرنے والے کو بھیجا مگر جب اس نے ڈول کھینچا تو اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو پایا۔ چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ تمہیں خوش خبری ہو کہ ایک لڑکا مل گیا ہے:

﴿ یبشری ھذا غلم ﴾ (سورۃ یوسف آیت ۱۹)

ترجمہ ''مبارک ہو یہاں تو ایک لڑکا ہے''۔

کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالا تو آپس میں ایک دوسرے کو خوش خبری دینے لگے۔

یہ کنواں بیت المقدس کی زمین میں ہے اس کے نشانات ابھی تک لوگوں کو معلوم ہیں۔

اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جس شخص نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالا تھا اس نے اپنے ایک ساتھی کو آواز دی تھی جس کا نام بشریٰ تھا۔

چنانچہ سدی نے ''یابشریٰ'' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس کے ساتھی کا نام بشریٰ تھا اور حکم بن ظہیر' سدی سے بھی یہی نقل کرتے ہیں کہ اس کے ایک ساتھی کا نام بشریٰ تھا جیسے آپ لوگ ''اے زید!'' پکارتے وقت کہتے ہیں۔

بھائیوں کا پیسے کھرے کرنا:

جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ قافلے والوں نے انہیں نکال لیا ہے تو وہ ان کے پاس پہنچے تو قافلے والوں نے انہیں کچھ رقم دے کر خرید لیا اور خریدنے میں انہوں نے کچھ زیادہ دلچسپی نہ دکھائی کہ کہیں زیادہ قیمت نہ لگانی پڑ جائے۔

قافلہ والوں سے یوسف علیہ السلام کو مخفی رکھنا:

یوسف علیہ السلام کو خریدنے کے بعد انہوں نے بطور سامان تجارت کے چھپا دیا تا کہ دوسرے تاجر اس میں شرکت کا دعویٰ نہ کریں۔ آیت کریمہ:

﴿ و اسروہ بضاعۃ ﴾ (سورۃ یوسف آیت ۱۹)

ترجمہ ''ان لوگوں نے اس کو مال تجارت سمجھ کر چھپا لیا''۔

کی تفسیر میں مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ پانی لانے والے نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ تو کسی کا سامان تجارت ہے جو ہم لے کر جا رہے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہا کہ انہیں اس کا اندیشہ تھا کہ اگر ان ساتھیوں کو اس کی قیمت کا علم ہو گیا تو یہ اس میں اپنی شرکت کا مطالبہ کریں گے چنانچہ اس تاثر کو مزید پختہ بنانے کے لیے برداران یوسف علیہ السلام پانی بھرنے والے کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے کہ اس کو اچھی طرح باندھ کر رکھیں کہیں بھاگ نہ جائے۔ بہر حال وہ یوسف علیہ السلام کو لے کر مصر پہنچ گئے اور اعلان کیا کہ کون شخص اس

غلام کو اچھی قیمت پر خریدے گا؟

مجاہدؒ سے ایک دوسری روایت میں بھی یہ منقول ہے۔

سدی سے منقول ہے کہ جن دو شخصوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے خریدا تھا انہیں خیال ہوا کہ اگر ہم یہ کہیں گے کہ ہم نے اسے خریدا ہے تو دوسرے قافلے والے اس میں شرکت کی خواہش کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ اگر ہم سے اس کے متعلق پوچھا جائے تو ہم کہیں گے کہ یہ سامان تجارت ہے جو اس کنویں والوں نے فروخت کرنے کے لیے ہمارے ساتھ کر دیا ہے۔

ہائے! یہ ارزانی:

پہلی بات تو یہ کہ بھائیوں کا بیچنا ہی ناجائز اور حرام تھا مگر جب بیچا تو وہ انتہائی ارزاں بعض نے کہا ہے کہ بیس درہم میں فروخت کیا اور دس بھائیوں کو دو دو درہم حصہ میں آئے اور بیس درہم بھی گن کر لیے ان کا وزن نہیں کیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں سب سے کم وزن اوقیہ ہوتا تھا اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا لہٰذا درہم اگر چالیس سے کم ہوتے تو ان کا وزن نہ ہوتا تھا۔

اور بعض کا قول ہے کہ چالیس درہم میں معاملہ ہوا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ بائیس درہم میں سودا ہوا تھا۔

یوسف علیہ السلام بازار مصر میں:

ذکر کیا جاتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو بازار مصر میں فروخت کرنے والے کا نام مالک بن دلمر بن یوبب بن عفقان بن عدیان بن ابراہیم خلیل اللہ۔

اور جس شخص نے آپ کو خریدا اور اپنی عورت سے یہ کہا تھا ''اسے عزت و آبرو سے رکھو'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کا نام ''قطفیر'' تھا اور ابن اسحاق سے منقول ہے کہ اس کا نام اطفیر بن روحیب تھا اور یہ شخص عزیز مصر کے لقب سے جانا جاتا تھا۔ اور مصر کے تمام خزانے اس کے زیر انتظام چلتے تھے۔

بادشاہ مصر:

اس وقت مصر کا بادشاہ قوم عمالقہ کا ایک شخص ریان بن ولید تھا اور بعض حضرات نے اس کا شجرہ نسب اس طرح لکھا ہے:

ایان بن ولید بن تروان بن اراشہ بن قاران بن عمرو بن عملاق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ بادشاہ ایمان لے آیا تھا اور اس نے دین یوسفی کا اتباع کر لیا تھا اور یوسف علیہ السلام کی زندگی میں ہی اس کا انتقال ہو گیا تھا اس کے بعد سلطنت مصر قابوس بن مصعب بن معاویہ بن نمیر بن سلواس بن قاران بن عمرو بن عملاق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام کے ہاتھ آئی۔ یہ کافر تھا یوسف علیہ السلام نے اسے دعوت دین دی مگر اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

یوسف علیہ السلام مصر میں کتنی عمر میں پہنچے:

بعض علماء نے تورات کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سترہ برس کی عمر میں مصر پہنچے اور عزیز مصر نے آپ کو قافلے والوں سے خرید لیا اس کے پاس آپ تیرہ سال تک رہے اور تیس سال کی عمر میں فرعون مصر (ولید بن ریان) نے آپ کو وزیر

بنا یا تھا۔ ایک سو دس سال کی عمر میں یوسف علیہ السلام کی وفات ہوئی اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدائی اور پھر مصر میں ملاقات کے دوران بائیس سال کا عرصہ تھا اور مصر میں یعقوب علیہ السلام نے اپنی وصیت یوسف علیہ السلام کے لیے کی تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جب مصر تشریف لائے تو آپ کے خاندان کی تعداد ستر تھی۔

یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر میں:

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب ''اطفیر'' حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید کر گھر لایا تو اس نے اپنی اہلیہ سے جس کا نام ''راعیل'' تھا کہا ''اس کو عزت و آبرو سے رکھیو کیا عجب ہے کہ یہ ہمیں نفع پہنچائے۔ یعنی بالغ ہونے کے بعد ہمارا معین ثابت ہو اور ہمارے بعض کاموں میں ہماری رہنمائی کرے اور ''یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں'' اور یہ بات عزیز مصر نے اس وجہ سے کہی تھی جیسا کہ ابن اسحاق سے روایت ہے کہ عزیز مصر کو عورتوں کی طرف رغبت نہیں تھی جب کہ اس کی بیوی ''راعیل'' انتہائی حسین و جمیل اور ناز و نعمت میں پلی ہوئی تھی۔

زلیخا:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر تینتیس برس کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں علم و حکمت عطا فرمائے۔

مجاہد نے حکمت کی تفسیر عقل کے ساتھ فرمائی ہے مگر آپ کو ابھی نبوت نہیں ملی تھی۔ اسی دوران ''راعیل'' زوجہ عزیز مصر نے (جس کے گھر میں آپ نے پرورش پائی تھی) اپنے نفس کے متعلق ورغلایا اور سب دروازے بند کر دیئے تا کہ نفسانی خواہش کو پورا کر سکے اور یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کے حسن و جوانی کی تعریفیں شروع کر دیں تا کہ انہیں رغبت پیدا ہو۔

چنانچہ سدی سے منقول ہے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ ولقد همت به و هم بها ﴾ (سورۃ یوسف آیت ۲۴)

ترجمہ ''وہ اس کی طرف بڑھی اور یوسف بھی اس کی طرف بڑھتا اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتا''۔

کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ عزیز مصر کی اہلیہ یوسف علیہ السلام سے کہنے لگی کہ تمہارے بال کتنے خوبصورت ہیں یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ تو مرنے کے بعد سب سے پہلے میرے جسم کو چھوڑ دیں گے۔ پھر اس نے کہا: اے یوسف! تمہاری آنکھیں کتنی حسین ہیں۔ آپ نے جواب دیا: مرنے سے پہلے میرے جسم سے نکل بہہ جائیں گی۔

اس نے کہا ''اے یوسف! تمہارے چہرہ کتنا خوبصورت ہے۔ آپ نے جواب دیا: یہ تو مٹی کی غذا ہے وہ اسے کھا جائے گی۔ غرضیکہ وہ اسی طرح آپ کی خوبیاں گنوا گنوا کر شوق دلاتی رہی یہاں تک کہ یوسف کا غیر ارادی میلان ہو گیا۔

یعقوب علیہ السلام کی زیارت:

یوسف علیہ السلام کی ابھی تک غیر اختیاری کیفیت تھی کہ اچانک حضرت یعقوب علیہ السلام کی شبیہ مبارک کی زیارت ہوئی جو انگلی منہ میں لیے ہوئے فرما رہے تھے اے یوسف! یہ کام مت کرنا کیونکہ جب تک تم یہ کام نہیں کرو گے تمہاری مثال اس پرندے کی سی ہو گی جو فضا میں محو پرواز ہو اور جب تم نے یہ کام کر لیا تو تمہاری مثال اس پرندہ کی سی ہو گی جو زمین پر افسردہ پڑا ہو کہ وہ بالکل اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا۔ نیز جس وقت تک تم اس سے بچے رہو گے اس وقت تک تمہاری مثال اس طاقتور بیل کی سی ہے جس سے کوئی بھی زبردستی کام

نہیں لے سکتا اور اگر تم اس میں مبتلا ہو گئے تو تمہاری مثال اس مردہ بیل کی سی ہو گی جس کے سینگوں میں چیونٹیاں داخل ہو رہی ہوں اور وہ اپنا دفاع کرنے سے قاصر ہو۔

یوسف علیہ السلام کا باہر کو بھاگنا:

یوسف علیہ السلام نے جیسے ہی والد گرامی سے یہ نصیحت سنی تو فوراً اپنی چادر سمیٹی اور باہر نکلنے کے لیے دوڑ لگا دی۔ عزیز مصر کی بیوی نے آپ کی قمیض کو پیچھے سے پکڑا جس سے وہ پھٹ کر آپ کے جسم سے اتر گئی۔ یوسف علیہ السلام نے اسے پھینکا اور دروازے کی طرف تیز دوڑ لگا دی۔

یوسف علیہ السلام کی کیفیت:

''ھم بھا'' کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں محض خیال آیا تھا جس پر کوئی انسان قادر نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی برہان کے ذریعے جو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دکھائی تھی انہیں اس ارادے سے بچا لیا اور اس برہان کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت مثالیہ تھی جس میں انہوں نے اپنی انگلی منہ میں رکھی ہوئی تھی اور بعض کا کہنا ہے کہ دروازے کی جانب سے آواز دی گئی تھی کہ کیا تم یہ کام کر کے اس پرندے کی مانند ہو جانا چاہتے ہو جس کے پر گر گئے ہوں اور وہ اڑنا چاہتا ہے مگر اڑ نہیں سکتا اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ آپ نے دیوار میں لکھا ہوا دیکھا:

﴿ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَآءَ سَبِيْلًا ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۲)

ترجمہ: ''زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ''۔

عزیز مصر کا اچانک آنا:

حضرت یوسف علیہ السلام کو جیسے ہی اس برہان کے ذریعہ تنبیہ کی گئی تو دوڑتے ہوئے دروازے کی جانب لپکے۔ راعیل بھی پیچھے ہو لی اور دروازے تک پہنچنے سے پہلے اس نے یوسف علیہ السلام کو آ لیا اور پیچھے سے قمیض پکڑ کر انہیں اپنی طرف کھینچا جس سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض پھٹ گئی اور جیسے ہی دروازہ کھلا تو دیکھا کہ عزیز مصر اور راعیل کا چچازاد بھائی دروازہ پر ہیں۔ چنانچہ سدی سے اس آیت کریمہ:

﴿ وَ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ﴾ (سورۃ یوسف آیت ۲۵)

ترجمہ: ''دروازے پر دونوں نے اس کے شوہر (عزیز مصر) کو پایا''۔

کی تفسیر میں اسی طرح منقول ہے۔

زلیخا کی بہتان طرازیاں:

جب راعیل (زلیخا) نے اپنے خاوند کو دیکھا تو فوراً کہنے لگی جو تیری بیوی سے بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ یا تو وہ قید کر دیا جائے یا اسے کوئی دردناک سزا دی جائے اور کہنے لگی کہ اس نے مجھے ورغلایا ہے مگر میں نے انکار کر دیا اور اس سے جان چھڑا کر بھاگی اور اسی ہاتھا پائی میں اس کی قمیض پھٹ گئی ہے۔

راعیل (زلیخا) کے چچازاد کی عقل مندی:

راعیل کے چچازاد بھائی نے کہا ''اس کا حل قمیض میں ہے اگر یوسف علیہ السلام کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یوسف علیہ السلام جھوٹا ہے اور اگر قمیض پیچھے سے پھٹی ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچا ہے۔ چنانچہ قمیض لائی گئی تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔

یہ دیکھ کر عزیز مصر نے کہا:

ترجمہ: ''یہ تم عورتوں ہی کی فریب کاری ہے' بے شک تمہارا مکر بہت خطرناک ہے۔ اے یوسف! تو اس واقعہ کو نظر انداز کر دے اور اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ یقیناً تو ہی خطا کاروں میں ہے''۔ (سورۃ یوسف آیت ۲۶۔۲۸)

حضرت یوسف علیہ السلام کی بردباری:

ابو اسحاق نوف شامی سے نقل کرتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کرنا چاہتے تھے مگر جب اس عورت نے خود ہی اپنے شوہر سے کہا ''کیا سزا ہے اس شخص کی جو تیری گھر والی پر نیت خراب کرے؟ اس کے سوا کیا سزا ہو سکتی ہے کہ وہ قید کیا جائے یا اسے سخت عذاب دیا جائے''۔ (سورۃ یوسف آیت ۲۵)

یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کو غصہ آ گیا اور انہیں اپنی صفائی میں کہنا پڑا ''یہی مجھے پھانسنے کی کوشش کر رہی تھی''۔

یوسف علیہ السلام کی طرف سے گواہان:

اس میں اختلاف ہے کہ جس نے یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دی وہ کون تھا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ "شهد شاهد من اهلها" (اس عورت کے اپنے کنبہ والوں میں سے ایک شخص نے (قرینے کی) شہادت پیش کی) کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔

چنانچہ سدی کہتے ہیں کہ وہ ایک بچہ تھا جو پنگھوڑے میں لیٹا ہوا تھا اور اس کی تائید میں ایک حدیث بھی ملتی ہے۔

چار شیر خوار بچوں کا باتیں کرنا:

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار اشخاص ایسے ہیں کہ جنہوں نے بالکل بچپن میں کلام کیا ہے اور ان میں آپ نے ''شاہد یوسف'' کا بھی ذکر فرمایا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جن چار افراد نے بچپن میں کلام کیا وہ یہ ہیں:

۱۔ بنت فرعون کی کنگھی کرنے والی عورت کا بیٹا۔

۲۔ جریج (عابد بنی اسرائیل) کی طرف سے غلط طریقہ سے منسوب کیا جانے والا بچہ۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام۔

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا گواہ (شاہد یوسف علیہ السلام)

اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ گواہ خود قمیض تھی جو پیچھے سے پھٹی ہونے کی وجہ سے صفائی کا ذریعہ بنی۔

قمیض کی شہادت:

چنانچہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے "وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیض پیچھے سے

پھٹی ہوئی تھی۔ یہی قمیض آپ کے حق میں گواہی بن گئی۔ چنانچہ جب عزیز مصر نے قمیض کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو اپنی بیوی سے کہا ''بے شک یہ تم عورتوں ہی کی فریب کاری ہے بے شک تمہارا مکر بڑا غضب کا ہے''۔

پھر یوسف علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اس عورت نے تمہیں پھسلایا ہے اور جو کچھ بھی واقعہ ہوا ہے تم اسے نظر انداز کر دو اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرو''۔

اور اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا ''اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ تو ہی اصل میں خطا کار تھی''۔

عزیز مصر کی اہلیہ کی اس حرکت کا عورتوں میں چرچا:

جلدی اس سارے واقعہ کا چرچا مصر کی عورتوں میں ہو گیا اور کوشش کے باوجود بھی چھپ نہ سکا۔ چنانچہ عورتوں میں یہ بات عام و خاص کی زبان پر چڑھ گئی کہ ''عزیز کی بیوی اپنے نوجوان غلام کے پیچھے پڑی ہوئی ہے' محبت نے اس کو بے قابو کر رکھا ہے' ہمارے نزدیک تو وہ صریح غلطی کر رہی ہے''۔ (سورۃ یوسف آیت ۳۰)

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے:

یوسف علیہ السلام کی محبت اس کے ''شفاف قلب'' تک سرایت کر چکی تھی بلکہ بات اس سے بہت آگے جا چکی تھی جس کی وجہ سے وہ عورت جنسی جنون میں اندھی ہو چکی تھی (پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ عزیز کے پلے کچھ نہ تھا) ''شفاف قلب'' دل کے غلاف اور پردے کو کہا جاتا ہے۔ سدی فرماتے ہیں کہ شفاف اس جھلی کو کہتے ہیں جو دل کے اوپر ہوتی ہے اس جھلی کو دل کی زبان بھی کہا جاتا ہے اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کی محبت اس کے دل میں سرایت کر چکی تھی۔

زنانِ مصر کو دعوت دیدار یوسف علیہ السلام:

جب عزیز مصر کی بیوی نے سنا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اس کی محبت کا چرچا زبان زد خاص و عام ہے اور اس واقعہ کو نمک مرچ لگا کر آگے بڑھا رہی ہیں تو اس نے عورتوں کی دعوت کر دی ان کے لیے مسند بچھا دی گئی اور تکیے لگا دیئے گئے۔ چنانچہ جب سب آ چکیں تو انہیں مشروب اور پھل پیش کیے گئے اور پھل کاٹنے کو چھری بھی دی گئی۔

حضرت مجاہدؒ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ عزیز مصر کی بیوی نے ان عورتوں کے لیے سنگترے کا انتخاب کیا تھا۔

ادھر تو اس نے یہ انتظام کیا ہوا تھا اور دوسری طرف ان کی نشست گاہ سے الگ کسی کمرے میں حضرت یوسفؑ کو بیٹھا دیا جب وہ ان کے ہاتھوں میں چھریاں دے چکی تو حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ ''ذرا ان کے سامنے نکل آ'' حضرت یوسف علیہ السلام ان کے سامنے جلوہ افروز ہوئے تو ان عورتوں نے حسن یوسفی کا مشاہدہ کیا تو سراپا تعظیم بن گئیں اور ان کے دیکھنے میں ایسی مدہوش ہوئیں کہ پھل کاٹنے والی چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بے ساختہ پکار اٹھیں:

''خدا کی پناہ! یہ انسان نہیں بلکہ یہ تو کوئی ذی مرتبہ فرشتہ ہے''۔ (سورۃ یوسف آیت ۳۱)

عزیز مصر کی بیوی کی بے حیائی:

جب عزیز مصر کی بیوی نے دیکھا کہ ایک نظر دیکھنے سے ان کی عقلیں زائل ہو گئیں ہیں اور اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور ان کے سامنے ان کے اس قول ''عزیز مصر کی بیوی اپنے غلام سے خواہش (نفس) پوری کرنے کے لیے اس کو پھسلاتی ہے'' کی غلطی واضح ہو

گئی تو اب اس نے ان کے سامنے یوسف کو پھانسنے کا اقرار کیا چنانچہ ''وہ کہنے لگی کہ یہ ہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں اور واقعی میں نے اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کو پھسلایا مگر اس نے اپنے آپ کو بالکل محفوظ رکھا پھر ان عورتوں سے کہنے لگی کہ جو کام میں اس سے کہہ رہی ہوں اگر آئندہ بھی اس کی تعمیل نہ کی تو اس کو ضرور قید کیا جائے گا اور وہ ضرور بے عزت ہوگا۔

یوسف علیہ السلام کا انتخاب:

یوسف علیہ السلام نے بدکاری پر قید و بند کو ترجیح دی۔ چنانچہ آپؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: ''اے میرے رب! جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں اس بات سے مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے''۔

سدی کہتے ہیں کہ ''اس کام'' سے مراد زنا اور بدکاری ہے اور آپؑ نے یہ فریاد کی اور عرض کیا ''اور اگر تو نے ان کی فریب کاریوں کو مجھ سے دور نہ کیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ میں کہیں ان کی طرف مائل نہ ہو جاؤں'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو (بذریعہ الہام) قبولیت دعا کی خبر دی اور آپ سے ان کے مکر و فریب کو دور کر دیا اور گناہ کے ارتکاب سے آپ کو بچا لیا۔

یوسف علیہ السلام کو قید کرنا:

اس واقعہ کے بعد عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت کی نشانیاں دیکھنے کے باوجود یہ ہی مناسب سمجھا کہ آپ کو ایک مدت تک قید میں ڈال دے۔ صداقتوں کی نشانیوں میں سے قمیض کا پیچھے سے پھٹا ہونا' چہرہ پر خراشوں کے نشانات' عورتوں کا اپنے ہاتھ کاٹنا اور خود عزیز مصر کو آپ کی پاک دامنی کا یقین ہونا شامل ہے۔

یوسف علیہ السلام کو قید کرنے کی وجہ:

سدی سے مروی ہے کہ عزیز مصر کی یوسف علیہ السلام کو قید رکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اس کی بیوی نے کہا ''اس عبرانی لڑکے نے مجھے لوگوں میں رسوا کر دیا ہے یہ لوگوں کے سامنے اپنی برأت بیان کرتا اور انہیں بتاتا ہے کہ میں نے اسے پھانسنے کی کوشش کی تھی جب کہ میں یہاں گھر میں بیٹھی ہوں اور اپنے دفاع میں لوگوں کو کچھ بھی بتلا نہیں سکتی۔ اب یا تو مجھے باہر نکل کر اپنا دفاع کرنے کی اجازت دی جائے ورنہ جیسے میں گھر میں رہتی ہوں اسے بھی اسی طرح روکنے کی تدبیر کرو''۔

چنانچہ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں بیان فرمایا:

> ''پھر ان لوگوں کو یہ سوجھی کہ ایک مدت کے لیے اسے قید کر دیں حالانکہ وہ (اس کی پاک دامنی اور خود غرضی اور خود اپنی عورتوں کے برے اطوار) صریح نشانیاں دیکھ چکے تھے''۔ (سورۃ یوسف آیت ۳۵)

اس کے بعد انہوں نے سات برس تک حضرت یوسف علیہ السلام کو قید رکھا اور عکرمہؒ سے بھی ایسے ہی منقول ہے کہ آپ سات سال تک قید میں رہے۔

یوسف علیہ السلام کے قید خانہ میں ساتھی:

جب یوسف علیہ السلام کو جیل میں بند کر دیا گیا تو ان کے ساتھ بادشاہ مصر ایان بن ولید کے دو غلام بھی جیل میں قید کر دیئے گئے تھے ان میں ایک شاہی باورچی تھا اور دوسرا بادشاہ کا ساقی (اسے شراب پیش کرنے والا) سدی نے ان کی قید کا سبب یہ بتایا ہے کہ

بادشاہ کو یہ خبر پہنچی کہ باورچی کھانے میں اسے زہر دینا چاہتا ہے اور یہ ساقی اسے اس کام پر آمادہ کرنے والا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے غضب ناک ہو کر دونوں کو قید کر دیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ

''قید خانے میں دو غلام اور بھی اس کے ساتھ داخل ہوئے''۔ (سورۃ یوسف آیت ۳۶)

قیدیوں کا یوسف علیہ السلام سے خواب بیان کرنا:

سدی کہتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میں خواب کی تعبیر جانتا ہوں تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا ''ذرا اس عبرانی غلام کا امتحان تو لو'' چنانچہ ان دونوں نے جھوٹ موٹ کا ایک خواب گھڑا اور اس کی تعبیر دریافت کی باورچی نے کہا: ''میں نے خواب میں دیکھا ہوں کہ میں نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں اور ان میں سے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں''۔

اور دوسرے نے کہا ''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں انگور سے شراب نچوڑ رہا ہوں''۔

اور درخواست کی کہ ''اے یوسف! ہم کو ہمارے خواب کی تعبیر بتا دے کیونکہ ہم تجھے نیک آدمی سمجھتے ہیں''۔

یوسف علیہ السلام کی سماجی خدمات:

ایک شخص نے حضرت ضحاکؒ سے دریافت کیا ''ان قیدیوں نے آپؑ کی کیا نیکی دیکھی تھی جو یہ کہا کہ ہم آپ کو نیک شخص سمجھتے ہیں''۔

تو انہوں نے فرمایا کہ ''جب جیل کا کوئی آدمی بیمار ہو جاتا تو آپؑ اس کی عیادت کرتے اور کوئی محتاج ہوتا تو اس کے لیے چندہ جمع کرتے اور کسی کی جگہ تنگ ہوتی تو آپ اس کے لیے جگہ چھوڑ دیتے تھے''۔

یوسف علیہ السلام کی حکمت تبلیغ:

یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ''جیل کا کھانے آنے سے پہلے میں تمہیں تمہارے خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا تعبیر بتانے میں تاخیر کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان میں سے ایک خواب کی تعبیر پسندیدہ نہیں تھی اس لیے آپ انہیں بتانا نہیں چاہتے تھے لہذا آپ نے ان کو ذہنی طور پر مصروف رکھنے کے لیے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے توحید کی تبلیغ شروع کر دی۔ آپ نے ان سے پوچھا اے میرے قید خانہ کے ساتھیو: ''کیا بہت سے معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب سے بہتر اور زبردست ہے''۔

یوسف علیہ السلام کا خواب کی تعبیر بتانا:

یوسف علیہ السلام کے ٹالنے کے باوجود جب وہ دونوں تعبیر کے معاملہ میں نہ ٹلے تو آپ نے ان کے خواب کی تعبیر ارشاد فرمائی چنانچہ فرمایا: ''تم میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا یہ اس شخص کی تعبیر ہے جس نے دیکھا کہ وہ انگور سے شراب نچوڑ رہا ہے جب کہ تم میں سے دوسرا سولی چڑھ جائے گا اور پرندے نوچ نوچ کر اس کا گوشت کھائیں گے۔

جب انہوں نے اپنے خواب کی تعبیر سنی تو کہنے لگے کہ ہم نے تو کوئی خواب نہ دیکھا تھا۔ (ہم تو بس دل لگی کر رہے تھے)

اللہ کے نبی کا فرمان:

علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ دو جوان جو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تعبیر لینے کے لیے آئے

تھے ان کا مقصود صرف امتحان لینا تھا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے خواب کی تعبیر ارشاد فرمادی تو انہوں نے کہا کہ ہم تو صرف دل لگی کر رہے تھے ہم نے تو کوئی خواب نہ دیکھا تھا۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بات تم دریافت کرتے ہو اب تو اس کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ (اور وہ میں نے تمہیں سنا دیا ہے)

غیر اللہ سے مدد مانگنا:

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے ''ساقی'' سے جس کے بارے میں آپ کو گمان تھا کہ یہ رہا ہو جائے گا فرمائش کی کہ اپنے آقا کے پاس میرا تذکرہ کر دیجیو اور اسے بتانا کہ مجھے ظلماً قید کیا گیا ہے۔

چنانچہ شیطان نے یوسف علیہ السلام کو اپنے رب کا ذکر کرنا بھلا دیا یعنی شیطان کی جانب سے حضرت یوسف علیہ السلام پر یہ غفلت طاری کر دی گئی۔

مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام نے ساقی سے فرمایا کہ اپنے بادشاہ کے سامنے میرا تذکرہ کرنا تو آواز آئی کہ تم نے میرے سوا کسی کو کام کے لیے کیوں کہا لہٰذا اب تمہاری قید کا زمانہ ہم مزید لمبا کر دیں گے۔ یوسف علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مصیبتوں کی کثرت سے میرے دل پر پریشانی طاری ہوگئی تھی جس کی وجہ سے میری زبان سے یہ کلمہ نقل گیا۔ ہلاکت ہو میرے بھائیوں کے لیے (کہ وہ اس پریشانی کا سبب بنے)

عکرمہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یوسف علیہ السلام نے وہ کلمہ نہ کہا ہوتا یعنی جس میں دوسرے شخص سے انہوں نے رہائی کی درخواست کی تھی تو وہ اتنی لمبی مدت قید میں نہ رہتے۔

ابو ہذیل صنعانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت وہب کو یہ کہتے سنا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ ابتلاء یوسف علیہ السلام کی مدت اسیری اور بخت نصر کا زمانہ ایک جتنا ہی ہے۔ (سات سال)

بادشاہ کا خواب:

اس کے بعد بادشاہ مصر نے ایک خوفناک خواب دیکھا۔

سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ مصر کو ایک ڈراؤنا خواب دکھایا۔ اس نے خواب دیکھا کہ ''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور اناج کی سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سات سوکھی''۔ اے اہل دربار! مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خوابوں کا مطلب سمجھتے ہو''۔

اگلے روز اس نے تمام جادوگروں' کاہنوں' اٹکل لگانے والوں اور قیافہ شناسوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ خواب ذکر کیا (جب ان سے کچھ نہ بن پڑا) تو کہنے لگے کہ یہ تو یوں ہی پریشان خیالات ہیں اور ہم اس قسم کے پریشانی والے خوابوں کی تعبیر سے واقف نہیں''۔

ان دو قیدیوں میں سے جو رہا ہو گیا تھا اب ایک مدت کے بعد اس کو یوسف کی بات یاد آئی اس نے کہا کہ میں تم کو اس خواب کی تعبیر بتائے دیتا ہوں تم ذرا قید خانہ تک جانے کی مجھ کو اجازت دو چنانچہ انہوں نے اس غلام کو یوسف کی خدمت میں بھیج دیا وہاں جا کر اس نے عرض کیا اے یوسف اے صدیق! اس خواب کی تعبیر تو ہم کو بتا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دبلی گائیوں کو کھا رہی

ہیں اور سات بالیں سبز ہیں اور سات خشک۔ یہ خواب بادشاہ نے دیکھا ہے۔

سدی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ قید خانہ شہر سے باہر تھا اس لیے اس ساقی نے جانے کی اجازت مانگی تھی۔

بادشاہ کے خواب کی تعبیر:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق سات موٹی گائیوں سے مراد سات سال تھے جن میں پیداوار خوب ہوگی اور سات دبلی گائیوں سے مراد خشکی اور قحط سالی کے سات سال مراد تھے اسی طرح سات سبز شاخوں سے سات سرسبزی کے سال اور سات خشک بالیوں سے سات خشکی کے سال مراد تھے۔

یوسف علیہ السلام کی دربار شاہی میں جانے کی شرط:

جب وہ ساقی یوسف علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر دربار میں لے کر حاضر ہوا اور ساری تعبیر بادشاہ کو سنائی تو بادشاہ کو احساس ہو گیا کہ واقعی یوسف علیہ السلام کی بات سچی ہے چنانچہ اسی وقت اس نے حکم دیا کہ انہیں میرے پاس لایا جائے۔

سدی کہتے ہیں کہ جب بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر سنی تو انہیں اپنے پاس آنے کا حکم دیا جب بادشاہ کا قاصد آپ کو بلانے کے لیے آیا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ''تو اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا اصل قصہ کیا ہے جنہوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بے شک میرا پروردگار ان کی فریب کاریوں سے خوب واقف ہے۔

سدی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے سامنے اپنی برأت سامنے کیے بغیر اس دن قید سے نکل جاتے تو عزیز مصر کے دل میں ساری زندگی شبہ رہتا کہ یوسف علیہ السلام ہی نے شاید میری بیوی کو پھانسنے کی کوشش کی ہو۔

شاہ مصر کا عورتوں کو بلانا:

جب قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کا پیغام لے کر بادشاہ کے پاس پہنچا تو اس نے سب عورتوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا ''جب تم یوسف علیہ السلام کو اپنی خواہش کے لیے آمادہ کر رہی تھیں تو تمہارے اس واقعہ کی صحیح حقیقت کیا ہے''۔

سدی کہتے ہیں کہ جب بادشاہ نے ان سے سوال کیا تو وہ کہنے لگیں ''خدا پاک کی قسم ہم کو یوسف علیہ السلام میں ذرا سی بھی کوئی برائی کی بات معلوم نہیں ہوئی''، لیکن عزیز مصر کی بیوی نے ہمیں خود بتایا تھا کہ ''اس نے یوسف علیہ السلام کو اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے پھسلایا تھا اور یوسف علیہ السلام اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا'' جب عزیز مصر کی بیوی نے یہ سنا تو کہنے لگی ''اب جب کہ بات کھل چکی ہے تو میں بتاتی ہوں کہ میں نے ہی یوسف علیہ السلام کو اپنی آگ بجھانے کے لیے آمادہ کرنا چاہا تھا اور بلاشبہ وہ پاک دامن ہے''۔

یوسف علیہ السلام کے انکار کی وجہ:

جب یوسف علیہ السلام کو اس سارے واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا میرا قاصد کو انکار کرنا اور عورتوں کے معاملہ میں تحقیق کرنے کا مطالبہ اس وجہ سے تھا کہ میرے آقا یعنی اطفیر (عزیز مصر) کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی

اور نیز اسے معلوم ہو جائے کہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو خدا چلنے نہیں دیتا۔

یوسف علیہ السلام کی منکسر المزاجی:

عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ جب سارا واقعہ ہو چکا یعنی بادشاہ نے ان عورتوں سے اس سارے واقعہ کی حقیقت پوچھی اور عورتوں نے کہا ''حاش للہ' ہم نے تو اس میں بدی کا شائبہ تک نہ پایا''۔ (سورۃ یوسف آیت ۵۱)

اور عزیز مصر کی بیوی نے یہ سن کر کہا ''اب حق کھل چکا ہے' وہ میں ہی تھی جس نے اس کو پھسلانے کی کوشش کی تھی' بے شک وہ بالکل سچا ہے''۔ (سورۃ یوسف آیت ۵۱)

اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ''اس سے میری غرض یہ تھی کہ (عزیز) یہ جان لے کہ میں نے در پردہ اس کی خیانت نہیں کی تھی' اور یہ کہ جو خیانت کرتے ہیں ان کی چالوں کو اللہ کامیابی کی راہ پر نہیں لگاتا''۔ (سورۃ یوسف آیت ۵۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ بات سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا ''اور کہا اس دن بھی آپ سے کوئی لغزش نہ ہوئی تھی جب آپ کے دل میں اس کی جانب سے غیر ارادی میلان ہوا تھا''۔

اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ''میں کچھ اپنے نفس کی برأت نہیں کر رہا ہوں' نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے الا یہ کہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو' بے شک میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے''۔

شاہ مصر کا یوسف علیہ السلام کو اپنے خاصوں میں شمار کرنا:

جب بادشاہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ظاہر ہو گئی اور آپ کی امانت داری واضح ہو گئی تو اس نے کہا ''اب آپ ہمارے ہاں قدر و منزلت رکھتے ہیں اور آپ کی امانت پر پورا بھروسہ ہے''۔ (سورۃ یوسف آیت ۵۴)

یوسف علیہ السلام خزانوں کے امین:

جب یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر کا یہ رویہ دیکھا تو یوسف علیہ السلام نے لوگوں کے فائدہ کے پیش نظر یہ کہا ''ملک کے خزانے میرے سپرد کیجیے' میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں''۔ (سورۃ یوسف آیت ۵۵)

ابن زیدؒ ''اجعلنی علی خزائن الارض'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ فرعون (شاہان مصر کی لقب) کی ملکیت میں غلے کے علاوہ بھی اور بہت سے خزانے تھے اس نے وہ سب کے سب آپ کے سپرد کر دیئے اور خزانوں پر آپ کا حکم چلنے لگا۔

شیبہ ضبی کہتے ہیں کہ ''مجھے اس ملک کے خزانوں پر مامور کر دو'' کا مطلب یہ ہے کہ غلوں کی نگرانی اور حفاظت کا کام میرے سپرد کر دو اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ: ''انی حفیظ علیم'' بے شک میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔

یعنی جو خزانے اور اموال میرے سپرد ہوں گے ان کی حفاظت کروں گا اور قحط سالی کا علم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے حاصل ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے آپ کو یہ منصب اسی وقت عطا کر دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب بادشاہ سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا مجھے اس ملک کے خزانے پر مامور کر دے کیونکہ میں ایک اچھا محافظ اور اچھا واقف کار ہوں تو بادشاہ نے کہا آپ کی بات مجھے منظور ہے تو کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے اطفیر (عزیز مصر) کو معزول کر کے آپ کو اس کی جگہ عزیز مصر مقرر کر دیا۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے:

ترجمہ: ''اس طرح ہم نے اس سرزمین میں یوسف کے لیے اقتدار کی راہ ہموار کی۔ وہ مختار تھا کہ اس میں جہاں چاہے اپنی جگہ بنائے۔ ہم اپنی رحمت سے جسے چاہتے ہیں نوازتے ہیں نیک لوگوں کا اجر ہمارے ہاں مارا نہیں جاتا''۔

(سورۃ یوسف آیت ۵۶)

یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے باقی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ انہی دنوں میں اطفیر (عزیز مصر) کا انتقال ہوگیا اور بادشاہ مصر یعنی ریان بن ولید نے اس کی بیوی راعیل کا نکاح یوسف علیہ السلام سے کر دیا۔

جب وہ آپؑ کے پاس آئی تو آپؑ نے فرمایا کیا اس طرح ہمارا جمع ہونا اس سے بہتر نہیں جو طریقہ تم نے اختیار کیا تھا؟

عزیز مصر نامرد تھا:

کہا جاتا ہے کہ اسی عورت نے جواب میں کہا اے راست باز انسان! تم مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ جب تم دیکھ رہے ہو کہ میں ایک حسین وجمیل عورت ہوں اور مال و دولت کی فراوانی میں پلی ہوں جب کہ میرا خاوند ''نامرد'' تھا اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے اتنا حسین و جمیل جان وجسم عطا کیا ہے اس وجہ سے میں اپنے نفس سے مغلوب ہوگئی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ یوسف علیہ السلام کے پاس آنے تک کنواری تھی۔ اس کے بطن سے یوسف علیہ السلام کے دولڑکے افرائیم اور منشا پیدا ہوئے۔

سدی کہتے ہیں کہ بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو مصر کا والی (گورنر ملک) بنا دیا اور آپ ہی امور سلطنت انجام دینے لگے۔ تمام تجارت اور خرید وفروخت کے معاملات آپ ہی کے زیر نگرانی طے پاتے تھے۔

قحط سالی سے بچنے کی تدبیر:

جب یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزانوں پر مکمل اختیار وقدرت حاصل ہوگئی اور آپ کا عہدہ پختہ ہوگیا تو اس وقت سرسبزی والے سات سال گزر رہے تھے اس دوران آپ نے یہ تدبیر کی کہ لوگوں کو حکم دیا کہ جو اناج کاشت کیا جائے کاٹنے کے بعد اسے بالیوں (سٹوں) میں ہی رہنے دیں۔ اسی تدبیر کے دوران قحط سالی کا آغاز ہوگیا اور لوگوں کا قحط کے مارے برا حال ہوگیا۔

فلسطین میں قحط:

اس ہولناک قحط سالی کی لپیٹ میں آنے والے علاقے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا مسکن فلسطین بھی شامل تھا لہٰذا آل یعقوبؑ کو بھی اس شکایت کا سامنا کرنا پڑا یہ دیکھ کر یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو غلہ حاصل کرنے کے لیے مصر بھیجا۔

بقول سدی اس قحط نے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا حتیٰ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بستیوں تک پہنچ گیا اس بناء پر انہوں نے اپنے بیٹوں کو مصر بھیجا سوائے بنیامین کے۔

برادران یوسف علیہ السلام مصر میں:

جب برادران یوسف علیہ السلام دربار میں پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو فوراً پہچان لیا مگر وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے آپ نے انہیں دیکھنے پر پوچھا کہ تم لوگوں کا کیا معاملہ ہے؟ تم لوگ پہلے اپنا تعارف کراؤ کیونکہ میں تم لوگوں کو اجنبی محسوس کرتا ہوں۔

بھائیوں نے کہا ہم لوگ ملک شام سے آئے ہیں۔

آپ نے پوچھا: تم یہاں کیوں آئے ہو۔

انہوں نے کہا ہم اناج اور غلے کے حصول کے لیے آئے ہیں۔

یوسف علیہ السلام نے ان کا جواب سن کر فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم مجھے جاسوس معلوم ہوتے ہو۔ تمہاری تعداد کتنی ہے؟

انہوں نے کہا کہ ہم دس ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ تم دس نہیں بلکہ دس ہزار ہو۔ تم میں سے ہر ایک ہزار آدمیوں کا سردار ہے لہٰذا سچی بات بتاؤ۔

انہوں نے کہا ''ہم سب بھائی ہیں اور ایک انتہائی نیک شخص کی اولاد ہیں۔

اور اپنا تعارف کرانے لگے' ہم بارہ بھائی تھے' ہمارے ایک بھائی سے ہمارے والد صاحب کو بہت محبت تھی۔ ایک مرتبہ وہ ہمارے ساتھ جنگل میں گیا تو وہیں ہلاک ہوگیا وہ ہم سب بھائیوں میں ہمارے والد محترم کو زیادہ محبوب تھا۔

یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ اس کے بعد تمہارے والد کو کس سے تسکین ملتی ہے؟

انہوں نے جواب دیا:

''ہمارا ایک بھائی ہے جو ہلاک شدہ بھائی سے بھی چھوٹا ہے اور اس کا ماں جایا ہے''۔

یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو طلب کرنا:

یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ''میں تمہاری اس بات پر کیسے یقین کرلوں کہ تمہارا والد بڑا نیک ہے جب کہ وہ تم میں سب سے چھوٹے بھائی سے محبت کرتا ہے اور بڑوں سے نہیں۔ اچھا اب تم ایسا کرو کہ اس بھائی کو میرے پاس لاؤ کہ میں بھی اسے دیکھوں اگر آئندہ تم میرے پاس اس بھائی کو لے کر نہ آئے تو تمہارے لیے نہ میرے پاس غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا''۔

برادران یوسف علیہ السلام نے کہا ''ہم اس کو اپنے والد صاحب سے حاصل کرنے کی کوشش کریں کہ بلکہ یقین مانو کہ ہم اس کام کو ضرور کرلیں گے''۔

یوسف علیہ السلام نے کہا: ''اچھا تم ایسا کرو کہ کوئی ایک بھائی میرے پاس بطور گروی (رہن) چھوڑ جاؤ تاکہ تمہاری واپسی کا مجھے یقین ہو جائے۔

☆ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب لوگوں کی یہ پریشانی دیکھی تو آپ کے دل میں ان کی ہمدردی پیدا ہوگئی اور آپ لوگوں میں غلہ تقسیم کرنے لگے مگر آپ ایک شخص کو ایک اونٹ سے زیادہ غلہ نہ دیتے تھے تاکہ سب لوگوں میں غلہ برابر تقسیم ہو جائے اور سب لوگوں کو آسانی سے غلہ مل سکے۔

اسی دوران آپ کے بھائی اناج کی تلاش میں مصر پہنچے یوسف علیہ السلام نے تو انہیں فوراً پہچان لیا مگر وہ آپ کو نہ پہچان سکے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔ یوسف علیہ السلام نے ہر بھائی کے لیے ایک اونٹ غلہ دینے کا حکم فرمایا اور ان سے فرمایا کہ تم اپنے باپ شریک بھائی کو بھی ساتھ لے کر آنا تاکہ تمہیں ایک اونٹ غلہ زیادہ مل سکے' کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پیمانہ بھی پورا کرتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز بھی ہوں' لہٰذا میں تمہاری خیر خواہی کروں گا لیکن اگر تم سوتیلے بھائی کو ساتھ نہ لائے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی غلہ نہ ہوگا اور میرے شہروں کے قریب بھی مت آنا''۔

یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک:

یوسف علیہ السلام نے اپنے کارندوں (ناپ ناپ کر غلہ دینے پر مامور) کو حکم دیا کہ ان کی رقم انہی کے سامان واسباب میں رکھ دو۔

سدی کہتے ہیں کہ جب برادران یوسف اپنے والد کی خدمت میں واپس پہنچے تو کہنے لگے اے ابا جان! شاہ مصر نے ہمارا اس قدر اکرام واعزاز کیا ہے کہ اگر کوئی اور اس کی جگہ ہوتا تو ہمارا اس قدر اکرام واعزاز نہ کرتا۔ اور اس نے ہمارے بھائی شمعون کو اپنے پاس بطور گروی رکھ لیا ہے اور کہا ہے کہ اپنے اس بھائی کو ہمارے پاس لاؤ جو تمہارے ہلاک شدہ بھائی کے بعد تمہارے والد کا منظور نظر ہے ورنہ تم میرے پاس نہ آنا اور نہ ہی میرے پاس تمہارے لیے غلہ ہے۔

عزیز مصر کے مطالبہ پر یعقوب علیہ السلام کا جواب:

عزیز مصر کا مطالبہ جب برادران یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کو آن کر بتایا تو انہوں نے جواب دیا:

''کیا میں اس کے معاملہ میں بھی تم پر ویسا ہی بھروسہ کروں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے معاملہ میں کر چکا ہوں؟

اللہ ہی بہتر محافظ ہے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے''۔ (سورۃ یوسف آیت ۶۴)

اس کے بعد یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: جب تم شاہ مصر کے پاس پہنچو تو اسے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ہمارے والد آپ کے اس تعاون واحسان کے بدلہ میں آپ کے حق میں دعا کرتے ہیں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب برادران یوسف علیہ السلام اپنے والد کے پاس فلسطین واپس پہنچے اور مجھے بعض اہل علم نے بتایا ہے کہ ان کا ٹھکانہ فلسطین کے علاقے ''العربات'' میں تھا جو شام کا نشیبی علاقہ ہے۔

اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ ''الاوج'' نامی علاقہ میں رہتے تھے جو فلسطین کا قریبی پہاڑی علاقہ ہے اور آپ کے پاس بہت سے اونٹ اور بکریاں تھیں۔

جب برادران یوسف علیہ السلام اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا اے ابا جان! ہم پر ہمارے اونٹوں کے بوجھ سے زیادہ غلہ لادا گیا ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو صرف ایک غلہ ملا ہے لہٰذا آپ ہمارے ساتھ بنیامین کو بھیج دیجیے تاکہ وہ اپنے لیے الگ سے غلہ لے کر آئے ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا: ''میں بنیامین کے معاملہ میں تمہارا اعتبار نہیں کر سکتا مگر ہاں ویسا ہی جیسا اب سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کر چکا ہوں۔ پس خدا سب سے بہتر نگہبان ہے اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

برادران یوسف کا متعجب اور حیران ہونا:

جب یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے وہ سامان کھولا جو مصر سے لائے تھے تو دیکھا کہ جو رقم انہوں نے بطور قیمت ادا کی تھی انہیں لوٹا دی گئی ہے تو اپنے والد سے کہنے لگے ''اے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے ہمارے غلہ کی قیمت بھی ہمیں لوٹا دی گئی ہے اس دفعہ اپنے گھر والوں کے لیے اور غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی پوری حفاظت کریں گے۔ اور اس بھائی کے لیے مزید ایک اونٹ کا غلہ لائیں گے۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ "نزداد کیل بعیر" کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ ملتا تھا انہوں نے کہا ہمارے بھائی کو بھی ہمارے ہمراہ بھیجیں تاکہ ایک اونٹ کا مزید غلہ مل جائے۔

مگر ابن جریج نے مجاہدؒ سے نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک گدھے کے بوجھ کے برابر غلہ ہم لائیں گے اور یہ بھی ایک لغت ہے حارث کہتے ہیں کہ قاسم نے فرمایا حضرت مجاہد کی مراد یہ ہے کہ گدھے کو بعض لغات میں ''بعیر'' کہتے ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کا بنیامین کو بھیجنا:

بیٹوں کی یہ بات سن کر یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ''میں اس کو ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کے نام سے مجھ کو پیمان نہ دو کہ اسے میرے پاس ضرور واپس لاؤ گے الا یہ کہ تم گھیر ہی لیے جاؤ''۔ (سورۃ یوسف آیت ۶۶)

یعنی اگر تم سب ہلاک ہو جاؤ تب تم بنیامین کو لانے میں معذور سمجھے جاؤ گے۔

جب انہوں نے اس کو اپنے اپنے پیمان دے دیے تو اس نے کہا ''دیکھو ہمارے اس قول پر اللہ نگہبان ہے''۔

جب انہوں نے بنیامین کو اپنے دیگر بیٹوں کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی تو انہوں نے وصیت کی کہ ''شہر کے ایک ہی دروازے سے اکٹھے داخل نہ ہوں کہیں نظر نہ لگ جائے کیونکہ وہ سب حسین و جمیل اور عمدہ قد و قامت والے تھے اور فرمایا کہ مختلف دروازوں سے داخل ہوں''۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہونا یہ بات حضرت یعقوبؑ نے اس وجہ سے فرمائی تھی کہ وہ سب خوبصورت اور حسین و جمیل تھے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں انہیں نظر نہ لگ جائے۔ قرآن میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''پھر یعقوب نے کہا: میرے بچو! مصر کے دارالسلطنت میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے جانا۔ مگر میں اللہ کی مشیت سے تم کو بچا نہیں سکتا' حکم اس کے سوا کسی کا بھی نہیں چلتا اس پر میں نے بھروسہ کیا اور جس کو بھی بھروسہ کرنا ہو اسی پر کرے اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ جب وہ اپنے باپ کی ہدایت کے مطابق شہر میں (متفرق دروازوں سے) داخل ہوئے تو اس کی یہ احتیاطی تدبیر اللہ کی مشیت کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہ آ سکی۔ ہاں بس یعقوبؑ کے دل میں جو کھٹک تھی اسے دور کرنے کے لیے اس نے اپنی سی کوشش کر لی' بے شک وہ ہماری دی ہوئی تعلیم سے صاحب علم تھا مگر اکثر لوگ معاملہ کی حقیقت کو جانتے نہیں ہیں''۔ (سورۃ یوسف آیت ۶۷۔۶۸)

برادران یوسف علیہ السلام پھر یوسف علیہ السلام کے سامنے:

جب برادران یوسف ان کے پاس دوبارہ پہنچے تو انہوں نے اپنے حقیقی بھائی (بنیامین) کو اپنے پاس ٹھہرایا:

''یہ لوگ یوسفؑ کے حضور پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس الگ بلا لیا اور اسے بتا دیا کہ میں تیرا وہی بھائی ہوں (جو کھو گیا تھا) اب تو ان باتوں کا غم نہ کر جو یہ لوگ کرتے رہے ہیں''۔ (سورۃ یوسف آیت ۶۹)

چنانچہ سدی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ فوراً اپنے بھائی کو پہچان گئے' سب بھائیوں کی مہمان نوازی کی اور انہیں خوب کھلایا پلایا اور جب رات کا وقت ہوا تو آپ نے ان کے لیے بستروں کا انتظام کیا اور فرمایا کہ دو دو بھائی ایک بستر پر آرام کریں جب

اکیلے بنیامین رہ گئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرے ساتھ میرے بستر پر سوئے گا چنانچہ بنیامین نے رات آپ کے ساتھ گزاری ساری رات یوسف اپنے بھائی کی خوشبو سونگھتے رہے اور انہیں اپنے سینے سے چمٹائے رکھا یہاں تک کہ صبح ہوگئی یہ منظر دیکھ کر روبیل نے کہا اگر ہم اس شخص سے بچ گئے تو اس کے مثل کوئی شخص نہیں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب برادران یوسف ان کے پاس پہنچے تو ان سے کہا کہ یہ ہمارا وہ بھائی ہے جس کے لانے کا آپ نے ہمیں حکم دیا تھا ہم اسے لے آئے ہیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ سن کران کی تحسین وتصویب کی اور کہا کہ عنقریب میرے ہاں سے تمہیں اس کا اچھا صلہ دیا جائے گا۔

پھر آپ نے ان سے فرمایا میں تمہیں شریف اور معزز افراد سمجھتا ہوں اور میں تمہارا اکرام کرنا چاہتا ہوں چنانچہ آپ نے اپنے مہمان خانے میں دو آدمیوں کو بلا کر انہیں ہدایت کی کہ دو دو آدمیوں کو علیحدہ علیحدہ جگہ کی رہائش دیں اور ان کا خوب اکرام اور مہمان نوازی کریں۔

اس کے بعد آپ نے بھائیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ نوجوان جسے تم لائے ہو اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہیں ہے لہٰذا اسے میں اپنے ساتھ ملا لیتا ہوں اس طرح تمام بھائیوں کو دو دو کر کے الگ الگ جگہوں میں ٹھہرایا اور اپنے حقیقی بھائی کو اپنے ساتھ ٹھہرایا جب دونوں الگ ہوئے تو آپ نے فرمایا میں تمہارا بھائی یوسف ہوں لہٰذا ان سوتیلے بھائیوں نے اب سے پہلے جو ہمارے ساتھ کیا ہے تم اس سے غم زدہ نہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا اچھا صلہ عطا فرمایا ہے اور جو بات میں نے تم کو بتائی ہے اپنے بھائیوں کو مت بتانا اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں بیان فرمایا ہے:

''یہ لوگ یوسفؑ کے حضور پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس الگ بلا لیا اور اسے بتا دیا کہ میں تیرا وہی بھائی ہوں (جو کھو گیا تھا) اب تو ان باتوں کا غم نہ کر جو یہ لوگ کرتے رہے ہیں''۔

بنیامین کو روکنے کی یوسفی ترکیب:

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے اونٹوں کو غلے سے لدوا دیا تو ان کا سامان پورا پورا دے دیا اور ان کی حاجت پوری کر دی تو چپکے سے وہ برتن جس سے غلہ ناپ کر دیتے تھے اس ''صواع'' بھی کہا جاتا ہے اپنے بھائی بنیامین کے سامان میں رکھ دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''صواع'' اور ''سقایہ'' دونوں مترادف لفظ ہیں یعنی وہ برتن جس میں پانی پیا جاتا ہے وہ آپ نے اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا یعنی اس انداز سے رکھا کہ اس کے متعلق کسی کو علم نہ ہوا۔ سدی کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی روانگی کے وقت ان کا سامان تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا یعنی اس انداز سے رکھا کہ اس کے متعلق کسی کو علم نہ ہوا۔

برادران یوسف علیہ السلام کے قافلہ کو روکنا:

جب ان بھائیوں کا قافلہ روانہ ہونے لگا تو شاہی خدمت گاروں میں سے ایک نے پکارا ''یقیناً تم لوگ چور ہو'' ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ہر ایک بھائی کو الگ الگ اونٹ پر سامان لاد کر دیا اور اسی طرح بنیامین کو بھی الگ اونٹ پر سامان لاد کر دیا اس کے بعد حکم دیا کہ ان کے پانی پینے کا برتن جس کے بارے میں مشہور ہے کہ چاندی کا تھا ان کے بھائی بنیامین کے

کجاوے میں رکھ دیا جائے اور انہیں جانے دیا جائے یہاں تک کہ جب وہ بستی سے دور نکل گئے تو انہیں روکنے اور واپس لانے کا حکم دے دیا ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ اے قافلہ والو! یقیناً تم لوگ چور ہو ٹھہر جاؤ اتنے میں بادشاہ کا قاصد بھی ان تک پہنچ گیا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے ان بھائیوں سے کہا: کیا ہم نے انتہائی اکرام کے ساتھ تمہاری مہمان نوازی نہیں کی؟ تمہیں تمہارا غلہ پورا پورا نہیں دیا؟ تمہیں اچھا ٹھکانا نہیں دیا؟ اور کیا ہم نے تمہارے ساتھ خاص اکرام کا برتاؤ نہیں کیا؟ جو ہم دوسروں کے ساتھ نہیں کرتے' اور تمہیں ہم نے اپنے ذاتی مکان میں نہیں ٹھہرایا؟ تو کیا تمہارے ذمہ ہماری حرمت کا پاس ولحاظ نہیں تھا؟ ان لوگوں نے کہا کیوں نہیں لیکن آخر ہوا کیا؟ قاصد نے کہا کہ بادشاہ کا پانی پینے کا پیالہ نہیں مل رہا اور تمہارے سوا کسی پر شک نہیں کیا جا سکتا قافلہ والوں نے کہا کہ بخدا تم جانتے ہو ہم اس ملک میں فساد کی غرض سے نہیں آئے اور نہ کبھی چوری ہمارا شیوہ تھا۔ اور یہ بات انہوں نے اس وجہ سے کہی کہ غلہ کی قیمت جو پچھلی مرتبہ ان کے سامان میں رکھ دی گئی تھی وہ انہوں نے اس مرتبہ یوسف کو لوٹا دی تھی گویا انہوں نے کہا کہ اگر ہم چوری کرتے تو وہ پہلی والی قیمت واپس نہ لوٹاتے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے جواب دینے کی وجہ یہ تھی کہ ان اہل قافلہ والوں کے متعلق یہ بات عام طور پر معروف تھی کہ دوسروں کی چیزوں کو بالکل نہ چھیڑتے تھے۔ بہرحال ان کا یہ جواب سن کر شاہی خدمت گاروں نے کہا اچھا تو جس نے چوری کی ہو اس کی سزا کیا ہونی چاہیے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہماری شریعت میں اس کی سزا یہ ہے کہ اسے اس شخص کے سپرد کر دیا جائے جس کی اس نے چوری کی ہے اور وہ شخص اس کو غلام بنا لے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قالو فما جزاؤه ان کنتم کاذبین قالو اجزاؤه من وجد فی رحله فهو جزاؤه ﴾

ترجمہ ''خدمت گاروں نے کہا اچھا اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو چور کی کیا سزا ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے سامان میں وہ برتن پایا جائے وہ ہی اس کا بدلہ ہو''۔

سدی فرماتے ہیں کہ یعنی تم اسے پکڑ سکتے ہو وہ تمہارا غلام ہوگا۔

برادران یوسف کے سامان کی تلاشی:

اب حضرت یوسف علیہ السلام نے تلاشی شروع کی اور بنیامین کی بوری سے پہلے اپنے دوسرے بھائیوں کی بوریوں میں تلاش کرنا شروع کیا۔ اور آخرکار اپنے بھائی کی بوری میں اسے برآمد کر لیا۔ انہوں نے ان کی تلاشی کو مؤخر کیا تھا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یوسف علیہ السلام جس بوری کی تلاشی لیتے تو پہلے استغفار کرتے اس خیال سے کہ آپ کی طرف سے ان پر چوری کی تہمت لگے۔ جب سب تلاشی ہوگئی تو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس نے کوئی چیز اٹھائی ہوگی مگر بھائی کہنے لگے کہ ایسی ہی بات ہے۔ آپ اس کی بھی تلاشی لے لیں حضرت یوسف علیہ السلام کے کارندے تو جانتے تھے کہ پیالہ انہوں نے کہاں رکھا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے اس برتن کو بھائی کی بوری سے برآمد کر لیا۔ اس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کے لیے تدبیر کی ورنہ یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو بادشاہ مصر کے قانون سے ہرگز حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

مقصد یہ ہے کہ بادشاہ مصر کے قانون کے مطابق آپ بنیامین کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس بادشاہ کا یہ قانون نہیں تھا کہ چوری کی پاداش میں چور کو غلام بنا لیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ذریعے آپ نے انہیں حاصل کر لیا۔ بنیامین کو ان کے

بھائیوں اور رفقاء نے اپنی شریعت کے فیصلے پر چلتے ہوئے اپنی طیب خاطر سے انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ بادشاہ مصر کے قانون کے مطابق تو آپ انہیں نہیں روک سکتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدبیر سمجھائی اور آپ نے اس پر عمل کیا جس سے آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

بنیامین کے سامان سے پیمانہ کی برآمدگی:

جب بھائیوں نے یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگے:

﴿ اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ﴾

ترجمہ: ''اگر بنیامین نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کا حقیقی بھائی بھی چوری کر چکا ہے''۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے نانا کا ایک بت چرا کر اسے توڑ دیا اس پر ان کے بھائی عار دلا رہے تھے۔

چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے نانا کا ایک بت چرا کر توڑ دیا تھا اور اسے راستے میں پھینک دیا تھا اس پر ان کے بھائی عار دلا رہے تھے۔

ابن ادریس کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ یہ سب بھائی کھانے پر بیٹھے تھے اچانک حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر ایک گوشت والی ہڈی پر پڑی تو آپؑ نے اس میں سے چھپا لیا اس کی وجہ سے ان کے بھائیوں نے یہ بات کہی۔

بہرحال یہ بات سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے تو کوئی بات ظاہر نہیں کی مگر اپنے جی میں چپکے سے یہ کہا تم تو چوروں سے بدتر درجہ میں ہو جو بنیامین کے بھائی پر جھوٹا الزام لگا رہے ہو خدا ان سب کو خوب جانتا ہے۔

بنیامین اور دوسرے بھائیوں میں تکرار:

سدی کہتے ہیں کہ جب بنیامین کے کجاوے سے برتن برآمد ہوا تو سب بھائیوں کی گویا کمر ٹوٹ گئی۔ اور غصہ میں آ کر بنیامین سے کہنے لگے کہ اے راحیل کی اولاد (حضرت یعقوب علیہ السلام کی اہلیہ یوسف و بنیامین کی والدہ) ہمیشہ تمہاری طرف سے ہمیں مصائب کا سامنا کرنا پڑا تم نے یہ برتن کب اٹھالیا؟ بنیامین نے کہا نہیں بلکہ راحیل کی اولاد کو ہمیشہ تم سے تکلیفیں پہنچی ہیں تم ہی نے میرے بھائی کو جنگل میں لے جا کر ہلاک کیا اور جہاں تک پیالے کا تعلق ہے۔ تو جس نے تمہارے کجاوں میں پیسے رکھے تھے اسی نے میرے کجاوے میں یہ برتن رکھ دیا یہ سن کر بھائیوں نے کہا درہم کا تذکرہ نہ کرو ورنہ سب پکڑے جائیں گے۔

برادران یوسف واپس عزیز مصر کے پاس:

اس کے بعد سب بھائی مل کر حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے آپ نے ان کے سامنے وہ برتن منگوایا اسے ہلکا سا بجایا اور اپنے کان کے قریب کر لیا۔ پھر فرمانے لگے کہ یہ برتن بتاتا ہے کہ تم بارہ بھائی تھے۔ اور تم نے اپنے ایک بھائی کو لے جا کر فروخت کر دیا جب بنیامین نے یہ سنا تو سجدہ تعظیمی بجالائے۔ اور عرض کیا کہ بادشاہ سلامت! آپ اپنے اس برتن سے پوچھئے کہ میرا وہ بھائی اس وقت کہاں ہے؟ آپ نے اسے دوبارہ بجایا اور فرمایا کہ وہ زندہ ہے اور تم اس کو عنقریب دیکھو گے بنیامین نے کہا کہ پھر میرے ساتھ جو چاہو کرو کیونکہ اگر میرے بھائی کو میرے بارے میں پتا چل گیا۔ تو وہ مجھے جلد چھڑا لے گا۔ یہ سن کر یوسف اندر چلے

گئے اور جا کر خوب روئے اور وضو کر کے باہر تشریف لائے تو بنیامین نے کہا کہ بادشاہ سلامت میں چاہتا ہوں کہ آپ اس برتن کو دوبارہ بجائیں تا کہ آپ کو صحیح صحیح بتائے کہ کس نے اسے چرایا ہے اور میرے کجاوے میں رکھا ہے۔ آپ نے اسے بجایا اور فرمایا کہ یہ برتن اس وقت غصے میں ہے اور کہتا ہے کہ تم مجھ سے کیسے سوال کرتے ہو کہ کس نے مجھے چرایا ہے جب کہ تم نے دیکھ لیا کہ میں کس کے پاس تھا۔

یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا غصہ:

کہتے ہیں کہ بنو یعقوب کو جب غصہ آتا تو ان کا سامنا کرنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ یہ منظر دیکھ کر روبیل کو غصہ آ گیا۔ اور بادشاہ سے کہا اے بادشاہ آپ ہمیں رہا کر دیں ورنہ میں ایسی چیخ ماروں گا۔ کہ مصر کی تمام حاملہ عورتیں اپنا حمل ساقط کر دیں گیں۔ اور اس وقت غصہ سے روبیل کے جسم کا بال بال کھڑا ہوا تھا۔ اور اس کے بال اس کے کپڑوں سے باہر نکل رہے تھے۔

یہ صورت حال دیکھ کر یوسف علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا روبیل کی ایک جانب میں کھڑے ہو کر اسے سدھ کر و یعنی اسے چھولو بنو یعقوب کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی غصہ میں ہوتا اور دوسرا اسے چھو لیتا تو اس کا سارا غصہ فوراً اتر جاتا اس لڑکے کے ایسا کرنے پر روبیل نے کہا یہ کون ہے؟ ایسا معلوم ہوتا کہ اس ملک میں بھی یعقوب علیہ السلام کی نسل موجود ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یعقوب علیہ السلام کون ہیں؟ یہ سن کر روبیل کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا اے بادشاہ! یعقوب کا نام نہ لے کیونکہ وہ اسرائیل اللہ بن ذبیح اللہ بن خلیل اللہ ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر تم سچ کہہ رہے ہو۔ (کہ اس ملک میں نسل یعقوب موجود ہے)

بنیامین کے بدلے ضامن:

سدی کہتے ہیں کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روک لیا اور بھائیوں کے اپنے فیصلے کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام اس کے مستحق بن گئے اور بھائیوں کو یقین ہو چلا کہ بنیامین کو چھڑانے کی اب کوئی صورت باقی نہیں ہے تو انہوں نے درخواست پیش کی کہ ان میں سے کسی ایک کو بنیامین کی جگہ رکھ لیں اور اسے رہا کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ ''اے عزیز مصر اس بنیامین کا باپ بہت بوڑھا ہے۔ سو اس کی جگہ تو ہم میں سے کسی اور کو روک لے ہم تجھ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں''۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا ''پناہ خدا کہ ہم اس کو چھوڑ کر جس کے پاس ہم نے اپنا مسروقہ مال پایا ہے کسی اور کو گرفتار کر لیں ایسا کریں تو ہم بڑے بے انصاف قرار پائیں گے کہ مجرم کو چھوڑ کر بے گناہ کو قید کر لیں۔

شمعون کا مصر میں ہی رک جانا:

جب یوسف علیہ السلام کے بھائی اس سے ناامید ہو گئے کہ یوسف علیہ السلام ان کی درخواست قبول کر کے بنیامین کو چھوڑ دیں گے اور ان کی جگہ کسی دوسرے بھائی کو بھی قبول نہ کریں گے۔ تو اس وقت بڑے بھائی جس کا نام روبیل یا شمعون تھا نے دوسرے بھائیوں سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ بنیامین کو واپسی پر ضرور ساتھ لانا سوائے اس کے کہ تم ہی گھیر لیے جاؤ۔ (تو پھر عذر ہے) اور اس سے پہلے بھی تم یوسف کے معاملے میں کوتاہی کر چکے ہو لہٰذا میں تو اس زمین سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک (میرا والد مجھے اجازت نہ دے کہ چلو بنیامین کو یہیں رہنے دو اور تم خود آ جاؤ یا جن لوگوں نے میرے بھائی کو

روکا ہے اللہ تعالیٰ میرے لیے ان سے لڑنے کا فیصلہ فرما دے) تم سب اپنے ماں باپ کے پاس واپس جاؤ اور اسے کہو کہ بلاشبہ تیرے بیٹے (بنیامین) نے چوری کی ہے (اور اس جرم کے بدلے ہم نے اسے شاہ مصر کے حوالے کیا) ہم نے وہی بیان کیا ہے جو کچھ ہم نے دیکھا اس لیے کہ ظاہری طور پر بادشاہ کا پیالہ اسی کے کجاوے میں سے نکلا تھا باقی کسی پوشیدہ معاملہ میں ہم نگہبان نہیں۔ نیز یہ کہ آپ اس بستی کے لوگوں سے دریافت کر لیں۔ جہاں ہم تھے اور ان کے قافلہ والوں سے بھی پوچھ لیں جن کے ساتھ ہم آئے ہیں وہ لوگ آپ کو حقیقت سے آگاہ کریں گے۔

بیٹوں کا یعقوب علیہ السلام کو مصر کے واقعہ سے مطلع کرنا:

یہ بھائی اپنے والد کے پاس واپس لوٹے اور روبیل وہاں رہ گئے۔ جب انہوں نے بنیامین کا واقعہ بتلایا تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: کہ حقیقت وہ نہیں جو تم بیان کرتے ہو بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لیے ایک بات گھڑ دی ہے۔ پس اب میرا کام صبر جمیل ہے اس موقع پر میں جزع وفزع نہیں کرتا مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ان سب کو (یوسف' روبیل اور بنیامین) کو مجھ تک پہنچائے گا۔

گریہ یعقوب علیہ السلام:

پھر یعقوب علیہ السلام ان سے اٹھ کر چلے گئے اور فرمایا کہ ہائے افسوس! اے یوسف تم پر اس وقت آپؑ بہت غمگین تھے یہ سن کر بیٹوں نے کہا اللہ کی قسم آپؑ ہمیشہ یوسف ہی کا تذکرہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اس غم کی وجہ سے بیمار ہو کر قریب المرگ ہو جائیں گے یا جان دے کر مرنے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔

ستر بیٹوں کی موت کے برابر صدمہ:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ یعقوب علیہ السلام کو کتنا صدمہ پہنچا؟ فرمایا کہ جتنا ایک ماں کے ستر بیٹے فوت ہوں اور اسے ان کا صدمہ پہنچتا ہے۔ پوچھا گیا کہ یوسف علیہ السلام کے لیے اس میں کتنا اجر ہے؟ فرمایا کہ سو شہیدوں کے برابر اجر ہے نیز یہ دیکھو کہ اتنے بڑے صدمے کے باوجود یعقوب علیہ السلام نے اللہ پر ایک بدگمانی نہیں کی۔

اللہ کی طرف سے سرزنش:

طلحہ بن مصرف سے مروی ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے پاس ان کا ایک پڑوسی آیا اور کہنے لگا کہ اے یعقوب علیہ السلام کیا بات ہے آپ بہت کمزور اور لاغر ہو گئے ہیں۔ حالانکہ آپ اپنے والد کی عمر تک نہیں پہنچے آپ نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام اور اس کی یاد کی وجہ سے مجھے جو صدمے پہنچے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے میری یہ حالت ہوگئی ہے۔ اس پر وحی آئی کہ اے یعقوب! مخلوق کے سامنے میرا شکوہ کرتے ہو۔ عرض کیا اے میرے رب مجھ سے غلطی ہوگئی آپ مجھے معاف فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے تجھے معاف فرما دیا۔ اس کے بعد جب آپ سے اس کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرماتے کہ میں اپنے غم اور اضطراب کی صرف اللہ ہی سے شکایت کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے جو باتیں میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یوسف علیہ السلام' یعقوب علیہ السلام سے اسی برس تک جدا رہے اور اتنے عرصہ تک یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم یعقوب علیہ السلام سے دور نہیں ہوا وہ روتے رہے یہاں تک کہ ان کی بینائی چلی گئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! زمین میں ان سے بڑھ کر زیادہ معزز خلیفہ

کوئی نہ تھا۔

ناامید تو کافر ہی ہوتے ہیں:

پھر یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو دوبارہ مصر جانے اور یوسف اور بنیامین کو تلاش کرنے کا حکم دیا اور ان سے کہا کہ جاؤ اور مصر پہنچ کر یوسف اور اس کے بھائی کا پتہ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جو لوگ ناامید ہوتے ہیں وہ کافر ہوتے ہیں۔

پھر یوسف علیہ السلام کے دربار میں:

یہ سب بھائی مصر پہنچے اور یوسف علیہ السلام کے دربار میں داخل ہو کر کہا: ''اے عزیز! ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو بہت سختی پہنچ رہی ہے اور ہم یہ ناقص پونجی لے کر آئے ہیں مگر آپ ہمیں پورا غلہ دے دیں اور ہم پر خیرات کریں بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے''۔ جو ناقص پونجی یہ لے کر آئے تھے۔ اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ ردی اور کھوٹے درہم لائے تھے دوسرا یہ ہے کہ وہ گھی اور اون تھا۔ تیسرا قول ہے کہ وہ صنوبر اور سبزیوں کے بیج تھے چوتھا یہ ہے کہ وہ تلوار کی ڈھالیں اور رسیاں تھیں پانچواں ہے کہ وہ درہم اتنے کم تھے کہ غلہ کی مطلوبہ مقدار کا عوض نہیں بن سکتے تھے اسی بنا پر انہوں نے کہا کہ وہ درگزر فرما کر انہیں پورا غلہ دے دیں۔ سدی سے مروی ہے کہ ہم پر صدقہ کریں کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ سکوں کے مقابلے میں ہمیں زیادہ غلہ دیں اور دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ ہمارا بھائی ہم پر صدقہ کر دیں یعنی لوٹا دیں۔

یوسف علیہ السلام کا اپنے آپ کو ظاہر کرنا:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ بات کی تو یوسف علیہ السلام بے قابو ہو گئے۔ اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر اندرونی راز کو ظاہر کرنے کے ارادے سے کہا'' کچھ تم کو وہ سلوک بھی معلوم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا۔ جب تم جہالت میں مبتلا تھے۔ (بھائی کے ساتھ کیا گیا وہ معاملہ مراد نہیں تھا جو یوسف علیہ السلام نے کہا بلکہ مراد یہ تھا کہ تم اس کی جدائی کا ذریعہ بنے) یہ سن کر وہ کہنے لگے کیا واقعی تو یوسف ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ بنیامین میرا بھائی ہے۔ بلاشبہ اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ (کہ جدائی کے بعد ہمیں آپس میں ملا دیا) یقیناً جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اور تکالیف پر صبر کرتا ہے اور اللہ ایسے نیک کاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

یوسف علیہ السلام کا معاف کرنا:

سدی سے مروی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے یہ بتلا دیا کہ میں یوسف ہوں اور یہ بنیامین میرا بھائی ہے تو یہ بھائی معافی مانگنے لگے۔ اور کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! اس میں شک نہیں کہ اللہ نے تجھے ہر اعتبار سے ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم ہی خطاوار تھے'' یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے اللہ تم کو معاف فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ جب یہ تعارف ہو چکا تو یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کے بارے میں پوچھا۔

یعقوب علیہ السلام کی طرف قمیض بھیجنا:

سدی سے مروی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میرے بعد میرے والد کا کیا بنا؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے غم میں نابینا ہو گئے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تم میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے۔

اور سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ جب یہ قافلہ مصر سے باہر نکلا تو یعقوب علیہ السلام فرمانے لگے کہ آج میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔

ابوایوب الہوزنی سے مروی ہے کہ ہوا قافلہ پہنچنے سے پہلے یعقوب علیہ السلام تک چلی گئی اور یہ خوشبو یعقوب علیہ السلام تک پہنچا دی اور اسے محسوس کر کے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں آج یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کرتا ہوں اگرچہ تم کہو گے کہ میں سٹھیا گیا ہوں۔

یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آٹھ رات کی مسافت ہے جس سے یہ خوشبو یعقوب علیہ السلام کو پہنچی حضرت سے مروی ہے کہ یہ سفر اسی فرسخ تھا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے ۷۵ سال جدائی برداشت کی اور ''لولا ان تفندون'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم یہ نہ سمجھو کہ یہ بوڑھا ہو چکا ہے لہٰذا اس کی عقل سٹھیا چکی ہے (بلکہ یہ حقیقت ہے خوشبو واقعی آ رہی ہے)

اس وقت حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ پرانی بھول میں ہیں۔ لیکن بالآخر خوشخبری دینے والا بھی آ گیا (یعنی وہ قمیض لے آیا) جو یوسف علیہ السلام نے بھیجی تھی۔ جس کا نام یہودا ابن یعقوب تھا تو اس نے یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کی خوشخبری دی۔

قمیض دیکھ کر بینائی لوٹ آنا:

سدی سے مروی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے یہ کہا کہ میری یہ قمیض لے جا کر میرے والد کے چہرے پر ڈال دو تو یہودا نے کہا پہلے میں یوسف علیہ السلام کی قمیض خون میں لت پت لے کر گیا تھا اور یہ جھوٹ بولا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے اب اس کا بدلہ یہ ہے کہ اس قمیض کو میں ہی لے کر جاؤں گا اور والد کو بتاؤں گا کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں تو جس طرح پہلے غم پہنچایا تھا اب خوشی کا ذریعہ بنوں گا آپ ہی کو بشیر کہا گیا ہے۔

چنانچہ جب یہ بشیر قمیض لے کر گیا اور یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی تو ان کی بینائی لوٹ آئی اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم سے کہا کرتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے ایسی باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے یہ بات اس لیے فرمائی کیونکہ یوسف علیہ السلام نے یہ خواب سنایا تھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں اور اس خواب کی تعبیر کو تو یعقوب علیہ السلام جانتے تھے۔ ان کے بیٹے نہیں۔

بیٹوں کا باپ کے سامنے شرمندہ ہونا:

بیٹوں نے کہا اے ابا جان! ہمیں معاف کر دیں بے شک ہم غلطی کرنے والے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا عنقریب میں تمہارے لیے مغفرت طلب کروں گا۔ بعض نے کہا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے آخری رات کے لیے دعا کو مؤخر کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جمعہ کی رات کے لیے مؤخر کیا۔

آل یعقوب علیہ السلام کی مصر روانگی:

جب یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیوی بچے یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور مصر میں داخل ہونے سے پہلے ان کا استقبال کیا۔

سدی سے مروی ہے کہ جب یہ لوگ مصر روانہ ہوئے اور مصر کے قریب پہنچے تو یوسف علیہ السلام کو لے کر ان کے استقبال کے لیے تشریف لائے اور جب مصر کے دروازے پر پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا آپ شہر میں داخل ہو جائیں۔ ان شاء اللہ آپ ہر طرح کے امن وامان میں ہوں گے اور پھر شہر میں داخل ہونے کے بعد اپنے پاس جگہ دی۔

یوسف علیہ السلام کا استقبال کے لیے شہر کے باہر آنا:

فرقد السجی سے مروی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی گئی اور پھر قبیلہ یعقوب مصر کی طرف روانہ ہوا تو جب یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب آ گئے۔ تو یوسف علیہ السلام کو بتلایا گیا کہ وہ قریب آ چکے ہیں یوسف علیہ السلام استقبال کے لیے باہر تشریف لائے یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یہودا کا سہارا لے کر پیدل چل رہے تھے۔ جب یعقوب علیہ السلام نے دیکھا کہ شہر کے اندر بہت سے لوگ اور گھوڑے نکل رہے ہیں تو یہودا سے کہا کہ یہ فرعون مصر کا قافلہ معلوم ہوتا ہے۔ بیٹے نے کہا نہیں یہ آپ کا بیٹا یوسف علیہ السلام ہے۔ اور جب شہر میں داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔

یوسف علیہ السلام کے ہمراہ تخت پر کس کو جگہ ملی:

اس میں اختلاف ہے کہ یوسف علیہ السلام نے کس کو تخت پر بٹھایا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ راحیل کو بٹھایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اپنی خالہ ''لیا'' کو بٹھایا کیونکہ اس وقت آپ کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور بھائیوں نے آپ کو سجدہ کیا۔

گیارہ ستارے' سورج اور چاند:

قتادہؒ سے مروی ہے کہ اس وقت سلام میں ایک دوسرے کو سجدہ کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ اے ابا جان! یہ میرے خواب کی تاویل ہے میرے رب نے اسے سچ کر دکھایا میرے بھائیوں نے میرے ساتھ جو کیا سو کیا' اور یہ ہی گیارہ ستارے' سورج اور چاند ہیں میرے رب نے میرے خواب کو سچ کر دکھایا۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس خواب کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی دوسرا قول یہ ہے کہ اسی سال بعد ظاہر ہوئی۔

عرصہ جدائی:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یوسف علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے درمیان اسی سال جدائی رہی اس عرصہ میں کسی بھی وقت یعقوب علیہ السلام سے غم دور نہیں رہا اور ہمیشہ آنسو آپ کے رخساروں پر بہتے رہے اس وقت اللہ کے نزدیک یعقوب علیہ السلام سے زیادہ محبوب کوئی نہیں تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سترہ سال کی عمر میں یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا۔ اور اسی سال جدائی رہی اور اس کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے چنانچہ آپ کا انتقال ایک سو بیس سال کی عمر میں ہوا دوسری روایت میں بھی یہی مروی ہے۔

بعض اہل کتاب کا کہنا ہے کہ یوسف علیہ السلام سترہ سال کی عمر میں مصر میں داخل ہوئے اور عزیز مصر کے گھر تیرہ سال رہے۔ جب آپ کی عمر تیتیس سال میں ہوئی تو اس وقت فرعون مصر آپ پر ایمان لایا اس کا نام ریان بن ولید تھا۔ لیکن جلد ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ پھر قابوس بن مصعب بادشاہ بنا وہ کافر تھا۔ یوسف علیہ السلام نے اسے ایمان کی دعوت دی لیکن وہ نہ مانا۔

یوسف علیہ السلام نے انتقال سے قبل اپنے بھائی یہودا کو اپنا وصی بنایا اور ایک سو بیس سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

وصال یوسف علیہ السلام:

مصر آنے کے بعد یعقوبؑ سترہ سال زندہ رہے جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو یوسف علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور ان سے کہا کہ مجھے میرے والد اسحاق کے پاس دفن کرنا یوسف علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور انہیں شام لے جا کر دفن کیا اور پھر مصر واپس آئے پھر یوسف علیہ السلام نے یہ وصیت کی کہ مجھے میرے آباء کے قریب دفن کیا جائے چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پار کیا تو یوسف علیہ السلام کی قبر کھودی اور یہاں سے جسد مبارک نکال کر شام میں دفن کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کی جدائی اسی سال رہی۔

اہل کتاب کا خیال ہے کہ یہ جدائی چالیس سال یا اس کے لگ بھگ تھی اور یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام سے ملنے کے بعد سترہ سال زندہ رہے پھر ان کا انتقال ہوا یوسف علیہ السلام کی قبر مرمر کے ایک صندوق میں دریائے نیل کے درمیان بنائی گئی۔

آلِ یوسف علیہ السلام:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یوسف علیہ السلام اپنے والد کے انتقال کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے یوسف علیہ السلام کے دو بیٹے پیدا ہوئے جن کا نام افرائیم اور منشا تھا۔ افرائیم سے نون اور نون سے یوشع پیدا ہوئے کہا گیا ہے موسیٰ بن منشا موسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں اور بعض یہودیوں کا خیال ہے کہ موسیٰ بن منشا ہی نے خضر کی تلاش میں سفر کیا تھا۔

گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

پسندیدہ قول ہونے کی دلیل:

ہمارا یہ کہنا ہے کہ خضر علیہ السلام ' موسیٰ علیہ السلام سے کچھ عرصہ پہلے پیدا ہوئے اس قول کے زیادہ مشابہ ہے جو وہب بن منبہؒ نے رسول اکرم ﷺ سے نقل فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ وہ اہل زمین میں سے سب سے بڑے عالم ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں جس شخص کی تلاش میں بھیجا وہ خضر علیہ السلام تھے (اور رسول اللہ ﷺ کی بات کا درست ہونا یقینی ہے کیونکہ) تمام مخلوقات میں گزشتہ واقعات میں سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی ملاقات:

حضرت سعید فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ نوف البکالی کا خیال یہ ہے کہ خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہیں تھے انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا (یہ جملہ بطور محاورہ فرمایا) ابی بن کعب نے مجھ سے رسول اکرم ﷺ کی طرف سے یہ ارشاد نقل کیا کہ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے تقریر کر رہے تھے تو کسی نے سوال کیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے فرمایا میں۔ کیونکہ انہوں نے اس کے جواب میں یہ نہیں کہا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور ان کا یہ جواب ان کے شایان شان نہیں تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس جواب پر گرفت فرمائی اور فرمایا کہ تم میں میرا بڑا عالم بندہ وہ ہے جو تمہیں دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر ملے گا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ میں اس سے کس طرح مل سکتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک تھیلی میں مچھلی ڈال کر سفر شروع کرو جہاں وہ مچھلی تم سے گم ہو جائے وہاں وہ بندہ تم کو ملے گا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کو تھیلی میں ڈالا اور غلام کو ساتھ لے کر چل پڑے اور غلام سے فرمایا کہ جب یہ مچھلی گم ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا۔

نقطہ آغاز سفر:

دونوں ساحل سمندر پر پیدل چل پڑے یہاں تک کہ ایک چٹان کے پاس پہنچے وہاں موسیٰ علیہ السلام لیٹ گئے مچھلی پھڑکی اور تھیلی سے نکل کر سمندر میں چلی گئی جس راستہ پر چلی اللہ تعالیٰ نے وہاں سے پانی روک دیا تو وہ راستہ ایک سرنگ کی جانب بن گیا یہ ایک عجیب معاملہ تھا۔ پھر وہ دونوں چل پڑے۔

دوپہر کے کھانے کا وقت:

جب کھانے کا وقت ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے غلام سے فرمایا ہمارے لیے کھانا لاؤ اس سفر میں تو بہت تھکاوٹ ہوئی۔ ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ مقام سے آگ بڑھے تو انہیں تھکاوٹ ہوئی۔ غلام نے آ کر جواب دیا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ جب ہم چٹان کے پاس آرام کے لیے ٹھہرے تو اس وقت مچھلی نے عجیب انداز کا راستہ اختیار کیا اور میں آپ سے اس کا تذکرہ کرنا بھول گیا اور یہ بھولنا شیطان کی طرف سے تھا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہی مقام تھا کہ جہاں ہم جانا چاہتے تھے پس دونوں قدموں کے نشانات پہچانتے ہوئے واپس لوٹے۔

موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کی ملاقات:

جب وہ چٹان کے پاس پہنچے تو وہاں ایک آدمی اپنے اوپر کپڑا ڈال کر لیٹا ہوا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اسے سلام کیا اس نے تعجب

سے کہا ہماری زمین میں سلام کہاں سے آ گیا (اس علاقہ میں غیر مسلم رہتے ہیں اس لیے انہیں تعجب ہوا) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام ہوں اس نے کہا بنی اسرائیل کا موسیٰ؟ فرمایا ہاں اس نے کہا اے موسیٰ میرے پاس اللہ کا دیا ہوا ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں اور اللہ نے آپ کو ایسا علم دیا ہے جو میرے پاس نہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے آپ کو جو علم عطا فرمایا ہے میں آپ کے ساتھ رہ کر وہ سیکھنا چاہتا ہوں خضر علیہ السلام نے فرمایا اگر آپ نے میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے خود اس کے بارے میں سوال نہ کرنا جو میں کروں جب تک میں خود تمہیں نہ بتاؤں۔ موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے۔

دونوں کا اکٹھے سفر کرنا:

دونوں ساحل سمندر پر چل پڑے اچانک ایک کشتی میں ملاح نظر آیا جو خضر علیہ السلام کو پہچانتا تھا اس نے ان کو بغیر کرایہ کشتی پر سوار کیا اس وقت ان کے سامنے ایک چڑیا آئی جس نے سمندر میں چونچ ماری یہ دیکھ کر خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس چڑیا کے سمندر میں چونچ مارنے سے جتنا پانی اس کے منہ میں آیا ہے اس پانی اور کل سمندر کے پانی کے درمیان جو نسبت ہے ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وہ نسبت بھی نہیں۔ (یعنی ہمارا علم اس سے بھی کہیں زیادہ کم ہے)

کشتی میں سوراخ کرنا:

کشتی میں بیٹھنے کے دوران خضر علیہ السلام کشتی کا ایک تختہ نکالنے لگے یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام پریشان ہوئے اور فرمایا کہ انہوں نے تو ہم پر یہ احسان کیا کہ کرایہ کے بغیر ہم کو سوار کیا اور آپ ان کی کشتی کا تختہ نکال رہے ہیں تاکہ وہ غرق ہو جائے یہ فعل درست نہیں۔ خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میری اس بھول پر گرفت نہ فرمائیں ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ پہلی مرتبہ موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہو گئی تھی۔

بچے کا قتل:

پھر دونوں کشتی سے باہر نکل آئے اور چل پڑے اچانک انہوں نے ایک بچہ دیکھا جو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا خضر علیہ السلام نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ نے بلاوجہ ایک معصوم جان کو مار ڈالا آپ نے ایک نامناسب کام کیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے یہ جواب سن کر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر اس کے بعد میں کوئی چیز پوچھوں تو آپ میری رفاقت چھوڑ سکتے ہیں۔

تیسرا واقعہ دیوار درست کرنا:

پھر دونوں چل پڑے یہاں تک کہ دونوں ایک گاؤں میں پہنچے دونوں کو بھوک لگی ہوئی تھی چنانچہ انہوں نے بستی والوں سے کھانا مانگا لیکن انہوں نے کھانے کے لیے کچھ نہ دیا وہاں ایک دیوار تھی جو گرنے والی تھی خضر علیہ السلام نے اسے ہاتھ سے سیدھا کر دیا یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بستی والوں نے نہ تو ہماری مہمانی کی اور نہ ہی ہمیں رات ٹھہرنے کو جگہ دی (اور آپ نے ان کا کام بلا معاوضہ کر دیا) اگر آپ چاہتے تو آپ اس کی اجرت لیتے۔

وقت جدائی:

یہ سن کر خضر علیہ السلام نے فرمایا اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے کاش!

موسیٰ علیہ السلام اور صبر کر لیتے تا کہ ہمیں ان کے مزید واقعات معلوم ہوتے۔

خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ واقعہ کے متعلق روایات ..... پہلی روایت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے اور قیس بن حصن الفزاری کے درمیان اختلاف ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کون تھے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ خضر علیہ السلام تھے ان کے پاس سے ربیع بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم دونوں میں اختلاف ہو رہا ہے جس سے موسیٰ علیہ السلام ملنے کے لیے تشریف لے گئے کیا آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں یہ سنا ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ آپ ایسے شخص کو جانتے ہیں جو آپ سے بڑا عالم ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی اور فرمایا کیوں نہیں ہمارا ایک بندہ خضر ہے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ ان سے ملنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو نشانی قرار دیا اور فرمایا کہ جب یہ مچھلی گم ہو جائے گی تو اس شخص سے تمہاری ملاقات ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے نشانات کے پیچھے پیچھے چلتے رہے سمندر میں ایک جگہ ان کے غلام نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس جگہ چٹان کے پاس ٹھہرے تھے (وہاں مچھلی گم گئی تھی) لیکن میں بتانا بھول گیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہمیں اسی جگہ جانا تھا اور پھر دونوں اپنے قدموں کے نشانات تلاش کرتے ہوئے واپس چل پڑے وہاں ان دونوں کی ملاقات خضر علیہ السلام سے ہوئی پھر وہ واقعہ پیش آیا جو قرآن مجید میں ذکر ہے۔

دوسری روایت:

قرآن مجید کی آیت "و اذ قال موسی لفتاه لا ابرح حتی ابلغ مجتمع البحرین" کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم مصر میں آ گئی اور وہاں رہنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم کے سامنے ان دنوں کا تذکرہ کرو جن میں اللہ نے ان پر انعام فرما کر بنی اسرائیل سے نجات عطا فرمائی انہوں نے اپنی قوم سے خطاب کیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سے انعامات عطا فرمائے انہیں آل فرعون سے نجات عطا فرمائی اور دشمنوں کو ہلاک کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے نبی موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا اور مجھے اپنے لیے منتخب فرمایا اور مجھ پر اپنی محبت نازل کی اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہر وہ نعمت عطا کی جو تم نے اللہ سے مانگی پس تمہارا نبی تمام اہل زمین سے افضل ہے اور تم تورات پڑھنے والے ہو خلاصہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔

بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا حقیقت وہی ہے جو آپ نے بیان کی ہے اور ہم سمجھ بھی گئے اے اللہ کے نبی! یہ بتائیے کہ کیا روئے زمین پر آپ سے بڑا بھی کوئی عالم موجود ہے آپ نے فرمایا نہیں تو اسی وقت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر نازل ہوئے اور فرمایا کہ آپ کو کیا معلوم میں اپنا علم کہاں رکھتا ہوں؟ دیکھو! سمندر کے کنارے ایک شخص رہتا ہے (حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد خضرؑ ہیں) تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ کیا میں ان سے مل سکتا ہوں؟ آپ میری ان سے ملاقات کرا دیجیے اللہ نے فرمایا کہ آپ سمندر کی طرف چلیں سمندر کے کنارے آپ کو ایک مچھلی ملے گی اسے پکڑ لیں اور اپنے غلام کو دے دیں اور پھر سمندر کے کنارے چلنا شروع کر دیں جب مچھلی تم سے جدا ہو کر سمندر میں گر کر ہلاک ہو جائے تو وہ تمہاری

مطلوبہ جگہ ہوگی۔

(موسیٰ علیہ السلام نے اپنے غلام کو لے کر سفر شروع کیا) جب بہت طویل سفر طے کیا تو اپنے غلام سے مچھلی کے بارے میں پوچھا تو غلام نے بتایا کہ "جب ہم چٹان کے قریب ٹھہرے تو اس وقت مچھلی سمندر میں چلی گئی تھی لیکن میں یہ بتانا بھول گیا اور یہ بھول شیطان کی طرف سے تھی اور جب اس نے سمندر میں راستہ بنایا تو میں نے اسے دیکھا بھی تھا"۔

یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام کو قدرے تعجب ہوا اور پھر دونوں واپس چلے اور اس چٹان پر آ گئے انہیں وہاں مچھلی مل گئی موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا کے ذریعے اس سے پانی دور کر رہے تھے اور اس طرح اس سے پانی دور کرتے ہوئے چٹان تک لائے۔ حضور اکرم ﷺ نے جب یہ حدیث بیان فرمائی تو موسیٰ علیہ السلام کے اس فعل پر تعجب کیا موسیٰ علیہ السلام اس مچھلی کو ساتھ لے گئے یہاں تک کہ ایک جزیرہ میں گم ہو گئی وہاں ان کی ملاقات خضر علیہ السلام سے ہوئی انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے علاقہ میں سلام کہاں سے آ گیا؟ تو آپ نے کہا میں موسیٰ ہوں خضر علیہ السلام نے پوچھا بنی اسرائیل والے موسیٰ آپ نے جواب دیا ہاں۔ خضر علیہ السلام نے ان کا استقبال کیا اور کہا کہ آپ یہاں کیوں تشریف لائے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم عطا فرمایا ہے اسے سیکھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

خضر علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام کو لے کر چل پڑے اور کہا کہ آپ مجھ سے میرے کسی فعل کے بارے میں سوال نہ کریں یہاں تک کہ میں خود اس کی حقیقت بیان کروں پھر دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے اور سمندر کے دوسرے کنارے تک پہنچ کر خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا تختہ نکال دیا یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ نے ان کی کشتی کا تختہ نکال دیا۔ تاکہ وہ غرق ہو جائیں آپ کا یہ فعل درست نہیں پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بقیہ قصہ بیان کیا۔

تیسری روایت:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے پوچھا اے اللہ! آپ کا کون سا بندہ آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے اللہ تعالیٰ نے کہا جو مجھے یاد کرتا ہے اور بھلاتا نہیں پھر پوچھا اے اللہ! سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا کون ہے فرمایا جو نفس کی پیروی نہیں کرتا۔ پھر پوچھا اے اللہ! آپ کا کون سا بندہ بڑا عالم ہے۔ فرمایا جو اپنے علم میں اضافہ کے لیے لوگوں کے علوم کو تلاش کرے کہ شاید کوئی ایسا کلمہ مل جائے جس سے اسے راہ حق نظر آئے اور گمراہی سے بچ جائے موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے اللہ کیا زمین میں ایسا کوئی شخص ہے (ایک روایت میں ہے کہ کیا زمین میں ایسا مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں عرض کیا وہ کون ہے؟ جواب ملا کہ وہ خضر علیہ السلام ہے۔

عرض کیا کہ میں اسے کہاں تلاش کروں؟ جواب ملا کہ سمندر کے ساحل کی اس چٹان پر جہاں مچھلی پھنک کر سمندر میں گر جائے۔ موسیٰ علیہ السلام ان کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ اس چٹان تک پہنچے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے نشاندہی فرمائی تھی (خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی) دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ کچھ عرصہ رہنا چاہتا ہوں خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں رکھتے عرض کیا کیوں نہیں؟ خضر علیہ السلام عرض کیا کہ اگر آپ میرے

ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اس شرط پر کہ مجھے اس کی اجازت ہے آپ مجھ سے کسی معاملہ میں سوال نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ میں خود اس کی حقیقت آپ کو بتاؤں دونوں چل پڑے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے اور خضر علیہ السلام نے کشتی کا تختہ نکال دیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے ان کا تختہ نکال دیا تاکہ وہ غرق ہو جائیں آپ کا یہ فعل درست نہیں خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھ سے بھول ہو گئی ہے آپ میری بھول کو معاف کر دیں اور میرے کام کو مشکل نہ بنائیں پھر دونوں چل پڑے یہاں تک کہ دونوں نے ایک بچے سے ملاقات کی (جو کھیل رہا تھا) خضر علیہ السلام نے اسے مار ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے ایک پاکباز معصوم بچے کو مار ڈالا آپ نے بہت ہی عجیب کام کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ پھر آخر تک پہلے کے مثل بیان فرمایا۔

ایک اور روایت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دیوار کے متعلق موسیٰ علیہ السلام کا تنقید کرنا اپنے لیے اور کسی قدر دنیا کو دکھانے کے لیے تھا البتہ کشتی کا پھاڑنا اور غلام کو قتل کرنے کے متعلق تنقید صرف اللہ تعالیٰ کے لیے تھی۔ خیر جب تینوں واقعات ہو چکے تو خضر علیہ السلام نے فرمایا اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا ہے۔

اور پھر موسیٰ علیہ السلام کو لے کر اُس جگہ پہنچے جہاں دو سمندر آپس میں ملتے تھے وہ جگہ ایسی تھی کہ پوری روئے زمین کے اعتبار سے اس جگہ سب سے زیادہ پانی تھا اللہ تعالیٰ نے وہاں ابابیل کی مانند ایک پرندہ بھیجا وہ اپنی چونچ کے ذریعے پانی پینے لگا خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا بتلائیے کہ اس پرندہ نے سمندر کے پانی میں کتنی کمی کی؟ فرمایا کچھ کمی نہیں کی خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ میرا اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں کہ جتنا اس پرندہ کا پیا ہوا پانی اور اس سمندر کا پانی۔

کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا خیال تھا کہ آپ زمین پر سب سے بڑے عالم ہیں اس لیے آپ کو خضر علیہ السلام کے پاس جانے کا حکم دیا گیا۔

قصہ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہاں چند یہودی بھی موجود تھے تو کسی یہودی نے کہا کہ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! نوف نے کعبؓ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو موسیٰ علم کی طلب میں سفر پر گئے وہ موسیٰ بن منشا تھے (نہ کہ موسیٰ علیہ السلام بن عمران) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نوف واقعی ایسا کہتا ہے پھر فرمایا کہ نوف نے جھوٹ کہا ہے۔

اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ مجھے ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بتایا کہ بنی اسرائیل کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے اللہ! اگر زمین میں کوئی شخص مجھ سے بڑا عالم ہے تو مجھے اس کا پتہ بتا دیجیے اللہ نے فرمایا کہ ہاں میرے بندوں میں سے ایک بندہ جو آپ سے بڑا عالم ہے اور پھر ایک جگہ بتائی اور اس سے ملاقات کرنے کی اجازت دے دی موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ ایک نوجوان کو لے کر چلے اور آپ کے پاس ایک بھنی ہوئی مچھلی بھی تھی آپ سے کہا گیا کہ جہاں یہ مچھلی زندہ ہو جائے وہاں آپ کا مطلوبہ ساتھی آپ کو مل جائے گا۔

موسیٰ علیہ السلام اپنے غلام کے ساتھ مچھلی لے کر چلتے رہے یہاں تک کہ ایک چٹان پر پہنچے جہاں ایک چشمہ تھا جس کا نام آب

حیات تھا اس کی خصوصیت یہ تھی کہ جو اس کا پانی پی لیتا وہ ہمیشہ زندہ رہتا اور اگر وہ پانی کسی مردہ پر پڑتا تو وہ زندہ ہو جاتا چنانچہ جب وہ دونوں حضرات وہاں ٹھہرے اور پانی مچھلی سے لگا تو وہ زندہ ہو گئی اور اس نے اس سمندر میں اپنا راستہ بنا لیا لیکن موسیٰ علیہ السلام کو پتہ نہ چلا اور وہ آگے چلے گئے۔

جب وہ اس جگہ سے ایک مرحلہ آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے غلام سے کہا ''ہمارا کھانا لاؤ'' اس سفر میں بہت تھکاوٹ ہوگئی۔ غلام کو اس وقت ساری بات یاد آ گئی اس نے کہا کہ جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تو اس وقت مچھلی نے سمندر میں راستہ بنا لیا تھا اور میں یہ بات آپ کو بتانا بھول گیا اور یہ بات شیطان کی طرف سے تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹے یہاں تک کہ اس چٹان کے پاس پہنچے وہاں ایک شخص کو دیکھا جو چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا ہے موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا اس نے جواب دیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا کہ موسیٰ بن عمران ہوں۔ اس نے پوچھا بنی اسرائیل والے موسیٰ علیہ السلام فرمایا کہ ہاں پوچھا آپ یہاں کیوں تشریف لائے حالانکہ آپ کی قوم کو آپ کی ضرورت ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں آپ کے پاس رہنمائی کا علم حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں خضر علیہ السلام نے کہا آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکتے (اس کی وجہ یہ تھی کہ خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کچھ غیب کی باتیں بھی بتائیں تھیں) موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں (میں آپ کے ساتھ صبر کروں گا) خضر علیہ السلام نے کہا آپ اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جس کی پوری حقیقت کا آپ کو علم ہی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا اگر چہ مجھے ایسی بات نظر آ جائے جو میرے طبیعت کے مخالف ہو خضر نے کہا اگر آپ میرے پیچھے چلنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کیجیے گا یہاں تک کہ میں خود اس کی حقیقت آپ کو بتاؤں پھر دونوں سمندر کے کنارے چل پڑے لوگوں سے ملتے رہے اور کشتی وغیرہ تلاش کر رہے تھے اچانک ان کے پاس سے مضبوط اور نئی کشتی گذری اس سے پہلے ان کے پاس سے ایسی مضبوط اور خوبصورت کشتی نہیں گذری تھی۔ انہوں نے کشتی والے سے درخواست کی کہ ہمیں بھی سوار کرے انہوں نے ان دونوں کو سوار کر لیا جب دونوں کنارے کے قریب ہو گئے اور حادثہ وغیرہ سے مطمئن ہو گئے تو خضر علیہ السلام نے اس کا ایک تختہ نکالا اور اسے کنارے پر لگے ہوئے ایک تختے سے مار کر نکال دیا پھر اس پر تختے رکھ کر جوڑنے لگے (اس عمل کی وجہ سے کشتی کی خوبصورتی میں کمی واقع ہوگئی) یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے زیادہ نامناسب کام کیا ہوگا کہ آپ نے اس کا تختہ نکالا تاکہ کشتی والے غرق ہو جائیں یہ تو بہت نامناسب فعل ہے یعنی انہوں نے ہمیں سوار کیا اور اپنی کشتی میں ٹھکانہ دیا اور سمندر میں اس جیسی کوئی کشتی بھی نہیں۔ پھر آپ نے اسے کیوں پھاڑ ڈالا؟ خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمہیں کہا تھا تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا بھول کی وجہ سے جو مجھ سے وعدہ خلافی ہوئی (آپ مجھے اس پر معاف فرما دیجیے) اور اس پر میرا موخذاہ نہ کیجیے اور میرے معاملہ میں تنگی پیدا نہ کیجیے۔

پھر دونوں کشتی سے نکل آئے اور چلتے رہے یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے وہاں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے ان میں ایک لڑکا ایسا تھا جو ان سب سے زیادہ ذہین مالدار اور خوبصورت معلوم ہوتا تھا خضر علیہ السلام نے اسے پکڑا اور ایک پتھر لے کر اس کے سر پہ مارا جس کی وجہ سے اس کے سر پر شدید چوٹ لگی اور وہ مر گیا موسیٰ علیہ السلام نے جب اس نامناسب کام کو دیکھا کہ ایک بچہ کو کسی جرم اور غلطی

کے بغیر قتل کر دیا تو وہ صبر نہ کر سکے اور کہا کہ آپ نے ایک معصوم اور بے گناہ جان کو بلا وجہ قتل کر ڈالا آپ نے بہت ہی عجیب کام کیا۔ خضر علیہ السلام نے کہا میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے' یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر اس کے بعد میں کسی چیز کے بارے میں آپ سے سوال کروں تو آپ میرا ساتھ چھوڑ دیجیے گا آپ نے میری طرف سے عذر قبول کرنے میں انتہا کر دی پھر دونوں چل پڑے یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور بستی والوں سے کھانا مانگا انہوں نے انکار کر دیا۔ وہاں ایک دیوار تھی جو گرنے کے قریب تھی خضر علیہ السلام نے (بلا معاوضہ) اسے درست کر دیا موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر تنگ دل ہوئے اور فرمایا اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے سکتے تھے' یعنی ہم نے ان سے کھانا مانگا انہوں نے کھانا نہیں دیا ہم نے ان سے رات یہاں ٹھہرنے کی اجازت مانگی انہوں نے یہ اجازت بھی نہیں دی پھر بھی آپ نے بلا معاوضہ ان کا کام کر دیا اگر آپ چاہتے تو آپ کو اس پر معاوضہ مل سکتا تھا۔

یہ سن کر خضر علیہ السلام نے فرمایا میری اور آپ کی جدائی کا وقت آن پہنچا ہے اب میں آپ کو ان باتوں کی وجہ بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے' وہ کشتی تھی چند غریب لوگوں کی جو سمندر میں کام کرتے تھے میں نے اس میں عیب پیدا کرنے کا ارادہ اس لیے کیا کہ پیچھے ایک ظالم بادشاہ آ رہا تھا تو میں نے اس میں عیب ڈال دیا تو اس طرح ان کی کشتی کو عیب دار بنا کر اس بادشاہ سے بچا لیا۔ جہاں تک بچے کے قتل کا معاملہ ہے تو اس کے والدین ایمان والے متقی تھے اور ہمیں خدشہ ہوا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر کفر اور نافرمانی کا اثر ماں باپ پر ڈالے گا لہٰذا ہم نے چاہا کہ اس کے والدین کو رب اس لڑکے کے بجائے ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس مقتول لڑکے سے بہتر ہو۔ اور جہاں تک دیوار کا تعلق ہے تو وہ گاؤں کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان لڑکوں کا مال مدفون تھا ان لڑکوں کا مرحوم باپ ایک نیک آدمی تھا پس تیرے رب نے چاہا کہ وہ دونوں یتیم اپنی جوانی کو پہنچ جائیں بعد میں اپنا خزانہ خود نکال لیں ان تمام کاموں میں سے کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا اور یہ حقیقت ہے کہ ان باتوں کی جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دیوار میں موجود خزانے سے مراد علم ہے۔

بغیر اجازت آبِ حیات پینے کی سزا:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جانے والے غلام کے بارے میں ہمیں کچھ علم نہ ہو سکا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اس نے آب حیات پی لیا تھا جس کی وجہ سے اس کو ہمیشہ کی زندگی مل گئی کسی شخص نے اسے اپنی کشتی میں بٹھایا اور پھر سمندر میں چھوڑ دیا اور وہ قیامت تک اس میں تیرتا رہے گا۔ اس کو یہ سزا اس لیے دی گئی کہ اسے آب حیات پینے کی اجازت نہیں تھی لیکن پھر بھی اس نے پی لیا۔

پانچویں روایت:

قرآن مجید کی آیت "فلما بلغا مجمع بینھما نسیا حوتھما" کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دلوائی اور سمندر سے پار کر لیا تو آپ نے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اے اہل بنی اسرائیل تم اہل زمین میں سے بہتر اور سب سے زیادہ جاننے والے ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیا اور تمہیں سمندر پار کرایا اور تم پر تورات نازل فرمائی۔ آپ سے کہا گیا کہ ایک شخص یہاں پر ایسا بھی ہے جو آپ سے بڑا عالم ہے یہ سن کر آپ اپنے غلام یوشع بن نون کو ساتھ لے کر ان کی تلاش میں چل پڑے آپ نے اپنا کھانا ایک تھیلے میں ڈالا ان دونوں کو

یہ نشانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلائی گئی تھی کہ جب یہ مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں چلی جائے تو وہاں تمہاری ملاقات ایسے عالم سے ہو گی جس کا نام خضر علیہ السلام ہے چنانچہ جب وہ اس مقام پر پہنچے تو مچھلی زندہ ہوئی اور اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور اپنا راستہ بناتی ہوئی آگے چلی گئی جہاں سے گزرتی تو وہاں دونوں طرف کا پانی خشک ہو جاتا۔

موسیٰ علیہ السلام اور ان کا غلام آگے چلتے رہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب یہ دونوں اس مقام سے آگے نکل گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا ہمارا کھانا ہمارے پاس لا' ہم نے تو اس سفر میں بڑی تکلیف اٹھائی۔ خادم نے جواب دیا کہ آپ نے ملاحظہ بھی کیا کہ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں وہاں مچھلی رکھ کر بھول گیا اور مجھے یہ بات آپ کے سامنے ذکر کرنے سے شیطان نے بھلا دی اس مچھلی نے عجیب طریقے سے سمندر میں اپنا راستہ بنایا موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ تو وہی جگہ ہے جسے ہم تلاش کر رہے تھے پھر دونوں اپنے نشان قدم ڈھونڈتے ہوئے واپس پلٹے پس ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پا لیا جس کو ہم نے اپنے پاس سے خاص رحمت دی تھی۔ پھر ان دونوں کی ایک عالم خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کہا جاتا ہے کہ خضر علیہ السلام کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ خضر کا مطلب ہے سبز' وہ ایک صاف جگہ پر بیٹھے تھے تو وہاں پر سبزہ اگ آیا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کا دور روایات کی روشنی میں:

یہ جتنی روایات ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور متقدمین اور اہل علم سے نقل کی ہیں ان سب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خضر موسیٰ علیہ السلام سے پہلے سے ان کے زمانے میں تھے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یہ قول غلط ہے کہ خضر علیہ السلام دراصل ارمیا بن خلقیا تھے اس لیے کہ ارمیا بخت نصر کے دور میں تھا اور موسیٰ علیہ السلام اور بخت نصر کے دور میں اتنا زیادہ فاصلہ ہے کہ مورخین کے لیے ان دونوں کو واضح طور پر الگ زمانہ قرار دینا کچھ مشکل نہیں۔ اس لیے ہم نے بخت نصر کے حالات پہلے ذکر کیے کیونکہ وہ افریدون نامی بادشاہ کے دور میں گزرا ہے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کے واقعات منوچہر نامی بادشاہ کے دور میں ہوئے اس لیے کہ موسیٰ کو منوچہر کے دور میں نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا اور منوچہر افریدون کا پوتا ہے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت خضر علیہ السلام تک جتنے واقعات ذکر کیے ہیں یہ بیوراسب نامی بادشاہ سے لے کر افریدون بادشاہ تک کے واقعات ہیں اس سے پہلے ہم دونوں کی عمریں حکومت کی وسعت اور مدت حکومت بیان کر چکے ہیں۔

منوچہر

اس کے دورِ حکومت کے واقعات

سلسلہ نسب:

افریدون کے بعد منوچہر بادشاہ بنا۔ یہ افریدون کے بیٹے ایرج کا بیٹا تھا کہا جاتا ہے کہ منوچہر نے پہلی مرتبہ فارس کو فارس کے نام سے پکارا عرب کے نسب نامہ بیان کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اس کا نسب نامہ یوں ہے: منوچہر کیا زیہ بن منشخو رلزبنبن منشخو الریغ بن ویرک بن سروشنک بن ابوک بن تبک بن فرزشک بن زشک بن فرکوزک بن کوزک بن ایرج بن افریدون بن اثقیان برکاؤ۔ بعض نے اس سے مختلف نسب نامہ بیان کیا ہے۔

دوسرا قول:

بعض مجوسیوں کا کہنا ہے کہ افریدون نے اپنے بیٹے ایرج کی بیوی سے جماع کیا اس عورت کا نام کوشک تھا۔ اس سے ہم بستری کے نتیجہ میں ایک لڑکی فرکوشک پیدا ہوئی پھر فرکوشک سے ہم بستری ہوئی تو زوشک پیدا ہوئی پھر زوشک سے ہم بستری ہوئی تو اس سے فرزوشک پیدا ہوئی پھر فرزوشک سے ہم بستری ہوئی تو اس سے بتک پیدا ہوئی پھر بتیک سے ہم بستری ہوئی تو ایزک اور ایزک سے ایرک پیدا ہوئی پھر ایرک سے مباشرت ہوئی منشخر فاغیا منشخو اربغ پیدا ہوا اور ساتھ میں ایک لڑکی منشجرک بھی ہوئی اس سے منشخر فاغ نے مباشرت کی تو اس سے منشخر نر نامی لڑکا پیدا ہوا اور ایک لڑکی منشراروک پیدا ہوئی پھر منشخرر نے منشراروک سے وطی کی تو اس سے منوچہر پیدا ہوا۔ بعض مجوسیوں کا کہنا ہے کہ منوچہر دنیاوند نامی جگہ پیدا ہوا مگر بعض دیگر کا کہنا ہے وہ رے میں پیدا ہوا اور جب منشخر بز اور منشراروک کے ہاں منوچہر پیدا ہوا تو انہوں نے طوج اور سلم کے خوف کی وجہ سے پیدائش کے واقعہ کو چھپا لیا منوچہر جب بڑا ہوا تو اپنے دادا افریدون کے پاس چلا گیا اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیا گیا اور اس کے لیے وہی کیا گیا جو اس کے دادا ایرج کے لیے کیا گیا تھا یعنی اسے وہاں کا بادشاہ بنایا گیا۔

تیسرا قول:

بعض نے کہا ہے کہ منوچہر کا نسب نامہ یوں ہے منوچہر بن مشخر بن افریقیس بن اسحاق بن ابراہیم۔ اسے افریدون کے بعد بادشاہ بنایا گیا تھا۔ وہ ایک ہزار نو سو بائیس سال تک بادشاہ رہا۔

البتہ اہل فارس اس دوسرے نسب نامہ کا انکار کرتے ہیں ان کے نزدیک بادشاہت صرف افریدون کی اولاد میں رہی ہے ان کے علاوہ اور کسی کو نہیں ملی اور یہ تو آپ کو معلوم ہے اسلام سے قبل جو شخص بھی ان میں داخل ہوتا وہ غیر حق میں داخل ہوا۔

طوج اور سلم کے ساتھ ایرج کا مقابلہ:

ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ طوج اور سلم نے اپنے بھائی ایرج کو قتل کرنے کے بعد زمین پر تین سو سال بادشاہت کی۔ پھر ان کے

بعد منوچہر بن ایرج بن افریدون نے ایک سو بیس سال حکومت کی پھر یہ حکومت طوج کے بیٹے ترکی کے پاس چلی گئی اور اس نے منوچہر کو بارہ سال تک شہر سے باہر نکال کر رکھا پھر منوچہر واپس آیا بادشاہ بنا اور اس کو شہر سے نکال دیا اور اس کے بعد اٹھائیس سال تک حکومت کی۔

بستیوں میں سردار مقرر کرنا:

ہشام بن محمد کا کہنا ہے کہ منوچہر عدل وانصاف کی وجہ سے مشہور تھا سب سے پہلے اس نے خندق کھودی اور آلات حرب جمع کیے اور سب سے پہلے اس نے سب بستیوں میں ایک ایک چودھری مقرر کیا اور وہاں کے لوگوں کو ان کا بھائی اور تابع بنایا اور لوگوں کو ہلکا لباس پہنایا اور انہیں ان چوہدریوں کی اطاعت کرنے کا حکم دیا کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس کی بادشاہت کے ساٹھویں سال ظاہر ہوئے۔

قوم سے خطاب:

ہشام کے علاوہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جب منوچہر کو بادشاہ بنایا تو اس پر بادشاہت کا تاج رکھا گیا اور رات اس دن خطاب کرتے ہوئے کہا ہم طاقتور جنگجو ہیں اپنے اسلاف کے دشمنوں سے انتقام لینے والے اور اپنے شہر سے دشمنوں کو بھگانے والے ہیں۔

افریدون کا بدلہ:

چنانچہ وہ اپنے دادا ایرج بن افریدون کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ترک کے علاقے میں گیا اور وہاں طوج بن افریدون اور اس کے بھائی سلم کو قتل کر کے اپنا بدلہ لیا اور واپس آ گیا کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے ساٹھ سال بعد ترکی کے بادشاہ افراسیاب بن فشنج نے منوچہر کو گرفتار کر لیا۔

منوچہر اور افراسیاب میں دشمنی کا خاتمہ:

پھر منوچہر اور افراسیاب کے درمیان اس بات پر صلح ہوئی کہ منوچہر کی جانب سے ایک شخص تیر پھینکے گا تیر کی حد تک اس کی حکومت ہوگی منوچہر نے اشباطر سے (اسے ایریش بھی کہتے ہیں) کے ذمہ یہ کام لگایا۔ اس نے زور سے تیر پھینکا۔ وہ بڑا طاقتور آدمی تھا تو اس کا تیر طبرستان سے بلخ کی نہر تک پہنچا تو بلخ کی نہر ان دونوں حکومتوں کا بارڈر بن گئی اور اس عمل کے بعد افراسیاب اور منوچہر کے درمیان جنگ بند ہوگئی۔

دریاؤں سے نہریں نکالنا:

کہا جاتا ہے کہ منوچہر نے دریائے صراۃ سے دجلہ اور بلخ جیسی بڑی بڑی نہریں نکالیں۔ کہا جاتا ہے کہ دریائے فرات اس نے کھدوایا اور پھر لوگوں کو حکم دیا کہ زمین میں کھیتی باڑی کریں اور اسے آباد کریں اور جنگجو لوگوں کے وظائف میں اضافہ کیا اور اپنی ریاست کو وہیں تک رکھا جہاں تک اشباطیر کا تیر پہنچا تھا۔

منوچہر کا قوم کو دھمکانا:

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جب منوچہر ۳۵ سال تک حکومت کر چکا تو ترکوں نے اسے اور اس کی رعیت کو گھیر لیا تو اس نے اپنی قوم کو ڈرایا اور کہا اے لوگو تم سب بے سمجھ بچے نہیں ہو عقل مند لوگ وہ ہوتے ہیں جو خود سمجھ دار ہوتے ہیں اور دشمن سے اپنا دفاع

کرتے ہیں ترکوں نے ہر طرف سے تمہیں گھیر لیا ہے اور ان کے ساتھ جہاد کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکومت اس لیے دی ہے تا کہ وہ ہمیں آزمائے کہ ہم اس پر شکر کریں تو وہ اس میں مزید اضافہ کرے اور اگر ناشکری کریں تو ہمیں سزا دیں ہم معزز ٹھہرانے والے ہیں اور بادشاہت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جب کل صبح ہو تو تم سب حاضر ہو جاؤ سب نے آمادگی ظاہر کی تو کہا اب چلے جاؤ۔

اگلے دن اس نے شاہی خاندان کے عام افراد اور معزز افراد کو بلایا اور لوگوں میں جو مالدار تھے انہیں بھی بلایا اور موبذ کو بھی بلایا اسے اپنی چارپائی کی کرسی کے سامنے بٹھایا پھر اپنی چارپائی پر کھڑا ہوا اور شاہی افراد اور معزز مالدار لوگ بھی کھڑے ہو گئے اس نے کہا آپ بیٹھ جائیں میں اس لیے کھڑا ہوا ہوں کہ آپ کو اپنی بات سنا سکوں وہ سب بیٹھ گئے۔

منوچہر کا تفصیلی خطاب:

پھر ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ: اے لوگو! بے شک سب مخلوق اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور شکر اسی انعام کرنے والے قادر کا ہے اور اطاعت اسی قدرت والے کی ہے جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا جنہیں میں نے بلایا ہے اور جو کچھ ان کے پاس ہے میں اس پر قادر نہیں۔ جو کچھ اس کے طالب کے ہاتھ میں ہے میں اسے اس سے عاجز نہیں کر سکتا۔ غور و فکر کرنا نور ہے اور غفلت اندھیرا ہے۔ جہالت گمراہی ہے' پہلے لوگ گزر گئے بعد میں آنے والوں کو بھی انہیں کے ساتھ ملنا ہے ہمارے آباء اجداد چلے گئے ہم ان کی اولاد ہیں اصل کے چلے جانے کے بعد فرع باقی رہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ملک عطا کیا ہے اس کے لیے سب تعریفیں ہیں ہم اس سے ہدایت' سچائی اور یقین کا الہام مانگتے ہیں بے شک بادشاہ کا اہل مملکت پر حق بنتا ہے اور اہل مملکت کا بادشاہ پر بادشاہ کا حق تو یہ ہے کہ اہل ملک اس کی اطاعت کریں اس کے ساتھ خیر خواہی کریں اس کے دشمن کے ساتھ جنگ کریں اور لوگوں کا حق یہ ہے کہ بادشاہ ان کی عطایا بروقت دیتا رہے اس لیے کہ ان کا اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں اور یہی ان کی تجارت ہے۔

اور رعیت کا یہ بھی حق ہے کہ بادشاہ ان کا خیال رکھے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے اور ان کے ذمے ایسا کام نہ لگائے جو وہ نہ کر سکیں اور اگر ان کے پھلوں پر کوئی آسمانی یا زمینی مصیبت آ جائے تو پھلوں کا خراج معاف کر دے اور اگر ان کو مزید ضرورت ہو تو ان کی مدد کرے تا کہ وہ اپنے مکانات وغیرہ درست کریں اور پھر جو کچھ انہیں دیا ہے اسے سال یا دو سال کی مدت میں اس طرح وصول کرے کہ ان میں اکتاہٹ نہ ہو اور بادشاہ کے لیے فوج کی حیثیت ایسی ہے جیسی کہ ایک پرندے کے لیے پر۔ پس وہ بادشاہ کے پر ہیں اگر اس کا پر کٹ جائے تو اس سے نقصان ہوتا ہے۔ بادشاہ وہ ہے جو اپنے پروں کے ساتھ ہو۔

بادشاہ کے خصائل:

غور سے سنو! بادشاہ کے اندر تین خصلتیں ہونی چاہئیں: نمبر ا۔ وہ ہمیشہ سچ بولے' اس لیے کہ وہ عوام پر مسلط ہے اور اس کا ہاتھ پھیلا ہوا ہے اس کے پاس خراج آتا ہے' اسے چاہیے کہ فوج اور عوام میں سے جو اس کے مستحق ہیں ان سے یہ خراج نہ روکے اور زیادہ معاف کرنے والا ہو بادشاہ سے زیادہ تا دیر حکومت کسی کی نہیں اور جس ملک میں ناجائز سزائیں ہوں اس سے زیادہ ہلاکت والا ملک کوئی نہیں غور سے سنو! آدمی معاف کرنے میں غلطی کرے (یعنی جہاں معاف نہیں کرنا تھا اس نے غلطی سے معاف کر دیا تو بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اس شخص کو سزا دے جو سزا کا مستحق نہیں تھا) بادشاہ کو چاہیے کہ ان امور میں ثابت قدم رہے جن میں قتل اور جانوں

کی ہلاکت ہوتی ہے اور جب اس کا کوئی عامل ایسی شکایت لے کر آئے جو مستوجب سزا ہو تو اسے جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ ظالم کو بلائے اگر مظلوم کی بات صحیح ہو تو ظالم کو سزا دے اور اگر سزا نہ دے سکے تو مظلوم کی امداد کرے پھر اسے اس کی جگہ بھیج دے فسادات ختم کرے یہ تمہارا اہم پر حق ہے غور سے سنو! جس نے بلاوجہ خون بہایا یا بلاوجہ کسی کا ہاتھ کاٹا میں اسے اس وقت تک معاف نہیں کروں گا۔ جب تک مظلوم خود معاف نہ کردے میری اس بات کو مضبوطی سے پکڑ لو توجہ سے سنو! بادشاہ اس وقت بادشاہ ہے جب تک اس کی اطاعت کی جائے اور جب تک اس کی مخالفت ہو تو وہ مملوک ہے بادشاہ نہیں اور جب تک ہماری طرف سے سرکشی پہنچی تو ہم اس وقت کوئی کاروائی نہیں کریں گے۔ جب تک کہ اس کا صحیح یقین نہ ہو جائے۔ اگر اس کا صحیح علم ہو جائے تو اسے معاف کردیں گے۔ ورنہ اسے سرکش سمجھیں گے اور اس کا معاملہ وہی ہوگا جو سرکش کا ہوتا ہے۔

سنو! مصیبت کے وقت بہترین عمل صبر کرنا ہے اور راحت کے دور پر یقین کرنا ہے جو دشمن سے لڑتا ہوا قتل ہو مجھے امید ہے کہ اسے اللہ کی رضا ملے گی بہترین کام اللہ کی اطاعت اور یقین کی راحت ہے اور اللہ کی تقدیر پر رضامندی ہے اور بھاگنے والا جہاں بھاگ کر چلا جائے اللہ کو عاجز نہیں کرسکتا طالب (اللہ) کے ہاتھ میں ہے۔ یہ دنیا اہل دنیا کے لیے جائے سفر ہے یہاں پر سفر کا سامان نہیں کھولا جاتا۔ کتنا اچھا ہے وہ شکر جو منعم کے لیے ہو اور کتنی اچھی ہے وہ اطاعت جو صاحب تقدیر (اللہ) کے لیے ہو اس سے زیادہ اطاعت کا کون مستحق ہے جس سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہ ہو اور اس کے علاوہ اور کسی پر بھروسہ نہ کیا جاسکے۔ تم غالب آنے کی امید رکھو اگر تمہارے دلوں میں یہ بات ہے کہ اللہ کی طرف سے مدد ہمارے ساتھ ہے۔ اور جب تمہاری نیتیں درست ہیں تو امید رکھو کہ تمہاری امیدیں پوری ہوں گی۔

جان لو! بادشاہت' استقامت' حسن اطاعت' دشمن کے خاتمہ' پلوں کی تعمیر' رعیت کے ساتھ انصاف' مظلوم کے ساتھ عدل کے بغیر کہیں قائم نہیں رہ سکتی پس تمہاری بیماری کا علاج ہمارے پاس ہے۔ اور وہ دوا جس کی کوئی دوا نہیں وہ استقامت اور نیکی کا حکم دینا ہے۔ اور ایسی دوا جس میں کوئی بیماری نہیں وہ استقامت' نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ ہے اور نیکی پر قوت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک اللہ تعالیٰ عطا نہ فرمائیں' رعیت کا خیال رکھو کیونکہ وہی تمہارا کھانا اور پینا ہے اور جب تم اس کے ساتھ انصاف کرو گے۔ تو زمین آباد کرو گے جس سے تمہارے خراج اور روزی میں اضافہ ہوگا اور جب تم رعیت پر ظلم کرو گے۔ تو زمین آباد کرنے سے بے رغبت ہو جاؤ گے اکثر زمینیں معطل ہو جائیں گی اور اس سے تمہارے خراج اور روزی میں کمی ہوگی۔ لہٰذا رعیت کے ساتھ انصاف کرو اور بادشاہ نے جو نہریں اور دریا کھدوائے ہیں ان کے پاس جو رعیت موجود ہے اور ان سے نفع حاصل کرنے سے عاجز ہے تو انہیں خراج کے مال سے قرضہ اور جب ان کے خراج کی ادائیگی کا وقت آجائے تو ان کی پیداوار سے اتنا خراج لو کہ جس سے وہ دل تنگ نہ ہوں ہر مال کا چوتھائی' تہائی یا نصف لو تا کہ انہیں مشقت نہ ہو یہ میرا قول اور حکم ہے اسے لازم پکڑ لو اور جو سنا ہے اس پر عمل کرو! اور اے لوگو! کیا تم نے میری بات نہیں سنی انہوں نے جواب دیا ہاں آپ نے بڑی بات اچھی کی۔ پھر انہوں نے کھانا کھایا اور شکریہ ادا کرکے چلے گئے منوچہر کی بادشاہت ایک سو بیس سال تک رہی۔

یمن میں رائش کی حکومت:

ہشام بن الکلبی کا خیال ہے۔ کہ رائش بن قیس بن صیفی بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان بن عامر بن شالخ یمن کا

بادشاہ بنا۔

اور یمن میں رائش کا دور حکومت وہی ہے جو منوچہر کا (فارس میں) ہے۔ رائش کا اصل نام حارث بن شد ہے۔ رائش اس لیے کہا جاتا ہے۔ کہ اسے ایک قوم کے جنگ کے نتیجے میں بکریاں بطور مال غنیمت ملیں تھیں اس نے ہندوستان میں بھی آ کر جنگ کی بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور قید کیا اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔

رائش کی جنگجویاں:

پھر یمن میں واپس چلا گیا وہاں سے چل کر دونوں پہاڑوں پر پھر انبار کے علاقے میں اور پھر موصل کی طرف چلا گیا۔ اور پھر آذربائیجان جا پہنچا یہ علاقہ اس وقت تک ترکیوں کے پاس تھا۔ ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دیا اور عورتوں کو قیدی بنایا اور وہاں شہر تعمیر کیے جو آذربائیجان کے نام سے معروف ہیں امرؤالقیس نے اپنے اشعار میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

ذامنار۔ ابراہیم بن رائش:

راوی کہتے ہیں کہ شاعر نے ''ذامنار'' نامی جس شخص کا ذکر کیا ہے وہ رائش کا بیٹا ہے جو اس کے بعد بادشاہ بنا اس کا نام ابراہیم بن رائش تھا۔ اسے ''ذامنار'' اس لیے کہتے تھے کہ اس نے مغربی علاقوں میں جنگ کی اور ان کی خشکی اور سمندری علاقوں میں بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اسے اپنے لشکر کے گم ہو جانے کا خدشہ ہوا اس لیے اس نے ایک مینار بنوایا تا کہ وہ مینار کو دیکھ کر اس کے پاس آ جائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اہل یمن کا خیال ہے کہ اس نے اپنے بیٹے عبد بن ابراہ کو مغربی علاقوں کی طرف بھیجا اس نے بھی مال غنیمت جمع کیا۔ اس کے پاس عنبا سنامی قوم کے لوگ آئے جن کی شکلیں خوفناک تھیں لوگ ان سے ڈر کر بھاگے اور اس کا نام ''ذالازعاء'' پڑ گیا۔

ابراہہ ان بادشاہوں میں سے تھے۔ جنہوں نے بہت زیادہ علاقوں پر قبضہ کیا تھا۔

شاہان یمن کے تذکرے کا سبب:

یہاں یمن کے بادشاہوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یمن میں رائش انہی دنوں بادشاہ تھا جن دنوں منوچہر (فارس میں بادشاہ تھا) ان دنوں کے لوگ فارس کے بادشاہوں کے عمال ہوتے تھے اور ان کی طرف سے انہیں گورنری عطا ہوتی تھی۔

موسیٰ علیہ السلام اور منوچہر کا دور

موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ نسب:

یعقوب علیہ السلام کی جائے پیدائش اولاد اوران کی تعداد وغیرہ کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ لاوی بن یعقوب نے نابتہ بنت یشخر سے نکاح کیا۔ اس سے عرشون بن لاوی مرزی بن لاوی اور قاہت بن لاوی پیدا ہوئے اس نے شمت بنت بتادیت سے نکاح کیا۔ تو اس سے قارون بصیر عمران بصیر بن یعیر پیدا ہوئے عمران نے شمویل بنت یدکیا سے نکاح کیا تو اس سے موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

دوسری روایت:

ابن اسحاق کے علاوہ دیگر مؤرخین کا کہنا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی عمر ۱۴۷ سال تھی ۸۷ سال کی عمر میں لاوی پیدا ہوا لاوی کی عمر جب چھیالیس سال ہوئی تو قاہت پیدا ہوا پھر قاہت سے یصیر سے عمران پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی عمر چھیاسٹھ سال تھی پھر عمران سے موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے آپ کی والدہ کا نام یوخابذ تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا دوسرا نام باختہ تھا۔ آپ کی بیوی کا نام صفورہ تھا جو کہ شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام جرشون اور ایلیغیا نامی جگہ پر پیدا ہوئے وہاں سے مدین چلے گئے اس وقت آپ کی عمر اکتالیس سال تھی۔ آپ دین ابراہیم علیہ السلام کی طرف بلاتے تھے۔ جب کوہ طور پر اللہ سے ملاقات ہوئی تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی عمر اسی سال تھی۔

اس وقت مصر کے فرعون کا نام قاموس بن مصعب تھا۔ اور اس کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے دعوت شروع کی تو قاموس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی ولید بن مصعب بادشاہ تھا جو اس سے بڑا سرکش اور کافر تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے بھائی کو لے کر فرعون کے پاس جائیں۔

تیسری روایت:

کہا جاتا ہے کہ ولید نے اپنے بھائی قاموس کے بعد ان کی بیوی آسیہ سے نکاح کر لیا موسیٰ علیہ السلام کے والد کی کل عمر ایک سو تیس سال تھی اور جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی پھر موسیٰ نبوت ملنے کے بعد اپنے بھائی ہارون کے ساتھ فرعون کے پاس گئے پھر موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے باہر آ گئے اور سمندر پار کرنے کے بعد وادی تیہ میں ٹھہرے اور بنی اسرائیل وہاں چالیس سال تک ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس یوشع بن نون آئے موسیٰ علیہ السلام کی کل عمر ایک سو بیس سال تھی اور آپ کا انتقال وادی تیہ میں ہوا۔

موسیٰ علیہ السلام کس زمانہ میں تشریف لائے:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے انتقال کے بعد فرعون کے بادشاہ ریان بن ولید کی بادشاہت ختم ہو گئی۔ تو عمالقہ مصر کے بادشاہ بنتے رہے۔ بنی اسرائیل وہاں پھیل گئے۔ جب یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا تو انہیں مرمر کے ایک صندوق میں

ڈال کر پانی کی گہرائی میں دریائے نیل کے کنارے دفن کیا گیا بنی اسرائیل مصر کے فرعونوں کی رعایا بن کر رہے اور یہ لوگ یوسف علیہ السلام اسحاق علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق زندگی گزار رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس فرعون کا دور آ گیا جس کی طرف موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اور اس فرعون سے بڑا کوئی سرکش نافرمان اور بڑی عمر والا کوئی نہیں گزرا کہا جاتا ہے کہ اس کا نام ولید بن مصعب تھا یہ سب سے زیادہ سخت مزاج، سخت دل اور بنی اسرائیل سے سب سے زیدہ برا سلوک کرنے والا تھا۔ وہ بنی اسرائیل کو سزائیں دیتا انہیں اپنا خادم بناتا اور ان سے مختلف کام کرواتا بعض سے کھیتی باڑی کرواتا، بعض سے مکانات تعمیر کرواتا وغیرہ وغیرہ اور جو کام نہ کرتا اس سے جزیہ وصول کرتا۔ اور عذاب دیتا جس کی طرف اللہ نے سوء العذاب (سخت عذاب) کا لفظ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے۔

اس کے باوجود کچھ لوگ دین حق پر برقرار رہے اور انہی لوگوں کی ایک عورت آسیہ سے اس نے نکاح کیا۔ یہ چند نیک سیرت عورتوں سے ایک تھیں ولید نے اسرائیل کو سخت عذابات میں مبتلا کیے رکھا۔ اور جب اللہ نے انہیں عذاب دلانے کا فیصلہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام بالغ ہو گئے تو انہیں نبی بنا کر بھیجا۔

مصری نجومیوں کی پیش گوئی:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو فرعون کے نجومی آئے اور کہا کہ ہمارے علم کے مطابق بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ جو آپ کے دور حکومت میں پیدا ہوگا۔ وہ آپ سے آپ کی بادشاہت چھین لے گا اور آپ پر غالب آ جائے گا اور وہ آپ کو آپ کی زمین سے نکال دے گا اور آپ کے دین کو بدل دے گا۔

یہ بات سن کر فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو قتل کر ڈالو البتہ لڑکیوں کو زندہ رہنے دو اس نے ملک کی تمام دائیوں (ولادت کرنے والی عورتوں) کو جمع کیا اور کہا کہ بنی اسرائیل میں جس بھی لڑکے کی پیدائش ہو اسے قتل کر دو وہ ایسا ہی کرتیں اور حاملہ عورتوں کو بھی تکلیف دیتیں یہاں تک کہ وہ عورتیں اپنا حمل گرا دیتیں۔

بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل:

مجاہدؒ سے مروی ہے کہ اس نے حکم دیا کہ سخت کافی سرکنڈوں کو چیر کر اور جمع کر کے انہیں ملایا جائے یہاں تک کہ اس سے دھاردار سطح بن جائے۔ اور پھر حاملہ عورتوں کو لا کر ان کا بچہ یہاں گروالیا جائے۔ (تاکہ بچہ گرتے ہی مر جائے) اس طرح بہت سی عورتوں کے بچوں کو قتل کیا اور قتل کی تعداد بہت بڑھ گئی تو فرعون سے کہا گیا کہ آپ سارے بنی اسرائیل کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور ان کی نسل کو مٹانا چاہتے ہیں حالانکہ یہ آپ کے خادم اور غلام ہیں تو پھر فرعون نے کہا کہ ایک سال بچوں کو قتل کیا جائے اور ایک سال چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے جس سال بچے قتل نہیں کیے گئے۔

فرعون کا خواب:

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ چلی جس نے مصر کے گھروں کو گھیر لیا۔ اور قبطیوں کو جلا دیا اور بنی اسرائیل بچ گئے مصر کے تمام گھر تباہ ہو گئے اس نے کاہنوں اور قیافہ شناسوں کو بلا کر اس خواب کی تعبیر معلوم کی انہوں نے کہا بیت المقدس سے آنے والے بنی اسرائیلوں میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کی وجہ سے مصر تباہ ہو جائے گا۔ یہ سن کر

فرعون نے حکم دیا کہ جب بھی کسی بنی اسرائیل کے گھر میں لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا جائے قبطیوں سے کہا اپنے غلاموں (بنی اسرائیلیوں) کا خیال رکھو کہ جو شہر سے باہر کام کرتے ہیں۔ انہیں شہر میں واپس لے آؤ اور ان سے اپنے کام لو چنانچہ اس طرح اس نے بنی اسرائیلیوں کے تمام لوگوں کو اپنا غلام بنالیا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" کہ تحقیق فرعون نے زمین میں سرکشی کی" اور اس نے وہاں کے لوگوں کے کئی فرقے بنا رکھے تھے۔ یعنی مختلف کاموں کے اعتبار سے مختلف جماعتیں بنا رکھی تھیں اور ان فرقوں میں سے ایک جماعت کو اتنا کمزور کر رکھا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا۔

سرداروں کے کہنے پر قتل کے حکم میں ترمیم:

چنانچہ اس نے پیدا ہونے والے بچے قتل کرنا شروع کیے لہٰذا کوئی بچہ بڑا نہ ہوتا اور بڑی عمر کے لوگ فوت ہونے لگے۔ یہ معاملہ دیکھ کر سردار فرعون کے پاس آئے اور کہا کہ اگر یہ معاملہ جاری رہا تو پھر کام کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔ اور ہماری ہی اولاد کو کام کرنا ہوگا۔ اے کاش! آپ ان کی اولاد کو برقرار رہنے دیں یہ سن کر اس نے حکم دیا۔ کہ ایک سال بچوں کو زندہ رہنے دیا جائے اور ایک سال بچوں کو قتل کر دیا جائے جس سال بچوں کو قتل نہیں کیا گیا تو اس سال ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور اگلے سال موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کی حفاظت:

جب موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا وقت آیا تو اللہ کی طرف سے حکم آیا کہ "اسے دودھ پلائیے اور جب اس کے بارے میں کوئی خطرہ محسوس ہو تو اسے دریائے نیل میں ڈال دینا اور کسی قسم کا خطرہ اور خوف محسوس نہ کرنا ہم اسے پھر تیری طرف لوٹا دیں گے۔ اور ہم اسے پیغمبروں میں سے بنا دیں گے۔

چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو والدہ نے دودھ پلانا شروع کیا اور بڑھئی کو بلوا کر لکڑی کا تابوت بنوایا اور صندوق کے اندر چابی ڈال کر اسے تالا لگایا۔ اور پھر اسے دریا میں ڈال دیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن (اپنی بیٹی) سے فرمایا "تو اس کے پیچھے پیچھے چلی جا" چنانچہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو کنارے کنارے سے دیکھتی رہی اور فرعون کی قوم کو اس کا احساس بھی نہ ہوا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی بہن ہے۔ موجیں آئیں اور تابوت کو اوپر نیچے کرتیں یہ صندوق چلتا رہا یہاں تک کہ فرعون کے گھر کے قریب واقع ہونے والے پانی میں پہنچ گیا۔

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے گھر میں پرورش پانا:

آسیہؓ کی باندیاں وہاں نہانے کے لیے آئیں تو انہوں نے وہاں تابوت دیکھا تو اسے اٹھا کر حضرت آسیہؓ کے پاس لے آئیں ان کا خیال تھا کہ اس میں مال ہوگا جب آسیہؓ نے اسے کھول کر دیکھا تو (وہ موسیٰ تھے انہیں دیکھ کر ان کے دل میں شفقت پیدا ہوئی) جب فرعون کو پتہ چلا تو اس نے بچہ ذبح کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت آسیہؓ مسلسل ذبح نہ کرنے پر اصرار کرتیں تھیں یہاں تک کہ اس نے ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں یہ وہ بنی اسرائیلی تو نہیں کہ جس کے ذریعے ہماری حکومت تباہ ہوگی۔ اسی کی طرف قرآن مجید میں یوں اشارہ ہے کہ "غرض فرعون والوں نے موسیٰ کو اٹھالیا تاکہ آخر کار یہی موسیٰ ان کا دشمن اور ان کے غم و اندوہ کا سبب"۔

موسیٰ علیہ السلام کی رضاعت کون کرے:

اس کے بعد انہوں نے دودھ پلانے والی عورتوں کو بلایا لیکن موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہیں پیا عورتوں کی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح موسیٰ علیہ السلام ان کا دودھ پی لے تاکہ انہیں فرعون کے ہاں ملازمت مل جائے لیکن موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ پینے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے پہلے ہی دودھ پلانے والیوں کی بندش کر رکھی تھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا کیا میں تمہیں ایسے گھرانے کا پتا دوں جو تمہارے لیے اس کی پرورش کرے اور وہ اس کے خیرخواہ بھی ہوں۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو پکڑ لیا اور کہا کہ کیا تو اس بچے کو جانتی ہے بتا کہ اس کے گھر والے کون ہیں۔ بچی نے جواب دیا کہ میں اسے نہیں جانتی میری مراد یہ تھی۔ کہ وہ گھر اس بادشاہ کا خیرخواہ ہے (خیر وہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو لے آئی) جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ آئیں اور اپنا پستان اس کے منہ سے لگایا تو زبان سے یہ جملہ نکلنے لگا کہ یہ میرا بیٹا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے بچا لیا۔

''موسیٰ علیہ السلام'' کیوں کہا گیا:

موسیٰ علیہ السلام کا نام موسیٰ اس لیے رکھا گیا۔ کہ قبطیوں نے انہیں پانی کے درمیان پایا تھا۔ اور قبطی زبان میں پانی کو ''مو'' کہتے ہیں اور درخت کو ''سا'' کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ملکہ آسیہؓ کی آنکھوں کی ٹھنڈک:

فرعون نے موسیٰ کو اپنا بیٹا بنا لیا لوگوں نے بھی انہیں فرعون کا بیٹا کہنا شروع کر دیا بچہ کھیلنے کودنے والا ہو گیا تو ایک روز حضرت آسیہ اس بچے کو کھلا رہی تھیں کہ فرعون اس وقت آن پہنچا۔ آسیہؓ نے فرمایا اے لو یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یہ سن کر فرعون نے کہا یہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میری آنکھوں کی نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر وہ یہ کہہ دیتا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتا لیکن اس نے اس سے انکار کیا۔

فرعون کی داڑھی پکڑنا:

جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو پکڑا تو آپ نے اس کی داڑھی کو پکڑ کر نوچا یہ ماجرا دیکھ کر فرعون نے کہا کہ ذبح کرنے والوں کو بلاؤ یہ وہ لڑکا ہے جس سے میری حکومت ختم ہو جائے گی آسیہ نے فرمایا اسے قتل مت کرو یہ ناسمجھ بچہ ہے اس نے ناسمجھی میں ایسا کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ پورے مصر میں مجھ سے زیادہ زیورات پہننے والی عورت کوئی نہیں میں اس کے سامنے ایک یاقوت کا ہیرا رکھ دیتی ہوں اور ایک طرف انگارہ رکھ دیتی ہوں اگر اس نے یاقوت کو پکڑ لیا تو یہ سمجھدار ہے اسے قتل کر دیا جائے۔ اگر اس نے انگارے کو اٹھا لیا تو یہ بے سمجھ ہے چنانچہ آپ کے سامنے یہ دونوں رکھے گئے جبرئیل علیہ السلام نے آ کر آپ کے ہاتھ کا رخ انگارے کی طرف کر دیا آپ نے انگارہ اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ جس سے آپ کی زبان جل گئی اور لکنت پیدا ہو گئی اسی کے بارے میں آپ نے یہ دعا فرمائی تھی کہ ''اے اللہ! میری زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ وہ میری زبان کو سمجھ سکیں''۔

مکا لگنے سے قبطی کا مر جانا:

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں پلتے رہے اس کی سواریوں پر سوار ہوتے رہے اور وہی اعلیٰ لباس پہنتے جو فرعون اور اس کے گھر والے پہنتے اور آپ کو موسیٰ بن فرعون کے نام سے پکارا جاتا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ فرعون کسی سواری پر سوار ہو کر کہیں سے واپس

اپنے شہر آ ئے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی ساتھ گئے تھے۔ لیکن وہ اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ اس لیے فرعون انتظار کیے بغیر ہی واپس آ گیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام آئے تو پتہ چلا کہ فرعون جا چکا ہے موسیٰ علیہ السلام سوار ہو کر اس کے پیچھے چل پڑے اور شہر میں عین دوپہر کے وقت داخل ہوئے اس وقت بازار بند تھے اور وہاں کوئی موجود نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''پس موسیٰ شہر میں اس وقت داخل ہوا جب کہ وہاں کے لوگ غفلت کی حالت میں تھے پس پایا وہاں دو آدمیوں کو جو وہاں لڑ رہے تھے ان میں سے ایک ان کے گروہ کا تھا۔ (یعنی بنی اسرائیلی) تھا۔ اور دوسرا دشمن کی قوم کا تھا۔ (یعنی قبطی تھا) آپ کی قوم والے شخص نے دشمن کے خلاف مدد مانگی آپ نے جواب میں دشمن کے آدمی کو مکہ مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ (یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا یہ شیطان کے عمل سے ہے بے شک شیطان واضح گمراہ ہے اور فرمایا ''اے اللہ بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے آپ مجھے بخش دیجیے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ چونکہ آپ نے مجھ پر فضل فرمایا ہے اس لیے میں کبھی آئندہ مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا''۔

موسیٰ علیہ السلام کا شہر میں واپس آنا:

غرض اگلی صبح ڈرتے ڈرتے اور حالات کی ٹوہ لگاتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے تو اچانک دیکھا کہ وہی شخص جس نے گذشتہ کل موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگی تھی آج پھر موسیٰ کو پکار رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک تو صریح بے راہ ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اس کی مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ جب اس نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ پھر وہی برتاؤ کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں اسرائیلی نے اس خوف سے کہ میری سخت کلامی کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام مجھے ہی نہ مار دیں۔ موسیٰ سے کہا ''کیا تو نے جس طرح کل ایک شخص قتل کیا تھا آج مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے کہ انجام کا خیال کیے بغیر میں مار دھاڑ کرتا پھرے تو صلح صفائی کرنے والے لوگوں میں سے نہیں ہونا چاہتا' موسیٰ نے اسے چھوڑ دیا اور قبطی چلا گیا۔

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو طلب کرنا:

لیکن اس نے جا کر راز فاش کر دیا تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو طلب کر لیا۔ اور کہا کہ اسے پکڑو یہی دشمن ہے اور جب لوگوں کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا ان سے کہا کہ اسے تنگ راستوں سے پکڑنا اس لیے کہ موسیٰ ابھی کم عمر ہے اسے راستے معلوم نہیں لیکن اسرائیلی نے یہ خبر موسیٰ کے ایک آدمی تک پہنچا دی اور کہا کہ اے موسیٰ بلاشبہ تمام دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہا ہے۔ آپ یہاں سے نکل جایئے میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ غرض موسیٰ اسے دیکھتے ہوئے اور ڈرتے بھاگتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلے اور یہ دعا کی کہ اے میرے رب مجھے ان ظالموں سے بچالے۔

موسیٰ علیہ السلام کا مدین کو جانا:

جب موسیٰ علیہ السلام تنگ راستوں میں داخل ہوئے تو ایک فرشتہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا موسیٰ علیہ السلام نے جب اسے دیکھا تو خوف کی وجہ سے اس کے آگے جھک گئے فرشتے نے کہا کہ آپ میرے آگے نہ جھکیں بلکہ آپ میرے پیچھے پیچھے چلیں موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے چلے اس نے مدین کا راستہ بتایا موسیٰ علیہ السلام نے مدین جاتے ہوئے فرمایا ''امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ پر چلائے گا'' فرشتہ آپ کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ آپ مدین پہنچ گئے۔

موسیٰ علیہ السلام کن کن امتحانات سے گزرے:

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآن مجید کی آیت ''وفتناك فتونا'' (ہم نے تجھے کئی طرح کے امتحانات میں مبتلا کیا ہے) کے بارے میں پوچھا کرتے کہ وہ امتحانات کیا تھے انہوں نے جواب دیا کہ یہ واقعہ تمہیں اگلے روز سناؤں گا۔ کیونکہ یہ لمبا قصہ ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگلے دن جب صبح ہوئی تو میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اپنا وعدہ پورا کیجیے۔

پہلا امتحان:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک روز فرعون اور اس کے مصاحبین اس وعدہ کا ذکر کر رہے تھے۔ جو اللہ نے ابراہیم سے فرمایا تھا کہ اس کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ پیدا کروں گا۔ بعض نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل والے ایسے شخص کی تلاش میں تھے اور ان کا خیال تھا کہ یوسف بن یعقوب ہیں لیکن جب ان کا انتقال ہو گیا تو بنی اسرائیل کے لوگوں نے کہا کہ یہ وہ شخص نہیں فرعون نے کہا پھر تمہارا کیا خیال ہے۔ کہ وہ کون شخص ہے۔ اور فرعون نے قبطیوں سے مشورہ کر کے کچھ لوگوں کو مقرر کیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر شخص کو قتل کر دیں۔ اس طرح بہت سے بنی اسرائیلی ذبح کیے گئے۔ جب بڑی عمر والے بنی اسرائیلی فوت ہونے لگے اور بچے قتل ہو رہے تھے تو قبطیوں نے کہا کہ اس طرح سارے بنی اسرائیلی مر جائیں گے۔ اور پھر سارے کام ہمیں خود کرنا پڑیں گے اور وہ خدمات ہمیں ہی سرانجام دینا ہوں گی۔ جو بنی اسرائیلی دیتے تھے۔ لہٰذا ایک سال تک ان کا کوئی بچہ قتل نہ کیا جائے۔ تاکہ بڑوں کے مرنے کے بعد ان کی جگہ پر چھوٹے آ جائیں اور صرف ایک سال تک قتل نہ کرنے کی وجہ سے ان کی تعداد میں کوئی خاطر خواہ بھی نہیں ہوا اور یہ لوگ تمہاری کثرت سے ڈریں گے۔ جنہیں تم قتل کرو گے ان کا بھی بدلہ نہیں لے سکیں گے۔ چنانچہ اسی پر انہوں نے اتفاق کر لیا۔

ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بچوں کو قتل نہیں کیا گیا۔ اور اگلے سال جب بچے قتل ہو رہے تھے۔ تو موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جس سے ان کی والدہ شدید غم و اندوہ میں مبتلا ہوئیں اور اے جبیر رضی اللہ عنہ یہ ہی امتحانات ہیں۔

پھر اللہ نے ان پر الہام کیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ''تو خوف اور غم نہ کھا'' ہم اسے تیری طرف لوٹا دیں گے اور اسے پیغمبروں میں سے بنائیں گے۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو تو اسے ایک تابوت میں ڈال کر ایک سمندر میں پھینک دینا'' حضرت موسیٰ کی والدہ نے ایسا ہی کیا۔

سمندر میں جانے کے بعد تابوت آگے چلتا رہا یہاں تک کہ جب یہ تابوت ان کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ تو شیطان نے کہا تو نے اپنے بیٹے کا کیا کیا اگر تو اسے ذبح کر کے دفن کر دیتی تو اس سے بہتر تھا۔ کہ تو اسے سمندر کی مچھلیوں اور جانوروں کے حوالے کرتی۔ یہ تابوت چلتا رہا یہاں تک کہ فرعون کے باغوں کے کنارے دریا کے حصے میں پہنچ گیا کچھ عورتوں نے اسے دیکھا اور اسے کھولنے کا ارادہ کیا بعض عورتوں نے کہا اس میں خزانہ ہے اگر ہم نے اسے کھولا تو فرعون کی بیوی اس کی تصدیق نہیں کرے گی۔ اس لیے وہ اسی حال میں فرعون کی بیوی آسیہ کے پاس لے گئیں جب آسیہ نے اسے کھولا تو اس میں بچہ تھا۔ اس کے دل میں بچے کی ایسی محبت پیدا ہوئی کہ اس سے پہلے کسی بچے کی نہیں تھی۔ ادھر موسیٰ کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا اور جب ذبح کرنے والوں نے موسیٰ کے بارے میں فرعون کا حکم سنا تو تلواریں لے کر آپ کی طرف بڑھے۔ تاکہ اس سے موسیٰ کو قتل کریں۔ (اے جبیر رضی اللہ عنہ یہی امتحانات

نہیں) آسیہ نے ذبح کرنے والوں سے کہا تم واپس چلے جاؤ۔ اس ایک لڑکے کی وجہ سے اسرائیلیوں کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں ہو گا۔ اور فرعون سے کہا کہ مجھے یہ ہبہ کے طور پر دے۔ اور اگر تو دے گا تو بڑا عمدہ کام ہو گا۔

دوسرا امتحان:

فرعون حضرت آسیہؑ کے پاس آیا حضرت آسیہؑ نے فرمایا کہ یہ میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو۔ فرعون نے کہا کہ یہ صرف تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اگر فرعون بھی انہیں اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہہ لیتا۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتا اور اسے ہدایت بھی مل جاتی جس طرح اس کی بیوی کو مل گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے محروم رکھا۔

پھر حضرت آسیہ نے مختلف عورتوں کو بلوایا۔ کہ وہ موسیٰ کو دودھ پلائیں۔ جو بھی عورت موسیٰ کو دودھ پلانا چاہتی موسیٰ اس کے پستان قبول نہ کرتے یہاں تک کہ آسیہ کو خدشہ ہوا کہ موسیٰ کو دودھ نہ پلانیکی وجہ سے کہیں وہ انتقال نہ کر جائیں وہ غمگین ہو گئیں پھر حکم دیا کہ اسے بازار لے جایا جائے اور لوگوں کے سامنے لایا جائے شاید کوئی عورت ایسی مل جائے' جس کا دودھ پینا بچہ قبول کرے وہاں بھی کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔

ادھر موسیٰ کی والدہ نے ان کی بہن (اپنی بیٹی) سے کہا کہ موسیٰ کے صندوق کے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ موسیٰ کا انجام کیا ہوتا ہے۔ کیا وہ زندہ ہے یا فوت ہو چکا ہے۔ کیا اسے سمندر کی مچھلیاں اور جانور تو نہیں کھا گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کیا ہوا حفاظت کا وعدہ بھول گئیں۔ ان کی بہن تابوت کے پیچھے ایسے چلتی رہیں۔ کہ قبطیوں کو احساس بھی نہ ہوا۔ کہ یہ اس کا پیچھا کر رہی ہیں۔ جب موسیٰ کو دودھ پلانے والی عورتیں تھک گئیں۔ تو ان کی بہن نے فرمایا کیا میں تم کو ایسے گھرانے کا پتا بتاؤں جو تمہارے لیے اس بچے کی پرورش کریں اور وہ اس کے لیے خیر خواہ بھی ہوں۔

یہ سن کر انہوں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ اس کے لیے خیر خواہ ہوں گے۔ کیا تو اس بچے کو جانتی ہے یہاں تک کہ انہیں موسیٰ کے بارے میں شک ہونے لگا۔ (اے جبیرؓ یہی امتحانات تھے) موسیٰ کی بہن نے جواب دیا کہ میری مراد یہ ہے کہ وہ بادشاہ کے خیر خواہ ہیں۔ اس لیے وہ اس کے لیے خیر خواہی شفقت اور رغبت کا معاملہ رکھتے ہیں۔ اور اپنے فائدے کی امید بھی رکھتے ہیں۔ یہ سن کر انہیں چھوڑ دیا گیا۔ وہ اپنی والدہ کے پاس آئیں اور انہیں وہاں لے گئیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے دودھ پلایا تو موسیٰ علیہ السلام نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا یہاں تک کہ دونوں پہلو بھر گئے۔

تیسری آزمائش:

یہ منظر دیکھ کر خوشخبری دینے والی عورتیں آسیہ کو خوشخبری دینے لگیں۔ کہ آپ کے بیٹے کو دودھ پلانے والی عورت مل گئی ہے۔ آسیہ نے انہیں اپنے پاس بلا بھیجا جب وہ اپنے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو لے کر غیر حاضر ہوئیں۔ تو آسیہ نے کہا آپ میرے پاس ٹھہرا کریں۔ بچے کو دودھ پلایا کریں مجھے اس بچے سے بہت زیادہ محبت ہے۔ آج تک مجھے کسی سے اتنی زیادہ محبت نہیں ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جواب دیا کہ میں اس بچے کے لیے اپنا گھر اور اپنی دوسری اولاد نہیں چھوڑ سکتی۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اللہ کا وعدہ یاد آیا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے وعدے کو ضرور پورا کرے گا۔ چنانچہ وہ اسی روز اپنے بیٹے کو لے کر گھر چلی گئیں اور ان کی اچھی طرح پرورش کی اور اللہ نے قبطیوں کے شر سے موسیٰ علیہ السلام کو بچا لیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کچھ بڑے ہوئے تو آسیہ نے موسیٰ

کی والدہ سے کہا۔ کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا چاہتی ہوں چنانچہ انہوں نے وعدہ کرلیا۔ کہ ایک روز ان کے پاس لے آئیں گی۔ اور انہیں دکھائیں گی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی سہیلیوں اور دائیوں سے کہا کہ تم میرے بچے کا استقبال کرنا تاکہ میرے بچے کی عزت اور کرامت ظاہر ہو اور میں تم کو اس عمل کے برابر انعام دوں گی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے گھر سے نکلنے سے لے کر آسیہ کے پاس پہنچنے تک ان کا استقبال تحائف و کرام سے کیا گیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام پہنچے تو آسیہ نے انہیں لیا اور ان کے حسن کو بہت پسند فرمایا کہ اسے فرعون کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ اسے اٹھائے اور اس کا اکرام کرے جب عورتیں فرعون کے پاس لے گئیں اور ان کی گود میں ڈال دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی کو کھینچا یہ منظر دیکھ کر فرعون نے کہا اے اللہ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن کیا تجھے یاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے وعدہ کیا تھا۔ اور پھر ذبح کرنے والوں کو حکم دیا کہ اسے ذبح کردو۔ (اے جبیرؓ یہ امتحانات ہیں)

چوتھی آزمائش

فرعون کی بیوی بھاگتی ہوئی آئی اور کہا کہ جو بچہ آپ نے مجھے دیا ہے آپ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ فرعون نے کہا کہ کیا تم دیکھتی نہیں کہ یہ بچہ مجھے پچھاڑ کر غالب آنا چاہتا ہے۔ آسیہ نے کہا کسی معاملے کے ذریعے اس کا امتحان لیا جائے۔ (کہ یہ سمجھدار ہے یا بے سمجھ) دو انگارے اور دو ہیرے منگوائے جائیں۔ اور انہی موسیٰ کے قریب رکھا جائے اگر یہ ہیروں کی طرف جائے اور انگاروں سے بچے تو سمجھدار ہے اور اگر یہ انگاروں کی طرف جائے تو یہ بے سمجھ ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا' موسیٰ علیہ السلام نے انگارے اٹھا لیے۔ انہوں نے جلدی سے اس کا ہاتھ کھینچ لیا کہ کہیں ہاتھ جل نہ جائے

آسیہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ انگاروں کی طرف پھیر دیئے۔ حالانکہ موسیٰ خود ہیروں کی طرف جانا چاہتے تھے۔ اللہ اپنا ہر کام کرگزرتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام بڑے ہوئے تو دیکھا کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو قبطیوں کے ظلم سے محفوظ ہو' قبطی ان کے ساتھ ظلم و مزاق کرتے تھے۔ ایک روز وہ شہر کے کنارے پر چل رہے تھے۔ کہ دیکھا دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک اسرائیلی ہے اور ایک قبطی۔ اسرائیلی نے فرعونی قبطی کے خلاف مدد مانگی موسیٰ علیہ السلام کو شدید غصہ آیا (مدد طلب کرنے والے کو موسیٰ کا مقام معلوم تھا۔ لیکن آپ کی والدہ کے سوا اور کوئی شخص آپ کی حقیقت نہیں جانتا تھا۔ سب یہی سمجھتے تھے۔ سب یہی جانتے تھے کہ آپ فرعون کے بیٹے ہیں۔ ایک روز اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حقیقت بتلا دی۔ جو دوسروں کو معلوم نہ تھی۔ تو موسیٰ نے اسے غصے سے ایک مکا مارا اور وہ ہلاک ہوگیا اس قتل کو اسرائیلی اور خدا کے سوا کسی اور نے نہ دیکھا تھا جب آدمی قتل ہوا تو موسیٰ نے فرمایا یہ تو شیطانی فعل ہوگیا۔ بے شک شیطان واضح گمراہ ہے۔ پھر یہ دعا مانگی اے میرے پروردگار! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا آپ مجھے بخش دیں بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اگلے روز صبح سویرے حالات کا جائزہ لینے کے لیے ڈرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے فرعون کے پاس ایک شخص آیا اس نے بتایا کہ ایک قبطی قتل ہوگیا ہے۔ آپ اسے بدلہ دلوائیں اور اسے ہرگز مہلت نہ دیں۔

فرعون نے کہا قاتل کو تلاش کر کے لاؤ۔ اور گواہ بھی ساتھ لاؤ۔ کیونکہ گواہوں کے بغیر سزا دینا جائز نہیں تھا۔ وہ قاتل اور گواہوں کی تلاش میں پھر رہے تھے کہ ایک اور قبطی کو اسرائیلی سے لڑتے ہوئے دیکھا گیا۔ اس بار بھی اسرائیلی نے قبطی کے خلاف مدد مانگی جب موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں آکر فرعونی کو مارنا چاہا اور اسرائیلی پر لڑائی کی ملامت کرتے ہوئے کہا۔ تو صریح بے راہ ہے' تو

اسرائیلی نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام گذشتہ کل کی طرح غصہ میں ہیں تو اس کو خیال ہوا کہ موسیٰ مجھے بے راہ کہہ چکے ہیں کہیں مجھے ہی نہ مار ڈالیں تو اس نے ڈر کے مارے کہہ دیا کہ آپ مجھے اس طرح قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح کل کو آپ نے قتل کیا تھا۔ یہ سن کر فرعونی بھاگ گیا۔ اور فرعون کو یہ خبر دے دی فرعون نے ذبح کرنے والوں کو بھیجا (تاکہ وہ موسیٰ کو پکڑ کر ذبح کر دیں) موسیٰ علیہ السلام نے ایک بڑا راستہ اختیار کر کے اس پر چلنا شروع کر دیا اور فرعونی آپ کے پیچھے لگ گئے انہیں اس بات کا بالکل خیال نہ تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو نہیں پاسکیں گے۔ (بلکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ موسیٰ جلدی سے مل جائیں گے)

شہر کے کنارے ایک اسرائیلی رہتا تھا اسے یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے ایک مختصر راستہ کر کے موسیٰ کو آگاہ کر دیا۔ (اے جبیرؓ یہ امتحانات تھے)

پانچویں آزمائش:

پھر ہم سدی کی روایت کی طرف چلتے ہیں کہ موسیٰ جب اس کنویں پر پہنچے تو وہاں لوگوں کا ایک گروہ دیکھا جو مویشیوں کو پانی پلا رہا تھا حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ مصر اور مدین کے درمیان آٹھ راتوں کا سفر ہے گویا کہ کوفہ سے بصرہ تک کی مسافت ہے آپ کے پاس درخت کے پتوں کے علاوہ کھانے کا کوئی اور سامان موجود نہ تھا جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کے پاؤں پھٹ چکے تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

مدین میں موسیٰ علیہ السلام کا کنویں پر پانی پینا:

سدی کی روایت اور ''ان لوگوں سے ایک طرف دو عورتیں اپنے جانوروں کے گرد کھڑی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ (تم پانی کیوں نہیں پلا رہی) انھوں نے جواب دیا کہ جب تک یہ چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس نہ چلے جائیں تو ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاسکتیں اور ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے موسیٰ کو ان دونوں پر بہت رحم آیا آپ کنویں پر تشریف لائے اس پر سے پتھر ہٹایا حالانکہ یہ پتھر اتنا وزنی تھا کہ اسے اہل مدین کی ایک جماعت اٹھاتی تھی پھر موسیٰ علیہ السلام نے اندر ڈول ڈال کر پانی نکالا اور ان اوران کے جانوروں کو پانی پلایا آج یہ دونوں جلدی گھر لوٹ گئیں اس سے پہلے وہ کنویں کے بچے ہوئے پانی سے اپنے جانوروں کو سیراب کرتی تھیں اس لیے دیر ہو جاتی تھی دونوں چلی گئیں اور موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور یہ دعا کی کہ اے میرے رب ''جو نعمت بھی تو میرے طرف بھیج دے میں اس کا حاجت مند ہوں''۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی شان ہے کہ انہوں نے یوں کہا ''اے اللہ جو نعمت بھی دے'' اگر کوئی اور انسان ہوتا تو اس شدید بھوک کی حالت میں کھانے کے سوا کچھ نہ مانگتا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کنویں میں پہنچے تو آپ کو سبزی کی ہریالی نظر آئی جسے دیکھ کر آپ نے وہ دعا کی جو اوپر گذری۔

موسیٰ علیہ السلام کو لڑکیوں کے والد کا بلانا:

سدی کہتے ہیں کہ جب یہ دونوں لڑکیاں گھر پہنچیں تو ان کے والد نے ماجرہ پوچھا انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنایا اس نے ان میں سے ایک کو موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے بھیج دیا۔ اور وہ شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی اور کہا کہ میرے والد صاحب آپ کو

بلاتے ہیں۔ تاکہ آپ کو اس پانی پلانے کی اجرت دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پلایا ہے۔ آپ کھڑے ہو گئے اور اس سے کہا چلو وہ آگے چلنے لگی تو اس کے بدن کا کچھ حصہ ظاہر ہونے لگا تو موسیٰ نے کہا تم میرے پیچھے چلو اور مجھے راہنمائی کرتی رہو۔

موسیٰ علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کی ملاقات:

جب موسیٰ علیہ السلام چل کر اس بزرگ کے پاس آن پہنچے اور انہیں سارا قصہ سنایا تو انہوں نے کہا کچھ خوف نہ کریں آپ ان ظالموں سے بچ کر آ گئے ہیں۔ ان دو بیٹیوں میں سے ایک نے کہا اے ابا جان! آپ اسے نوکر رکھ لیجیے کیونکہ اگر آپ اچھا نوکر رکھنا چاہیں تو اس کا اہل وہ ہے جو توانا اور امانت دار ہو یہ بات کرنے والی لڑکی وہی تھی جو موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے گئی تھی۔ ان کے والد حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی قوت کے بارے میں تو مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ جب بتلایا گیا کہ اس اکیلے نے پتھر اٹھایا۔ اس کے باحیا ہونے کا ثبوت کیا ہے۔ اس لڑکی نے کہا ہم دونوں آ رہے تھے میں آگے تھی اور یہ پیچھے مگر اس نے مجھ سے کہا کہ میں پیچھے چلوں یہ سن کر اس بزرگ نے کہا کہ میں ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں گا بشرطیکہ تم آٹھ سال یہاں نوکری کرو اور میں تجھ پر کوئی مشقت نہیں ڈالنا چاہتا۔ ان شاء اللہ تو مجھے خوش معاملہ اور بھلے لوگوں میں سے پائے گا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ بس یہ بات میرے اور آپؑ کے درمیان طے ہو گئی ان دو مدتوں میں سے جو بھی مدت پوری کروں گا تو مجھ پر کچھ زیادتی نہ ہو گی اور ہم جو کہہ رہے ہیں اس پر خدا گواہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کی بیٹی کا نکاح:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو لڑکی موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے گئی تھی نکاح اسی کے ساتھ ہوا شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک بیٹی کو عصا لانے کا حکم دیا یہ انسان کی جسامت کے بقدر تھا۔ ایک باندی گھر میں داخل ہوئی اور یہ عصا لے جانے لگی شعیب علیہ السلام نے اسے دیکھ لیا اور کہا کہ اسے یہاں چھوڑ دو اس نے وہیں ڈال دیا لیکن پھر وہ نہ رکی اور اسے اٹھانے لگی جب شعیب علیہ السلام نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اسے مویشی چرانے کے لیے بھیج دیا۔

موسیٰ علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کے تنازعہ کا فیصلہ:

موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے تھے۔ ایک روز شعیب علیہ السلام نے آ کر کہا کہ میری امانت تھی اور پھر موسیٰ کو تلاش کر کے ان سے ملے اور کہا کہ میرا عصا واپس کر دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا میرا عصاء واپس کر دو دونوں کے درمیان تلخی ہوئی پھر ایک فرشتے نے کہا اور اسی پر صلح ہوئی کہ اس عصاء کو پھینک دو اور جو اسے پہلے پکڑے گا وہ اسی کا ہو گا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شعیب علیہ السلام چونکہ بوڑھے تھے اس لیے وہ اس عصا تک پہلے نہ پہنچ پائے جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے بھاگ کر پکڑ لیا۔ اور اسی سے وہ دس سال تک بکریاں چراتے رہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں موسیٰ نے وعدے کو اچھے انداز میں پورا کیا۔ انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے دو مدتوں میں کون سی مدت اچھے انداز میں پوری کی انہوں نے کہا ان میں سے اکمل کو پورا کیا۔

موسیٰ علیہ السلام کا وعدہ کے مطابق مدت پوری کرنا:

سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ میں حج پر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ تو کوفہ میں مجھ سے ایک یہودی نے کہا آپؑ مجھے

صاحب علم معلوم ہوتے ہیں بتلایئے موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی؟ میں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں ہے میں ابھی عرب کے ایک بہت بڑے عالم ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہا ہوں ان سے پوچھوں گا میں مکہ مکرمہ آیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا انہوں نے جواب دیا موسیٰ علیہ السلام نے زیادہ اکمل مدت کو پورا کیا اور یہ کہ اللہ کا نبی جب وعدہ کرتا ہے تو اس کو صحیح طرح پورا کرتا ہے۔ حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے عراق واپس آ کر اس شخص کو یہ بات بتائی اس نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سچ کہا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نصرانی سے مجھ سے عرض کی کہ موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی میں نے کہا مجھے معلوم نہیں پھر میری ملاقات ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہوئی ان سے میں نے نصرانی والا سوال کیا کہ آٹھ سال پورے کرنا تو واجب تھا۔ اور اللہ کا نبی ذرہ بھر بھی کم نہیں کرتا تھا۔ اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا وعدہ پورا کیا اور دس سال خدمت کی۔

شعیب کی علیہ السلام بیٹیوں کے نام:

شعیب الجبائی سے مروی ہے کہ ان دو لڑکیوں کا نام لیا اور صفورہ تھا۔ موسیٰ کی بیوی کا نام صفورہ بنت تیرون تھا۔ تیرون ایک اور عالم تھا۔ ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ موسیٰ نے دس سال تک شعیب علیہ السلام کے بھائی تیرون کے ہاں بکریاں چرائیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ مدین کا حاکم یثری نامی شخص تھا دوسری روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے سسر کا نام یثری تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی وطن واپسی:

سدی کی روایت کی طرف لوٹتے ہیں۔ سدی کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام اس مدت کو پورا کر چکے اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے' ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سردیوں کا موسم تھا راستہ میں آگ بلند ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ گمان کیا۔ کہ یہ آگ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رات تھی اور سردیوں کا موسم تھا۔ وہ آگ حالانکہ اللہ کا نور تھا تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ تم ذرا ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں تمہارے لیے کوئی انگارہ لاؤں تا کہ تم اس سے گرمی حاصل کرو۔

مبارک درخت سے آواز:

جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو ایک درخت میں سے جو میدان کے دائیں طرف زمین کے ایک مبارک قطعہ میں تھا یہ آواز آئی کہ مبارک ہو جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ آواز سنی تو گھبرائے اور فرمایا کہ ''الحمد للہ رب العالمین'' تو یہ آواز آئی کہ اے موسیٰ یقیناً میں ہی رب العالمین ہوں' اور اے موسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا چیز ہے موسیٰ نے کہا میری لاٹھی ہے' میں اس پر سہارا لیا کرتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔ (یعنی پتوں کو مارتا ہوں اور بکریوں کے آگے ڈالتا ہوں) اور میری دوسری حاجتیں بھی اس سے وابستہ ہیں یہ کہ اپنا کھانا پینا پانی کا ڈول اس سے لٹکا دیتا ہوں وغیرہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اسے ڈال دے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈال دیا۔ لاٹھی پھینکتے ہی دیکھا کہ وہ تو ایک دوڑتا ہوا سانپ ہے تو موسیٰ علیہ السلام پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملنا:

ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ ڈرو نہیں میرے حضور میں پہنچ کر پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے آگے آ' اور ڈر نہیں یقیناً تو امن یافتہ لوگوں میں سے ہے۔ اور خوف دور کرنے کے لیے اپنے ہاتھ جسم سے ملا لے یہ دونوں چیزیں فرعونیوں کے پاس جانے کے

یہ تیرے رب کی طرف سے دو سندیں ہیں۔ (ایک عصا اور ہاتھ کا سفید ہونا)

ہارون علیہ السلام بطور معاون:

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! میں نے ان میں ایک شخص کو قتل کیا تھا تو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر ڈالیں اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے تو اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج تا کہ تائید و تصدیق کرے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم عنقریب تیرے بھائی کو تیرے ساتھ مضبوط کریں گے اور ہم تم دونوں کو ایسی ہیبت اور غلبہ عطا کریں گے۔ کہ جس کی وجہ سے وہ تم تک پہنچ ہی نہیں سکیں گے اور اب تم ان کے پاس جاؤ اور بتاؤ کہ ہم رب العالمین کے پیغمبر ہیں۔

دوران سفر کیفیت:

حضرت سلمہ سے روایت ہے۔ کہ جب موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹے تو آپ کے ساتھ بکریاں' آپ کی بیوی اور ایک لاٹھی تھی جس سے آپ دن بھر بکریاں چراتے تھے۔ رات کو کاٹھی چمقاق سے مار کر آگ جلاتے جس کی تپش میں آپؑ' آپ کی بیوی اور بکریاں رات گزارتے۔ جب صبح ہوتی تو آپ چلتے اور عصا پر ٹیک لگاتے لاٹھی کے سر کی طرف دو کنارے تھے۔ اور دوسری طرف ڈھال نما تھی۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے معلوماتی سوالات:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ کعب احبار مکہ مکرمہ ان کے ساتھ عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت کعب نے فرمایا کہ ابن عاص سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کریں۔ اگر یہ ان کا درست جواب دے تو یہ عالم پہلی چیز پوچھو کہ کون سی چیز جنت میں تھی اور اللہ نے اسے دنیا میں بھیج دیا دوسرا یہ کہ زمین پر سب سے پہلے کیا چیز رکھی گئی اور تیسرا یہ کہ زمین پر سب سے پہلے کون سا پودا اُگایا گیا؟

جب ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ چیز جو جنت میں تھی اور اللہ نے اسے زمین پر اتارا وہ حجر اسود تھا۔ اور زمین پر سب سے پہلے کہاں رکھا گیا۔ اور زمین پر سب سے پہلے عجوسہ کا درخت لگایا گیا۔ جس سے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی بنائی گئی۔ جب حضرت کعبؓ کے پاس یہ جوابات پہنچے تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم اس عالم نے سچ کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی:

راوی کہتے ہیں کہ جس رات اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا اعزاز حاصل کرنے اور اس سے کلام کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس رات موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے۔ یہاں تک کہ انہیں پتا نہ چلا کہ وہ کہاں جائیں انہوں نے اپنا چمقاق نکالا تا کہ اسے جلا کر تپش حاصل کریں اور راستہ معلوم کریں لیکن چمقاق سے آگ نہ جلی یہاں تک کہ وہ عاجز آ گئے۔ تو دور سے آگ نظر آئی تو اپنے گھر والوں سے کہا تم یہاں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں وہاں سے انگارہ اٹھا کر لے آؤں جسے تم جلا سکو اور رہبر تلاش کروں جس سے راستہ معلوم کر سکوں چنانچہ وہ چل پڑے تو دیکھا کہ وہ درخت میں لپٹی ہوئی گھاس کی طرح ہے۔ یا بعض روایات کے مطابق عجوسہ کا درخت تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اس کے قریب ہوئے تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ جب آپ پیچھے ہونے لگے تو درخت آپؑ کے قریب ہونے لگا۔ پھر درخت سے آواز آنے لگی موسیٰ علیہ السلام نے آواز سنی تو اس سے مانوس ہونے لگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے موسیٰ تم

اپنی دونوں جوتیاں اتار دو کیونکہ تم طویٰ نامی مقدس میدان میں ہو' پھر موسیٰ نے اپنی دونوں جوتیاں اتار دیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے عرض کیا یہ میری لاٹھی ہے۔ جس پر میں سہارا لیا کرتا ہوں اور بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور دوسری حاجتیں بھی اس سے وابستہ ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اس لاٹھی کو ڈال دے چنانچہ موسیٰ نے لاٹھی ڈال دی لاٹھی کو ڈالتے ہی وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ اس کے دونوں کنارے اس کا منہ اور اس کا ڈھال دار حصہ اس کی دم بن چکا تھا۔ اور اس کی پشت پر ناخن ہیں۔ غرضیکہ وہ اس طرح بن گیا ہے جس طرح اللہ نے چاہا۔

موسیٰ علیہ السلام گھبرائے اور بھاگ کھڑے ہوئے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اللہ تعالیٰ نے آواز دی اے موسیٰ آگے آؤ۔ اور ڈرو مت ہم اس کو اس کی اصلی حالت میں پہنچا دیتے ہیں۔ یعنی ہم اس کو عصا بنا دیتے ہیں۔ جیسے پہلے تھا تب موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف بڑھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اسے پکڑو اور ڈرو مت'' یعنی اپنے ہاتھ کو اس کے منہ میں داخل کر دو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جسم پر اونی جبہ پہن رکھا تھا۔ آپ نے اسے اپنے ہاتھ کے گرد لپیٹ لیا۔ لیکن آواز آئی کہ اسے اپنے ہاتھ سے اتار دو موسیٰ نے اسے اتار دیا۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ سانپ کے جبڑوں میں ڈال دیا اسے پکڑا تو عصا بن گیا۔ اور آپ کا ہاتھ عصا کی دوشاخوں والے سر کے درمیان تھا اور ڈھال والا حصہ اپنی جگہ تھا۔ کوئی حصہ بھی نہیں بدلا تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جاؤ تو بغیر کسی عیب کے خوب چمکتا ہوا نکلے گا یعنی یہ سفیدی برص کی بیماری کی وجہ سے نہیں ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام درمیانے قد کے گندمی رنگ کے تھے۔ آپ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالا پھر اسے نکالا تو انتہائی چمک دار تھا۔ پھر دوبارہ ڈالا تو پہلے کی طرح تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہ دونوں چیزیں فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جانے کے لیے۔ تیرے رب کی طرف سے دو سندیں ہیں۔ بے شک وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے ہی قتل نہ کر ڈالیں۔ اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے۔ تو اس کو بھی میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دیں کہ وہ میری تائید و تصدیق کریں۔ یعنی جو بات کہوں وہ اسے کھول کر بیان کریں اور جو بات میں نہ سمجھا سکوں اس کو وہ سمجھائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم عنقریب تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ساتھ مضبوط کریں گے ہم تم دونوں کو ایک ہیبت اور غلبہ عطا کریں گے۔ جس کی وجہ سے وہ تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ہماری نشانیاں تم دونوں لے کر جاؤ تم اور تمہارے پیروکار سب غالب ہوں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کا مصر میں پہنچ کر بھائی سے ملنا:

دوبارہ سدی کی روایت شروع ہوتی ہے سدی کہتے ہیں۔ کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر والوں کو لے کر مصر کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ رات کے وقت مصر میں داخل ہوئے۔ اس رات اپنی والدہ کے پاس مہمان ٹھہرے اس وقت اس نے انہیں نہیں پہچانا اس رات موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایک خاص قسم کا سالن جس کا نام ''طفیل'' تھا (اس میں شوربہ زیادہ ہوتا ہے) تیار کر رکھا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام وہاں اترے ہارون علیہ السلام باہر آئے دیکھا کہ مہمان آئے ہوئے ہیں۔ والدہ کو بتایا اور انہیں کھانا کھلایا۔

جب دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تو ہارون نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام ہوں یہ سن کر دونوں اٹھے اور ایک دوسرے کو گلے لگا لیا۔ جب دونوں کا تعارف ہو چکا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے ہارونؑ! میرے ساتھ مل کر فرعون کے پاس چلو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی طرف جانے کا حکم دیا ہے۔ ہارونؑ نے فرمایا میں تیار ہوں۔

جب دونوں تیار ہو کر فرعون کے پاس جانے لگے تو ان کی والدہ چلائی کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتی ہوں کہ تم فرعون کے پاس مت جاؤ وہ تم دونوں کو قتل کر دے گا لیکن انہوں نے والدہ کی بات نہ مانی۔

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام فرعون کے دربار میں:

رات کے وقت فرعون کے پاس پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا فرعون گھبرا گیا اور اس کے سارے پہرے دار بھی گھبرا گئے فرعون نے کہا اس وقت میرے دروازے پر دستک دینے والا کون ہے؟ دربانوں نے جھانک کر دیکھا ان دونوں سے بات ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں یہ سن کر دربان اور زیادہ گھبرا گئے وہ فرعون کے پاس پہنچے اور کہا کہ باہر ایک مجنون انسان کھڑا ہے۔ جس کا کہنا یہ ہے کہ اللہ کا پیغمبر ہے۔ فرعون نے کہا اسے اندر بلاؤ موسیٰ اندر چلے گئے۔ اور فرمایا کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو فرعون نے انہیں پہچان لیا اور کہا کہ میں نے تمہارے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی اور کیا تو نے زندگی کے کتنے سال ہمارے ہاں نہیں گزارے اور تو نے اپنا ایک اور کام بھی کیا تھا اور تو بڑا ہی ناسپاس ہے موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ حرکت اس وقت مجھ سے سرزد ہوئی تھی اور میں غلطی کرنے والا ہوں اور مجھے خطرہ محسوس ہوا تو میں تمہارے ہاں سے فرار ہو گیا۔ پھر میرے رب نے مجھے حکمت یعنی نبوت عطا فرمائی اور مجھے پیغمبروں میں سے بنا دیا اور وہ احسان جو تو مجھے جتلا دیا ہے وہ یہ ہی ہے کہ تو نے تمام بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ فرعون نے کہا اچھا اللہ تعالیٰ کی حقیقت کیا ہے اور اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کی مناسب شکل وصورت بنائی اور پھر اس کی راہنمائی فرمائی راوی کہتے ہیں کہ یعنی ہر جانور کا جوڑا پیدا کیا اور پھر نکاح کی طرف راہنمائی فرمائی۔

فرعون کے سامنے معجزات کا اظہار:

پھر فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ اگر تیرے پاس کوئی نشانی ہے تو دکھا اگر تو سچوں میں سے ہے۔ یہ بات اس گفتگو کے بعد کہی جو قرآن مجید میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر چہ میں تو صاف اور واضح چیز تیرے پاس لایا ہوں فرعون نے کہا اگر تو سچا ہے۔ تو صاف اور صریح چیز پیش کر یہ سن کر موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو یہ اسی وقت صاف اور نمایاں اژدھا بن گیا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور اس کا نچلا حصہ زمین پر تھا اور منہ محل کی بلند دیواروں کی طرف تھا۔ پھر وہ اژدھا فرعون کی طرف بڑھا تا کہ اسے نگل جائے۔ فرعون گھبرایا اور بھاگا وہیں اس کا پاخانہ نکل گیا۔ وہ چلایا کہ موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑو میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دوں گا موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا تو وہ عصا بن گیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا دائیاں ہاتھ گریبان میں ڈالا جب نکالا تو وہ بالکل سفید تھا اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام واپس آ گئے اور فرعون نے ایمان لانے اور بنی اسرائیل کو بھیجنے سے انکار کر دیا۔

خدا کو دیکھنے کے لیے محل بنانے کا حکم:

فرعون نے اپنی قوم سے کہا اے اہل دربار مجھے تو اپنے سوا تمہارا کوئی معبود معلوم نہیں ہوتا۔ اے ہامان تم میرے لیے مٹی کو آگ میں پکوا دو اور اینٹیں تیار کرو اور پھر ان سے میرے لیے محل تعمیر کراؤ تا کہ میں موسیٰ کے خدا کی ذرا ٹوہ لگاؤں جب فرعون کا محل تیار ہوا تو فرعون اس پر چڑھا اور اوپر کی طرف تیر پھینکنے کا حکم دیا۔ جب وہ تیر واپس آیا تو خون آلود تھا۔ یہ دیکھ کر فرعون نے کہا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو قتل کر دیا ہے۔

قرآن مجید کی آیت:

﴿ فاوقد لی یاھامان علی الطین ﴾

کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ سب سے پہلے جو اینٹیں پکوائی گئیں ان سے محل تعمیر کیا گیا۔

فرعون کے دربار میں:

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام مصر سے جانے کے بعد دوبارہ لوٹ آئے اور اپنے بھائی کے ساتھ مل کر فرعون کے دروازے پر پہنچے اور اندر جانے کی اجازت لے رہے تھے کہ ہم اللہ کے پیغمبر ہیں ہمیں فرعون کے پاس جانے دو بعض روایات میں ہے کہ وہ دو سال تک اجازت لیتے رہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور واپس آ جاتے کوئی شخص فرعون کے بارے میں کچھ نہ کہتا حتیٰ کہ ایک مزاحیہ شخص فرعون کے پاس آیا اور کہا اے بادشاہ دروازے پر ایک شخص موجود ہے جو عجیب باتیں کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ معبود آپ کے علاوہ کوئی اور ہے۔ فرعون نے کہا کہ اسے اندر بلاؤ موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ جب فرعون کے پاس پہنچے تو کہا کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا اور کہا کہ کیا ہم نے تمہاری پرورش نہیں کی اور تم نے کتنے سال ہمارے ساتھ نہیں گذارے اور تو نے اپنا ایک اور کام بھی کیا تھا۔ اور تو بڑا ہی ناسپاس ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وہ حرکت مجھ سے سرزد ہوئی تھی اور اس وقت میں غلطی کرنے والوں میں سے تھا۔ یعنی میں نے اس وقت خطا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں کیا تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے احسان جتلانے کے جواب میں فرمانے لگے۔ اور وہ احسان جو تو مجھ پر جتلا رہا ہے۔ وہ یہ ہی ہے کہ تو نے سارے اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ یعنی اس طرح غلام بنا رکھا کہ ان کے بیٹے بھی چھین لیے جسے چاہتا غلام بنا لیتا ہے جسے چاہا قتل کرا دیتا ہے۔ اور یہ بات مجھے آپ کے ہاں لائی ہے۔ فرعون نے کہا اچھا تو یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کیا ہے؟ یعنی جسے تم اپنا خدا کہتے ہو اس کی صفات کیا ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ میرا پروردگار ہے۔ آسمانوں اور زمین کا مالک اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان موجود ہیں بشرطیکہ کہ تم یقین کرو فرعون نے اپنے گرد و پیش کے مصاحبین سے کہا کیا تم اس کی بات سن رہے ہو؟ گویا آپ کی بات کا انکار کر رہا ہو۔ فرعون کا یہ انداز دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہی تمہارا پروردگار ہے۔ یعنی اس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے آباؤ اجداد کو بھی پیدا کیا ہے۔ فرعون نے کہا کہ یہ جو تمہارا رسول تمہارے لیے بھیجا گیا بلاشبہ دیوانہ ہے۔ یعنی اس کا دعویٰ درست نہیں کہ میرے سوا بھی کوئی معبود ہے۔ یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہی مشرق و مغرب اور ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کا پروردگار ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو تو۔ فرعون بولا اے موسیٰ! اگر تو نے میرے سوا کوئی اور معبود تجویز کیا تو بلاشبہ میں تجھے قیدیوں میں شامل کر دوں گا اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر چہ میں کوئی صاف اور صریح چیز تیرے پاس لے کر آیا ہوں تب بھی؟ یعنی جس سے میری صداقت اور تمہارا جھوٹ واضح ثابت ہو جائے (پھر بھی تم ایمان نہیں لاؤ گے۔ فرعون کہنے لگا اچھا اگر تو سچا ہے تو کوئی نشانی پیش کر چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا اور وہ اسی

[illegible] نمایاں اژدھا بن گیا۔ یہ اژدھا اتنا بڑا تھا کہ اس نے فرعون کے دربار کو بھر لیا اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے اپنی دم

[illegible]ت میں ڈال دیا۔ لوگ بھاگ گئے اور فرعون تخت سے نیچے اتر کر اس میں چھپ گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا واسطہ

[illegible]وسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ گریبان میں ڈال کر باہر نکالا تو وہ برف کی طرح سفید تھا۔ پھر جب دوبارہ اسے گریبان میں ڈالا تو وہ

پہلے کی طرح تھا۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اژدھے پر رکھا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ اس کا ایک کنارہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا۔ اور نچلا حصہ اپنی جگہ پر تھا۔ فرعون اپنا پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا۔ گمان کیا جاتا ہے کہ جب فرعون کو قضائے حاجت ہوتی تو پانچ یا چھ میل تک دور چلا جاتا یعنی عام لوگوں میں زیادہ نہیں جاتا تھا۔ اسی کے بارے میں کسی نے کہا کہ وہ عام لوگوں جیسہ نہیں۔

فرعون کو جان کے لالے پڑنا:

وہب بن منبہ سے مروی ہے۔ کہ اس واقعہ کو بیس سے زیادہ دن گزر گئے۔ یہاں تک کہ فرعون کو جان کے لالے پڑ گئے۔ پھر وہ ایک دن اپنے مصاحبین سے کہنے لگا۔ کہ موسیٰ تو بہت جاننے والا جادوگر ہے یعنی اس سے بڑا تو کوئی جادوگر نہیں یہ اپنے جادو کی وجہ سے تمھیں تمہاری زمین سے نکالنا چاہتا ہے۔ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ کیا میں اسے قتل کر دوں تو اس وقت فرعون کے خاندان کا ایک بڑا شخص تھا اور اس کا نام حبرک تھا بولا کیا تم اس بناء پر ایک شخص کو قتل کرتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس رب کی طرف سے کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آیا ہے (یعنی عصا اور ید بیضا کا معجزہ لے کر آیا ہے) پھر اس شخص نے قوم فرعون کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور پہلی امتوں پر آنے والے عذابات کے واقعات سنائے اور کہا کہ میری قوم کے لوگو! آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس ملک میں تم غالب اور حکمران ہو لیکن اگر خدا کا عذاب ہم پر آ پڑا تو پھر اس عذاب الٰہی میں ہماری مدد کون کرے گا۔ فرعون کہنے لگا کہ میں تمہیں وہی رائے دیتا ہوں جسے میں خود سمجھتا ہوں اور میں صرف تمہیں وہی طریقہ بتلا رہا ہوں جو طریقہ صحیح عین مصلحت ہے۔

فرعون کا جادوگروں کو بلوانا:

فرعون کے مصاحبین کہنے لگے! جب موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بادشاہت میں کمزوری پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لہٰذا اے فرعون! تو موسیٰ اور اس کے بھائی کو کچھ مہلت دے اور مختلف شہروں میں اپنے پیغام رساں بھیج دے کہ وہ ہوشیار جادوگروں کو تیرے پاس لے آئیں تاکہ شاید وہ اپنے جادو کے زور سے وہ کر سکیں جو اس نے کیا ہے۔ جب موسیٰ اور ہارون نے اس کے درباریوں کا یہ ردعمل دیکھا تو وہاں سے واپس لوٹ آئے اور فرعون اپنے دربار میں براجمان رہا اس نے ملک کے تمام جادوگروں کو بلایا یہاں تک کہ اس نے پندرہ ہزار جادوگر بلوائے جب تمام جادوگر جمع ہوئے تو انہیں اپنا حکم سناتے ہوئے کہا ہمارے ہاں ایک ایسا جادوگر آیا ہے۔ کہ اس جیسا ہم نے کبھی نہیں دیکھا اگر تم اس کا مقابلہ کر کے اس پر غالب آ جاؤ تو ہم تمہارا اکرام کریں گے۔ انعام دیں گے اور اپنے دربار میں خاص مقام عطا کریں گے جادوگر کہنے لگے کیا آپ واقعتاً ایسا کریں گے۔ فرعون بولا ضرور کروں گا۔ اس پر جادوگروں نے کہا کہ آپ ہمارے اور موسیٰ کے درمیان مقابلے کی تاریخ رکھیں۔

جادوگروں کے نام:

ان جادوگروں میں بڑے بڑے چار جادوگر تھے (۱) شاتور (۲) عادور (۳) حطحط (۴) مصفی۔ یہ وہی ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے دوران انھوں نے اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانی کا مشاہدہ کیا تو فوراً ایمان لے آئے بلکہ اس مقابلے کے تمام جادوگر ہی ایمان لے آئے جب انہیں قتل کرنے اور سولی پر چڑھانے کی دھمکی دی تو ان جادوگروں نے کہا ہم ان صاف دلائل کے مقابلے میں جو ہم تک پہنچ چکے ہیں۔ اور اس خدا کے مقابلے میں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ تمہیں ہرگز ترجیح نہیں

دیں گے تو نے جو کچھ کرنا ہے کر ڈال۔

جادوگروں سے مقابلہ کا دن:

چنانچہ جادوگروں کو بلانے کے بعد فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ! اب ہم تیرے مقابلے میں جادوگر لائیں گے تو اپنے اور ہمارے درمیان ایک ایسا وعدہ ٹھہرا جس کی خلاف ورزی ہم نہ کریں گے اور نہ تو کرے گا۔ یہ مقابلہ کسی ہموار میدان میں ہو گا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے وعدے کا دن وہی ہوگا جو تمہارے جشن منانے کا دن ہے۔ اور چاشت کے وقت جمع کر لیے جائیں تاکہ وہ لوگ میرے اور آپ کے مقابلے کو دیکھ سکیں۔

اسٹیڈیم میں لوگوں کا رش:

چنانچہ فرعون نے لوگوں کو جمع کیا اور پھر جادوگروں سے کہا مقابلہ کے لیے صفیں باندھ کر آؤ اور وہی کامیاب رہا جو غالب آیا چنانچہ پندرہ ہزار جادوگروں نے صفیں بنالیں ہر ایک کے پاس اس کی رسی اور ایک عصا تھا موسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ کو لے کر آئے آپ کے ساتھ آپ کا بھائی بھی تھا اور بھی بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے لوگوں نے حفاظت کے لیے فرعون کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔

جادوگروں کی شعبدہ بازی کا آغاز:

(مقابلہ سے پہلے) موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا تمہارے لیے خرابی ہو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افتراء نہ باندھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو کسی عذاب سے بالکل تباہ و برباد کر دے یہ سن کر جادوگر آپس میں باتیں کرنے لگے ان میں سے بعض نے کہا دیکھو یہ جادوگر کیا کرتا ہے۔ پھر سرگوشی کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کہنے لگے بے شک یہ دونوں جادوگر ہیں۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمھیں تمہارے ملک سے باہر نکال دیں اور تمہاری بہترین اور شائستہ تہذیب کو اٹھالیں پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا' اے موسیٰ! یا تو ڈال دے یا ہم ڈالنے میں پہل کریں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہی پہلے ڈال دو چنانچہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں وہ رسیاں اور لاٹھیاں اچانک ہی موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ ان جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں تو سب مل کر پہاڑ کی طرح نظر آنے لگیں۔ وہ میدان سارا بھر گیا۔ اور بظاہر سانپ نظر آنے والے ایک دوسرے پر چڑھ گئے۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خوف پیدا ہونے لگا اور فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم یہ تو ان کے ہاتھ میں لاٹھیاں تھیں پھر اچانک سانپ بن گئیں۔ یا اس طرح کی کچھ باتیں موسیٰ علیہ السلام کے دل میں آئیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی جو چیز تیرے دائیں ہاتھ میں ہے۔ تو اسے ڈال دے کہ وہ ان سب کو نگل جائے کیونکہ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے وہ جادوگروں کا کرتب ہے وہ جادوگر خواہ کہیں بھی ہو کامیاب نہیں ہوتا۔

حق کی فتح اور باطل کو شکست:

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا اور وہ رسیاں اور لاٹھیاں جو فرعون اور دوسرے لوگوں کی نظر آ رہی تھیں ان سب کو یہ سانپ بن کر نگلنے لگا حتیٰ کہ پورے میدان میں ان کی طرف سے پھینکی ہوئی کوئی رسی یا لاٹھی نظر نہیں آ رہی تھی پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑا تو وہ پھر عصا بن گیا یہ منظر دیکھ کر تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور انہوں نے کہا کہ ہم موسیٰ اور اس کے رب پر ایمان لائے' اس لیے کہ اگر یہ جادو ہوتا تو ہم پر غالب نہ آتا۔ (اس کا ہم پر غالب آنا دلیل ہے کہ یہ نبی ہے)

جادوگروں کے ایمان لانے پر فرعون کی برہمی:

فرعون کو ان پر غصہ آیا وہ کہنے لگا کہ میری اجازت ملنے سے پہلے اس پر ایمان لے آئے بے شک یہ موسیٰ تم سب کا بڑا ہے۔ جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے لہٰذا تم سب کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ کر تم کو کھجور کے درخت پر سولی دوں گا جس سے یقیناً تمھیں علم ہوگا کہ میرا عذاب موسیٰ کے خدا سے زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔ ان نو مسلم جادوگروں نے جواب دیا کہ ہم ان صاف دلائل کے مقابلے میں جو ہم تک پہنچے ہیں اور اس رب کے مقابلے میں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے لہٰذا تجھے جو کچھ کرنا ہے کر ڈال۔ تو صرف دنیا ہی میں اپنا حکم چلا سکتا ہے۔ یعنی تمہاری بادشاہت دنیا ہی تک ہے آخرت میں نہیں۔ ہم اپنے رب پر ایمان لائے تا کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور اس جادو کو بھی معاف کر دے جس کا ہم نے زبردستی ارتکاب کیا۔ وہ اللہ بدرجہا بہتر ہے۔ اور سدا باقی رہنے والا ہے۔ یعنی اس کا ثواب تجھ سے بہتر اور عذاب تجھ سے زیادہ سخت ہے فرعون یہ سب منظر دیکھنے کے بعد مغلوب اور ملعون ہو کر واپس لوٹا اپنے کفر پر جمارہا یہاں تک کہ اللہ کے عذاب شروع ہو گئے پہلے قحط سالی اور بعد میں طوفان بھیجا گیا۔

فرعون کی قوم پر عذاب الٰہی:

سدی کہتے ہیں کہ فرعون کی قوم پر عذاب آئے وہ موسیٰ اور جادوگروں کے اکٹھے ہونے سے پہلے آئے جب فرعون نے ہوا میں تیر پھینکا تو وہ خون آلود ہو کر واپس آیا تو فرعون نے کہا کہ میں نے موسیٰ کے خدا کو قتل کر دیا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیز بارش کا طوفان بھیجا جس سے ہر چیز غرق ہو گئی اس عذاب کو دیکھ کر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ وہ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اس عذاب سے نجات عطا فرمائے۔ تو ہم تجھ پر ایمان لائیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے عذاب ہٹا لیا اور ان کی کھیتیاں اگنے لگیں (تو انہوں نے ایمان لانے کی بجائے) انہوں نے یہ کہا کہ بارش رک جانے کی وجہ سے ہمیں کوئی خوشی نہیں ہوئی۔

ٹڈی دل کا عذاب:

اس کے بعد اللہ نے ٹڈیوں کو مسلط کیا جنہوں نے ان کھیتوں کو کھانا شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ ہم پر سے یہ عذاب ٹل جائے اور وعدہ کیا کہ عذاب ٹلنے کے بعد ہم ایمان لے آئیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور عذاب ٹل گیا اور ان کی کھیتیاں بچ گئیں یہ سن کر انہوں نے کہا چونکہ ہماری کچھ کھیتیاں باقی رہ گئیں ہیں اس لیے ہم ایمان نہیں لائیں گے۔

جوؤں کا عذاب:

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر جوئیں مسلط کیں وہ ساری زمین میں پھیل گئیں وہ لوگوں کے جسم اور کھال کے درمیان داخل ہو جاتیں اور انہیں کاٹتیں حتیٰ کہ کوئی شخص کھانا کھانے لگتا تو اس کے کھانے میں بھی جوئیں آ جاتیں۔ اور اگر کوئی شخص تانبے اور اینٹوں کا ستون بنانے لگتا۔ تو وہ اسے گرا دیتیں یہاں تک کہ ان پر کوئی چیز چڑھ نہ سکتی جوؤں کا عذاب سخت ترین عذاب تھا۔ قرآن مجید میں بھی اس عذاب کا ذکر ہے۔ اس عذاب سے تنگ آ کر انہوں نے پھر موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اللہ سے دعا کریں کہ ہم پر سے یہ عذاب

ٹل جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے جب یہ عذاب بھی ٹل گیا تو پھر انہوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

پانی کا خون بن جانا:

اس کے بعد اللہ نے خون کا عذاب بھیجا ایک قبطی اور ایک اسرائیلی مل کر اکٹھے پانی پینے جاتے تو قبطی کے لیے وہ پانی خون بن جاتا جبکہ اسرائیلی کے لیے پانی ہی رہتا جب اس عذاب سے سخت پریشان ہوئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ پھر دعا کریں کہ یہ عذاب ٹل جائے پھر موسیٰ نے دعا کی عذاب ٹل گیا لیکن پھر بھی وہ ایمان نہ لائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا وہ جس عذاب میں مبتلا کیے گئے تھے۔ وہ ان سے دور کر دیا گیا تو انہوں نے اسی وقت اپنے وعدے کو توڑ دیا ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ ہم نے فرعونی قوم کو قحط سالیوں اور پھلوں کے نقصانات میں مبتلا کیا کہ شاید وہ نصیحت پکڑیں۔

دربار میں دوبارہ جانا:

پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ (فرعون کے پاس جا کر اسے دعوت دو) اور اس سے نرم انداز سے گفتگو کرو تا کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا (مجھ سے) ڈر جائے یہ دونوں فرعون کے پاس پہنچے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا اے فرعون کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ جوان رہے بوڑھا نہ ہو تیری بادشاہت تجھ سے چھینی نہ جائے تجھے شادیوں' شرابوں اور سواریوں کی لذتیں دی جائیں اور جب تیرا انتقال ہو تو تجھے جنت میں داخل کر دیا جائے۔ اگر یہ چاہتا ہے تو مجھ پر ایمان لے آ فرعون کے دل میں ان کلمات نے اثر کیا اور یہ ہی نرم کلامی تھی جس کا اللہ نے حکم دیا تھا۔

ہامان کا فرعون کو رب قرار دینا:

فرعون نے جواب دیا کہ آپ ہامان کے آنے تک ٹھہریں ہامان آیا تو کہنے لگا کہ آپ نے اس آنے والے آدمی کو پہچان لیا ہے؟ ہامان بولا یہ کون ہے؟ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت فرعون نے موسیٰ کو جادوگر نہیں بلکہ کہا یہ موسیٰ ہے۔ ہامان نے پوچھا اس نے آپ سے کیا کہا؟ فرعون نے بتایا کہ اس نے مجھ سے یہ باتیں کیں۔ ہامان نے پوچھا کہ آپ نے کیا جواب دیا فرعون نے کہا کہ میں نے انہیں آپ کے آنے تک ٹھہرنے کا حکم دیا۔ ہامان بولا کہ مجھے آپ سے اچھی توقع ہے کہ آپ ایک عبادت کرنے والے بندہ بننے کے بجائے ایک ایسے رب بنیں جس کی عبادت کی جائے فرعون کو یہ مشورہ پسند آیا اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں یہ بھی کہا کہ میں اپنے علاوہ اور کسی کو رب نہیں مانتا اور یہ بھی کہا کہ میں چالیس سال سے تمہارا رب ہوں۔

فرعون کا قوم سے خطاب:

ایک مرتبہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''یہ بڑا جاننے والا جادوگر ہے اور اپنے جادو کے بل بوتے پر وہ تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے تمہاری اس کے بارے میں کیا رائے ہے ساری قوم بولی کہ آپ اس کے بھائی کو مہلت دیں اور سارے ملک میں اپنے ہرکارے بھیج دیں کہ وہ ہوشیار جادوگروں کو تیرے پاس لے آئیں فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے کہا اے موسیٰ! کیا تو اپنے جادو کے بل بوتے پر ہمیں ہمارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے۔ اچھا تو ہم بھی تیرے مقابے میں ایسا ہی جادو لائیں گے تو اپنے اور ہمارے درمیان ایک ایسا وعدہ ٹھہرا لے کہ جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور

نہ توکرے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے وعدے کا دن وہی ہے جو تمہارے جشن منانے کا دن ہے۔ اور سب لوگ چاشت کے وقت جمع کر لیے جائیں اس پر فرعون مجلس سے چلا گیا اور اس نے اپنی مکاری کا سامان جمع کرنا شروع کر دیا۔ اور آخر کار وعدے کا دن آن پہنچا یعنی فرعون نے تمام شہریوں میں ہرکارے بھیجے کہ جادوگروں کو جمع کیا اور لوگوں کو بھی جمع کیا کہ وہ بھی یہ منظر دیکھیں لوگوں کے لیے یہ اعلان کیا گیا۔ کہ تم بھی جمع ہو جانا تا کہ اگر جادوگروں کو غلبہ حاصل ہو تو ہم سب انہی کے پیروکار ہیں جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے کہا اگر ہم مقابلے پر غالب آ گئے تو ہمیں کوئی بڑا انعام ملے گا فرعون بولا ضرور ملے گا اور مزید یہ کہ تم مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے بارے میں دیگر روایات:

موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''تمہارے لیے خرابی ہو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افترا نہ باندھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تمہیں کسی عذاب کی وجہ سے بالکل تباہ و برباد کر دے'' موسیٰ علیہ السلام کے اس کہنے پر جادوگر اپنے کام میں باہم اختلاف کرنے لگے اور چپکے سے سرگوشیاں کرتے رہے سرگوشیوں کے درمیان ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ بے شک یہ دونوں بھائی جادوگر ہیں۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں' اور تمہاری بہترین اور شائستہ تہذیب کو ختم کر دیں (مقابلہ شروع ہونے سے پہلے) موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے سردار کی آپس میں ملاقات ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا اگر میں غالب آ گیا تو مجھ پر ایمان کی یہ گواہی دے گا کہ میں حق پر ہوں اس نے ہاں میں جواب دیا اور یہ بھی کہا ہم ایسا جادو لائیں گے کہ جس پر کوئی جادو غالب نہیں آ سکے گا۔ لیکن اللہ کی قسم آپؑ مجھ پر غالب آ گئے تو میں ضرور آپ پر ایمان لے آؤں گا اور اس بات کی گواہی دوں گا کہ آپ حق پر ہیں۔ فرعون ان دونوں کو دیکھ رہا تھا چنانچہ جب فرعون نے کہا کہ یہ ایک چال ہے تو تم نے شہر میں چال چلی ہے۔ تو اس کی مراد یہی گفتگو تھی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ شروع ہوا جادوگر کہنے لگے ''پہلے ہم کچھ ڈالیں گے یا آپ'' موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ڈالو تو انہوں نے اپنی رسیاں ڈال دیں اور لاٹھیاں بھی وہاں تین ہزار سے زیادہ جادوگر موجود تھے اور ہر ایک لاٹھی اور ایک عصا موجود تھا انہوں نے رسیاں وغیرہ ڈال دیں تو لوگوں کی آنکھوں میں سحر کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا اللہ نے وحی بھیجی اے موسیٰ! ڈرو مت جو تمہارے دائیں ہاتھ میں موجود ہے اسے زمین پر ڈال دو یہ ان سب کو نگل جائے گا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈال دیا یہ ان سب کو نگل گیا یہ منظر دیکھ کر سب جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے موسیٰ اور ہارون کے رب پر فرعون نے کہا کہ میں تم سب کا ایک طرف سے ہاتھ اور دوسری طرف سے پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں کھجور پر سولی دوں گا۔

جادوگر مومن ہو کر شہادت کا رتبہ پا گئے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ یہ دھمکی سن کر انہوں نے دعا مانگی اے ہمارے رب! ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے فرعون نے ان سب کو قتل کروا دیا اور ان کے اعضاء کٹوا دیئے یہ لوگ دن کے پہلے حصے میں جادوگر تھے اور آخری حصے میں شہداء۔

فرعون کا معبود:

فرعون کی قوم نے اس سے کہا کیا تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دے گا کہ وہ ملک میں فساد پھیلاتے رہیں۔ اور

موسیٰ تجھے اور تیرے تجویز کردہ معبودوں کو نظر انداز کرتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ فرعون کا معبود گائے تھی جب وہ کسی خوبصورت گائے کو دیکھتا تو اس کی عبادت کرنے کا حکم دیتا اسی لیے ان کے لیے بعد میں گائے کا بچہ معبود کے طور پر نکلا۔

بنی اسرائیل کو رات کے وقت نکل جانے کا حکم:

پھر اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو رات کے وقت لے کر نکلیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے" ہمارے بندوں کو رات کے وقت لے جاؤ بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وہاں سے نکلنے کا حکم دیا اور ان سے کہا وہ قبطیوں سے ان کے زیورات عاریت کے طور پر لے لیں اور کوئی شخص اپنے ساتھی کو آواز نہ دے اور رات کے وقت اپنے جانوروں کی زینیں کس لیں اور جس وقت موسیٰ علیہ السلام کہیں وہاں سے چل پڑیں اور گھر سے نکل کر اپنے دروازوں پر خون مل دیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس گھر والا نکل چکا ہے اس وقت کسی اسرائیلی نے قبطیہ سے زنا کیا تھا جس سے بچہ پیدا ہوا تو اسے بھی ساتھ لے جانے کا حکم تھا۔ تو اسے بھی نکلنے کا حکم دیا گیا۔

قبطیوں کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی بددعا:

پھر ایک رات جب قبطی بے خبر سو رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکلے اس سے پہلے انہوں نے قبطیوں کے بارے میں بددعا کی تھی ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی کہ" اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کی قوم کو دنیا میں بہت کچھ اموال اور آرائشی سامان دیئے ہیں۔ کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے ہٹائیں پس اے ہمارے رب! ان اموال کو ملیا میٹ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ یہ لوگ جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں تب تک ایمان نہ لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔ "ربنا اطمس علی اموالھم" (اے اللہ! ان کے اموال کو ملیا میٹ کر دے) میں طمس اموال سے مراد یہ ہے کہ ان کا مال' درہم اور دینار پتھر بن جائیں۔

رات کے وقت سفر کا آغاز:

پھر ان سے کہا گیا کہ تم لشکر کو لے کر سیدھے چلتے رہو چنانچہ یہ اپنی قوم کو لے کر چل پڑے ادھر فرعونیوں پر موت طاری کر دی گئی۔ کہ ان کے بہت سے نوجوانوں کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ ان کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے۔ اسی مصروفیت میں دن نکل آیا" غرض دن نکلتے نکلتے فرعون کے لشکر نے انہیں جالیا"۔

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے لشکروں کی تعداد:

موسیٰ علیہ السلام لشکر کے پیچھے تھے۔ ہارون علیہ السلام سب سے آگے تھے۔ ایک ایمان والے نے پوچھا آپ کو کہاں جانے کا حکم دیا گیا ہے فرمایا سمندر کی طرف جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سن کر سب نے واپس جانے کا ارادہ کیا مگر موسیٰ علیہ السلام نے انہیں روک دیا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چھ لاکھ بیس ہزار جنگجو تھے۔ ان میں چھوٹی عمر والے بیس سال سے کم اور بڑی عمر والے ساٹھ سے زیادہ تھے۔ ان دونوں کے درمیان والے شمار نہیں کیے گئے تھے۔

دونوں لشکروں کا سامنا:

پھر جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور بنی اسرائیل نے دیکھا کہ فرعون اور اس کا لشکر پیچھے آ چکا ہے تو کہنے لگے کہ ہم تو

پکڑے گئے اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں تکلیفیں پہنچائی گئیں ہیں کہ ہماری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ کر لڑکوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ اور تیرے آنے کے بعد بھی ہم تکلیف میں مبتلا ہوئے کہ آج فرعون کا لشکر ہمیں قتل کر دے گا۔ ہمارے ایک طرف سمندر ہے اور دوسری طرف لشکر فرعون موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے راستہ دکھائے گا۔ یعنی وہ ہماری کفایت کرے گا۔ امید ہے کہ ہمارا رب دشمن کو ہلاک کر کے ہمیں زمین میں خلافت دے دے تاکہ وہ دیکھے کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ ہارون علیہ السلام آگے بڑھے اور سمندر پر عصا مارا لیکن سمندر نہ پھٹا بولا کون جبار ہے جو مجھے مارتا ہے پھر موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور سمندر کو ابو خالد کہہ کر اس پر عصا مارا۔ چنانچہ عصا مارتے ہی وہ پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا ایسے ہو گیا جیسے کوئی بڑا پہاڑ ہے۔

سمندر میں بارہ راستے:

بنی اسرائیل اس میں داخل ہو گئے سمندر میں بارہ راستے بن چکے تھے ہر قبیلے کے لیے ایک الگ راستہ تھا۔ اور ہر دو راستوں کے درمیان دیوار تھی اس لیے کہنے لگے کہ شاید ہمارے ساتھی قتل کر دیئے گئے جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو اللہ نے ان دیواروں کے درمیان سوراخ بنا دیئے۔ یہاں تک کہ سب اول آخر تک ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ سب پار ہو گئے۔

فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی:

پھر فرعون اور اس کا لشکر سمندر کے قریب پہنچ گئے جب فرعون نے دریا کے اندر بنے ہوئے راستے دیکھے تو کہنے لگا کیا تم دیکھتے نہیں کہ یہ راستے میری وجہ سے بنے ہیں۔ تاکہ ہم اس کے ذریعے سمندر پار کر کے دشمنوں کو قتل کر دیں۔ اسی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس کے قریب پہنچا دیا۔ جب فرعون راستوں کے ابتدائی حصوں میں پہنچا تو اس کے گھوڑے نے سمندر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ جبرئیل علیہ السلام ایک گھوڑی پر سوار ہو کر آئے جب گھوڑے نے اس گھوڑی کی خوشبو سونگھی تو اس کے پیچھے چل دیا یہاں تک کہ فرعون کے لشکر کا اگلا حصہ نکلنے کے قریب تھا۔ اور آخر حصہ داخل ہو چکا تھا۔ تو اللہ نے سمندر کے پانی کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لو تو سمندر کا پانی آپس میں مل گیا' جب فرعون غرق ہونے لگا تو اس کہا کہ میں اس بات پر ایمان لایا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اس خدا پر جس پر بنی اسرائیل والے ایمان لائے ہیں۔ اور میں بھی فرمانبرداروں میں شامل ہوتا ہوں اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے تھوڑا سا کیچڑ اٹھا کر اس کے منہ میں دھنسا دیا اور اللہ نے میکائیل کو بھیجا جو انہیں عار دلاتے ہوئے کہنے لگے اب ایمان لاتا ہے حالانکہ پہلے نافرمانی کرتا تھا اور بڑے مفسدوں میں تھا۔ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نے نبیؐ سے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے دو شخصوں سے جتنی نفرت ہوئی ہے اتنی کسی اور سے نہیں ہوئی ایک جنوں میں ابلیس کہ جس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا دوسرے انسانوں میں سے فرعون سے جس نے یہ دعویٰ کیا ''میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں'' اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کاش آپؐ مجھے اس وقت دیکھ لیتے جب میں فرعون کے منہ میں کیچڑ ڈال رہا تھا۔ کہ کہیں وہ کلمہ نہ پڑھ لے اور اللہ تعالیٰ کو اس پر رحم نہ آ جائے۔

بنی اسرائیل کو فرعون کی غرقابی کا یقین نہ آنا:

بنی اسرائیل کو فرعون کے ہلاک ہونے کا یقین نہ آیا وہ کہنے لگے کہ فرعون غرق نہیں ہوا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے چھ لاکھ بیس ہزار فوج کے سامنے فرعون کو سمندر میں سے مردہ حالت میں باہر نکالا بنی اسرائیل والوں کے پاس ہتھیار تھے وہ

فرعون کا مثلہ کرنے لگے اسی کی طرف قرآن مجید میں یوں کہا گیا ہے "پس آج ہم تیری لاش کو بچالیں گے تا کہ تو اپنوں سے پچھلوں کے لیے ایک عبرت آموز نشانی ہو۔

وادی تیہ میں:

پھر بنی اسرائیل جب وہاں سے چلنے لگے تو انہیں وادی تیہ میں بند کر دیا گیا۔ انہیں پتا نہ چلا کہ وہ کہاں جائیں موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بزرگوں کو پوچھا کہ اب ہم کیا کریں انہوں نے کہا کہ جب مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے بھائیوں سے عہد لیا کہ تم مصر سے اس وقت تک نہ نکلنا جب تک تم مجھے بھی ساتھ نہ لے جاؤ شاید یہی وجہ ہے کہ ہم یہاں بند ہو گئے۔

موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا ان کی قبر کہاں ہے۔ قبر کی جگہ انہیں معلوم نہ تھی موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور آواز دی جو شخص یوسف علیہ السلام کی قبر جانتا ہے میں اسے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں مجھے وہ جگہ بتائے اور جسے معلوم نہیں اسے میری آواز سنائی نہ دے۔

یوسف علیہ السلام کی قبر کی تلاش:

آپؑ دو آدمیوں کے درمیان یہ آواز لگاتے ہوئے جا رہے تھے۔ اور وہ دونوں آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے وہاں ایک بوڑھی عورت نے آپ کی آواز سن لی وہ بولی اگر میں آپ کو یوسف علیہ السلام کی قبر کا پتہ دوں تو جو میں مانگوں گی کیا آپ مجھے دیں گے۔ آپ نے انکار فرمایا اور کہا کہ میں اللہ سے پوچھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے دینے کا حکم دیا تو آپ نے ہاں کر دی۔ اس بوڑھی عورت نے کہا کہ جنت میں جس مقام پر آپ ہوں اسی مقام پر میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ نے فرمایا صحیح ہے۔ پھر اس بوڑھی عورت نے کہا میں چل نہیں سکتی اس لیے آپ مجھے اٹھالیں۔ آپ اسے اٹھا کر لے چلے جب دریائے نیل کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ یہ قبر سمندر کے درمیان ہے اللہ سے دعا مانگو کہ وہ پانی کو ہٹا دے موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی پانی قبر سے ہٹ گیا۔ پھر اس عورت نے کہا کہ قبر کھودو قبر کھودی تو اس میں سے یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں نکل آئیں۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کے لیے راستہ کھل گیا۔

بنی اسرائیل کی بت پرستی کی خواہش:

بنی اسرائیل کے لوگ چل پڑے یہاں تک کہ ان کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو اپنے بتوں کی پرستش میں لگے ہوئے تھے انہیں دیکھ کر یہ موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا ہی معبود مقرر کر دو جیسے ان کے معبود ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ واقعی تم لوگ بڑے جاہل ہو یہ لوگ جس دین میں ہیں۔ وہ یقیناً برباد کیا جانے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے۔

قبطیوں پر عذاب:

حضرت سلمیٰ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبطیوں پر عذاب نازل کیے جادوگروں کے واقعے کے بعد جب انہوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے قحط سالی میں مبتلا کر دیا اس کے بعد ان پر طوفان' ٹڈیوں' جوؤں' مینڈکوں اور خون کا عذاب بھیجا یہ عذاب مسلسل اور پے در پے آتے رہے۔

سب سے پہلے پانی کا طوفان آیا ساری زمین میں پانی پھیل گیا اور وہیں کھڑا ہو گیا جس کی وجہ سے نہ وہ کھیتی باڑی کر سکتے تھے یہاں تک کہ جب وہ بھوکے مرنے لگے تو موسیٰ علیہ السلام سے کہا اگر آپ ہم پر سے یہ عذاب دور کروا دیں تو ہم ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور اس کے ساتھ اسرائیل کو روانہ کریں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے عذاب ہٹا لیا لیکن انہوں نے اپنی بات کو پورا نہ کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ٹڈیاں بھیجیں جنہوں نے ان کے درختوں کے یہاں تک کہ لوہے کے دروازوں کو بھی کھانا شروع کیا۔ ان کے گھروں اور رہائش گاہوں میں داخل ہو گئیں پھر انہوں نے پہلے کی طرح درخواست کی موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی عذاب دور ہو گیا لیکن اس بار بھی اپنی بات سے ہٹ گئے۔

پھر ان پر اللہ نے جوؤں کا عذاب نازل کیا۔ کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ فلاں اناج کے ڈھیر پر اپنا عصا ماریں جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مارا تو وہاں سے جوؤں کا جمگھٹا نکلا یہاں تک کہ قبطیوں کے گھروں اور کھانوں میں داخل ہو گئیں۔ اور ان کی نیند اور سکون چھین لیا جب بہت پریشان ہوئے تو پہلے کی طرح موسیٰ سے درخواست کی جب موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر عذاب ہٹ گیا تو پھر مکر گئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مینڈکوں کو بھیجا چنانچہ ان پر خون کا عذاب آیا اور سارے چشمے اور دریا خون میں تبدیل ہو گئے وہ جس کنوئیں دریا یا نہر سے پانی پینے لگتے تو وہ خون بن جاتا۔ محمد بن کعب سے مروی ہے کہ جب قبطیوں کو پیاس نے خوب ترسایا تو ایک قبطی عورت اسرائیلی عورت کے پاس آئی اور اسے کہا کہ مجھے اپنے گھڑے سے پانی پلاؤ وہ عورت اس کے لیے پانی نکال کر لائی جب قبطی عورت پانی پینے لگی تو وہ خون بن گیا قبطیوں پر خون کا یہ عذاب سات دن تک رہا جب تنگ آ گئے تو موسیٰ سے کہنے لگے کہ اپنے رب سے دعا کریں کہ اگر عذاب دور کر دیا گیا تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے۔ جب یہ عذاب دور ہو تو قبطی اس بات سے پھر گئے۔

بنی اسرائیل کو رات کے وقت لے جانے کی وجہ:

پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو رات کے وقت لے کر چلیں اور یہ بھی بتایا کہ ان کی قوم نجات حاصل کرے گی اور فرعون اور اس کا لشکر ہلاک ہوگا۔ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام نے ان کے اموال کے ہلاک ہونے کی دعا اس طرح کی تھی کہ اے ہمارے رب! آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا میں بہت کچھ سامان آرائش اور طرح طرح کے اموال اس لیے دیئے گئے ہیں کہ وہ لوگ تیری راہ سے ہٹ جائیں اے ہمارے رب ان کے اموال کو ملیا میٹ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ یہ لوگ جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں تو تجھ پر ایمان نہ لائیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال کو پتھر بنا دیا اور یہ ہی حال ان کے کھانوں اور کھجوروں کا ہوا یہ بھی اللہ کے عذابوں میں سے ایک عذاب تھا۔

تیسری روایت:

محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیز نے ان نو نشانیوں کے بارے میں پوچھا جو اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کو دکھائیں میں نے بتلایا کہ وہ یہ ہیں۔ طوفان' ٹڈیوں کا عذاب' جوؤں کا عذاب' مینڈکوں کا عذاب' خون کا عذاب' موسیٰ علیہ السلام کا عصا'

ان کا ہاتھ' ان کے اموال کا پتھر بن جانا۔ اور سمندر میں ان کا غرق ہونا عمر بن عبدالعزیز فرمانے لگے کہ یہ کیسے ہوا کہ ان کے اموال کا ملیا میٹ ہونا بھی انہی نشانیوں میں سے ہے۔ میں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے بارے میں دعا کی تھی۔ اور ہارون علیہ السلام نے آمین کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبول کر کے آل فرعون کے اموال کو مسخ کر دیا عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اس بات کی سمجھ اس طرح مثال کے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتی اور پھر ایک تھیلا منگوایا جس میں بہت سی اشیاء تھیں جو انہیں مصر سے ملیں تھیں۔ آل فرعون کی باقیات بھی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک انڈے کو نکالا جو دو حصوں میں ٹوٹا ہوا تھا۔ وہ پتھر بن چکا تھا۔ اسی طرح فروٹ کا بھی یہی حال تھا۔ کہ وہ پتھر کنکریاں اور شیشے کی شکل اختیار کر چکے تھے۔

محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ شام کا ایک آدمی مصر میں تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک کھجور کا درخت گرا ہوا دیکھا۔ وہ پتھر بن چکا تھا۔ اور میں نے ایک ایسا انسان دیکھا۔ جس کے انسان ہونے کے بارے میں مجھے شک نہیں تھا۔ لیکن غور سے دیکھا تو وہ پتھر بن چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ کو ہم نے آل فرعون کی طرف بھیجا تو کھلی نشانیاں دی تھیں۔

قبر یوسف علیہ السلام کی تلاش دوسری روایت:

عمر بن زبیر اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ جب اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی قوم کو ساتھ لے جانے کا حکم دیا تو یہ بھی فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کی لاش کو ساتھ لے جانا اور اسے ارض مقدس میں دفن کرنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ان کی قبر کے متعلق پوچھا تو ایک بوڑھی عورت نے اس کا پتا بتایا اور کہا کہ اللہ کے نبی میں اس قبر کو جانتی ہو آپ میرے ساتھ چلیں میں مصر کی سرزمین کے قریب ان کی قبر بتا دوں گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا چلو حالانکہ آپ بنی اسرائیل سے وعدہ کر چکے تھے۔ کہ وہ طلوع فجر سے پہلے اسرائیلیوں کو وہاں سے نکال لیں گے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ وہ طلوع کو مؤخر کر دیں۔ تاکہ وہ یوسف علیہ السلام کے معاملے میں فارغ ہو جائیں۔ آپ چلے اور آپ کے ساتھ بوڑھی عورت بھی تھی' یہاں تک کہ دریائے نیل کے پاس پہنچے اور وہاں سے سنگ مرمر کا صندوق نکالا اور اسے اپنے ساتھ لے کر آئے اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس عمل کے بعد یہودی اپنے مردوں کو ہر جگہ سے لے جا کر ارض مقدس میں دفن کرنے لگے۔

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ کا حکم سنایا اور کہا کہ تم قبطیوں سے ان کا سامان زیورات اور کپڑے عاریتاً لے لو میں تمہیں ان کے اموال کے ساتھ لے جاؤں گا اور وہ ہلاک ہوں گے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے لوگ قبطیوں سے ان کا سامان لے کر چلتے بنے اور فرعون نے ان کا پیچھا کرنے کا اعلان کر دیا۔ تو یہ کہا کہ یہ لوگ تمہارے اموال لے کر چلے گئے ہیں۔ عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ فرعون اپنے لشکر کے گھوڑوں کے علاوہ مزید ستر ہزار عمدہ گھوڑے لے کر تعاقب میں آیا موسیٰ علیہ السلام وہاں سے نکل چکے تھے۔ حتیٰ کہ دونوں کا آمنا سامنا دریائے نیل پر ہوا اس جگہ فرعون سے بچنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے لو ہم تو پکڑے گئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے راستہ دکھائے گا۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اور وہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ ابن اسحاقؒ سے مروی ہے کہ اللہ نے سمندر کی طرف وحی بھیجی کہ جب موسیٰ علیہ السلام تجھ پر اپنا عصا ماریں تو پھٹ پڑنا اور ان کے لیے راستہ بنانا۔ سمندر نے پوری رات اسی انتظار میں گزاری وہ اللہ کا حکم پورا کرنے کے انتظار میں تھا۔ موسیٰ علیہ السلام جب

وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اپنا عصا سمندر میں مارو اس میں وہ بادشاہت تھی جو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا کر رکھی تھی۔ عصا مارتے ہی سمندر پھٹ گیا اور ہر گروہ کے لیے پہاڑوں جیسے راستے بنا دیئے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرما دیا۔ کہ ان کو سمندر میں خشک راستے کے ذریعے اس طرح لے جاؤ۔ کہ پکڑے جانے کا ڈر اور خوف سے بالکل آزاد ہوں جب موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل سمندر میں داخل ہوئے تو سمندر خشک ہو چکا تھا۔ یہ اس راستے پر چل کر پار ہو گئے۔ اور فرعونی لشکر اس کے پیچھے پہنچ گیا۔

عبداللہ بن شداد سے مروی ہے کہ جب سارے بنی اسرائیل کے لوگ اس راستے سے گزر چکے تو فرعون ایک گھوڑے پر سوار ہو کر سمندر کے پاس آیا وہ سمندر کے پاس آ کر رک گیا اس کا گھوڑا اندر جانے سے ڈر رہا تھا۔ اس کے سامنے جب حضرت جبرئیل نے گھوڑی کر دی تو اس کی خوشبو سونگھ کر آگے آگے چلنے لگا۔ یہاں تک کہ فرعون کا گھوڑا سمندر میں داخل ہو گیا۔ جب قبطیوں نے دیکھا کہ فرعون سمندر میں داخل ہو چکا ہے۔ تو وہ بھی سمندر میں داخل ہونے لگے ان سب کے آگے جبرئیل تھے۔ اور یہ قوم فرعون کے پیچھے تھی۔ میکائیل ان سب سے پیچھے ان کو ابھار رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ کہ اپنے سردار فرعون کے ساتھ موحتی کہ جب جبرئیل علیہ السلام اس جگہ پہنچ گئے۔ کہ ان کے آگے کوئی اسرائیلی نہ رہا (بلکہ سب نکل گئے) تو ادھر میکائیل دوسرے کنارے کھڑے ہو گئے کہ ان کے پیچھے کوئی شخص نہ تھا۔ تو اس وقت ان پر سمندر کو ملا دیا گیا فرعون نے جب اللہ کی نشانی اور قدرت کا حال دیکھا اور اپنی ذلت و رسوائی کو پہچان گیا۔ تو پکارنے لگا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

فرعون کے منہ میں کیچڑ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمدؐ! آپ نے مجھے اس وقت نہ دیکھا جب میں سمندر کا کیچڑ فرعون کے منہ میں ڈال رہا تھا۔ کہ کہیں اللہ کی رحمت اسے ڈھانپ نہ لے اللہ نے فرعون کے جواب میں فرمایا اب ایمان لاتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کر رہا تھا۔ اور بلاشبہ تو مفسدوں میں سے تھا۔ آج کے دن ہم تیرے جسم کو عبرت بنا رکھیں گے تاکہ پچھلے آنے والے لوگ تجھ سے عبرت حاصل کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ فرعون کی لاش کو سمندر سے نہ نکالتے تو یہ لوگ فرعون کی ہلاکت میں شک کرتے جب موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر سمندر پار نکل گئے تو وہ ایسی قوم کے پاس پہنچے جو بتوں کی پوجا کر رہی تھی یہ دیکھ کر اسرائیلیوں نے کہا کہ ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنا دو جیسا کہ ان کا معبود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بڑی جاہل قوم ہو یہ یقیناً جس دین پر ہیں۔ وہ یقیناً برباد کیا جانے والا ہے۔ اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے اور کہا تم اللہ کے علاوہ اور کسی کو معبود تلاش کرتے ہو حالانکہ اس نے تمہیں جہاں والوں پر فضیلت دی ہے۔

جبرئیل علیہ السلام کا گھوڑا:

سدی سے مروی ہے کہ پھر جبرائیل موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تاکہ انہیں اللہ سے ملاقات کے لیے لے جائیں۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوئے یہ گھوڑا جہاں پاؤں رکھتا وہاں گھاس اگنے لگتی سامری نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا یہ زندگی دینے والا گھوڑا ہے۔ چنانچہ اس گھوڑے کے پاؤں کو لگنے والی مٹی میں سے کچھ اٹھایا۔ موسیٰ علیہ السلام تو چلے گئے اور پیچھے ہارون علیہ السلام کو نائب مقرر کیا۔ اور بنی اسرائیل سے تیس دن بعد واپس آنے کا وعدہ کیا جس میں اللہ نے مزید دس دن اضافہ کرایا تھا۔

سامری کا بچھڑا بنانا:

ہارون علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے کہا: اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مال غنیمت کو حلال نہیں کیا قبطیوں سے ملنے والے زیورات مال غنیمت ہیں لہٰذا انہیں جمع کر کے ایک گڑھے میں دفن کر دو۔ سامری نے وہ گڑھا کھودا اور اس سے زیورات نکال لیے اور پھر ان زیورات سے ایک سونے کا بچھڑا بنایا جس سے بچھڑے کی آواز آتی تھی۔

بچھڑے کی پوجا:

ادھر بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے وعدے کے دن گن رہے تھے۔ جب بیس یا بائیس دن گذر گئے تو سامری کہنے لگا۔ کہ یہ بچھڑا تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود ہے اور موسیٰ علیہ السلام بھول گیا اور اسے یہاں چھوڑ دیا اور پھر اس کی تلاش میں چل پڑا بچھڑا آواز بھی نکالتا ہے اور چلتا بھی ہے سامری نے دھوکہ دے کر بنی اسرائیل کو اس کی عبادت پر ڈال دیا یہ دیکھ کر ہارون علیہ السلام نے فرمایا اے بنی اسرائیل تم اس بچھڑے کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیے گئے ہو۔ یقیناً تمہارا حقیقی رب اللہ ہی ہے۔ پس میری اتباع کرو اور میرا کہنا مانو۔

موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ اللہ کی ملاقات کو:

ادھر موسیٰ علیہ السلام چند اسرائیلیوں کو لے کر اللہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ اور اپنے ساتھیوں سے کچھ آگے بڑھ گئے جب اللہ سے کلام ہوا تو اللہ نے پوچھا اے موسیٰ تجھے اپنی قوم سے جلدی آنے کا سبب کیا ہوا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہ لوگ یہ رہے میرے پیچھے آ رہے ہیں' اور میرے پروردگار میں نے تیرے پاس آنے میں اس لیے جلدی کی تاکہ تو خوش ہو جائے اللہ نے فرمایا کہ تیرے نکل آنے کے بعد ہم نے تیری قوم کو ایک فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے' اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔ جب اللہ نے پوری صورت حال سے آگاہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے میرے رب سامری نے تو انہیں بچھڑے کی پوجا کرنے کے لیے کہا لیکن اس بچھڑے میں روح کس نے ڈالی اللہ نے فرمایا کہ میں نے موسیٰ نے کہا اے میرے رب پھر تو آپ نے انہیں گمراہ کیا ہے۔

اللہ کی دید کا شوق:

پھر جب اللہ تعالیٰ سے موسیٰ کا کلام ہوا تو پھر موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے دیدار کا شوق پیدا ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے رب مجھے اپنا جمال دکھا دیجیے تاکہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں اللہ نے فرمایا تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ مگر ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھتا رہ اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ قائم رہا تو تو مجھے دیکھ سکتا ہے۔ اس پہاڑ کو فرشتوں نے ڈھانپ لیا اور فرشتوں کے گرد آگ جمع ہوئی پھر اس آگ کے گرد فرشتے اور فرشتوں کے گرد فرشتے اور فرشتوں کے گرد آگ جمع ہوئی اس کے بعد اللہ نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی۔

موسیٰ علیہ السلام کی وارفتگی:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ اللہ نے سب سے چھوٹی انگلی کے بقدر تجلی ڈالی جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا بے ہوش رہے۔ جب ہوش میں آئے تو معذرت کی اور کہا کہ کیا آپ کی ذات پاک ہے۔ اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں یعنی بنی اسرائیل میں سب سے پہلے میں ایمان لایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی رسالت اور اپنی ہم کلامی کے لیے تمام لوگوں پر ایک خاص امتیاز دیا ہے۔ اور شکر کرتا رہ اس کے بعد ہم نے چند تختیوں پر

ہر قسم کی نصیحت اور ضروری اشیاء کی تفصیل موسیٰ علیہ السلام کو لکھ کر دی اور کہا اے موسیٰ علیہ السلام ان تختیوں (یعنی تورات) کو پورے عزم کے ساتھ سنبھال اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کے بہترین احکام پر قائم رہیں۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ کسی کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ بلکہ وہ اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانکتے تھے۔

تورات ملنا:

یہ تختیاں لینے کے کچھ عرصہ بعد موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس آئے اس وقت آپ شدید غصہ میں تھے۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا اے میری قوم کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں فرمایا؟ کیا تم پر کوئی طویل مدت گزری تھی۔ یا تم نے یہ ارادہ کرلیا ہے۔ کہ تم پر خدا کا کوئی غضب واقع ہو۔ اس لیے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا۔ اس کی خلاف ورزی کی قوم کے لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے تجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف اپنے اختیار سے نہیں کیا۔ لیکن واقعہ یہ ہوا کہ قبطی قوم کے زیورات کا بوجھ ہم پر لدا ہوا تھا وہ زیورات ہم نے ڈال دیئے (یعنی آگ میں) پھر اسی طرح سامری نے بھی جو کچھ اس کے پاس تھا آگ میں ڈال دیا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ہارون علیہ السلام نے کہا کہ ان زیورات کو گڑھے میں ڈال دو لیکن سامری نے زیورات نکال کر لوگوں کے لیے بچھڑا بنایا۔

موسیٰ علیہ السلام کی ہارون علیہ السلام پر برہمی:

یہ واقعہ سن کر موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آ گیا انہوں نے تورات کی تختیوں کو پھینک دیا اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑ گھسیٹنے لگے ہارونؑ نے عرض کیا اے میری ماں جائے تو میری داڑھی نہ پکڑ اور نہ میرے سر کے بال' میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں تو یہ نہ کہے کہ اے ہارون تو نے بنی اسرائیل کے درمیان پھوٹ ڈال دی اور تو نے میری بات کا لحاظ نہ رکھا۔

سامری سے گفتگو کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے ہارون کو چھوڑ دیا اور پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے۔ سامری بولا میں نے ایسی چیز دیکھی (یعنی میں نے دیکھا کہ فرشتے کا گھوڑا جہاں پاؤں رکھتا ہے وہاں ہریالی ہو جاتی ہے) تو میں نے اس فرشتے کے نشان قدم سے ایک مٹھی بھر لی پھر میں نے اس مٹی کی مٹھی اس بچھڑے کے منہ میں ڈال دی اور اس وقت میرے دل میں یہی تدبیر آئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چل دور ہو جا تیری سزا اس زندگی میں یہ ہے کہ تو لوگوں سے کہتا پھرے کہ مجھے ہاتھ نہ لگا اور تیرے لیے ایک اور وعدہ مقرر ہے۔ جس کا تجھ سے خلاف نہیں کیا جائے گا۔ اور تو اپنے اس معبود کو دیکھ جس کی پوجا پہ تو جما بیٹھا ہے۔

بچھڑے کو جلانا:

چنانچہ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو پکڑ کر ذبح کیا اور پھر آرے سے اس کے دو ٹکڑے کیے اور پھر اس کے ذرات کو سمندر میں ڈال دیا اس طرح چلتے پانی میں اس کے ذرات بہنے لگے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس سے پانی پیو انہوں نے اس سے پانی پیا ان میں سے جو شخص بچھڑے سے محبت کرتا تھا۔ اس کے جسم پر سونا ظاہر ہو گیا اسی کے بارے میں قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔ کہ ''ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان دلوں میں بچھڑے کی محبت ڈال دی گئی''۔

توبہ میں بنی اسرائیل کا ایک دوسرے کو قتل کرنا:

لیکن بعد میں جب وہ نادم ہوئے تو اور انہوں نے یہ دیکھا کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں تو کہنے لگے اے ہمارے رب! اگر تو نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہم کو نہ بخشا تو بے شک ہم بڑے نقصان میں پڑ جائیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کی عام انداز میں توبہ قبول نہ فرمائی بلکہ ان کے قتل ہونے کو ان کی توبہ قرار دیا چنانچہ موسیٰ نے فرمایا اے میری قوم بے شک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا پس اب تم اپنے خالق کے سامنے توبہ کرو اور ایک دوسرے کو قتل کرو یہی طریقہ تمہارے خالق کے نزدیک ہے۔ لہٰذا جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی اور جنہوں نے پوجا کی انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا فریق مقتول شہید کہلاتا ہے اس قتال سے بہت سے لوگ مارے گئے تقریباً ستر ہزار افراد قتل ہوئے اس وقت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی اے ہمارے پروردگار بنی اسرائیل قتل ہو رہے ہیں۔ اے اللہ! انہیں بچالے تو اللہ نے قتل کا حکم ختم فرما دیا۔ اور بقیہ کی توبہ قبول فرمائی جو قتل ہوئے وہ شہید کہلائے اور بقیہ کی طرف کفارہ بنے۔

سامری:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ سامری باجر نامی علاقے کا ایک آدمی تھا اس کی قوم گائے کی پوجا کرتی تھی اس لیے اس کے دل میں گائے کی پوجا کی محبت تھی پھر جب بنی اسرائیل پر اسلام غالب ہوا تو ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل میں تھے اور موسیٰ علیہ السلام چند بنی اسرائیلیوں کو لے کر اللہ سے ملاقات کے لیے گئے تھے۔ تو ہارون علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم تم قبطی قوم کے زیورات کو آگ لگا دو اور سب کو گڑھے میں ڈال دو' قوم اس پر تیار ہو گئی انہوں نے اپنے زیورات گڑھے میں ڈال دیئے اور اوپر آگ لگا دی۔

سامری کو بچھڑا بنانے کی کیسے سوجھی:

سامری نے جبرئیل علیہ السلام کے قدموں کے اثرات میں دیکھا کہ وہ گھوڑا جہاں قدم رکھتا ہے وہاں پر ہریالی ہو جاتی ہے تو اس نے وہاں سے کچھ مٹی لے لی اور اس نے مٹی کو گڑھے میں ڈال دیا پھر اس نے ہارون سے کہا کہ میں اپنے حصے کے زیورات بھی گڑھے میں ڈال دوں ہارون علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں ڈال دو ہارون علیہ السلام کو یہ معلوم نہیں تھا کہ سامری نے اس قسم کی مٹی گڑھے میں ڈال رکھی ہے۔ سامری نے زیورات ڈالے اور کہا ایسے جسم بن جاؤ بچھڑے کی مانند ہو اور اس سے آواز آتی ہو۔ اس طرح وہ بچھڑا جو بنی اسرائیل کے لئے آزمائش کا سبب بنا پھر سامری نے بنی اسرائیل سے کہا یہ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود ہے چنانچہ بنی اسرائیل کے اکثر لوگ اس میں جمع ہو گئے اور اس کی عبادت کرنے لگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ'' سامری بھول گیا یعنی اپنے پہلے اسلام کو ترک کر دیا اور بھلا دیا کہ یہ گمراہ لوگ اتنی بات بھی نہیں دیکھتے کہ یہ بچھڑا ان کو نفع نہ دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔

ہارون علیہ السلام کی بات نہ ماننا:

سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا وہ مصر میں پیدا ہوا اور بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا جب سامری نے یہ کرتوت کیا تو ہارون علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! بے شک آزمایا گیا ہے اور تمہارا حقیقی رب تو وہی رحمان ہے۔ بنی اسرائیل نے جواب دیا کہ جب تک موسیٰ علیہ السلام ہم تک واپس لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ اس وقت تک ہم اس بچھڑے کی پوجا کرتے رہیں گے ہارون اور وہ مسلمان جو اس فتنہ میں مبتلا نہیں ہوئے تھے وہ موسیٰ علیہ السلام کا انتظار کرنے لگے۔ بچھڑے کی پوجا والے اپنے کام میں لگے رہے ہارون علیہ السلام کو اس بات کا

خوف تھا۔ کہ جب موسیٰ علیہ السلام آئیں تو یہ نہیں گے کہ اے ہارون! تو نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور تو نے میری بات کا لحاظ نہ کیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی وارفتگی کے متعلق دوسری روایت:

موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کوہ طور کے دائیں انہیں نجات دے گا اور ان کے دشمن کو ہلاک کرے گا مگر جب بنی اسرائیل نے سمندر پار کیا تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام سے پانی مانگا تھا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنا عصا پانی پر ماریں اس طرح وہاں سے بارہ چشمے جاری ہوئے ہر قبیلہ اپنے اپنے چشمے میں پانی پیتا تھا۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات اللہ سے ہوئی تو ان کو اللہ کے دیدار کا شوق پیدا ہوا اللہ سے دیدار کی درخواست کی تو اللہ نے فرمایا ''تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا ہاں البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ پھر اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا تو مجھے دیکھ سکے گا جب اللہ نے پہاڑ پر اپنی تجلی فرمائی اور اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گر گئے پھر جب موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو کہنے لگے آپ کی ذات پاک ہے۔ موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گر گئے اور ہوش آنے کے بعد کہا۔ میں آپ سے معذرت کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

پھر اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میں نے تمہیں اپنی رسالت اور ہم کلامی کے لیے تمام لوگوں پر خاص امتیاز دیا ہے۔ پس جو کچھ میں نے تجھے عطا کیا ہے اسے حاصل کر اور شکر ادا کرتا رہ اس کے بعد ہم نے چند تختیوں پر نصیحت اور ضروری چیزیں تفصیل سے کہہ دیں۔ اے موسیٰ علیہ السلام ان تختیوں (یعنی تورات) کو پورے عزم کے ساتھ سنبھال کر رکھ اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کے بہترین احکام پر قائم رہیں عنقریب تمہیں نافرمانی کرنے والوں کا گھر دکھاؤں گا۔

اللہ سے ہم کلامی (ایک اور روایت):

ایک اور موقع پر جب موسیٰ علیہ السلام اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام تو اپنی قوم سے جلدی کیوں آیا ہے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہ لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں اور میں نے تیرے پاس آنے کی اس لیے جلدی کی کہ تو خوش ہو جائے اللہ نے فرمایا میں نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو ایک امتحان میں مبتلا کیا ہے۔ اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔ غرض موسیٰ علیہ السلام اپنی مدت اور معیاد پوری کرنے کے بعد غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور ساتھ تو رات کی تختیاں بھی تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے واپسی (دوسری روایت):

جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس پہنچے تو دیکھا کہ وہ بچھڑے کی عبادت میں مشغول ہیں۔ تو غصے کی وجہ سے ان تختیوں کو پھینک دیا (کہا گیا ہے کہ تختیاں سبز زبرجد کی بنی تھیں) پھر اپنے بھائی کی داڑھی کو پکڑ کر کہا اے ہارون جب تو نے ان کو دیکھا تھا کہ یہ گمراہ ہو گئے ہیں تو تجھے میرے حکم کی پیروی کرنے میں کیا چیز مانع ہوئی کیا تو نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالتے سو تو دشمنوں کو مجھ پر خوش ہونے کا موقع نہ دے اور مجھے ظالم لوگوں میں شمار نہ کر۔ موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے اور یہ دعا کی کہ اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کی کوتاہی کو معاف کر دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا ''اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا۔ یہ

تم پر کوئی طویل مدت گزر گئی تھی یا تم نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ تم پر تمہارے خدا کا غضب واقع ہو اس لیے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی کی قوم نے کہا ہم نے آپ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن یہ ہوا کہ قبطی قوم کے زیورات کا بوجھ ہم پر لدا ہوا تھا وہ زیورات ہم نے آگ میں ڈال دیئے اس طرح سامری کے پاس بھی جو کچھ زیورات تھے۔ اس نے آگ میں ڈال دیئے۔ پھر سامری نے لوگوں کے لیے ایک بچھڑا نکالا جو محض ایک مجسمہ تھا۔ اور اس میں ایک بچھڑے کی آواز بھی تھی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا سامری تیرا کیا معاملہ ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے ایک ایسی چیز دیکھی ہے کہ جو اوروں نے نہیں دیکھی تو میں نے اس فرشتہ کے نشان قدم کی مٹی سے ایک مٹھی بھر کے لی اور پھر میں نے وہ مٹی کی مٹھی بچھڑے منہ میں ڈال دی تو اس وقت میرے دل میں ایک ہی بات آئی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چل جا دور ہو تیری سزا دنیا میں یہ ہے کہ تو لوگوں کو کہتا پھرے گا کہ مجھے ہاتھ نہ لگانا اور تیرا ایک اور وعدہ مقرر ہے جس کے خلاف نہیں کیا جائے گا اور تو اپنے اس معبود کو دیکھ جس کی پوجا پر تو جما ہوا ہے۔ یقیناً ہم اس کو جلا ڈالیں گے اور اس کی راکھ کو بکھیر دیں گے۔ بلاشبہ تمہارا حقیقی رب وہی ہے۔ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

تورات کے احکام:

پھر موسیٰ علیہ السلام نے وہ تختیاں واپس لے لیں ان میں جو مضامین لکھے ہوئے تھے۔ وہ سراسر ہدایت اور رحمت تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ اللہ نے ان تختیوں میں موسیٰ علیہ السلام کے لیے نصیحت ہر شے کی تفصیل' ہدایت اور رحمت لکھ دی تھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں ۶/۷ حصہ اٹھا لیا اور ساتواں حصہ باقی رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ ان تختیوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان مضامین میں سراسر ہدایت اور رحمت تھی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کو جلانے کا حکم دیا اور اس کی راکھ سمندر میں ڈال دی۔

موسیٰ علیہ السلام کا ستر اسرائیلیوں کو طور پہاڑ پر لے جانا:

پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان کی قوم کے ستر بہترین افراد کو منتخب کیا اور ان سے کہا کہ تم اللہ کی طرف چلو اور اس سے اپنے گناہوں کی اور اپنی باقی ماندہ قوم کے گناہوں کی معافی مانگو اور دروازے رکھو اور اپنے جسم اور کپڑوں پاک کرو چنانچہ موسیٰ علیہ السلام مقررہ وقت پر انہیں کوہ طور پر لے گئے کوہ طور پر اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں گئے تھے۔ جب وہ کوہ طور پر پہنچے تو موسیٰ نے کہا کہ ہم اپنے رب کا کلام سننا چاہتے ہیں۔ اس لیے اللہ سے اجازت لے لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اجازت مانگوں گا جب موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے قریب گئے تو ان پر پہاڑ کے ستون گرے یہاں تک کہ سارے پہاڑ ستون سے بھر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے اندر داخل ہوئے تو قوم سے فرمایا کہ قریب ہو جاؤ جب موسیٰ علیہ السلام ملاقات کرتے تو وہاں نور کی تجلی پڑتی جسے کوئی انسان نہیں دیکھ سکتا تھا۔ قوم کے لوگ قریب ہوئے یہاں تک کہ انہیں بادلوں نے گھیر لیا۔ اور انہوں نے اللہ کی آواز سنی اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو مختلف حکم دے رہے تھے کہ فلاں کام کرو فلاں نہ کرو وغیرہ وغیرہ۔

دیدار خداوندی کی ضد:

جب ملاقات مکمل ہوئی تو اور بادل ہٹ گئے تو ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم اس وقت تک آپ پر ایمان نہ لائیں

گے۔ جب تک ہم اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں ان کی جرأت پر ایک بجلی ان پر گری اور وہ سب کے سب وہیں مر گئے موسیٰ علیہ السلام پکارنے لگے اور عرض کیا کہ اے اللہ اگر آپ چاہتے تو ان کو میرے یہاں آنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتے اور ان لوگوں نے جو بے وقوفی کی تو کیا آپ ہمیں محض ہمارے بعض بے وقوفوں کی وجہ سے ہلاک کر دیں گے میں نے قوم سے ستر آدمی چنے اور جب واپس جاؤں گا تو میرے ساتھ ایک بھی نہیں ہوگا۔ تو پھر میری تصدیق کون کرے گا۔ موسیٰ علیہ السلام بار بار پکارتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کی روحوں کو واپس لوٹا دیا۔

توبہ سے متعلق (دوسری روایت):

پھر موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کی طرف سے توبہ چاہی تو اللہ نے فرمایا کہ نہیں اس کی صورت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے۔ کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہم اللہ کے حکم پر صبر کریں گے موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کی پوجا نہ کرنے والوں سے کہا کہ جو پوجا کرتے ہیں انہیں قتل کر دو۔ وہ میدان میں بیٹھ گئے اور تلواریں چلانے لگے یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام رونے لگے اور عورتیں اور بچے روئے اور گھبرائے ہوئے آئے اور معافی مانگنے لگے اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور قتل کا حکم ختم کر دیا۔

قوم کے قتل کا واقعہ کب ہوا:

سدی کی روایت میں ہے کہ قوم کے قتل کا واقعہ ستر آدمیوں کے ملاقات کے لیے جانے والوں سے پہلے پیش آیا اس لیے انہوں نے قرآن مجید کی آیت "انه التواب الرحیم" (جو قتل کے متعلق واقع ہے) کے بعد ملاقات کا واقعہ ذکر کیا چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ قتل کے واقعہ کے بعد اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لائیں جو بچھڑے کی پوجا پر معافی مانگیں اور اس کے لیے ایک دن مقرر فرمایا۔

ستر افراد کو طور پر لے جانا (دوسری روایت):

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا جب وہ لوگ مطلوبہ جگہ پر پہنچ گئے تو کہنے لگے کہ ہم اس وقت تک اللہ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیں ان کے اس جملے پر بجلی کی ایک کڑک سے وہ سب مر گئے موسیٰ علیہ السلام نے رو کر اللہ سے دعا کی کہ اے بنی اسرائیل والے مجھے کیا کہیں گے کہ ہمارے اچھے آدمیوں کو تو تو نے مار دیا اے اللہ آپ چاہتے تو انہیں یہاں آنے سے پہلے موت دے سکتے تھے کیا آپ ہمارے بعض بے وقوفوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں اللہ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام یہ ستر وہ ہیں جنہوں نے بچھڑے کو بنایا تھا۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ یہ تو آپ کی طرف سے آزمائش تھی آپ جسے چاہیں ہدایت دیں اور جسے چاہیں گمراہ کر دیں آپ ہی ہمارے دستگیر ہیں سو ہمیں بخش دیں اور ہم پر رحم فرمائیں بلاشبہ آپ سب سے بہتر بخشنے والے ہیں اس دنیا میں بھی ہمارے لیے بہتری مقرر کر دیجیے اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔ اللہ نے دعا قبول فرما کہ ان لوگوں کو زندہ کر دیا اور وہ زندہ ہو گئے اور چلنے لگے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم کیسے زندہ ہو گئے؟ پھر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے آپ جو بھی دعا مانگتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے آپ اللہ سے یہ دعا مانگیں کہ اللہ ہمیں نبی بنا دے چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر کے انہیں نبی بنا دیا اسی کی طرف قرآن مجید میں یوں ارشاد ہے:

﴿ ثم بعثنکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون ﴾

''پھر تمہارے مرنے کے بعد ہم نے تمہیں مبعوث فرمادیا تا کہ تم شکرادا کرو''۔

صحیح بات یہ ہے کہ یہاں بعث سے مراد مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے۔ یعنی تمہارے مرنے کے بعد ہم نے تمہیں زندہ کیا تا کہ تم شکرادا کرو۔ لہٰذا اس سے مطلوبہ مطلب ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ روایت ضعیف ہے۔

''اریحا'' جا کر جنگ کرنے کا حکم:

پھر موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بیت المقدس کے قریب ''اریحا'' نامی جگہ جانے کا حکم فرمایا تا کہ وہاں کے لوگوں سے جنگ کریں اور اس جگہ پر قبضہ کریں وہ اس جگہ کے قریب پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام نے بارہ جاسوس بھیجے ہر قبیلے میں سے ایک آدمی لیا گیا ان سے کہا گیا کہ قوم جبارین جو وہاں رہ رہی تھی کے حالات معلوم کر کے آؤ ان کی اس قوم کے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی جس کا نام عاج تھا اس نے بارہ کے بارہ کو پکڑ کر اپنے بیٹھنے والی جگہ پر باندھ لیا اس کے سر پر لکڑیوں کا ایک گٹھا تھا پھر ان کو لے کر اپنی بیوی کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ یہ لوگ ہم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں پھر انہیں اپنے سامنے پھینک دیا اور کہا کہ میں انہیں اپنے پاؤں سے روند ڈالوں؟ بیوی نے منع کیا اور کہا کہ انہیں چھوڑ دو تا کہ یہ اپنی قوم کو آنکھوں دیکھا حال بتائیں چنانچہ اس نے چھوڑ دیا۔

جاسوسوں کا میثاق توڑ دینا:

جب یہ وہاں سے نکلے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے اگر تم نے بنی اسرائیل کو یہ حالات بتلا دیئے تو وہ مرتد ہو جائیں گے اس لیے بہتر ہے کہ قوم کے لوگوں سے یہ حالات پوشیدہ رکھو البتہ صرف موسیٰ علیہ السلام کو ساری کیفیت بتلا دو اور پھر اس پر انہوں نے ایک دوسرے سے معاہدہ بھی کیا لیکن جب وہ وہاں پہنچے تو دس آدمیوں نے میثاق توڑ دیا اور عاج سے ہونے والے واقعے کو بیان کر دیا جب کہ صرف دو آدمیوں نے اس واقعے کو بیان نہیں کیا کہا یہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے پاس آئے اور انہیں صحیح حالات سے آگاہ کیا۔ اسی کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ تحقیق اللہ نے بنی اسرائیل سے بھی عہد لیا اور ان میں سے ہم نے بارہ آدمیوں کو ذمہ دار قرار دیا۔

بنی اسرائیل کا جنگ کرنے سے انکار:

موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرمانے لگے اے میری قوم! اللہ کے ان احسانات کو یاد کرو جب کہ اس نے تم میں بہت سے نبی بنائے اور تمہیں حکمران بنایا یعنی تم میں ہر شخص اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کا حکمران ہے۔ اے میری قوم تم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے حصے میں لکھ دی ہے اور پیٹھ دکھا کر واپس مت جاؤ ورنہ سخت نقصان میں پڑو گے بنی اسرائیل نے جواب دیا کہ اے موسیٰ! اس ملک میں تو بڑے بڑے زور آور لوگ موجود ہیں اور جب تک وہ لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم وہاں قدم نہیں رکھیں گے۔ ہاں اگر وہ زور آور لوگ وہاں سے نکل جائیں تو ہم ضرور قدم رکھیں گے البتہ جو لوگ اللہ کے نبی سے ڈرنے والے تھے۔ ان میں سے دو آدمیوں نے جن پر اللہ نے انعام کیا تھا بنی اسرائیل نے یوں کہا تم ان لوگوں پر چڑھائی کر کے شہر میں گھس جاؤ پھر جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم ہی ان پر غالب آؤ گے اور اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھو مگر بنی اسرائیل کے لوگوں نے پھر یہ جواب دے دیا کہ تو اور تیرا رب دونوں جاؤ ان سے جنگ کرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

اسرائیلیوں کے لیے سزا:

ان کا یہ جواب سن کر موسیٰ علیہ السلام کو شدید غصہ آیا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں اپنے اور اپنے بھائی کے علاوہ کسی اور پر کوئی اختیار نہیں رکھتا پس تو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان فیصلہ کر دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب یہ مقدس سرزمین ان کے لیے چالیس سال تک روک دی گئی ہے یہ زمین کے ایک خاص حصے (وادی تیہ) میں سرمارتے پھریں گے۔

من وسلویٰ:

چنانچہ اس قوم کو وادی تیہ میں بند کر دیا گیا اس پر موسیٰ علیہ السلام کو قدرے ندامت ہوئی جب آپ اپنی قوم کے پاس آئے تو وہ کہنے لگے اے موسیٰ! تو نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ تب موسیٰ علیہ السلام کو یہ سن کر افسوس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام اس نافرمان قوم کے حال پر افسوس نہ کریں بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم کھانا کہاں سے کھائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے من سلویٰ اتار دیا جس کی صورت یہ تھی کہ درختوں سے خاص قسم کی ترنجبین اور پرندے گرتے تھے۔ ان میں سے جب کوئی ان پرندوں کو دیکھتا تو اگر وہ موٹا ہوتا تو اسے کھا لیتا اور اگر نہ ہوتا تو اسے اڑا دیتا۔ اس طرح ان کے کھانے کا انتظام بھی ہو گیا۔ پھر وہ کہنے لگے کہ سائے کا کیا ہوگا۔ اللہ نے ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا پھر کہنے لگے کہ پہننے کا کیا ہوگا تو اس کا انتظام اس طرح ہوا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اسے کپڑے دیئے جاتے اور عمر کے ساتھ ساتھ کپڑے بھی بڑے ہوتے جاتے اور وہ کپڑے پھٹتے بھی نہیں تھے۔ قرآن مجید میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے کہ ہم نے ان پر بادل کا سایہ کر دیا اور ان پر من سلویٰ اتارا جب موسیٰ علیہ السلام نے ہم سے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے ان سے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو اس سے بارہ چشمے نکلے ہر قبیلے نے اپنے چشمے کو پہچان لیا کھانے کے بارے میں قوم نے یہ شکایت کی کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہم ایک خوراک پر ہرگز نہیں رہ سکتے پس تو ہمارے رب سے ہمارے لیے دعا کر کہ وہ ہمارے لیے ایسی چیزیں پیدا کرے جو عام طور پر زمین سے اگتی ہیں جیسے ساگ' ککڑی' گیہوں اور پیاز وغیرہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم بہتر چیز کے مقابلے میں ادنیٰ چیز کو لینا چاہتے ہو۔ تو تم کسی شہر میں جاؤ بلاشبہ تمہیں وہاں یہ چیزیں مل جائیں گی۔ چنانچہ وہ قوم وادی تیہ سے نکلی تو من سلویٰ ختم ہو گیا اور وہ سبزیاں کھانے لگے۔

موسیٰ علیہ السلام کا عاج کو عصا مارنا:

موسیٰ علیہ السلام کی عاج سے ملاقات ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مارا جس کی لمبائی دس گز تھی۔ اس کو بلند کر کے عاج کو مارا جس سے وہ قتل ہو گیا۔

نوف سے مروی ہے کہ عاج کا قد آٹھ سو گز تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا قد دس گز تھا اور آپ کے عصا کی لمبائی بھی دس گز تھی آپ نے عصا کو بلند کیا تو عاج کی پنڈلی تک پہنچا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ عاج کی عمر تین ہزار سال تھی۔

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا وصال

ہارون علیہ السلام کا انتقال:

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ وہ ہارون علیہ السلام کی روح قبض کرنا چاہتا ہے تم اسے فلاں پہاڑ پر لے آؤ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اس پہاڑ پر پہنچے اس پر ایک ایسا درخت تھا جیسا انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا وہاں انہوں نے رات گذاری رات کو خوشبودار ہوا چلی ہارون علیہ السلام یہ منظر دیکھ کر کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام میں چاہتا ہوں کہ رات کو میں اس چارپائی پر سوؤں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں سو جاؤ ہارون علیہ السلام کہنے لگے کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر اس گھر کا مالک آیا تو وہ مجھ سے ناراض ہوگا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں میں اس سے نمٹ لوں گا۔ پس تم سو جاؤ ہارون علیہ السلام کہنے لگے کہ آپ بھی میرے ساتھ سو جائیں کہ اگر گھر کا مالک آیا تو وہ ہم دونوں پر ناراض ہوگا جب دونوں سو گئے تو ہارون علیہ السلام پر موت واقع ہوگئی جب وہ قریب مرگ تھے تو ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام تو نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ جب موت واقع ہوئی تو گھر درخت اور چارپائی آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے۔

موسیٰ علیہ السلام پر قتل کا الزام لگانا:

جب موسیٰ علیہ السلام قوم کی طرف آئے تو لوگ کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ اور ان کا جسم چھپا دیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل کے لوگ ہارون علیہ السلام سے زیادہ محبت کرتے تھے اور ہارون ان سے زیادہ نرم دل تھے جب موسیٰ علیہ السلام تک یہ خبر پہنچی تو کہنے لگے کہ تمہارا ناس ہو وہ تو میرا بھائی تھا بھلا میں اسے کیسے قتل کر سکتا ہوں۔ لیکن قوم نہ مانی اور مسلسل طعنہ دیتی رہی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی جس کے نتیجے میں وہ چارپائی نیچے اتر آئی جس پر ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا تھا۔ چارپائی اور ہارون علیہ السلام کو دیکھ کر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی۔

موسیٰ علیہ السلام کا وصال:

پھر ایک روز موسیٰ علیہ السلام حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ جا رہے تھے کہ سیاہ ہوا چلی جب یوشع نے یہ منظر دیکھا تو سمجھا کہ قیامت آ گئی اور وہ ڈر کے مارے موسیٰ علیہ السلام سے لپٹ گئے اور کہا کہ قیامت اس حال میں ہوگی کہ میں اللہ کے نبی کے ساتھ لپٹا ہوا ہوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو قمیض کے اندر سے اللہ نے نکال لیا اور قمیض یوشع کے ہاتھ میں رہی۔ جب وہ قمیض لے کر قوم کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ تم نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ یوشع نے کہا کہ میں نے ان کو قتل نہیں بلکہ وہ قمیض کے اندر سے اٹھا لیے گئے۔ لیکن قوم نے بات نہ مانی حضرت یوشع نے اللہ سے دعا مانگی چنانچہ ان کے پہرے داروں کو خواب میں بتایا گیا کہ انہیں قتل نہیں کیا گیا بلکہ ہم نے اوپر اٹھا لیا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات (دوسری روایت):

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے موت کو ناپسندیدہ سمجھا تو اللہ نے انہیں مارنے کا ارادہ کرلیا اور ان کے لیے زندہ ہونے کو ناپسند سمجھا تو نبوت حضرت یوشع کو دے دی موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے درست جواب دے دیا کہ اے اللہ کے نبی میں آپؑ کے ساتھ کتنے عرصے تک رہا آپ نے اتنے عرصے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا اور اب کیا کر رہے ہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو کچھ نہ بتایا موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے اور انہیں زندگی سے نفرت اور موت سے محبت ہوگئی۔

موسیٰ علیہ السلام کا طرز زندگی:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ایک چھپر کے سائے میں رہتے تھے۔ اور لکڑی کے ایک پیالے میں کھانا کھاتے تھے اور اسی میں پانی پیتے تھے۔ اور اگر کھانے کے دوران پانی پینا پڑتا تو منہ سے پانی پیتے یہ سب کچھ تو اخفا کرتے تھے کہ اللہ نے ہم کلام ہونے کا شرف عطا فرمایا۔

تیسری روایت:

وہبؒ کہتے ہیں کہ ان کی موت کا قصہ یہ تھا کہ ایک روز وہ چھپر سے نکل کر کسی کام کے لیے باہر گئے کسی کو معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں گئے ایک جگہ آپؑ نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ قبر کھود رہے ہیں آپؑ نے انہیں پہچان لیا ان سے پوچھا کہ اے فرشتو! تم کس کی قبر کھود رہے ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کے برگزیدہ بندے کی قبر کھود رہے ہیں۔ اس بندے کا اللہ کے ہاں بڑا مقام ہے اس کا کوئی ٹھکانہ ہے نہ گھر پھر اس نے کہا اے صفی کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ آپؑ کی قبر ہو آپؑ نے کہا ہاں! اور اس نے کہا تو پھر آیئے اس میں لیٹ جایئے اور اپنے رب کی طرف متوجہ رہیے اور آہستہ آہستہ سانس لیجیے موسیٰ علیہ السلام اس میں لیٹ گئے اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آہستہ آہستہ سانس لینے لگے اللہ نے آپؑ کی روح قبض کرلی اور فرشتوں نے قبر برابر کردی۔

چوتھی روایت:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے موت کا فرشتہ کھلم کھلا آیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ نے اس کے منہ پر تھپڑ مار احتیٰ کہ اس کی آنکھ نکل گئی وہ واپس اللہ کے پاس گیا اور کہا کہ اگر وہ آپ کا مقرب بندہ نہ ہوتا تو میں اس پر سختی کرتا اللہ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اس بیل پر ہاتھ رکھیں جتنے بال ہاتھ پر لگیں گے ہم اتنے سال زندگی دیں گے اور پھر کہو کہ اتنے عرصے تک بھی مرنا چاہتا ہے کہ نہیں فرشتے نے آ کر بتایا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اتنے عرصے بعد کیا ہو پھر بھی موت ہی آنی ہے پھر فرمایا ابھی بہتر چنانچہ فرشتے نے آپؑ کے منہ پر رومال رکھا اور روح قبض کرلی اس کے بعد ملک الموت لوگوں کے پاس چھپ کر جانے لگے۔

ہارون علیہ السلام کا انتقال (دوسری روایت):

عمر بن میمون سے مروی ہے کہ ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا انتقال وادی تیہ میں ہوا پہلے دونوں ایک غار میں گئے اور وہاں

ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں دفن کیا واپس آئے تو لوگوں نے الزام لگایا کہ آپ نے ہارون علیہ السلام کو قتل کیا ہے چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں کو وہاں لے جا کر قبر کھود کر دکھا دو۔ پھر آپ ان لوگوں کو لے کر لوٹ آئے۔

موسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک:

موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی جس میں سے بیس سال افریدون کی حکومت میں گذرے اور بقیہ سو سال منوچہر کے دور میں گذرے آپ کی بعثت کے آغاز سے آخر تک منوچہر ہی حکمران رہا۔

تاریخ الامم والملوک
تاریخ طبری
جلد اول
حصہ دوم
تصنیف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ
قبل از اسلام
ترجمہ: ڈاکٹر محمد صدیق ہاشمی
نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

فہرست موضوعات

2

حضرت یوشع علیہ السلام

فاتح اریما:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع علیہ السلام بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السلام کو نبی بنایا اور انھیں اریما کے سرکش لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم فرمایا البتہ بعض اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اریما کس کے ہاتھوں فتح ہوا؟ اور حضرت یوشع علیہ السلام اریما کب تشریف لے گئے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی حیات میں تشریف لے گئے یا آپ کے وصال کے بعد اریما جانے کا حکم ہوا یا آپ کے وصال سے پہلے۔

بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اریما گئے ہیں اور ان سب لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد گئے جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے انھیں اریما کے سرکش لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا اور ان اہل علم کی رائے میں موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا انتقال مقام تیہ میں سے نکلنے سے پہلے ہوا۔

دوسری روایت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی اے میرے خدا میں صرف اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا اور وہ تیہ میں داخل ہوئے اور جس کی عمر بیس سال سے زائد تھی اس کا انتقال تیہ میں ہوا پھر وہ لوگ تیہ میں چالیس سال تک رہے اور حضرت یوشع علیہ السلام نے باقی ماندہ لوگوں سے مل کر سرکش لوگوں کے شہر پر چڑھائی کر دی اور ان کا شہر فتح کر لیا۔

تیسری روایت:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یہ زمین کے ایک خاص حصے میں سر مارتے رہیں گے یعنی ان پر وہ شہر حرام کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ اس میں داخل ہی نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اس پر انہیں چالیس سال تک قدرت نہیں ہوئی اور کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال چالیسویں سال ہوا بیت المقدس میں وہ لوگ خود تو داخل نہیں ہوئے البتہ ان کی اولاد داخل ہوئی۔ نیز سدی کی روایت میں ہے کہ جس نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سرکش لوگوں کے شہر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا سب کا وہیں انتقال ہو گیا اور فتح میں کوئی شریک نہ ہو سکا۔ جب چالیس سال پورے ہو گئے تو اللہ نے حضرت یوشع علیہ السلام بن نون کو نبی بنایا اور انہیں بتایا کہ وہ نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان سرکشوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے حضرت یوشع علیہ السلام کی تصدیق اور پیروی کی' پھر آپ نے ان سرکشوں کو شکست دی اسلامی لشکر سرکشوں پر ٹوٹ پڑے اور اسے تہ تیغ کر دیا حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرمان الٰہی ''فانها محرمة عليهم'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وادی تیہ میں بند ہونا ہے۔

دوسرے اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اریما حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر فتح ہوا اور حضرت یوشع علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقدمہ الجیش میں تھے۔ گویا جب موسیٰ علیہ السلام ان سرکشوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت یوشع علیہ السلام ان کے آگے آگے تھے۔ ان

حضرات نے ابن اسحاق سے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر قتال کرنے سے انکار کرنے والے لوگ مر گئے اور ان کی اولاد بڑی ہو گئی اور چالیس سال سرگردانی میں گزر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس نوجوان نسل کو لے کر چلے حضرت یوشع علیہ السلام بھی ان کے ساتھ تھے اور حضرت کلاب بن یوفنہ بھی۔ پھر جب وہ کنعان کی سرزمین پر پہنچے اور وہاں معروف شخص بلعم بن باعور بھی تھے۔ جن کو اللہ نے دولت علم سے نوازا تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم بھی معلوم تھا۔ جس کے بارے میں معروف ہے کہ جب اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے تو ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

بلعم کی بددعا:

سالم ابونصر سے روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام شام کے علاقے بنو کنعان کی زمین پر فروکش ہوئے تو بلعم بلقا کی آبادیوں میں سے بالعہ نامی گاؤں کے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سرزمین پر بنی اسرائیلیوں کے ساتھ ٹھہرے تو بلعم کی قوم ان کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے بلعم یہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام بنی اسرائیل سمیت آئے ہوئے ہیں اور ہمیں یہاں سے نکالنا اور قتل کرنا چاہتے ہیں اور یہ علاقہ بنی اسرائیل کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ ہم آپ کی قوم ہیں ہمارا اور کوئی ٹھکانہ نہیں اور آپ مستجاب الدعوات آدمی ہیں اور آپ آئیں اور ان کے خلاف اللہ سے بددعا کریں بلعم کہنے لگے کہ تمہاری ہلاکت ہو وہ تو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ ان کے ساتھ فرشتے اور مومنین ہیں میں کیسے چلوں؟ اور ان کے خلاف کیسے بددعا کروں؟ اور مجھے جو علم اللہ نے دیا ہے وہی میں جانتا ہوں۔

بلعم کو دھوکا دینا:

قوم کہنے لگی کہ ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں اور اپنی عاجزی کا اظہار کرنے لگی اور اس کے دل کو موم کرنے لگی آخر ملمع سازی کر کے اس کو اپنے جال میں پھنسا ہی لیا اور وہ فتنہ میں پڑ گئے اور گدھے پر سوار ہو کر چل دیئے جہاں پہاڑی پر بنی اسرائیل ٹھہرے ہوئے تھے۔ حسبان نامی پہاڑ پر تھوڑا ہی چلے اور دیکھا کہ ان کا گدھا اونٹ کی طرح بیٹھ گیا نیچے اتر کر اس کی خوب پٹائی کی تو وہ کھڑا ہو گیا اور یہ اس پر سوار ہو گئے۔ پھر گدھا بیٹھ گیا اور پھر پٹائی کی اور وہ پھر چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اب کہ اللہ نے گویا اسے قوت عطا فرمائی۔ اور گدھے نے پوری حجت کرتے ہوئے کہا ہلاکت ہو بلعم تجھ پر تو کہاں جا رہا ہے۔ کیا تجھے نظر نہیں آ رہا کہ فرشتے میرے سامنے ہیں۔ اور میرا چہرہ واپس پھیر رہے ہیں۔ کیا تو اللہ کے نبی اور مومنین کی طرف لیے جا رہا ہے کہ ان کے خلاف بددعا کرے لیکن بلعم مارنے سے باز نہ آیا جس وقت بلعم اس حد کو پہنچ گیا تو اللہ نے اس کی رسی کھلی چھوڑ دی اور گدھا اس کو لے کر چل پڑا اور جبل حسبان پر پہنچا۔

بلعم کے منہ سے حقیقت کا اظہار:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل وہیں پر تھے۔ جب بلعم وہاں پہنچا تو اس نے بنی اسرائیل کے لیے بددعا شروع کر دی جب وہ بنی اسرائیل کے لیے بددعا کرتا تو اپنی قوم کے لئے بددعا نکل جاتی اور جب اپنی قوم کے لیے دعا کرتا تو وہ بنی اسرائیل کے لیے ہو جاتی۔

قوم نے دیکھا تو کہا کہ اے بلعم تو کیا کر رہا ہے اپنی قوم کو بددعا اور بنی اسرائیل کو دعا دے رہا ہے۔ بلعم بولا میرا بس نہیں چل رہا۔ بلعم کی زبان منہ سے نکل کر سینے تک آ گئی۔ اور وہ کہنے لگا کہ میری آخرت و دنیا برباد ہو گئیں۔

بلعم کی تدبیر:

اب میں تمہارے لیے ایک تدبیر کرتا ہوں تم اپنی عورتوں کو مزین کرو اور انہیں ہتھیار دے کر لشکر میں بھیج دو اور کہو کہ اگر کوئی شخص تمہیں چھیڑے تو اسے منع نہ کریں اگر ان میں سے کسی عورت کے ساتھ زنا بھی کرلیا تو تمہارے لیے یہ کافی ہو جائے گا اور تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

کفار کا حسین عورتوں کو مسلمانوں کے لشکر کے سامنے لانا:

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جب یہ عورتیں لشکر میں داخل ہوئیں تو قبیلہ کنعان کی کسی بنت صور بنی اسرائیل کے ایک بڑے شخص جس کا نام زمری بن شلوم تھا کے پاس سے گزری تو اس کا حسن اس کو بھا گیا اور اسے موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گیا اور کہنے لگا کہ یہ تو یہی کہیں گے کہ یہ میرے لیے حرام ہے اور اس کو ہرگز مت چھوؤں پھر اس عورت کو خیمے میں لے گیا اور اس سے زنا کیا اللہ نے اس سے بنی اسرائیل پر طاعون کی بیماری اتار دی۔

اسرائیلیوں پر طاعون کا عذاب:

فخاص بن عیزار نامی ایک شخص موسیٰ علیہ السلام کا مصاحب خاص تھا وہ زمری کے اس فعل کے وقت وہاں موجود نہیں تھا جب وہ واپس آیا تو بنی اسرائیل میں طاعون کی بیماری پھیل چکی تھی اسے اصل واقعہ بتایا گیا۔

زمری کا قتل اور طاعون کا ختم ہو جانا:

وہ ہتھیار لے کر اس خیمے میں گیا وہاں وہ دونوں لیٹے ہوئے تھے اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا لیکن جب طاعون کی بیماری سے ہلاک ہونے والوں کو شمار کیا تو ان کی تعداد ستر ہزار تھی۔

فخاص بن عیزار:

بنی اسرائیل کے لوگوں نے فخاص بن عیزار کی اولاد کی خدمت کے واسطے اس جھونپڑے میں جانور ذبح کر کے اس کی پسلیاں‘ جبڑے انہیں دیئے کیونکہ فخاص سے نیزے کو جبڑے میں رکھ کر زمری اور اس کی مزینہ عورت کو باہر نکالا تھا اور دوسرا ہاتھ کوکھ پر رکھا تھا۔

بلعم بن عور کے بارے میں قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ: ”اے پیغمبر! آپ یہ واقعات ان کو پڑھ کر سنا دیجیے جس کو ہم نے یہ آیات عطا فرمائیں مگر اس نے ان کو چھوڑ دیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور گمراہوں میں شامل ہو گیا اگر ہم چاہتے تو اس کو ان احکام کے باعث مرتبہ بلند کر دیتے مگر وہ خود ہی پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے ہولیا اور اس کی مثال کتے جیسی ہوگئی کہ اگر اس کو ڈانٹتے تب بھی ہانپے اور اگر چھوڑ دیتے تب بھی ہانپے یہ ہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی پس اے پیغمبر آپ یہ واقعات ان کو پڑھ کر سنا دیجیے شاید یہ لوگ غور کریں“۔ (اعراف: ۱۷۵‘۱۷۶)

سورج کا واپس آنا:

پھر موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کو بنی اسرائیل کے ساتھ اریما بھیجا۔ انہوں نے عمالقہ قوم سے جنگ کی جس سے کچھ لوگ ہلاک ہوئے اور ابھی جنگ جاری تھی کہ رات ہونے لگی انھیں خطرہ ہوا کہ جنگ کا فیصلہ ہوئے بغیر رات آ گئی تو وہ جنگ میں کامیاب نہ ہو سکیں گے انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ سورج کو روک دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک دیا یہاں تک کہ یہ لوگ جنگ

جیت گئے ۔ یہ اس شہر میں داخل ہوئے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں ٹھہرے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کر لی اب کسی کو بھی معلوم نہیں کہ آپ کی قبر مبارک کہاں ہے۔

مذکورہ واقع سے متعلق سدی کی روایت میں ہے کہ یہ جنگ جبار بن یوشع نے کی تھی اور اس وقت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو چکا تھا اور یہ واقعہ اس طرح مذکورہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے چالیس سال بعد اللہ نے یوشع علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے بنی اسرائیل کو بتایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور اللہ نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ قوم عمالقہ سے جنگ کریں پس تم میری بیعت کرو اور میری تصدیق کرو۔

بلعم (دوسری روایت):

اس وقت بنی اسرائیل میں بلعم نامی شخص رہتا تھا اور اسم اعظم جانتا تھا۔ اس نے یوشع علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور قوم عمالقہ سے آکر کہا کہ بنی اسرائیل سے ڈرنا نہیں جب تم ان سے مقابلے کے لیے نکلو گے تو میں تمہارے لیے دعا کروں گا اور بنی اسرائیل کے لیے بددعا کروں گا تاکہ وہ ہلاک ہو جائیں۔

بلعم کی مجبوری......عورت سے دوری:

بلعم کے پاس دنیا کی بہت سی نعمتیں موجود تھیں۔ البتہ وہ عورت سے جماع نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ اپنی ایک گدھی سے کرتا تھا۔ اسی بلعم کے بارے میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں جو ابھی گذریں اور بلعم کتے کی طرح ہانپتا تھا۔ یوشع علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مقابلے کے لیے آئے اور بلعم عمالقہ کے ساتھ اپنی گدھی پر آیا وہ اس وقت بنی اسرائیل کے خلاف بددعا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جونہی وہ بنی اسرائیل کے خلاف بددعا کرتا تو بنی اسرائیل کے بجائے عمالقہ کا نام منہ پر آجاتا لوگ کہنے لگے کہ تو کیا کر رہا ہے ہمارے خلاف بددعا کر رہا ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں نے بنی اسرائیل کا ارادہ کیا ہے۔

بلعم گدھی کا یار:

جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچا تو بادشاہ نے اسے گدھی سے بدفعلی کرنے کے جرم میں پکڑ لیا وہ اس گدھی کو چلانے کے لیے حرکت دینے لگا۔ لیکن وہ نہ چلی جب اس نے خوب پیٹا تو وہ بولی کہ تو رات کو مجھ سے بدفعلی کرتا ہے۔ اور دن کے وقت مجھ پر سواری کرتا ہے اور اگر مجھے یہاں سے نکال دیا گیا تو تو بھی میرے ساتھ نکلے گا لیکن بادشاہ نے مجھے روکا ہوا ہے۔

سورج کی واپسی (دوسری روایت):

جمعہ کے روز یوشع علیہ السلام بن نون نے اس قوم سے خوب مقابلہ کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ہفتہ کی رات داخل ہو گئی یوشع علیہ السلام نے سورج کو خطاب کرتے ہو کہا کہ اے سورج تو بھی اللہ کا حکم پورا کر رہا ہے۔ اور میں بھی اللہ کے حکم کو پورا کر رہا ہوں اے اللہ اس سورج کو لوٹا دیجیے سورج واپس آ گیا اور دن کی مقدار میں اضافہ ہو گیا۔ یوشع علیہ السلام نے اپنے مخالفین کو شکست دی اور انہیں خوب قتل کیا۔

مال غنیمت میں خیانت:

بنی اسرائیل نے مال غنیمت جمع کیا یوشع علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ اس مال غنیمت کو ایک جگہ جمع کرو تا کہ آگ اسے آکر کھا

جائے لیکن آگ نہیں آئی یہ دیکھ کر یوشع علیہ السلام نے فرمایا اے بنی اسرائیل! اللہ کی تمہارے پاس کوئی امانت ہے تم سب آ کر میرے ہاتھ پر بیعت کرو وہ بیعت کرنے لگے ان میں سے ایک آدمی کا ہاتھ حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ چپک گیا آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ ہے یہ سن کر وہ یاقوت و جواہر کا سر کے برابر ٹکڑا لے آیا جسے اس نے خیانت کر کے اپنے پاس رکھ لیا تھا آپ نے اس ٹکڑے کو مال غنیمت میں شامل کیا اور آدمی کو بھی اس مال غنیمت میں ڈالا۔ پھر آگ آئی اور اس نے آدمی اور سارے مال غنیمت کو جلا دیا۔

اریما کی فتح (دوسری روایت):

یہودیوں کا یہ خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا انتقال وادی تیہ میں ہوا اور ان کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کو نبی بنایا۔ اور اسے حکم دیا کہ اردن پار کر کے اس علاقے میں آئیں جہاں بنی کو اسرائیل کو جانے کا حکم دیا گیا اور ان سے وعدہ کیا گیا کہ یہ ملک انہیں دیا جائے گا یوشع علیہ السلام نے اس معاملے کو سنجیدگی سے لیا اور حالات کا جائزہ لینے کے لیے اریما کی طرف گئے آپ کے پاس میثاق (عہد نامے) کا تابوت بھی تھا۔ جب آپ دریائے اردن پر پہنچے تو دریا نے آپ کے لیے راستہ بنا دیا آپ نے اریما شہر کا گھیراؤ کیا اور چھ ماہ تک گھیراؤ کیے رکھا۔

ایک روز اس شہر کی دیوار گر گئی آپ کے لشکر نے وہاں خوب جنگ کی اور سونے چاندی پیتل اور لوہے کے علاوہ سب کچھ جلا دیا اور ان چیزوں کو بیت المال میں داخل فرما دیا۔

مال غنیمت میں خیانت (دوسری روایت):

پھر ایک بنی اسرائیلی نے مال غنیمت میں خیانت کی جس کی وجہ سے حضرت یوشع علیہ السلام پریشان ہوئے اللہ نے وحی بھیجی کہ آپ قرعہ اندازی کریں چنانچہ قرعہ اندازی میں اس کا نام نکلا جس نے خیانت کی تھی آپ نے اسے پتھر لگوائے پھر جا کر سب مال غنیمت کو آگ نے کھایا مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کا نام عاجر تھا۔ اس کی وجہ سے اس جگہ کا نام عاجر رکھا گیا۔

دیگر علاقوں کی فتح:

یوشع علیہ السلام وہاں سے چل کر عائی اور شعبہ کے بادشاہ کے پاس آئے کیونکہ اللہ نے آپ کو ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔ یوشع علیہ السلام نے ان سے جنگ کرنے کے لیے کمین گاہ بنانے کا حکم دیا اور پھر اس علاقے پر فتح حاصل کی۔ ان کی حکومت چھینی اور شہر کو آگ لگا دی اور وہاں کے بارہ ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔

اہل عماق اور اہل جیعون نے دھوکہ دینے کے ارادے سے پہلے امان طلب کی جب ان کی دھوکہ دہی ان پر ظاہر ہوئی تو اللہ سے دعا کی کہ یہ لکڑ ہارے اور بہشتی (مشکیزہ اٹھانے والے) ہو جائیں چنانچہ وہ ویسے ہی ہو گئے اور یہ دعا کی کہ بذق اور شلم کا بادشاہ بن جائے۔

ارمانی بادشاہوں کو شکست:

پھر ارمان کے بادشاہوں کو پیغام اطاعت بھیجا ان کی تعداد پانچ تھی۔ انہوں نے اپنے میں سے ایک کو سردار بنایا اور جنگ کے لیے جمع ہو گئے اہل جیعون نے یوشع علیہ السلام سے مدد طلب کی یوشع علیہ السلام نے ان کی مدد کی اور ان سب سرداروں کو شکست دی یہاں تک کہ ان کو حوران کی طرف اتار دیا اور اللہ نے ان پر پتھروں کی بارش کی اور پتھروں سے قتل ہونے والوں کی تعداد تلوار سے قتل

ہونے والوں سے زیادہ تھی۔

یوشع علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ سورج اور چاند کو روک دیں یہاں تک کہ ہفتہ داخل ہونے سے قبل فتح کا عمل ہو جائے چنانچہ سورج اور چاند رک گئے اور یہ پانچوں غار میں جا کر چھپ گئے یوشع علیہ السلام کے حکم سے اس غار کا منہ بند کر دیا گیا یوں دشمنوں سے انتقامی کارروائی مکمل ہوئی بلکہ پھر انہیں وہاں سے نکال کر قتل کر دیا گیا اور ان پر غلبہ حاصل کیا۔

یہودا اور شمعون کی اولاد کا کنعانیوں سے جنگ کرنا:

اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ کو افراہیم نامی پہاڑ میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کے بعد یہودا اور شمعون کی اولاد کنعانیوں سے جنگ کے لیے تیار ہو گئی چنانچہ انہوں نے ان کے محرمات کو مباح کیا اور ان کے دس ہزار آدمی باذق کے ساتھ قتل ہوئے۔

باذق کے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں کاٹنا:

انہوں نے باذق کو پکڑا اس کے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کو کاٹ دیا اس وقت باذق نے کہا کہ میں نے ستر سرداروں کی انگلیاں کٹوائیں اور وہ میرے دسترخوان سے کھانا لیتے تھے۔ اللہ نے مجھے اس کرتوت کی سزا دے دی۔ انہوں نے باذق کو شلیم نامی وادی میں بھیج دیا اور وہیں اس کا انتقال ہوا۔

یوشع علیہ السلام بن نون کی عمر:

یوشع علیہ السلام کی عمر ایک سو چھبیس سال تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ پیغمبر بنے اور ستائیس سال تک اپنی قوم کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

یمن کا پہلا بادشاہ:

کہا گیا ہے کہ یمن کا سب سے پہلا بادشاہ جو موسیٰ علیہ السلام کے دور میں تھا اس کا نام شمیر بن املون تھا اس نے یمن میں ظفار نامی شہر تعمیر کرایا اور وہاں سے عمالقہ کو نکال لایا۔ شمیر اس وقت فارس کے بادشاہ کی طرف سے یمن اور اس کے اردگرد کے علاقوں کا گورنر تھا۔

باقی ماندہ کنعانیوں کا یمن چلے جانا:

ہشام بن محمد کا خیال ہے کہ یوشع علیہ السلام سے جنگ کے بعد کچھ کنعانی زندہ رہ گئے تھے۔ افریقس بن قیس جب افریقہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو اس وقت ان کا گزران کے پاس سے ہوا اس نے انہیں شام کے ساحل سے اپنے ساتھ لے لیا اور ان کو لے کر افریقہ پہنچا افریقہ پر حملہ کر کے اسے فتح کیا۔ اور ان کے بادشاہ جرجیرا کو قتل کیا۔ اور ان کنعانیوں کو وہاں آباد کیا ان کا نام برابرہ رکھا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ حمیر کے قبیلے صنہاجہ اور کتامہ بھی بربریوں کے ساتھ رہنے لگے اور اس وقت سے ابھی تک ان کے ساتھ رہ رہے ہیں۔

قارون:

قرآن مجید میں (ان قارون کان من قوم موسی) ''بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا''۔ اس آیت کے تحت

ابن جریج فرماتے ہیں۔ کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ اس لیے قارون کے والد یصہیر اور موسیٰ علیہ السلام کے والد عومر (جسے عربی میں عمران کہتے ہیں) یہ آپس میں بھائی تھے۔ بعض نے عومر نام کے بجائے عمعم کا ذکر کیا ہے۔

سلمہ سے روایت ہے۔ کہ یصہیر بن قزھت نے شمیت بنت تباویت سے نکاح کیا اس سے عمران اور قارون کے دولڑ کے پیدا ہوئے اور پھر عمران سے موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس کے مطابق قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا۔ پہلا قول سماک کے طریق سے پانچ واسطوں سے مروی ہے اسی طرح قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ کہ ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام قارون کے چچازاد بھائی تھے۔ اور قرآن میں اسے اس لیے خوبصورت کہا گیا ہے۔ کہ اسے منور بھی کہا جاتا رہا ہے۔

قارون کی خزانے:

مالکؒ بن دینار کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام قارون کے چچازاد بھائی تھے۔ اور اللہ نے قارون کو بہت زیادہ مال عطا کیا تھا قرآن مجید میں اس کے بارے میں یوں تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے کہ اس کے خزانے کی کنجیاں ایک طاقت ور آدمی کی جماعت کو گراں بار کر دیتی تھیں۔'' اس آیت کے تحت خمیثہ سے مروی ہے۔ کہ ہم نے تورات میں یہ لکھا ہوا دیکھا کہ قارون کے خزانے کی کنجیاں ساٹھ خچر اٹھاتے تھے۔ جو بوجھ سے لدے ہوتے تھے۔ اور کوئی چابی اس کی ایک انگلی سے بڑی نہیں ہوتی تھی اور ہر کنجی ایک خزانے کی کنجی ہوتی تھی۔ خمیثہ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ اس کے خزانے کی کنجیاں ساٹھ خچر اٹھاتے تھے۔ اور یہ کنجیاں ایسے ساٹھ خچروں پر لادی جاتی تھیں جن کی پیشانی اور ٹانگیں چمکدار ہوتی تھیں۔

قارون کو نصیحت:

لیکن جب اللہ نے اس کے کثرت مال کی وجہ سے اسے بدبختی اور عذاب میں مبتلا کرنا چاہا تو اللہ کے دشمن کی سرکشی یہ تھی کہ اس نے بنی اسرائیل کے کپڑوں میں ایک ہاتھ کا اضافہ کر دیا۔ قوم کے لوگوں نے اسے اللہ کی نافرمانی سے روکا اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دی اور اللہ کی عبادت پر ابھارا قرآن مجید میں ہے کہ ''جب قارون کی قوم نے اس سے کہا تو نازاں نہ ہو یقیناً اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اس سے آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا میں سے اپنے حصے کو فراموش نہ کر اور جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے۔ تو بھی احسان کیا کر اور ملک میں فساد مچانے کا خواہش مند نہ ہو یقیناً اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

قارون کا جواب:

''اور تو دنیا میں اپنے حصے کو فراموش نہ کر'' مراد یہ ہے کہ تو اس بات کو نہ بھول کہ تو نے اس دنیا سے آخرت کے لیے حساب نکالنا ہے۔ لیکن قارون نے اس کے بدلے میں جہالت اور گمراہی پر مبنی جواب دیا۔ جو قرآن مجید میں بھی مذکور ہے اس نے کہا کہ مجھے یہ سب کچھ میرے اس علم اور ہنر کی وجہ سے ملا ہے۔ جو مجھے حاصل ہے۔ قتادہؒ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اگر اللہ مجھ سے راضی نہ ہوتا تو وہ مجھے اتنا زیادہ مال عطا نہ کرتا اللہ تعالیٰ نے اس کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ اس سے پہلے گذشتہ قوموں میں سے ایسے ایسے شخصوں کو تباہ کر چکا ہے۔ جو قوت کے اعتبار سے اس سے کہیں زیادہ اور مال جمع کرنے کے اعتبار سے اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ لہٰذا اگر اللہ اپنی رضا اور فضل کی بنیاد پر مال عطا کرتا اور ان مال والوں کو اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرتے۔

حالانکہ ان کا مال اس سے زیادہ تھا۔

قارون کو وعظ و نصیحت:

لیکن اس وعظ اور نصیحت پر مشتمل جواب نے اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ اپنی سرکشی اور نافرمانی میں بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ ایک روز اپنی پوری زیب و زینت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا وہ ایک خوبصورت سفید ترکی گھوڑے پر تھا جس پر ارجوان (خوبصورت پھل دار درخت کی لکڑی) کی زین لگی تھی۔ اس نے زرد رنگ کا لباس پہن رکھا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ تین سو باندیاں اور چار ہزار آدمی بھی نکلے۔ بعض نے کہا کہ مردوں کی تعداد ستر ہزار تھی۔

بعض لوگوں کا قارون جیسا مال دار بننے کی کوشش:

مجاہدؒ سے روایت ہے کہ جب قارون اس شاٹھ باٹھ سے نکلا تو خسارہ پانے والے لوگوں کو اس کی حالت پر رشک آیا اور وہ بھی قارون جیسا مال حاصل کرنے کی تمنا کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے کہا "کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ ساز و سامان ملتا جو قارون کو دیا گیا" سمجھدار اور فہم لوگوں نے ان کی اس بات کو پسند نہ فرمایا اور کہا کہ قارون کے خزانے کی تمنا کرنے والو! اللہ سے ڈرو اور جن باتوں کا حکم اللہ نے دیا ہے ان پر عمل کرو اور جن سے روکا ہے ان سے رک جاؤ اس لیے کہ جو شخص خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو اس کو ملنے والا ثواب اس خزانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ مرتبہ (ایمان اور عمل صالح کرنے کا مرتبہ) ثابت قدم رہنے والوں کے علاوہ کسی کو نہیں ملتا جو دنیا کی زیب و زینت دیکھنے کے باوجود صبر کرتے ہیں۔ اور آخرت کے ثواب کو دنیا کی لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔

قارون کی زکوٰۃ سے بچنے کی تدبیر:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب زکوٰۃ کا حکم آیا تو قارون موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہر ہزار کے بدلے میں ایک درہم اور ہر ہزار دنبوں کے بدلے میں ایک دنبہ دوں گا اس لحاظ سے اس نے جب حساب لگایا تو وہ بہت زیادہ زکوٰۃ بنتی تھی۔ لہٰذا اس نے زکوٰۃ سے بچنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ اس نے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور کہا کہ اب موسیٰ علیہ السلام تم کو بہت سے احکام سنائے گا اور تم نے اس کی اطاعت کی اب وہ تمہارا مال لینا چاہتا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم ہمارے بڑے ہو ہمیں جو چاہو حکم دو۔

موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگانے کی سازش:

اس نے کہا کہ فلاں طائفہ کو لے آؤ اور اسے کچھ رقم دو اور کہو کہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائے وہ اس عورت کو لے آئے پھر قارون موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کی قوم اکٹھی ہو چکی ہے آپ انہیں احکام بتائیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بتانے لگے! اے بنی اسرائیل جو شخص چوری کرے گا تو اسے سو کوڑے لگائیں گے اور اگر شادی شدہ مرد زنا کرے گا تو اسے اتنے کوڑے لگائیں گے کہ (یا یہ کہا کہ اتنے پتھر ماریں گے کہ) وہ مر جائے۔ قارون نے کہا خواہ آپ زنا کریں آپ پر بھی حد ہوگی؟ فرمایا: کیوں نہیں! قارون بدبخت بولا بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ آپ سے فلاں عورت کے ساتھ بدکاری سرزد ہوئی ہے؟ فرمایا اسے بلاؤ عورت حاضر ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا واقعی میں نے تیرے ساتھ ایسی حرکت کی ہے؟ عورت نے کہا نہیں' بلکہ ان لوگوں نے مجھے انعام دے کر اس بہتان طرازی پر ابھارا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام شدت غم سے بے اختیار ہو کر وہیں سجدہ میں گر پڑے۔

موسیٰ علیہ السلام کو زمین پر اختیار:

اس کے بعد وحی آئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! ان لوگوں نے تجھ سے رحم کی درخواست کی اور تو نے ان پر رحم نہ کھایا اگر یہ مجھے پکارتے تو میں ان کی دعا قبول فرمالیتا۔

قارون کی زیب وزینت:

ایک راوی "فخرج علی قومه فی زینته" کی تفسیر لکھتے ہیں کہ زینت سے مراد ہے کہ وہ چتکبرے گھوڑے سے باہر نکلا جس پر ارجوان کی زین تھی اور اس کے کپڑے بہرمان سے رنگے تھے۔ قرآن مجید میں اس کا نقشہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

''پھر قارون پوری زیب وزینت کے ساتھ قوم کے سامنے آیا تو وہ لوگ جو دنیوی زندگی کے طالب تھے۔ کہنے لگے کہ کیا خوب مزے ہوتے کہ ہمیں بھی وہ ساز وسامان ملتا جو قارون کے پاس ہے۔ واقعی قارون بڑے نصیب والا ہے جن لوگوں کو صحیح علم وفہم عطا کیا گیا تھا انہوں نے فرمایا اے دنیا کے طالبو! تم پر افسوس ہے اللہ کا وہ ثواب بدرجہا بہتر ہے جو اس کی بارگاہ سے اس کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتا رہے لیکن یہ مرتبہ ثابت قدم رہنے والوں کے سوا کسی کو نہیں ملتا پھر ہم نے ان کو اور ان کے مکان کو زمین میں دھنسا دیا پھر اس کی مدد کے لیے کوئی ایسی جماعت نہیں آئی جو اسے بچا لیتی اور نہ وہ اپنے آپ کو خود ہی بچا سکا اور گزشتہ روز جو لوگ اس جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ افسوس بات تو یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر احسان نہ کرتا تو ہم کو بھی دھنسا دیتا افسوس واقعی بات تو یہ ہے کہ ناسپاسوں کو فلاح نصیب نہیں ہوتی''۔

اس کے بعد اللہ حضور اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اے محمدؐ! یہ آخرت کا گھر یعنی جنت ہم اپنے لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں۔ جو دنیا میں بڑا نہیں بننا چاہتے اور آخرت میں انہی لوگوں کا انجام اچھا ہوگا جو پرہیزگار ہیں''۔ (القصص ۸۰-۸۳)

اسرائیلیوں پر انعامات:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت میں مذکورہ بالا تفصیل کے علاوہ یہ بات بھی مروی ہے کہ اس کے بعد بنی اسرائیل شدید بھوک میں مبتلا ہو گئے اور موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کریں موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو یہ وحی آئی کہ تم مجھ سے ایسی قوم کے بارے میں کلام کرنا چاہتے ہو جنہوں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے۔ اور انہوں نے تجھ سے دعا کی تو نے قبول نہ کی لیکن اگر وہ مجھ سے دعا کریں تو میں قبول کروں گا''۔

انعامات الٰہی (ایک اور روایت):

قرآن مجید کی آیت "ان قارون کان من قوم موسی" (بلاشبہ قارون موسیٰ علیہ السلام کی برداری میں سے تھا) کے تحت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ آپ شہر کے ایک کنارے میں رہتے تھے جب کہ قارون دوسرے کنارے پر رہتا تھا۔ اس نے بنی اسرائیل میں سے ایک طائفہ عورت کو بلایا اور اسے کچھ رقم دینے کا وعدہ کر کے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائے کہ آپ نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ اور پھر اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ ایک روز جب بنی اسرائیل

کے لوگوں کے جمع ہونے کا دن تھا وہ جمع ہوئے تو قارون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ چوری کی سزا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے' اس نے کہا خواہ آپ نے کوئی چوری کی ہو فرمایا ہاں پھر اس نے کہا کہ زانی کی سزا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اسے رجم کیا جائے وہ بولا خواہ آپ نے زنا کیا ہو فرمایا ہاں اس پر وہ کہنے لگا کہ آپ نے زنا کیا ہے آپ نے فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو میں نے کس کے ساتھ زنا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ فلاں عورت کے ساتھ آپ نے فرمایا اس عورت کو بلاؤ عورت کو بلوایا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت سے کہا کہ تجھے قسم اللہ کی جس نے تورات نازل کی بتا قارون نے سچ کہا ہے۔ وہ بولی کہ آپ نے اللہ کا واسطہ دیا ہے اس لیے گواہی دیتی ہوں کہ آپ اس تہمت سے بری ہیں۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کے اس دشمن نے میرے لیے کچھ رقم مقرر کر کے مجھے اس پر آمادہ کیا کہ میں آپ پر تہمت لگاؤں۔ موسیٰ علیہ السلام فوراً سجدے میں گر گئے۔

اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! سر اٹھاؤ اور زمین کو جو چاہو حکم دو آپ نے فرمایا کہ ان کو پکڑ لو تو زمین نے ان کو کولہوں تک پکڑ لیا آپ نے اسے دوبارہ پکڑنے کے لیے کہا تو سینوں تک پکڑا تیسری مرتبہ پکڑنے پر زمین انہیں نگل گئی جب زمین نے نگل لیا تو اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ اے موسیٰ! انہوں نے تجھ سے توبہ کی مگر تو نے قبول نہ کی اگر یہ مجھ سے اس طرح توبہ کرتے تو میں قبول کر لیتا۔

☆ علی بن زید سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حارث اپنے گھر سے نکلے اور اپنے قصر میں داخل ہو گئے جب وہاں سے نکلے تو ٹیک لگا کر بیٹھ گئے ہم بھی ان کے پاس بیٹھ گئے وہ سلیمان بن داؤد کا ذکر کرنے لگے۔ کہ انہوں نے اپنے مصاحبین سے کہا کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ لوگ مطیع کر میرے پاس آئیں بلقیس کا تخت لے کر میرے پاس آئے؟ تو جنات میں سے ایک قوم کا ہیکل جن بولا کہ اس مجلس کے ختم ہونے سے پہلے وہ تخت میں آپ کے پاس لے آؤں گا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اس تخت کو لانے کی قدرت رکھتا ہوں اور قابل اعتماد ہوں ایک شخص جس کے پاس کتاب کا علم تھا' نے کہا کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے وہ تخت آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں پھر جب سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو اپنے سامنے رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ "یہ بھی میرے پروردگار کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شخص شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ اور کرم کرنے والا ہے۔ (النمل ۳۸ تا ۴۰)

پھر اس کے بعد خاموش ہو گئے اور قارون کا ذکر کرنے لگے قارون موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے تھا۔ پھر وہ لوگوں پر زیادتی کرنے لگا۔ اور اللہ نے اسے اتنا خزانہ عطا کیا کہ اس خزانے کی چابیاں ایک طاقت ور جماعت کو گراں بار کر جاتی تھیں اس نے کہا کہ خزانہ مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے۔ جو کہ میرے پاس موجود ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کو تکلیفیں پہنچاتا تھا جب کہ آپ اس سے درگزر کرتے تھے۔ اور قرابت داری کی وجہ سے اسے معاف کر دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس نے ایک مکان بنوایا جس کا دروازہ سونے کا تھا۔ اور اس نے اپنے گھر کی دیواروں پر سونے کے ٹکڑے لگائے۔

قارون کی بدبختی:

بنی اسرائیل کے لوگ صبح شام اس کے پاس آتے اور وہ انہیں کھانا کھلاتا ہنسی مذاق اور گپ شپ کی محفلیں لگتیں اس کی بدبختی برقرار رہی یہاں تک کہ اس نے ایک زانیہ عورت کو بلوایا تو اس نے کہا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے مالدار بنا دوں اور تجھے اپنے گھر کی عورتوں میں شامل کر لوں لیکن شرط یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل کے لوگ میرے پاس جمع ہوں تو تو مجھ سے یہ کہے کہ قارون تو مجھے

موسیٰ علیہ السلام سے نہیں روکے گا؟ عورت اس بات پر راضی ہو گئی جب قارون بیٹھا اور بنی اسرائیل کے لوگ اس کے پاس جمع ہوئے تو وہ آئی اور اس کے سامنے کھڑی ہوئی اور کہنے لگی لیکن اللہ نے اس کے دل کو بدل دیا اور اس کی توبہ قبول کر لی تو وہ دل میں کہنے لگی کہ اس سے بہتر توبہ کا میرے پاس اور کوئی طریقہ نہیں ہوگا کہ میرے جملے سے اللہ کے رسول کو تکلیف نہ پہنچے پھر اس نے سر محفل راز آشکار کیا کہ قارون نے مجھے دولت کا لالچ دے کر اس پر آمادہ کیا تھا اور میں نے سوچا کہ اللہ سے معافی مانگنے کا اور کوئی بہتر طریقہ نہ ہوگا اس لیے میں نے راز آشکار کر دیا۔ یہ سن کر قارون کا سر جھک گیا اور وہ سوچنے لگا کہ اب اس کی ہلاکت کا وقت آ چکا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام قارون کے پاس آئے جب قارون نے آپ کو دیکھا تو جان گیا کہ آپ کے ارادے اچھے نہیں تو کہنے لگا موسیٰ علیہ السلام مجھ پر رحم کرو آپ نے کہا کہ اے زمین اسے نگل جا تو اس کا مکان ہلنے لگا اور قارون اپنے ساتھیوں سمیت زمین میں دھنس گیا۔

قارون کو زمین میں دھنسا دیا جانا:

اس نے رحم کی اپیل کی آپ نے دوبارہ زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لو اس پر پھر مکان ہلا اور سب ناف تک دھنس گئے اب قارون اور زیادہ آہ و بکا کرنے لگا لیکن آپ نے پھر بھی زمین کو دھنسانے کا حکم دیا تو زمین اس کے مکان اور ساتھیوں سمیت اسے نگل گئی۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ! تو نے رحم نہ کیا میری عزت کی قسم! اگر وہ مجھے پکارتا تو میں ان کی پکار کا جواب دیتا۔

قارون پر عذاب کے بعد ایمان والوں کے احساسات:

ابو جعفر کہتے ہیں کہ جب اللہ کا عذاب قارون پر آیا تو ایمان والوں نے اپنے اوپر اللہ کے انعامات کا شکر ادا کیا اور اس سے نصیحت حاصل کی اور دوسروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور اللہ کی معرفت کا حق ادا کرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی نصیحت کی اور جو لوگ خوش عیشی کی تمنا رکھتے تھے انہیں اپنے فعل پر ندامت ہوئی کہ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کی روزی چاہے گھٹاتا ہے اور جس کی چاہے بڑھاتا ہے۔ اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا افسوس کی واقعی بات تو یہ ہے کہ ناشکری کرنے والوں کو فلاح نصیب نہیں ہوتی۔ ہم گذشتہ روز سے جس مال کی تمنا کر رہے تھے۔ اس کی وجہ سے آنے والے عذاب کو اللہ نے ہم پر سے ہٹا لیا پس اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو اور ایمان والوں کو بھی نجات دی اور اپنے اور بنی اسرائیل کے دشمن یعنی فرعون' ہامان' قارون اور کنعانیوں کو ان کے کفر کی وجہ سے ہلاک کر دیا بعض کو قتل کیا' بعض کو غرق کیا' بعض کو زمین میں دھنسا دیا اور نصیحت اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے انہیں مقام نصیحت بنایا۔ حالانکہ ان کے پاس دولت اور مال کی کثرت تھی۔ اور ان کی پکڑ مضبوط تھی۔ اور ان کا جسم ڈھانچہ بنا ہوا تھا۔ لیکن مال دولت لاؤ لشکر ان کے کچھ کام نہ آیا۔ کیونکہ وہ اللہ کی آیات سے انکار کرتے تھے اور جس عذاب سے وہ اپنے آپ کو مامون سمجھتے تھے۔ وہی عذاب ان تک آ پہنچا جس عمل کی وجہ سے ان پر عذاب آیا اور ہم اس عمل سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور جو عمل اللہ کی طرف لے جائے اس کی طرف رغبت کی توفیق مانگتے ہیں۔

انبیاء بنی اسرائیل:

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلے آنے والے نبی موسیٰ علیہ السلام تھے۔ ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ فرمایا اس میں عبرت کی باتیں تھیں مثلاً یہ کہ مجھے تعجب

ہے اس شخص پر جو موت پر یقین رکھتا ہے اور پھر بھی خوش ہوتا ہے۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ کل کو حساب ہونے والا ہے اور پھر بھی عمل نہیں کرتا۔

یوشع علیہ السلام کا دور حکومت:

موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد یوشع علیہ السلام نے امور کو سنبھالا اور موت تک یہ فریضہ سرانجام دیا اس میں سے بیس سال کا عرصہ منوچہر کے دور حکومت میں گزرا اور سات سال کا عرصہ افراسیاب کے دور میں گذرا۔

منوچہر کے بعد آنے والے بادشاہ

افراسیاب:

منوچہر کے فوت ہونے کے بعد افراسیاب بن فشنج بادشاہ بنا۔ اس کا اکثر قیام بابل اور مہربان شہر میں ہوتا تھا۔ اس نے فارس میں بہت فساد پھیلایا کہا گیا ہے کہ جب اس نے فارس پر غلبہ حاصل کیا تو اس نے کہا ''ہم مخلوق کو ہلاک کرنے میں جلد باز ہیں'' وہ بہت زیادہ ظلم وستم کرنے والا تھا بہت سے شہروں کو جو آباد تھے تباہ کیا' نہروں کو ختم کیا جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ پانچ سال تک قحط سالی میں مبتلا رہے۔ یہاں تک کہ اس نے فارس چھوڑ دیا اور چلا گیا اس سال سے پانی آنا شروع ہوا اور درخت اگنے شروع ہو گئے۔ زو بن طہماسپ کے آنے تک لوگ اس ظلم وستم میں مبتلا رہے۔ بعض نے زو کی بجائے زاب بن طہماسپ کا نام لیا ہے۔ زو کی والدہ کا نام مادول بنت وامن تھا۔

طہماسپ کی گرفتاری:

کہا گیا ہے کہ منوچہر نے اپنے دور حکومت میں طہماسپ کو اسی کی کسی غلطی کی وجہ سے گرفتار کر لیا تھا۔ جب وہ افراسیاب کو گرفتار کرنے کے لئے ترکی کے دروازے پر تھا۔ منوچہر نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے وزراء اور مصاحبین نے معاف کرنے کا مشورہ دیا منوچہر کے عدل میں یہ بات مشہور تھی کہ وہ سزا کے اندر شریف اور ذلیل' قریب اور دور کے آدمی کو برابر رکھتا تھا۔

چنانچہ جب انہوں نے افراسیاب کے بارے میں سفارش کی تو منوچہر نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا یہ دین کے اندر کمزوری ہے لیکن اگر تم میرے اوپر بہت زیادہ اصرار کرتے ہو تو اتنا کر سکتا ہوں کہ اسے اپنے ملک میں نہ رہنے دوں گا۔ چنانچہ اسے اپنے ملک سے نکال کر ترکی بھیج دیا۔ اور اس کی بیٹی جو محل میں قید تھی۔ اسے یہ کہہ کر نکال دیا کہ نجومیوں کا کہنا ہے کہ اگر اس کا والد مامون رہا تو وہ ایک بچہ جنے گی جو اسے قتل کر دے گا۔ جب وہ عورت بزدی نامی بیٹے کے ساتھ حاملہ ہو چکی تو اسے وہاں سے نکال دیا گیا۔

طہماسپ کا دوبارہ برسر اقتدار آنا:

پھر جب طہماسپ کے سزا کے دن پورے ہو گئے تو منوچہر نے اسے واپس بلا لیا اور پھر مادول بنت وامن کو بھی بلا لیا اور اس سے اس کا بیٹا زو پیدا ہوا پھر زو نے اپنے نانا وامن کو ترکی کی جنگ میں قتل کر دیا۔ اور افراسیاب کو ایران سے بھگا دیا یہاں تک کہ کئی جنگوں کے بعد اسے ترکی بھیج دیا۔ افراسیاب نے فارس کی اقلیم بابل پر بارہ سال تک غلبہ حاصل کیے رکھا یعنی منوچہر کے انتقال سے

بعد اس وقت تک جب تک زو نے انہیں نہیں نکالا پھر زو نے اسے ترکستان نکال دیا۔

کہا گیا ہے کہ زو نے فراسیاب کو فارس کے روز ماہان سے آبانما کے مہینے میں نکالا عجمی لوگوں نے افراسیاب کے شہر سے نجات حاصل کرنے کی خوشی میں اس دن کو عید بنالیا۔

زو بن طمہاسپ کے کارنامے:

زو اپنے ملک میں محمود تھا اور اپنی رعیت کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا تھا۔ جن شہروں کو افراسیاب نے خراب کیا زو نے اسے آباد کرنا شروع کیا لہٰذا اخیارث' بابل کے شہر اور گرائے گئے قلعوں کی تعمیر کا حکم دیا گیا بند شدہ نہروں نالوں کو کھلوایا گیا۔ اور ان سے مٹی نکالی گئی اور جو پانی نیچے دفن کیا گیا تھا اسے نکالا گیا اور زو نے ساٹھ سال تک خراج معاف کیا۔ فارس کے شہروں کو آباد کیا اور پانی کی کثرت ہوگئی اور وہاں کے لوگوں کی تنخواہوں میں اضافہ ہوا اور زاب نامی ایک نہر کھدوائی شہر کے کنارے پر عتیقہ نامی ایک اور شہر تیار کیا گیا۔ اور اس کے تین حصے بنائے گئے (۱) زاب اعلیٰ (۲) زاب اوسط (۳) زاب ادنیٰ۔ اس کے علاوہ بہت سے درختوں کے بیج اور ان کی قلمیں منگوائی گئیں۔ اور مناسب مقامات پر انہیں بونے کا حکم دیا۔ زو پہلا بادشاہ ہے جس کے دور میں مختلف قسم کے خربوزے کاشت کیے گئے اس نے ترکوں سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کے گھوڑوں کو اپنے لشکر کے درمیان تقسیم کر دیا۔ جس روز وہ بادشاہ بنا اور اس کی تاج پوشی کی گئی۔ اس نے کہا کہ فراسیاب نے جن عمارتوں کو ویران کیا ہے ہم اسے آباد کرنے میں جلدی کرنے والے ہیں۔

سلسلہ نسب:

اس کا نسب نامہ یہ ہے کہ زو بن کرشاسب بن اشرط بن سہم بن تعریمان بن طورک بن شیراسب بن اروشب بن طوج بن افریدون بعض لوگوں نے نسب نامہ یوں بیان کیا کرشاسب بن اشناس بن طھمون بن اشک بن ترس بن رمر بن دودسر بن منوچہر۔

بعض کا کہنا یہ ہے کہ زو اور کرشاسف دونوں مشترک حکمران تھے۔ زو ملک کا بادشاہ تھا۔ جب کہ کرشاسف اس کا وزیر تھا۔ اگرچہ کرشاسف ایران میں بہت بلند مقام کا حامل تھا تاہم وہ بادشاہ نہیں تھا۔ بلکہ حکومت زو کے ہاتھ میں تھی اور اس کے انتقال تک اسی کے ہاتھ میں رہی اس کا دور حکومت کل تیس سال پر مشتمل ہے۔

کیقباذ:

زو کے بعد کیقباذ بادشاہ بنا کیقباذ کا نسب نامہ یہ ہے کیقباذ بن زاغ بن نوحیاہ بن منشو بن نوذر بن منوچہر۔ اس نے ترکی کے ایک رئیس تر رسا کی بیٹی فرتک سے نکاح کیا جس سے درج ذیل اولاد پیدا ہوئی۔

(۱) کی اختہ (۲) کیقاوس (۳) کبیہ ارش (۴) کیفاشین (۵) کبیتہ یہ سب کے سب بادشاہ بنے۔

تعارف:

کیقباذ نے اپنی تاج پوشی کے روز کہا ہم ترکی کے شہروں کی تعمیر کے لیے کوشاں ہیں۔ اس نے ملک میں موجود نہروں اور چشموں کے پانی کا اندازہ لگایا۔ اور اپنی نہروں کے نام پر شہروں کے نام رکھے۔ ان کی حد بندی کی اور ان کی حریم بنائے۔ اس نے لوگوں کو زمین آباد کرنے کا حکم دیا اور پھر ان کی پیداوار سے خمس وصول کر کے فوجیوں کی معاش کا انتظام کیا۔ کہا جاتا ہے کہ شہروں کے

آباد کرنے، دشمنوں کا مقابلہ کرنے اور تکبر کرنے میں کیقباذ کو فرعون سے تشبیہ دی جاتی تھی۔

رہائش:

کہا گیا ہے کہ کیبہ اور اس کی نسل میں آنے والے بادشاہ کیقباذ کی اولاد سے تھے۔ اس کے اور ترکوں کے درمیانی بارڈر پر دریائے بلخ کے کنارے رہتا تھا۔ تاکہ ترکی فوج ایران کی حدود میں داخل نہ ہو جائے۔ اس کا دور حکومت سو سال پر مشتمل ہے۔

یوشع علیہ السلام بن نون کے بعد بنی اسرائیل:

زو اور کیقباذ کے ادوار

حزقیل کو ابن العجوز کہنے کا سبب:

مؤرخین اور امتوں کے حالات بیان کرنے والے اہل علم حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ یوشع علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے امور کے منتظم کالب بن یوفنا اور ان کے بعد حزقیل بن بوزی (ابن العجوز) تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حزقیل کو ابن العجوز اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی والدہ نے اللہ سے بچے کی دعا مانگی تھی جب کہ وہ بوڑھی اور بانجھ ہو چکی تھی۔ اللہ نے انہیں اس عمر میں لڑکا عطا فرمایا، اس لیے یہ لڑکا (حزقیل) ابن العجوز کہلایا (عجوز عربی زبان میں بوڑھی عورت کو کہتے ہیں) ان کی قوم کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے:

ترجمہ ''کیا آپ نے ان لوگوں کو ملاحظہ نہیں کیا جو موت کے ڈر سے گھروں سے نکل گئے حالانکہ وہ ہزاروں تھے''۔

(البقرۃ:۲۴۳)

بنی اسرائیل کی اجتماعی موت (پہلی روایت):

عبدالصمد بن معقل وہب بن منبہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں کو کسی زمانے میں مصیبت اور بیماری کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے اس مصیبت پر شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ اے کاش ہمیں موت آ جاتی تاکہ ہم اس مصیبت سے نجات حاصل کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے حزقیل تمہاری قوم اس پریشانی پر چلا اٹھی اور ان کا خیال یہ ہے کہ انہیں موت آ جائے تو اس تکلیف سے راحت مل جائے گی، حالانکہ وہ موت ان کے لیے کون سی راحت ہے؟ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ میں انہیں موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں فلاں صحرا میں چلے جاؤ وہاں چار ہزار افراد مردہ حالت میں ہوں گے۔ (وہب کہتے ہیں کہ اس سے مراد اسی قوم کے افراد ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ نے کیا ملاحظہ نہیں کیا کہ ان لوگوں کو جو موت سے ڈر کر گھروں سے نکل گئے) پھر وہاں کھڑے ہو کر انہیں آواز دو، ان مردوں کے جسم جدا ہو چکے تھے۔ جنہیں پرندوں نے بکھیر دیا تھا۔ حزقیلؑ نے آواز دے کر کہا اے ہڈیو اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنے اوپر گوشت چڑھا لو تو ان پر گوشت چڑھ گیا اور وہ جسم بن گئے۔ پھر اللہ نے کہا کہ اے روحو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنے جسموں میں واپس لوٹ جاؤ چنانچہ ان کی روحیں واپس لوٹ آئیں اور وہ مل کر کھڑے ہو گئے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

دوسری روایت:

بعض صحابہؓ نے اسی آیت یعنی "الم ترالی الذین خرجوا ..... الخ" کے تحت مروی ہے کہ واسطہ سے پہلے دوردان نامی ایک بستی تھی، جہاں طاعون کی وبا پھیلی، بہت سے لوگ وہاں سے بھاگ گئے اور ایک کنارے میں جا کر اترے جب کہ بستی میں رہنے والوں میں بہت سے ہلاک ہو گئے۔ کچھ زندہ بچ گئے تمام ہلاک نہیں ہوئے جب طاعون کی بیماری ختم ہوئی تو بستی چھوڑنے والے بھی واپس لوٹ آئے بستی میں زندہ بچ جانے والے لوگوں نے کہا کہ یہ بھاگ جانے والے ہم سے زیادہ سمجھ دار تھے۔ اگر ہم بھی وہی کام کرتے جو انہوں نے کیا تھا۔ تو ہم سب کے سب بچ جاتے اب اگر کبھی طاعون آیا تو ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔

بستی والوں کا طاعون سے فرار:

اگلے سال پھر طاعون آ گیا۔ اور یہ بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی یہاں تک کہ افیح نامی ایک بستی میں جا اترے اس وادی کے اوپر سے ایک فرشتے نے یہ آواز لگائی کہ تم سب مرجاؤ وہ سب کے سب وہیں ہلاک ہو گئے۔ ان کے اجسام بوسیدہ ہو گئے۔ وہاں سے اللہ کے نبی حزقیلؑ کا گزر ہوا جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو سوچنے کھڑے ہو گئے۔ اپنی انگلی رخسار پر رکھ کر سوچنے لگے تو وحی آئی کہ اے حزقیلؑ تو کیا چاہتا کہ میں تجھے انہیں زندہ کر کے دکھاؤں کہ میں کیسے زندہ کرتا ہوں۔ عرض کیا جی ہاں ان کا غور وفکر اس لیے تھا کہ انہیں رب العزت کی قدرت پر (یقین کے باوجود) کچھ تعجب ہوا تو حکم ہوا کہ انہیں آواز دو۔

خدا کی قدرت:

چنانچہ انہوں نے آواز دی کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ آپس میں جمع ہو جاؤ چنانچہ وہ اڑاڑ کر جمع ہونے لگیں یہاں تک کہ ہڈیوں کے ڈھانچے تیار ہو گئے۔ پھر آواز آئی کہ انہیں آواز دو کہ تمہارا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنا گوشت اپنے اوپر چڑھا لو آواز دینے پر ہڈیوں پر خون اور گوشت آ گیا۔ اور ان کے جسموں پر وہی کپڑے بھی آ گئے جن میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ پھر کہا گیا کہ ان سے کہو کہ اے جسمو اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ چنانچہ وہ جسم کھڑے ہو گئے۔

مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جب وہ جسم دوبارہ زندہ ہوئے تو کہنے لگے "سبحانك ربنا و بحمدك لا اله الا انت" پس وہ اپنی قوم کی طرف زندہ ہو کر لوٹے البتہ ان کے چہروں پر موت کی زردی تھی۔ نیز ان کے کپڑے بھی کفن کی طرح بوسیدہ ہو چکے تھے۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ انہیں موت آئی ہے اور پھر یقینی موت آ گئی جو ان کے لیے ہمیشہ کے لیے لکھ دی گئی۔

عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

سالم نصری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کے پیچھے دو یہودی تھے۔ جب آپ رکوع میں گئے۔ تو آپ نے ہاتھوں کو بغل سے علیحدہ کر کے رکوع کیا یہ دیکھ کر ایک یہودی نے دوسرے سے کہا کہ کیا یہ وہی ہے وہ کہنے لگے ہمیں اپنی کتاب میں یہ ذکر ملتا ہے۔ جو لوہے کا سینگ حزقیل کو دیا گیا جنہوں نے مردوں کو زندہ کیا وہ کسی اور کو بھی دیا جائے گا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی کتاب میں حزقیل کا ذکر نہیں پایا اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کا کہ اس نے مردوں کو زندہ کیا۔ وہ کہنے لگے کہ کیا آپ کی کتاب میں یہ بات نہیں ہے کہ "بہت سے رسول ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کے

سامنے بیان نہیں کیے'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں' یہ آیت قرآن مجید میں ہے۔

تیسری روایت:

انہوں نے کہا اچھا تو ہم آپ کو بنی اسرائیل میں مردوں کے زندہ ہونے کا واقعہ بتلاتے ہیں۔ اس قوم پر وبا آئی تو وہاں سے کچھ لوگ بھاگ کر تقریباً ایک میل دور جا پہنچے وہاں اللہ نے ان پر ایک بڑی چار دیواری بنا دی اور ان کو موت دے دی یہاں تک کہ جب ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں تو اللہ نے ان کے پاس حزقیل کو بھیجا اور جو اللہ نے چاہا تو ان سب کو زندہ کیا جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے:

﴿ الم ترالی الذین خرجوا ﴾

چوتھی روایت:

وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ یوشع علیہ السلام کے بعد جب کالب کا انتقال ہوگیا۔ تو اس کے بعد حزقیل آئے جنہیں ابن العجوز کہا جاتا تھا جن کی آواز پر مردوں کے زندہ ہونے کا وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر قرآن مجید ہے۔

پانچویں روایت:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ یہ لوگ طاعون یا کسی اور بیماری کے آنے پر موت سے ڈر کر بھاگ گئے۔ حالانکہ ان کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ یہاں تک کہ جب وہ کسی کھلے میدان میں اترے تو اللہ نے فرمایا مر جاؤ۔ وہ سب کے سب وہیں فوت ہوگئے۔ بستی والوں نے ایک بہت بڑا گڑھا کھودا اور ان کو وہیں ڈال دیا۔ تاکہ پرندے انہیں نوچ نہ لیں۔ اور اس میں چھوڑ کر آگئے۔ انہیں دفن اس لیے نہیں کیا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اسی حال میں ان پر طویل عرصہ گزر گیا۔ یہاں تک کہ ان کے جسم کی ہڈیوں کے ڈھانچے بن گئے۔ پھر وہاں سے حزقیل کا گزر ہوا وہ وہاں کھڑے ہوئے اور یہ معاملہ دیکھ کر تعجب کرنے لگے تو یہ آواز آئی کہ آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اللہ انہیں زندہ کر دے؟ فرمایا جی ہاں! پھر آواز آئی کہ یوں آواز دوا ے بوسیدہ ہڈیو جو پرانی اور بوسیدہ ہو چکی ہو ہر ہڈی اپنے جسم کے ساتھ مل جائے' انہوں نے یہی آواز لگائی اور وہ ہڈیاں آپس میں مل گئیں۔ پھر کہا گیا کہ یہ آواز لگاؤ اے گوشت پٹھے اور کھال اپنے رب کے حکم سے ان ہڈیوں میں مل جاؤ چنانچہ اس آواز سے ان ہڈیوں پر گوشت پٹھے کھال اور بال تک آگئے۔ یہاں تک کہ وہ بے روح بن گئے۔ پھر آپ نے ان کے زندہ ہونے کی دعا کی اس پر آسمان سے کوئی چیز اتری جس نے آپ کو گھیر لیا اور آپ بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تو وہ زندہ ہو کر کھڑے تھے اور یہ کہہ رہے تھے:

سبحان الله فقد احیاهم.

''سبحان اللہ تحقیق اللہ نے ہی انہیں زندہ کیا ہے''۔

حزقیلؑ بنی اسرائیل میں کتنی دیر رہے اس کا ذکر ہمیں کہیں نہیں ملا۔

الیاس اور یسع علیہما السلام

بعثت الیاس علیہ السلام:

جب حزقیل کی وفات ہوئی تو بنی اسرائیل میں مختلف قسم کے واقعات رونما ہونے لگے اور انہوں نے تورات میں کیا ہوا وعدہ بھی توڑ دیا۔ اور بتوں کی پوجا شروع کر دی تو پھر اللہ نے ان کی طرف الیاس بن یاسین علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جب اللہ نے حزقیل کی روح کو قبض کیا اور بنی اسرائیل میں فسادات بڑھنے لگے اور وہ اللہ سے کیا ہوا وعدہ بھول گئے یہاں تک کہ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرنے لگے تو اللہ نے الیاس علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا بنی اسرائیل کے اندر موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس وقت نبی کو بھیجا گیا جب وہ تورات والے عہد کو بھول گئے۔

کب مبعوث ہوئے:

الیاس علیہ السلام بنی اسرائیل کے احاب نامی بادشاہ کے ساتھ آئے اس کی بیوی کا نام ازبل تھا وہ آپ کی بات سنتا اور تصدیق کرتا تھا۔ الیاس علیہ السلام اس کے معاملات کو سلجھاتے تھے۔ اس وقت بنی اسرائیل خدا کو چھوڑ کر ''بعل'' نامی بت کی پوجا کر چکے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے کسی عالم سے سنا ہے کہ بعل دراصل ایک عورت تھی۔ جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔ الیاس علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک الیاس علیہ السلام بھی پیغمبروں سے تھا۔ الیاس علیہ السلام کا وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا خدا سے ڈرتے نہیں ہو کیا تم بعل نامی بت کی پوجا کرتے ہو اور اس کو چھوڑ چکے ہو جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے تمہارا معبود برحق ہے اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا بھی پروردگار رہے۔

دعوتِ دین اور قوم کا ردعمل:

الیاس علیہ السلام انہیں دین کی طرف بلاتے رہے اور انہوں ان کی کوئی بات نہ مانی سوائے اس بات کے جو بادشاہ کی طرف سے آتی اور شام کے علاقے میں مختلف اور متفرق بادشاہ موجود تھے۔ اور ہر بادشاہ ایک خاص علاقے پر قابض تھا۔ چنانچہ وہ بادشاہ بھی اب بتوں کی پوجا کرنے لگے ہیں جیسا کہ ہم کیا کرتے تھے۔ وہ اچھے کھاتے پیتے اور گانوں کی محفلیں سجاتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود جسے وہ باطل سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان پر دنیا تنگ نہیں ہوئی اور ان پر اللہ کا فضل ہم سب دیکھ رہے ہیں۔

یہ سن کر (پریشانی اور غصہ کی وجہ سے) حضرت الیاس علیہ السلام کے جسم کے بال کھڑے ہو گئے آپ اسے چھوڑ کر باہر نکل آئے اور وہ بادشاہ بھی دوسرے لوگوں جیسا کام کرنے لگا یعنی بتوں کی عبادت میں مشغول ہو گیا اس وقت الیاس علیہ السلام نے یہ دعا کی' اے اللہ! بنی اسرائیل نے تیری نافرمانی کے علاوہ ہر چیز سے انکار کیا ہے اور تیرے غیر کی عبادت پر راضی ہوئے ہیں پس ان پر اپنی نعمتوں کو بدل دے۔ (نعمتیں چھین لے)

الیاس علیہ السلام کی قوم پر عذاب:

ابن اسحاق کہتے کہ الیاس پر وحی آئی کہ ہم اس کے رزق کے معاملے کو تیرے ہاتھ میں دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو حکم آپ دیں گے وہی ہوگا۔

الیاس علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ ان پر بارش کو روک دے تین سال تک بارش نہ آئی یہاں تک کہ ان کے مویشی' کیڑے مکوڑے درخت وغیرہ سب کچھ ہلاک ہو گئے اور وہ شدید مشقت میں مبتلا ہو گئے۔

دوسری روایت:

جب الیاس علیہ السلام نے ان کے خلاف یہ بددعا کی تو دل میں بنی اسرائیل سے کچھ خوف پیدا ہوا چنانچہ وہاں رہتے جہاں صرف کھانا موجود ہوتا۔ لیکن جب بنی اسرائیل کے لوگ کسی گھر میں روٹی کی خوشبو محسوس کرتے تو کہتے کہ اس گھر میں الیاس علیہ السلام داخل ہوئے ہیں اسے نکالو اور پھر اس گھر والے کو تکلیف پہنچاتے۔

یسع علیہ السلام:

ایک روز الیاس علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کے پاس رات گزاری جس کے بیٹے کا نام یسع بن اخطوب تھا اور اسے کچھ تکلیف تھی اس نے آپ کو چھپایا اور معاملے کو پوشیدہ رکھا۔

الیاس علیہ السلام نے اس کے بیٹے کے لیے دعا مانگی تو اس کی تکلیف دور ہو گئی چنانچہ وہ آپ پر ایمان لے آیا۔ اور آپ کے ساتھ مل گیا آپ جہاں جاتے وہ آپ کے ساتھ ہوتا الیاس علیہ السلام بوڑھے تھے جب کہ وہ جوان تھا۔

الیاس علیہ السلام کی قوم کے لیے دعا:

ایک روز الیاس علیہ السلام پر وحی آئی کہ آپ نے بارش نہ ہونے کی دعا مانگ کر بہت سے جانور مویشی' پرندوں اور درختوں کو بلا وجہ ہلاک کروایا البتہ بنی اسرائیلیوں کو ان کے گناہ کی وجہ سے ہلاک کیا گیا۔ یہ سن کر الیاس علیہ السلام نے کہا اے اللہ! میں ان کے لیے دعا کروں اور ان کے لیے تنگی کے بعد خوشی لے آنے کا ذریعہ بنوں شاید اس کی وجہ سے وہ آپ کی طرف رجوع کرنے والے اور آپ کی عبادت کرنے والے بن جائیں۔ آپ کو یہ دعا کرنے کی اجازت دے دی گئی آپ بنی اسرائیل کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو۔ کہ اللہ تم پر ناراض ہے اور جس کی طرف میں نے تمہیں دعوت دی ہے۔ وہ حق ہے۔ تو تم ان بتوں کو نکال کر لاؤ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور ان سے میرے خلاف دعا مانگو اگر تمہاری دعا قبول ہو گئی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تمہارا مذہب حق ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر تمہیں اس کا یقین کرنا ہو گا تم باطل پر ہو لہٰذا بت پرستی چھوڑنا ہو گی' اور پھر میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ تمہاری پریشانی کو دور کرے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے انصاف کی بات کہی۔ چنانچہ وہ اپنے بتوں اور معبودوں کو نکال لائے اور دعا مانگی لیکن وہ قبول نہ ہوئی اور ان کی مصیبت بھی دور نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ان پر یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ وہ گمراہی میں ہیں۔ پھر انہوں نے الیاس علیہ السلام سے کہا کہ ہم تو ہلاک ہو چکے آپ ہمارے لیے دعا کر دیجیے الیاس علیہ السلام نے ان کے لیے کشادگی اور سیرابی کی دعا کی۔

انعام ملنے کے باوجود نافرمان قوم:

دعا مانگتے ہی آسمان پر ڈھال کی طرح کا بادل کا ٹکڑا آیا جو کہ اللہ کے حکم سے سمندر کی سطح سے بلند ہوا تھا۔ اس بادل کو ہی دیکھ رہے تھے کہ اور کئی بادل اٹھے اور آپس میں مل گئے پھر ان پر بارش ہوئی جس سے وہ سیراب ہوئے ان کے شہر آباد ہو گئے اور ان سے مصیبت اور پریشانی دور ہو گئی لیکن اس کے باوجود انہوں نے حق کی طرف رجوع نہ کیا اور بت پرستی پر برقرار رہے۔

الیاس علیہ السلام کی وفات:

جب الیاس علیہ السلام نے ان کی یہ حالت دیکھی تو یہ دعا مانگی کے اے اللہ ان سب پر موت طاری کر دے تاکہ مجھے ان سے نجات مل جائے۔ آپ سے کہا گیا کہ فلاں دن کا انتظار کرو جب وہ دن آ جائے تو فلاں شہر چلے جانا اور وہاں جو چیز آئے۔ اس پر سوار ہو جانا اور وہ کسی کو نہ دینا الیاس اور آپ کے ساتھ یسع دونوں مقررہ دن میں اس طرف چل پڑے اس شہر میں پہنچے تو سامنے آگ کا گھوڑا آیا الیاس علیہ السلام چھلانگ لگا کر اس پر چڑھ گئے اور چل پڑے یسع پکارنے لگے اے الیاس علیہ السلام میرے لیے کیا حکم ہے؟ یہ آپ کا دنیا میں آخری دن تھا۔ پھر اللہ نے آپ کو نور کا لباس پہنایا اور داڑھی لگائی اور آپ سے کھانے پینے کی لذات کو چھین کر فرشتوں کو دے دیا اس کے بعد انسان نما فرشتے بن گئے اور آسمان پر زندگی گزارنے لگے۔

یسع علیہ السلام کی بعثت:

وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ الیاس علیہ السلام کے بعد یسع علیہ السلام بنی اسرائیل کے لیے نبی مقرر ہوئے اور جب تک اللہ کو منظور رہا یسع علیہ السلام بنی اسرائیل میں رہے پھر ان کا انتقال ہو گیا اور وہاں نا اہل لوگوں کی کثرت ہو گئی اور گناہ بہت بڑھنے لگے ان کے پاس ایک تابوت جو نسل در نسل چلتا آ رہا تھا اس میں سکینہ اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی باقیات تھیں جب بھی کسی دشمن سے ان کا مقابلہ ہوتا تو اس تابوت کو سامنے رکھتے جس کی وجہ سے انہیں فتح اور ان کے دشمن کو شکست ہوتی۔ وہب بن منبہ نقل کرتے ہیں کہ ''سکینہ'' دراصل ایک مردہ بلی کا سر تھا۔ جب وہ تابوت کے سوراخ میں چلاتا تو انہیں فتح کا یقین ہو جاتا اور بالآخر انہیں فتح بھی ہوتی۔

اسرائیلیوں کو شکست:

اس کے بعد ایلاف نامی بادشاہ آیا۔ اور اللہ نے ان کے ایلیا نامی پہاڑ میں برکت دی کہ یہاں کوئی دشمن داخل نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ ہی وہ کسی کے محتاج ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ خوشحالی کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص مٹی کا ڈھیر لیتا اور وہاں بیج ڈال دیتا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اور اس کے اہل وعیال کے لیے خوراک پیدا کر دیتے اسی طرح اگر کوئی اپنے پاس موجود زیتون کے پھل کو نچوڑتا تو اس کے لیے اس کے اہل وعیال کے لیے تیل نکلتا لیکن جب ان میں فسادات کی کثرت ہوئی اور انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو بھلا دیا تو دشمن نے ان پر حملہ کر دیا۔ تو انہوں نے تابوت بمعہ سامان نکالا لیکن دشمنوں نے یہ تابوت چھین لیا اور انہیں شکست ہوئی۔ ان کا بادشاہ ایلاف آیا تو انہیں اس احوال سے آگاہ کیا گیا۔ اس کی گردن وہیں تک کہ ان کے بچے اور عورتوں کو قتل اور گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن ان کے اختلافات پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے دشمنوں نے ان کو روند ڈالا یہاں تک کہ ان کے عورتوں اور بچوں تک کو گرفتار کر لیا اور طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا اور وہ تابوت میثاق لے کر واپس آیا۔

اسرائیلیوں کے دیگر بادشاہ:

اس کے بعد شمویل آئے یوشع اور شمویل کا عرصہ چار سو ساٹھ کا ہے۔ سب سے پہلے جو شخص ان پر مسلط ہوا تھا وہ لوط کی نسل سے تھا۔ اس کا نام کوشان تھا جس نے انہیں آٹھ سال تک رسوا کیا۔ پھر حکومت اس کے چھوٹے بھائی عتنیل بن قیس کے ہاتھ آئی جو چالیس سال تک رہی۔ اس کے بعد جعلون اٹھارہ سال تک حکمران رہا اس کے بعد بنیامین کی اولاد میں سے اھود بن حیرا اسی سال تک مسلط رہا پھر کنعانی بادشاہ یافین بیس سال تک حاکم رہا پھر کسی دبورہ نامی عورت کے ہاتھ میں معاملات آئے اس کی جانب سے

باراق نامی ایک شخص چالیس سال تک حکمران رہا۔ پھر نفشانی بن یعقوب کی اولاد میں سے ایک شخص جس کا نام جدعون بن یواش تھا۔ اس نے چالیس سال تک امور سلطنت سنبھالے۔ اس کے بعد اس کے بیٹے ابی ملک نے تین سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کے ماموں یا چچازاد بھائی نے تئیس سال تک حکومت کی پھر بنی اسرائیل کا ایک شخص بائیر بائیس سال تک حاکم رہا پھر عمون کی اولاد نے جن کا تعلق فلسطین سے تھا۔ اٹھارہ سال تک حکومت کی پھر یفتح نے چھ سال تک معاملات سلجھائے اس کے بعد یحشون سات سال تک الون دس سال تک کیرون آٹھ سال تک حاکم رہے۔ پھر چالیس سال تک فلسطین کے بادشاہ مسلط رہے پھر بنی اسرائیل کا شخص شمسون بیس سال تک حاکم رہا اس کے بعد دس سال تک کوئی حاکم نہیں رہا۔ اس کے بعد عالی نامی کاہن نے معاملات سنبھالے اس کے بعد یحشون سات سال تک اور الون دس سال تک کیرون آٹھ سال تک مسلط رہے۔

شمویل علیہ السلام۔ طالوت اور جالوت

شمویل علیہ السلام کی بعثت:

جب بنی اسرائیل پر مصائب بڑھ گئے اور بادشاہوں نے ان کو ذلیل و رسوا کیا اور ان کے شہروں کو ویران کیا ان کے مردوں کو قتل اور عورتوں کو قید کیا۔ اور ان سے وہ تابوت چھین لیا۔ جس میں سکینہ موسیٰ و ہارون کے باقیات تھے۔ اور اس تابوت کی وجہ سے وہ دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے تو اس وقت انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ ان کے لیے نبی مبعوث ہو چنانچہ شمویل علیہ السلام بن بالی مبعوث ہوئے۔

شمعون (شمویل) کی بعثت:

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل نے عمالقہ قوم سے جنگ کی عمالقہ کے بادشاہ کا نام جالوت تھا۔ انہوں نے بنی اسرائیل پر غلبہ حاصل کر لیا ان پر جزیہ مقرر کیا اور ان سے تورات لے لی اس وقت بنی اسرائیل نے دعا کی کہ اے اللہ کوئی نبی بھیج تاکہ ہم اس کے ساتھ مل کر قتال کریں اس وقت انبیاء کی نسل ختم ہو چکی تھی۔ البتہ صرف ایک عورت باقی تھی۔ جو کہ حاملہ تھی انہوں نے اسے کمرے میں بند کر لیا وہ چاہتے تھے کہ اس سے لڑکا پیدا ہو۔ چنانچہ جب اس عورت نے ان کا شوق دیکھا تو اللہ سے بیٹا پیدا کرنے کی دعا کی۔ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شمعون رکھا گیا۔ تو اس وقت انہوں نے دعا کی کہ یہ ان کے لیے نبی مبعوث ہو چنانچہ شمویل بن بالی مبعوث ہوئے۔

شمویل علیہ السلام کی بعثت:

جب وہ بڑا ہوا تو اس عورت نے اسے بیت المقدس میں بھیجا تاکہ وہ یہاں تورات سیکھے وہاں کسی عالم نے اس کی کفالت کی اور اسے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ جب وہ لڑکا اس عمر کو پہنچ گیا کہ اسے نبوت ملنے کو تھی۔ تو ایک روز جبرئیل علیہ السلام آئے جب کہ یہ لڑکا شیخ کے پہلو میں سو رہا تھا۔ اس شیخ کے علاوہ اسے ہر ایک سے خطرہ تھا۔ لہٰذا اس فرشتے نے اسے شیخ کی آواز میں کہا کہ اے شمویل! یہ لڑکا گھبراتا ہوا اس بزرگ کے پاس گیا اور کہا اے میرے ابا آپ نے مجھے بلایا ہے اس شیخ نے یہ کہنا مناسب نہ سمجھا کہ میں نے اسے نہیں بلایا اور کہا کہ بس بیٹے سو جاؤ چنانچہ شمویل آ کر سو گئے۔ دوسری مرتبہ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ اس بار بھی شیخ نے

اسے سلا دیا اور کہا کہ تیسری مرتبہ جواب مت دینا جب تیسری مرتبہ آواز آئی تو جبریل علیہ السلام خود ظاہر ہو گئے اور کہا کہ اپنی قوم کی طرف جاؤ اور اللہ کا پیغام پہنچاؤ اس لیے کہ اللہ نے آپ کو ان میں نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ جب شمویل نے جا کر دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ اللہ نے آپ کو نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ اور انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور کہا کہ اگر تم سچے نبی ہو تو ہمارے لیے بادشاہ مقرر کرو جس کے ساتھ مل کر ہم اللہ کے راستے میں قتال کریں اور اسے نبوت کی علامت قرار دیں۔ انہوں نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تم پر قتال فرض کرے اور تم جنگ نہ کرو۔ وہ کہنے لگے کہ ہم اللہ کے راستے میں قتال کیوں نہیں کریں گے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم کیوں نہ قتال کریں گے۔ حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکالا گیا ہے اور ہماری اولاد سے جدا کیا گیا ہے اور ہم جزیہ ادا کر رہے ہیں۔

طالوت کی بادشاہت:

شمویل علیہ السلام نے دعا کی تو ایک عصا نمودار ہوا کہ اس عصا کی لمبائی کے بقدر ایک شخص بادشاہ بن کر آئے گا۔ شمویل علیہ السلام نے بتایا کہ جس کا قد اس عصا کے برابر ہو گا۔ وہی یہاں کا بادشاہ بن کر آئے گا۔ ہر شخص نے اپنے آپ کو اس عصا سے ناپنا شروع کیا مگر کسی کا قد اس کے برابر نہ آیا۔ طالوت بہشتی تھے (یعنی مشکیزے میں پانی بھر کر چھڑکا کرتے تھے) اور اپنے گدھے پر پانی بھر کر لاتے تھے۔ ایک روز ان کا گدھا راستہ بھول گیا اور اس راستے پر جا نکلا یہ دیکھ کر ان کے نبی شمویل علیہ السلام سے فرمایا: ''اللہ نے طالوت کو تمہارے لیے بادشاہ مقرر کیا ہے'' یہ سن کر قوم کہنے لگی' اس وقت آپ نے جتنا بڑا جھوٹ بولا اس سے پہلے کبھی نہیں بولا ہم بادشاہوں کی اولاد سے ہیں جب کہ یہ نہیں نیز اس کے پاس مال بھی نہیں تو اس وقت نبی نے فرمایا: ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں اسی کو پسند فرمایا ہے اور اس کو علم کی وسعت اور قد و قامت کے پھیلاؤ میں بڑھایا ہے''۔ (البقرہ: ۲۴۷)

طالوت میں بادشاہ بننے کی علامات:

یہ سن کر قوم نے کہا کہ اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی کیا ہے تو نبی نے فرمایا اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آ جائے گا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین قلب کا سامان ہے اور کچھ وہ بقیہ اشیاء بھی ہیں۔ جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام چھوڑ کر گئے تھے۔

''سکینہ'' ایک طشتری تھی جس میں انبیاء اکرام کے دلوں کو دھویا جاتا تھا۔ اللہ نے یہ طشتری موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی تھی۔ اور اس میں تورات کی تختیاں رکھی گئیں تھیں۔ تورات کی تختیاں موتیوں یاقوت اور زبرجد سے بنی تھیں۔ اور بقیہ اشیاء موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور تختیوں کا چورا ہے۔ یہ سامان صندوق طالوت کے گھر کے سامنے آ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ شمویل علیہ السلام پر ایمان لائے اور طالوت کی اطاعت کے لیے تیار ہو گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فرشتے نے اس صندوق کو آسمان و زمین کے درمیان سے لا کر طالوت کے گھر کے آگے رکھ دیا تو وہ لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

ابن زید کہتے ہیں کہ فرشتے اس صندوق کو دن میں سب کے سامنے لائے تو ماننے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور نہ ماننے والے وہاں سے نکل گئے۔

جالوت سے جنگ کے لیے روانگی:

طالوت اپنے ساتھ اسی ہزار کا لشکر لے کر جالوت کے مقابلے میں چل پڑے جالوت ان میں سب سے بڑا اور سخت مزاج

آدمی تھا۔ اس نے جس سے بھی مقابلہ کیا فتح حاصل کی۔ جب طالوت قوم کو لے کر چلے گئے تو فلسطین کی نہر آنے پر فرمایا:

''یقیناً اللہ تمہیں ایک نہر کے ذریعے آزمائے گا پس جو شخص اس نہر کا پانی پیئے گا وہ میرا نہیں اور جس نے اس پانی کو نہ چکھا یقیناً وہ میرا ہے مگر ہاں جو ایک ہاتھ چلو اپنے ہاتھ بھر لے تو اس کی رخصت ہے''۔

یہ لوگ جالوت سے ڈرتے تھے اسی لیے اسی ہزار آدمیوں میں سے ۷۶ ہزار نے پانی پی لیا۔ اور وہ پیچھے لوٹ گئے۔ جب کہ باقی صرف چار ہزار لوگ رہ گئے۔ اور خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جنہوں نے یہ پانی پیا ان کو اور پیاس لگ گئی اور جنہوں نے نہیں پیا وہ سیراب تھے۔

طالوت کا لشکر:

جب انہوں نے نہر پار کر کے جالوت کے لشکر کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ اور کہا کہ ہم میں یہ طاقت نہیں کہ ہم جالوت کا مقابلہ کر سکیں البتہ جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہمیں خدا کے سامنے جانا ہے تو کہنے لگے کہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آئیں ہیں' اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس لشکر میں سے تین ہزار چھ سو کیاسی افراد واپس ہو گئے جب کہ باقی صرف تین سو انیس رہ گئے۔ جو کہ بدر کی تعداد کے برابر ہیں۔

شمویل علیہ السلام نبی (دوسری روایت):

وہب بن منبہؒ سے روایت ہے کہ عیلی جس نے شمویل علیہ السلام کی تربیت کی تھی اس کے دو بیٹے تھے۔ انہوں نے قربان گاہ میں ایسی چیز رکھی جو پہلے وہاں نہ تھی۔ یعنی کوڑے جس سے وہ آنکڑوں کا شکار کرتے تھے۔ جب وہ وہاں سے نکلے تو ان کا شکار کاہن کے لیے رکھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو دے دیئے۔

شمویل علیہ السلام کے استاد عیلی پر گرفت:

ان کی دوسری عادت یہ تھی کہ بیت المقدس میں جب عورتیں نماز کے لیے آتیں تو ان کی نقل اتارتے۔ ایک طرف شمویل علیہ السلام اس جگہ سوئے ہوئے تھے جہاں عیلی سوتے تھے تو آواز آئی ''شمویل'' یہ کود کر عیلی کی طرف چلے گئے اور کہا کہ میں حاضر ہوں آپ نے مجھے بلایا۔ عیلی نے کہا کہ میں نے نہیں بلایا اپنی جگہ پر جا کر سو جاؤ آپ سو گئے پھر یہی واقعہ ہوا عیلی نے پھر وہی جواب دیا اور کہا کہ اب اگر آواز آئے تو کہنا کہ مجھے حکم دو کہ میں اس پر عمل کروں فرشتہ بولا عیلی کے پاس جاؤ اور کہو کہ اس کی محبت نے اسے روکا ہوا ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو میری قربان گاہ میں شرارت کرنے سے روکے۔ لہٰذا میں بطور سزا کے اس کی اولاد سے کہانت چھین کر اسے ہلاک کر دوں گا۔

جب صبح ہوئی تو عیلی نے پوچھا کہ پھر ایسا کوئی واقعہ پیش تو نہیں آیا۔ شمویل علیہ السلام نے اگلا واقعہ سنا ڈالا جس سے وہ بہت گھبرایا اتنے میں دشمن نے ان کے گرد گھیراؤ ڈال دیا عیلی نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم دوسرے لوگوں کے گھر جاؤ اور جہاد میں حصہ لو اور اللہ کے دشمن سے لڑو۔ یہ دونوں گئے اور وہ صندوق بھی نکالا جس میں تختیاں اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا تاکہ اس کے ذریعے اللہ کی نصرت حاصل کریں۔ جب جنگ ختم ہوئی تو عیلی نے صندوق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ دشمن اسے چھین کر لے گیا۔ جب اسے یہ بتایا گیا تو وہ جس کرسی پر بیٹھا تھا اسی کی گدی کے بل گر کر ہلاک ہو گیا۔

تابوت (دوسری روایت):

جنگ جیتنے والے اس صندوق کو ساتھ لے گئے اور بت خانے میں اسے رکھ دیا جب اگلا دن ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ بت نیچے ہے اور صندوق اوپر ہے۔ انہوں نے بت اوراوپر رکھا اور اس کے پائے باندھ دیئے۔ اگلے روز دیکھا تو بت کے ہاتھ کٹ چکے تھے۔ اور پاؤں بھی اور بت نیچے گرا پڑا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر کسی نے کہا کہ بنی اسرائیل کے معبود کے آگے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ اسے اپنے بت خانے سے نکالو اور بستی کے ایک کونے پر رکھ دو۔ جب ان لوگوں نے تابوت کو اٹھایا تو اس کی گردن میں درد ہونے لگا انہوں نے پوچھا یہ کیا ہوا یہ منظر دیکھ کر ایک باندی جو وہاں ہی رہتی تھی۔ کہنے لگی کہ تم یہ ناموافق حالات اس وقت تک دیکھتے رہو گے جب تک یہ تابوت تمہارے پاس موجود رہے گا۔ اسے اپنی بستی سے نکال دو انہوں نے کہا کہ تو جھوٹ بولتی ہے وہ کہنے لگی کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ تم اس کے پاس دو ایسی حاملہ گائیں لے کر آؤ جن پر پہلے کبھی جوئے کا تیر نہ رکھا گیا ہو پھر اس کے پاس ایک بچھڑا بٹھاؤ اور اس صندوق کو بچھڑے پر رکھو اور اس تابوت کو لے جائیں اور بنی اسرائیل کی زمین کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں اٹھاؤ انہیں ان کی اولاد کی طرف متوجہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور یہ صندوق بنی اسرائیل کی ویران کھیتی میں گیا دیکھ کر بنی اسرائیل کے لوگ گھبرا گئے اب جو بھی اس کے پاس سے گزرتا وہ مر جاتا۔

اس وقت شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس کے قریب جا کر دیکھو کہ جو تم میں سے طاقتور ہے وہ اسے اٹھائے۔ سب لوگوں نے اپنا اندازہ لگایا۔ صرف دو آدمی طاقتور نکلے انہیں یہ صندوق اٹھانے کی اجازت دی گئی۔ کہ وہ اسے اٹھا کے اپنی والدہ ارملہ کے پاس لے جائیں۔ یہ صندوق طالوت کے بادشاہ بننے تک وہاں رہا۔

طالوت بادشاہ (دوسری روایت):

اس کے بعد بنی اسرائیل اطاعت کے لیے تیار ہو گئے۔ اور ان سے عرض کیا کہ ہمارے لیے کوئی بادشاہ مقرر کریں کہ اس کے ساتھ مل کر ہم راستے میں قتال کریں۔ شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے قتال کے لیے کافی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے اردگرد کے لوگوں سے ڈرتے ہیں اگر ہمارا کوئی بادشاہ ہوا تو ہم اس سے ضرور رجوع کریں گے۔ شمویل علیہ السلام پر وحی آئی کہ ان پر طالوت بادشاہ کو مقرر کرو۔ اور بیت المقدس کا تیل اسے لگاؤ۔ اتنے میں طالوت کا گدھا گم ہو گیا۔ وہ خود اپنے ساتھ ایک غلام لے کر گدھے کی تلاش میں چل پڑا یہاں تک کہ شمویل علیہ السلام کے پاس آ پہنچا اور ان سے اپنے گدھے کے بارے میں پوچھا شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے آپ کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا ہے وہ تعجب سے کہنے لگا کہ ''مجھے''۔ فرمایا: ہاں! کہنے لگے کہ اگر میرا خاندان بنی اسرائیل کے خاندان سے کم درجے کا ہو فرمایا ہاں پھر بھی عرض کیا کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ میرا کنبہ میرے قبیلے سے بھی کم درجے کا ہے تو کیا پھر بھی میں بادشاہ ہوں فرمایا ہاں پھر عرض کیا کہ میرا گھر قبیلے کے تمام لوگوں سے گھٹیا گھر ہے۔ آپ نے فرمایا پھر بھی بادشاہ ہو۔ عرض کیا کہ اس کی کیا نشانی ہے فرمایا اس کی نشانی یہ ہے کہ جب آپ لوٹیں گے تو آپ کے والد گدھے کو لے کر آ چکے ہوں گے۔ اور جب آپ فلاں مکان پر ہوں گے۔ تو آپ پر وحی نازل ہو گی تو بیت المقدس کا تیل لگا لینا آپ نے بنی اسرائیل سے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارے لیے بادشاہ مقرر کیا ہے'' اس پر وہ بولے کہ ہم پر حکومت کرنے کا حق اسے کس نے دیا ہے۔ اس کو تو مال کی وسعت بھی نہ عطا کی گئی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ نے تمہارے مقابلے میں اس کو پسند فرمایا ہے اور اس کو علم کی وسعت اور

قد وقامت کے پھیلاؤ بڑھادیا ہے''۔

داؤد علیہ السلام کے والد کی بیٹوں کے ہمراہ جنگ میں شرکت:

سدی کہتے ہیں کہ ''جب وہ لوگ جالوت اور اس کی فوج کے آمنے سامنے ہوئے تو انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار جتنا صبر ہے سب ہم پر انڈیل دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ'' اس لشکر میں داؤد کے والد اور ان کے تیرہ بیٹے بھی شریک تھے ان میں سب سے چھوٹے داؤد تھے۔ انہوں نے بھی نہر پار کی تھی۔ ایک دن داؤد نے آکر اپنے والد سے کہا جب بھی میں کوئی تیر نشانے پر لگاتا ہوں تو وہ تیر اسے پھاڑ دیتا ہے یہ سن کر باپ نے کہا کہ اے بیٹے تجھے خوشخبری ہو کہ اللہ نے تیرا رزق تیرے تیر کے نشانے پر رکھا ہے۔ داؤد ایک مرتبہ پھر اپنے والد کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے پہاڑوں کے درمیان تیر کو بھاگتے ہوئے دیکھا میں اس پر سوار ہو گیا اور اس کے کان پکڑ لیے مگر اس نے مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچائی اس پر باپ نے کہا کہ اے بیٹے خوش ہو جاؤ یہ ایک خیر ہے جو اللہ تعالیٰ تجھے عطا کریں گے۔ داؤد بکریاں چرایا کرتے تھے آپ کے والد آپ کو پیچھے چھوڑ دیتے تھے تا کہ آپ اپنے والد اور بھائیوں کے لیے کھانا لائیں۔

داؤد علیہ السلام کا منتخب ہونا:

شمویل علیہ السلام کے پاس ایک سینگ آیا جس میں تیل اور لوہے کا تنور تھا۔ انہوں نے یہ طالوت کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا یہ سینگ اس کے سر پر پورا آئے گا اور یہ تیل اس کے سر پر لگایا جائے گا۔ لیکن اس کا کوئی بھی قطرہ نیچے نہیں گرے گا۔ یہ سینگ اس شخص کے سر پر پرندے اکلیل کی طرح لگے گا اور اگر اس کا سر تنور میں داخل ہو گیا تو اسے بھر دے گا۔ طالوت نے تمام بنی اسرائیلیوں کو بلایا اور ان پر تجربہ کیا لیکن کسی کے سر کو اس کے مطابق نہ پایا جب سب فارغ ہو گئے تو طالوت نے داؤد کے والد سے کہا کہ آپ کا کوئی ایسا آدمی رہ گیا ہے۔ اور یہاں موجود نہیں؟ فرمایا میرا بیٹا داؤد رہ گیا وہ ہمارے لیے کھانا لے کر آتا ہے جب داؤد آئے تو راستے میں تین کنکریوں کا گزر ہوا انہوں نے کہا اے داؤد ہمیں پکڑ لو اور ہمارے ذریعے جالوت کو قتل کرو۔ آپ نے انہیں اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا طالوت نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اپنی بیٹی کی شادی اس سے کروں گا اور اس کے نام کی مہر اپنے ملک پر جاری رکھوں گا جب داؤد آئے تو ان کے سر پر سینگ کو آزمایا گیا وہ پورا اترا اور جب تیل کو آزمایا گیا تو اس کا کوئی قطرہ نیچے نہ گرا آپ ذرا کمزور تھے اور رنگ بھی ذرا زرد تھا۔ جس کی وجہ سے تنور آپ پر پورا آ گیا۔

جالوت کا قتل:

پھر آپ جالوت کی طرف بڑھے۔ جالوت بڑے ڈیل ڈول والا آدمی تھا۔ جب اس نے داؤد علیہ السلام کو دیکھا تو اس کے دل میں بڑا رعب بیٹھ گیا لیکن وہ کہنے لگا۔ اے جوان تو واپس لوٹ جا اس لیے مجھے تجھ پر رحم آ رہا ہے۔ میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا۔ آپ نے فرمایا میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے کنکر نکالے اور اپنے غلیل میں رکھ کر اسے مارنا شروع کیا۔ جب بھی کوئی کنکر پھینکتے تو اس پر کوئی نام لیتے چنانچہ پہلے کنکر پر کہا کہ ابراہیم کے نام پر' دوسرے کنکر پر کہا اسحاق کے نام پر' تیسرے کنکر پر کہا کہ یہ اسرائیل کے نام پر آپ نے پتھر پھینکا اور غلیل کو گھمایا۔ اور ایک پتھر پھینکا جو اس کی آنکھوں کے درمیان لگا۔ اور آپ نے اسے قتل کر دیا پھر اسی طرح آپ ان لوگوں کو قتل کرتے رہے۔ داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا۔ پھر طالوت نے اپنی بیٹی کی شادی داؤد علیہ السلام سے کر دی اور

آپ کے نام پر مہر جاری کر دی یہ دیکھ کر لوگ داؤد کی طرف مائل ہو گئے اور آپ سے محبت کرنے لگے۔

طالوت کا حسد اور داؤد کو قتل کرنے کی سازش:

جب طالوت نے دیکھا کہ لوگ میری نسبت داؤد علیہ السلام سے زیادہ محبت کرتے ہیں تو اس کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ داؤد علیہ السلام کو پتہ چل گیا۔ کہ طالوت انہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اپنی قیام گاہ میں شراب کا مٹکا رکھ دیا طالوت جب قتل کرنے کے لیے اندر داخل ہوا تو آپ وہاں سے بھاگ گئے۔ اس نے مٹکے کو ایک ضرب لگائی جس سے وہ پھٹ گیا۔ اور شراب کا ایک قطرہ اس کے منہ میں چلا گیا وہ کہنے لگا اللہ داؤد پر رحم کرے وہ کس قدر شراب پینے والا ہے۔

داؤد علیہ السلام کی شجاعت اور معاف کرنا:

پھر داؤد علیہ السلام اس کے مقابلے کے لیے اس کے گھر آ گئے اس وقت طالوت سویا ہوا تھا۔ آپ نے دو تیر اس کے سر کے پاس اور اس کے قدموں کی جانب' اور دو تیر دائیں اور بائیں جانب لگا دیے اور واپس چلے آئے جب طالوت کی آنکھ کھلی تو اس نے سب پہچان لیا کہ داؤد آئے تھے اور کہا کہ اللہ داؤد پر رحم کرے وہ مجھ سے بہتر ہے۔ اگر میں اس پر قابو پاتا تو اسے قتل کر دیتا لیکن اس نے مجھ پر قابو پایا اور مجھے چھوڑ دیا۔

طالوت کا داؤد کو قتل کرنے کی کوشش کرنا:

پھر طالوت ایک روز سوار ہو کر جنگل میں جا رہا تھا۔ آپ کو دیکھ کر اس نے کہا آج میں داؤد کو ضرور قتل کروں گا۔ داؤد جب بھاگتے تو انہیں کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ اب طالوت گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پیچھے ہو لیا۔ اور داؤد بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک غار میں داخل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا کہ وہ غار پر جالا بن لے جب طالوت غار کے دھانے پر پہنچا تو وہ مکڑی کا جالا دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر داؤد اس میں داخل ہوئے ہوتے تو یہ جالا ٹوٹ جاتا یہ سوچ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

طالوت کو طعنہ زنی:

طالوت کے اس عمل کی وجہ سے اسے اپنے طعن کا نشانہ بنایا۔ طالوت کی یہ حالت ہو گئی کہ جو بھی اسے داؤد کو قتل کرنے سے منع کرتا۔ وہ اسے قتل کر دیتا بہت سے لوگوں نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک عورت آئی جسے اسم اعظم معلوم تھا۔ اس نے ایک خبازائی کو طالوت کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس خباز کو طالوت پر رحم آ گیا۔ اور وہ کہنے لگا کہ ہو سکتا ہے کہ ہمیں کسی عالم کی ضرورت پڑ جائے۔ اور اسے چھوڑ دیا۔

طالوت کی شرمساری:

طالوت کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور اس نے خوب توبہ کی لوگوں کو اس پر رحم آیا۔ وہ ہر روز قبرستان جاتا اور وہاں روتا۔ اور یہ آواز لگاتا میں اس بندے کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ جو مجھے بتلائے کہ میرے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ جب اس کا رونا بڑھ گیا تو قبرستان سے کسی آواز دینے والے نے آواز دی کہ اے طالوت کیا تو اس پر راضی ہے کہ تو نے زندگی میں ہمیں قتل کیا۔ اور مرنے کے بعد بھی ہمیں تکلیف پہنچا رہا ہے یہ سن کر اس کا غم اور رونا اور بڑھ گیا خباز کو اس پر رحم آیا اور اس نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ طالوت بولا کیا تو زمین میں کسی ایسے عالم کو جانتا ہے جس سے میں معلوم کروں کہ میری توبہ ہو سکتی ہے؟ خباز کہنے لگا کہ کیا تو جانتا ہے

کہ تجھ جیسا کوئی اور نہیں۔ تیری مثال اس بادشاہ کی سی ہے جو گاؤں میں رات کے وقت اترا تو ایک مرغ نے آواز نکالی بادشاہ نے کہا کہ اس بستی کے تمام مرغوں کو قتل کر ڈالو۔ پھر جب مرغ آذان دے تو ہمیں جگا دینا تا کہ ہم رات کے آخری حصے میں سفر کریں لوگوں نے کہا کیا آپ نے کسی مرغ کو باقی چھوڑا ہے۔ کہ جس کی اذان آپ سن لیں اور اے طالوت تو نے کوئی عالم چھوڑا ہے جس سے تم مسئلہ معلوم کر سکو یہ سن کر اس کے غم میں اور اضافہ ہو گیا۔

طالوت کی توبہ کی قبولیت:

جب خباز نے دیکھا کہ طالوت واقعی شدید پریشان ہے اور سچی توبہ کرنا چاہتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں تمہیں ایک عالم کا پتا بتاتا ہوں کیا تم اسے قتل نہیں کرو گے۔ طالوت نے کہا نہیں خباز نے اس سے پختہ عہد لیا اور پھر بتایا کہ اس کے ہاں ایک عالمہ رہتی تھی طالوت بولا مجھے اس کے پاس لے جاؤ تا کہ میں اس سے معلوم کروں کہ میری توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں بنی اسرائیل کے اندر بھی اسم اعظم سیکھنے کا شوق تھا۔ جب مرد فوت ہو جاتے تو عورتیں اسم اعظم سیکھتیں جب یہ دونوں دروازے پر پہنچے تو خباز داخل ہوا اور اس عورت سے کہا کہ کیا میں ایسا آدمی ہو جاؤں گا جس کا آپ پر سب سے زیادہ احسان ہو؟ میں نے آپ کو قتل سے بچا لیا اور اپنے پاس پناہ دے دی اس عورت نے کہا کیوں نہیں بتایئے خباز نے کہا کہ مجھے آپ سے کام ہے طالوت آیا ہے اور آپ سے پوچھنا چاہتا ہے کہ کیا اس کی توبہ قبول ہونے کا کوئی راستہ ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم مجھے طالوت کی توبہ قبول ہونے کا راستہ معلوم نہیں لیکن تمہیں یوشع بن نون علیہ السلام کی قبر معلوم ہے؟ انہوں نے بتا دیا۔ وہ عورت اور یہ دونوں ان کی قبر پر گئے اس عورت نے دعا کی یوشع اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے نکلے جب ان تینوں کو دیکھا تو پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کیا قیامت آ گئی؟ اس عورت نے کہا نہیں بلکہ یہ طالوت آپ سے پوچھنا چاہتا ہے کہ کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے کہنے لگے کہ مجھے اس کی توبہ قبول ہونے کا صرف ایک راستہ معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ جہاد کے لیے نکلے یہاں تک کہ وہ شہید ہو جائے۔ پھر شاید اس کی توبہ قبول ہو یہ کہہ کر یوشع پھر اپنی قبر میں گر گئے۔

طالوت کی شہادت:

طالوت پہلے سے بھی زیادہ غمگین ہو کر لوٹا اسے یہ خوف دامنگیر تھا کہ شاید اس کی اولاد اس کی بات نہ مانے وہ اتنا رویا کہ اس کی آنکھوں کی پلکیں گر گئیں اور اس کا جسم کمزور ہو گیا اس کے بیٹے جن کی تعداد تیرہ تھی کہنے لگے کہ آپ کیوں رو رہے ہیں تو اس نے ساری بات بتائی تو اس کے سب بیٹے تیار ہو کر میدان جنگ میں گئے۔ یہاں تک کہ وہ سارے وہاں قتل ہو گئے۔ پھر وہ خود بھی جنگ میں گیا اور قتل ہو گیا۔ اس کے بعد داؤد علیہ السلام بادشاہ بنے اور اللہ نے نبوت عطا فرمائی قرآن مجید میں ہے: ''اللہ نے آپ کو بادشاہت اور حکمت عطا فرمائی'' حکمت سے مراد نبوت ہے اللہ نے آپ کو شمعون کی (شمویل) نبوت اور طالوت کی بادشاہت عطا فرمائی۔

طالوت کا دور حکومت:

سریانی زبان میں طالوت کا نام شاول بن قیس ہے۔ ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جس نبی نے قبر سے اٹھ کر طالوت کو توبہ کا راستہ بتایا وہ یسع بن اخطوب تھے۔ یہودیوں کا خیال ہے کہ طالوت کا کل دور حکومت (یعنی شروع سے لے کر جنگ میں قتل ہونے کا زمانہ) چالیس سال پر مشتمل ہے۔

داؤد علیہ السلام

تعارف:

وہب بن منبہؒ سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام چھوٹے قد، نیلے رنگ کم بالوں اور صاف دل والے آدمی تھے۔

ابن زیدؒ اللہ کے فرمان:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ اِلٰى قَوْلِهٖ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴾

کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ نے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں آدمی کی اولاد جوان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے جالوت کو قتل کریں گے اور اس کی علامت یہ ہے کہ یہ سینگ اس کے سر پر رکھا جائے تو پانی بہنے لگے گا پھر نبی اس کے پاس آئے۔ اور فرمایا کہ اللہ عزوجل نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ تیری اولاد میں ایک جوان ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے جالوت کو قتل کریں گے۔ تو اس نے کہا کہ جی ہاں اللہ کے نبی، راوی کہتے ہیں کہ اس آدمی نے بارہ جوان سامنے کیے جو ستونوں کی مانند جوان اور لمبے تھے اور ایک نوجوان ان سب پر فائق تھا۔ تو وہ ان کو سینگ پر آزمانے لگے انہیں کوئی چیز نظر نہ آئی۔ انہوں نے سب سے فائق لڑکے سے کہا کہ پھر آؤ تا کہ وہ اس کی آزمائش کریں اللہ نے اپنے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ ہم لوگوں کی صورتوں پر نہیں پائے جاتے بلکہ ہم تو دلوں کی عمدگی کو دیکھتے ہیں۔ اس نبی نے اللہ سے عرض کی اے میرے پروردگار! اس شخص کا دعویٰ تو یہ ہے۔ کہ ان کا ان کے علاوہ اور کوئی بیٹا نہیں حق تعالیٰ نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا ہے تو نبی نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے تیری تکذیب کی ہے۔ اور فرمایا کہ ان کے علاوہ بھی تیرا بیٹا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اللہ نے ٹھیک فرمایا ہے میرا ایک اور بیٹا ہے جو ٹھگنا ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ لوگ اسے دیکھیں اور میں نے اسے بکریوں پر مقرر کر رکھا ہے۔ نبی نے فرمایا وہ ہے کہاں اس نے جواب دیا کہ فلاں پہاڑی پر فلاں جگہ چنانچہ وہ اس طرف نکلے وہاں انہوں نے ایک ایسا نالہ دیکھا جو اس جواب اور اس گھائی کے درمیان بہہ رہا ہے۔ جس کی طرف وہ ریوڑ لیے جا رہا تھا۔ اور اس جوان کو دیکھا کہ وہ دو بکریاں اٹھا کر نالے سے پار لے جا رہا ہے اور اٹھاتا بھی ایسے ہے کہ وہ بکریوں کو نالے کے پانی کے بہاؤ سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب اس نے دیکھا تو فرمایا بے شک یہ وہی جوان ہے یہ تو جانوروں پر رحم کھاتا ہے۔ انسانوں پر تو اور زیادہ رحم کھائے گا راوی کہتے ہیں کہ جب اس کے جسم پر سینگ رکھا تو وہ فوراً بہہ پڑا۔

طالوت کی مدین والوں سے جنگ:

وہبؒ بن منبہ راوی کہتے ہیں کہ مملکت بنو اسرائیل نے طالوت کے حوالے کی تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف وحی بھیجی کہ آپ طالوت کو فرمائیں کہ وہ اہل مدین سے جہاد کرے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے بلکہ سب کو قتل کر دے میں اس وان پر غلبہ دوں گا تو طالوت لوگوں کو لے کر مدین کی طرف چلے اور وہاں پہنچے اور وہاں انہوں نے سارے اہل مدین کو تہ تیغ کیا۔ البتہ ان کے بادشاہ کو قتل کرنے کی بجائے قیدی بنالیا اور ان کے مویشیوں کو بھی ہانک لائے۔

طالوت کو سرزنش:

اللہ نے حضرت شمویل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ کیا آپ طالوت پر نظر نہیں کرتے کہ میں نے اسے کام کرنے کا حکم دیا اس میں اس نے پہلوتہی کی ہے کہ ان کے بادشاہ کو قیدی بنالیا اور ان کے مویشیوں کو لے آئے آپ انہیں ملو میرا پیغام دو کہ میں آپ کے گھر سے بادشاہت ختم کردوں گا اور قیامت تک پھر اس کے گھر میں حکومت واپس نہ لوٹے گی جو میری اطاعت کرتا ہے میں اس کا اعزاز کرتا ہوں اور جو میری نافرمانی کرتا ہے اور میں اس کو ذلیل کرتا ہوں نبی انہیں ملے اور فرمایا کہ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے ان کے بادشاہ کو قیدی کیوں بنالیا اور ان کے مویشیوں کو کیوں ہانک لائے؟ طالوت کہنے لگے کہ مویشی تو قربانی کے لیے لایا ہوں تو شمویل علیہ السلام نے ان کو فرمایا' بلاشبہ اللہ نے تیرے گھر سے بادشاہت لے لی ہے اور اس میں قیامت تک واپس نہیں آئے گی۔

طالوت سے جنگ (دوسری روایت):

پھر اللہ نے حضرت شمویل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ایشی کی طرف جائیں وہ اپنے بیٹے کو آپ کے سامنے پیش کرے گا آپ میرے حکم کے مطابق قدس کے تیل سے اس کی مالش کریں۔ وہ بنی اسرائیل کا بادشاہ بن جائے گا آپ ایشی کے پاس تشریف لائے' اور کہا اپنے بیٹے کو میرے پاس لاؤ ایشی نے اپنے بیٹے کو بلایا۔ تو ایک خوبصورت آدمی حاضر ہوا جب شمویل نے اسے دیکھا تو وہ آپ کو پسند آ گیا۔ اور آپ نے کہا الحمدللہ' ان اللہ بصیر العباد اللہ نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ کی آنکھیں تو ظاہر کو دیکھ رہی ہیں۔ اور میری نظر دلوں کی کیفیت پر ہے یہ وہ نہیں ہے۔ تو حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ نہیں کسی اور کو بلاؤ انہوں نے چھ اور پیش کیے شمویل نے فرمایا: ان کے علاوہ اور بھی ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں میرا ایک اور بیٹا سرخ جلد اور سرخ بالوں والا ہے اور وہ بکریوں کا چرواہا ہے آپ نے فرمایا اس کی طرف پیغام بھیجو جب داؤد آئے تو وہ ایسے ہی تھے۔ تو اس کی قدس کی تیل سے مالش کی اس کے باپ سے فرمایا اس کو چھپالو اس بات کا اگر طالوت کو پتہ چل گیا تو وہ اسے ماردے گا۔ پھر جالوت اپنی قوم سمیت بنی اسرائیل کی طرف آیا اور لشکر کو ترتیب دیا اور طالوت بھی بنی اسرائیل کو لے کر چلے اور لشکر کو مرتب کیا اس طرح دونوں لشکر جنگ کے لیے تیار ہو گئے اسی موقع پر جالوت نے طالوت کی طرف پیغام بھیجا میری قوم اور تیری قوم قتل کیوں ہو تو خود میرے سامنے آ۔ اگر میں تجھے قتل کروں تو تیری حکومت میری اور اگر تو مجھے قتل کردے تو میری حکومت تیری پھر طالوت نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ جالوت کا مقابلہ کون کرے گا۔

داؤد علیہ السلام اللہ کی طرف سے بادشاہ مقرر ہوئے:

ابوجعفر کہتے ہیں کہ اس واقعہ میں یہ بھی مذکورہ ہے کہ طالوت کا جالوت کے قتل کا معاملہ داؤد کے سپرد کرنے اور داؤد کا جالوت کو قتل کرنے سے پہلے ہی بادشاہت داؤد کے سپرد کردی تھی۔

بادشاہت کی سپردگی سے متعلق وہب بن منبہ کا قول:

وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ جب داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اس کے لشکر کو شکست دے دی تو لوگوں نے کہا داؤد ہی نے جالوت کو قتل کیا ہے اور انہوں نے طالوت کو معزول کر کے اس کی جگہ پر داؤد کو اپنا بڑا بنالیا یہاں تک کہ پھر کسی نے طالوت کا ذکر تک نہ کیا۔

زبور کا نزول:

جب بنی اسرائیل حضرت داؤد علیہ السلام پر متفق ہو گئے تو اللہ نے داؤد علیہ السلام پر زبور نازل فرمائی اور اس کے ساتھ ان کو لوہا بنانے کا طریقہ سکھایا۔ نیز ان کے لیے لوہے کو نرم کیا اللہ نے پہاڑوں کو حکم دیا کہ جب داؤد علیہ السلام اللہ کی تسبیح کریں تو تم بھی ان کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ اور اللہ نے ان جیسی خوش آوازی کسی کو نہیں دی۔ جب تک آپ زبور کی تلاوت کرتے تو چرند پرند بھی آپ کے ساتھ گنگناتے اور وہ اپنے آپ سے بے خبر ہو گئے کہ ان کو پکڑا جا سکتا تھا۔ وہ آپ کی آواز سن کر وجد میں آ جاتے۔ شیطانوں نے بانسری سارنگی اور ستار آپ ہی کی آواز کی طرز پر بنایا آپ عبادت میں بہت مشقت اور محنت فرماتے اور بہت زیادہ روتے۔

داؤد علیہ السلام کی عبادت و ریاضت:

آپ ایسی صفت کا مصداق تھے۔ جو اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید) محمد کو بیان کی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجیے جو بڑا صاحب قوت تھا بے شک وہ داؤد خدا کی طرف بہت رجوع کرنے والا تھا ہم نے پہاڑوں کو اس کے طالب کر دیا تھا وہ پہاڑ داؤد کے ہمراہ شام و صبح تسبیح کیا کرتے تھے''۔

قتادہؒ سے باری تعالیٰ کے فرمان واذ کر عبدنا داؤد ذالا هدانه اواب. کے بارے میں مروی ہے کہ داؤد کو عبادت میں قوت اور دین کی سمجھ بوجھ عطا کی گئی تھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ رات کو عبادت کرتے اور آپ نے آدھی زندگی روزہ رکھا' شب و روز چار ہزار (افراد) آپ کے گرد پہرا دیتے تھے۔

سدی سے باری تعالیٰ کے ارشاد کے بارے میں مروی ہے کہ ہر شب و روز میں چار ہزار فوجیں ان کے گرد پہرا دیتی تھیں۔

داؤد علیہ السلام کی خواہش:

کہا جاتا ہے کہ ایک روز داؤد علیہ السلام نے اللہ کے سامنے تمنا ظاہر کی کہ انہیں وہ رتبہ مل جائے جو ان کے آباء ابراہیم علیہ السلام' اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کو ملا۔

سدی کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے زندگی کے تین حصے کر رکھے تھے۔ ایک روز لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے ایک روز اللہ کی عبادت کرتے تھے اور ایک روز بیویوں کے لیے فارغ کرتے تھے۔ آپ کی ۹۹ بیویاں تھیں جب آپ نے کتابوں کے اندر اپنے آباء اسحاق ابراہیم اور یعقوب علیہم السلام کے فضائل پڑھے تو اللہ سے عرض کی اے میرے رب! ساری بھلائی اور فضیلتیں میرے وہ آباء لے گئے۔ جو مجھ سے پہلے گذرے' اے اللہ مجھے وہ بھی عطا کر جو تو نے ان کو عطا کیا۔ اور میرے ساتھ بھی وہ معاملہ کر جو تو نے ان کے ساتھ کیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب:

اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ میں نے ان سے ایسے امتحانات لیے کہ کسی اور سے نہیں لیے میں نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کے بیٹے کی قربانی کے ذریعے آزمایا' اسحاق سے بینائی لے کر اسے آزمایا جب کہ یعقوب کو اس کے بیٹے کے غم میں مبتلا کر کے آزمایا جب کہ تجھ سے وہ امتحان نہیں لیا گیا۔ داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ مجھ سے بھی امتحانات لے لیں جو ان سے لیے اور پھر وہ مرتبہ مجھے عطا فرمائیں جو ان کو عطا فرمایا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم آپ سے امتحان لیں گے کچھ صبر کریں۔

آزمائش:

کچھ عرصہ گذرا کہ آپ کے پاس شیطان سونے کی چڑیا کی شکل میں آیا آپ نماز پڑھ رہے تھے اور وہ آپ کے قدموں میں آ گرا آپ نے اسے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ چڑیا وہاں سے ہٹ گئی آپ اس کے پیچھے ہو لیے اور وہ دوڑتی ہوئی گئی یہاں تک کہ وہ ایک روشن دان میں جا بیٹھی تا کہ اس کے پیچھے جا کر اسے پکڑیں۔

داوٗد علیہ السلام حسین عورت پر فریفتہ:

پس آپ کی نگاہ ایک ایسی عورت پر پڑی جو اپنے گھر کی چھت پر نہا رہی تھی۔ آپ نے دیکھا کہ یہ عورت بہت خوبصورت ہے۔ جب اس عورت کی طرف دیکھا تو اس نے اپنے بال نیچے کر لیے تا کہ ان سے اپنے چہرے کو چھپائے۔ آپ کے دل میں محبت اور بڑھ گئی۔

داوٗد علیہ السلام کی تدبیر:

آپ نے اس کے بارے میں معلوم کروایا کہ یہ عورت کون ہے۔ بتایا گیا کہ اس کا شوہر فلاں جنگ میں گیا ہوا ہے آپ نے اس جنگ کے امیر کی طرف پیغام بھیجا کہ اس شخص کو دشمن کے مقابلے میں آگے رکھو جب اس جنگ میں فتح ہوئی تو آپ نے پیغام بھجوایا کہ اسے فلاں دشمن کے مقابلے میں بھیجو یہ دشمن پہلے سے زیادہ سخت تھے لیکن جنگ میں فتح بھی ہوگئی۔ جب آپ کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ اب اسے فلاں دشمن کے مقابلے میں بھیجو' تیسری جنگ میں وہ شخص قتل ہو گیا۔ اور آپ نے اس عورت سے شادی کر لی۔

فرشتوں کی سرزنش:

ابھی آپ اس کے پاس تھوڑی ہی دیر ٹھہرے تھے۔ کہ اللہ نے دو فرشتے انسانوں کی شکل میں بھیجے انہوں اندر جانے کی اجازت مانگی لیکن آپ کی عبادت کا دن تھا اس لیے پہرے داروں نے اندر جانے سے روک دیا وہ فرشتے دیوار پھلانگ کر اندر چلے گئے۔ آپ نماز میں مصروف تھے۔ کہ یہ دونوں آپ کے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ آپ انہیں دیکھ کر گھبرا گئے دونوں نے کہا کہ ڈرنے کی ضرورت نہیں ''ہم ایک جھگڑے میں دو فریق ہیں کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے پس ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجیے اور بے انصافی نہ کیجیے۔ اور ہمیں سیدھی راہ بتایئے'' پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ اپنی ایک دنبی بھی میرے حوالے کر دو تا کہ اس کی سو دنبیاں پوری ہو جائیں آپ نے دوسرے سے پوچھا کہ تو کیا کہتا ہے؟ وہ بولا کہ میرے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے بھائی کے پاس صرف ایک دنبی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس سے ایک دنبی بھی لے لوں تا کہ میری سو دنبیاں پوری ہو جائیں۔

داوٗد علیہ السلام کا طویل سجدہ:

آپ نے پوچھا کہ کیا یہ میری بات کو پسند نہیں کرتا اس نے کہا جی ہاں' ناگوار سمجھتا ہے آپ نے فرمایا کہ پھر تو ہم اسے نہیں چھوڑیں گے وہ کہنے لگا کہ'' آپ اس پر قادر نہیں ہو سکتے آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا ارادہ یہی ہے تو میں تجھے اور اس کو ناک اور چہرے پر ماروں گا تو فرشتہ کہنے لگا کہ اے داوٗد علیہ السلام تو اس معاملے میں ہمیں مارنے کا زیادہ حق دار ہے؟ اس لیے آپ کی ننانوے

بیویاں تھیں اور اہریا کی ایک بیوی تھی۔ آپ اسے قتل کرانے کی کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ قتل ہوگیا۔ اور آپ نے اس کی بیوی سے شادی کر لی آپ نے تھوڑا سا مڑ کر انہیں دیکھا تو وہاں کچھ نظر نہ آیا وہ جا چکے تھے آپ سمجھ گئے کہ یہی امتحان تھا۔ آپ سجدہ میں گر گئے اور خوب روئے راوی کہتے ہیں کہ آپ نے چالیس روز تک اپنا سر سجدے میں رکھا انتہائی مجبوری کے علاوہ سر نہ اٹھایا۔

داؤد علیہ السلام کی توبہ:

پھر آپ سجدے میں گر کر دوبارہ رونے لگے اور دعا مانگنے لگے یہاں تک کہ آپ کے آنسو کی جگہ پر گھاس اگ آئی چالیس دن بعد جب وحی آئی کہ اے داؤد سر اٹھاؤ ہم نے تجھے معاف کیا داؤد نے عرض کیا کہ مجھے کیسے معلوم ہو کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب قیامت کے روز اہریا (آپ کی بیوی کا سابق شوہر) اپنے دائیں بائیں ہاتھ سے اپنے سر کو پکڑ کر آئے گا۔ اور اس کے جسم سے خون بہہ کر تیسرے عرش کی طرف آ رہا ہوگا۔ اور وہ آپ سے کہے گا کہ اے میرے رب! اس سے پوچھئے کہ اس نے مجھے کیوں قتل کروایا۔ اللہ نے وحی بھیجی جب یہ واقعہ پیش آئے گا تو میں آپ کے لیے اس سے معافی کا حصہ چاہوں گا وہ میرے لیئے تجھے معاف کر دے گا اور اس کے بدلے میں اسے جنت میں داخل کر دوں گا داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اب واقعی آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ پھر حیا کی وجہ سے آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف نہ اٹھ سکیں۔ یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔

آزمائش کی وجہ:

ایک روایت یہ ہے کہ اس امتحان لینے کا سبب یہ ہوا کہ آپ نے ایک روز دل میں کہا کہ وہ ایک ایسا دن گزار سکتے ہیں کہ اس میں کسی قسم کا گناہ نہ کریں جس روز مذکورہ واقعہ پیش آیا تو اس روز کے بارے میں بھی آپ نے خیال کیا تھا کہ یہ دن کسی قسم کی ناگواری اور گناہ وغیرہ کے بغیر گزر جائے گا۔

آزمائش (دوسری وجہ):

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ داؤد علیہ السلام نے زندگی کے تین حصے کیے تھے۔ ایک دن بیویوں کے لیے ایک دن عبادت کے لیے اور ایک دن بنی اسرائیل کے لیے۔

سلیمان علیہ السلام کی والدہ:

ایک مرتبہ جب بنی اسرائیل کا دن آیا تو آپ نے فرمایا کہ انسان پر کوئی ایسا دن آتا ہے۔ جس دن وہ گناہ نہ کرے داؤد علیہ السلام دل میں یہ سوچ رہے تھے کہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ جب آپ کی عبادت کا دن آیا تو آپ نے گھر کے دروازے بند کر لیے اور حکم دیا کہ کوئی شخص گھر میں داخل نہ ہو۔ آپ تورات لے کر اسے پڑھنے لگے جب آپ اس کی تلاوت کر رہے تھے۔ تو سونے کی ایک چڑیا آپ کے سامنے گری آپ اس کو اٹھانے کے لیے اس کی طرف جھکے لیکن وہ اڑ کر قریب ہی جا بیٹھی آپ اس کے پیچھے گئے تو وہ اڑتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ کی نظر ایک عورت پر پڑی جو کہ نہا رہی تھی۔ جب آپ نے زیر زمین اس کا سایہ محسوس کیا تو اس نے اپنے آپ کو اپنے بالوں میں چھپا لیا۔ اس سے مزید آپ کے دل میں محبت پیدا ہوئی آپ نے اس کے شوہر کو کسی اور لشکر کے ساتھ بھیج دیا۔ جہاں وہ قتل ہوگیا اور آپ نے اس عورت سے نکاح کر لیا۔ یہی عورت سلیمان علیہ السلام کی والدہ تھیں۔

فرشتوں کا داؤد علیہ السلام کے گھر میں گھس آنا:

راوی کہتے ہیں کہ ایک روز جب آپ گھر میں تھے۔ تو فرشتے دیوار پھلانگ کر گھر میں داخل ہو گئے۔ اور کہنے لگے'' آپ خوف زدہ نہ ہوں'' ہم ایک معاملے میں ایک دوسرے کے فریق ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ انصاف سے فیصلہ کیجیے اور ناانصافی نہ کیجیے پھر ایک نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں جب کہ میرے پاس ایک دنبی ہے یہ چاہتا ہے کہ میرے والی دنبی بھی یہ لے لے اور اس کی سو دنبیاں پوری ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا بے شک یہ اپنی دنبیوں سے تیری دنبی کو ملانا چاہتا ہے اور واقعی تجھ پر بڑا ظلم کرتا ہے۔ مگر داؤد یہ سمجھ گئے کہ ہم نے اسے آزمایا ہے اور فوراً سجدے میں گر گئے۔

توبہ (دوسری روایت)

مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جب داؤد سے غلطی سرزد ہو گئی تو چالیس روز تک سجدے میں پڑے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں کے ساتھ اتنی گھاس اگ گئی کہ اس سے آپ کا سر چھپ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب میری پیشانی زخمی ہو چکی ہے اور میری آنکھیں خشک ہو گئی ہیں۔ لیکن داؤدؑ کی پکار کا جواب نہ آیا یہ جواب آیا کہ کیا کوئی بھوکا ہے کہ اسے کھانا کھلایا جائے۔ یا کوئی بیمار ہے کہ جسے شفا دی جائے یا کوئی مظلوم ہے کہ اس کی مدد کی جائے داؤد نے کہا کہ میں اتنی بلندی سے رونا چاہتا ہوں جو ہری ہوئی چیز میں اشتعال پیدا کر دے اس وقت آپ کو معافی دی گئی آپ کی خطا آپ کی ہتھیلی پر لکھی تھی۔ جسے آپ پڑھتے۔ آپ کے پاس پانی پینے کے لیے کوئی چیز لائی جاتی تو آپ بمشکل اس کا ایک تہائی حصہ پیتے آپ اپنی خطا کو یاد کرتے تو اس قدر روتے کہ آپ کے جسم کے ایک جوڑ دوسرے جوڑ سے الگ ہونے کے قریب ہوتے۔ پھر ابھی آپ اتنا پانی نہ پی چکتے کہ لوگ آنسوؤں سے برتن بھر لیتے۔ اور کہا جاتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے آنسو تمام مخلوق کے آنسوؤں کے برابر ہیں اور آدم علیہ السلام کے آنسو داؤد علیہ السلام اور تمام مخلوق کے آنسوؤں کے برابر ہیں۔

آزمائش (دوسری روایت):

انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب داؤد علیہ السلام کی نظر اس عورت پر پڑی اور وہ مہم پیش آئی تو نبوت منقطع ہو گئی۔ آپ نے دوسرے نبی سے فرمایا کہ جب دشمن حملہ کرے تو صندوق کو آگے رکھنا'' یہ وہی صندوق ہے جسے وہ دشمن کے مقابلے کے وقت آگے رکھتے تھے۔ اور اس وقت تک نہیں لوٹتے تھے۔ جب تک کہ قتل نہ ہو جائیں یا شکست نہ کھا لیں۔ اس عورت کا شوہر قتل ہو گیا۔ اور دو فرشتے داؤد علیہ السلام کے مکان پر آ کر یہی واقعہ بیان کرنے لگے۔ داؤد علیہ السلام ساری بات سمجھ گئے اور فوراً سجدے میں گر گئے اور چالیس دن تک پڑے رہے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں سے اتنا گھاس اگ آیا کہ اس میں آپ کا سر چھپ گیا۔ اور زمین نے آپ کے پسینے کو غذا بنایا اور آپ سجدے میں یہ کہہ رہے تھے کہ اے میرے رب داؤد علیہ السلام نے ایسی ٹھوکر کھائی جو مشرق و مغرب سے بڑھ کر ہے۔ اے میرے رب! اگر تو نے داؤد علیہ السلام پر رحم نہ کیا اور اس کے گناہ کو معاف نہ کیا تو اس کا گناہ آنے والے لوگوں میں بطور عبرت رہ جائے گا۔

تیسری روایت:

چالیس دن کے بعد جب جبرئیل آئے اور کہا کہ اے داؤد علیہ السلام اللہ نے آپ کے اس فعل کو معاف کر دیا ہے۔ جو آپ نے

کیا تھا۔ داؤد علیہ السلام بولے کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے رب نے مجھے معاف کر دیا ہے مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ عدل وانصاف کرنے والا ہے۔ قیامت کے روز جب فلاں شخص اپنا جھگڑا لے کر آئے گا اور کہے گا۔ کہ اے اللہ! میرا خون داؤد علیہ السلام کے ذمے ہے۔ تو اس وقت کیا ہوگا جبرئیل نے عرض کیا کہ اس کے بارے میں میں نے اللہ سے نہیں پوچھا اگر آپ چاہیں تو میں ابھی پوچھ آؤں آپ نے کہا ضرور جبرائیل اوپر چلے گئے۔ اور داؤد علیہ السلام سجدے میں گر گئے۔ جب تک اللہ نے چاہا جبرائیل اوپر رہے پھر نیچے آئے اور کہا کہ اللہ قیامت کے دن تم دونوں کو جمع کرے گا۔ اور اسے کہے گا کہ داؤد علیہ السلام کے خون کا ذمہ مجھے دو وہ کہے گا کہ اے اللہ اس خون کا ذمہ تیرے سپرد ہے (میں نے اسے معاف کیا) پھر اللہ اس سے فرمائے گا کہ اس کے بدلے میں تیرے لیے جنت ہے جہاں چاہو پھرو۔

بیٹے سے جنگ:

بعض اہل کتاب کا خیال ہے کہ طالوت کے بعد داؤد علیہ السلام اس وقت تک نبوت پر برقرار رہے۔ جب تک مذکورہ واقعہ پیش نہ آیا اور جب یہ واقعہ پیش آیا تو آپ توبہ میں مشغول ہو گئے۔ اور بنی اسرائیل نے آپ سے منہ پھیر لیا اور آپ کے بیٹے ایشی نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی گمراہ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ جب اللہ نے آپ کی توبہ کو قبول فرمایا تو بنی اسرائیل کے ثابت قدم لوگ آپ کے ساتھ ہو گئے۔ آپ نے اپنے بیٹے سے جنگ کی اور فتح حاصل کی۔

وہ بھاگ نکلا تو آپ لشکر سے نکل کر سامنے آ گئے آپ نے اسے درخت کے ساتھ چپکا لیا لیکن داؤد علیہ السلام کے لشکر کا قائد جب وہاں پہنچا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔ اس سے داؤد علیہ السلام کو شدید افسوس ہوا اس وقت بنی اسرائیل طاعون میں مبتلا ہو گئے تھے۔ آپ انہیں لے کر بیت المقدس گئے اور وہاں دعا کی کہ اس مصیبت کو دور کرے آپ کی دعا قبول ہوئی آپ نے اسی جگہ مسجد کی تعمیر گیارہ سال تک جاری رکھی اور اس کی تعمیر سے پہلے آپ کا انتقال ہو گیا آپ نے سلیمان علیہ السلام کو اس کی تکمیل کی وصیت کی سلیمان علیہ السلام نے اس قائد کو قتل کرا دیا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے اسے دفن کر دیا تو مسجد کی تعمیر مکمل کر لی۔

اسرائیلیوں کو عذاب:

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی تعداد معلوم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس لیے آپ نے نقیب بھیجے اور انہیں حکم دیا کہ ان کی تعداد معلوم کر کے بتائیں اس پر اللہ نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ خواہ تمہاری اولاد کی تعداد ستاروں کے برابر ہو جائے پھر بھی میں انہیں برکت دوں گا۔ اور ان کی تعداد ان گنت کر دوں گا۔ اور تو نے بنی اسرائیل کی تعداد معلوم کرنے کا ارادہ کیا۔ جن کے بارے میں میں نے کہا کہ میں انہیں ان گنت کر دوں گا۔

اسرائیلیوں کو اپنی مرضی کا عذاب منتخب کرنے کی چھوٹ:

اب مصیبتوں میں سے کسی ایک مصیبت کو اختیار کر لو کہ تین سال تک بھوک برداشت کرو یا تین سال تک تم پر دشمن مسلط کر دیئے جائیں یا تم پر تین دن تک موت طاری کر دیتا ہوں۔ آپ نے بنی اسرائیل سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ نہ ہم تین سال تک بھوک برداشت کر سکتے ہیں اور نہ تین سال دشمن کو برداشت کر سکتے ہیں اگر عذاب آنا ہے تو تین دن کی موت کا آ جائے۔

مرگ انبوہ:

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ اسی دن دوپہر کو لامحدود تعداد میں لوگوں پر موت طاری کر دی گئی۔ جب داؤد علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو آپ کو بہت افسوس ہوا انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ میں ترش چیزوں کو کھاتا ہوں اور بنی اسرائیل اسے داڑھوں سے پکڑے ہیں جب مجھے اس کی ضرورت ہوتی ہے تو بنی اسرائیل فراہم کرتے ہیں اے اللہ انہیں بخش دے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ان پر سے موت کو اٹھالیا۔

بیت المقدس کے لیے جگہ کا انتخاب:

پھر داؤد علیہ السلام نے دیکھا کہ فرشتے اپنی نیاموں میں تلوار لیے آسمان کی طرف ایک چٹان سے بذریعہ سیڑھی بلند ہو رہے ہیں۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اس جگہ مسجد بنانا مناسب ہے چنانچہ آپ نے وہاں مسجد تعمیر کرانے کا ارادہ کیا اللہ نے وحی بھیجی کہ اس جگہ بیت المقدس ہوگا آپ نے اپنے ہاتھوں کو خون سے رنگین کیا ہے۔ لیکن آپ اس کی تعمیر مکمل نہیں کر سکیں گے۔ لیکن آپ کے بعد ہم آپ کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو بادشاہ بنائیں گے جو اس تعمیر کو مکمل کرے گا۔

سلیمان علیہ السلام:

بعد میں جب سلیمان علیہ السلام بادشاہ بنے تو انہوں نے اس تعمیر کا کام مکمل کیا۔ روایت میں آیا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ اور بعض اہل کتاب کا کہنا ہے کہ سلیمان کی عمر ۷ سال تھی۔ اور ان کا دور حکومت چالیس سال پر مشتمل تھا۔

سلیمان علیہ السلام کا طرز حکومت:

داؤد علیہ السلام کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جن وانس پرندے اور ہوا سب کو تابع کر دیا تھا۔ اور اس کے علاوہ نبوت بھی عطا فرمائی تھی۔ آپ نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ مجھے ایسی حکومت عطا ہو کہ میرے بعد اس جیسی کسی اور کے لیے مناسب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا۔ وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ جب آپ اپنے گھر سے نکل کر مجلس میں تشریف لائے تو اوپر سے پرندے سایہ کرتے ہوئے گھیر لیتے اور انسان اور جن کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ آپ اپنی نشست پر تشریف رکھتے۔

ایک جھگڑے کا فیصلہ:

آپ سفید اور صاف رنگ کے مالک تھے آپ کے جسم پر بال زیادہ تھے آپ سفید لباس پہنتے۔ جب آپ بالغ ہوئے۔ تو آپ کے والد داؤد علیہ السلام بڑے لوگوں کی مجلس میں آپ کو بٹھا کر مشورہ لیتے۔ قرآن مجید میں آپ کے اور آپ کے والد کے ایک بڑے فیصلے کا ذکر ہے۔ جو بکریوں کے معاملے میں تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اور داؤد اور سلیمان کے اس واقعہ کا بھی تذکرہ کیجیے کہ جب وہ دونوں کسی کھیتی کے جھگڑے کا فیصلہ کر رہے تھے۔ اس کھیتی میں جن کی بکریاں رات کے وقت گھس گئی تھیں۔ اور ہم اس فیصلے کو جو لوگوں کے متعلق ہوا تھا۔ دیکھ رہے تھے۔ اور ہم نے فیصلے کی آسائش سلیمان کو سمجھا دی اور ہم نے دونوں ہی کو فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور علم عطا کیا تھا“۔ (الانبیاء: ۷۸۔۷۹)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اسی آیت کے تحت مروی ہے کہ یہ انگور کے درخت تھے۔ جو ابھی تازہ پھل لائے تھے جسے بکریوں نے

خراب کر دیا تھا۔ داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ بکریاں انگور کی کھیتی والے کو دی جائیں گی۔

سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی فیصلہ کوئی اور ہونا چاہیے داؤد علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ کیا ہے۔ کہ یہ درخت بکریوں والے کے حوالے کیے جائیں کہ یہ ان کی پہلی حالت آنے تک ان کی نگہبانی کرے اور بکریاں درخت والے کے حوالے کی جائیں کہ وہ ان سے اپنا نقصان پورا کرے اور انگور کے درخت پہلی حالت پر آ جائیں تو یہ بکریاں واپس کر دے اور وہ اپنے درخت واپس لے لے۔

سلیمان علیہ السلام کے سفر کا طریقہ:

سلیمان علیہ السلام بڑے جنگجو آدمی تھے وہ زمین کے جس حصے میں بھی دشمن کے آنے کی خبر پاتے وہاں پہنچ جاتے اور حملہ کر کے اسے شکست دے دیتے ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جب آپ جنگ کرنے کا ارادہ کرتے۔ تو آپ کے لیے ایک لکڑی گاڑی جاتی۔ پھر اس پر ایک لکڑی کا تخت رکھا جاتا پھر اس پر انسانوں' جانوروں اور تمام جنگی آلات کو سوار کیا جاتا یہاں تک کہ سب مطلوبہ سامان سوار ہو جاتا تو آپ ہوا کو حکم دیتے تو وہ اس لکڑی کے تخت کو اٹھا کر لے جاتا اور یہ تخت صبح سے دوپہر تک ایک ماہ کی اور پھر دوپہر سے شام تک ایک ماہ کی مسافت طے کرتا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ وہ اس کے حکم سے جہاں جانا چاہتا خوشگوار رفتار سے چلتی' دوسری جگہ ارشاد ہے'' ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس ہوا کا صبح کو چلنا اور شام کو چلنا ایک ایک مہینے کی مسافت تھی۔

سلیمان علیہ السلام کی رہائش:

راوی کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ آپ کا گھر دریائے دجلہ کے کنارے تھا۔ جس پر یہ لکھا تھا کہ یہ تحریر سلیمان کے کسی ساتھی کی طرف سے ہے اور وہ ساتھی یا تو جنوں میں سے ہے یا انسانوں میں سے یہ تحریر ہے:

''ہم یہاں اترے ہیں لیکن ہم نے اس مکان کو نہیں بنایا بلکہ بنا پایا ہے ہم نے صبح اصطفر کے مقام پر کی ہے اب ہم یہاں سے ان شاء اللہ سفر کریں گے اور رات شام میں گذاریں گے''۔

یہ بھی منقول ہے کہ ہوا آپ کے تابع تھی۔ آپ جہاں چاہتے یہ لشکر کو وہیں لے جاتی۔ یہ ہوا کھیتی پہ سے گزرتی مگر اس کے پتے نہ ہلتے۔

کون کون سی مخلوق سلیمان علیہ السلام کے تابع تھی:

محمد بن کعب سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر سو فرسخ تک پھیلا ہوا تھا۔ جس میں سے بیس فرسخ انسانوں کا لشکر اور پچیس پر جنوں کے لشکر کا تھا۔ تیسرے لشکر پر وحشی جانور اور چوتھے پر پچیس پرندوں کا لشکر تھا۔ آپ کے موتیوں کے بنے ہوئے ایک ہزار گھر تھے۔ آپ ہوا کو حکم دیتے وہ ان کو اٹھاتی اور مطلوبہ جگہ پہنچاتی ایک مرتبہ جب آپ آسمان وزمین کے درمیان سیر کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں نے تیری بادشاہت میں اور اضافہ کر دیا ہے وہ یہ کہ جب بھی مخلوق سے کوئی بولے گا۔ تو ہوا اس کی خبر آپ تک لائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام کے دربار میں چھ سو کرسیاں تھیں پہلے انسانوں میں سے معزز لوگ آ کر بیٹھتے' پھر جنوں میں سے معززین آ کر انسانوں کے پاس بیٹھتے اور پرندے آ کر سایہ کرتے اور ہوا انہیں اٹھا کر ایک

ماہ کا سفر صبح سے شام تک پہنچا دیتی۔

ایک مشہور غزوہ:

آپ کے غزوات سے مشہور غزوہ وہ ہے جس میں آپ نے بلقیس کی طرف خط بھیجا۔ آپ کا خط جانے کے بعد جنگ وجدال کے بغیر بلقیس تابع ہوگئی اہل نساب سے بلقیس کے درج ذیل نسب مروی ہیں۔

بعض نے بلقمہ بنت ایشرح بیان کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ اس کے والد کا نام ایلی شرح تھا۔ بعض نے ذی شرح بتایا ہے۔

ملکہ بلقیس کو خط کیوں لکھا:

بلقیس کو خط لکھنے کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ سفر کے دوران آپ کا ہدہد پرندہ گم ہوگیا (جو پانی تلاش کرنے کے کام آتا تھا) آپ کو پانی کی ضرورت محسوس ہوئی اور معلوم نہیں تھا کہ پانی کتنی دوری پر موجود ہے آپ یہ کام ہدہد سے لیتے تھے۔ آپ نے ہدہد کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا۔ بعض نے کہا کہ سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے بارے میں اس لیے پوچھا کہ وہ اپنی باری پر نہیں تھا۔

جانوروں میں بھی سردار بنانا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام جب سفر کا ارادہ کرتے۔ تو آپ تخت پر بیٹھ جاتے آپ کے دائیں بائیں کرسیاں رکھ دی جاتیں۔ پہلے انسانوں اور پھر ان کے پاس جنوں کو بیٹھنے کی اجازت ہوتی۔ پھر سرکش جنوں کو ان کے بعد بیٹھنے کی اجازت ملتی پھر پرندے آ کر سایہ کرتے پھر آپ کو ہوا آ کر لے جاتی۔ جب کہ آپ تخت کے اوپر اور دوسرے لوگ کرسیوں پر موجود ہوتے۔ یہ تخت صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک ایک ایک مہینے کا سفر طے کرتا اور ہوا خوشگوار انداز سے چل کر منزل مقصود تک لے جاتی نہ بہت تیز ہوتی اور نہ بہت آہستہ اس طرح سلیمان علیہ السلام سفر کرتے۔ آپ نے مختلف قسم کے پرندوں میں سے ایک کو منتخب فرمایا اور وہ پرندہ اپنی نسل کے دوسرے پرندوں پر سردار ہوتا تھا۔ جب آپ کو کسی نسل کے پرندوں کی ضرورت ہوتی تو آپ ان کے سردار کو بلاتے۔

ہدہد کی گمشدگی:

ایک مرتبہ آپ سفر کرتے ہوئے ایک جنگل میں جا پہنچے وہاں پانی نہیں تھا۔ آپ نے انسانوں جنوں اور سرکش شیاطین سے پانی کے بارے میں پوچھا انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ سلیمان علیہ السلام کو غصہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک سفر نہیں کروں گا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ پانی کتنی مسافت پر ہے سرکش جنات بولے کہ آپ پریشان نہ ہوں آپ کے پاس ایک پرندہ ہدہد ہے جو یہ بتا دیتا ہے۔

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ہدہد کو بلاؤ ہدہد نہ ملا سلیمان علیہ السلام نے غصے میں کہا کہ مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ سکتا وہ کہیں غائب ہوگیا ہے۔ یقیناً میں اسے سخت سزا دوں گا۔ یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے روبرو کوئی معقول دلیل پیش کرے۔

ہدہد کی واپسی:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہدہد (یہاں سے اڑ کر) بلقیس کے محل سے گزرا وہاں باغات دیکھے اور ان کے پیچھے محل تھا۔ وہ وہاں کے باغات میں داخل ہوا بلقیس کے باغ کے ہدہد سے ملاقات ہوئی اس نے سمجھا کہ یہ بھی سلیمان علیہ السلام کا ہدہد ہے اس نے

پوچھا کہ تم سلیمان علیہ السلام سے غائب ہو کر یہاں کیوں آئے اور یہاں کیا کرتے ہو؟ اس ہد ہد نے پوچھا کہ سلیمان علیہ السلام کون ہے؟ سلیمان علیہ السلام کے ہد ہد نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو مبعوث کیا جس کا نام سلیمان علیہ السلام ہے۔ اور وہ اللہ کا رسول ہے اور ہوا' پرندوں اور جن وانس کو اس کے تابع کیا ہے۔ وہ بولا آپ کیا کہہ رہے ہیں اس نے جواب دیا کہ میں وہی کہہ رہا ہوں جو تم سن رہے ہو وہ بولا یہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ یہاں اکثر لوگوں پر ایک عورت کی حکومت ہے اور اس کو ہر چیز عطا کی گئی ہے اور اس کا ایک بہت بڑا تخت بھی ہے اور یہ لوگ اللہ کا شکر ادا اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام کے ہد ہد نے یہ باتیں سنیں تو اڑ کر واپس آ گیا وہاں دوسرے پرندے سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے بتایا کہ اللہ کے رسول نے تمہیں دھمکی دی ہے۔ اس نے اپنا واقعہ کہہ سنایا۔

پرندوں کو تعذیب:

سلیمان علیہ السلام کا عذاب یہ تھا کہ آپ پرندے کے پر کاٹ دیتے اور اسے دھوپ میں ڈال دیتے تاکہ وہ اڑ نہ سکے اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کی طرح ہو جائے۔ یا اسے ذبح کر دیتے تاکہ اس کی نسل ختم کر دی جائے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں وہ معقول عذر پیش کرے۔

ہد ہد کا بیان:

جب سلیمان علیہ السلام آئے تو انہوں نے ہد ہد سے پوچھا کہ تو ہم سے دور کیوں رہا؟ وہ بولا میں ایک ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں کہ آپ کو اس بات کی خبر نہیں اور میں قبیلہ سبا سے ایک تحقیقی خبر لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ وہاں کے لوگوں پر حکومت کر رہی ہے اور اسے ہر قسم کا ضروری سامان دیا گیا۔ اور اس کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے۔ اور میں نے اس عورت اور اس کی رعایا کو دیکھا کہ وہ خدا کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوبصورت بنایا ہے اور انہیں صحیح راہ سے روک رکھا ہے لہٰذا وہ راہ حق نہیں پاتے حتیٰ کہ وہ خدا کو سجدہ نہیں کرتے وہ اس سب کو جانتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ جا میرا یہ خط لے جا اور اس خط کو ان کے پاس ڈال دے پھر ان کے پاس سے ہٹ جا اور دیکھتا رہ کہ وہ کیا گفتگو کرتے ہیں''۔ (النمل ۲۸۔۳۸)

ہد ہد کا بلقیس کے پاس خط لے جانا:

یہ ہد ہد وہاں گیا بلقیس اپنے محل میں تھی پرندے نے یہ خط لے جا کر اس کی گود میں ڈال دیا وہ ڈر گئی اپنے اوپر کپڑے ڈالے اور اپنے تخت کو نکالنے کا حکم دیا۔ باہر آ کر تخت پر بیٹھ گئی۔ اور قوم کو بلا کر ان سے کہا ''اے اہل دربار! تم مجھے اس معاملے میں مشورہ دو میں اس وقت تک کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو''۔ اہل دربار نے کہا کہ ہم پورے طاقتور اور جنگجو ہیں اور حکم کا اختیار آپ کو حاصل ہے سو اب آپ دیکھ لیں جو حکم آپ کو دینا ہو۔ بلقیس کہنے لگی بادشاہ جب کسی بستی میں فاتحانہ داخل ہوا کرتے ہیں۔ تو وہاں کے عزت دار باشندوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے میں فی الحال ان لوگوں کے پاس کچھ تحفہ بھیجتی ہوں کہ میرے فرستادے کیا پیغام لے کر واپس آتے ہیں۔ جب ہدیہ لے کر جانے والا سلیمان علیہ السلام

کے پاس پہنچا تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگ مال و دولت سے میری امداد حاصل کرنا چاہتے ہو۔ پس اللہ نے مجھے جو کچھ عطا کر رکھا ہے۔ وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔ جو تم کو دیا ہے۔ اے ایلچی تو انہیں اہل سبا کی طرف لے جا۔ اب ہم ان پر ایسا لشکر لے کر پہنچتے ہیں۔ کہ جس کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اور ہم ان کو ان کے شہر سے بے عزت کر کے نکال دیں گے۔ اور وہ ذلیل اور محکوم ہو جائیں گے۔ (النمل ۳۲۔۳۷)

بغیر سوراخ کی سوئی میں سوراخ:

راوی نے کہا ہے کہ بلقیس نے بغیر سوراخ والی سوئی بھیجی اور پیغام بھیجا کہ اس میں سوراخ کرو آپ نے پہلے انسانوں کو حکم دیا لیکن کسی کو سوراخ کرنا نہیں آتا تھا۔ پھر جنات اور سرکش شیاطین کو حکم دیا لیکن انہیں بھی سوراخ کرنا نہیں آتا تھا۔ پھر سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ لکڑی کھانے والی دیمک سے کہیں۔ دیمک نے ایک بال لیا اور اس میں داخل ہو گئی کچھ دیر بعد سوراخ ہو گیا۔ بلقیس کا قاصد یہ سوئی لے کر واپس آیا تو بلقیس یہ سوئی دیکھ کر گھبرا گئی اور دوسرے لوگ بھی حیران رہ گئے۔

بلقیس کا سلیمان علیہ السلام کی طرف سفر:

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس ایک ہزار سردار قیل تھے یمن کے لوگ سردار کو قیل کہتے تھے۔ ہر سردار کے ماتحت دس ہزار افراد ہوتے تھے۔ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایک کروڑ افراد ہوتے تھے۔ شداد بن العال سے مروی ہے کہ بلقیس تین سو سردار لے کر سلیمان علیہ السلام کی طرف آئی اور ہر سردار کے ساتھ ایک ہزار آدمی تھا۔

بلقیس کا تخت منگوانا:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام بارعب آدمی تھے جب آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کیا جاتا آپ خود اس کے بارے میں نہ بولتے اس روز آپ گھر سے نکل کر تخت پر بیٹھے تو سامنے دھول دکھائی دی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حاضرین نے جواب دیا اے اللہ کے رسول یہ بلقیس اور اس کا لشکر ہے۔ سلیمان علیہ السلام کہنے لگے کہ یہ یہاں تک آ گئی ہے۔ سلیمان علیہ السلام اپنے لشکروں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''اے اہل دربار! کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ لوگ میرے مطیع ہو کر میرے پاس آئیں بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا کہ میں اس کے تخت کو آپ کی خدمت میں آپ کی پلکیں جھپکنے سے پہلے یعنی چشم زدن میں حاضر کیے دیتا ہوں'' سلیمان علیہ السلام نے ادھر ادھر دیکھا تو سامنے تخت تھا'' جب سلیمان نے تخت کو اپنے سامنے روبرو رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں'' یعنی شکر اس پر کہ اللہ نے اتنی جلدی یہ تخت پہنچا دیا اور ناشکری اس پر کہ یہ میرے قبضہ میں آ گیا ہے اور اب میں اس کی وجہ سے نافرمانی تو نہیں کرتا۔

مکالمہ......بلقیس و سلیمان علیہ السلام:

(پھر اس تخت میں تھوڑا سا ردوبدل کر کے) اسے بلقیس کے لیے رکھ دیا گیا۔ جب وہ آئی تو سلیمان علیہ السلام کی جانب بیٹھ گئی۔ اس سے کہا گیا'' تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے دیکھا اور کہا'' گویا ہو بہو وہی ہے'' پھر کہنے لگی کہ میں اپنے تخت کو کئی قلعوں کے اندر چھوڑ کر آئی ہوں۔ اور ان قلعوں کے اندر بہت بڑی فوج ان کو گھیرے ہوئے ہے تو سلیمان علیہ السلام اس تخت کو کیسے لے آئے میں اب

آپ سے چند سوالات کرتی ہوں۔ آپ مجھے ان کا جواب دیں سلیمان علیہ السلام نے فرمایا پوچھو۔ بلقیس نے کہا مجھے ایسے بہتے پانی کے بارے میں بتاؤ جو نہ آسمان میں ہے اور نہ زمین میں (سلیمان علیہ السلام کو جب کسی چیز کا علم نہ ہوتا تو آپ انسانوں سے سوال کرتے اگر انہیں معلوم نہ ہوتا تو جنات سے اور اگر انہیں بھی معلوم نہ ہوتا تو سرکش جنات سے) اس مرتبہ بھی جنات نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ سوال بہت آسان ہے آپ گھوڑے کو چلائیں اس کے پسینے سے برتن بھر جائے گا۔ یہ سن کر سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے کہا کہ اس بہتے پانی سے مراد گھوڑے کا پسینہ ہے۔ بلقیس بولی آپ نے سچ کہا پھر اس نے کہا کہ مجھے بتاؤ کے اللہ کا رنگ کون سا ہے۔ یہ سن کر سلیمان علیہ السلام سجدے میں گر پڑے آپ پر غشی طاری ہوگئی اور آپ تخت سے گر گئے۔ پھر آپ کھڑے ہوگئے۔ آپ کے لشکر منتشر ہو چکے تھے۔ آپ کے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ پوچھ رہے ہیں کہ معاملہ کیا ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا مجھ سے ایسا سوال کیا گیا ہے جس کا دہرانا مشکل ہے۔ فرشتے نے کہا کہ آپ اپنے لشکر کو خواہ وہ یہاں موجود ہیں یا نہیں سب کو یہاں بلاؤ اور ان سے یہ سوال پوچھو آپ نے سب کو بلایا اور بلقیس سے کہا کہ تو نے کیا سوال پوچھا ہے تو اس نے کہا کہ وہ جاری پانی بتاؤ جو زمین میں ہے نہ آسمان میں آپ نے بتایا کہ وہ گھوڑے کا پسینہ ہے بلقیس نے کہا کہ آپ نے سچ کہا ہے۔ سلیمان علیہ السلام کہا کہ اور کون سا سوال پوچھا کہ جس کی وجہ سے میں بے ہوش ہوا وہ کہنے لگی کہ وہ سوال مجھے معلوم نہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ وہ بھول گئی تھی۔ آپ نے لشکروں سے یہی سوال کیا انہوں نے بھی یہی جواب دیا اور انہیں بھی یاد نہ رہا۔ سلیمان علیہ السلام نے سرکش جنات سے کہا کہ میرے لیے محل کو تعمیر کراؤ وہاں بلقیس میرے پاس آئے گی۔ یہ سرکش جنات ایک دوسرے پر چڑھ گئے اور کہنے لگے کہ اللہ کے رسول کے لیے اللہ نے جو چاہا' مسخر کیا' ملکہ بلقیس اس سے نکاح کرے گی۔ اس سے بچہ پیدا ہوگا اور ہم اس کی اطاعت کے لیے کبھی الگ نہ ہوں گے۔

بلقیس کا شیشے کے محل سے گذرنا:

راوی کہتے ہیں کہ بلقیس کی پنڈلی کے بال بڑے تھے۔ سرکش شیاطین نے کہا کہ اس کے لیے بلند محل تعمیر کرو تا کہ سلیمان علیہ السلام اس کے بال دیکھیں اور اس سے شادی نہ کریں چنانچہ انہوں نے آپ کے لیے سبز شیشے کا محل تعمیر کروایا اور اس پر مزید شیشہ چڑھوایا تو وہ پانی کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی تہہ میں انہوں نے سمندری مخلوق خصوصاً مچھلیاں چھوڑ دیں اور پھر سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ اس میں داخل ہوں آپؑ نے اپنی کرسی اندر منگوائی اور اس پر آ کر بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ بلقیس کو بلاؤ اور بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جا جب وہ آگے بڑھی تو مچھلیاں اور دیگر مخلوق دیکھ کر اسے لہریں پکڑتا ہوا پانی سمجھا اور اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں اس کی پنڈلیوں کے بال ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر سلیمان علیہ السلام نے آنکھیں پھیر لیں۔ اور آواز دی کہ یہ ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر بلقیس کہنے لگی اے میرے پروردگار! میں اپنی جان پر ظلم کرتی رہی اور میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہوں اور میں رب العالمین پر ایمان لائی ہوں۔

سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کو پیغام نکاح:

سلیمان علیہ السلام نے انسان کو بلا کر کہا کہ یہ پنڈلی کے بال بہت برے لگتے ہیں یہ کس طرح دور ہو سکتے ہیں جواب ملا استرے کے ذریعے سے۔ آپؑ نے فرمایا کہ استرا عورت کی پنڈلیاں کاٹ دے گا پھر آپ نے جنوں سے سوال کیا انہوں نے لاعلمی کا اظہار

کیا پھر سرکش شیاطین سے پوچھا انہوں نے کہا کہ استرے کے ذریعے ہوسکتا ہے پھر غور کر کے چونا تیار کیا گیا جس سے اس کی پنڈلیاں صاف ہوگئیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اس موقع پر چونا استعمال کیا گیا اور پھر سلیمان علیہ السلام نے اسے نکاح کا پیغام دیا۔

بلقیس کا سفر (دوسری روایت):

وہب بن منبہؒ سے مروی ہے کہ جب بلقیس کا قاصد لوٹ کر واپس آیا تو بلقیس نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ بادشاہ نہیں ہے اور ہم میں اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت بھی نہیں ہے اور اس کی کثرت فوج کی وجہ سے ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ میں اس کی طرف پیغام بھیجتی ہوں کہ میں اپنے سرداروں کے ساتھ تمہارے پاس آ رہی ہوں تا کہ آپ کے حالات سے واقفیت حاصل کرسکوں۔ اور جس دین کی آپ دعوت دیتے ہیں اس کا جائزہ لوں۔ پھر اس کے حکم سے اس کا تخت جو سونے کا بنا تھا۔ اور اس پر یاقوت زبرجد اور موتی تھے۔ اسے سات مکانوں کے اندر محفوظ کیا گیا۔ اور سب پر تالے لگا دیئے گئے سات سو عورتیں اس کی خدمت کرتی تھیں۔ بلقیس نے پیچھے جس عورت کو نگران مقرر کیا اس سے کہا ان سب کی اور میرے تخت کی حفاظت کرنا کہ کوئی ان تک نہ پہنچ سکے۔

پھر وہ دوبارہ یمنی سرداروں کو لے کر سلیمان کے پاس آئی ہر سردار کے ماتحت ہزار لوگ تھے۔ سلیمان علیہ السلام نے جنوں کو بھیجا جو ہر دن رات کے کے فاصلے کو ناپ کر لاتے کہ بلقیس کتنی دور ہے یہاں تک کہ وہ بالکل قریب پہنچ گئی۔ تو آپ نے فرمایا اے اہل دربار اس سے پہلے کہ وہ لوگ میرے مطیع ہو کر آئیں کون بلقیس کا تخت میرے پاس لائے گا۔

بلقیس کا ایمان لانا:

پھر بلقیس نے پختہ اسلام اختیار کیا اس وقت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی قوم میں سے کسی آدمی کو منتخب کرلو میں اس سے تمہارا نکاح کر دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگی کہ مجھ جیسی عورتیں تو بڑے مردوں سے نکاح کرتی ہیں جب کہ میری برادری میں کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام بھی اس کی رعایت کرے گا۔ اور جس چیز کو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے اسے حرام رکھنا مناسب نہیں بلقیس نے کہا کہ اگر آپ میرا نکاح کرنا ہی چاہتے ہیں تو ہمدان کے بادشاہ ذوتبع سے کر دیں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اور ذوتبع سے اس کا نکاح کر دیا۔ اور اسے یمن بھیج دیا اور آپ نے یمن کے تبع پر جن مقرر کیا اور جن کو بلا کر کہا اس تبع کے لیے ہر طرح کی خدمات انجام دو چنانچہ جن اس کا تابعدار ہو گیا۔ اس کے بعد جو ارادہ کرتا جن اتباع کرتا حتی کہ سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔

سلیمان علیہ السلام کی وفات:

جب آپ کے انتقال کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا کو جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا ایک جن تہامہ چلا یہاں تک کہ وہ یمن پہنچ گیا۔ تو بلند واز میں پکار کر کہا اے جنات سلیمان علیہ السلام بادشاہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اپنا ہاتھ کام سے ہٹا لو سرکش جنات نے دو پتھر اٹھائے اور ان پر یہ لکھا کہ ہم نے مرواح اور مرواح بیتوں کے محلات اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیے اسی طرح ہندہ بنیدہ اور تلثوم کو بھی تعمیر کیا اگر تہامہ سے آواز نہ آتی تو ہم کام کرتے رہتے۔

سمندر پار ملک فتح کرنا:

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے سمندر کے جزیروں میں واقع ایک شہر کے بارے میں سنا کہ وہاں صیدون نامی

بادشاہ ہے۔ اور درمیان میں سمندر کی وجہ سے لوگ وہاں نہیں پہنچ پاتے اللہ نے سلیمان علیہ السلام کو ایسی حکومت عطا فرمائی تھی۔ کہ وہ جہاں جانا چاہتے چلے جاتے۔ سمندر اور خشکی آپ کے لیے رکاوٹ نہیں بنتے تھے۔ آپ ہوا پر سوار ہو کر مطلوبہ جگہ پر پہنچ جاتے لہذا آپ ہوا کے دوش پر سمندر کے پانی کے اوپر سے ہوتے ہوئے اس شہر کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں جن وانس کے لشکر بھی اتارے اور وہاں کے بادشاہ کو قتل کیا اور لوگوں کا قید کر لیا اس بادشاہ کی لڑکی بہت حسین تھی آپ نے اسے اپنے لیے منتخب کیا اور اسے اسلام کی دعوت دی اس عورت نے اسلام قبول کر لیا آپ کو اس سے محبت ہوگئی اور آپ اس کے دل میں گھر کر گئے۔

شہزادی کو پیغام نکاح:

وہ عورت بہت پریشان رہتی اور غم کی وجہ سے اس کے آنسو تھمتے نہیں تھے۔ آپ نے اس کے غم و رنج کی حالت دیکھ کر ایک روز اس سے کہا تیرا ناس ہو کہ یہ کیا غم ہے کہ جاتا نہیں اور یہ کیسے آنسو ہیں جو تھمتے نہیں۔ وہ بولی کہ میں اپنے والد اور ان کی بادشاہت کو یاد کرتی ہوں اور جو مصیبت آئی اس کو یاد کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی چھوٹی بادشاہت کو ایک بڑی بادشاہت میں بدل دیا۔ اور تجھے اسلام کی دولت عطا فرمائی لیکن اب تو ہر حال میں بہتر ہے۔ اس نے کہا کہ یہ بات تو صحیح ہے لیکن جب میں اپنے باپ کی اس مصیبت کو یاد کرتی ہوں تو مجھ پر غم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اگر آپ سرکش جنات کو حکم دے دیں کہ وہ میرے گھر میں میرے والد کی تصویر بنائیں جسے میں صبح و شام دیکھتی رہوں تو ہو سکتا ہے کہ میرے غم میں کمی واقع ہو۔ آپ نے جنات کو حکم دیا کہ اس کے والد کی تصویر بناؤ انہوں نے وہ تمثیل بنا ڈالی۔

بت پرستی:

سلیمان علیہ السلام جب اس گھر سے چلے گئے تو اس کے لڑکے لڑکیاں اسے سجدہ کرنے لگے جیسے اس کے زمانے میں کرتے تھے۔ ہر شام وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ چالیس روز تک آپ کو اس کا علم نہ ہوا لیکن آپ کے دوست آصف بن برخیا کو پتا چل گیا۔ سلیمان علیہ السلام کے دروازے کسی وقت بند نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ جس وقت بھی کوئی شخص آتا تو وہ سیدھا چلا آتا۔ خواہ سلیمان علیہ السلام موجود ہوں یا نہ ہوں۔ آصف آپ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ میں موت سے پہلے قوم میں کھڑا ہو کر انہیں وہ باتیں بتاؤں جو پہلے انبیاء کے متعلق ہوئیں۔ سلیمان علیہ السلام نے اجازت دے دی۔

آصف بن برخیا:

آصف بن برخیا خطاب کے لیے کھڑا ہوا پہلے اس نے گذشتہ انبیاء کی تعریف کی اور ان کے فضائل بیان کیے اور ان کے بارے میں قوم کے رویئے کا تذکرہ کیا۔ جب سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ ہوا تو کہا کہ آپ بچپن میں بہت زیادہ امین متقی تھے آپ سے بڑھ کر کوئی امین متقی نیک اور گناہوں سے بچنے والا کوئی نہ تھا۔ یہ کہہ کر تقریر ختم کر دی۔

تصویر توڑنا:

سلیمان علیہ السلام کو اس پر غصہ آیا۔ جب سلیمان علیہ السلام گھر آئے تو اسے بلوا بھیجا جب وہ آیا تو آپ نے اس سے کہا اے آصف! تو نے تمام انبیاء کی تعریف کی اور ان کے زمانوں کی فضیلت بیان کی اور ان کے ہر حال کو اچھا گنوایا لیکن جب تم نے میرا تذکرہ کیا۔ تو میرے بچپن کی تعریف کی اور باقی زمانے کے بارے میں خاموشی اختیار کی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ آپ گھر میں ایک عورت کی خواہش پر چالیس دن اللہ کی عبادت سے غیر حاضر رہے سلیمان علیہ السلام تعجب سے بولے میرے گھر میں اس نے جواب دیا جی ہاں آپ کے گھر میں فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اور فرمایا کہ تم نے جس کی طرف اشارہ کیا میں سمجھ چکا ہوں۔ پھر آپ گھر آئے اور اس تمثال کی تصویر کو توڑ ڈالا اور عورت اور اس کے بچوں کو سزا دی۔

سلیمان علیہ السلام کی توبہ:

پھر آپ نے پاکیزہ کپڑے منگوائے یہ وہ کپڑے تھے جنہیں صرف کنواری لڑکیاں کاتتی' بنتی اور دھوتی تھیں۔ حیض والی عورتیں انہیں ہاتھ نہیں لگاتی تھیں۔ ان کپڑوں کو پہن کر اکیلے میدان میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں ریت کا فرش بچھوایا پھر اس ریت پر بیٹھ کر توبہ کرنے لگے۔ آپ تذلیل کے طور پر اس میں آلتی پالتی مارتے روتے اور گھر میں ہونے والے گناہ پر استغفار کرتے۔

ان کی توبہ کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

''اے اللہ! تیرے امتحان کی وجہ سے آل داؤد علیہ السلام نے تیرے علاوہ کسی اور کی عبادت کی اور اپنے گھر میں غیر اللہ کی عبادت کو باقی رکھا اور گذشتہ روز تک ایسا ہوا''۔

آپ روتے رہے اور تضرع وزاری کرتے رہے۔ اور استغفار کرتے رہے اور پھر آپ گھر واپس لوٹ آئے۔

سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہونا:

آپ کی بیوی اور بچے کی والدہ کا نام امیذ تھا جب سلیمان علیہ السلام اس کے پاس جاتے۔ یا کسی بھی بیوی سے مباشرت کا ارادہ کرتے تو اپنی انگوٹھی کو اتار دیتے اور پاک ہونے تک اسے نہ پہنتے اور آپ طہارت کی حالت کے علاوہ اس کو نہ چھوتے آپ کی بادشاہت اس انگوٹھی میں تھی۔ ایک روز آپ راستے پر چل رہے تھے۔ اور انگوٹھی راستے میں اتار کر رکھ دی سمندر سے شیطان آیا جس کا نام صحر تھا وہ سلیمان علیہ السلام کی شکل میں تھا۔ آ کر کہنے لگے اے امیذ! یہ میری انگوٹھی دے دو اس نے وہ انگوٹھی دے دی۔ شیطان نے وہ انگوٹھی پہنی اور سلیمان علیہ السلام کی جگہ پر بیٹھ گیا پرندے اور جن وانس اس کے سامنے جھک گئے سلیمان علیہ السلام جب آئے تو ان کی حالت تبدیل ہو چکی تھی آپ نے امیذ سے کہا کہ میری انگوٹھی دے دو پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میں سلیمان بن داؤد ہوں وہ بولی تم جھوٹ بولتے ہو تم سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام نہیں ہو سلیمان علیہ السلام تو آ کر اپنی انگوٹھی لے جا چکے ہیں اور اب وہ اپنی جگہ بیٹھے ہیں۔

سلیمان علیہ السلام کو پریشانی:

سلیمان علیہ السلام جان گئے کہ ان کی خطا پکڑی گئی ہے آپ باہر آئے اور بنی اسرائیل کے دروازوں کے باہر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں سلیمان علیہ السلام بن داؤد ہوں لوگ آپ پر مٹی پھینکتے اور گالیاں دیتے اور کہتے کہ دیکھو اس مجنوں کو کیا کہتا ہے اس کا خیال ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام بن داؤد ہے۔ جب سلیمان علیہ السلام نے لوگوں کا یہ رد عمل دیکھا تو سمندر کی طرف چلے گئے۔ اور وہاں سے کچھ مچھلیاں پکڑ کر فروخت کرنے لگے۔ آپ ہر روز دو مچھلیاں پکڑتے ایک کو فروخت کرتے اور اس کے بدلے میں روٹی خریدتے دوسری کو بھون کر اس سے کھانا کھا لیتے۔ اسی طرح چالیس روز گزر گئے اتنے ہی دن آپ کے گھر بت کی عبادت کی گئی تھی۔

اہل خانہ اور احباب کو پریشانی:

آصف بن برخیا اور دوسرے سرداروں نے حالات کو بھانپ لیا کہ چالیس دن تک اللہ کے دشمن شیطان کا حکم چلتا رہا آصف نے کہا: اے بنی اسرائیل کیا تم نے سلیمان علیہ السلام بن داؤد کے معاملے کے اختلاف کو ملاحظہ کیا انہوں نے کہا ہاں۔ آصف نے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں گھریلو عورتوں کے پاس جا کر حالات معلوم کروں کہ یہ عجیب حالت ہم سب محسوس کرتے ہیں یا صرف گھریلو عورتیں ہی محسوس کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا ہم اس سے بھی زیادہ محسوس کرتی ہیں۔ کہ وہ عورت کو حیض کی حالت میں نہیں چھوڑتا اور جنابت کا غسل بھی نہیں کرتا۔ آصف بن برخیا نے اس پر افسوس کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ یہ بہت بڑا امتحان ہے۔ پھر بنی اسرائیل کے پاس آ کر فرمایا کہ خاص اور عام ہر قسم کے افراد اس میں مبتلا ہیں۔

انگوٹھی کی واپسی:

جب چالیس دن گزر گئے تو شیطان اس جگہ سے غائب ہو گیا۔ سمندر کے پاس سے گزرا اور اس میں انگوٹھی پھینک دی جسے ایک مچھلی نے نگل لیا جسے بعض شکاریوں نے دیکھا اس دن کے شروع میں سلیمان علیہ السلام نے ان کے ساتھ کام کیا تھا۔ جب شام ہوئی تو انہوں نے وہ مچھلی سلیمان علیہ السلام کو دے دی آپ نے اس دن کی دو مچھلیوں میں سے ایک مچھلی کو بیچ دیا اور ایک کو حسب عادت کھانے کے لیے ذبح کیا تو اس میں سے وہ انگوٹھی مل گئی یہ دیکھ کر آپ سجدے میں گر گئے۔

شیطان کا انجام:

اور پھر جو لوگ اور پرندے وغیرہ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور پہچان گئے کہ آپ سلیمان علیہ السلام ہیں آپ اپنی بادشاہت کی طرف لوٹ آئے۔ اور اپنے گناہوں کی اعلانیہ توبہ کی آپ نے سرکش جنات کے ذریعے اس شیطان کو بلوایا۔ جب وہ آیا تو آپ نے ایک پتھر پھاڑ کر اسے اس میں بند کروایا اور پھر اس پر ایک اور پتھر رکھ دیا پھر اس پر پتھر اور سیسہ بھر دیا اور پھر آپ کے حکم سے اسے سمندر میں پھینک دیا گیا۔

دوسری روایت:

سدی سے مروی ہے کہ شیطان آپ کی کرسی پر چالیس دن تک بیٹھا رہا سلیمان علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں ایک بیوی کا نام جرادہ تھا۔ جسے آپ دوسری بیویوں پر ترجیح دیتے تھے جب آپ جنابت کی حالت میں ہوتے یا بیوی کے پاس مباشرت کے لیے آتے تو اس عورت کے پاس انگوٹھی رکھتے اس کے علاوہ آپ کو کسی پر اطمینان نہ تھا ایک روز جب آپ اس کے پاس آئے تو وہ کہنے لگی کہ میرے بھائی اور فلاں آدمی کے درمیان جھگڑا ہے میری خواہش ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ اس کا فیصلہ کریں آپ نے فرمایا ہاں، لیکن فیصلہ نہ فرمایا جس کی وجہ سے آپ امتحان میں مبتلا ہوئے آپ نے اسے اپنی انگوٹھی دے دی اور اپنے کام کے لیے چلے گئے۔ شیطان آپ کی صورت میں آیا آپ کی بیوی سے کہنے لگا کہ مجھے انگوٹھی دے دو اس نے انگوٹھی دے دی شیطان جا کر سلیمان علیہ السلام کی جگہ پر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد سلیمان علیہ السلام نے انگوٹھی مانگی تو بیوی نے جواب دیا کہ ابھی آپ لے کر گئے نہیں تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں لی تھی آپ گھبرا کر واپس نکل آئے شیطان چالیس روز تک لوگوں پر حکومت کرتا رہا۔ لوگوں کو اس کے معاملات انوکھے محسوس ہوئے چنانچہ بنی اسرائیل کے علماء اور پڑھے لکھے لوگ جمع ہوئے اور گھروں میں جا کر عورتوں سے کہا کہ ان معاملات کو

انوکھا محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے پڑھے لکھے علماء جمع ہوئے اور گھر جا کر عورتوں سے پوچھا یہ سن کر گھر کی عورتیں رونے لگیں یہ واپس چلے آئے اور اس شیطان کے پاس جا پہنچے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور تورات کو پڑھنا شروع کیا۔ شیطان یہ دیکھ کر وہاں سے اڑ گیا۔ انگوٹھی بھی اسی کے پاس تھی۔ وہاں سے سمندر کی طرف گیا اور وہ انگوٹھی سمندر میں ڈال دی۔ اور ایک سمندری مچھلی نے اسے نگل لیا۔

انگوٹھی کا ملنا:

راوی کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام اسی بدلی ہوئی حالت میں سمندر کے شکاریوں کے پاس آئے۔ اور ان سے کھانا مانگا اور کہا کہ میں سلیمان علیہ السلام ہوں یہ سن کر تمام شکاری آپ کو ڈنڈے مارنے لگے یہاں تک کہ آپ کے سر سے خون بہنے لگا۔ ادھر ان شکاریوں کے ساتھیوں نے ملامت کی تم نے اسے مار کر برا کیا ہے لہٰذا اب اس کے عوض اسے دو مچھلیاں دو تا کہ بدلہ پورا ہو چنانچہ آپ کو دو مچھلیاں دیا گئیں آپ نے انہیں دھو کر ایک مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے آپ کو آپ کی انگوٹھی ملی۔ جس کی وجہ سے آپ اپنی اصلی حالت میں آ گئے پرندے آپ کے گرد جمع ہو گئے اور لوگوں نے بھی آپ کو پہچان لیا اور پھر سب لوگ آپ سے معذرت کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ میں نہ تمہاری معذرت قبول کرتا ہوں اور نہ تمہارے کام پر ملامت کرتا ہوں یہ سب کچھ ایک عمل تھا جو ہونے والا تھا۔

حقیق کو صندوق میں بند کرنا:

پھر آپ اپنی سلطنت میں واپس آئے اس وقت سے ہوا اور سرکش جنات وغیرہ آپ کے تابع کر دیئے گئے اس سے پہلے تابع نہیں تھے۔ آپ نے اس شیطان کو بلایا۔ اور اسے لوہے کے صندوق میں بند کرا دیا اور اوپر سے تالا لگوایا اور اس میں مہر لگا دی اور پھر اسے سمندر میں ڈال دیا وہ قیامت تک اس میں رہے گا۔ اس کا نام حقیق تھا۔

سلیمان علیہ السلام کا انتقال:

ابو جعفر کہتے ہیں کہ بادشاہت ملنے کے بعد آپ واپس لوٹ آئے آپ کے لیے جنات اونچی اونچی عمارتیں، تصویر اور بڑے بڑے لگن جیسے حوض اور بڑی بڑی دیگیں وغیرہ تیار کرتے تھے۔ آپ جس سرکش جن کو سزا دینا چاہتے سزا دیتے اور جسے چھوڑنا چاہتے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ جب آپ کی موت کا وقت قریب آیا تو اس وقت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام جب کبھی نماز پڑھتے تو آپ کے سامنے درخت اگ آتا آپ اس سے پوچھتے تیرا نام کیا ہے؟ وہ اپنا نام بتاتا آپ پوچھتے تو کس لیے ہے؟ اگر وہ اگانے کے لیے ہوتا تو آپ اسے لکھ لیتے۔

جنات کو غیب کا علم نہیں:

ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ سامنے ایک درخت نمودار ہوا آپ نے اس کا نام پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میرا نام فروب ہے۔ آپ نے پوچھا تو کس لیے ہے۔ اس نے کہا کہ اس گھر کو خراب کرنے کے لیے سلمان علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اے اللہ میری موت کی خبر کو جنات سے پوشیدہ رکھنا تا کہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جنات غیب کا علم نہیں جانتے۔ آپ نے ایک عصا پکڑا اور اسی حالت میں آپ کا انتقال ہوا ایک سال آپ عصا کا سہارا لے کر کھڑے رہے اور جنات اپنا کام کرتے

رہے۔ یہاں تک کہ دیمک نے اس عصا کو کھالیا اور آپ گر گئے اس سے انسانوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ جنات غیب کا علم نہیں جانتے اور اگر جانتے تو اس سخت عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔ قرآن مجید میں اس کے لیے:

مالبثوا فی العذاب المهین کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں (یعنی وہ عذاب میں رہتے) جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حولا فی العذاب المهین پڑھتے تھے (یعنی ایک سال تک عذاب میں نہ رہتے) اس کے بعد جنات نے اللہ کا شکر ادا کیا اور یہ لکڑی اور دیمک پانی میں بہہ گئے۔

سلیمان علیہ السلام کی وفات:

بعض صحابہ سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام مختلف اوقات میں بیت المقدس جاتے اور وہاں تنہائی میں کبھی ایک سال، دو سال کبھی ایک دو ماہ وغیرہ رہتے اور کھانے کا بندوبست وہیں ہوتا۔ جب آپ اس مرتبہ داخل ہوئے جس مرتبہ انتقال ہوا تو آپ جب بھی صبح کے وقت وہاں نماز ادا کرتے تو ایک درخت سامنے اگ آتا اور آپ اس سے اس کا نام پوچھتے اور یہ کہتے کہ تو کس لیے ہے؟ پھر اسے کٹوا دیتے اور اگر وہ لگوانے کے لیے ہوتا تو کسی جگہ لگوا دیئے اور اگر دوائی کے لیے ہوتا تو اس سے دوائی تیار کراتے آپ اس طرح کرتے رہے یہاں تک کہ ایک روز "خروقة" درخت سامنے اگا۔ آپ نے پوچھا تیرا نام لیا ہے؟ اس نے کہا خروقہ آپ نے پوچھا تو کس لیے ہے؟ اس نے کہا کہ اس مسجد کو خراب کرنے کے لیے سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ جب تک تم زندہ ہو اس مسجد کو کوئی خراب نہیں کرسکتا۔ تیرے چہرے پر میری موت اور بیت المقدس کا خراب ہونا لکھا ہے آپ نے اسے کٹوایا اور اسے خراب کہا۔

شیطان کی شرارت:

پھر آپ بیت المقدس کے محراب میں داخل ہوئے اور عصا پر ٹیک لگا کر نماز پڑھنے لگے۔ اسی حال میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ اور جنات کو اس کا علم بھی نہ ہوا وہ اس ڈر سے کام کرتے رہے کہ کہیں آپ باہر نہ نکل آئیں اور انہیں سزا نہ دیں یہ جنات محراب کے اردگرد جمع ہوتے اس کے دو روشندان آگے پیچھے تھے۔ جب کوئی جن کام چھوڑنا چاہتا تو وہ محراب کے پاس آکر کہتا کہ کیا میں اس میں داخل ہو کر دوسری جگہ سے نکل سکتا ہوں مجھے سزا تو نہیں ملے گی؟ یہ کہہ کر اسی میں داخل ہوتا اور ادھر ادھر دیکھے بغیر دوسری جانب سے نکل جاتا یہاں تک کہ ایک بڑا جن بھی وہیں سے نکلنے لگا۔ وہ پیچھے سے داخل ہوا اور نکل گیا اسے شرارت سوجھی وہ بار بار داخل ہوا اور نکلا اس نے اسے حیران کر دیا کہ وہ جلا نہیں اور میں نے اندر سلیمان علیہ السلام کی آواز سنی پھر وہاں سے اس نے سلیمان علیہ السلام کو جھانکا تو آپ مردہ ہو کر گر پڑے۔

سلیمان علیہ السلام کے عصا کو دیمک لگنا:

اس نے یہ خبر تمام جنات کو سنادی انہوں نے کام چھوڑ دیا انہیں معلوم نہ تھا کہ دیمک کتنے عرصے سے اسے چاٹتی رہی۔ اس کو معلوم کرنے کے لیے انہوں نے عصا کو زمین پر رکھا اور اس پر دیمک چھوڑی اور دیکھا کہ ایک دن رات میں وہ کتنا کھاتی ہے؟ اس سے اندازہ لگا کر کہا یہ تو ایک سال سے اسے چاٹ رہی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرآت:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرآت میں ہے کہ جنات آپ کے انتقال کے ایک سال بعد تک کام کرتے رہے۔ اس وقت لوگوں کو

یقین ہو گیا۔ کہ جنات جھوٹ بولتے ہیں کہ اگر انہیں غیب کا معلوم ہوتا تو وہ ایک سال تک محنت نہ کرتے قرآن مجید میں ہے۔'' جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم جاری کیا تو اس کی موت پر جنات کو کسی نے بھی آگاہ نہ کیا مگر ایک گھن کے کیڑے نے جو سلیمان علیہ السلام کی لکڑی کو کھا رہا تھا۔ پھر جب سلیمان علیہ السلام گر پڑے تو تب جنات پر اس امر کی حقیقت واضح ہوئی کہ وہ اگر غیب کی حقیقت کو جانتے ہوتے تو اس ذلت آمیز تکلیف اور مصیبت میں نہ رہتے''۔ (سباء:۱۴)

اور لوگوں پر بھی واضح ہو گیا کہ جنات غیب نہیں جانتے۔

دیمک کو جنات کا انعام:

پھر ان جنات نے دیمک سے کہا کہ اگر تو کھانا پسند کرتی ہے تو ہم تجھے بہترین کھانا دیتے ہیں اور اگر پینا پسند کرتی ہے تو تجھے پینے کی بہترین چیز دیتے ہیں اب تیرے منہ میں پانی اور مٹی ڈالیں گے۔ چنانچہ انہیں جہاں بھی دیمک ملتی اس کے منہ میں پانی اور مٹی ڈالتے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دیمک کے منہ میں جو مٹی اور پانی نظر آتی ہے یہ جنات کی وجہ سے ہے جو انہوں نے شکریہ کے طور پر ڈالی۔

سلیمان علیہ السلام کی عمر:

سلیمان علیہ السلام کی عمر پچاس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ آپ کی بادشاہت کے چوتھے سال بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز ہوا۔

کیقباذ کے بعد فارسی بادشاہ:

ابو جعفر کہتے ہیں کہ اب ہم فارس کے علاقے بادل اور مشرق کے ان بادشاہوں کا ذکر کرتے ہیں جو کیقباذ کے بعد آئے۔

کیقاؤس بادشاہ:

کیقاؤس فارس کا بادشاہ بنا جس دن وہ بادشاہ بنا اس نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

اللہ تعالیٰ نے زمین اور اس کے خزانے ہمیں عطا کیے ہیں' تا کہ ہم اس کی اطاعت کے لیے کوشاں ہوں اس نے اردگرد کے بعض بڑے شہروں میں سرداروں کی بڑی جماعت کو قتل کیا۔

اپنی چراگاہوں کی حفاظت کی اور رعیت کی دشمن کی حفاظت کے لیے بہت سے کام کیے وہ بلخ میں پیدا ہوا اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا جو حسن و جمال اور کمال کے اعتبار سے اپنے زمانے میں بے مثال تھا۔ اس کا نام سیاوخش رکھا گیا۔ اور اسے رستم بن دستان کے ساتھ ملا دیا۔

کیقاؤس کے بیٹے کی پرورش:

بحستان اور اس کے اردگرد کے علاقوں کے سردار نے اس کی پرورش کی اور اسے رستم کو دینے کی وصیت کی رستم نے اسے لے لیا' وہ اسی کو گود میں پلا بڑھا۔ دودھ پلانے والی عورتوں نے اسے دودھ پلایا جب وہ بڑا ہوا تو اس کی تعلیم کے بہت سے اساتذہ مقرر کیے گئے۔ ان میں بہترین استاد مقرر کیے گئے اور جب وہ سواری کے قابل ہوا تو اسے سواری کے آداب سکھائے گئے یہاں تک کہ وہ تمام فنون میں قابل ہو گیا اور شہسواری میں کامل ہو گیا تب وہ اپنے والد کے پاس آیا اس نے ہر چیز میں بیٹے کا امتحان لیا اور اسے ماہر پایا جس سے اسے بہت خوشی ہوئی۔

ترک لڑکی کے ساتھ شادی:

اس کے والد کیقاوس نے اس کی شادی ترکی کے بادشاہ افراسیاب کی بیٹی سے کی بعض نے کہا کہ وہ یمن کا بادشاہ تھا۔ اور اس لڑکی کا نام سوادیہ تھا وہ جادوگر تھی۔

سیاوخش کی بیوی پر ظلم:

سیاوخش کو اس کے باپ کی بیوی سے محبت ہوگئی لہٰذا اسے اپنی طرف بلایا لیکن اس عورت نے اسے اپنے اوپر قابو نہ ہونے دیا۔ ان کا قصہ بہت طویل ہے۔ ایک روز سیاوخش نے رستم سے کہا کہ وہ اس کے والد کو کہے کہ وہ ترکوں کے مقابلے کے لیے جائے کیونکہ اس کی وجہ سے ترکوں سے صلح ہوئی اور اس نے اس بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی اس سے سیاوخش کا یہ ارادہ تھا کہ اس کا باپ دور سے دور چلا جائے تاکہ وہ سوذابہ کے ذریعے اپنا مذموم مذہب پورا کرے رستم نے ایسا ہی کیا اور کیقاوس کو ترکوں کے مقابلے میں جانے کی اجازت دی لیکن کیقاوس کے جانے سے بھی جنگ نہ ہوئی بلکہ صلح برقرار رہی سیاوخش نے اپنے والد کے نام خط لکھا۔ کہ وہ صلح کے اسباب بتائے اور ان سے لڑنے کے لیے ابھارا لیکن جب اس نے دیکھا کہ اگر اس کا والد وہ کام کر گزرے جو وہ چاہتا ہے تو اس سے اس کی بدنامی ہوگی لہٰذا وہ اپنے ارادے سے باز آ گیا۔ اور اس نے افراسیاب سے مل کر اپنے باپ سے لڑنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس نے افراسیاب کو خط لکھا۔ جس میں اس سے امان مانگی اور کہا کہ میں اپنے والد کو چھوڑ کر آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کی اجازت دے دیں افراسیاب نے یہ درخواست قبول کر لی اس سے پہلے دونوں لشکروں کے درمیان ایک ترکی شخص فیران سفیر تھا جب سیاوخش ترکوں کے ساتھ مل گیا۔ تو جو لوگ اس کے والد کیقاوس کے لشکر میں تھے۔ وہ اسے سے جدا ہو گئے۔

سیاوخش کا قتل:

جب سیاوخش افراسیاب کے پاس آیا تو اس نے اسے اپنے پاس عمدہ ٹھکانہ دیا اس کی تکریم کی اور اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کر دیا۔ اس لڑکی کا نام وسفافریہ تھا۔ بادشاہ اس کا اکرام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب اس کا ادب' ذہانت' شہسواری میں مہارت جیسے اوصاف سامنے آ گئے۔ تو اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ اس وقت سیاوخش نے فساد پھیلایا اس کے اس فعل پر اس کے دو بیٹے اور ایک بھائی نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ انہیں اس سے شدید خطرہ محسوس ہوا۔

سیاوخش کی بیوی پر ظلم:

اس وقت اس کی بیوی حاملہ تھی۔ اور اس کے پیٹ میں کیخسرو نہ تھا۔ انہوں نے اس کا حمل گرانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ فیران جس نے افراسیاب اور سیاوخش کے درمیان صلح کرائی جب اس نے دیکھا کہ افراسیاب نے سیاوخش کو قتل کرایا تو اس نے اس فعل پر نکیر کی اور اسے بغاوت کے انجام سے ڈرایا اور اس کے والد کیقاوس سے مقابلہ کرنے سے روکا اور اس سے کہا کہ حاملہ لڑکی ہمیں دو تاکہ اطمینان سے اس کا حمل وضع ہو جائے (یعنی بچہ پیدا ہو جائے)

سیاوخش کی بیوی اور بیٹے کو غلام بنانا:

افراسیاب نے ایسا ہی کیا۔ جب اس کا بچہ پیدا ہو گیا تو فیران نے اسے اور اس کے بچے کو غلام بنا لیا اس کے بچے کو قتل نہ کیا۔ اور عورت کو گھر میں رکھا یہاں تک کہ وہ بچہ بڑا ہو گیا جب اس کے والد کیقاوس کو حالات کا علم ہوا تو وہ ترکی کی طرف متوجہ ہوا اس نے

اس کے بچے کو تلاش کرنے کا حکم دیا تا کہ اسے والدہ سمیت اپنے پاس لے آئے۔ وہ اسے ایک عرصے تک تلاش کرتا رہا لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔

پوتے اور بہو کی بازیابی:

ایک روز اسے اپنے بیٹے کے بیٹے اور اس کی والدہ کے حال کا علم ہو گیا۔ اور وہ انہیں وہاں سے نکال لایا کہا جاتا ہے کہ جب اسے اپنے بیٹے کے قتل کی اطلاع ملی تو اس نے سرداروں کی ایک جماعت تیار کی جن میں رستم بن دستان اور طوس شامل تھے جو بہت طاقتور اور مضبوط تھے۔ انہوں نے ترکوں سے سخت مقابلہ کیا۔ اور ان کے کئی آدمیوں کو قتل کیا اور بہت سوں کو قیدی بنا لیا۔ رستم کے ہاتھ سے افراسیاب کے بیٹے شہر اور شہرہ قتل ہوئے۔ اور طوس کے ہاتھوں افراسیاب کا بھائی کندر قتل ہوا۔

جنات کیقاؤس کے تابعدار تھے:

کہا جاتا ہے کہ جنات کیقاوس کے تابع تھے اور تاریخ قدیم سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات اس کی اس لیے تابعداری کرتے تھے کیونکہ وہ سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے۔ کیقاوس نے انہیں شہر بنانے کا حکم دیا جس کا نام کنکندر یا فیقدون تھا۔ اس کی ایک دیوار تانبے کی ایک پکی مٹی کی ایک چاندی کی اور ایک دیوار سونے کی تھی۔ سرکش شیاطین نے زمین و آسمان میں موجود جانور' خزانے' اموال اور لوگوں کو لا کر اس میں منتقل کر دیا کہا گیا کہ کیقاوس کھانے یا پینے کے دوران بات نہیں کرتا تھا۔

کنکندر شہر کی بربادی:

پھر اللہ تعالیٰ نے اس آباد شہر کو تباہ کرنے والا بھیجا۔ کیقاوس نے سرکش جنات کو حکم دیا کہ اس کا مقابلہ کریں لیکن وہ مقابلہ نہ کر سکے جب کیقاوس نے دیکھا کہ یہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکے اور اب بچنے کی کوئی صورت نہیں تو اس نے شہر کے سرداروں کو قتل کرا دیا کہا گیا ہے کہ اس سے پہلے کیقاوس کا جب بھی کسی سے مقابلہ ہوا تو اسے دشمن پر فتح ہوئی اور یہ غالب آیا جب اس کی فتوحات کا یہ حال ہوا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ دنیا میں جتنے بھی علاقے ہیں ان سب پر پہنچے گا اور پھر آسمان پر جائے گا۔

کیقاؤس کا تکبر:

ہشام بن محمد سے مروی ہے کہ وہ خراساں آیا اور پھر بابل میں اترا اور کہا کہ میں زمین کی ہر چیز کا مالک بن چکا ہوں اب میرے لیے ضروری ہے کہ میں آسمان اور ستاروں کے معاملات بھی دیکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ قوت عطا کر رکھی تھی کہ وہ خود اپنے ساتھ دیگر افراد کو لے کر بادلوں میں اڑ سکتا تھا۔ جب اس نے یہ ارادہ کیا تو اللہ نے اس سے یہ قوت چھین لی جس سے وہ گر گئے اور ہلاک ہو گئے۔ البتہ وہ بچ گیا لیکن اس کی حکومت ختم ہو گئی اور زمین کئی ٹکڑوں میں بٹ گئی اور مختلف علاقوں میں الگ الگ بادشاہ بن گئے۔ اب اس سے ان کے مقابلے ہوئے کبھی اسے فتح ہوتی اور کبھی شکست ہوتی۔

یمن والوں سے جنگ:

راوی کہتے ہیں کہ وہ یمن کے علاقے میں جنگ کرنے کے لیے گیا اس وقت یمن کا بادشاہ ذوالاذغار تھا۔ جب کیقاوس یمن میں داخل ہوا تو ذوالاذغار مقابلے کے لیے آیا۔ ذوالاذغار فالج زدہ ہو گیا۔ اس سے پہلے اس نے کبھی جنگ نہیں کی تھی۔ جب کیقاوس نے اس کے گرد گھیرا ڈالا اور اس کے شہروں کو روندا تو وہ خود قحطان کے بیٹے کے ساتھ آیا اور کیقاوس پر فتح حاصل کر لی اسے

قید کیا اور اس کے لشکر کا قتل عام کیا۔ اور اسے کنویں میں بند کیا۔

کیقاؤس کے خلاف اکٹھ:

سجستان سے ایک آدمی آیا اس کا نام رستم تھا۔ وہ بڑا طاقتور آدمی تھا۔ اور لوگ اس کی بات مانتے تھے۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ یمن کے شہروں میں داخل ہوگیا ہے اور کیقاؤس کو جیل سے نکال لیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اہل یمن کا خیال ہے کہ جب ذوالاذغار اور رستم آمنے سامنے ہوئے اور اس پر ایک نے دوسرے لشکر پر حملہ کیا تو انہیں خوف ہوگیا کہ اگر دونوں میں قتل وغارت ہوئی تو دونوں کی فوج ہلاک ہو جائے گی چنانچہ انہوں نے کیقاؤس کے خلاف اتحاد کرایا پھر کیقاؤس سے جنگ ہوئی رستم نے کیقاؤس کو بابل کی طرف نکال دیا کیقاؤس نے رستم کو لکھا کہ وہ اسے چھوڑ دے اور اپنے آپ کو اس کے تابع کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔ اور اسے سونے کی بنی ہوئی ٹوپی دی جس پر موتی لگے تھے اور اسے اپنے تخت پر بیٹھنے کے لیے کہا جو چاندی کا بنا ہوا تھا۔ اور اس کے پائے سونے کے تھے۔ کیقاؤس کی موت تک اور اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک یہ علاقے رستم کے زیر نگین تھے۔

کالے کپڑے:

فارس کے علماء کا خیال ہے کہ سب سے پہلے جس نے سوگ کے طور پر کالا لباس استعمال کیا۔ وہ شادوس بن جودرز ہے جس نے سیاوخش کے سوگ میں یہ لباس پہنا اس نے کالا لباس اس روز پہنا جس روز کیقاؤس نے اس کی موت کی خبر سنائی اور یہ بتلایا کہ افراسیاب نے اسے قتل کرایا ہے اور اس سے دھوکہ کیا ہے۔ وہ کالا لباس پہن کر کیقاؤس کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ میں نے یہ لباس اس لیے پہنا ہے کہ آج کا یہ دن اندھیروں اور سیاہیوں پر مشتمل ہے۔

کیخسرو کی تخت نشینی:

کیقاؤس کے بعد اس کا پوتا کیخسرو بن سیاوخش بادشاہ بنا کیقاؤس اسے اور اس کی والدہ وسفا بن افراسیاب کو ترکی سے لایا تھا۔ جب یہ اپنے دادا کے بعد بادشاہ بنا تو سر پر ایک خوبصورت تاج رکھا اور رعایا سے ایک بلیغ خطاب کیا۔

سیاوخش کے خون کا بدلہ:

اس خطاب میں اس نے بتایا کہ وہ اپنے والد سیاوخش کے خون کا بدلہ افراسیاب سے لینا چاہتا ہے پھر اس نے جودرز کو لکھا کہ وہ اس کے پاس آئے جب وہ آیا تو اسے اپنے ارادے سے مطلع کیا اور اسے ایک لشکر تیار کرنے کا حکم دیا۔ جس میں تیس ہزار جنگجو ہوں اور ان کے ساتھ طوس بن نوذران کو بھی ملایا وہ ان میں زیادہ مضبوط آدمی تھا اور اس کے ساتھ برزافرہ بن کیقاؤس کو بھی بلایا جو کیخسرو کا چچا تھا اور اپنے بہت سے بھائی ملائے کیخسرو طوس کی طرف گیا۔ اور اسے بتایا کہ میرا ارادہ فراسیاب اور ان کے سرداروں کے قتل کا ہے وہاں اس کا بھائی فروز بن سیاوخش رہتا تھا جو برزافریہ کا بیٹا تھا۔ سیاوخش نے ترکی کے کسی شہر میں اس سے شادی کی تھی اور پھر جب وہ حاملہ ہوگئی تو اس سے جدا ہوگیا۔ اس کا بچہ پیدا ہوا اور جوانی تک وہیں رہا۔

طوس اور فیروز میں جنگ:

جب فیروز جوان ہوگیا تو ایک مرتبہ جب طوس اس کے شہر میں جا رہا تھا تو اس کے اور طوس کے درمیان جنگ ہوئی جس سے فیروز ہلاک ہوگیا۔ جب اس کا علم کیخسرو کو ہوا تو اس نے اپنے چچا برزافرہ کے نام سخت خط لکھا جس میں طوس اور فیروز کی باہمی جنگ

کے حالات اور فیروز کے قتل ہونے کا ذکر کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ طوس کو قید کر کے بیڑیاں ڈال لائے۔

جب یہ خط برزافرہ کو ملا تو اس نے جنگجو اور سپہ سالاروں کو جمع کیا اور یہ خط انہیں پڑھ کر سنایا اور انہیں طوس کے پکڑنے کا حکم دیا اور اپنے معتبر قاصد کیخسرو کی طرف بھیجے اور خود لشکر کا کمانڈ و بن کر سبروز نامی نہر کو عبور کیا۔ یہ خبر افراسیاب تک گئی وہ بھی اپنے بھائیوں اور جنگجوؤں پر مشتمل ایک لشکر لے کر آیا دونوں کا آمنا سامنا ترکی کے شہر واشن میں ہوا وہاں سخت جنگ ہوئی برزافرہ جنگ کی شدت اور مقتولین کی کثرت دیکھ کر گھبرا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنا جھنڈا لے کر پہاڑوں کی طرف چلا گیا اس جنگ میں بہت زیادہ لوگ مارے گئے اور صرف ایک لمحے میں ستر ہ آدمی قتل ہوئے برزافرہ اپنے لشکر کو لے کر کیخسرو کی طرف گیا۔ ان پر غم اور مصیبت چھائی ہوئی تھی۔ اور کیخسرو کا خوف بھی تھا جو اس سے بڑھ کر تھا۔ جب وہ کیخسرو کے پاس آئے تو اس نے برزافرہ کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا اور کہا: تم نے میری نصیحت کو پیچھے چھوڑ دیا اور بادشاہوں کی وصیت کی مخالفت کی' میں تمہارے ساتھ برا سلوک کروں گا اور تمہیں صرف افسوس اور ندامت حاصل ہوگی۔

کیخسرو کو پریشانی:

جب اسے لشکر کے نقصان کی خبر دی گئی تو اسے اس سے بہت پریشانی ہوئی یہاں تک کہ اسے کھانا اور سونا بھی اچھا نہ لگا اس واقعہ کو کئی روز گزر گئے۔ تو اس نے جوذرز کو بلوایا جب وہ واپس آیا تو اس پر اپنا درد ظاہر کیا جوذرز نے برزافرہ کی شکایت کی کہ وہ شکست کا سبب بنا۔

کیخسرو نے اسے کہا کہ اے جوذر! ہمارے آباء کی خدمت کرنے کی وجہ سے تو اس جنگ کے کمانڈر کا زیادہ حق دار ہے یہ ہمارے لشکر اور خزانے تیرے لیے حاضر ہیں اور پھر اسے لشکر تیار کر کے افراسیاب کے مقابلے میں جانے کے لیے کہا۔ جب جوذرز نے کیخسرو کی یہ بات سنی تو جلدی سے اس کے ہاتھ چومے اور کہا اے کامیاب بادشاہ ہم آپ کی رعایا اور غلام ہیں۔ اگر کوئی مصیبت آنی ہے تو وہ رعایا پر آنی چاہیے۔ نہ کہ بادشاہوں پر اور میری مقتول اولاد آپ پر فدا ہے۔ اور ہم افراسیاب سے انتقام لینے اور ترکی کے بادشاہوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ بادشاہ آپ گزشتہ واقعات سے پریشان نہ ہوں اور اپنے مشاغل کو نہ چھوڑیں کیونکہ جنگ تو ڈول کی طرح ہے۔ اور یہ کہا کہ آپ کے حکم پر عمل ہوگا۔ اور پھر خوشی خوشی دربار سے نکل گیا۔

کیخسرو کا لشکر کو ترتیب دینا:

اگلے دن کیخسرو نے لشکروں کے کمانڈروں اور مملکت کے بڑے بڑے سرداروں کو بلوایا جب وہ آ گئے تو انہیں اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ کہ وہ ترکیوں سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنے تمام سرداروں کو بذریعہ خط بھی اس کی اطلاع بھیجی اور انہیں ایک مقررہ وقت پر بلخ کے قریب واقع استون نام محراب میں جمع کیا وہاں سب کمانڈر جمع ہو گئے۔ کیخسرو بھی اپنے ساتھ سرداروں کو لے کر وہاں پہنچا نیز ان میں برزافرہ اس کا چچا اور اس کے گھر والے جوذرز اور اس کے گھر کے باقی ماندہ افراد بھی تھے۔ جب لشکر کے فوجی پورے ہو گئے اور تمام سردار بھی اکٹھے ہو گئے تو کیخسرو نے خود اس کے اموال معلوم کیے ان کی تعداد شمار کرائی پھر جوذرز' میلاد' اعض بن بہذان اور اعض بن وصفیہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ میں ترکی پر چاروں طرف سے حملہ کرنا چاہتا ہوں تا کہ خشکی اور تری ہر طرف سے انہیں گھیرا جا سکے اس نے خود ان لشکروں کی راہنمائی کی جوذرز کو سپہ سالار اعلیٰ بنایا اور انہیں خراساں کے راستے سے جانے کا حکم

دیا۔ اس کے ساتھ برزافرہ اس کے چچا' بی بن جوذرز اور سرداروں کی ایک بہت بڑی جماعت کو چلایا اور اسے اس دن سب سے بڑا جھنڈا دیا جس کا نام درخش کا بیان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ جھنڈا اس نے اس سے پہلے کسی سپہ سالار کو نہیں دیا تھا۔ بادشاہوں کی اولاد جب نہیں جاتی تو یہ جھنڈا اپنے پاس رکھتی۔ میلاز کو چین کی طرف سے داخل ہونے کا حکم دیا اس کے ساتھ بھی ایک بہت بڑا لشکر روانہ کیا اور اس کے لشکر کی تعداد جوذرز کے لشکر سے کم تھی۔ اور اعض کو خزر کے علاقے سے داخل ہونے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ اس کے بھائی' چچازاد بھائی اور دیگر افراد پر مشتمل تیس ہزار کا لشکر روانہ کیا اور انہیں جوذرز اور میلاز کے درمیانی راستے سے داخل ہونے کا حکم دیا۔ کہا جاتا ہے کہ کیخسرو نے شومہان کے سیاوخش کے بدلے کے لیے بطور خاص بھیجا تھا اور اس نے بھی منت مانی تھی کہ وہ ضرور سیاوخش کے خون کا بدلہ لے گی۔

جوذرز کی طرف سے آغاز جنگ:

سارے لشکر اپنی سمت پر روانہ ہو گئے۔ جوذرز خراسان کے راستے سے ترکی میں داخل ہوا اس کا مقابلہ فیران کے لشکر سے ہوا دونوں کے درمیان شدید معرکہ ہوا اس جنگ میں بیزن اور یسعان جنگ کے شروع میں قتل ہوئے اور جوذرز نے فیران کو بھی قتل کیا پھر جوذرز نے افراسیاب کا رخ کیا ادھر سے متعین اور لشکر بھی آ چکے تھے اور ان کے پیچھے کیخسرو خود بھی تھا۔ اور اس کا رخ بھی اس طرف تھا جدھر جوذرز تھا وہ اس راستے میں داخل ہوا اور یہ لشکر جوذرز کے ساتھ مل گیا۔

جوذرز کی فتح:

خوب خونریز جنگ ہوئی' ترکوں کے بہت سے سپہ سالار جیسے خمان جلباذ' سیامق' بہرام وغیرہ مارے گئے افراسیاب سے آگے ان کے بھائیوں کی جماعت تھی جس میں اس کے بھائی رتدادمی' راندرمان' الفخرم' اخست شامل تھے۔ اور سیاوخش کے قاتل بروا کو قیدی بنالیا گیا۔

جوذرز نے مقتولین اور زخمیوں کو گنا' اسی طرح مال غنیمت میں اموال اور جانور ملے' انہیں بھی شمار کیا تو معلوم ہوا کہ قیدیوں کی تعداد تیس ہزار تھی جب کہ مقتولین کی تعداد پانچ لاکھ چھہتر 576000 ہزار ہے۔ اور مال و دولت اور مویشی تولا تعداد تھے۔ اس نے اپنے سرداروں سے کہا کہ ترکی کے مقتولوں اور زخمیوں کی تعداد اپنے علم میں رکھیں۔ تا کہ کیخسرو سے ملاقات کے وقت اسے بتائی جا سکے۔

فوج کا معائنہ کرنا:

جب کیخسرو میدان جنگ میں لشکر کے پاس پہنچا تو جوذرز اور دوسرے سرداروں سے ملاقات ہوئی تو ہر ایک اپنے علم کے مطابق زخمیوں اور مقتولوں کی تعداد بتانے لگا اس نے خود معائنہ کیا تو سب سے پہلے اسے جوذرز کے جھنڈے کے پاس فیران کی لاش نظر آئی اسے دیکھا تو کھڑا ہو گیا اور بے ساختہ ہو کر بولا:

فیران کی لاش پر:

اے مضبوط اعصاب والے پہاڑ! کیا میں نے تجھے اس جنگ سے روکا نہیں تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ افراسیاب کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ مل جاؤ کیا میں نے تیرے لیے اپنی جان خرچ نہیں کی تھی۔ اور تیرے آگے اپنی بادشاہت پیش نہیں کی تھی۔ لیکن تو نے

عمدہ چیز کو اختیار نہ کیا۔ کیا میں سچا' اپنے بھائی کی حفاظت کرنے والا اور رازوں کو چھپانے والا نہیں ہوں؟ کیا میں نے تجھے افراسیاب کے مکر اور اس کی بے وفائی سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ لیکن تو نے میری بات نہ مانی بلکہ خوف غفلت میں رہا یہاں تک کہ ہمارے بہادر جنگجو اور ہمارے ہم وطنوں کے ہاتھوں قتل ہوا' افراسیاب تیرے کچھ کام نہ آیا۔ وہ دنیا سے چلا گیا اور ویسفان کی نسل ختم ہوگئی تمہاری عقل اور سوچ پر افسوس! تمہاری سخاوت اور سچائی پر افسوس آج کے روز ہم تیری وجہ سے دردناک ہیں۔

فیزان پر اظہار افسوس:

کیخسرو فیزان پر اظہار افسوس کرتا رہا یہاں تک کہ بی بن جوذرز کے جھنڈے کے پاس آیا۔ وہاں دیکھا تو بروا بن نشجان بی کے ہاتھوں زندہ حالت میں قیدی ہے کیخسرو نے اس کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ سیاوخش کا قاتل ہے کیخسرو اس کے قریب ہوا اور اللہ کا سجدہ کرنے کے لیے سجدہ میں گر گیا۔ اور پھر بروا سے خطاب کر کے کہا اے بروا اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے تجھ پر قدرت دی۔ کیا تو نے سیاوخش کو قتل کر کے اس کا حلیہ بگاڑ اکیا تو نے اس کی زینت کو چھینا اور ایسے ترکیوں کے درمیان بھڑکتی ہوئی آگ روشن کی' تو وہ شخص ہے جس نے اپنے ہاتھوں سے سیاوخش کا چہرہ خراب کیا اور اس کی قوت کو کمزور کیا۔ اے ترکی النسل شخص کیا تو اس کے حسن سے مرعوب نہ ہوا۔ تو نے اس کے چہرے پر چمکتے ہوئے نور کو باقی کیوں رہنے نہ دیا۔ آج تیرے ساتھی اور تیری طاقت کہاں ہے؟ تیرا جادوگر بھائی آج تیری مدد کرنے والا کہاں؟ آج میں تجھے اس کو قتل کرنے کی وجہ سے قتل نہیں کروں گا بلکہ تجھے ختم کر کے اس آدمی کو لاؤں گا جو تجھ سے بہتر ہو اور جس نے اسے اس جرم کی وجہ سے قتل کیا اسے قتل کردوں گا۔

بروا کی لاش کا مثلہ:

پھر کیخسرو نے حکم دیا زندہ حالت میں اس کے اعضاء کاٹ لیئے جائیں اور پھر اسے ذبح کر دیا جائے چنانچہ اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر کیخسرو ہر جھنڈے اور ہر سردار کے پاس گیا اور ایک کے پاس جا کر وہ کلمات کہے جو پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں۔

برزافرہ کے چچا کو انعام واکرام:

پھر وہ اپنے کیمپ میں آیا اور برزافرہ کے چچا کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آ گیا تو اسے اپنے دائیں طرف بٹھایا اور مبارزت کے اندر جتیاذ کو قتل کرنے پر اس کے لیے خوشی کا اظہار کیا۔ پھر اسے انعام دیا اور کرمان' مکران اور اس کے گردونواع کا گورنر بنایا۔ پھر جوذرز کو بلوایا' جب وہ آیا تو اس نے کہا: اے سمجھدار سردار اور مشفق انسان! ہمیں جو بھی فتح ہوئی ہے یہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہے اس کے علاوہ کسی کے اندر ہمیں فتح عطا کرنے کی قوت نہیں۔ اور تو نے جو اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو ہمارے لئے استعمال کیا اس کی وجہ سے تمہارا ہمارے اوپر حق ہے اور وہ حق ہمارے پاس محفوظ ہے ہم تجھے بروز جعفر مزار کا مقام یعنی وزارت دیتے ہیں اور تجھے اصبہان' جرجان اور ان کے پہاڑوں کا گورنر بناتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کا خیال رکھنا جوذرز نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے خوشی خوشی نکل گیا۔ پھر اس نے ان سرداروں کو بلوایا جو جوذرز کے ساتھ تھے اور انہوں نے مختلف ترکی سرداروں جیسے فشخان' وسیغان کی اولاد جرمین' شادوس' ولخام وغیرہ کو قتل کیا۔ وہ ایک ایک کر کے اس کے پاس آئے ان میں سے بعض کو مختلف شہروں کا گورنر بنایا اور بعض کو اہم عہدے دیئے۔

افراسیاب کے لشکروں کو شکست:

ابھی وہ وہیں ٹھہرا ہوا تھا کہ اس کے پاس میلاز اعض اور شومہان کے خطوط آئے جس میں مذکور تھا کہ ترکیوں کے ساتھ خونریز جنگ کے بعد افراسیاب کے لشکروں کو شکست ہوئی ہے۔ اس نے جوابی خط میں لکھا تھا کہ وہ جنگ جاری رکھتے ہوئے فلاں مقام پر آ کر اس سے ملیں۔

کیخسرو کے مقابلہ میں شیدہ:

ان کا خیال یہ تھا کہ جب چاروں طرف سے لشکروں نے افراسیاب کا احاطہ کر لیا ہے اور بہت سے لوگ قتل اور زخمی ہو چکے ہیں اور وہاں تباہی بہت پھیل چکی تھی اور ان پر راہیں بند ہو چکی تھیں اور اب صرف اس کا بیٹا شیدہ جو کہ جادوگر تھا باقی رہ گیا تھا تو اسے کیخسرو سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ لہٰذا وہ کیخسرو کے مقابلے کے لیے تیار ہوا اور اپنے ساتھ مختلف سرداروں کو ملا کر مقابلے کے لیے آیا۔

کیخسرو کو فتح:

کہا گیا ہے کہ اس روز کیخسرو شیدہ سے ڈر گیا اور یہ خیال کہ اس کے اندر شیدہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں' جنگ چار روز سے جاری تھی۔ کیخسرو کا ایک خاص سردار جس کا نام جرد بن مہان تھا' اس نے خوب اچھے انداز سے جنگ کی۔ دونوں طرف سے کئی لوگ قتل ہوئے یہاں تک کہ شیدہ کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ اس میں مقابلہ کی طاقت نہیں بالآخر اسے شکست ہوئی کیخسرو اور دوسرے لوگوں نے اس کا پیچھا کیا۔ جرد نے اسے پکڑ لیا اور اس کے سر پر زور سے تلوار ماری کہ وہ فوراً مردہ ہو کر گر گیا۔

فیصلہ کن معرکہ:

کیخسرو اس کی لاش کے پاس کھڑا ہوا اور اس کی قباحت اور شناعت کا معائنہ کیا۔ جب افراسیاب کو ان حالات کا علم ہوا تو اس نے ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے سرداروں کو جمع کیا۔ جب اس کی کیخسرو کی فوجوں سے آمنا سامنا ہوا تو ایسی شدید جنگ ہوئی کہ روئے زمین میں اس سے پہلے ایسی خونریز جنگ ہمارے علم میں نہیں۔ یہ جنگ جاری رہی یہاں تک کہ جوذرز اور دوسرے کمانڈروں نے خوب قتل کیے اور گرفتاریاں بھی کیں۔ افراسیاب نے دیکھا کہ لوگ کیخسرو کو گھیرے ہوئے ہیں گویا ایک بہت بڑا لشکر ہے۔ افراسیاب وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس روز مقتولین کا شمار کیا گیا۔ ان کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ کیخسرو اور اس کے ساتھیوں نے افراسیاب کا تعاقب کیا۔ وہ اکیلا بھاگتا رہا ایک شہر سے دوسرے شہر جاتا یہاں تک کہ وہ آذربائیجان پہنچ گیا اور وہاں فاسف نامی کنویں میں چھپ گیا لیکن وہاں سے پکڑا گیا۔

کیخسرو کی کامرانی:

جب اسے کیخسرو کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے لوہے کی زنجیروں سے باندھ دیا پھر اسے تین دن تک آرام کرنے کے لیے رکھا تین دن کے بعد اس سے سیاوخش کے قتل کا عذر معلوم کیا گیا لیکن اس کے پاس کوئی عذر نہ تھا اور نہ دلیل۔ کیخسرو نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ بی بن جوذرز نے اسے بھی اسی طرح قتل کیا جیسے اس نے سیاوخش کو ذبح کیا تھا پھر اس کا خون کیخسرو کے پاس لایا گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ اس خون میں ڈبویا اور کہا یہ سیاوخش کا بدلہ ہے اور اس ظلم و تعدی کا بدلہ ہے جو سیاوخش پر کیا گیا پھر کیخسرو کامیاب و کامران آذربائیجان سے واپس آیا۔

جنگ میں کیخسرو کے ساتھی:

کہا گیا ہے کہ کیخسرو کے جدامجد کیبیہ کی اولاد اس جنگ میں کیخسرو کے ساتھ تھی۔ ان میں کی ارش بن کیبیہ تھا۔ جو خوزستان اور اس کے گردونواح کا حاکم تھا۔ کی بن ارش تھا جو کرمان اور اس کے نواحی علاقے کا حاکم تھا کی اوجی بن کیمنوش تھا جو فارس کا حکمران تھا کی اوجی ہراسف کا باپ تھا۔

کیشراسف کی تخت نشینی:

کہا جاتا ہے کہ جب افراسیاب کو کیخسرو نے قتل کر دیا تو اس کا بھائی کیشراسف نامی ترکی چلا گیا اور وہاں کا حکمران بنا۔ اس کے بیٹے کا نام خرزاسف تھا جو اس کے بعد حاکم بنا وہ بڑا سخت مزاج تھا اور حد سے بڑھنے والا تھا۔ یہ افراسیاب کا بھتیجا تھا۔

جوذرز کا سلسلہ نسب:

جوذرز کا نسب نامہ یہ ہے کہ جوذرز بن جشواغان بن سیجرہ بن قرحین بن حبر بن سود بن اورب بن تاج بن رشیک بن ارس بن وندح بن دعر بن لودراحا بن سواغ بن نوذرین منوچہر۔

کیخسرو کی روپوشی:

جب کیخسرو اپنے باپ کے خون کا بدلہ لے چکا اور اپنے ملک واپس آ گیا تو اس نے حکومت چھوڑ دی اور معاملات سے الگ ہوگیا۔ اس سے لوگوں کی پریشانی اور غم میں اضافہ ہوگیا۔ انہوں نے اسے دوبارہ حکومت سنبھالنے کی درخواست کی اور اس کے لیے ہر ممکن تدبیر اختیار کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ جب وہ نا امید ہوگئے تو کہنے لگے اگر آپ بادشاہت سے دست بردار ہو گئے ہیں تو اس شخص کا نام بتائیں جسے ہم آپ کے بعد بادشاہ بنائیں۔ لہراسف وہاں موجود تھا اس نے اسی کی طرف اشارہ کیا۔ لہراسف وہاں کے عوام وخواص میں سب سے بڑا عالم تھا۔ لوگ لہراسف کی طرف متوجہ ہوئے۔ اتنے میں کیخسرو غائب ہوگیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ وہ عبادت کرنے چلا گیا اور یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس کا انتقال کہاں ہوا اور نہ یہ پتہ چلا کہ اس کا انتقال کیسے ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

کیخسرو کی اولاد:

پھر لہراسف کو بادشاہ بنا کر اس کی بیعت کی گئی۔ کیخسرو کے چار بیٹے تھے (۱) جاماس (۲) اسبہر (۳) رمی (۴) رمین کیخسرو نے ساٹھ سال تک حکومت کی۔

سلیمان علیہ السلام کے بعد اسرائیلیوں کے حالات:

اب ہم سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے حالات پر توجہ کرتے ہیں۔

سلیمان علیہ السلام کے بیٹوں کی حکومت:

سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل نے ان کے بیٹے رحبعم کو بادشاہ بنایا اس کی حکومت سترہ سال تک جاری رہی اس کے بعد بنی اسرائیل کے ممالک متفرق ہو گئے جس میں دو قبیلوں پر رحبعم کا بیٹا ابیا بادشاہ بنا اور دیگر حصوں پر رحبعم بادشاہ رہا۔ تو رنجمہ سلیمان علیہ السلام کا غلام تھا' اسے یہ مقام سلیمان علیہ السلام کی بیوی کی وجہ سے حاصل ہوا جس بیوی کے گھر میں سونے کی ٹڈی تھی' جس کی پوجا کی گئی' جس پر اللہ تعالیٰ نے حکومت چھین لینے کی دھمکی دی۔ ایک قول کے مطابق رحبعم کی حکومت تین سال تک رہی۔

ابیا کے بیٹوں کی حکمرانی:

ابیا کے بعد اس کا بیٹا بھی انہیں دو قبیلوں کا حکمران بنا۔ یعنی یہودا اور بنیامین کی اولاد کا۔ یہاں تک کہ اکتالیس سال تک کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا۔

ابیا کا نیک دل بیٹا:

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ جس کا نام اسا بن ابیا تھا' وہ بہت نیک آدمی تھا۔ ایک ٹانگ سے معذور تھا۔ ہندوستان میں زرح نامی ایک بادشاہ تھا یہ بڑا ظالم اور فاسق حکمران تھا لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلاتا تھا۔

بت پرستی کی سزا موت:

ابیا بت پرست انسان تھا وہ اللہ کو چھوڑ کر دو بتوں کی پوجا کرتا تھا اور لوگوں کو بھی ان کی پوجا کی طرف بلاتا تھا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کے اکثر لوگ گمراہ ہوئے تھے۔ وہ موت تک بتوں کی پوجا کرتا رہا اس کے بعد اس کا بیٹا بادشاہ بنا تو اس نے اعلان کرایا کہ کفر اپنے ماننے والوں کے ساتھ ختم ہو گیا۔ بتوں کو توڑ دیا گیا اور ایمان اپنے پیروکاروں کے ساتھ زندہ ہو گیا بتوں کو توڑ دیا گیا اور ان کی عبادت کا خاتمہ کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت نظر آنے لگی۔ آج سے کوئی کافر میری بنی اسرائیل حکومت کے اندر سر اٹھائے گا تو اسے قتل کر دوں گا۔ طوفان دنیا والوں کو غرق نہیں کر سکتا اور بستیوں کو تباہ نہیں کر سکتا آسمان سے آگ اور پتھروں کی بارش اس وقت ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت ترک کر دی جائے اور اس کی نافرمانی عام ہو جائے اس لیے اب ہمیں اللہ کی نافرمانی پر قائم نہیں رہنا چاہیے اور اس کی اطاعت مقدور بھرنی چاہیے تاکہ زمین اپنی نجاست سے پاک اور گندگیوں سے صاف ہو جائے اور واللہ جو ہماری مخالفت کرے گا ہم اس کے ساتھ جہاد کریں گے اور اسے اپنے شہر سے نکال دیں گے۔

جہلاء قوم کا شور وغوغا:

جب قوم نے یہ اعلان سنا تو انہوں نے شور وغل مچایا اور اس اعلان کو ناپسند کیا۔ وہ اس کی والدہ کے پاس آئے اور اس سے شکایت کی کہ اس کا رویہ ان کے معبودوں کے بارے میں سخت ہے اس نے انہیں بتوں کو چھوڑنے کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس کی والدہ نے سن کر انہیں بتوں کے بارے میں بات کرنے کی حامی بھر لی۔

بادشاہ کی ماں کا بیان:

ایک روز جب بادشاہ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ قوم کے سردار' معززین اور رعایا کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کی والدہ وہاں آئی۔ بادشاہ کھڑا ہو گیا اور اسے بطور عزت واحترام بیٹھنے کے لیے کہا لیکن والدہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا اور کہا:

''تو میرا بیٹا نہیں' تو میری بات نہیں مانتا اور جس چیز کی تجھے دعوت دوں اس کی اطاعت نہیں کرتا۔ اگر تو نے میری بات مان لی تو تو ہدایت پا گیا اور تو نے سعادت کا اپنا حصہ لے لیا اور اگر تو نے میری بات نہ مانی تو تو سعادت سے محروم رہا اور اپنے اوپر ظلم کرنے والا بن گیا۔ اے میرے بیٹے! مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ تو نے اپنی قوم کو ایک بڑے امتحان میں مبتلا کیا ہے اور انہیں ان کے دین کی مخالفت کرنے کا اور اپنے معبودوں کا انکار کرنے کا حکم دیا اور ان میں ایک نیا طریقہ اور بدعت جاری کی ہے جس سے تو اپنی شان بڑھانا اور اپنے وقار میں اضافہ کرنا چاہتا ہے اور اپنی حکومت کو مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ اے میرے بیٹے تو نے غلطی کی اور بدنمائی

کو یا اور تمام لوگوں کو اپنے سے جنگ کرنے اور قتال کرنے کی طرف اکیلے دعوت دی۔ اس لیے تو نے آزاد لوگوں کو غلام بنانے اور مضبوط کو کمزور کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس سے تو نے علماء کی رائے کو غلط جانا حکماء کی مخالفت کی اور پاگل لوگوں کی اتباع کی۔ میری جان کی قسم مجھے اس عمل پر تمہارے شدید غصے نو عمری اور کم علمی نے ابھارا۔ اگر تو نے میری بات کو ٹھکرایا اور میرے حق کو نہ پہچانا تو تو اپنے باپ کی نسل سے نہیں۔ تو بادشاہت کا مستحق نہیں۔ اے بیٹے! تو نے کس وجہ سے اپنی قوم کو چھوڑ دیا شاید تجھے بھی وہ کلمات دیئے گئے جو موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے جو فرعون کے پاس گیا یہاں تک کہ فرعون کو غرق کیا اور اپنی قوم کو ظلم سے نجات دلائی۔ یا شاید تجھے داؤد جیسی قوت دی گئی کہ شیر اپنی قوم سے لڑ پڑا اور لومڑی کتے ملیے تو اس کی باچھیں پھٹ گئیں۔ اور ظالم جالوت کو تنہا قتل کیا یا شاید تجھے سلیمان بن داؤد جیسی بادشاہت اور حکمت عطا کی گئی کہ اس کی حکمت آنے والے لوگوں کے لیے ضرب المثل بن گئی۔

اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش ناممکن:

جب بادشاہ نے یہ باتیں سنیں تو وہ غصے سے بھر گیا' اس کا سینہ تنگ ہونے لگا' اس نے جواب دیا: اے امی جان! جس طرح یہ مناسب نہیں کہ میرے دستر خوان سے دوست و دشمن کھانا کھائیں' اسی طرح یہ بھی مناسب نہیں کہ میں اپنے رب کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کروں۔ اس معاملے کی طرف کہ اگر تو بات مان لے گی تو ہدایت پائے گی ورنہ تو گمراہ ہو جائے گی۔ اگر تو غیروں کو چھوڑ کر صرف اللہ کی عبادت کرے گی تو پھر مجھے اس معاملے میں صرف وہی ملامت کرے گا جو اللہ کا دشمن ہوگا اور میں اللہ کی رضا اور اس سے مدد کا خواستگار ہوں کیوں کہ میں اس کا غلام ہوں۔

ماں کی ہٹ دھرمی:

ماں نے کہا: میں اپنے بتوں کو اور اپنے آباء کے مذہب کو تیرے کہنے کی وجہ سے نہیں چھوڑوں گی۔ اور جس رب کی طرف تو مجھے دعوت دے رہا ہے' میں اس کی عبادت نہیں کروں گی۔

خدا کی اطاعت کے لیے مخلوق سے ناراضگی:

بادشاہ نے کہا: اے امی جان! آپ کی اس بات نے میرے اور آپ کے درمیان رشتہ ختم کر دیا ہے۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے دربار سے نکال کر دور کسی جگہ لے جایا جائے اور پولیس والے کو حکم دیا کہ اگر وہ ضد کرے تو اسے قتل کر دو۔

اللہ اپنے بندوں کی خود حفاظت کرتا ہے:

جب وہاں پر موجود لوگوں نے یہ بات سنی تو ان کے دلوں میں بادشاہ کا رعب بیٹھ گیا۔ وہ بادشاہ کے مطیع ہو گئے اور ان کا ہر قسم کا حیلہ ختم ہو گیا وہ کہنے لگے کہ جب اس نے اپنی والدہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو اگر ہم اس کی مخالفت کریں گے تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ ان لوگوں نے اور بھی بہت سی تدابیر اختیار کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے حفاظت کی اور ان کی تدبیریں ناکام ہو گئیں جب وہ اپنے پروگرام میں بری طرح ناکام ہو گئے تو انہوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اب اس ملک کو چھوڑ کر کسی اور ملک میں رہنا چاہیے۔

ہندوستانی بادشاہ کو حملہ کرنے کی دعوت:

چنانچہ عوام اپنے مشورے کے مطابق ہندوستان میں زرح نامی بادشاہ کے پاس آئے تا کہ اس کے خلاف بھڑکا کر پناہ حاصل کریں جب وہ زرح کے دربار میں حاضر ہوئے تو سجدے میں گر گئے۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ وہ بولے ہم آپ کے

غلام ہیں اس نے پوچھا تم میرے کون سے غلام ہو؟ انہوں نے کہا ہم آپ کی سرزمین شام سے آئے ہیں ہم آپ کی بادشاہت کا احترام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے ہاں ایک نوعمر اور کم عقل بادشاہ بنا' جس نے ہمارے دین کو چھوڑ دیا اور ہماری عبادت کو غلط اور ہمارے آباء کو گمراہ کہا۔ اور اس کی سختیاں ہم پر بڑھ گئیں ہم آپ کی خدمت میں اس کی اطلاع دینے کے لیے آئے ہیں آپ ہمارے بادشاہ بننے کے زیادہ لائق ہیں۔ ہم اس ملک کے سرداروں میں سے ہیں اس ملک میں مال بہت زیادہ ہے وہاں کے لوگ بہت کمزور ہیں اس کی معیشت بہت مضبوط ہے اور باغات بہت زیادہ ہیں اس میں خزانے بہت زیادہ ہیں اب تک وہاں تمیں بادشاہ حکومت کر چکے ہیں۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ یوشع رہتے تھے ہم انہیں کی قوم ہیں ہم اور ہماری زمین آپ کے لیے حاضر ہے اس زمین میں ایسا کوئی بھی نہیں جو آپ کا مقابلہ کر سکے وہ لوگ جنگ کے لیے اپنے اموال آپ کے حوالے کر دیں گے۔

فیصلہ کی گھڑی:

زرح نے کہا میری جان کی قسم! میں تمہاری دعوت قبول نہیں کروں گا اور میں ان سے جنگ بھی نہیں کروں گا ہو سکتا ہے کہ وہ تم سے بھی میرے زیادہ فرمانبردار ہوں۔ اس لیے پہلے میں اپنے جاسوس بھیجوں گا اگر معاملہ ویسا ہی ہوا جیسا کہ تم نے کہا ہے تو میں تمہیں اس زمین کا حاکم بنا دوں گا اور اگر تمہارا جھوٹ ظاہر ہوا تو تمہیں سخت سزا دوں گا۔

جاسوسی:

ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے عدل کی بات کی اور انصاف کا فیصلہ کیا۔ ہم اس پر راضی ہیں بادشاہ نے ان کے لیے وظیفہ جات جاری کر دیئے۔ اور اپنی قوم میں سے چند دیانت دار آدمی منتخب کر کے انہیں جاسوس بنا کر بھیجا انہیں کچھ نصیحتیں کیں اور کہا کہ اگر انہوں نے جھوٹ بولا تو انہیں سخت سزا دی جائے گی اور سچ بولا تو انہیں انعام دیا جائے گا اور یہ بھی کہا کہ میں تمہاری امانتداری' دینداری اور اچھی رائے کی بنیاد پر بھیج رہا ہوں تا کہ تم اس کا صحیح مطالعہ کرو' اس کے حالات جانو اور وہاں کی حکومت' عوام' فوج' دریا' داخلی اور خارجی راستوں' سہولیات' مشکلات کے بارے میں اس طرح آگاہ کرو گویا کہ میں اس ملک کو دیکھ رہا ہوں وہاں کے دیہاتی اور شہری لوگوں کو پرکھو۔ اپنے ساتھ یاقوت' مرجان اور قیمتی کپڑے لے جاؤ تا کہ جب وہ انہیں دیکھیں تو مرعوب ہوں اور دیکھتے ہی انہیں خریدنے لگ جائیں۔

بادشاہ اساء کے ملک میں جاسوسی:

چنانچہ بادشاہ نے انہیں اپنے خزانے سے بہت سا مال دیا انہیں خشکی اور بحری سفر کا سامان دیا اور اس قوم کے کچھ حالات بیان کیے اور انہیں اپنے مقاصد سے آگاہ کیا اور انہیں تاجروں کے روپ میں روانہ کیا۔ یہ لوگ ساحل سمندر پر آئے۔ وہاں کشتی پر سوار ہو کر ایلیاء کے ساحل پر اترے وہاں سے چل کر شہر میں گئے۔ انہوں نے اپنا سامان اتارا اور لوگوں کے سامنے ظاہر کیا اور انہیں خریدنے کی دعوت دی لیکن لوگ ان کے سامان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ ان کی تجارت کھٹائی میں پڑ گئی۔ اب انہوں نے مہنگی اور عمدہ چیزوں کو کم داموں میں فروخت کرنا شروع کیا تا کہ وہاں کے لوگ انہیں رہنے دیں ملک سے نکال نہ دیں اور یہ ان کے حالات معلوم کر لیں اور بادشاہ کی ہدایت کے مطابق تحقیقات مکمل کریں۔

بیوہ عورتیں سہاگنوں کی طرح نہ نکلیں:

اساء بادشاہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ جن عورتوں کا خاوند نہیں وہ خاوند والی عورتوں کی حالت میں نہ نکلیں ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا یا سمندر کے جزیروں کی طرف بھیج دیا جائے گا کیونکہ شیطان اہل دین پر عورتوں کی شکل بنا کر سب سے زیادہ سخت حملہ کرتا ہے۔ چنانچہ ایسی عورتیں دن کو معمولی اور گدلی حالت میں نکلتیں تا کہ ان کی پہچان نہ ہو۔

جاسوس تاجروں کے بھیس میں:

یہ لوگ اپنا سامان معمولی قیمت پر بیچتے رہے یہاں تک کہ جس کی قیمت سو درہم ہوتی' اسے ایک درہم میں بیچ دیتے۔ بنی اسرائیل کی عورتیں رات کے وقت ان سے جا کر سامان خریدتیں۔ شہر والوں کو اس کا علم نہ تھا۔ یہاں تک کہ عورتوں نے اپنا کافی سارا سامان خرچ کر کے بہت سا سامان خرید لیا اور پھر یہ خبر وہاں کے شہروں قلعوں اور دوسری آبادیوں تک پہنچی۔

جاسوسوں کا حالات کا کھوج لگانا:

ان جاسوسوں نے اپنا عمدہ سامان اور موتی ہیرے اور یاقوت بادشاہ کو ہدیہ دینے کے لیے چھپا رکھے تھے۔ یہ وہاں کے لوگوں سے بادشاہ کے حالات پوچھتے اور کہتے کہ بادشاہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ہم سے کوئی چیز نہیں خریدتا۔ اگر وہ غنی ہے تو مختلف قسم کا عمدہ سامان ہے جو اس کے خزانے میں بھی موجود نہیں اور اگر وہ محتاج ہے تو ہمارے پاس کیوں نہیں آتا تا کہ ہم اسے یہ چیزیں بلا معاوضہ دے دیں۔

صاحب ثروت مسلمان حکمران:

لوگوں نے جواب دیا کہ وہ بہت مالدار ہے اور اس کے پاس ایسے خزانے ہیں جو کسی کے پاس نہیں' اس کے پاس وہ خزانے بھی ہیں جو موسیٰ علیہ السلام مصر سے لے کر آئے تھے اور وہ زیورات بھی ہیں جو بنی اسرائیل کے لوگوں کے پاس تھے اور جو خزانہ یوشع بن نون علیہ السلام کے پاس تھا اور رئیس الحکماء سلمان علیہ السلام نے جو خزانہ جمع کیا تھا اور اسی طرح اور بہت سے بادشاہوں کے ہاں جو خزانہ تھا وہ سب اس کے پاس ہے اور اس کے پاس ایسے برتن ہیں کہ کوئی بھی ان برتنوں کی قدرت نہیں رکھتا۔

جاسوسوں کا فوجی قوت کا اندازہ لگانا:

ان جاسوسوں نے پوچھا کہ ان کا جنگی انداز کیا ہے؟ اور کس چیز کی وجہ سے اس کی اتنی عظمت ہے؟ اور اس کے کتنے لشکر ہیں؟ اگر کوئی بادشاہ اس پر حملہ کرے اور اس کا ملک چھین لے تو کیا کرے گا؟ کتنے لشکروں کو استعمال کرے گا۔ گھوڑوں اور شہسواروں کے ذریعے مقابلہ کرے گا؟ یا اس کے کثیر خزانوں اور مال و دولت کا رعب دوسروں پر پڑ جائے گا۔

سچے کا دوست! اللہ:

لوگوں نے جواب دیا کہ بادشاہ کا لشکر کم اور اس کی قوت کمزور ہے البتہ اس کا ایک دوست ہے جسے یہ پکارتا ہے تو وہ اس کی مدد کرتا ہے اور اگر پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹانا ہو تو وہ اسے ہٹا دیتا ہے۔ جب تک اس کا دوست اس کے ساتھ ہے اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ انہوں نے پوچھا وہ دوست کون ہے؟ اس کے لشکر کتنے ہیں؟ اس کے جنگجو اور بہادر کتنے ہیں۔ سوار اور پیدل فوجی کتنے ہیں؟ اور وہ کہاں رہتا ہے؟۔

لوگوں نے کہا کہ وہ آسمان سے اوپر رہتا ہے' عرش پر مستوی ہے' اس کے لشکر ان گنت ہیں' تمام مخلوقات اس کی عبادت کرتی ہیں اگر وہ سمندروں کو حکم دے تو وہ خشکی کو تباہ کر دیں اور اگر دریاؤں کو حکم دے تو وہ تباہی پھیلا دیں نہ وہ نظر آتا ہے اور نہ اس کا ٹھکانہ صحیح طرح معلوم ہے۔ وہ اس کا دوست و مددگار ہے۔ یہ جاسوس ان ساری باتوں کو لکھتے رہے۔

جاسوسوں کا بادشاہ کو پھسلانے کی کوشش کرنا:

پھر ایک روز بادشاہ کے دربار میں آئے اور کہا اے بادشاہ ہمارے پاس اپنے ملک کے کچھ ہدایا ہیں ہم انہیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں یا اگر آپ ہم سے خریدنا چاہیں تو کم داموں میں فروخت کرنے کے لیے تیار ہیں۔

مجھے فانی چیزوں کی ضرورت نہیں:

بادشاہ نے کہا کہ مجھے دکھاؤ' جب انہوں نے سب کچھ کھول کر سامنے کر دیا تو بادشاہ نے پوچھا کہ کیا یہ چیزیں اور ان کے استعمال والے ہمیشہ باقی رہیں گے۔ وہ بولے: ایسا تو نہیں ہے بلکہ یہ بھی فنا ہو جائیں گے اور ان کو استعمال کرنے والے بھی۔ یہ سن کر بادشاہ نے جواب دیا کہ پھر مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں مجھے ایسی چیزوں کی ضرورت ہے جن کی رونق ختم نہ ہو اور اس کے پہننے والے باقی رہیں۔

جاسوسوں کی واپسی:

یہ واپس آ گئے بادشاہ نے ان کے ہدیے ان کو لوٹا دیئے۔ بیت المقدس سے سفر کا آغاز کر کے واپس زرح کے پاس پہنچے۔ اور جو کچھ انہوں نے حالات لکھے وہ سب کھول کر سامنے رکھ دیئے۔ اور سارے حالات زبانی بھی سنائے۔ اور اساء کے بارے میں بھی آگاہ کیا۔ جب زرح نے ان کی یہ باتیں سنیں تو انہیں اپنی اور چاند کی قسمیں اٹھانے کے لیے کہا کہ قسمیں اٹھا کر بتلاؤ کہ تم نے کوئی بات غلط نہیں کی اور نہ ہی کوئی بات چھپائی ہے۔ انہوں نے ایسی قسم اٹھالی۔

بنی اسرائیل کا اساء کو ڈرانا:

جب یہ معاملہ ختم ہوا تو زرح نے کہا کہ بنی اسرائیل کو جب اس بات کا علم ہوا کہ تم جاسوس ہو اور تم ان کی پوشیدہ باتیں معلوم کر رہے ہو۔ تو انہوں نے جھوٹ بول کر اساء کے لیے ایک دوست کا تذکرہ کیا جس سے ان کا مقصود تمہیں ڈرانا تھا۔ اس کا دوست مجھ سے زیادہ ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ سخت دل والا ہے اور اس کی قوم میری قوم سے زیادہ جنگجو بھی نہیں۔ اگر وہ ایک ہزار کا لشکر لے آیا تو میں اس سے بھی بڑا لشکر لے کر مقابلہ کروں گا۔ پھر اس نے اپنے تمام سامنے والوں کو خط لکھا کہ ہر شہر سے لشکر تیار کیا جائے یہاں تک کہ اس نے یاجوج و ماجوج' ترک' فارس اور دیگر لوگوں سے بھی مدد طلب کی ان کی طرف یہ خط لکھا۔

زرح کا ہندوستان کی طرف خط:

یہ ہندوستان کے بارے میں زرح کا خط ہر اس شخص کے نام ہے' جس تک پہنچے۔ میری کچھ زمین ہے' جب اس کی کھیتی پک گئی اور پھل لگ گئے ہیں اور میں نے ارادہ کیا کہ آپ آدمی بھیج کر میرے اس کام میں مدد کریں۔ اس لیے کہ میرے گرد ایسی قوم رہتی ہے جو مجھے یہ کام نہیں کرنے دیتی۔ وہ میری زمین کے اردگرد غالب آ چکی ہے اور میرے غلاموں پر ظلم کرتی ہے۔ جو ان کا مقابلہ کرنے کے لیے میرا ساتھ دے گا میں اس پر احسان کروں گا۔ اگر تمہاری قوم کم ہے تو میرے پاس بھی قوت ہے اور میرے خزانے کم

نہیں ہوتے۔

لشکر کی تیاری:

اس خط کے جواب میں لوگ ہر طرف سے اکٹھے ہو گئے اور اونٹ سواروں' گھڑ سواروں پیادوں اور دیگر لشکروں کے ساتھ اس کی مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ جب تمام اسلحہ اور فوجیں تیار ہو گئیں تو اس نے ان کی تعداد گننے کا حکم دیا تو اس کے اپنے شہر کے لوگوں کے علاوہ دس کروڑ آدمی تھے۔ اس نے سو لشکر ترتیب دینے کا حکم دیا اس کے لیے خچر تیار کیے گئے۔ ہر چوتھے خچر پر ایک تخت اور قبہ رکھا گیا اور ہر قبے میں لڑکی بٹھائی گئی اور ہر سوار کے ساتھ ساخرام اور پانچ ہاتھی بان مقرر کیے گئے اس طرح ہر لشکر ایک لاکھ کا بنایا گیا' اور خاص لشکر جو اس کے ساتھ تھا سو سواروں پر مشتمل تھا۔ ہر لشکر کا ایک کمانڈر بنایا گیا جو انہیں جنگ پر آمادہ کرتا اور ترغیب دیتا۔

زرح کا غرور:

جب اس لشکر کو دیکھا اور سفر شروع کیا تو اس کی عزت اور عظمت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی۔ پھر زرح نے کہا' اس کا دوست کہاں ہے؟ کیا وہ مجھ سے بچ سکتا ہے؟ یا مجھ پر غلبہ پا سکتا ہے؟ اگر اساء اور اس کا صدیق مجھے اور میرے لشکر کو دیکھ لیں تو میرے ساتھ جنگ کرنے کی جرات نہ کریں میرے پاس اس کے ایک فوجی کے بدلے ایک ہزار فوجیں ہیں عنقریب اسا قیدی بن کر میری زمین میں داخل ہوگا اور میں اس کی قوم کو اپنے فوجیوں کے ہاتھوں قیدی دیکھوں گا۔

بادشاہ کی دعا اور عاجزی:

زرح اسا کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرتا رہا یہاں تک کہ یہ سارے حالات اسا تک پہنچے۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی اے اللہ! آپ نے اپنی قوم سے آسمان و زمین اور ان کے درمیان موجود چیزوں کو بنایا اور وہ سب آپ کے قبضہ میں ہیں' آپ حوصلہ والے' بلند و برتر اور شدید غضب والے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہمیں گناہوں کی سزا نہ دیجیے اور ہماری نافرمانی پر پکڑ نہ فرمائیے بلکہ ہم آپ سے آپ کی اس رحمت کا سوال کرتے ہیں کہ جو تمام مخلوقات پر عام ہے۔ آپ ہماری کمزوری اور دشمن کی تعداد کو دیکھئے' ہماری قلت اور دشمن کی کثرت کو دیکھئے' ہماری تنگی اور پریشانی ملاحظہ فرمائیے اور دشمن کی عیش و راحت کو دیکھئے۔ اپنی قدرت سے جس طرح آپ نے فرعون اور اس کے لشکر کو سمندر میں ہلاک کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی۔ اسی طرح زرح اور اس کے لشکر کو بھی ہلاک کر دیجیے۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ زرح اور اس کی قوم پر دردناک عذاب نازل فرمائیے''۔

اساء کو خواب:

خواب میں اسا کو یہ دکھایا گیا کہ میں نے تیری بات سن لی ہے اور تیری پکار مجھ تک پہنچ گئی ہے۔ میں عرش پر ہوں اگر میں نے زرح اور اس کے لشکر کو سمندر میں غرق کر دیا تو بنی اسرائیل اور دوسری قوموں کو صحیح علم نہ ہو سکے گا کہ میں نے ان کے ساتھ کیا کیا اس لیے عنقریب میں اپنی قدرت کے ساتھ زرح اور اس کے لشکر کے ساتھ ایسا معاملہ کروں گا جو ظاہر اور واضح ہوگا۔ تیری طرف سے ان کو کافی ہو جاؤں گا' ان کا مال غنیمت تیرے لیے حلال کر دوں گا اور ان کے لشکروں کو تیرے آگے ذلیل کروں گا تاکہ زرح کو پتہ چل جائے کہ اسا کے دوست کا مقابلہ کرنا اور اس کے لشکر کو شکست دینا آسان نہیں۔ اور اس کی اطاعت کرنے والا ناکام نہیں ہوتا۔ میں

اسے مہلت دیتا ہوں کہ وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جائے اور پھر اسے غلام بنا کر تیرے سامنے لاؤں گا اور اس کے جنگجو تیرے اور تیری قوم کے خادم ہوں گے۔

زرح کی فوج کشی:

زرح اپنے ساتھ لشکروں کو لے کر آگے بڑھا یہاں تک کہ ترشیش کے ساحل پر آیا اور جب وہاں سے ایک دن کے فاصلے پر رہ گیا تو وہاں کی ساری نہریں بند کر دیں اور راستوں کے نشانات مٹا دیئے یہاں تک کہ ان سے آ کر خوراک لیتے اور وحشی جانور بھی ان کی دسترس میں آ گئے۔ اور جب زرح ایلیاء سے دو مراحل کی مسافت پر پہنچ گیا تو اس نے اپنے لشکر کو ایلیاء کی طرف متفرق انداز میں بھیج دیا ان کے لشکروں نے وہاں کے میدان اور پہاڑ سب بھر گئے اور اہل شام کے دل مرعوب ہو گئے' انہیں اپنی ہلاکت نظر آنے لگی۔ جب اسا کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس نے چند جاسوس بھیجے تاکہ ان کی تعداد اور حالت کا اندازہ لگائے ان لوگوں نے جا کر ایک ٹیلے کی چوٹی سے ان کو دیکھا اور پھر واپس آ کر کہا کہ ہم نے اتنے زیادہ لوگ کبھی نہیں دیکھے اور اتنے دستوں ہاتھی بانوں' گھڑ سواروں اور شہسواروں کے بارے میں کبھی نہیں سنا اور ہمارا یہ خیال بھی نہیں تھا کہ لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہو سکتے ہیں' جس کا لشکر اتنا بڑا ہو' ہماری عقلیں انہیں شمار کرنے سے عاجز آ گئیں اور ہماری تدابیر ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں ہماری ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔

لوگوں کا رونا پیٹنا:

جب وہاں کے لوگوں نے یہ باتیں سنیں تو انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور انہوں نے اپنے سروں پر خاک ڈالی۔ اور اپنے بازاروں اور گلیوں میں آہ وزاری کرتے ہوئے گھومنے لگے اور ایسے حال میں بادشاہ کے پاس آئے اور کہا ہم سب کے سب ان کے پاس جاتے ہیں وہ ہماری کمی اور کمزوری کو دیکھ کر ہمیں اس جگہ رہنے کی اجازت دے دیں۔ بادشاہ نے کہا' معاذ اللہ ہم اپنے آپ کو کفار کے آگے نہیں پھینک سکتے اور ہم اللہ کے گھر اور اس کی کتاب کو نافرمانوں کے لیے خالی نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا تو کوئی راستہ نکالو۔ اپنے دوست اور رب سے مدد مانگو جس کی نصرت کا تو ہم سے وعدہ کرتا تھا اور جس پر ایمان لانے کی دعوت دیتا تھا اگر وہ ہم سے یہ مصیبت دور کر دے تو ٹھیک' ورنہ ہم اپنے آپ کو دشمنوں کے آگے ڈال دیں گے شاید وہ ہم پر رحم کھا کر ہمیں قتل نہ کریں۔

اللہ کب مدد کرتا ہے:

اسا بادشاہ نے جواب دیا کہ میرا رب اس وقت تک مدد نہیں کرتا جب تک خوب گڑگڑا کر اس سے دعا نہ مانگی جائے اور اس کے آگے تذلیل اور آہ وزاری نہ کی جائے۔ انہوں نے کہا یہ کام آپ کر لیں گے شاید وہ آپ کی دعا قبول کر کے ہماری کمزوریوں پر رحم کرے اس لیے کہ ایک دوست دوسرے دوست کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ اسا اپنے عبادت والے کمرے میں گیا' اپنا تاج اتار کر ایک طرف رکھا' عمدہ کپڑے اتارے اور عام کپڑے پہن کر ریت پر بیٹھ گیا پھر ہاتھ اٹھا کر غمزدہ دل سے دعا مانگی اس دعا میں آہ پکار زیادہ تھی اور آنسو مسلسل گر رہے تھے۔

دعا:

دعا کے الفاظ یہ ہیں:

''اے ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کو بنانے والے اے ابراہیم' اسحاق' اسماعیل' یعقوب اور ان کی اولاد کے رب! تو اپنی مخلوق کو جہاں چاہتا ہے۔ ٹھکانا دیتا ہے۔ تیرے ٹھکانوں کو کوئی نہیں جانتا اور تیری عظمت کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں تو ایسا بیدار ہے جسے کبھی نیند نہیں آتی اور تو ایسا جدید ہے کہ راتوں اور دن کا گزارنا تجھے پرانا نہیں کرتا میں بھی آپ سے وہی سوال کرتا ہوں جس کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اور تو نے جلتی آگ کو بجھا دیا اور اسے نیکوکاروں میں شمار کیا اور میں تجھ سے وہی دعا کرتا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام نے کی اور تو نے اسے اور بنی اسرائیل کو ظلم سے نجات دی اور انہیں غلامی سے آزاد کیا جب کہ فرعون اور اس کے پیروکاروں کو غرق کر دیا۔ اور وہی تضرع کرتا ہوں جو داؤد نے کی اور آپ نے اسے بلند مقام عطا کیا اور کمزوری کے مقابلے میں اسے طاقت دی اور جالوت جیسے ظالم کے مقابلے میں اس کی مدد کی جس سے جالوت کو شکست ہوئی۔ میں آپ سے وہی سوال کرتا ہوں جو سلیمانؑ بن داؤدؑ نے کیا اور آپ نے اسے حکمت وعزت اور تمام مخلوقات پر بادشاہت عطا کی' آپ مردوں کو مخلوقات پر بادشاہت عطا کی' آپ مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں' دنیا کو فنا کرنے والے ہیں۔ آپ ہمیشہ رہیں گے آپ کبھی فنا نہیں ہوں گے' کبھی بوسیدہ نہیں ہوں گے' اے میرے اللہ! میں آپ سے رحم کا سوال کرتا ہوں' آپ مجھ پر رحم فرمائیں میں لنگڑا مسکین اور تیرا کمزور بندہ ہوں میرے پاس کوئی تدبیر نہیں ہم پر بہت کڑا وقت آ گیا ہے' ہمیں شدید پریشانی سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے تیرے علاوہ کوئی اس مصیبت کو دور نہیں کر سکتا۔ تیرے بغیر نیکی پر قدرت اور گناہوں سے بچنا ناممکن ہے۔ اے اللہ تو جس طرح چاہے ہماری کمزوری پر رحم فرما بے شک تو جس طرح چاہتا ہے جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے''۔

علماء کی دعا:

بنی اسرائیل کے علماء باہر دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! آج اپنے بندے کی دعا قبول فرما کیونکہ اس نے صرف تجھ ہی پر بھروسہ کیا ہے اسے دشمنوں کے حوالے نہ کر' دیکھ وہ تجھ سے کتنی محبت کرتا ہے اور وہ اپنی والدہ اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر صرف تیری ہی بات مانتا ہے۔

خواب میں خوشخبری:

اسا ء سجدہ کی حالت میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نیند طاری کر دی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی منادی آیا اور کہنے لگا: بلاشبہ دوست دوست کو بے یارومددگار نہیں چھوڑتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے تمہارے دل میں اپنی محبت پیدا کی اور تیری مدد کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ میں تمہارے دشمنوں کے لیے کافی ہو جاؤں گا جو مجھ پر بھروسہ کرتا ہے وہ کبھی کمزور نہیں ہوتا اور جو مجھ سے قوت مانگتا ہے وہ کبھی ضعیف نہیں ہوتا۔ میں تیرے خوف کی حالت میں تیری مدد کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر آسمان وزمین میں موجود تمام مخلوقات تیرے خلاف تدابیر اختیار کریں تو بھی میں تیرے لیے خلاصی کی صورت نکال دوں گا۔ میں وہ ہوں جو گھسیٹنے والے فرشتوں (زبانیہ) کو طوق دے کر بھیجتا ہے جو میرے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں۔ میں تیرے ساتھ ہوں میں تیرے ساتھیوں کو نجات دوں گا۔

قوم کو خوشخبری سنانا:

اسا اپنی عبادت گاہ سے باہر آیا، وہ مسکرا رہا تھا اس نے قوم کو خوشخبری سنائی، ایمان والوں نے اس کی تصدیق کی منافقین نے

اسے جھٹلایا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ جب اسا داخل ہوا تھا تو تب بھی لنگڑا تھا اور اب باہر آیا ہے تو بھی لنگڑا ہے اگر یہ سچا ہوتا تو اللہ اس کی ٹانگوں کو صحیح کر دیتا یہ ہمیں بلا وجہ امیدیں دلا رہا ہے تاکہ ہم سب جنگ میں ہلاک ہو جائیں۔

اسا کو نام زرح کا خط:

جب یہ بادشاہ انہیں یہ خوشخبری سنا رہا تھا تو اس وقت زرح کا قاصد ایلیا آیا اور اس کے پاس ایک خط موجود تھا جو زرح نے اساؑ کے نام لکھا تھا۔ اس خط میں اس نے اساؑ کی قوم کو گالیاں دی تھیں اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی تھی اور یہ درج تھا'' اپنے اس دوست کو بلاؤ'' جس کی وجہ سے تو نے اپنی قوم کو گمراہ کیا تاکہ تیرا دوست مقابلہ کرے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ نہ وہ، نہ کوئی اور میرا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے اس لیے کہ میں ہندوستان کا بادشاہ زرح ہوں۔

اساء کی آنکھوں میں آنسو اور دوبارہ دعا:

جب اساء نے یہ خط پڑھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے وہ روتا ہوا پھر اپنی عبادت گاہ میں داخل ہوا اور ان خطوط کو اللہ تعالیٰ کے آگے پھیلا دیا اور یہ دعا کی: اے اللہ! مجھے آپ سے ملاقات کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل پسند نہیں لیکن مجھے خوف ہے کہ اگر میں مر گیا تو جو روشنی میں نے ان دنوں میں پھیلائی ہے وہ بجھ جائے گی۔ میں یہ خطوط لے کر آیا ہوں اور مجھے معلوم ہے ان میں کیا ہے اگر وہ مجھے شکست دینا چاہتے ہیں تو ان کے لیے آسان ہے لیکن اے اللہ! تیرے بندے زرح نے تیرے ساتھ مکر اور چال بازی کی' کسی سبب کے بغیر فخر کیا اور جھوٹ بولا' تو اس کے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔

غیبی رہنمائی:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ میری باتیں تبدیل نہیں ہوتیں' میں اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا' میرے حکم میں تبدیلی نہیں آتی تم اپنی عبادت گاہ سے نکلو اور اپنے شہسواروں کو جمع کرو اور پھر تم اپنے پیروکاروں کو لے کر زمین کے بلند حصے پر جا کر کھڑے ہو جاؤ۔

اساء دشمن کے مقابلے میں:

اساء باہر آیا قوم کو دیے گئے حکم سے آگاہ کیا۔ چنانچہ بارہ سردار اس کے ساتھ ہوئے ہر ایک کے ساتھ اس کے قبیلے کے چند افراد بھی تھے جب وہ شہر سے باہر نکلے تو وہاں کے لوگوں نے انہیں اس طرح رخصت کیا کہ گویا یہ پھر دنیا میں نہیں آئیں گے یہ زرح کے سامنے بلند جگہ پر کھڑے ہو گئے جہاں سے زرح کا لشکر نظر آ رہا تھا۔

زرح کا تمسخر اڑانا:

جب زرح نے اس لشکر کو دیکھا تو بطور طنز اپنے سر کو جھٹکا دیا اور کہا کہ میں نے صرف ان لوگوں کے لیے شہر کو چھوڑا اور اتنا مال خرچ کیا پھر ان جاسوسوں اور معتمدین کو بلایا جنہوں نے ان کے سامنے اساؑ اور اس کی قوم کی تعریف کی اور ان سے کہا کہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا اور تم نے یہ کیا حال بیان کیا تھا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے پھر غصے میں آ کر ان کے قتل کا حکم دے دیا چنانچہ ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ ادھر اساؑ کی یہ حالت تھی کہ وہ مسلسل آہ و زاری کر رہا تھا اور اپنے رب پر بھروسہ کیے ہوئے تھا زرح نے کہا مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ میں اس قوم کے ساتھ کس طرح جنگ کروں! اور مجھے نہیں معلوم کہ ان کی تعداد ہمارے لشکر کے مقابلے

میں کتنی زیادہ کم ہے میں ان سے جنگ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

اساء کا جواب:

اساء نے جواب دیا' اے بد بخت! تجھے معلوم نہیں تو کیا کہہ رہا ہے اور تجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔ کیا تو اپنی کمزوری کے ساتھ اپنے رب پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے یا اپنے مقتولوں میں اضافہ کرنا چاہتا ہے؟ وہ اللہ ہر ایک سے معزز اور برتر ہے اور ہر ایک پر غالب اور قاہر ہے جب کہ اس کے بندے ذلیل اور کمزور ہیں۔ اس جنگ میں وہ میرے ساتھ ہے اور جس کے ساتھ اللہ ہو اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ اے بد بخت! تو اپنی پوری کوشش کر لے تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

آغاز جنگ:

چنانچہ جب زرح کا لشکر جنگ کے لیے تیار ہوا اور انہوں نے اپنی پوزیشنیں سنبھال لیں تو اس وقت زرح نے تیراندازوں کو حکم دیا کہ وہ تیر پھینکیں۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے اساؑ کی مدد کے لیے آسمان سے فرشتے اتار دیے وہ اساؑ کے لشکر کے سامنے کھڑے ہو گئے اور لشکر کے سامنے سورج کی روشنی آ گئی جبکہ اس کے لشکریوں کو معلوم ہوا کہ جیسے بادل بن گئے۔ پھر ان فرشتوں نے زرح کی قوم پر تیراندازی کی۔ ہر تیر اپنے نشانے پر جا کر لگا جس سے زرح کے تمام تیرانداز ہلاک ہو گئے اسا اور اس کے ساتھی اللہ کا شکر ادا کرتے رہے۔

زرح کو شکست فاش:

اب اسے فرشتے نظر آنے لگے۔ جب بد بخت زرح نے فرشتوں کو دیکھا تو وہ سخت مرعوب ہوا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں تھا گر گیا وہ کہنے لگا' اس کا مکر بڑا سخت ہے۔ اس کا جادو چل چکا اور بنی اسرائیل کا بھی یہی حال ہے کہ ان کے جادو اور مکر پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا انہوں نے یہ جادو مصر سے سیکھا اور اسی سے سمندر پار کیا۔ پھر اس نے لشکروں کو آواز دی کہ اپنی تلواریں نکال لو اور یکدم حملہ کر دو اور اسا کے لشکر کو بھگا دو جب انہوں نے تلواریں نکال لیں تو فرشتے آ گئے اور انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ اب زرح اس کی بیوی اور غلام کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا۔

زرح کا میدان جنگ سے فرار:

جب زرح نے یہ حالت دیکھی تو پیٹھ پھیر کر وہ اور اس کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اسا خود ظاہراً غدار ہوا اور آپ کے دوست نے چھپ کر مجھے ہلاک کیا۔ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ اسا اور اس کے لشکر کے اندر میرا مقابلہ کرنے کی جرات نہیں۔

اساء کی اللہ تعالیٰ کے حضور التجا:

جب اسا نے دیکھا کہ زرح پیٹھ پھیر کر بھاگ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہا اے اللہ! زرح تو زندہ بچ کر بھاگ رہا ہے اگر تو نے اسے ہلاک نہ کیا تو پھر یہ دوبارہ ہم پر حملہ کر دے گا۔

زرح اللہ کی گرفت میں:

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ان کے جتنے لوگ قتل ہوئے انہیں تم نے قتل نہیں کیا بلکہ میں نے قتل کیا ہے تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہ اگر میں نے تجھے اور ان کو آمنے سامنے کر دیا تو وہ تم سب کو ہلاک کر دیں گے۔ زرح میرے قبضے میں ہے اور میرے مقابے میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا اور زرح ایسی جگہ پر ہے جہاں اس کے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں میں نے تجھے اور تیری قوم کو اس کا لشکر اور مال غنیمت عطا کیا یہ میری طرف سے تمہارے لیے مجھ پر بھروسہ کرنے کا بدلہ ہے اور میں نے تیری جو مدد کی ہے اس کا میں تجھ سے کوئی بدلہ نہیں لیتا۔

زرح کی غرقابی:

زرح بھاگ کر سمندر پر پہنچا' وہ وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا اس کے ساتھ ایک لاکھ آدمی بھی تھے۔ انہوں نے کشتیاں تیار کیں اور ان میں سوار ہو گئے جب کشتیاں سمندر میں داخل ہو گئی تو خشکی اور تری چاروں طرف سے تیز ہوائیں چلنے لگیں اور ہر طرف سے بڑی موجیں اٹھنے لگیں کشتیاں ایک دوسرے سے ٹکرا کر ٹوٹ گئیں اور زرح اور اس کے ساتھی غرق ہو گئے۔ اس کے بعد سمندر کی موجیں آنے لگیں جس سے بستی والے بہت گھبرا گئے اور زمین حرکت میں آ گئی۔ اس وقت یہ وحی آئی کہ اے اساء تم اپنے ساتھ قوم کو لے کر سمندر پر جاؤ اور جو اللہ نے تمہیں مال غنیمت عطا کیا اسے اٹھا لو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ لشکر میں سے جو چیز جس شخص نے اٹھا لی وہ اس کی ہوگی وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے وہاں سے اترے اور ملنے والے مال کو تین ماہ تک اپنی بستی میں منتقل کرتے رہے۔

بنی اسرائیل اساء کے بعد:

اساء کے بعد اس کا بیٹا یہوشاط یا (یہوشاخاط) بادشاہ بنا' پچیس سال میں اس کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد اس کی چچا زاد بہن عتیلیاء بادشاہ بنی اسے غزلیا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کے بادشاہوں کی بہت سی اولاد قتل ہو گئی۔ صرف یواش بن اخزیا باقی رہا۔ یواش اور اس کے ساتھیوں نے عتیلیاء کو قتل کر دیا۔ اس کی حکومت سات سال تک رہی۔ اس کے بعد یواش بادشاہ بنا' یہاں تک کہ اس کے ساتھیوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی حکومت چالیس سال تک رہی اس کے بعد یوتام بن عوزیا نے اپنے انتقال تک حکومت کی جو کہ سولہ سال پر مشتمل ہے۔ پھر اس کا بیٹا جاز بن یوتام اپنی موت تک بادشاہ رہا اس کا دور حکومت بھی سولہ سال ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا حزقیا بادشاہ بنا اور وہ بھی اپنے انتقال تک بادشاہ رہا کہا جاتا ہے کہ یہ شیعا کا ساتھی تھا۔ شیعا نے اس کی عمر بتلا دی۔ اس نے آہ وزاری کر کے عمر کی زیادتی کی درخواست کی اسے مزید مہلت مل گئی۔ اس نے شیعا سے کہا کہ اس کا اعلان کرو۔

محمد بن اسحاق کا خیال یہ ہے کہ شیعا کے ساتھ جس کا قصہ پیش آیا اس کا نام صدیقہ تھا۔

شعیا علیہ السلام اور سخاریب

5

بنی اسرائیل کے بارے میں آیات قرآنی:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے حالات کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں: ''اور ہم نے تورات میں بنی اسرائیل کو یہ بات صاف بتادی کہ تم ضرور ملک میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم بڑی سخت سرکشی کرو گے پھر جب ان دو بار میں پہلی بار کا وقت آیا تو ہم نے تمہارے مقابلے میں اپنے وہ بندے بھیجے جو بڑے سخت تھے اور جنگجو تھے سو وہ تمہارے شہروں میں پھیل پڑے اور وہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا پھر تم کو ہم نے ان دشمنوں پر دوبارہ غلبہ دیا اور تمہارے مال سے اور بیٹوں سے مدد کی اور تم کو بڑے لشکر کے اعتبار سے زیادہ کر دیا اگر تم اچھے عمل کرو گے تو اس کا فائدہ تمہارے ہی لیے ہوگا اور اگر تم برا کرو گے تو بھی اپنے لیے کرو گے پھر جب دوسری بار کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے بندے بھیجے تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور جس طرح پہلی مرتبہ کے حملہ آور مسجد میں گھس گئے تھے اس طرح یہ بھی مسجد میں گھس پڑے نیز اس لیے کہ جس چیز پر وہ حملہ آور قابو پائیں اس کو بالکل برباد کر ڈالیں۔ عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر تم نے پھر ویسا ہی کیا تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے''۔ (بنی اسرائیل:۴۔۸)

بنی اسرائیل کے حکمران اور نبی:

چنانچہ بنی اسرائیل میں حوادث کا ظہور ہوا اور ان میں گناہ بکثرت ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو معاف فرمایا اور ان پر رحم فرمایا۔ (لیکن جب انہوں نے گناہوں پر اصرار کیا تو ان پر اللہ کا عذاب آیا) ان کے گناہوں کی وجہ سے جو عذابات ان پر آئے یہ وہی ہیں جو موسیٰ کی زبان سے بیان ہوئے۔ ان میں سے پہلا عذاب یہ آیا کہ جب صدقیایا (صدیقیہ) نامی شخص بادشاہ بنا تو اس وقت ایک نبی مبعوث ہوا جو راہ حق دکھاتا تھا اور ان کے معاملات کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا تھا۔ اس پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی البتہ وہ انہیں تورات کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے' گناہوں سے منع کرتے اور جن نیک اعمال کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا' انہیں اپنانے کی ترغیب دیتے۔ اس نبی کا نام شعیا بن ارمیا تھا۔ اس کی بعثت عیسیٰ' ذکریا اور یحییٰ کی بعثت سے قبل تھی۔ شعیاؑ نے آنحضور ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کی بشارت دی۔

بابل کے بادشاہ کا حملہ:

جب اس بادشاہ کی حکومت کا دور ختم ہوا اور ان کے برے اعمال بڑھ گئے حالانکہ شعیا اس وقت موجود تھے تو اللہ تعالیٰ بابل کے بادشاہ سخاریب کو بھیجا جس کا لشکر چھ لاکھ جھنڈوں پر مشتمل تھا۔ وہ سارے علاقوں کو فتح کرتا ہوا بیت المقدس پہنچا۔ اس وقت بنی اسرائیل کا بادشاہ بیمار تھا اور اس کی پنڈلی میں زخم تھا۔ شعیا علیہ السلام اس کے پاس گئے۔ اور کہا: اے بنی اسرائیل کے حاکم بابل کا حکمران سخاریب یہاں پر اترا ہے اور اس کا لشکر چھ لاکھ جھنڈوں پر مشتمل ہے جس سے لوگ بہت گھبرا چکے ہیں اور ڈرے ہوئے ہیں۔

بادشاہ کی تشویش:

بادشاہ یہ سن کر پریشان ہو گیا۔ اس نے کہا اے اللہ کے نبی! ان حالات کے بارے میں کیا آپ کے پاس کوئی وحی نہیں آئی کہ جس میں بتلایا گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور اس سخاریب اور اس کے لشکر کا کیا انجام ہوگا۔ اللہ کے نبی نے جواب دیا کہ فی الحال اس معاملے کے متعلق کوئی وحی نہیں آئی۔

وحی الٰہی:

ابھی وہ اسی حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیا علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی' کہ تم بنی اسرائیل کے بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ خود حکومت چھوڑ کر اپنے خاندان میں سے جسے وہ چاہے حکومت سپرد کر دے۔ شعیا علیہ السلام بادشاہ کے پاس آئے اور اسے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم آیا ہے کہ تم خود حکومت چھوڑ کر اپنے خاندان میں سے جس کے لیے مناسب سمجھو' وصیت کر دو اس لیے کہ تمہیں موت آنے والی ہے۔

بادشاہ کی اللہ کے حضور التجا:

جب بادشاہ نے یہ بات سنی تو وہ بیت المقدس آیا نماز پڑھی اور تسبیح و تقدیس کی پھر زور و کر دعا کرنے لگا' وہ آہ و زاری' اللہ پر بھروسہ اور سچے دل سے دعا کرنے لگا تھا۔

اے سب کے پروردگار! اے سب کے معبود! اے پاکیزہ اور مقدس ذات! یا رحمان یا رحیم! اے وہ مہربان ذات جسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ! میرے فعل' عمل اور بنی اسرائیل کے ساتھ میرے سلوک کا خیال کیجیے' یہ سب آپ کی توفیق سے ہوا۔ آپ میرے پوشیدہ و ظاہر کو جانتے ہیں۔

قبولیت دعا:

یہ بادشاہ نیک آدمی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور شعیا علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ صدیقہ (بادشاہ) کو بتلا دو کہ میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے اور اس پر رحم فرما دیا ہے اور اس کی عمر میں پندرہ سال کا اضافہ کر لیا ہے اور اسے اس کے دشمن سخاریب سے بچا لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا:

جب شعیا علیہ السلام نے اسے یہ خوشخبری سنائی تو اس کا غم اور دکھ دور ہوا۔ وہ فوراً سجدہ میں گر گیا اور کہا اے میرے اور میرے آباؤ اجداد کے معبود! میں نے تجھے سجدہ کیا اور تیری تسبیح کی' تیری عزت کی اور تیری بزرگی کو تسلیم کیا' تو جسے چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے۔ تو ظاہر اور باطن کو جاننے والا ہے' تو اول و آخر ہے' تو ظاہر و باطن ہے تو بے قراروں پر رحم کرتا ہے اور ان کی دعا قبول کرتا ہے' تو نے ہی میری دعا کو قبول کیا اور میرے حال پر رحم فرمایا۔

دشمنوں کے خلاف نصرت الٰہی:

جب بادشاہ نے سجدے سے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے شعیا علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ صدیقہ سے کہو کہ وہ میرے بندوں میں سے کسی بندے کو کہے کہ اس کے لیے انجیر کا پانی لائے اور پھر اس پانی کو صبح و شام اپنے زخم پر ملے تو وہ صحت یاب ہو جائے گا' چنانچہ

اس نے ایسا ہی کیا تو اس کا زخم ٹھیک ہوگیا۔ بادشاہ نے شعیا علیہ السلام سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھئے کہ وہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہے۔ شعیا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو جواب آیا اسے کہ میں تمہارے دشمنوں کے لیے کافی ہوں اور میں تمہیں ان سے نجات دوں گا۔ سخاریب اور خطابت کرنے والوں میں سے پانچ آدمیوں کے علاوہ باقی تمام لوگوں کو ہلاک کردوں گا۔

اسلامی لشکر کو بخیر و عافیت بچالانا:

اگلے دن جب صبح ہوئی تو آواز لگانے والے نے شہر کے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز لگائی کہ اے بنی اسرائیل کے بادشاہ! اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے تمہارے دشمنوں کے لیے کافی ہوگیا' اب باہر آؤ بے شک سخاریب اور اس کا لشکر ہلاک ہوگیا۔ جب بادشاہ باہر آیا اور سخاریب کو تلاش کیا تو اسے مردہ لوگوں میں نہ پایا اس کی تلاش میں آدمی بھیجے ان تلاش کرنے والوں نے سخاریب اور اس کے ساتھ پانچ محررین کو گرفتار کرلیا ان میں سے ایک بخت نصر تھا انہیں ایک بڑی مسجد میں جمع کیا گیا جب بادشاہ نے ان کو آکر دیکھا تو فوراً سجدے میں گر گیا اور سورج طلوع ہونے سے عصر تک سجدے میں رہا۔

دونوں بادشاہوں کی باہمی گفتگو:

پھر اس نے سخاریب سے کہا۔ ہمارے خدا نے تمہارے ساتھ جو معاملہ کیا تم اسے کیسا سمجھتے ہو؟ کیا اس نے اپنی طاقت اور قوت سے تم کو ہلاک نہیں کیا حالانکہ ہم اور آپ غفلت میں تھے۔ سخاریب نے جواب دیا مجھے اپنے شہر سے نکلنے سے پہلے تمہارے رب کی مدد و نصرت اور تم پر اس کی رحمت کی اطلاع دی گئی لیکن میں نے اس خبر کی پیروی نہ کی اور میری عقل کی کمی نے میری بدبختی میں اضافہ کے سوا کچھ نہ کیا اگر میں اس خبر پر توجہ کرتا اور سمجھ سے کام لیتا تو تم سے جنگ نہ کرتا لیکن میری بدبختی مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر غالب آگئی۔

بنی اسرائیل کے بادشاہ نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو ہماری طرف سے تمہارے لیے کافی ہوگیا۔ اس نے تمہیں اور تمہارے پانچ ساتھیوں کو اس لیے زندہ نہیں چھوڑا کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت حاصل ہے بلکہ اس لیے تمہیں بچایا کہ وہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے ساتھ اور برا سلوک کرنا چاہتا ہے تاکہ دنیا کے اندر تمہاری بدبختی اور آخرت میں تمہارے لیے عذاب میں اضافہ ہو اور تاکہ تم آنے والوں کو اس معاملہ کی خبر دو اور انہیں ہمارے سامنے آنے سے ڈراؤ' اگر یہ بات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ تمہیں باقی نہ رکھتا۔ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے خون کی قیمت ایک ٹڈی کے خون کے برابر بھی نہیں۔

سخاریب کا بادشاہ سے التجا کرنا:

پھر بنی اسرائیل کے بادشاہ نے انہیں حکم دیا انہیں بیت المقدس کے گرد گھمایا جائے اور روزانہ ستر چکر لگوائے جائیں۔ چنانچہ ان کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا اور خوراک کے طور پر ان میں سے ہر آدمی کو جو کی دو روٹیاں دی جاتیں۔ یہ دیکھ کر سخاریب نے بنی اسرائیل کے بادشاہ سے کہا اس سلوک سے بہتر یہی ہے تم مجھے قتل کردو۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے بادشاہ نے ان سب کو قتل گاہ لے جانے کا حکم دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے شعیا علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ سخاریب اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دو تاکہ یہ دوسرے لوگوں کو ڈرائیں اور ان کا اکرام کرکے اور سواری کا انتظام کرکے روانہ کرو تاکہ یہ اپنے شہر پہنچ جائیں۔ شعیا علیہ السلام نے یہ خبر بادشاہ کو سنائی' اس نے اسی کے مطابق عمل کیا۔

سخاریب کی بابل واپسی:

سخاریب اوراس کے ساتھی رہائی حاصل کر کے بابل پہنچے۔ وہاں انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے حالات سنائے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لشکروں کو تباہ کیا۔ اس وقت بابل کے جادوگروں اور کاہنوں نے کہا اے بابل کے بادشاہ ہم نے پہلی ہی ان کے رب اور ان کے نبی کی خبر دی تھی لیکن آپ نے ہماری بات نہ مانی' وہ ایسی قوم ہے جس کے رب کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

سخاریب کی وفات:

سخاریب کے اس انجام سے لوگ اور پریشان ہو گئے اس کا وجود دوسرے لوگوں کے لیے عبرت بن گیا۔ سخاریب اس کے بعد سات سال تک زندہ رہا اور پھر فوت ہو گیا۔

☆ بعض اہل کتاب کا کہنا ہے کہ بنی اسرائیل کے جس بادشاہ پر سخاریب نے حملہ کیا تھا وہ لنگڑا تھا اس کا لنگڑاپن عرق النساء بیماری کی وجہ سے تھا سخاریب نے اس کے لنگڑے پن اور کمزوری کی وجہ سے اس پر حملہ کرنے کی خواہش کی تھی۔ سخاریب سے پہلے بابل کے ایک اور بادشاہ جس کا نام لیفر تھا اس نے بھی حملہ کیا تھا۔ بخت نصر اس کا چچازاد بھائی اور کاتب تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر تیز ہوا بھیجی جس سے اس کا لشکر ہلاک ہو گیا۔ وہ اور اس کا کاتب بھاگ آئے۔ بابل واپس آئے تو اس کے بیٹے نے اسے قتل کر دیا۔ بخت نصر نے غصے میں آ کر اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد سخاریب بادشاہ بنا اس کا تعلق آذربائیجان کے علاقے نینویٰ سے تھا آذربائیجان کے بادشاہ کا سلیمان الاعسر تھا سخاریب اور سلمان کے درمیان اختلافات ہوئے دونوں کے درمیان جنگ ہوئی دونوں کے لشکر تباہ ہو گئے اور ان کا مال غنیمت بنی اسرائیل کے ہاتھ آیا۔

☆ تیسرا قول یہ ہے کہ سخاریب سے جنگ کرنے والے بادشاہ کا نام حزقیا تھا جو شعیا علیہ السلام کے دور میں تھا۔ جب سخاریب نے بیت المقدس کو گھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے اسے اور اس کی فوج کے چھیاسی ہزار آدمیوں کو ایک رات میں قتل کر دیا۔ اس کی حکومت انیس سال تک رہی۔

حزقیا کے جانشین:

حزقیا کے بعد اس کا بیٹا منشا بادشاہ بنا۔ اس کا انتقال پچپن برس کی عمر میں ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا امون بادشاہ بنا۔ بادشاہ بننے کے بعد بارہ سال بعد اس کے ساتھیوں نے اسے قتل کر ڈالا اس کے بعد اس کا بیٹا یوشیا بن امون بادشاہ بنا جسے اکتالیس سال بعد مصر کے بادشاہ فرعون الاجدع نے قتل کیا اس کے بعد اسی کا بیٹا یاھوحاز بن یوشیا بادشاہ بنا اور اس پر خراج عائد کر دیا۔ یوقاقیم اسے بارہ سال تک خراج ادا کرتا رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یویاحین بن یویاقیم بادشاہ بنا۔ اس کی حکومت کے تین ماہ بعد بخت نصر نے اس سے جنگ کی اور اسے قید کر کے بابل لے آیا۔ اور اس کی جگہ پر اس کے چچا صدیقیا (یا صدقیا) کو بادشاہ بنایا گیا۔ صدیقیا نے اس کی مخالفت کی تو اس نے جنگ کی اور اسے قید کر کے بابل لے آیا سب سے پہلے اس کے بیٹے کو اس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا پھر اس کی آنکھیں نکالیں اور ایلیا شہر اور ہیکل سلیمانی کو تباہ کیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے آیا بنی اسرائیل کے لوگ بابل ہی میں رہے یہاں تک کہ کیرش بن جاماسب نے اس سب کو چھڑوایا کیونکہ اس کی اور بنی اسرائیل کی باہمی قرابت تھی اس لیے کہ اس کی والدہ نے اویل اسرائیل سے اس کی بیٹی خریدی اور اس کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ اس کے بعد بیت المقدس اور شام یشتاسب بن

لہراسب کے قبضہ میں آ گیا اور اس کا عامل بخت نصر مقرر کیا گیا۔

ابن اسحاق سے روایت:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جب بنی اسرائیل کے بادشاہ صدیقہ میں لنگڑا پن ظاہر ہوا تو وہاں کے لوگوں میں بادشاہت حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا تو اس مقصد کے لیے ان میں باہمی قتال شروع ہو گیا اور کئی لوگ قتل ہو گئے۔ شعیا علیہ السلام اس وقت قوم میں موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شعیا علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اپنی قوم میں کھڑے ہو جاؤ اور ہماری وحی پڑھ کر سناؤ۔ شعیا علیہ السلام قوم کے سامنے کھڑے ہوئے' اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کے الفاظ جاری کیے جس میں وعظ و نصیحت اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر تھا اور انہیں آپس میں لڑنے کے بجائے دشمن سے لڑنے کا حکم دیا گیا تھا۔

شعیا علیہ السلام پر آرا چلنا:

جب شعیا علیہ السلام یہ کہہ کر واپس ہوئے تو قوم کے لوگ انہیں قتل کرنے کے لیے دوڑے۔ یہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک درخت میں جا کر پناہ لی' درخت پھٹ گیا اور یہ اس میں داخل ہو گئے شیطان نے آپ کو جا لیا اور آپ کے کپڑے کا کونہ پکڑ لیا تا کہ ان لوگوں کو دکھا سکے کہ شعیا علیہ السلام یہاں ہے۔ جب وہ آئے شعیا علیہ السلام کو یہاں دیکھا تو آپ پر آرا چلا دیا یہاں تک کہ آپ کے جسم کے دو حصے ہو گئے۔

لہراسب اور اس کے بیٹے یشتاسب کے حالات اور تخت نشینی کے بعد لہراسب کا خطاب:

فارس کے اندر کیخسرو کے بعد لہراسب بادشاہ بنایا گیا کیونکہ کیخسرو نے اسے بادشاہ بنانے کے لیے کہا تھا۔ جب اس کے سر پر تاج رکھا گیا تو اس نے جواب دیا: ''ہم حسن سلوک کو دوسری چیزوں پر ترجیح دیتے ہیں'' اس کا تخت سونے کا بنایا گیا اور اس پر مختلف قسم کے جواہرات اور موتی لگائے گئے اس کے حکم سے خراسان کے اندر بلخ شہر تعمیر کیا گیا' اس نے اس شہر کا نام الحسناء رکھا۔ اس نے سرکاری ریکارڈ مرتب کرائے اور جنگ کے لیے فوج مخصوص کر کے اپنی حکومت کو مضبوط کیا زمین کو آباد کیا اور لشکر کی تنخواہوں کے لیے خراج مقرر کیا اور بخت نصر کی طرف بڑھا۔ بخت نصر کا فارسی نام بخت رشہ ہے۔

شامیوں کے خلاف جنگ:

ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ لہراسب قبوس کا بھتیجا تھا اس نے بلخ شہر تعمیر کیا۔ اس کے دور میں ترکیوں کی شوکت بہت بڑھ گئی اس کا دارالخلافہ بلخ تھا وہ ترکیوں سے جنگ کرنا چاہتا تھا' بخت نصر بھی اس زمانہ میں تھا اس کا گورنر اہواز سے روم کے علاقے تک حکمران تھا اس سے بطور رہن کچھ افراد لیے اور واپس چلا گیا جب وہ طبریہ پہنچا اور بنی اسرائیل کی حالت کچھ بہتر ہوئی تو انہوں نے اسے حملہ کر کے قتل کر دیا۔ اور کہا کہ تو نے اہل بابل کو رہن رکھا اور ہمیں ذلیل کیا۔ لشکر کے کمانڈر نے تمام حالات سے بخت نصر کو آگاہ کیا' بخت نصر نے یہ پیغام دیا کہ وہ اپنی جگہ پر رہیں یہاں تک کہ وہ خود ان سے ملے۔ اور آ کر سرہون لوگوں کو قتل کرے چنانچہ بخت نصر بیت المقدس آیا اور اس نے جنگ سے شہر فتح کیا۔ جنگجوؤں کو قتل کیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کیا۔

ارمیا نبی قید میں:

راوی کہتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ بنی اسرائیل کی قید کے اندر ایک نبی ارمیا علیہ السلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبی بنا کر

بھیجا تھا۔ بعد میں بخت نصر نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا' یہ انہیں اس کے متعلق ڈراتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر تم نے بداعمالیوں کو ترک نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو تمہارے جنگجوؤں کو قتل کرے گا اور عورتوں اور بچوں کو قید کرے گا۔

ارمیا کی رہائی:

مذکورہ جنگ ہونے کے بعد بخت نصر نے امیا علیہ السلام سے پوچھا: آپ کا کیا معاملہ ہے۔ آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قوم کی طرف بھیجا ہے تا کہ انہیں وہ اس آنے والی مصیبت سے ڈرائے لیکن انہوں نے اسے قید میں ڈال دیا اور جھٹلایا۔ بخت نصر نے کہا: کتنی بری ہے وہ قوم جس نے اپنے رب کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی نافرمانی کی' اور پھر ارمیا علیہ السلام کو چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا۔

بنی اسرائیل کی توبہ:

ارمیا علیہ السلام کے پاس بنی اسرائیل کے باقی ماندہ کمزور لوگ' آئے اور کہا کہ بے شک ہم نے برا کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا اب ہم اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہماری توبہ قبول کرلیں۔ ارمیا علیہ السلام نے دعا کی تو وحی آئی کہ یہ لوگ اپنی توبہ میں سچے نہیں۔ اگر یہ واقعی سچے ہیں تو آپ کے ساتھ اسی شہر میں ٹھہرے رہیں۔ اور پھر آپ انہیں اللہ تعالیٰ کے احکام بتائیں۔ جب ارمیا علیہ السلام نے انہیں اسی شہر میں رہنے کو کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ایسے شہر میں کیسے رہ سکتے ہیں جسے تباہ کر دیا گیا اور اس کے رہنے والوں پر ظلم ڈھایا گیا اور یہ کہ کر اس شہر میں رہنے سے انکار کر دیا۔

بخت نظر کا مصر کے بادشاہ کو خط:

بخت نصر نے مصر کے بادشاہ کے نام خط لکھا میرے غلام بھاگ کر تمہارے علاقے میں آ گئے ہیں انہیں میری طرف واپس بھیج دو ورنہ میں تمہارے ساتھ جنگ کروں گا اور تیرے شہروں کو روند ڈالوں گا۔ مصر کے بادشاہ نے جواب دیا کہ وہ تمہارے غلام نہیں بلکہ آزاد ہیں اور آزاد لوگوں کی اولاد ہیں۔ بخت نصر نے اس سے جنگ کی اور اسے قتل کر دیا اور مصر کے لوگوں کو قید کر لیا۔ پھر وہ مغربی علاقے کی طرف بڑھا اور انتہائی مغربی کنارے تک پہنچ گیا۔

بنی اسرائیل کی یثرب واپسی:

اس وقت بنی اسرائیل گروہوں میں بٹ گئے۔ اور حجاز' یثرب' وادی القریٰ اور دیگر علاقوں میں آباد ہو گئے۔

قدرت کا ارمیا علیہ السلام پر نیند طاری کرنا:

پھر اللہ تعالیٰ نے ارمیا علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں بیت المقدس کو آباد کرنے والا ہوں تم اس علاقے میں آ جاؤ ارمیا علیہ السلام چل کر وہاں آئے تو یہ ویران تھا دل میں کہنے لگے ''سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شہر میں آنے کا حکم دیا اور بتلایا کہ میں اسے آباد کرنے والا ہوں لیکن اسے کب آباد کرے گا اور اس کے مردہ ہونے کے بعد اسے کب زندہ کرے گا۔ پھر اپنا سر زمین پر رکھا اور سو گئے۔ آپ کے پاس ایک گدھا اور ایک ٹوکری تھی جس میں کھانا تھا نیند کی حالت میں ان پر ستر سال گزر گئے یہاں تک کہ بخت نصر کی بادشاہت اور بخت نصر ختم ہو گئے۔ اور اس کے اوپر بڑے بادشاہ لہراسب کی حکومت بھی ختم ہو گئی اور لہراسب کی حکومت ایک سو بیس سال تک رہی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا بشتاسب بادشاہ بن چکا تھا وہ شام کے علاقے سے گزرا تو یہ علاقہ ویران پڑا تھا' فلسطین کے علاقے میں درندے آباد ہو چکے تھے۔ کوئی انسان باقی نہیں رہا تھا تو اس نے بابل جا کر یہ اعلان کیا کہ بنی اسرائیل میں سے جو شخص

شام جانا چاہے جا سکتا ہے اور ان پر داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص کو حاکم بنا دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ بیت المقدس کی تعمیر کرے اور اس کی مسجد بنائے بنی اسرائیل کے لوگ واپس آ گئے اور اس علاقے کو آباد کیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے ارمیا علیہ السلام کو نیند سے بیدار کیا وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے اور سوچنے لگے کہ یہ شہر کیسے آباد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر سلا دیا یہاں تک کہ پورے سو سال گزر گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھایا تو وہ سوچ رہے تھے کہ وہ ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں سوئے جب وہ سوئے تھے تو شہر ویران تھا اب شہر کو آباد دیکھ کر کہنے لگے میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے بنی اسرائیل بیت المقدس میں رہنے لگے ان کی حکومت واپس لوٹ آئی اور ان کی تعداد بڑھنے لگی یہاں تک کہ پھر جب نافرمان بادشاہ آ گئے تو ان پر روم غالب ہو گئے اور ان کی جماعت باقی نہ رہی۔

یشتاسب اور زرتشت:

ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ یشتاسب کے دور حکومت میں ذرادشت (زرتشت) ظاہر ہوا جس کے بارے میں مجوسیوں کا خیال ہے کہ وہ ان کا نبی تھا بعض اہل کتاب کا خیال ہے کہ ذرادشت کا تعلق فلسطین سے تھا اور وہ ارمیا علیہ السلام کے خاص طلبا کا خادم تھا ان کے پاس رہتا تھا کہ اچانک ان کے ساتھ خیانت کی اور ان پر جھوٹ باندھا جس پر اللہ کے نبی نے اس کے خلاف بددعا کی وہ وہاں سے بھاگ کر آذر بائیجان آ گیا اور وہاں سے مجوسیت کی بنیاد رکھی۔ پھر وہاں سے یشتاشب کی طرف آیا جو اس وقت بلخ میں تھا۔ جب اس کے پاس پہنچا اور اس کے سامنے اپنے دین کی تشریح کی تو اسے بہت پسند آئی اور اس نے ان لوگوں کو اس مذہب میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ لوگوں نے مخالفت کی تو اس کی وجہ سے اس کی رعیت میں جنگ چھڑ گئی۔ اور کئی قتل ہو گئے۔ اس وقت یشتاشب کی عمر ایک سو بارہ سال تھی۔

☆ دیگر مؤرخین کا خیال ہے کہ یشتاسب اپنے ملک میں پسندیدہ حکمران تھا۔ ایران شہر (یعنی عراق' فارس' اور خراسان وغیرہ) کے حکمران کے بارے میں بہت سخت تھا اور اپنے ساتھیوں کا بہت خیال رکھتا تھا' بہت باہمت تھا اور عمارتیں تعمیر کرنے' نہریں کھودنے' شہر آباد کرنے کا بہت اہتمام کرتا تھا روم' مغرب اور ہندوستان کے بادشاہ ہر سال اسے مقرر ٹیکس ادا کرتے تھے اور خط و کتابت میں اس کی بہت تعظیم کرتے تھے اور اس کا اقرار کرتے تھے کہ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے جو ہیبت اور رعب والا ہے۔

☆ ایک قول یہ ہے کہ بخت نصر نے یروشلم سے بہت سا خزانہ اور مال و دولت لہراسب کی طرف بھیجا لیکن جب اس نے محسوس کیا کہ اس کی حکومت کمزور ہو چکی ہے تو اس نے اپنے بیٹے یشتاسب کو حکمران بنایا اور خود حکومت سے دستبردار ہو گیا کہا جاتا ہے کہ اس کی حکومت ایک سو بیس سال تک رہی۔

بخت نصر:

یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ بخت نصر (یا بخت رشہ) جس نے بنی اسرائیل سے جنگ کی' یہ عجمی شخص تھا' اس کے والد کا نام جوذرز تھا یہ تین سو سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہا۔ یہ یشتاسب کے والد لہراسب کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ لہراسب نے اسے شام اور بیت المقدس کی طرف بھیجا تا کہ وہ وہاں سے یہودیوں کو نکالے۔ یہ وہاں گیا اور پھر واپس آیا۔ پھر لہراسب کے بعد یہ یشتاسب کی خدمت میں رہا۔ اس کے بعد یمن کے پاس رہا۔ اس وقت بہمن بلخ (جسے الحسنا بھی کہتے ہیں) میں رہتا تھا۔ اس نے

بخت نصر کو دوبارہ بیت المقدس کی طرف بھیجا تا کہ وہاں سے یہودیوں کو جلاوطن کرے۔

بخت نصر کا شام جانا:

بخت نصر کو شام بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ وہاں کے لوگوں نے بہمن بادشاہ کے قاصدوں کو قتل کیا۔ جب بہمن کو اس بات کی اطلاع ملی تو اس نے بخت نصر کو بلا کر اسے بابل کا حکمران بنایا پھر اسے بیت المقدس اور شام کے علاقے میں جانے کا حکم دیا اور اسے یہودیوں کو قتل کرنے اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنانے کا حکم دیا۔ اور اسے مملکت میں سے اپنے پسند سے دارایوش بن مہدی کو کہ ماذی بن یافث بن نوح کی اولاد سے تھا اور بخت نصر کا بھتیجا تھا' اسے منتخب کیا۔ اس کے علاوہ بیت المال کے خازن کیرش کیکوان اور اس کے بیٹے اخشو پرش بن کیرش اور لہرام بن کیرش کو منتخب کیا اور ان کے ساتھ ان کے اہل خانہ اور خاص لوگ شامل کیے گئے اور ان میں ہر ایک کے ساتھ تین سو آدمی ملائے اس کے علاوہ سرکاری فوج سے پچاس ہزار آدمی لیے۔ بادشاہ نے اسے مناسب حال جنگ کرنے کی اجازت دی۔ اور پھر اس کے ساتھ بابل آیا اور وہاں ایک سال تک لشکر تیار کراتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک بہت بڑی مسلح جماعت تیار ہوگئی فوج میں سہہ ایک بہت بڑی مسلح جماعت تیار ہوگئی فوج میں سخاریب کا وہ بیٹا بھی شامل تھا جس نے حزقیا بن احاز سے جنگ کی۔ حزقیا وہ بادشاہ ہے جو شعیا علیہ السلام کے دور میں شام اور بیت المقدس کا حکمران تھا اور سلیمانؑ بن داؤدؑ کی اولاد میں سے تھا۔

بخت نصر کا نسب نامہ:

بخت نصر کا نسب نامہ یہ ہے بخت نصر بن نبوزلادان بن سخاریب بن لابیا بن سلامون بن داؤد بن طامی بن ھامل بن ھرمان بن خودی بن ہمول بن درمی بن قمائل بن صاما بن رغما بن غرود بن کوشی بن حام بن نوح علیہ السلام۔

بخت نصر کا بیت المقدس آنا:

بیت المقدس آنے کا سبب یہ تھا کہ حزقیل علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے اس کے دادا سخاریب سے جنگ کی تھی۔ اسی کو حیلہ بنا کر اس نے بہت بڑا لشکر بیت المقدس کی طرف بھیجا اور خود بھی پیچھے آیا۔ جب دونوں کے لشکر آپس میں ملے تو جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخت نصر کی مدد کی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کے لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے سزا دینے کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ جب بخت نصر نے انہیں قید کیا بیت المقدس کو شہید کیا اور بابل واپس لوٹ آیا۔ اس وقت اس کے ساتھ بنی اسرائیل کا بادشاہ یوحنا (یویاحن) بن یویاقیم بھی تھا جو کہ سلیمان کی اولاد میں سے تھا اور یہ اپنے چچا متینا کے بعد بادشاہ بنا۔ اس نے اس کا نام مرقیا رکھا تھا۔

بخت نصر کا مرقیا پر حملہ:

بخت نصر واپس بابل آ گیا (اور مرقیا وہیں ٹھہر گیا) تو مرقیا نے بخت نصر کی مخالفت کی جس کی وجہ سے بخت نصر نے ایک بار پھر حملہ کیا' شہر اور ہیکل سلیمانی کو تباہ کیا اور مرقیا کو باندھ دیا اور اسی حالت میں اسے بابل لے آیا۔ اس کے بیٹے کو ذبح کیا اور اس کی آنکھوں میں لوہے کی سلاخیں ڈالیں اور بنی اسرائیل کو بھی ساتھ لایا۔ بنی اسرائیل ایک عرصہ تک بابل میں رہے اور پھر واپس لوٹ گئے۔ بخت نصر کا غلبہ اس کی موت تک رہا جو کہ چالیس سال کے عرصہ پر محیط ہے۔

بخت نصر کا جانشین:

بخت نصر کے بعد اس کا بیٹا اولمرودخ بادشاہ بنا۔ اس کی حکومت تیئس سال تک رہی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا بل تشعر بن اومرودخ بادشاہ رہا۔ جب وہ بادشاہ بنا تو اس نے امور نے کچھ تبدیلی کی چنانچہ اس نے بہمن کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ پر بابل اور اس کے گردونواح میں داریوش الماذوی کو گورنر بنایا۔ یہ تبدیلی اس وقت عمل میں آئی جب وہ مشرقی ممالک میں جا رہا تھا۔ پھر یہ بھی قتل ہو گیا تو اس کی جگہ بہمن بادشاہ بنا تو اس نے داریوش کو معزول کر کے اس کی جگہ کیرش کو گورنر بنایا۔

اسرائیلیوں کو نجات:

کیرش نے بہمن سے سفارش کی کہ وہ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے اور وہ جہاں رہنا چاہیں انہیں وہیں رہنے کی اجازت دے دے یہ انہیں اپنی زمین (شام) کی طرف جانے دے اور جسے وہ پسند کریں اسے ان پر حکمران بنا دے۔ چنانچہ بہمن نے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے دانیال کو اپنے لیے پسند کیا تو اسے ان پر حکمران بنا دیا۔ کیرش کی حکومت بابل اور اس کے گردونواح میں تین سال تک رہی۔ بخت نصر کے انتقال سے لے کر کیرش کے انتقال کا زمانہ ستر برس کا ہے جس میں بیت المقدس ویران رہا اور یہ سب بخت نصر کی حکومت کے آغاز و اختتام اس کی اولاد کیرش کے دور حکومت پر مشتمل ہے۔

اخشورش کی گورنری:

کیرش کے بعد بابل اور اس کے گردونواح کے لیے بہمن نے اپنے رشتہ دار اخوارش بن کیرش کو منتخب کیا اور وہ عالم کے لقب سے پہچانا جاتا تھا۔ اخشورش ان چار آدمیوں میں سے ہے جنہیں بخت نصر نے شام جاتے ہوئے منتخب کیا تھا۔ اخشورش کامیاب ہو کر بخت نصر سے بہمن کے پاس آیا۔ اس نے اسے بابل اور اس کے گردونواح کا گورنر بنایا۔

گورنر کیوں بنایا گیا:

اس کے گورنر بننے کا سبب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ بہمن کی طرف سے ایک شخص ہندوستان اور سزہ کے علاقے کا حاکم تھا جس کا نام کراردتھا' اس نے بہمن کی مخالفت کی اور اس کے پاس چھ لاکھ فوج بھی تھی۔ اس وقت بہمن نے اخشورش کو گورنر بنایا اور اس کرارد شیر کے مقابلے میں بھیجا۔ اخشورش نے اس سے مقابلہ کیا' اسے اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو قتل کیا۔

مزید علاقوں کی گورنری:

بہمن نے اس کی گورنری کی حدود میں اضافہ کر دیا اور کئی شہر مزید دے دیئے۔ وہ سوس میں اترا۔ وہاں بہت سے سرداروں کو جمع کیا اور ان کی گوشت اور شراب سے ضیافت کی۔ اب اس کا دائرہ حکومت بابل سے لے کر ہندوستان' حبشہ اور سمندر کے قریبی علاقوں تک پھیل گیا تھا اس نے ایک فوج تیار کی جس میں ایک سو بیس کمانڈر تھے اور ہر کمانڈر کے ماتحت ایک ہزار بہادر جنگجو تھے کہ ان میں سے ہر جنگجو سو آدمیوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ اس نے بابل کو دارالخلافہ بنایا البتہ اکثر اوقات سوس میں رہتا تھا۔

اخشورش کی شادی:

اخشورش نے بنی اسرائیل کی ایک عورت اشتر سے شادی کی اشتر کی پرورش اس کے چچا زاد بھائی مروخی نے کی تھی جو اس کا

رضاعی بھائی بھی تھا اس لیے کہ مروخی کی والدہ نے اشتر کو دودھ پلایا تھا۔ اس سے شادی کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ بنی اسرائیل کے اندر وشتا نامی عورت رہتی تھی۔ جو بہت ہی خوبصورت اور حسین تھی۔ اخشورش نے اسے حکم دیا کہ وہ باہر نکلے تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور حسن و جمال کو پہچانیں لیکن اس نے نکلنے سے انکار کر دیا تو اخشورش نے اسے قتل کر ڈالا اس قتل کی وجہ سے بہت خوف ہراس پھیل گیا چنانچہ اس نے بنی اسرائیل کی ساری عورتوں کو اس کے سامنے کر دیا' ان میں سے اسے اشتر پسند آئی اور اس نے اس سے نکاح کر لیا۔

اخشورش کا دین بنی اسرائیل قبول کرنا:

نصاریٰ کا خیال ہے کہ جب اخشورش بابل جا رہا تھا تو اس وقت اشتر سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام کیرش رکھا گیا۔ اخشورش کی حکومت چودہ سال رہی۔ اس نے مروخی سے تورات پڑھی اور بنی اسرائیل کے دین میں داخل ہو گیا۔ دانیال علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں جیسا حنیا' میشائیل اور عازریا وغیرہ سے دینی احکام سیکھے۔ انہوں نے اخشورش سے بیت المقدس جانے کی اجازت چاہی لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میرے پاس ہزار نبی بھی ہوں تو میں زندگی بھر ان کو اپنے سے جدا نہیں کروں گا۔ پھر اس نے دانیال علیہ السلام کو قاضی مقرر کیا اور اسے تمام معاملات خصوصاً بیت المقدس سے آئے وہ خزانے جنہیں بخت نصر لے کر آیا تھا' اس کا نگران بنایا اور انہیں واپس کرنے کا حکم دیا بیت المقدس کی تعمیر شروع ہوگئی اور اس کی تکمیل کیرش بن اخشورش کے دور میں ہوئی۔ کیرش کا دور حکومت بائیس سال پر مشتمل تھا۔ اس کے دور حکومت میں بہمن اور خمانی اس کے اوپر کے حکمران رہے۔ جب کیرش کی حکومت کے تیرہ سال پورے ہوئے تو بہمن کا انتقال ہو گیا اور خمانی کے دور حکومت میں چار سال تک گورنر رہا اور کل عرصہ حکومت بائیس سال تھا۔

یہ تفصیل ان واقعات سے متعلق تھی جو بخت نصر' بنی اسرائیل اور ان کے درمیان جنگی حالات وغیرہ کے بارے میں تھی۔

بخت نصر

اسرائیلی روایت:

سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا:

﴿ وَ بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِيْ بَأْسٍ شَدِيْدٍ ﴾ (بنی اسرائیل)

''ہم نے تمہارے مقابلے میں ایسے بندے بھیجے جو بڑے جنگجو تھے''۔

تو وہ رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے' اس نے قرآن مجید کو بند کیا اور کہا: جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ان پر یہ عرصہ گزرا پھر اس نے دعا کی: اے اللہ! جس شخص کے ذریعے بنی اسرائیل کی ہلاکت واقع ہوئی وہ مجھے دکھا دیجیے۔ اسے خواب میں دکھایا گیا وہ ایک مسکین تھا جس کا نام بخت نصر تھا۔ اور ایک بنی اسرائیل کا مالدار آدمی تھا وہ اپنے ساتھ سامان و دولت لے کر بابل کی طرف چل پڑا تو لوگوں نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ تجارت کرنا چاہتا ہوں بابل پہنچ کر اس نے ایک ایسی جگہ کرائے پر لے لی جہاں کوئی نہیں رہتا تھا۔ پھر وہاں سے مساکین کو بلوایا ان کے ساتھ حسن سلوک کیا اور انہیں مال عطا کرتا رہا یہاں تک کہ کوئی مسکین بھی باقی نہ رہا جس کو اس نے مال نہ دیا ہو۔ اس نے کہا کہ کوئی اور مسکین اور ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ فلاں جگہ پر فلاں قبیلہ کا مسکین باقی ہے جو کہ بیمار ہے اس کا نام بخت نصر ہے اس نے اپنے خادم سے کہا کہ مجھے اس کے پاس لے جاؤ۔ جب یہ

اس کے پاس پہنچا تو اس کی تیمارداری کی اور اس کا خیال کیا یہاں تک کہ وہ صحت مند ہو گیا' اسے لباس پہنایا اور بہت سامان بھی دیا پھر اس سے واپس آنے کی اجازت مانگی تو بخت نصر رو پڑا۔ اس اسرائیلی نے کہا کہ تو کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آپ نے میرے ساتھ اتنا حسن سلوک کیا ہے لیکن میرے پاس اس کا بدلہ دینے کے لیے کوئی چیز نہیں وہ بولا' ایک چیز ہے کہ جب تو بادشاہ بنے گا تو مجھے عطا کرے گا۔ بخت نصر نے جواب میں کہا کیا آپ میرے ساتھ استہزاء کرتے ہیں۔ تجھے تیرے سوال کے مطابق عطا کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں مگر یہ بات ہے کہ تم میرے متعلق کر رہے ہو اسرائیلی یہ سن کر رونے لگا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ جس کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ کر گزرتا ہے اور اسے اپنی کتاب میں لکھ دیتا ہے۔

بنی اسرائیل کی طرف جاسوس بھیجنا:

حوادثات زمانہ نے اپنا رنگ دیکھا اور فارس کے حکمران صیحون نے کہا: اے کاش! ہم شام کی طرف جاسوس بھیجتے حاضرین نے کہا ایسا کرنے میں آپ کو کیا نقصان ہے؟ وہ بولا: تمہاری رائے کیا ہے کہ کس کو بھیجا جائے؟ انہوں نے جواب دیا کہ فلاں کو چنانچہ اس نے ایک لاکھ درہم دے کر ایک آدمی کو روانہ کیا وہ آدمی چل کر شام آیا۔ وہاں جا کر اس نے دیکھا کہ اس کے لشکر کے گھوڑوں اور فوجیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے' جس سے اس کا دل مرعوب ہو گیا۔ اس نے اس وقت کسی سے کوئی بات نہ کی اور وہاں رہنے لگا وہ اہل شام کی مجالس میں بیٹھتا اور ان سے کہتا کہ کیا بات ہے کہ تم بابل کے حکمران سے جنگ نہیں کرتے؟ اگر تم اس سے جنگ کرو تو اس کے بیت المال میں کچھ بھی باقی نہ رہے گا انہوں نے جواب دیا ہمیں اچھی طرح لڑنا نہیں آتا اور ہم اس وقت تک جنگ نہیں کریں گے جب تک اہل شام کی مجالس قائم ہیں۔ اس نے واپس آ کر بادشاہ کو ان تمام حالات سے آگاہ کیا۔

حالات سے آگاہ ہونا:

پھر بخت نصر فارس کے بادشاہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مجھے بھیجا جائے تو اس کے علاوہ دوسری خبریں لاؤں گا اور میں ان کی مجالس میں بیٹھوں گا' بادشاہ نے اسے بھیجا واپس آ کر اس نے تمام حالات بتائے اور بتایا کہ میں ان کی مجلس میں بیٹھتا اور میں نے ان سے فلاں فلاں سوال کیے اور انہوں نے فلاں جواب دیئے۔

☆ تیسرا قول یہ ہے کہ بخت نصر نے بنی اسرائیل پہ اس وقت حملہ کیا جب انہوں نے یحییٰ علیہ السلام بن زکریا کو قتل کیا۔ سدی اپنے طریق روایت کرتے ہیں کہ صیحون نے بخت نصر کو اس وقت حملہ کرنے کے لیے بھیجا جب انہوں نے یحییٰ بن ذکریا کو قتل کیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیا علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل ہی کے ایک شخص یاشیہ بن اموص کو مبعوث فرمایا اور خضر علیہ السلام کو بھیجا۔ اور وہب منبہ کا خیال ہے کہ یاشیہ کے بجائے ارمیا بن حلقیا تھے جو کہ ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

ارمیاہ سے اللہ تعالیٰ کا خطاب:

وہب بن منبہؒ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ارمیا علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجا تو ان سے کہا: اے ارمیا! میں نے تجھے پیدا کرنے سے پہلے نبوت کے لیے منتخب کیا تھا۔ تیری والدہ کے پیٹ میں تیری تصویر بنانے سے پہلے تیری تعریف کی تھی۔ اور تیری ماں پیٹ سے نکلنے سے پہلے تجھے پاک کر دیا تھا' تیرے چلنے پھرنے کے قابل ہونے سے پہلے تجھے نبی بنا دیا تھا اور بالغ ہونے سے پہلے میرا امتحان لیا تھا (ایک روایت کے مطابق لیا تھا) اور تجھے ایک بہت بڑے کام کے لیے منتخب کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ

نے ارمیا علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے بادشاہ کی طرف بھیجا تا کہ آپ انہیں راہ ہدایت دکھائیں اور اس کی اصلاح کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی اسے سنائیں۔

ارمیاہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان طویل مکالمہ:

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ پھر بنی اسرائیل میں فسادات پھیل گئے' انہوں نے محارم کو بلال کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو احسانات کیے تھے خصوصاً سخاریب اور اس کے لشکر سے نجات دینے کے احسانات وغیرہ بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے ارمیا علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کے پاس جاؤ انہیں میرے احکام بتلاؤ میری نعمتیں ان کو یاد دلاؤ اور انہیں ان کے اعمال کے سبب آنے والے عذاب سے آگاہ کرو۔ ارمیا علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ میں کمزور ہوں اگر آپ مجھے قوی نہ کریں میں عاجز ہوں اگر آپ میرے اندر طاقت نہ پیدا کریں' میں غلطی کرنے والا ہوں اگر آپ مجھے سیدھی راہ نہ دکھائیں' میں شکست خوردہ ہوں اگر آپ میری نصرت نہ کریں میں ذلیل ہوں اگر آپ مجھے عزت عطا نہ کریں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

''کیا تجھے معلوم نہیں کہ تمام امور میری مشیت کے تابع ہیں اور تمام دل اور زبانیں تیرے قبضے میں ہیں۔ میں اللہ ہوں میرے جیسا کوئی نہیں۔ آسمان وزمین میرے ایک کلمے کی وجہ سے برقرار ہیں میں سمندروں سے بات کرتا ہوں وہ میرے قول کو سمجھتے ہیں۔ میں انہیں حکم دیتا ہوں وہ میرے حکم کا مفہوم سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں میں نے ان کے گرد خشکی کی حدیں مقرر کی ہیں' وہ ان حدود سے تجاوز نہیں کرتے وہ پہاڑوں جیسی موجیں لے کر آتے ہیں لیکن جب میری مقرر کردہ حدود تک پہنچتے ہیں تو میری اطاعت کے آگے اور میرے حکم کے اعتراف کی وجہ سے رک جاتے ہیں۔ میں تیرے ساتھ ہوں لہٰذا میرے ہوتے ہوئے تجھ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا میں نے تجھے اپنی مخلوقات میں سے بہت بڑی مخلوق میں بھیجا ہے تا کہ تو میرا پیغام پہنچائے اور جو لوگ تیری اتباع کریں ان کے اجر کا مستحق قرار پائے اور اس اتباع کی وجہ سے ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ اور اگر تو اپنے کام میں کوتاہی کرے گا تو اس کوتاہی کی وجہ سے پائی جانے والی کمی کا بوجھ اٹھانے اور اس کی وجہ سے کوتاہی کرنے والوں کے بوجھوں میں بھی کمی نہ ہوگی۔ اپنی قوم کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے آباء اجداد کا تقویٰ یاد دلاتا ہے کہ تم اسے یاد کر کے پرہیزگاری اختیار کرو اور اس کا اجر حاصل کرو۔ اس نے تمہارے آباء کو اپنی اطاعت میں اور تم کو نافرمانی میں مصروف پایا' کیا تم کسی ایسے آدمی کو جانتے ہو جس نے میری اطاعت کی اور وہ بدبخت ٹھہرایا یا کسی آدمی کو جانتے ہو جس نے میری نافرمانی کی اور وہ خوش نصیب بن گیا۔ یہ قوم تباہی کے دہانے تک پہنچ گئی' اس کے پادریوں اور بڑوں نے میرے بندوں کو اپنا غلام بنالیا کہ وہ مجھے چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں میری کتاب کو چھوڑ کر ان سے فیصلے کرواتے ہیں یہاں تک کہ وہ میرے حکم سے ناواقف ہیں اور میری یاد کو بھول چکے ہیں اور میرے سوا کسی کو لائق نہیں' وہ میری نافرمانی کر کے ان کی اطاعت اور میرے احکام چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے ہیں یہ مجھ پر جرات اور میرے بارے میں دھوکے کا شکار ہوتے ہیں اور میرے رسول پر بہتان باندھتے ہیں۔

مجھے میرے جلال' بلند مرتبہ ہونے اور بلند شان والے ہونے کی قسم! میرے بندے کے لیے جائز نہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرے اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر بندوں کو اپنا معبود بنالے۔

ان کے فقہاء اور علماء مساجد میں عبادت کرتے ہیں اور اس عبادت کے ذریعے دنیا طلب کرتے ہیں وہ علم کے علاوہ کسی اور

چیز سے تعلق حاصل کرتے اور عمل کے علاوہ وہ کسی اور چیز کے لیے علم حاصل کرتے ہیں۔ انبیاء کی اولاد بہت زیادہ ہے لیکن وہ قہر زدہ اور دھوکے میں پڑی ہوئی ہے اور دنیا کی محبت میں گھری ہوئی ہے۔ وہ مجھ سے وہی تمنا کرتی ہے جو ان کے آباء کرتے تھے اور مجھ سے وہی اکرام چاہتی ہے جو اکرام میں نے ان کے آباء کا کیا تھا اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان چیزوں کا ان کے علاوہ اور کوئی مستحق نہیں حالانکہ نہ ان میں سچائی ہے نہ تفکر ہے اور نہ تدبیر ہے۔ اور نہ ہی وہ اس بات کو یاد کرتے ہیں کہ میں نے کن اعمال کی بنیاد پر ان کے آباء کی مدد کی۔ جب لوگوں نے میرے احکام میں تبدیلی کرنے کی کوشش کی تو ان کے آباء نے اس وقت میرے احکام کو برقرار رکھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے کس قدر محنت کی۔ انہوں نے اپنی جان اور خون لگایا مشکلات پر صبر کیا اور صدق دل سے محنت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میرا کلمہ بلند ہوا اور میرا دین غالب آ گیا۔

عذاب سے مطلع کرنا:

تم یہ باتیں قوم کو بتاؤ کہ وہ شاید مجھ کو مان لیں تو میں ان کی دعائیں قبول کروں ان کے دشمنوں کو ان سے دور کروں! شاید وہ تیری طرف لوٹ آئیں تو ان کی عمروں میں اضافہ کروں' کہ وہ غور فکر کریں اور میں ان کے عذر کو قبول کروں۔ ان اعمال کے بعد میں ان پر آسمان سے بارش برساؤں گا اور ان کے لیے زمین سے کھیتی اگاؤں گا' انہیں عافیت کا لباس دوں گا لیکن اگر میری ان نعمتوں کے بعد میری نافرمانی اختیار کریں اور مجھ سے دور ہوں تو میں زندہ ہوں اسے کب تک برداشت کروں گا اور وہ میرے مقابلے میں آنے والے ہوں گے یا مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کرنے والے ہوں گے۔ پس مجھے میری عزت کی قسم میں انہیں ایسے فتنے میں مبتلا کر دوں گا کہ ان کا بردبار شخص بھی حیران ہو جائے گا' اور صاحب رائے اور دانا شخص بھی گمراہ ہو جائے گا۔ پھر میں ان پر ظالم اور نافرمان بادشاہ مسلط کروں گا' سے ہیبت اور رعب عطا کروں گا۔ اور اس سے محبت' شفقت اور نرمی چھین لوں گا۔ اس کے پیروکار اتنے ہوں گے کہ جتنے اندھیری رات کے بادل' اس کے لشکر کی تعداد بادل کے ٹکڑوں کے برابر ہوگی۔ اور ' کے سواروں کی دھول دھوئیں کی طرح ہوگی۔ اس کے جھنڈوں کے کنارے پھڑ پھڑاتے ہوں گے' اور ان کے گھڑ سواروں کی آواز عقاب کی طرح ہوں گی۔

ارمیاہ کو تشویش:

پھر اللہ تعالیٰ نے ارمیا علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں بنی اسرائیل کو بابل کے بادشاہ یافث کے ذریعے ہلاک کرنے والا ہوں جو کہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہے۔ جب ارمیا علیہ السلام نے وحی سنی تو خوب روئے اور چلائے اور اپنے کپڑے پھاڑے اور اپنے سر پر مٹی ڈالی اور فرمایا وہ دن اللہ کی رحمت سے دور تھا جس دن مجھے تورات دی گئی۔ میری زندگی کا بہترین دن وہ تھا جس دن میں پیدا ہوا' بنی اسرائیل کا آخری نبی ہونا میرے لیے بہتر ہے اگر اللہ تعالیٰ میرے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا تو مجھے آخری نبی نہ بناتا میری وجہ سے بنی اسرائیل پر بدبختی اور ہلاکت آئی۔

ارمیاہ کی خوشی:

جب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی آہ و پکار سنی تو آواز دی اے ارمیا! جو وحی میں نے تیری طرف بھیجی ہے کیا وہ تجھ پر شاق گزری ہے۔ عرض کیا جی ہاں! اے اللہ بنی اسرائیل پر وہ غمی والا دن آنے سے پہلے مجھے موت دے دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں بیت المقدس اور بنی اسرائیل کو اس وقت ہلاک نہیں کروں گا جب تک کہ اس کی ابتداء تمہاری طرف سے نہ

ہو۔ ارمیا اللہ رب العزت کا یہ جواب سن کر خوش ہوئے اور عرض کیا' ہرگز نہیں' اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ اور اپنے دوسرے انبیاء کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں بنی اسرائیل کی ہلاکت کی کبھی دعا نہیں کروں گا پھر آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ کے پاس آئے اور اسے خوشخبری بنائی اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب دے تو یہ ظلم نہیں کیوں کہ ہمارے گناہ بہت زیادہ ہو چکے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کر دے تو یہ اس کی قدرت ہے۔

بنی اسرائیل کا دوبارہ نافرمانی کرنا:

اس کے بعد تین سال تک بنی اسرائیل مسلسل نافرمانی اور سرکشی میں بڑھتے رہے جب انہوں نے آخرت کو یاد کرنا چھوڑ دیا اور گناہوں پر جمے رہے تو ان پر وحی آنا بند ہوگئی۔ ان کے بادشاہ نے ان سے کہا:

اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کا تم پر عذاب آئے یا اللہ تعالیٰ تم پر کوئی ایسی قوم مسلط کرے جو بے رحم ہو' تم توبہ کر کے ان گناہوں کو چھوڑ دو اس لیے تمہارا رب جلدی توبہ قبول کرنے والا اور خیر کے دونوں ہاتھوں کو پھیلانے والا ہے اور جو اس کے سامنے توبہ کرتا ہے اس کی توبہ قبول کرتا ہے'' لیکن وہ قوم پھر بھی گناہوں سے باز نہیں آئی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ بیت المقدس کی طرف جائے اور وہاں جا کر وہی کام کرے جس کا ارادہ اس کے دادا سنحاریب نے کیا تھا۔ چنانچہ یہ چھ لاکھ کے افراد پر مشتمل لشکر لے کر بیت المقدس چل پڑا تو بنی اسرائیل کے بادشاہ کو اس کی خبر ملی کہ بخت نصر لشکر لے کر آ رہا ہے۔ بادشاہ نے ارمیا علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ نے تو یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی ہے کہ جب تک آپ خود بنی اسرائیل کے لیے بد دعا نہیں کریں گے۔ اس وقت تک بنی اسرائیل ہلاک نہ ہوں گے اب اس دعوے کی حقیقت کہاں رہی؟ ارمیا علیہ السلام نے کہا میرا رب وعدہ خلافی نہیں کرتا مجھے اس کا پورا یقین ہے۔

فرشتے کا ارمیاہؑ کے پاس آنا:

جب ان کی حکومت ختم ہونے کا وقت آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کا فیصلہ فرمالیا اور اللہ تعالیٰ نے ارمیا علیہ السلام کی طرف ایک فرشتہ بھیجا اور اسے کہا کے ارمیا علیہ السلام کی طرف جاؤ اور اس سے فتویٰ طلب کرو اور جس معاملے کے مطابق فتویٰ دیں۔ اسی کے مطابق اسے پھر کام کرنے کے لیے کہو۔ یہ فرشتہ بنی اسرائیل کے کسی آدمی کی صورت میں ارمیا علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور ارمیا علیہ السلام نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں بنی اسرائیل کا آدمی ہوں آپ سے ایک فتویٰ معلوم کرنا چاہتا ہوں' آپ نے اجازت دے دی۔ وہ بولا میں آپ سے صلہ رحمی کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں میں اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہوں' ان کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک سے پیش آتا ہوں لیکن میرے اس حسن سلوک کے باوجود وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں اور مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔ اے اللہ! کے نبی مجھے بتایئے میں کیا کروں فرمایا ان سے عمدہ سلوک کرتے رہو اور جس رشتے کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے جوڑتے رہو اور خیر کی خوشخبری سنو۔ فرشتہ چلا گیا۔

فرشتے کا بار دگر آنا:

چند روز بعد پھر اسی شکل میں آیا جس شکل میں پہلے آیا تھا' اور آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ ارمیا علیہ السلام نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں وہی ہوں جس نے کچھ عرصہ پہلے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں سوال کیا تھا' ارمیا علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا ان

کے اخلاق ابھی درست نہیں ہوئے اور ان کی طرف سے محبت ظاہر نہیں ہوئی فرشتے نے جواب دیا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا وہ بھلائی جو ایک شخص اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کر سکتا ہے میں نے ان کے ساتھ کی لیکن ان کا رویہ نہیں بدلا۔ ارمیا علیہ السلام نے فرمایا واپس جاؤ' حسن سلوک برقرار رکھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ان کے احوال کی اصلاح فرمائے اور انہیں اپنی رضا والے اعمال کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فرشتہ پھر چلا گیا۔ اور چند روز تک نہ آیا۔ اس دوران بخت نصر کا لشکر بیت المقدس کے گرد گھیرا ڈال چکا تھا اور ان کی تعداد ٹڈیوں کی طرح بہت زیادہ تھی جس سے بنی اسرائیل بہت گھبرا گئے اور ان کے بادشاہ کو بھی اس سے بہت پریشانی ہوئی اس نے ارمیا علیہ السلام کو بلا کر ان سے کہا اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ کیا تھا وہ کہاں ہے؟ آپ نے کہا کہ مجھے اپنے رب پر پورا بھروسہ ہے۔

تیسری مرتبہ فرشتے کا آنا:

پھر ایک روز جب ارمیا علیہ السلام بیت المقدس کی دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے اور مسکرا رہے تھے اور اپنے اللہ کی اس مدد و نصرت کی خوشخبری سنا رہے تھے جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا تو یہ فرشتہ حاضر ہوا۔ ارمیا علیہ السلام نے اس سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں وہی شخص ہوں کہ جس نے پہلے دو مرتبہ اپنے رشتہ داروں کے بارے میں سوال کیا تھا۔ ارمیا علیہ السلام نے پوچھا: کیا ان کے رویے میں ابھی تبدیلی نہیں آئی۔ فرشتے نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اس سے پہلے مجھے ان کی طرف سے جتنی تکلیفیں بھی پہنچیں میں نے ان پر صبر کیا لیکن اس کے باوجود وہ مجھ سے نالاں رہے اور آج وہ ایسے کام کر رہے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اللہ کے نبی نے پوچھا تو نے ان کو کیا عمل کرتے دیکھا ہے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ اے کاش! کہ وہ برے عمل نہ کرتے اس سے پہلے تو میں صبر کرتا رہا لیکن آج مجھے غصہ آ گیا میں آپ کی خدمت میں ان کے حالات بیان کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اور میں اس اللہ کا واسطہ دے کر بیان کرتا ہو جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ آپ ان کے خلاف بددعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے۔ اس وقت ارمیا علیہ السلام نے یہ دعا کی:

''اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اگر وہ لوگ حق اور راہ راست پر ہیں تو انہیں باقی رکھ اور اگر ایسے عمل کر رہے ہیں جن سے تو ناراض ہوتا ہے تو انہیں ہلاک کر دے''۔

بجلی کی کڑک:

جب ارمیا علیہ السلام کے منہ سے یہ نکلا تو آسمان پر کڑک دار بجلی آئی جس سے قربانی کی جگہ پر آگ بجھ گئی اس کے ساتوں دروازے زمین میں دھنس گئے۔ جب ارمیا علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو رو پڑے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے اوپر مٹی ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے آسمانوں کے بنانے والے' اے ارحم الراحمین' اب وہ وعدہ کہاں گیا جو آپ نے مجھ سے کیا تھا؟ آواز آئی اے ارمیا! اس قوم پر یہ عذاب اس فتویٰ کی وجہ سے آیا جو تو نے ہمارے قاصد کو دیا تھا۔ اس وقت آپ کو یقین ہو گیا کہ وہ آنے والا شخص جس نے تین مرتبہ سوال کیا تھا وہ فرشتہ تھا جو اللہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔

بخت نصر کا بیت المقدس کو ویران کرنا:

ارمیا علیہ السلام وہاں سے بھاگ کر جنگل میں چلے گئے۔ اس کے بعد بخت نصر نے حملہ کیا شام کو روند ڈالا اور بنی اسرائیل کا قتل

عام کیا اور بیت المقدس کو ویران کیا پھر اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ ہر شخص اپنی ڈھال میں مٹی بھر کے بیت المقدس میں ڈال دے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بیت المقدس مٹی سے بھر گیا۔ پھر بخت نصر بابل واپس آ گیا اور اپنے ساتھ بنی اسرائیل کے قیدیوں کو بھی لے آیا۔ وہاں آ کر ایک جگہ جمع کیا جائے۔ اسنے ان میں سے ایک لاکھ بچوں کو منتخب کر لیا۔

بنی اسرائیل کے بچوں کو بخت نصر کے سرداروں کا آپس میں بانٹ لینا:

اس کے بعد جب مالِ غنیمت نکالا گیا تو بخت نصر تقسیم کرنے لگا تو اس کے ساتھ جنگ میں شریک سرداروں نے کہا کہ اے بادشاہ سارا مال غنیمت آپ لے جائیں اور ان بچوں کو ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ بخت نصر نے ان کی بات مان لی اور بچے ان کے درمیان تقسیم کر دیئے۔ ہر آدمی کو چار چار بچے ملے انہیں بچوں میں دانیال علیہ السلام، حنانیا علیہ السلام، عزاریا علیہ السلام اور میشائیل علیہ السلام شامل تھے۔ ان کے علاوہ داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے سات ہزار بچے تھے، یوسف علیہ السلام کی نسل سے گیارہ ہزار بچے تھے، اشر بن یعقوب کی نسل سے آٹھ ہزار بچے، زبالون بن یعقوب علیہ السلام کی نسل سے چودہ ہزار، روبیل کی اولاد میں سے چار ہزار یہودا کی نسل میں سے چار ہزار بچے شامل تھے اور بقیہ بنی اسرائیل کے دوسرے خاندانوں کے بچے تھے۔

بنی اسرائیل پر عذاب:

بخت نصر نے بنی اسرائیل کے تین حصے کیے تھے۔ ایک تہائی کو شام میں باقی رکھا اور ایک تہائی کو قیدی بنایا اور ایک تہائی کو قتل کیا اور بیت المقدس کے زیورات بابل میں لے آیا اور ان کے علاوہ ایک لاکھ سے زائد بچے بھی لایا (جن کا واقعہ بیان ہو چکا ہے) بنی اسرائیل کی بد عملی کی وجہ سے ان پر آنے والا یہ پہلا عذاب تھا۔

ارمیاہ کی واپسی:

جب بخت نصر یہ تباہی پھیلا کر بنی اسرائیل کے قیدیوں کو اپنے ساتھ لے کر بابل چلا گیا تو ارمیا علیہ السلام ایک گدھے پر سوار ہو کر ایلیا کی طرف آئے، آپ کے ساتھ ایک برتن میں انگور کا شیرہ اور ٹوکرے میں انجیر کے پھل تھے۔ جب آپ ایلیا کے پاس پہنچے تو ویرانی کا عالم تھا تو ایک بے یقینی کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ کہہ اٹھے اللہ تعالیٰ اس کو ویران ہونے کے بعد دوبارہ کیسے آباد کریں گے۔

ارمیاہ کی سو سالہ نیند:

اللہ تعالیٰ نے ان پر سو سال کے لیے موت طاری کر دی۔ جہاں آپ کا انتقال ہوا انجیر کا پھل اور انگور کا شیرہ بھی وہیں رہ گیا اور آپ کا گدھا بھی وہیں مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آنکھوں کو آپ سے پھیر دیا کوئی بھی آپ کو دیکھ نہ سکا۔ سو سال کا عرصہ گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوبارہ زندہ کیا اور پوچھا، تو کتنی مدت اس حالت میں رہا آپ نے جواب دیا میں ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کچھ کم اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں تو بلکہ اس حالت میں سو سال تک رہا ہے۔ اب تو کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھ لے کہ ان میں ذرا تغیر نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ اور اس تمام کارروائی سے مقصد یہ ہے کہ ہم تجھ کو اس زمانے کے لیے ایک نشانی بنائیں۔ اور تو اپنے گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم انھیں کس طرح جوڑتے ہیں اور پھر ان پر کس طرح گوشت چڑھاتے ہیں۔ (البقرہ ۲۵۹)

ارمیاہ کے گدھے کا واقعہ:

آپ نے گدھے کی طرف دیکھا کہ اس کے جسم کے حصے ایک دوسرے سے ملنا شروع ہو گئے۔ ان میں پٹھے اور رگیں پیدا ہو گئیں پھر گوشت مل گیا اور صحیح سالم گدھا بن گیا۔ پھر اس میں روح ڈالی گئی اور پھر وہ کھڑا ہو کر آوازیں نکالنے لگا اور پھر آپ نے انجیر کا پھل اور انگور کے شیدہ کی طرف دیکھا تو وہ اس حالت میں تھے ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ جب آپ نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا مشاہدہ کیا تو فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد کئی سال تک ارمیا علیہ السلام کو زندہ رکھا۔

بخت نصر کا بچوں سے تعبیر بتانے کا مطالبہ:

بابل آنے کے کچھ عرصے بعد بخت نصر نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا لیکن اسے وہ بھول گیا۔ اس نے دانیال' حنانیا' عزاریا اور میثائیل (جو انبیاء کی نسل سے تھے) انہیں بلوایا اور کہا بتاؤ میں نے کیا خواب دیکھا ہے اور اس کی تعبیر بھی بتاؤ اور خواب میں جو چیزیں عجیب وغریب تھیں وہ بھی بتاؤ۔ انہوں نے کہا آپ اپنے خواب میں سے کچھ بتائیں تو ہم اس کی تعبیر بیان کریں گے۔ بخت نصر نے کہا' مجھے وہ خواب یاد نہیں رہا۔ اگر تم نے میرا خواب اور اس کی تعبیر نہ بتائی تو میں تمہارے کندھے اتار دوں گا۔ یہ سن کر وہ بادشاہ کے دربار سے باہر نکل آئے اور اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری سے دعا کی کہ ہمیں بادشاہ کے مطلوبہ سوال کا جواب بتلا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخت نصر کا خواب اور اس کی تعبیر بتا دی۔

تعبیر:

یہ سب بخت نصر کے پاس آئے اور اس سے کہا: تم نے خواب میں ایک جانور دیکھا ہے۔ وہ بولا: تم نے صحیح کہا: انہوں نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا اس کے پاؤں اور پنڈلیاں ٹھیکری مٹی کی تھیں اس کے گھٹنے اور رانیں تانبے کی' اس کا پیٹ چاندی کا' سینہ سونے کا اور اس کی گردن اور سر لوہے کا۔ بخت نصر بولا تم نے سچ کہا' انہوں نے کہا جس چیز نے تجھے تعجب میں ڈالا وہ یہ تھی کہ آسمان سے ایک پتھر گرا اور اس نے اسے کچل دیا اور یہی وہ بات ہے جسے تو بھول گیا۔ بادشاہ بولا: تم نے سچ کہا لیکن اس خواب کی تعبیر کیا ہے انہوں نے جواب دیا اس کی تعبیر ہے کہ تم کئی بادشاہوں کو دیکھو گے۔ ان میں سے بعض دوسروں کے مقابلے میں نرم ہوں گے' بعض دوسروں سے زیادہ خوبصورت ہوں گے اور دوسروں کے مقابلے میں زیادہ سخت ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ نے ٹھیکری مٹی والا حصہ دیکھا اس لیے سب سے پہلے نرم دل اور کمزور بادشاہ ملے گا' اس کے بعد تانبے والا حصہ اس سے بہتر بادشاہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے' اس کے اوپر چاندی اس سے زیادہ خوبصورت بادشاہ کی طرف اور اس کے بعد سونا اس سے بھی زیادہ خوبصورت بادشاہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اور اس کے بعد لوہے کا حصہ سخت دل بادشاہ ہے جو پہلے تمام بادشاہوں سے زیادہ سخت اور طاقتور ہو گا اور جو چٹان آ کر ان پر گری وہ اللہ کا نبی ہو گا جسے اللہ تعالیٰ مبعوث کریں گے وہ ان سب کو کچل ڈالے گا۔ اور پھر سارے معاملات اس کے ہاتھوں میں آ جائیں گے۔

بچوں کا قتل:

اہل بابل نے یہ تفصیل سن کر بخت نصر سے کہا آپ ان بچوں کو دیکھتے نہیں جن کے بارے میں ہم نے آپ سے سوال کیا اور

آپ نے وہ ہمیں دے دیئے۔ اللہ کی قسم ان کے آنے کے بعد ہماری عورتیں ہم سے کافی قدر اجنبی ہو چکی ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان کی وجہ سے حاملہ ہو چکی ہیں ان عورتوں نے اپنی توجہ ان لڑکوں کی طرف پھیر دی اس لیے ان کو یہاں سے نکال دو یا قتل کر دو۔ بادشاہ نے کہا تم جو معاملہ کرنا چاہو تمہیں اس کی اجازت ہے۔ اور جو انہیں قتل کرنا چاہے اسے بھی اجازت ہے۔ لوگ انہیں قتل کرنے کے لیے قتل گاہ کی طرف لے گئے۔ جب اس کے قریب پہنچے تو ان بچوں نے کہا اے اللہ! ہمیں کس جرم کے بغیر اس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ان پر جوش آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ قتل ہونے کے بعد وہ انہیں ضرور زندہ کرے گا۔ چنانچہ انہوں نے سب بچوں کو قتل کر دیا سوائے ان بچوں کے جن کو باقی رکھنے کا بخت نصر نے حکم دیا۔ اور بخت نصر نے چار لڑکوں (دانیال' حنانیا' عزاریا اور میشائیل) کے باقی رکھنے کا حکم دیا۔

بخت نصر کی تباہی:

پھر اللہ رب العزت نے جب بخت نصر کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی یہ صورت فرمائی کہ ایک روز بخت نصر نے اسرائیلیوں کو بلا کر ان سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے جس گھر کو ویران کیا وہ کس کا گھر تھا اور جن لوگوں کو میں نے قتل کیا وہ کون لوگ تھے؟ لوگوں نے جواب دیا یہ اللہ کا گھر اور مساجد میں سے ایک مسجد تھی اور جن لوگوں کو قتل کیا وہ انبیاء کی اولاد تھے۔ جب انہوں نے گناہ کیے' ظلم کیا اور حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے تجھے ان پر مسلط کر دیا حالانکہ ان کا پروردگار آسمان اور زمین کا بنانے والا اور تمام مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ عزت دینے والا اور چھیننے والا ہے۔ جب انہوں نے ناپسندیدہ اعمال کیے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کر دیا۔

بخت نصر پر عذاب الٰہی:

بخت نصر کہنے لگا مجھے بتاؤ کہ بلند آسمانوں میں کس کی حکومت ہے اگر میں اس سے واقف ہوں تو اسے قتل کر کے وہاں اپنی حکومت کر لوں گا کیوں کہ زمین والوں سے تو میں فارغ ہو چکا ہوں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کے اندر اتنی طاقت نہیں اور نہ ہی مخلوقات میں سے کسی کے اندر یہ طاقت ہے کہ وہ آسمان والے سے مقابلہ کرے۔ بخت نصر بولا تم میری بات کا جواب دو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ یہ سن کر وہ رونے لگے اور آہ وزاری کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا مظاہرہ فرمایا اور ایک مکھی بھیجی جو اس کے ناک سے ہوتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی وہاں جا کر اس کے دماغ کی رگ کو کاٹ دیا۔ جس کی وجہ سے نہ اسے قرار آتا اور نہ چین ملتا' ہر وقت سر درد رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اس مستقل درد کی وجہ سے جب وہ زندگی سے ناامید ہو گیا اور موت نظر آنے لگی تو اس نے اپنے خاص آدمی سے کہا جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے سر کو پھاڑ کر دیکھنا کہ مجھے کس چیز نے قتل کیا اس کی موت کے بعد لوگوں نے اس کے سر کو پھاڑ کر دیکھا کہ ایک کاٹنے والی مکھی تھی جس نے دماغ کی رگ کو کاٹ دیا تھا۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت لوگوں پر ظاہر ہو گئی۔

بنی اسرائیل کی بیت المقدس واپسی:

باقی ماندہ بنی اسرائیل کے لوگ ہلاکت سے بچ گئے اور واپس ایلیا اور بیت المقدس چلے گئے۔ واپس جا کر انہوں نے بیت المقدس کو تعمیر کیا وہاں رہنے لگے یہاں تک کہ ان کی تعداد بہت بڑھ گئی اور پھر وہ عمدہ حالت پر لوٹ آئے۔ اور یوں سمجھنے لگے کہ گویا

جو قتل ہوئے تھے وہ بھی زندہ ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے اتنی تعداد ہو چکی تھی۔

عزیر علیہ السلام کی تشویش:

جب یہ لوگ شام آئے تو ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کوئی کتاب اور صحیفہ وغیرہ نہ تھا' تورات پہلے ہی سے ان کے ہاتھوں سے چھن چکی تھی جسے آگ لگا کر جلا دیا گیا تھا۔ عزیر علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جنہیں قیدی بنا کر بابل لایا گیا تھا وہ واپس شام آئے تھے آپ دن رات روتے رہتے تھے وہ لوگوں سے الگ ہو کر وادیوں اور میدانوں میں تنہا چلے جاتے اور وہاں روتے رہتے۔

فرشتے کا عزیر علیہ السلام کے پاس آنا:

ایک روز جب کہ وہ اسی طرح غم کی حالت میں بیٹھے تھے اور تورات ضائع ہونے پر رو رہے تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ اس نے کہا اے عزیر علیہ السلام! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب ضائع ہونے پر رو رہا ہوں۔ وہ کتاب ہمارے پاس موجود تھی لیکن ہمارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گیا ہے اس نے ہمارے دشمن کو ہم پر مسلط کر دیا جس نے ہمارے مردوں کو قتل کیا' ہمارے شہروں کو تباہ کیا اور ہماری کتاب کو آگ لگا دی اب اس کے بغیر ہم اپنی دنیا و آخرت کیسے سنوار سکتے ہیں۔ اگر میں اس پر نہ روؤں تو پھر کس صدمے پر روؤں گا۔ اس شخص نے کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ وہ کتاب آپ کو واپس مل جائے؟ آپ نے فرمایا اس کی کیا صورت ہو گی اس نے کہا ابھی چلے جاؤ روزہ رکھو اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک کرو اور کل اسی جگہ آنا۔ عزیر علیہ السلام واپس چلے آئے روزہ رکھا اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک کیا اور پھر اگلے روز اسی جگہ پر تشریف لائے اور وہاں بیٹھ گئے وہی شخص دوبارہ آیا اس کے پاس ایک پانی سے بھرا ہوا برتن تھا۔ یہ شخص دراصل ایک فرشتہ تھا۔ اس نے برتن کا پانی عزیر علیہ السلام کو پلایا جس کی وجہ سے تورات آپ کے سینے میں آ گئی۔

عزیر علیہ السلام کا تورات لکھوانا:

آپ بنی اسرائیل کی طرف لوٹ کر آئے تو انہیں تورات لکھوا دی جس سے وہ حلال و حرام' سنن و فرائض اور شرعی حدود و احکام جاننے لگے اس سے لوگوں کو آپ سے بہت محبت ہو گئی۔ آپ نے تورات کے احکام ان پر جاری کیے' ان کے احوال کی اصلاح کی۔ اس طرح عزیر علیہ السلام نے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا۔ اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے کہا عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے اور پھر وہ بداعمالیوں میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس نبی بھیجا جو انہیں نیک کاموں کا حکم دیتا' برائی سے منع کرتا اور ان کے احوال کی اصلاح کی کوشش کرتا انہیں تورات کے احکام سکھاتا۔ بخت نصر اور بنی اسرائیل کے مذکورہ واقعات سے متعلق اور بھی بہت سی روایت ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے ہم انہیں ذکر نہیں کرتے۔

بخت نصر اور عربوں میں جنگ...... برخیا علیہ السلام:

حشام بن محمد فرماتے ہیں کہ ہماری معلومات کے مطابق عربوں کا آغاز سرزمین عراق سے ہوا جہاں انہوں نے حیرہ اور انبار کو اپنا وطن بنایا اور اللہ تعالیٰ نے برخیا بن احینا کی طرف وحی بھیجی کہ بخت نصر کے پاس جاؤ اور اسے کہو ان عربوں سے جنگ کرو جن کے گھروں کے نہ دروازے ہیں اور نہ تالے ہیں اور لشکروں کو لے کر ان کے شہروں کو روند ڈالو' ان کے جنگجوؤں کو قتل کرو اور ان کے مال کو اپنے لیے مباح کرو (یعنی اسے استعمال کرو) اور ان پر واضح کرو کہ میری نافرمانی کرتے مجھے چھوڑ کر دوسروں کو خدا بنانے اور

میرے انبیاء اور رسولوں کو جھٹلانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

بخت نصر کو دعوت حق:

برخیا علیہ السلام نجران سے چل کر بابل میں بخت نصر کے پاس آئے بخت نصر کا اصل نام ''بنوخذ نصر'' تھا' عرب نے اسے عربی میں بخت نصر سے تبدیل کر دیا برخیا علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کا حکم سنایا۔ یہ معد بن عدنان کا دور تھا اس وقت عرب بخت نصر کے علاقے میں' گندم' کھجور اور کپڑے وغیرہ کی تجارت کرتے تھے۔

بخت نصر کا عرب تاجروں سے سلوک:

بخت نصر نے ان عرب تاجروں کو پکڑنے کا حکم دیا۔ جو ہاتھ میں آئے انہیں پکڑ لیا گیا اور ایک قلعہ میں بند کر کے وہاں پہرے دار مقرر کر دیئے اور پھر لوگوں کو ان سے جنگ کرنے کی دعوت دی جس سے وہ گھبرا گئے تھے اور جب یہ خبر دوسرے عربوں تک پہنچی تو وہ گروہ در گروہ آ کر امن مانگنے لگے۔ بخت نصر نے برخیاء سے مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ ان کے شہر میں جا کر حملہ کرتے اس کے لیے ان کا یہاں آنا اپنی بدعملیوں سے باز آنے کی نشانی ہے۔ لہٰذا آپ انہیں امان دے دیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کریں۔

عرب تاجروں کے لیے بخت نصر کا فرمان:

بخت نصر نے انہیں عراق کے قریبی علاقے میں دریائے فرات کے کنارے اترنے کے لیے کہا اور ان کے اترنے کی جگہ پر ایک بہت بڑی عمارت تعمیر کرائی اور اس جگہ کا نام ''انبار'' پڑ گیا۔ اور ''حیرہ'' کو بھی ان کے لیے کھول دیا گیا جہاں وہ عرب تاجر ٹھہرنے لگے لیکن بخت نصر کے انتقال کے بعد وہ سب انبار آ گئے اور حیرہ ویران ہو گیا۔

مؤرخین کی رائے:

ہشام بن محمد کے علاوہ دیگر مورخین کا کہنا ہے کہ جب معد بن عدنان پیدا ہوا تو اس وقت بنی اسرائیل کے انبیا کے قتل کی ابتدا ہو چکی تھی۔ اصحاب الرس نے بھی اپنے نبی کی نافرمانی کر کے اسے قتل کیا تھا۔ اسی طرح یمن کے علاقے حضر میں رہنے والوں نے بھی اپنے نبی کو قید کیا تھا۔ سب سے آخر میں قتل ہونے والے نبی یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ہیں۔ جب معد بن عدنان کے دور میں انبیاء کرام کے قتل پر بنی اسرائیل کو جرات ہو گئی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو بنی اسرائیل پر مسلط کیا اور جب وہ مسجد اقصیٰ اور مدائن کو تباہ کرنے اور بنی اسرائیل کی عمارت کو ہلاک کرنے کے بعد بابل پہنچا تو اسے خواب دکھائی دیا (یا کسی نبی کے ذریعے بتلایا گیا) کہ اب عرب ممالک میں پہنچ جاؤ وہاں کسی انسان جانور حتیٰ کہ کسی عمارت کا اثر بھی نہ چھوڑو۔ بخت نصر نے ایلہ اور ابلہ تک ایک لشکر تیار کیا اور عرب پر حملہ کر کے ہر اس زندہ چیز کو قتل کر دیا جس پر اسے قدرت حاصل ہوئی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ارمیا علیہ السلام اور برخیا علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم کو ڈرانے کے لیے بھیجا لیکن وہ بدعملی سے باز نہ آئی پس اب وہ بادشاہ بننے کے بعد غلام اور مالدار ہونے کے بعد فقیر بن چکے ہیں کہ اور لوگوں سے بھیک مانگتے ہیں' ان سے پہلے اہل عرب بھی ایسا کر چکے ہیں۔ اب میں نے ان پر بخت نصر کو مسلط کیا ہے تاکہ ان سے انتقام لوں۔ پس تم دونوں معد بن عدنان کے پاس جاؤ جس کی اولاد میں محمدؐ پیدا ہوں گے ان کی ذات پر میں نبوت ختم کروں گا۔ اور اس کی وجہ سے ثواب کئی گنا بڑھا دوں گا۔

معد کو اٹھانا:

ارمیا علیہ السلام اور برخیا علیہ السلام نے سفر شروع کیا۔ ان کے لیے زمین لپیٹ دی گئی یہاں تک کہ یہ بخت نصر سے پہلے عدنان سے جا ملے۔ وہاں سے معد کو اٹھایا (اس وقت معد کی عمر بارہ سال تھی) برخیا نے اسے اٹھا کر براق پر بٹھایا ارمیا علیہ السلام پیچھے بیٹھ گئے اس وقت ان دونوں نے معد کو حیران کے علاقے میں پہنچا دیا کیونکہ ان کے لیے زمین کو لپیٹ دیا گیا ذات عرق پر عدنان اور بخت نصر کا مقابلہ ہوا۔ بخت نصر نے عدنان کو شکست دی اور عرب ممالک کی طرف بڑھا یہاں تک کہ عدنان کا پیچھا کرتے ہوئے ''حضور'' نامی مقام تک پہنچ گیا۔ وہاں عرب کے بہت سے جنگجو آ گئے' وہاں دونوں فریقوں نے جنگ کی اور بخت نصر نے عربوں پر تیر چلایا کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے پہلا تیر تھا جو چلایا گیا۔ پھر آسمان سے آواز آئی: اے انبیاء کا بدلہ لینے والے! ان کو اگلی اور پچھلی دونوں طرف سے گھیر کر ان پر تلواریں چلاؤ۔ اس وقت عربوں کو اپنے گناہوں پر ندامت ہوئی اور وہ اپنے اوپر افسوس کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے عدنان کو بخت نصر سے اور بخت نصر کو عدنان سے روک دیا گیا البتہ عربوں کا قتل عام ہوا اور کئی لوگ قیدی بنائے گئے۔

مذکورہ واقعہ کی قرآنی شہادت:

اسی واقعہ کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں۔ ''اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جن کے رہنے والے ظالم تھے چورا چورا کر دیا اور ان بستیوں کو تباہ کرنے کے بعد دوسری قوم کو پیدا کیا' پس جب ان ہلاک ہونے والوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی تو اس بستی سے بھاگنے لگے۔ ان سے کہا گیا بھاگو مت اور اسی سامان عیش و عشرت کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا۔ لوٹ جاؤ نیز اپنے گھروں کی طرف واپس جاؤ شاید تم پوچھے جاؤ' وہ لوگ کہنے لگے ہائے ہماری خرابی بے شک ہم ہی ظالم تھے' ان کی پکار میں یہی ہائے خرابی رہی یہاں تک کہ ہم نے کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کی طرح انہیں ڈھیر کر دیا''۔ (الانبیاء ۱۱:۱۵) اور وہ تلواروں سے قتل کیے گئے۔

عرب قیدی انبار میں:

بخت نصر عرب قیدیوں کو لے کر واپس لوٹا اور انہیں انبار مقام پر ڈال دیا' اس کی وجہ سے انبار کو انبار العرب کہا جانے لگا اور بعد میں وہاں نبطی لوگ بھی آ گئے۔

بخت نصر کے جانشین:

بخت نصر کی زندگی میں عرب کے علاقے ویران ہی رہے اور جب بخت نصر بابل پہنچا تو کچھ عرصے بعد عدنان کا انتقال ہوا اور جب پھر بخت نصر کا انتقال ہوا تو عدنان کا بیٹا معد ظاہر ہوا' اس کے ساتھ انبیاء کرام کی ایک جماعت تھی یہ تمام انبیاء بنی اسرائیل کے تھے' مکہ مکرمہ میں داخل ہوا انبیاء کرام کی جماعت کو ساتھ جمع کیا پھر ریتوب کے علاقے میں آیا اور وہاں کے لوگوں کو اپنے وطن لایا پھر اوس العتق کے قاتل حارث بن مضاض کی نسل کے بارے میں معلوم کیا اسے بتایا گیا کہ ان میں سے اکثر فوت ہو چکے تھے البتہ ایک شخص جوشمہ بن جاہمہ زندہ ہے۔ معد نے اس کی بیٹی سے نکاح کیا جس سے نزار بن معد پیدا ہوا۔

یشتاسپ کی حکومت اور اس کے دور کے اہم واقعات ...... یشتاسپ مجوسی:

عرب و عجم کے حالات مرتب کرنے والے مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب یشتاسپ بن لہراسپ بادشاہ بنا تو اس نے کہا کہ ہم

گناہوں سے پھرنے والے ہیں ہم نے عمل کیا اور اس بات کو سیکھا جس سے نیکی حاصل کی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ اس نے فسا نامی شہر اور ہندوستان کے اور بہت سے شہروں میں آگ جلانے کے لیے آتش خانے تعمیر کروائے اور ان کے جلانے کا اہتمام کرنے کے لیے خدام مقرر کیے۔ اس نے اپنی مملکت کے سرداروں کے لیے سات مراتب مقرر کیے اور ہر ایک کے لیے ایک علاقہ خاص کیا۔ زرداشت بن اسفیمان اس کی حکومت کے تیس سال بعد ظاہر ہوا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس نے اس کے مذہب (یعنی مجوسیت) کے قبول کرنے کا ارادہ کیا پھر رک گیا اور بالآخر اسے قبول کرلیا۔ وہ اپنے ساتھ ایک کتاب لایا جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ یہ وحی پر مشتمل ہے اس کتاب کو بارہ ہزار گایوں کی کھال پر لکھا گیا اور اس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا۔

یشتاسپ اور خرزاسف کی صلح:

یشتاسپ' در پشت کا رہنے والا تھا وہاں اس نے آگ جلانے کے لیے خدام مقرر کیے اور عام تعلیم کی ممانعت کردی ان دنوں یشتاسپ نے ترکی کے بادشاہ افراسیاب کے بھائی خرزاسف کے ساتھ صلح کی تھی۔ صلح کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ یشتاسپ کا خرزاسف کے دروازے پر ایک جانور ہوگا جیسے بادشاہوں کے دروازے پر ہوتے ہیں۔ زرداشت نے یشتاسپ کو ترکی کے بادشاہوں کی بداعمالیوں سے متعلق آگاہ کیا تو یشتاسپ نے اس نصیحت کو قبول کیا اور اس کے پاس جانور نہ بھیجا۔

شرائط صلح کی خلاف ورزی پر اعلان جنگ:

جب خرزاسف کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اسے بہت غصہ آیا اور ویسے بھی وہ بہت بڑا جادوگر تھا اس نے یشتاسپ کے خلاف جنگجو جمع کیے اور اسے سخت نازیبا الفاظ پر مشتمل خط لکھا اور اسے بتایا کہ تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ خصوصاً زرداشت کی بات ماننے والوں سے بہت سخت تنبیہ کی اور پھر اس کی طرف فوج روانہ کرنے کا حکم دیا اور یہ قسم اٹھائی کہ جب تک اس کا اور اس کے گھر والوں کا خون نہ بہہ جائے وہ جنگ کرتا رہے گا۔

جب قاصد یشتاسپ کے پاس یہ خط لے کر آیا تو اس نے اپنے اہل خانہ اور مملکت کے اہم سرداروں کو جمع کیا ان میں ایک صاحب بہت بڑے عالم جاساسف اور لہراسپ کا بیٹا بھی تھا ان سے مشورہ کرنے کے بعد یشتاسپ نے سخت جواب بھیجا اور اسے حملہ کرنے کی اجازت دی اور اسے کہا کہ اگر وہ جنگ بند بھی کرے گا تو میں جنگ نہ روکوں گا۔

جنگ:

دونوں فریق بڑے بڑے لشکروں کو لے کر ایک دوسرے کی طرف چل پڑے یشتاسپ کے ساتھ اس کا بھائی زربن' نسطور بن زربن۔ اسفندیار' یشتوتن اور لہراسپ کی اولاد تھی اور خرزاسف کے ساتھ جوحرمز' اندرمان اس کے بھائی اور اس کے اہل خانہ اور بیدرفش تھے۔ زربن جنگ میں مارا گیا جس سے یشتاسپ کو سخت پریشانی ہوئی البتہ اسفندیار نے اس کا بدلہ لیا اور بیدرفش کو لڑائی کے دوران قتل کردیا پھر عام جنگ شروع ہوئی۔ خرزاسف بھاگ گیا اور یشتاسپ بلخ واپس آ گیا۔

اسفندیار کی گرفتاری:

جب اس جنگ کو کئی سال گزر گئے تو فرزم نامی شخص نے ایک روز یشتاسپ کو اسفندیار کے خلاف بھڑکایا جس کی وجہ سے یشتاسپ نے اسے گرفتار کیا اور ایسی جیل میں ڈال دیا جہاں قیدی عورتوں کو رکھا جاتا تھا۔ کچھ روز بعد یشتاسپ بلخ میں لہراسپ کو اپنا

نائب بنا کر خود کرمان اور سجستان کے علاقہ میں چلا گیا' پھر وہاں دینی معلومات کے احکام معلوم کرنے کی غرض سے طمیذر نامی پہاڑی علاقے میں گیا جاتے ہوئے اپنا سارا مال و دولت اور عورتیں وغیرہ وہیں چھوڑ گیا۔

خرزاسف کا حملہ:

خرزاسف کے جاسوسوں نے یہ خبر اس تک پہنچا دی جب خرزاسف کو یہ اطلاع ملی تو اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے بلخ کا رخ کیا اس دفعہ اسے امید تھی کہ وہ یشتاسپ اور اس کی حکومت کو تباہ کر دے گا جب وہ فارس کے قریب پہنچ تو اس نے اپنے بھائی ہرمز کو لشکر کے ساتھ آگے بھیج دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ چلتا رہے یہاں تک کہ شہر میں داخل ہو کر حملہ کرے اور شہروں اور بستیوں کو الٹ دے۔ چنانچہ ہرمز نے ایسا ہی کیا سخت حملہ کر کے کافی خون ریزی کی۔ اس کے پیچھے ہی خرزاسف بھی آ گیا اس نے وہاں کی کتابوں خصوصاً شعری مجموعوں کو آگ لگا دی۔ لہراسپ اور آتش خانہ کے خادموں کو قتل کیا آتش کدہ کو گرا دیا سارا خزانہ اور اموال اپنے قبضے میں لے لیے اور یشتاسپ کی دو بیٹیوں کو قید کر کے لایا جس میں سے ایک کا نام خمانی' اور دوسری کا نام باذ اقراہ تھا۔ پس ان کا سب سے بڑا جھنڈا ''درفش کاویانی'' اپنے قبضہ میں لے لیا اور پھر یشتاسپ کا تعاقب کیا' یشتاسپ بھاگ کر طمیذر نامی پہاڑی کے قریب ایک قلعہ میں چھپ گیا۔

اسفندیار کا ترکی پر حملہ آور ہونا:

جب یشتاسپ اس مصیبت کی وجہ سے سخت پریشان ہوا تو اس نے اسفندیار کو قید خانے سے نکلوا کر اپنے پاس بلایا جب اسفندیار آ گیا تو اس سے معذرت کی اور اس سے وعدہ کیا کہ اگر وہ لشکر کی کمان سنبھال کر خرزاسف کا مقابلہ کرے تو اس کے سر پر حکومت کا تاج رکھے گا اور اس کے ساتھ وہی مقابلہ کرے گا جو لہراسپ کے ساتھ کیا۔

جب اسفندیار نے یہ بات سنی تو بادشاہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا وہاں سے اٹھ کر آیا اور لشکر کو ترتیب دینے لگا اور پھر اس کا کماندان بن کر مطلوبہ رخ کی طرف چل پڑا ساری رات سفر کرتا رہا جب صبح ہوئی تو اس نے بگل بجنے اور تمام فوجیوں کو جمع کرنے کا حکم دیا پھر انہیں جمع کر کے ترکوں کے سامنے جا پہنچا جب ترکوں نے اس لشکر کو دیکھا تو وہ مقابلے کے لیے باہر نکل آئے۔ ان کے لشکر میں ہرمز اور اندرمان بھی تھے۔

اسفندیار کی فتح:

دونوں فوجوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی اسفندیار کے ہاتھ میں ایک تیز' آنکھوں کو اچکنے والا نیزہ تھا وہ اسے لے کر لشکر کے اندر گھس گیا اور تھوڑی ہی دیر میں ان کے کئی فوجیوں کو ڈھیر کر دیا۔ ترک فوج میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ اسفندیار قید سے رہا ہو چکا ہے اور وہ لشکر کی قیادت کر رہا ہے تو وہ گھبرا گئے اور واپس بھاگنے لگے اسفندیار ان کے سب سے بڑے جھنڈے کو لیے ہوئے فاتح بن کر واپس آیا۔ یشتاسپ کے پاس پہنچ کر اسے فتح کی خوشخبری سنائی۔ یشتاسپ نے اسے وصیت کی کہ اگر لہراسپ کو ملا کر کسی طرح خرزاسف کو قتل کر سکے تو اس سے دریغ نہ کرے' اور جو ہرمز اندرمان کو بھی قتل کرو (کیونکہ ان دونوں نے اس کے بچوں کو قتل کیا تھا) اور ترکی کے قلعوں کو بھی گرا دے اور شہروں کو آگ لگا دے' جنگجوؤں کو قتل کر دے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لے۔

کہا جاتا ہے کہ اسفندیار یہ حکم پا کر ترکی میں ایسے راستہ سے داخل ہوا کہ اس سے پہلے کوئی اس راستہ سے داخل نہ ہوا تھا اس

نے خود رات کے وقت لشکر کا پہرہ دیا اور جو درندے رات کے وقت لشکر کی طرف بڑھے انہیں خود قتل کیا۔ سفر کرتے ہوئے یہ ترکی کے شہر وزروئین (جسے عربی میں صفریہ کہا جاتا ہے) میں داخل ہوا۔ اچانک حملہ کر کے بادشاہ اس کے بھائیوں اور اس کے جنگجوؤں کو قتل کیا اس کا مال لوٹا اور عورتوں کو قیدی بنا لیا اپنی بہنوں کو رہا کرایا اور اپنے باپ کی طرف فتح کی خوشخبری لکھ کر بھیجی کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں اسفندیار کے بعد سب سے بڑا کارنامہ اس کے بھائی لفشوتن اور اس کے بھتیجے اور نوش اور مہرین کا تھا جنہوں نے شہر میں داخل ہونے سے قبل ترکی کی بڑی بڑی نہروں مثلاً کا سوزا اور مہروز وغیرہ کو کاٹ دیا۔

اسفندیار اور رستم کا مقابلہ:

اسفندیار افراسیاب کے شہر دہشکند میں داخل ہوا اور تمام شہروں میں گھومتا ہوا ملک کی آخری حدود تبت اور باب صول تک پہنچا اور پھر شہر کے لوگوں پر ایک خراج مقرر کیا کہ وہ خراج یشتاسپ کو ادا کریں گے اور پھر واپس بلخ آ گیا۔ پھر یشتاسپ کو اپنے بیٹے اسفندیار کی فتح دیکھ کر اس سے حسد پیدا ہو گیا اور اس نے اسے بجستان کے معروف کمانڈر رستم سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا۔

اسفندیار کا قتل اور یشتاسپ کا انتقال:

ہشام بن محمد الکلبی کہتے ہیں کہ یشتاسپ نے اپنے بعد اپنے بیٹے کے لیے بادشاہ بننے کا اعلان کیا اسے ترکوں کے مقابلہ میں بھیجا وہ جنگ میں فتح حاصل کر کے لوٹا اور آ کر باپ سے کہا رستم ہمارے ملک کے قریب رہتا ہے لیکن وہ ہماری اطاعت نہیں کرتا آپ مجھے اس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجیں''۔ یشتاسپ نے اسے بھیج دیا رستم سے مقابلہ ہوا جنگ میں اسفندیار قتل ہو گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یشتاسپ کا بھی انتقال ہو گیا۔ یشتاسپ کی حکومت ایک سو بارہ برس تک رہی۔

یشتاسپ کی طرف آنے والے نبی:

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے سمی نامی ایک نبی یشتاسپ کی طرف مبعوث ہوئے وہ بلخ میں داخل ہوئے۔ وہاں مجوسیوں کا سردار زرداشت اور ان کا ایک عالم جاماسپ بھی رہتے تھے۔ ان کی آپس کی ملاقات ہوئی سمی عراقی بولتے تھے اور زرداشت کو یہ الفاظ دہرائے اور سکھائے جس سے وہ ان کا مفہوم سمجھ کر پھر انہیں فارسی میں لکھتا۔ الفاظ سکھانے کا کام جاماسپ کرتا تھا اسی لیے اسے عالم کہا جانے لگا۔

جاماسپ اور یشتاسپ کا سلسلہ نسب:

بعض نے جاماسپ کا نسب نامہ یہ بیان کیا ہے۔ جاماسپ بن مخد بن ہو بن حکاو بن ندکاو بن فرس بن رج بن خوراسرو بن منوچہر۔

زرداشت کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔

زرداشت بن یوسیف بن فردواسف بن ارتحد بن منجد سف بن بخشنس بن فیافیل بن الحدی بن ہردان بن سفمان بن ویدس بن ادرا بن رج بن خوراسرو بن منوچہر۔

کہا جاتا ہے کہ یشتاسپ اور اس کا باپ لہراسپ مجوسی تھے۔ یہاں تک کہ سمی اور زرداشت اس کے شہر میں آئے اور اس وقت اس کی حکومت کو تیس سال گذر چکے تھے۔

یشتاسپ کا دور حکومت:

ایک قول یہ بھی ہے کہ یشتاسپ نے ایک سو پچاس سال حکومت کی اور اس نے اپنے سرداروں کو سات مختلف درجات میں بلحاظ مرتبہ تقسیم کیا اور انہیں عظما کا لقب دیا۔ مثلاً دھستان کا بہکا بہند' ماہ نہاوند کا قارن پہلوی بجستان کا سورین اور کاڑی کا اسفند یار پہلوی۔

بخت نصر کو لالچ:

سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ اہل شام کے لشکر کے کمانڈروں نے بخت نصر سے کہا: تو نے ہمیں رسوا کر دیا۔ ہم تمہیں ایک لاکھ درہم دیتے ہیں اور تم ان باتوں سے برأت ظاہر کر لو اور انہیں واپس لے لو اس نے کہا کہ اگر مجھے بابل کا بیت المال دے دیا جائے تو میں ان باتوں کے ماننے کو تیار ہوں۔

بخت نصر شام کی طرف:

زمانے نے پلٹا کھایا اور فارس کے بادشاہ نے کہا اے کاش! ہم شام کی طرف کوئی لشکر بھیجتے کیونکہ اگر انہیں حملے کا موقع ملتا تو وہ ضرور ہم پر حملہ کرتے ورنہ جس پر قدرت حاصل کرتے اسے چھین لاتے۔ حاضرین نے کہا ایسا کرنے میں آپ کو کیا مانع ہے؟

بادشاہ نے پوچھا کہ تمہاری رائے کس شخص کے لیے مناسب ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ فلاں شخص کو۔

بادشاہ نے کہا نہیں بلکہ میں اس شخص کو بھیجوں گا جس نے مجھے شام کے حالات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ اس نے بخت نصر کو بلوایا اور اسے عمدہ قسم کے چار ہزار شہسوار دے کر شام کی طرف روانہ کیا۔

بخت نصر بطور بادشاہ:

بخت نصر کا لشکر شام پہنچ گیا' حملہ کیا اور لوگوں کے گھروں میں جا گھسے متعدد افراد کو قیدی بنا لیا البتہ نہ کسی کو قتل کیا اور نہ ہی کسی عمارت کو تباہ کیا۔ ادھر صحیوں کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس کو نائب بنانے کے لیے اصرار کیا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے چھوڑ دو یہاں تک کہ شام پر حملہ کرنے والا لشکر لوٹ آئے کیونکہ وہ شہسوار لوگ ہیں وہ لوگ رک گئے۔ یہاں تک کہ بخت نصر اپنے لشکر اور شامی قیدیوں کے ساتھ آ گیا۔ یہ قیدی لوگوں میں تقسیم کیے گئے۔ لوگوں نے کہا: بخت نصر سے بہتر کوئی شخص نہیں جو حاکم بننے کا اہل ہو۔ چنانچہ بخت نصر کو بادشاہ بنا دیا گیا۔

قابوس کے بعد والے یمنی حکمران

اس بات کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے قابوس سلیمان علیہ السلام کے دور میں گزرا تھا اور سلیمان کے دور کی ملکہ بلقیس کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے۔

ہشام بن محمد الکلبی کہتے ہیں کہ یمن میں بلقیس کے بعد یاسر بن عمر بادشاہ بنا اسے یاسر النعم کہا جاتا تھا اسے یہ نام اس لیے دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بہت انعامات کیے اور اس کی حکومت کو مضبوط بنایا۔

ملکہ بلقیس کے بعد والے حکمران:

اہل یمن کا خیال ہے کہ یاسر مغرب کی طرف حملہ کرنے کے لیے بڑھا' چلتے چلتے وادی رمل میں پہنچا تھا۔ اس سے پہلے اس وادی میں کوئی بھی نہ پہنچا تھا۔ یہاں ریت اتنی زیادہ تھی کہ اس سے آگے کوئی آبادی نظر نہ آتی۔ ایک دفعہ اسے خواب میں ریت نظر آئی۔ اس نے اس کی تعبیر پوچھی تو کہا گیا کہ اس میں یہیں رہنے کی طرف اشارہ ہے اس نے وہاں ''نحاس'' نامی بت بنانے کا حکم دیا۔ جب بت بن گیا تو اسے وادی کے روبرو ایک چٹان پر گاڑ دیا گیا اور اس کے سینے میں یہ الفاظ لکھے گئے:

''یہ بت یاسر النعم کا ہے' یہاں سے آگے کوئی راستہ نہیں لہٰذا اس سے آگے بڑھنے کی کوئی شخص مشقت نہ کرے ورنہ وہ ہلاک ہو جائے گا''۔

یاسر کے بعد تبان اسعد (المعروف بہ تبع) بادشاہ بنا۔ اس کا سلسلہ نسب یہ ہے ابوکرب بن ملکی کرب' تبع بن زید بن عمر بن تبع اور وہ ذوالاذعار بن ابرہہ' تبع ذی المغار بن الرائش بن قیس بن صیفی بن سبا ہے۔ سبا کو رائد بھی کہتے تھے۔

حیرہ:

یہ آخری تبع بہمن بن اسفندیار کے دور میں یمن کا حکمران تھا۔ یہ تبع یمن سے چلا اور ان راستوں سے ہوتا ہوا جن سے رائش گزرا تھا طبی نامی پہاڑ پر پہنچا وہاں سے انبار کی طرف بڑھا' جب ''حیرہ'' کے مقام پر پہنچا تو رات کا وقت تھا وہ اس جگہ حیران و پریشان ہو گیا جس کی وجہ سے اس جگہ کا نام ''حیرہ'' پڑ گیا۔ پھر وہ خود وہاں سے چلا البتہ پیچھے ازد' لخم' جزام' عاملہ اور قضاعہ قبیلے کے افراد چھوڑے۔ انہوں نے وہیں مکانات بنائے اور رہنے لگے۔ ان کے بعد طے۔ کلب اور سکون وغیرہ قبیلے کے افراد بھی آ گئے۔

ترکوں کی شکست:

تبع یہاں سے انبار پہنچ گیا' وہاں سے موصل پھر آذربائیجان کے علاقے میں پہنچ گیا وہاں ترکوں سے اس کا مقابلہ ہوا اس نے ترکوں کو شکست دی۔ ان کے جنگجوؤں کو قتل کیا اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا اور یمن لوٹ آیا۔ اس فتح کے نتیجہ میں دنیا کے اندر اس کا ایک رعب اور دبدبہ چھا گیا۔

چین پر حملہ:

ایک روز ہندوستان کے بادشاہ کا قاصد اس کے پاس ہدیے اور تحفے لایا جن میں ریشم' مشک' عود وغیرہ جیسی قیمتی اشیاء تھیں۔ اس نے ان چیزوں کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ان تحائف کو دیکھ کر قاصد سے کہا ''تمہارا ستیاناس! کیا یہ سب چیزیں تمہارے ملک کی ہیں''۔

اس نے جواب دیا ''ہمارے ملک میں یہ چیزیں کم ہیں البتہ چین میں بہت زیادہ ہیں''۔

پھر اس نے چین کے حالات' وہاں کی سرسبزی وسعت اور نعمتوں کا ذکر کیا۔ یہ تفصیلات سن کر تبع نے قسم اٹھائی کہ وہ ضرور چین پر حملہ کرے گا۔ چنانچہ وہ حمیر وغیرہ کے علاقوں کو روندتا ہوا چین کی طرف بڑھا اور اپنے ایک ثابت نامی کماندان کو آگے بھیجا اور خود اس کے پیچھے سفر کرتا ہوا چین پہنچ گیا اور اچانک حملہ کر کے ان کے بہت سے جنگجوؤں کو قتل کر دیا اور جو کچھ وہاں ملا اس کا صفایا کر دیا کہا جاتا ہے کہ اسے وہاں تک سفر کرنے وہاں پر رہنے اور واپس ملک آنے تک سات سال کا عرصہ لگا اور پھر اس نے تبت میں بارہ ہزار حمیری شہسواروں کو چھوڑا جو اصلاً تبتی تھے۔ بعض ان کو عرب کہتے ہیں کیونکہ ان کا چہرہ اور رنگ عربوں جیسا تھا۔

تبع کی یمن واپسی:

موسیٰ بن طلحہ سے مروی ہے کہ تبع جب عرب علاقوں میں داخل ہوا تو کوفہ کے قریب ہی وہ حیرت میں پڑ گیا جس کی وجہ سے لشکر کے کمزور لوگوں کو وہیں چھوڑا اس کے حیرت میں پڑنے کی وجہ سے اس جگہ کا نام ''حیرۃ'' پڑ گیا۔ پھر اگلا سفر کیا' پھر واپس آیا اور وہیں رہا۔ یمن میں اس کے ساتھ عرب کے بہت سے قبائل مثلاً بنی لحیان' ہذیل' تمیم' جعفی' طی اور کلب وغیرہ بھی رہنے لگے۔

اردشیر بہمن اور اس کی بیٹی خمانی کے حالات

اردشیر:

یشتاسپ کے بعد اس کا پوتا اردشیر' بہمن حکمران بنا' جس دن وہ بادشاہ بنا اس روز اس نے کہا'' ہم وفا کرنے والے اور اپنی رعایہ کے ساتھ بھلائی کرنے والے ہیں' اسے ''طویل الباع'' (لمبے بازو والا) کے لقب سے پکارا جاتا تھا اس لقب کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنے ہاتھ اردگرد کے ممالک تک پھیلائے اور ان سب پر قبضہ کر لیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے عراق میں ایک شہر تعمیر کیا اور اس کا نام ''اردشیر آباد'' رکھا جو بہمینا کے نام سے مشہور ہوا اور دریائے دجلہ کے کنارے ایک شہر آباد کیا جس کا نام اس نے بہمن اردشیر رکھا جسے آج کل ''ابلہ'' کہا جاتا ہے۔

اردشیر نے باپ کے قتل کا بدلہ لیا:

اردشیر اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے سجستان گیا رستم اس کے باپ دستان' بھائی ازدارہ اور اس کے بیٹے فرازکو قتل کیا۔

اس نے فوجیوں کی تنخواہوں' آتش کدوں کے خادموں کے معاوضوں اور آتش خانوں کے جلانے کے لیے بڑا سرمایہ مقرر کیا۔ اسے ابو دارالاکبر بھی کہا جاتا ہے۔ اور اردشیر بن بابل کو ابو ساسان کہا جاتا ہے۔ خمانی بنت بہمن ''ام دارا'' کے نام سے مشہور ہوئی۔

اردشیر بہمن ''اللہ کا بندہ'':

ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ یشتاسپ کے بعد اردشیر بن اسفندیار حاکم بنا۔ یہ بڑا متواضع اور اچھے اخلاق کا آدمی تھا۔ اس نے اپنے بارے میں یہ لکھوا رکھا تھا'' اللہ کا بندہ اللہ کا خادم اور عوام کے معاملات کی نگہبانی کرنے والا'' اس نے روم میں داخل ہو کر دس لاکھ فوجیوں سے جنگ کی۔

بہمن کے متعلق دیگر مؤرخین کی رائے:

ہشام کے علاوہ دیگر مؤرخین کا کہنا یہ ہے کہ بہمن نے دارا کو اس کی ماں کے پیٹ میں ہی ہلاک کر دیا۔ چنانچہ بہمن کے بعد لوگوں نے اس کی بیٹی خمانی کو بادشاہ بنایا۔ بہمن بڑا سمجھدار اور زیرک حکمران تھا اور فارس کے بادشاہوں میں بلند مرتبہ اور بہترین تدابیر کرنے والا شمار ہوتا تھا۔ اس دور کے دیوان اردشیر کے دیوانوں پر فوقیت رکھتے تھے۔ اس کی والدہ کا نسب نامہ اسثار بنت یائیر بن شمعی بن قیس بن میشا بن طالوت بادشاہ بن قیس بن ابل بن صارور بن بحرث بن افیح بن ایشی بن بنیامین بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ۔

ان کی ام ولد کا نام راحب بنت فنحسن تھا جو کہ رحبعم بن سلیمان بن داؤد کی نسل سے تھیں۔ بہمن نے بنی اسرائیل پر زربابل بن شتائیل کو حکمران بنایا اور اسے جالوت کی ریاست عطا کی۔ پھر جب راحب کا مسئلہ درپیش ہوا تو اسے شام بھیج دیا جب بہمن کا انتقال ہوا تو اس کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں زندہ تھیں۔

بیٹے:

۱۔ دارالاکبر

۲۔ ساسان

بیٹیاں:

۱۔ خامانی (جو اس کے بعد بادشاہ بنی)

۲۔ فرنک

۳۔ بہمن دخت

بہمن کے معنی:

بہمن بمعنی ''اچھی نیت والا'' اس کی حکومت ۱۱۲ برس تک رہی۔ ہشام بن الکلبی کا خیال ہے کہ اَسی برس رہی۔

ملکہ خمانی:

اس کے بعد اس کی بیٹی خمانی تخت آرا ہوئی۔ اسے اس کے والد بہمن کے احسانات اور اس کی ذہانت و فطانت' اعلیٰ شہسواری اور عمدہ اخلاق کی وجہ سے ملکہ بنایا گیا۔ اس نے ''شہرزاذ'' لقب اختیار کیا۔

بہمن کے بیٹے ساسان کی دنیا سے کنارہ کشی:

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ جب (خمانی) کی تاج پوشی کی گئی تو اس وقت وہ (خمانی) حاملہ تھی اس کے پیٹ میں دارا تھا اسے اس شرط پر حکومت دی گئی کہ جو بچہ اس کے پیٹ میں سے پیدا ہوگا یہ اپنے بعد اسے حکومت دے گی۔ اس وقت بہمن کا بیٹا ساسان کافی عمر کا تھا اور بادشاہ بننے کا امیدوار بھی تھا لیکن جب اس نے خمانی کا رویہ دیکھا تو دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرکے ''اصطخر'' کے علاقے میں چلا گیا۔ وہاں پہاڑوں پر عبادت کرکے زندگی گزارنے لگا وہ اپنی بکریاں خود چراتا تھا جس کی وجہ سے اس کا لقب راعی (چرواہا) پڑ گیا۔ اس کی والدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے ام ساسان بنت شابلیتال بن یوحنا بن اوشیاء بن امون بن منشی بن حازقیا بن احاذ بن یوثام بن عوزیا بن یورام بن عوریا بن یورام بن یوشافط بن ابیا بن رحبعم بن سلیمان بن داؤد۔

خمانی کے بیٹے کی دریا بردگی:

کہا جاتا ہے کہ جب بہمن کا انتقال ہوا تو دارا اپنی والدہ خمانی کے پیٹ میں تھا۔ خمانی کے ملکہ بننے کے چند ماہ بعد دارا پیدا ہوا اس نے بیٹے کی پیدائش کو ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا لہٰذا اسے ایک صندوق میں ڈالا اور اس کے ساتھ قیمتی جواہرات رکھ کر اصطخر کی نہر کرو (یا بلغ کی نہر) میں ڈال دیا۔ اصطخر کا ایک شخص جو چکی چلاتا تھا اس کے قریب سے یہ صندوق گزرا اس شخص کا ایک چھوٹا بچہ بچپن ہی میں فوت ہو چکا تھا جب صندوق کے اندر اس بچے کو دیکھا تو اپنی بیوی کے پاس لے آیا اور اس کے حسن و جمال اور خوبصورتی سے بہت خوش ہوا۔ اس نے بچہ کی پرورش کی لیکن جب وہ بڑا ہو گیا تو اس کا معاملہ واضح ہو گیا اور خمانی کو بھی معلوم ہو گیا کہ میرا بیٹا فلاں جگہ ہے۔

دارا کی تاج پوشی:

خمانی نے اگرچہ اس کو اچھا نہ سمجھا لیکن جب وہ بادشاہ بننے کے قابل ہو گیا تو اس کے سر پر بادشاہت کا تاج رکھ دیا۔ حکومت

کے معاملات اس کے سپرد کیے اور خود رومیوں سے جنگ کرنے چل پڑی۔ رومیوں سے جنگ میں اسے فتح ہوئی اس نے دشمن کا قلع قمع کیا ان کے بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا اور اپنے ملک میں لے آئی۔

عمارتوں کی تیاری کا حکم:

یہاں آ کر اس نے روم کے معماروں کو حکم دیا کہ وہ یہاں مختلف قسم کی عمارتیں تعمیر کریں۔ انہوں نے مختلف مقامات پر رومی طرز کی عمارتیں تعمیر کیں۔ ان میں سے پہلی مشہور عمارت اصطخر کے اندر ہے۔ دوسری عمارت وہ خوبصورت سیڑھی ہے جس پر دارا چڑھ کر محل کے اوپر جاتا تھا۔ تیسری عمارت اس سیڑھی سے چار فرسخ کے فاصلہ پر خراسان کے قریب واقع تھی۔

خمانی کا دورِ حکومت:

خمانی نے اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو خوب تھکایا۔ کامیابی اور نصرت نے اس کے قدم چومے اس نے اپنی رعایا سے خراج کی مقدار میں کمی کی۔ اس کی بادشاہت برقرار رہی۔

بنی اسرائیل کے حالات اور بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر

بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر:

گذشتہ صفحات میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ بخت نصر نے بنی اسرائیل کے جن لوگوں کو قیدی بنایا تھا وہ بیت المقدس واپس کیوں آئے۔ جب یہ لوگ واپس آئے تو اس وقت کیرش بن اخشورش کی حکومت تھی اسے بابل میں بہمن کی طرف سے گورنر بنایا گیا تھا۔ بہمن کے مکمل دور حکومت میں اور اس کے بعد خمانی کے دور میں چار سال تک وہ بابل کا گورنر رہا۔ کیرش کے بعد خمانی کی حکومت چھبیس برس تک رہی۔ کیوں کہ اس کا دور حکومت تیس سال پر مشتمل ہے بیت المقدس کے تباہ ہونے اور اس کے دوبارہ تعمیر ہونے میں کل ستر سال کا عرصہ لگا۔ اس میں سے کچھ بہمن کے دور حکومت کا حصہ ہے اور بقیہ عرصہ خمانی کے دور حکومت پر مشتمل ہے۔

کیرش:

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ کیرش کا نام ہی یشتاسپ تھا جب کہ دیگر مؤرخین نے اس قول کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ کیرش یشتاسپ کے دادا کا چچا تھا اور اس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ کیرش بن کیبیہ بن کیقباز الاکبر جب کہ یشتاسپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ یشتاسپ بن کیلہر اسپ بن کیوجی بن کیمنوس بن کیقاؤس بن کیبیہ بن کیقباز الاکبر۔

کیرش کبھی بادشاہ نہیں بنا البتہ کیقاؤس اور کیخسر وکی جانب سے خوزستان کا گورنر رہا۔ لہراسپ نے بھی اسے اسی علاقے کا گورنر رکھا۔ وہ بلند مرتبہ شخص تھا اور اس نے لمبی عمر پائی۔

یونانیوں کا غلبہ حاصل کرنا:

جب بیت المقدس آباد ہوا اور بنی اسرائیل کے لوگ واپس لوٹ آئے اور ان پر فارس کی طرف سے حکمران مقرر ہوا (یہ گورنر فارسی بنی اسرائیل میں سے کوئی تھا) تو اس وقت اہل فارس کے ایک حصہ میں یونانیوں کی حکومت آ گئی کیونکہ سکندر نے دارا بن دارا کو قتل کر کے اس علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس پوری تبدیلی میں اٹھاسی برس کا عرصہ لگا۔

دارابن دارا اور ذوالقرنین

دارا نے اپنے بیٹے کا نام دارا ہی کیوں رکھا:

دارا ابن بہمن اپنے دور حکومت میں جہرزاد (کریم الطبع) کے لقب سے مشہور ہوا۔ وہ بڑا منتظم حکمران تھا ارد گرد کے حکمرانوں پر بھی اس کا رعب تھا اور وہ حکمران اسے جزیہ دیا کرتے تھے۔ اس نے فارس میں ''جرد'' نامی شہر آباد کیا۔ اس نے جانوروں کی دموں کو کاٹ ڈالا۔ اسے اپنے بیٹے سے بہت محبت تھی اسی بناء پر اس نے اپنے بیٹے کا نام اپنے نام پر رکھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا حکمران بنا اس کا ''رستین'' نامی ایک وزیر تھا جو بہت عقلمند انسان تھا ایک روز ''رستین'' اور بادشاہ کے غلام ''بری'' کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ رستین نے بری کے خلاف بادشاہ کے کان بھرے۔

بڑے دارا کا انتقال:

ایک قول یہ ہے کہ بری نے بادشاہ کو زہر پلا دیا جس سے دارا کا انتقال ہوگیا۔ رستین نے اپنے ساتھ ایک جماعت کو بلایا اور بری کے خلاف ایک کاروائی کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ دارا کی حکومت بارہ برس رہی۔

چھوٹے دارا کی بادشاہت:

دارا کے بعد اس کا بیٹا دارا اصغر بادشاہ بنا۔ اس کی والدہ کا نام ہند بنت ہزار مرد تھا۔ جب اس کی تاج پوشی کی گئی تو اس نے کہا ہم کسی کو ہلاکت کے گڑھے میں نہیں ڈالتے لیکن جو اس میں چھلانگ مارے اس سے ہم اسے روکتے بھی نہیں۔ اس نے جزیرہ کے قریب ''دارا'' نامی شہر آباد کیا اور بری کے بھائی کو اس علاقہ کا گورنر بنایا لیکن بعد میں اس کے مصاحبین کے بارے میں اس کا دل خراب ہوگیا جس کی وجہ سے اس نے ان میں سے بعض کے قتل کا ارادہ کیا' جس سے خواص و عام میں بددلی پھیلی اور لوگ اسے چھوڑ کر چلے گئے' دارا غیرت مند' طاقتور اور جوان مرد تھا۔

چھوٹے دارا کا رعایا کے ساتھ سلوک:

ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ دارا اصغر چودہ برس تک حاکم رہا اس نے اپنی رعایا کے قیدیوں کے ساتھ برا سلوک کیا بہت سے سرداروں کو قتل کیا انہی دنوں سکندر نے اس سے جنگ بھی کی چونکہ اس کے طرز عمل کی وجہ سے بہت سے لوگ اس سے اکتا چکے تھے اس لیے انہوں نے سکندر کا ساتھ دیا اور دارا کے پوشیدہ حالات کی مخبری کر کے سکندر کو قوت فراہم کی۔ دونوں کے درمیان ایک سال تک جنگ ہوتی رہی۔ بالآخر دارا کے بعض لوگوں نے اسے قتل کر کے اس کا سر سکندر کے سامنے پیش کیا۔ سکندر نے ان لوگوں کو بھی قتل کروا دیا اور کہا کہ جو لوگ اپنے بادشاہ کے خلاف بغاوت کرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے۔

سکندر کی بیوی:

سکندر نے دارا کی بیٹی روشنک سے نکاح کیا اس نے ہندوستان اور مشرقی ممالک میں بھی جنگ کی پھر وہ اسکندریہ پر حملہ

کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا لیکن راستے میں ہی اس کا انتقال ہو گیا اور اس کی لاش کو سونے کے صندوق میں بند کر کے سکندریہ لایا گیا اس کی حکومت چودہ برس رہی۔

سکندر سے پہلے روم کی حکومت منتشر تھی اس کے آنے پر مجتمع ہو گئے جبکہ فارس کی حکومت اس کے آنے سے پہلے مستحکم تھی اور اس کے آنے کے بعد بکھر گئی۔

دارا کا سکندر کو خط:

ہشام کے علاوہ دیگر مؤرخین کا کہنا ہے کہ جب دارا بادشاہ بنا تو اس نے ''جزیرہ'' کی سرزمین میں ایک شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا جس کا نام ''دارانوا'' رکھا۔ آج کل وہ دارا کے نام سے مشہور ہے دارا نے اسے آباد کیا اور تمام ضروریات زندگی وہاں مہیا کیں۔ اس وقت یونان کے علاقے مقدونیہ میں سکندر کے باپ فیلفوس کی حکومت تھی۔ دارا نے اس شرط پر اس کے ساتھ صلح کی تھی کہ وہ ہر سال خراج دیا کرے گا۔ جب فیلفوس کا انتقال ہو گیا اور سکندر بادشاہ بنا تو اس نے دارا خراج دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر دارا کو غصہ آیا اور اس نے سکندر کے نام ایک خط لکھا جس میں اسے خراج نہ دینے پر بہت برا بھلا لکھا اور اسے دوبارہ خراج دینے کا حکم دیا۔ خط کے ساتھ اس کی طرف ہاکی' گیند اور ایک بوری تل بھیجے اور کہا کہ تو ابھی بچہ ہے لہٰذا فی الحال تو ہاکی اور گیند کے ساتھ کھیل اور بادشاہت کا تاج اتار دے۔ اور آخر میں یہ لکھا کہ اگر تو نے میری باتوں پر عمل نہ کیا اور نافرمانی کی تو میں تیرے پاس ایک لشکر بھیجوں گا جو تجھے گرفتار کر کے یہاں لائے گا اور میرے لشکر کی تعداد اتنی ہے جتنے یہ تل ہیں جو میں بھیج رہا ہوں۔

سکندر کا دارا کو جواب:

سکندر نے جواب میں لکھا کہ میں تمہارے خط کا مفہوم سمجھ گیا' خط کے اندر ہاکی اور گیند کے تذکرے پر غور کر کے سکندر اس نتیجے پر پہنچا کہ خط بھیجنے والے نے اپنی زمین میرے حوالے کر دی ہے۔ گیند کی مثال زمین کی ہے گویا آپ نے خود اپنے ہاں سے یہ زمین میری طرف پھینکی ہے۔ اب یہ میری حکومت کا حصہ بنے گی اور تلوں پر غور کرنے کا نتیجہ بھی وہی ہے جو ہاکی اور گیند پر غور کرنے کا تھا کہ تمہاری سلطنت بکھر جائے گی اور تجھے بڑے تلخ اور مشکل حالات کا سامنا کرنا ہو گا۔ اس کے خط کے ساتھ اس نے رائی کے دانوں کی ایک گھڑی بھیجی اور کہا کہ جو سامان میں نے بھیجا ہے یہ بہت کم ہے البتہ اس کے بعد میری طرف سے تمہیں جو پریشانی' مصیبت اور تلخی دیکھنی ہو گی وہ بہت زیادہ ہو گی اور میری فوج بھی ان صفات پر مشتمل ہے جو تمہاری فوج میں ہیں۔

دارا اور سکندر کی لڑائی:

جب دارا کے پاس خط آیا تو اس نے لشکر کو جمع کیا اور حملے کی تیاری شروع کر دی ادھر سکندر نے تیاری کر کے دارا کا رخ کیا۔ دارا بھی لشکر کے ساتھ آگے بڑھا۔ دونوں لشکروں میں خونریز جنگ ہوئی جس میں دارا کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ بھاگنے لگا۔ دارا کے وہ پہرے دار جن کا تعلق ہمدان سے تھا' انہوں نے جب معاملہ دیکھا تو دارا کو طعنہ دیا جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ دارا سکندر کے پاس جا کر اس سے پناہ حاصل کر لے ادھر سکندر نے یہ اعلان کیا کہ دارا کو گرفتار کیا جائے مگر قتل نہ کیا جائے' کچھ دیر بعد سکندر کو دارا کے ٹھکانے کا علم ہوا تو وہ خود چل کر اس کے پاس پہنچا اور اس کے سرہانے بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں ہرگز تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا' جو کچھ تجھے نقصان پہنچا ہے اتنا نقصان پہنچانا میری خواہش بھی نہیں تھا۔

اب جو تیرے دل میں آتا ہے وہ مانگ میں تجھے عطا کروں گا۔ دارا نے کہا' میری دو خواہشات میں' پہلی یہ کہ جن لوگوں نے مجھے گرفتار کرایا ہے انہیں قتل کر دو' دوسری یہ کہ میری بیٹی کے ساتھ نکاح کر لو' سکندر نے ایسا ہی کیا اور پھر اس کا ملک اسی کے حوالے کر کے واپس آ گیا۔

سکندر کون تھا؟:

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ سکندر جس نے دارا کو شکست دی وہ دارا کا بھائی تھا۔ کیونکہ اس کے باپ دارا اکبر نے سکندر کی والدہ سے نکاح کیا تھا اس کی والدہ شہنشاہ روم کی بیٹی تھی جس کا نام ہلائی تھا۔ اس نے دارا اکبر سے نکاح کیا لیکن جب دارا اکبر نے دیکھا کہ اس کے جسم اور پسینے سے بو آتی ہے تو اس نے بطور علاج مختلف طبیبوں اور حکیموں سے رابطہ کیا جنہوں نے ''سندر'' لگانے کا مشورہ دیا چنانچہ سندر لے کر اسے پکایا گیا اور پھر اس پانی سے اسے غسل دیا گیا جس سے اس کے جسم کی بدبو کافی حد تک ختم ہو گئی مگر صحیح طور سے ختم نہ ہو سکی دارا اکبر نے اس سے جان چھڑانے کے لیے واپس میکے بھیج دیا کیونکہ یہ بو برداشت کرنا اس کے بس سے باہر تھا۔ ہلائی جب میکے پہنچی تو وہ حاملہ تھی اس حمل سے اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے اپنے اور سندر کے لفظ کو ملا کر بیٹے کا نام بطور یادگار رکھا چنانچہ بچہ کا نام ہلائی سندروس رکھا گیا جو بعد میں لفظ ''الاسکندروس'' ہو گیا۔

پھر دارا اکبر فوت ہو گیا اور دارا اصغر بادشاہ بن گیا اس وقت روم کے بادشاہ سکندر کے نانا (ہلائی کے باپ) کا انتقال ہو گیا تو وہ دارا اصغر کے پاس خراج نہ بھیج سکا۔ اس نے یہ (دارا نے) خط لکھا۔

جو خراج تم اور تمہارے پہلے حکمران ہمیں ادا کرتے تھے تم نے اس کی ادائیگی میں تاخیر کر دی لہٰذا اپنے ملک کا خراج ہمارے پاس بھیجو ورنہ ہم تم پر حملہ کر دیں گے۔

سکندر نے جواب دیا: تو نے مرغی کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھایا اور اس کا کوئی بھی حصہ نہ چھوڑا۔ اب اس کے اطراف باقی رہ گئے ہیں اگر تو چاہے تو ہم تمہارے ساتھ صلح کر لیتے ہیں ہم جنگ کے لیے بھی تیار ہیں دارا یہ جواب سن کر ناراض ہو گیا اور جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ سکندر نے دارا کے دربانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اسے گرفتار کریں۔ اور وہ اس پر تیار ہو گئے۔

جنگ کے متعلق ایک اور روایت:

جب جنگ شروع ہو گئی تو ان دونوں نے اچانک دارا کو نیزہ مارا اور زخمی حالت میں اسے سکندر کے پاس لے گئے جب دارا سکندر کے پاس پہنچا تو وہ آخری سانسیں لے رہا تھا۔ سکندر نے اس کے چہرہ سے مٹی ہٹائی اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر کہا:

''اے بہت بڑے شریف' آزاد بادشاہ! تجھے تیرے دربانوں نے قتل کیا حالانکہ میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا تھا اب مجھے جو وصیت کرنا چاہتے ہو کرو''۔

دارا نے یہ وصیت کی کہ میری بیٹی روشنک سے نکاح کر لو اور اسے اپنے پاس ہی رکھنا اور فارس کے لوگوں کو آزاد رکھنا کسی اور کو ان پر حکمران نہ بنانا۔ سکندر نے دارا کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔

آستین کے سانپوں کا قتل:

جن دو آدمیوں نے دارا کو زخمی کر کے سکندر کے پاس پہنچایا تھا جب وہ سکندر کی خدمت میں انعام لینے آئے تو سکندر نے

وعدہ کے مطابق انعام دینے کے بعد ان سے کہا:

میں نے تمہاری شرط کے مطابق تمہیں انعام دے دیا۔ تم نے اپنی جان کے تحفظ کی شرط نہیں لگائی تھی۔ لہٰذا اب تمہیں قتل کرتا ہوں۔ کیونکہ جو شخص اپنے بادشاہ کو قتل کرے اس کا زندہ رہنا درست نہیں چنانچہ انہیں قتل کروا دیا گیا۔

تیسری روایت:

بعض مؤرخین نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ روم کا بادشاہ دارا اکبر خراج دیا کرتا تھا اس کے انتقال کے بعد سکندر بادشاہ بنا وہ بڑا ہوشیار، عقل منداور مکار حکمران تھا۔ اس نے بعض عربوں سے جنگیں کیں جن میں اسے فتح ہوئی جس کی وجہ سے اس کی قوت میں اضافہ ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے دارا اصغر کو خراج دینے سے انکار کر دیا اس کے طرز عمل سے دارا کو بہت غصہ آیا اس نے ایک سخت خط بھیجا جس میں خراج کی ادائیگی کا حکم دیا تھا۔

اس خط کی وجہ سے دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو گئی اور دونوں نے اپنی اپنی ملکی حدود میں فوجیں جمع کرنا شروع کر دیں۔ دونوں کے درمیان خط و کتابت جاری رہی۔ سکندر دارا کے ساتھ جنگ کرنے سے گھبرا گیا اور اسے جنگ نہ کرنے کی پیشکش کی دارا نے اپنے مصاحبین سے مشورہ کیا تو انہوں نے جنگ کرنے کے فوائد و ثمرات بتلائے کیوں کہ وہ اندرونی طور پر جنگ کے خواہش منداور دارا کے مخالف تھے۔

دونوں ملکوں کی افواج کے ملنے کے مقام کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے کہ دونوں فوجیں خزر کے قریب خراسان میں آمنے سامنے ہوئیں یا کسی اور جگہ دونوں فوجوں میں شدید جنگ ہوئی اس جنگ میں سکندر کے پاس ایک زبردست گھوڑا تھا جس کا نام "بوکفراسپ تھا"۔

فارس کا ایک شہسوار صفوں کو چیرتا ہوا رومی لشکر میں داخل ہوا اور سکندر پر ایسی سخت ضرب لگائی کہ اس کو زندگی کے لالے پڑ گئے اور اس نے فارسیوں کے اس فعل کو نہایت تعجب خیز جانا کہا جاتا ہے کہ یہ شہسوار فارس کی فوج کا مضبوط ترین سوار تھا۔

دارا اصغر کے پہرے پر دو ہمدانی تھے ان دونوں نے سکندر سے رابطہ قائم کیا اور بتلایا کہ وہ دارا کو زخمی کر کے تیرے پاس لانے کو تیار ہیں چنانچہ انہوں نے ایک روز اسے نیزہ مارا جس کے زخم سے دارا کی موت واقع ہوئی یہ دونوں وہاں سے بھاگ گئے۔

کہا جاتا ہے کہ جب سکندر کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ سوار ہو کر دارا کے پاس پہنچا جب سکندر وہاں پہنچا تو دارا آخری سانسیں لے رہا تھا سکندر نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور روتے ہوئے کہا۔

تجھے تیری جائے پناہ میں اس حالت میں پہنچایا گیا اور تیرے با اعتماد ساتھیوں نے تیرے ساتھ دھوکا کیا اور تو اپنے دشمنوں میں اکیلا رہ گیا تو مجھ سے اپنی خواہشات کا اظہار کر، میں قرابت داری کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں پورا کروں گا (راوی کا خیال ہے کہ افریدون کے بیٹے سلم اور امیرج کی وجہ سے ان دونوں میں قرابت داری تھی) دارا جو اپنے زخموں کی وجہ سے تڑپ رہا تھا۔ جب اس نے سکندر کا یہ طرز عمل دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور اس سے درخواست کی کہ میری بیٹی سے نکاح کر لو اور اس کے حقوق کا خیال رکھنا اور اس کی قدر پہچاننا اور میرے قتل کا بدلہ لینا۔ سکندر نے ان خواشیات کو پورا کرنے کی حامی بھر لی۔

جن دو آدمیوں نے دارا کو زخمی کر کے ہلاک کیا تھا جب انہیں سکندر کے پاس لایا گیا تو اس نے انہیں پھانسی لگانے کا حکم دیا۔

اور یہ اعلان کروایا ''یہ بدلہ ہے اس شخص کا جس نے اپنے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی اور اپنے ہم وطنوں کو دھوکا دیا''۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سکندر اہل فارس سے حکمت اور علم نجوم کی کتابیں اپنے ساتھ روم لایا پھر سریانی سے رومی زبان میں ان کا ترجمہ کروایا۔

دارا کے قتل کے بارے میں دیگر روایات:

بعض نے کہا ہے کہ دارا کو اس کے بیٹے اشک بن دارا نے قتل کیا۔ دارا کی ایک بیٹی روشنک نامی بھی تھی۔ دارا کی حکومت چودہ برس رہی۔

بعض نے کہا ہے کہ جو خراج یونانی بادشاہ' فارسی بادشاہوں کو دیتے تھے وہ سونے کا ایک انڈہ ہوتا تھا جب سکندر بادشاہ بنا تو دارا نے یہ خراج منگوایا جس کے جواب میں سکندر نے لکھا: ''میں نے اس مرغی کو ذبح کر دیا ہے جو سونے کا انڈہ دیتی تھی اور اس کا گوشت کھالیا ہے لہٰذا اب تم جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ'' پھر دارا اصفر کے بعد اس علاقے کا بادشاہ بنا۔

یہ تفصیل اس قول کے مطابق ہے جس میں کہا گیا کہ سکندر دارا اصغر کا بھائی تھا۔

سکندر کے بارے میں دیگر اقوال:

اہل روم اور علم الانساب کے بہت سے ماہرین کا خیال ہے کہ سکندر فیلفوس کا بیٹا تھا۔ بعض کے مطابق یہ بیلیوس بن مطربوس کا بیٹا تھا جب کہ تیسرے قول کے مطابق اس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ سکندر بن مصریم بن ہرنس بن ہرس بن میطون بن رومی بن لیطی بن یونان بن یافث بن تو بہ بن رومیہ بن زنط بن توقیل بن رومی بن الاصغر بن الیفز بن العیص بن اسحاق علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام۔

دارا اصغر کی ہلاکت کے بعد سکندر نے اس کے علاقوں کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ پس یہ عراق' روم' شام اور مصر کا بادشاہ بن گیا اور دارا کی ہلاکت کے بعد اس کی فوج کی تعداد چودہ لاکھ ہوگئی جس میں سے چھ لاکھ ایرانی فوجی تھے۔

سکندر کا پہلا اعلان:

مروی ہے کہ جس دن وہ پایہ تخت پر بیٹھا تھا تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے دارا کا علاقہ ہمارے زیر نگیں کر دیا اور ہمیں ملنے والی دھمکیوں کے برعکس ہمیں یہ چیزیں عطا کیں اور اللہ نے فارس کے شہروں' قلعوں' آتش خانون اور آتش کدوں کے خدام کو ہلاک کیا۔ دارا کے دفاتر اور دفتری سامان کو جلا دیا۔

سکندر کی فتوحات:

سکندر نے دارا کے مفتوحہ علاقوں میں کسی عامل کو مقرر کیا اور خود ہندوستان روانہ ہوا وہاں کے بادشاہ کو قتل کر کے اس علاقہ کو فتح کیا۔ پھر چین جا پہنچا وہ ملک بھی اسی طرح فتح ہوا تھا۔ اس طرح بہت سے ممالک اس کے زیر نگین ہو گئے۔ پھر یہ چار سو آدمیوں کے ساتھ قطب شمالی کی طرف گیا اٹھارہ روز تک وہاں رہا وہاں سے نکل کر عراق کی طرف بڑھا اور اسے بھی زیر نگین کیا۔ واپسی پر راستے میں شہر زور نامی مقام پر اس کا انتقال ہو گیا اور اس کی والدہ کے پاس سکندریہ اس کی لاش لائی گئی۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کی عمر صرف چھتیس سال تھی۔ اہل فارس کا خیال ہے کہ سکندر کا دور حکومت چودہ برسوں پر محیط ہے جب کہ نصاری کہتے ہیں کہ تیرہ سال اور چند مہینوں پر محیط ہے دارا کا قتل اس کی حکومت کے تیسرے سال کے شروع میں ہوا۔

مختلف شہروں کی بنیاد رکھنا:

کہا جاتا ہے کہ اس نے کئی شہر آباد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کے کہنے پر دس نئے شہر بسائے گئے ان سب شہروں کے مجموعے کا نام سکندر یہ رکھا گیا۔ ان میں ایک شہر اصبہان کے اندر ہے جس کا نام ''مّی'' ہے۔ ''مّی'' کا مطلب سانپ ہے۔ کیونکہ یہ شہر سانپ نما بنایا گیا۔

تین شہر ملائین میں بنائے گئے جن کے نام بالترتیب ہرات' مرو اور سمرقند ہیں۔

بابل میں دارا کی بیٹی کے نام پر روشنک نامی شہر بنوایا۔

یونان میں پہلاقوس نامی شہر آباد کیا گیا اور ان کے علاوہ دیگر مختلف شہر بھی بنائے گئے۔

سکندر کے بعد یونانی حکمران:

جب سکندر کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے اسکندروس کو بادشاہ بننے کی پیش کش کی گئی اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور عبادت گزاری کے لیے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اس کے بعد یونانیوں نے بطلیموس کو بادشاہ بنالیا جس کی حکومت بتیس سال رہی۔ کافی عرصہ تک یونانیوں کا اقتدار رہا اس کے بعد اقتدار قدومیوں کے پاس آ گیا جنہوں نے یونانیوں' بنی اسرائیل' بیت المقدس اور اس کے گرد ونواح پر حکومت کی یہاں تک کہ بیت المقدس پر فارسیوں اور رومیوں نے حملہ کر کے اسے ویران کر دیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد شام' مصر اور مغربی ممالک میں بطلیموس بن لونوس کی حکومت چالیس سال تک رہی اس کے بعد غطس کی حکومت چوبیس برس تک رہی۔ فیلا خطر کی گیارہ سال افیفانس کی بائیس سال' غاطس کی انتیس سال' ساطر کی سترہ سال' احسند کی گیارہ سال تک پھر ایک غیر معروف بادشاہ کی آٹھ سال دونسیوس کی سولہ سال اس کے بعد قالوپطری کی سترہ سال تک حکومت رہی۔

یہ تمام یونانی بادشاہ تھے ان میں سے ہر ایک کے شروع میں ابطلیموس کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ فارس کے بادشاہوں کے لیے کسریٰ کا لقب معروف تھا۔ قالوپطری کے بعد مصاص شام کا حاکم بنا ان حکمرانوں میں سے سب سے پہلے جس نے پانچ سال تک حکومت کی اس کا نام پایوس یولیوس تھا۔ اس کے بعد شام پر اغطوسطوس نے ترپن سال حکومت کی اس کے بیالیس سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوا۔ اس طرح شمار کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور سکندر اعظم کے دور حکومت میں تین سو تین سال کا عرصہ بنتا ہے۔

سکندر کے بعد ایران میں طوائف الملوکی

سکندر کے بعد ہم تاریخ کی روشنی میں ایران کے دوسرے بادشاہوں کی حکمرانی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ سکندر اعظم کے بعد عراق کے خلاف واطراف میں کس کی حکمرانی تھی۔ نیز ان مذہب کے پیروکار بادشاہوں کی تعداد میں بھی اختلاف ظاہر کیا ہے۔ جنہوں نے سکندر کے بعد بابل کے صوبے اردشیر بابکان کے آنے تک حکمرانی کی۔

ہشامؒ بن محمد کہتے ہیں سکندر کے بعد ملاقس سلقیس کی حکومت آئی اس کے بعد انطیحس برسراقتدار رہا۔ انطاکیہ کا شہر انطیحس نے ہی آباد کیا تھا۔ یہ حکمران عرب ایلوازاور فارس پر لشکر کشی کر رہے تھے کہ دارا اکبر کا بیٹا ''اشک'' نامی ان کے مقابلہ میں نکل گیا ''اشک'' رے میں پیدا ہوا تھا اور وہیں پروان چڑھا۔ اس نے انطیحس کے خلاف ایک عظیم لشکر جمع کیا۔ انطیحس نے بھی اس کے مقابلہ کی ٹھان لی اور لشکر لے کر روانہ ہوا دونوں لشکروں کا مقابلہ ''موصل'' کے مقام پر ہوا انطیحس قتل ہوگیا ''اشک'' کا اس سرزمین پر قبضہ ہوا۔ اب موصل سے ری اور اصفہان تک اشک کی حکومت قائم ہوگئی۔

مذہب کے پیروکار تمام بادشاہوں نے اشک کے حسب ونسب کی وجہ سے بڑی تعظیم کی اس کے کاموں کی تائید کی اور اس کو بڑی قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ وہ اپنے خطوط کی ابتداء اس کے نام سے کرتے تھے جب کہ اشک اپنے ہی نام سے ابتداء کرتا تھا تمام نے اس کو بادشاہ بنا دیا اور اسے تحفے تحائف بھیجے حالانکہ اب تک نہ اس نے کسی کو اس کے عہدہ سے معزول کیا تھا اور نہ ہی عہدہ سے نوازا تھا۔

جوذرذ بن اشکان:

اشک کے بعد جوذرذ بن اشکان کی حکومت آئی' ہشامؒ بن محمد سے مروی ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے بنی اسرائیل کے خلاف دوسری مرتبہ لشکرکشی کی اور غالب آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو بنی اسرائیل پر ان کے اس جرم کی پاداش میں مسلط کیا کہ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام بن زکریا علیہ السلام کو قتل کیا بنی اسرائیل کو بے تحاشا قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے نبوت کو اٹھالیا اور بنی اسرائیل ذلیل وخوار ہوگئے اور ان سے انبیاء کے قتل کے جرم کی وجہ سے انبیاء کی آمد ختم کردی گئی۔

ہشامؒ بن محمد سے مروی ہے کہ اہل روم فارس کی سرزمین پر حملہ آور ہوئے جنگی قیادت ان کا بڑا بادشاہ کر رہا تھا اور وہ انطیحس (بابل کا سابق حکمران) کے خون کا قصاص لینا چاہ رہا تھا۔ ان دنوں بابل کا حکمران بلاش ابواردوان تھا۔ جس کو بعد میں اردشیر بن بابک نے قتل۔ بلاش نے اپنے تمام ہم عقیدہ بادشاہوں کو خطوط ارسال کیے کہ اہل روم ان کی سلطنت پر حملہ آور ہوئے ہیں اور یہ کہ اہل روم کی فوج کا بہت بڑا مجمع اس کے پاس پہنچ چکا ہے کہ جن کے برابر ان کے پاس فوج اور سازوسامان نہیں اور یہ بھی لکھا کہ اگر میں (بلاش) شکست کھا گیا تو رومی تمام بادشاہوں پر غالب آ جائیں گے۔

بلاش کو کمک کی فراہمی:

اس پر ہر بادشاہ نے بقدر استطاعت مال و دولت' اسلحہ' ساز و سامان اور جنگجو بلاش کو بھیجے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس چار لاکھ فوجیوں کا اجتماع ہو گیا۔ بلاش نے اس لشکر کا حاکم صاحب الحضر بنایا۔ جو قریبی علاقے میں مذہب کے پیروکار بادشاہوں میں سے تھا وہ ان کو لے کر چل پڑا یہاں تک کہ رومی بادشاہ اور اس کے لشکر سے ملاقات ہو گئی ''نزولہ'' کا معرکہ ہوا اس دوران رومی بادشاہ کام آ گیا اور اس کے لشکر کی بیخ کنی ہو گئی۔

اس معاملہ کے پیش نظر رومیوں نے قسطنطنیہ (استنبول) تعمیر کرایا اور اپنے بادشاہ کو رومیوں نے وہاں منتقل کیا تاکہ محفوظ رہے۔ جس رومی بادشاہ کو پہلی مرتبہ اس شہر اور قلعہ پر لایا گیا وہ پہلا رومی بادشاہ تھا جو عیسائی بنا اس بادشاہ نے بنی اسرائیل کو فلسطین اور اردن سے بے دخل کر دیا کیونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان (بنی اسرائیل) نے قتل کر دیا۔ بنی اسرائیل سے وہ صلیب بھی چھین لی گئی جس پر بنی اسرائیل کے بقول حضرت عیسیٰ کو مصلوب کیا گیا۔

اہل روم نے اس لکڑی کی بڑی تعظیم کی اور اسے اپنے خزانے میں رکھوایا۔ یہ لکڑی آج تک ان کے پاس محفوظ ہے۔ شاہان ایران یونہی بکھرے رہے یہاں تک کہ اردشیر بن بابک آ گیا۔ جس نے ان تمام چھوٹی چھوٹی بادشاہتوں کو یکسر ختم کر دیا۔

یہاں تک ہشام کی روایت ہے تاہم ہشام نے ان سلطنتوں کے وقت اور ایام کا تذکرہ نہیں کیا۔

فارس کی تاریخ کے متعلق دیگر اہل علم کی آراء:

بعض اہل علم نے ایران کی تاریخ کے متعلق کہا ہے کہ سکندر اعظم کے بعد دارا فارس کا حکمران بنا جو کہ اصلاً ایرانی نہیں تھا تاہم وہ اس کی حکومت کو مانتے اور باجگزار ہوتے تھے جس کی حکومت بلند بل (عرب) کی سرزمین پر ہوتی اہل علم سے مروی ہے کہ یہ لوگ سلاطین اشغان یا اشعان کہلاتے تھے جو مذہب کے پیرو بادشاہوں کو بزور ہٹا دیتے تھے ان لوگوں کی حکومت دو سو چھیاسٹھ برس رہی۔ اسی دوران اشکر بن اشجان نے دس سال حکومت کی اس کے بعد سابور بن اشغان نے ساٹھ سال تک حکمرانی کی۔ اس کے دور حکومت کے اکتالیسویں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام فلسطین کی سرزمین پر رونما ہوئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً چالیس سال بعد روم کے بادشاہ ططوس بن اسفیانوس نے بیت المقدس پر حملہ کیا۔ اہل شہر کو قتل کیا اور ان کی اولاد کو قید کیا اس کے حکم سے شہر کو تباہ کر دیا گیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔

پھر دس سال تک جوذرذ بن اشغان الاکبر نے حکومت کی۔

اس کے بعد بیزان الاشغانی نے اکیس سال

پھر نرسی الاشغانی نے چالیس سال

ہرمز اشغانی نے سترہ سال

اردوان الاشغانی بارہ سال

کسریٰ الاشغانی چالیس سال

بلاش الاشغانی چوبیس سال

اردان الاصغر الاشغانی نے تیرہ سال

اس کے بعد اردشیر بن بابک کی حکومت آئی۔

تیسرے گروہ کی رائے:

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ سکندر کے بعد ایران کی سلطنت میں مذہب کے پیروکار بادشاہوں نے حکمرانی کی کیوں کہ سکندر نے اپنی حکومت کے ٹکڑے کر کے ان میں بانٹ دی تھی۔ ان میں سے ہر ایک اپنے حصے کی حکمرانی کے ساتھ الگ ہو گیا تھا۔ سوائے عراق اور اس کے اطراف واکناف کے کیونکہ یہ علاقہ سکندر کی ہلاکت کے بعد روم کے زیرنگین رہا۔

مذہب کے پیروکار بادشاہوں میں سے ایک شخص تھا جس کو جبال اور اصفہان کا حکمران بنا دیا گیا تھا اس کے بیٹے نے عراق پر قبضہ کر لیا پس یہ خاندان ماہات' جبال اور اصفہان کا حکمران بنا' جس طرح ملوک الطوائفی میں ایک نگران اور صدر ہوتا تھا کیونکہ یہ طریقہ پہلے سے مروج تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بادشاہوں کی کتابوں میں اس خاندان کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی کا نہیں ملتا۔

کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام ملوک الطوائف کے اکاون سال بعد اور یشلم (یروشلم) کے مقام پر سکندر کے بعد اردشیر بن بابک کے کھڑے ہونے اور آخری بادشاہ اردوان کے قتل تک اپنی بادشاہت برقرار رکھی۔ یہ تقریباً دو سو چھیاسٹھ سال کا عرصہ بنتا ہے اس کے بعد اردشیر حکمران بنا۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ وہ بادشاہ جنھوں نے مملکت جبال پر حکمرانی کی پھر اپنی اولاد کے لیے اپنی حدود سلطنت کو وسعت دینے کی کوشش میں لگے رہے ان میں سے ایک اشک بن حرہ بن رسبیان ہے۔ اہل فرس اس کو اشک بن دارا سمجھتے ہیں۔ جب کہ بعضوں کی تحقیق کے مطابق یہ اشک بن اشکان الکبیر تھا۔ جو کبیبیہ بن کیقباز کی اولاد میں سے تھا اس کی حکومت دس برس رہی۔ اس کے بالترتیب:

سابور بن اشک بن اشکان نے اکیس برس

جوذرز الاکبر بن سابور بن اشکان دس برس

بیرن بن جوذرز اکیس سال

جوذرز الاصغر انیس سال

ترسہ بن جوذرز الاصغر چالیس برس

ہرمز بن بلاش بن اشکان سترہ برس

اردوان الاکبر (اردوان بن اشکان) بارہ برس

کسریٰ بن اشکان چالیس برس

بیافرید الاشکانی نے چوبیس سال حکومت کی۔

اس کے بعد اردوان اصغر کی حکومت قائم ہوئی جو اردوان بن بلاش فیروز ہے جس کا جداعلیٰ بھی کبیبیہ بن کیقباز تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اشکانی خاندان کا سب سے مضبوط فرمانروا تھا عزت اور شہرت بھی کافی پائی اور ملوک الطوائف پر بھی سختیاں کرتا تھا۔

اس نے اصطخر صوبے پر اس لیے قبضہ جما لیا تھا کہ وہ اصفہان سے متصل تھا پھر اسے بھی پار کر کے فرس میں مقام جور کی طرف نکل گیا۔ اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ آس پاس کے بادشاہ اس کے مزاج سے ڈر کر اس کے قریب ہوتے تھے۔ اس کی حکمرانی تیرہ سال رہی۔ اس کے بعد اردشیر کی حکومت شروع ہوگئی۔

چوتھی رائے:

بعض مؤرخین کے مطابق عراق شام اور مصر کے درمیانی علاقے پر سکندر کے بعد نوے بادشاہ آئے' نوے گروہوں میں وہ سب کے سب مدائن کے بادشاہ کی تعظیم کرتے تھے وہ سب اشکانی تھے۔ پس اشکانی بادشاہوں میں سے افقور شاہ بن پلاش بن سابور بن اشکان بن ارش الجبار بن سیاوش بن کیقاؤس نے باسٹھ برس حکومت کی اس کے بعد۔

سابور بن افقور نے ترپن (۵۳) سال حکومت کی اسی کے دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام موجود تھے۔

اس کے بعد جوذرز بن سابور بن افقور کا دور آیا اس کی حکومت انسٹھ برس رہی۔ اسی نے بنی اسرائیل سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون کے قصاص کے لیے جنگ کی پھر اس کے بھتیجے ایزان بن بلاش بن سابور کی حکومت سنتالیس برس تک رہی اس کے بعد جوذرز بن ابزان بن بلاش نے اکیس برس حکومت کی پھر اس کے بھائی نرسی بن ابزان کی حکومت چونتیس برس رہی اس کے چچا ہرمزان بن بلاش کی حکومت اڑتالیس سال رہی اس کے بعد اس کے بیٹے فیروزان بن ہرمزان بن بلاش کی حکمرانی انتالیس برس رہی پھر اس کے بیٹے اردوان بن بلاش کی حکومت آئی جس کو اردشیر بن بابک نے قتل کیا۔ یہ اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ جس کا دور حکومت پچپن برس رہا۔

مؤرخین کا خیال ہے کہ اسکندر اور مضافات کے تمام ملوک الطوائف نے تقریباً پانچ سو تیس سال مسلسل حکومت کی۔

ملوک طوائف کے دورِ حکومت کے اہم واقعات

اہل فارس کا گمان ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام بنت عمران اور عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کی پیدائش کا واقعہ بابل پر سکندر کے غلبہ کے پینسٹھ سال بعد پیش آیا۔ جبکہ اشکانی بادشاہت کے اکاون سال بعد پیش آیا جبکہ نصاریٰ کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ سکندر کے غلبہ کے تین سو سال بعد پیش آیا اور ان لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام بن زکریا علیہ السلام کی ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ قبل ہوئی تھی اور جب مریم علیہا السلام امید سے ہوئیں تو ان کی عمر صرف تیرہ سال تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ولادت کے بعد سے ارتفاع (اٹھائے جانے) تک بتیس برس اور بتیس دن اس دنیا میں رہے ان کے ارتفاع کے بعد حضرت مریم علیہا السلام چھ سال زندہ رہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کی عمر پچاس سال سے کچھ اوپر تھی۔

عیسائیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام نے تیس سال کی عمر میں ہزار دن میں ''اصطباغ'' کیا اور حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ارتفاع سے قبل قتل کیے جا چکے تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام بن برخیا حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد اور عمران بن ماثان جو حضرت مریمؑ کے والد تھے۔ یہ دونوں ہم زلف تھے ایک حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں اور ایک حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ تھیں۔ جب حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت ہوئی تو ان کی والدہ کی وفات کے بعد حضرت زکریاؑ نے ان کی پرورش کی اس لئے کہ حضرت زکریاؑ حضرت مریمؑ کے خالو لگتے تھے۔ حضرت مریمؑ کی والدہ کا نام حضر بن فاقود تھا۔ جبکہ ان کی بہن کا نام استباع بنت فاقود تھا۔

ابن اسحاق کے بقول ''کہ ہم تک جو روایت پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

مریم بنت عمران بن یاشہم بن امون بن منشاء بن حزقیا بن احزیق بن یوثام بن عزریا بن امصیا بن یاوش بن احزیہو بن یارم بن یہشافاط بن رسا بن ابیا بن رحبعم بن سلیمان علیہ السلام۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی بچپن میں ہی ان کو نبوت ملی وہ لوگوں کو دعوت حق دیتے ہوئے شام چلے گئے جہاں حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اکٹھے ہو گئے پھر باہمی فیصلہ سے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تبلیغی وفد کے ساتھ بھیجنا:

روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارہ ساتھیوں (حواریوں) کا ایک وفد تیار کیا اور اس وفد میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی شامل کیا تاکہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ ان کے ہاں (شریعت میں) ممنوع چیزوں میں سے بھتیجیوں کے ساتھ نکاح بھی تھا حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارہ حواریوں کے ساتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی بھیجا تاکہ لوگوں کو دین کی تعیم دیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل:

چونکہ ان کے ہاں بھتیجیوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہ تھا لیکن علاقے کے بادشاہ کی ایک بھتیجی تھی جس کو وہ پسند کرتا تھا لہٰذا اس نے اس کے ساتھ شادی رچانے کا ارادہ کیا اور روزانہ اس لڑکی کو پیغام نکاح بھیجنا شروع کر دیا اس لڑکی کی والدہ نے اپنی لڑکی کو سمجھایا کہ اب اگر بادشاہ تم سے شادی کی بات کرے تو اس کے سامنے یہ شرط رکھو کہ جب تک تم حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل نہ کرو گے میں تم سے شادی نہ کروں گی۔ اگلی ملاقات میں لڑکی نے بادشاہ سے یہ بات کہہ ڈالی۔ بادشاہ نے کہا ''تم اس شرط کے علاوہ کوئی اور شرط رکھو۔ لیکن لڑکی مصر رہی۔ جس کے بعد بادشاہ نے اپنی اس مذموم شرط کو پورا کرنے کے لئے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بلوایا اور قتل کرا دیا۔ اس ظالمانہ اقدام کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو اس ظالم بادشاہ کے اوپر مسلط کر دیا اور اس کے دل میں ظالم بادشاہ سے (حضرت یحییٰ علیہ السلام کے) قتل کا بدلہ لینے کی بات ڈال دی۔ چنانچہ بخت نصر نے ایک سال میں اس ملک کے ستر ہزار افراد قتل کئے۔

ایک اسرائیلی کا خواب:

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ ایک یتیم غلام کے ہاتھوں بیت المقدس اجاڑ دیا گیا اور بنی اسرائیل قتل کئے گئے اس غلام کا نام ابن رملہ اور لقب بخت نصر تھا۔ وہ لوگ خوابوں پر بہت یقین رکھتے تھے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خواب دیکھنے والا شخص اس یتیم غلام کے پیچھے نکل گیا تاکہ اس سے پوچھے جب اس کے گھر پہنچا تو وہ لکڑیاں چننے جنگل گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد لکڑیاں سر پر اٹھائے آ گیا۔ گھر میں ایک طرف لکڑیاں ڈال کر بیٹھ گیا اب اس آدمی نے اس سے بات شروع کی پھر اس آدمی نے اس یتیم غلام کو تین درہم دیئے تاکہ کچھ خرید لائے چنانچہ وہ بازار سے گوشت' روٹی اور شراب خرید کر لے آیا۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی کیفیت رہی۔ تیسرے دن اس یتیم غلام سے کہا کہ اگر زندگی کے کسی گوشے میں تم بادشاہ بنا دیئے جاؤ تو میں آج ہی اس دن کی تم سے امان مانگ رہا ہوں۔

وہ بولا! کیا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟

اس (اسرائیلی) شخص نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا۔ بس آپ مجھے اس کا پروانہ لکھ دیجیے۔ اس کی ماں نے بھی کہا کہ لکھ دینے میں کیا حرج ہے۔ اگر تم بادشاہ بن جاؤ تو ٹھیک ورنہ تم پر کوئی بوجھ نہیں۔

چنانچہ اس نے امان کا پروانہ لکھ کر دے دیا اور جاتے جاتے اس نے پوچھا کہ بادشاہ بننے کے بعد میں آپ کے پاس آ جاؤں گا۔ اس وقت آپ کے پاس لوگوں کا وسیع حلقہ ہوگا تو آپ مجھے کیسے پہچان پائیں گے؟

اس نے جواب دیا: کہ میرے اس پروانہ کو کسی ڈنڈی سے لٹکا کر اونچا کر دینا میں پہچان لوں گا۔

چنانچہ اس غلام کو بہت کچھ دیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ظالمانہ قتل:

بنی اسرائیل کے بادشاہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اپنے ہر معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے اور ان کی مجالس میں حاضری دیتے تھے۔ ایک ایسا ہی عقیدت مند بادشاہ اپنی سوتیلی بیٹی کے ساتھ شادی رچانا چاہتا تھا۔ مشورہ لینے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے لئے جائز نہیں۔ جب یہ بات اس بادشاہ کی بیوی ...

سوتیلی بیٹی کو پہنچی تو انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بغض ہو گیا اور انہوں نے کسی نہ کسی طریقہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کروانے کے متعلق منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ آخر کار اس نے یہ چال چلی کہ اپنی بیٹی کو بادشاہ کی محفل ناؤ نوش میں زرق برق لباس پہنا کر اور سولہ سنگھار کر کے پرکشش بنا کر بھیج دیا اور ساتھ سمجھا دیا کہ بادشاہ کے رعب میں آکر اسے اپنے اوپر غلبہ نہ پانے دینا۔ البتہ جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہو تو زیر ہونے کے لئے یہ شرط رکھنا کہ پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کرے۔

چنانچہ لڑکی نے یہی کیا اور بادشاہ کے ہزار بار منع کرنے پر بھی اپنی شرط پر اڑی رہی جب لڑکی اس شرط پر بضد رہی کہ جب تک مجھے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر طشت میں لا کر نہ دیا جائے گا تمہیں قربت نہ دوں گی۔ آخر کار بادشاہ اس کے (حسن) کے چکروں میں پھنس گیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر کا طشت میں بولنا:

جب بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ذبح کروا کے طشتری میں اس لڑکی کے سامنے ان کا سر رکھ دیا تو ان کے منہ سے آواز آئی

''تمہارے لئے سوتیلی بیٹی سے نکاح جائز نہیں''

جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس سر سے خون ٹھاٹھیں مار کر بہہ رہا ہے اس خون پر مٹی ڈالی گئی لیکن اب خون مزید جوش مارنے لگا پھر مٹی ڈالی گئی مگر خون تھا کہ تھمتا ہی نہیں یہاں تک کہ شہر کی فصیل تک پہنچ گیا اور اب بھی جوش مار رہا تھا۔

بخت نصر کا حملہ:

یہ جانکاہ خبر جب صیحائین بادشاہ کو پہنچی تو اس نے شہر میں منادی کرا دی اور ایک لشکر بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ باہمی مشاورت سے بخت نصر کو امیر لشکر مقرر کیا گیا۔ بخت نصر ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس شہر پر حملہ کی غرض سے نکلا جب یہ لشکر شہر کے قریب پہنچا تو شہر والوں نے دروازے بند کر کے اپنے آپ کو محصور کر لیا چنانچہ بخت نصر اور اس کا لشکر سخت مشکلات میں پھنس گئے ان پر سخت تنگی ہوگئی اور بھوک پیاس نے انہیں تنگ کر دیا اور انہوں نے واپس لوٹنے کا سوچنا شروع کر دیا۔ کہ اچانک بنی اسرائیل میں سے ایک عورت نکلی اور پوچھا کہ امیر لشکر کہاں ہے؟ چنانچہ اس کی ملاقات امیر لشکر سے کرائی گئی۔ اس بوڑھی عورت نے کہا کہ مجھے علم ہوا ہے کہ آپ لوگ شہر کے فتح ہونے سے پہلے واپسی کا ارادہ کر رہے ہیں۔

امیر لشکر نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ارادہ ہے کیونکہ یہاں پر ہمیں بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔

اس بوڑھی عورت نے کہا کہ اگر میں اس شہر کو فتح کر کے تمہیں دوں تو مجھے کیا دو گے؟ کیا جس چیز کا میں مطالبہ کروں گی وہ دو گے اور کیا میرے کہنے پر تم حملہ کرو گے؟ اور میرے ہی کہنے پر رک جاؤ گے۔

امیر لشکر نے جواب دیا: ہاں! ایسا ہی کریں گے۔

اس پر اس عورت نے امیر لشکر کو ایک ترکیب سکھائی کہ تم اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کرو۔ پھر ان کو شہر کے چاروں کونوں میں کھڑا کر دو اور پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا کرو کہ یا اللہ! ہم آپ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون کے عوض جو عنقریب گرنے ہی والا ہے فتح کی امید کرتے ہیں۔

چنانچہ صبح ہونے پر امیر لشکر کے حکم پر ایسا ہی کیا گیا جس کے بعد شہر کی فصیلیں گر پڑیں اور لشکر چاروں طرف سے شہر میں داخل

ہو گیا۔ اس عورت کے اشارے پر بعض افراد کے قتل سے ہاتھ روکا گیا اور بعضوں کو قتل کیا گیا۔ اب وہ عورت لشکر کو اس مقام پر لے آئی جہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا تھا اور جہاں پر ابھی خون ابل رہا تھا۔ اس مقام پر ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا گیا تب جا کر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون کا جوش ختم ہوا۔

بیت المقدس میں مردار:

اس کے بعد اس عورت نے کہا قتال بند کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کے ناحق قتل پر اس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے قاتل اور قتل میں رضامند لوگ بھی قتل نہ کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد ایک شخص یحییٰ علیہ السلام کا صحیفہ لے کر حاضر ہوا تو اسے اور اس کے گھر والوں کو زندہ چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کیا اور اس کے اندر کوڑا کرکٹ مردار ڈالنے کا حکم دیا یہاں تک کہ اس کے اندر گندگی پھیلانے والوں کا ایک ایک سال کا جزیہ معاف کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اس معاملہ میں رومیوں نے بھی اس کا ساتھ دیا کیونکہ بنی اسرائیل نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تھا اور یہ بنی اسرائیل کا مقدس مقام تھا۔ بیت المقدس کو تباہ کرنے کے بعد بخت نصر بنی اسرائیل کے لوگوں کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گیا اور ساتھ ہی انبیاء کی دیگر اولادوں دانیال' علیا' عزریا اور میشائیل وغیرہ کو بھی لے گیا۔ وہ جالوت کا سر بھی اپنے ہمراہ لے گیا جب اس معرکہ کو سر کرنے کے بعد بخت نصر واپسی میں بابل کے مقام پر پہنچا تو صیحائین کے انتقال کی خبر ملی۔ جس کے بعد وہ خود ہی بادشاہ بن گیا۔ بادشاہ بننے کے بعد دانیال کی شخصیت اس کی نظروں میں بہت ہی معزز اور محترم تھی جبکہ یہ بات مجوسیوں کو کھٹکتی تھی۔ چنانچہ ان کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ دانیال کے خلاف بخت نصر کے کان بھرنے لگے۔ کہتے کہ دانیال اور ان کے ساتھی آپ کے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ ہی آپ کا ذبیحہ کھاتے ہیں۔

چنانچہ بخت نصر نے ان کو بلایا اور پوچھا کہ کیا واقعتاً کوئی ایسی بات ہے؟

انہوں نے بے دھڑک جواب دیا کہ ہاں کیوں نہیں۔ ہم تو اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور کافر کا ذبیحہ بھی نہیں کھاتے۔

یہ سن کر بخت نصر نے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔ بہت بڑی خندق کھودی گئی اور ان چھ آدمیوں کو اس خندق میں ڈال کر بھوکے وحشی درندوں کو ان پر چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ چشم زدن میں ان کی تکہ بوٹی کر کے کھا جائیں۔ یہ حرکت کرنے کے بعد وہ اپنے گھروں کو چلے گئے اور اپنے فاسد زعم میں کہ یہ جانور جو کہ متواتر کئی دنوں کے بھوکے ہیں ان کا بھرکس نکال دیں گے۔ بڑے اطمینان سے چلے گئے۔ صبح جب واپس آئے تو دیکھا کہ خندق میں بجائے چھ کے سات افراد موجود ہیں اور وحشی درندہ بھی ان لوگوں کے پاس پاؤں پھیلائے ان کے درمیان بیٹھا ہے اور ان میں سے کسی ایک کو معمولی سی خراش بھی نہیں آئی۔

ان میں ساتواں آدمی دراصل وہ فرشتہ تھا جو ان لوگوں کی حفاظت پر مامور تھا جب ان ساتوں کو خندق سے نکالا گیا تو اس فرشتے نے نکلتے ہی بخت نصر کو اس زور سے تھپڑ لگایا کہ وہ جانور بن گیا اور سات سال تک اسی حالت میں رہا۔

مؤرخین میں باہمی اختلاف:

ابو جعفر کہتے ہیں کہ مذکورہ قول میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کی وجہ سے ہی بخت نصر نے بنی اسرائیل کو تہ تیغ کیا یہ بات چاہے جس سے بھی مروی ہو مؤرخین' سیرت نگار اور ماضی کے شناساؤں کے نزدیک ہے جبکہ اہل ملک وغیرہ کے نزدیک یہ بات غلط ہے اور

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام اس بات پر متفق ہیں کہ بخت نصر نے بنی اسرائیل سے جنگ کی جب انہوں نے نبی شعیاً کو قتل کیا اور یہ ارمیا بن حلقیا کے دور کی بات ہے ارمیا کے دور حکومت اور بخت نصر کے بیت المقدس کی تخریب اور یحییٰ علیہ السلام بن زکریا علیہ السلام کی ولادت کے درمیان چار سو اکسٹھ سال کا فرق ہے اور یہ یہود و نصاریٰ کا قول ہے۔

اس کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ بقول ان یہود و نصاریٰ کے بیت المقدس کے ہاتھوں تخریب اور اس کی تعمیر کیرش بن اخشورش کے دور میں ہوئی جو کہ اردشیر بہمن میں اسفندیار بن یشتاسپ کی طرف سے بابل کا گورنر تھا۔ اردشیر کے بعد اس کی بیٹی کی طرف سے ستر سال تک اپنے عہدہ پر رہا۔ پھر اس کی تعمیر کے بعد سکندر کے امور سلطنت سنبھالنے تک تقریباً اٹھاسی سال لگے۔ سکندر کی بادشاہت کے بعد سے حضرت یحییٰ کی ولادت تک تین سو تین برس لگے۔ یہ سب ملا کر چار سو اکسٹھ سال بنتے ہیں۔

مجوسیوں کا یہود و نصاریٰ سے بیان میں اختلاف:

مجوسی بیت المقدس کے انہدام کی مدت' بخت نصر کے واقعہ' بنی اسرائیل کے بعد سکندر کا بیت المقدس' شام و دیگر علاقوں پر قبضہ اور دارا کی ہلاکت کی مدتوں میں یہود و نصاریٰ سے متفق ہیں لیکن سکندر کے بعد سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے مابین مدت میں اختلاف کرتے ہیں۔ بقول مجوسیوں کے یہ مدت صرف اکاون سال تھی۔

نصرانیوں کا بیان:

نصرانیوں کا خیال ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صرف چھ ماہ قبل پیدا ہوئے۔ حضرت یحیی علیہ السلام کے قاتل بادشاہ کا نام ہیرودوس تھا۔ یہ بادشاہ اپنے بھائی جس کا نام فیلفوس تھا' کی بیوی پر عاشق تھا ایک دن اس کے ساتھ زنا کرنا چاہا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے روک دیا اور کہا کہ یہ حرام ہے۔ اس عورت کی ماں کا نام دمنی تھا وہ بھی بادشاہ کے دل میں کھٹکتی تھی اس دن اس لڑکی نے بادشاہ کو ورغلایا۔ پھر بادشاہ سے اس کی خواہش کے بارے میں سوال کیا۔ تو بادشاہ نے کہا مجھے تیری طلب ہے اس کے بعد لڑکی نے اپنی ایک حاجت کا بادشاہ سے تذکرہ کیا۔ بادشاہ نے اپنے ماتحتوں سے اس لڑکی کی حاجت پوری کرنے کا حکم دیا۔ اس لڑکی نے ماتحتوں سے کہا کہ مجھے یحییٰ علیہ السلام کا سر چاہیے۔ تو ان لوگوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر کے ان کا سر اسے پیش کیا۔ جب بادشاہ اس سے مطلع ہوا تو اپنا سر پیٹنے لگا اور بہت زیادہ رویا۔ تاہم ہونی ہو چکی تھی۔

بنی اسرائیل کا ایک عبرت آموز قصہ:

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل جب بابل سے واپس بیت المقدس لوٹے تو بیت المقدس کی نئی تعمیر کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم کیا اور انبیاء کا سلسلہ جاری فرمایا لیکن انہوں نے اپنی نافرمانیاں پھر سے شروع کیں کچھ لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کی اور کچھ کو قتل کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں آخری پیغمبر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور یہ دونوں آل داؤد میں سے تھے۔

روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے اٹھا لیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو انہوں نے قتل کر دیا (بعضوں کے نزدیک زکریا علیہ السلام کو قتل کر دیا) تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بابل سے ایک بادشاہ بھیجا جس کا نام خردوس تھا۔ یہ بابل کا بادشاہ لوگوں کو لے کر ان کی طرف چل پڑا اور ملک شام میں جہاں یہ لوگ بستے تھے داخل ہوا۔ جب بنی اسرائیل کے علاقے میں پہنچ

گیا تو اپنے ایک سردار سے جو کہ جلاد تھا نبوزرازان کے نام سے پکارا جاتا تھا' کہا کہ میں نے اپنے پروردگار کے سامنے یہ حلف اٹھایا ہے کہ اگر میں بیت المقدس پر غالب آ گیا تو اس کے بعد اس انداز میں قتل کروں گا کہ خون میرے لشکر کے درمیان میں بہے گا۔ یہاں تک کہ میں کسی اور کو قتل کرنے کے لئے نہ پاؤں۔ یہ کہہ کر اس جلاد سردار سے بولا کہ تم ان کو خوب قتل کرو۔ اب یہ تھا کہ نبوزرازان بیت المقدس میں داخل ہوا اور اس مقام پر کھڑا ہو گیا جہاں وہ لوگ اپنی قربانیاں کیا کرتے تھے' تو دیکھا کہ خون ابل رہا تھا اور کھول رہا تھا۔ اس نے لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ لوگو! بتاؤ یہ کس کا خون ہے؟ مجھے سچ سچ بتادو۔

لوگوں نے بتایا کہ یہ ہماری ایک قربانی کا خون ہے جو قبول نہ ہو سکی اسی وجہ سے کھول رہا ہے۔ ہم آٹھ سو سال تک قربانیاں کرتے رہے ہیں سب قبول ہوتی رہیں مگر یہ قربانی قبول نہ ہو سکی۔

جلاد نے کہا! تم لوگ جھوٹ بول رہے ہو۔

اس پر لوگوں نے کہا کہ پہلے زمانے میں ہماری ہر قربانی قبول ہوا کرتی تھی لیکن جب سے ہمارے اوپر فرشتہ' نبوت اور وحی کے آنے کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے ہماری قربانی قبول نہیں ہو رہی ہے۔

بنی اسرائیل کے ستر ہزار افراد کا قتل (دوسری روایت):

نبوزرازان کی تیوری چڑھی ہوئی تھی۔ بنی اسرائیل کے تمام حیلے بہانوں کو مسترد کر دیا اور قتل گاہ کو گرم کیا۔ روایت میں ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کے سات سو ستر سرداروں کو قتل کیا لیکن خون نہ تھم سکا اس کے بعد اس کے حکم سے سات سو لڑکوں کو بلایا گیا اور تہ تیغ کر دیا گیا تاہم کھولنے والا خون ٹھنڈا ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔ پھر سات ہزار آدمیوں کو ان کی عورتوں کے ساتھ قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ تاہم خون تھا کہ کھولتا ہی جا رہا تھا۔ جب نبوزرازان نے جائزہ لیا کہ خون تھمنے والا نہیں تو اس نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے پوچھا!

اے بنی اسرائیل! قبل اس کے کہ ایک بھی آگ پھونکنے والی عورت یا مرد اس زمین پر نہ چھوڑوں گا اور سب کو قتل کر دوں گا' مجھے سچی بات بتا ڈالو اپنے رب کے حکم پر صبر کرو۔ تم لوگوں نے اس سرزمین پر حکومت کی اور تمام سیاہ و سفید کے مالک بنے رہے۔ جب زیادہ معاملہ بگڑتے دیکھا اور قتال کی شدت کو محسوس کیا تو انہوں نے سچی بات بتائی اور کہا کہ یہ ہمارے ایک پیغمبر کا خون ہے۔ جو ہمیں اللہ کو ناراض کرنے والے کاموں سے روکتا تھا۔ اگر ہم اس کی پیروی کرتے تو ہم سیدھی راہ پا لیتے اور وہ ہمیں ہمارے بارے میں بتاتے تھے تو ہم ان کو جھٹلاتے تھے تو یہ اس نبی کا خون ہے۔

نبوزرازان نے پوچھا کہ اس پیغمبر کا نام کیا تھا؟

لوگوں نے بتایا کہ یحیٰی بن زکریا (علیہما السلام) تھا۔

جلاد نے کہا! تم نے سچ کہا اور اللہ تعالیٰ اسی وجہ سے تم سے انتقام لے رہا ہے۔

نبوزرازان کا اسلام قبول کرنا:

جب نبوزرازان نے محسوس کیا کہ ان لوگوں نے سچ بولا تو سجدے میں گر پڑا اور اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ شہر کے دروازوں کو بند کر دو اور خردوس کی فوج کو شہر سے باہر نکال دو۔ اب وہ بنی اسرائیل کے ساتھ تنہا ہو گیا۔ اب اس نے یحیٰی بن زکریا (علیہما السلام)

کو خطاب کیا اور کہا کہ اے یحییٰ علیہ السلام! میرا اور آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ کی وجہ سے آپ کی قوم کو کتنی تکلیف پہنچی۔ لہٰذا آپ تھم جائیے اپنے رب کے حکم سے۔ قبل اس کے کہ میں آپ کی قوم کے ایک فرد کو بھی نہ چھوڑوں۔ اب اللہ کے حکم سے یحییٰ علیہ السلام کا خون تھم گیا اور نبوز رازان نے اپنا قتال ختم کر دیا اور کہنے لگا کہ میں اس رب پر ایمان لاتا ہوں جیسا کہ بنی اسرائیل نے لایا اور اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس پر یقین کرتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی اور رب نہیں اگر کوئی اور رب ہوتا تو یہ آسمان اور زمین اپنی جگہ نہ تھمتے۔

پس اللہ ایک ہے وہ بابرکت ذات ہے۔ حمد، تکبر اور تعظیم والی ذات ہے وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے جو اپنے علم، حکمت، عزت اور جبروت سے ساتوں آسمانوں پر حکومت کر رہا ہے۔

اور وہ ذات ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں بھاری پہاڑ رکھ دیئے تاکہ وہ ہلنے نہ پائے اور یہی صفات میرے رب کے مناسب ہیں اور ایسی بادشاہت کے لائق ہے۔

اس وقت انبیاء کے سردار پر یہ وحی آئی کہ نبوز رازان سچے اور نئے ایمان والے ہیں اور نبوز رازان نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ کے دشمن خردوس نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں تمہیں اس طرح قتل کروں گا کہ تمہارا خون اس کے لشکر کے درمیان بہنا شروع ہو جائے۔ اب مجھے یہ کرنا ہی تھا کیونکہ میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا تھا۔ اور اب بھی مجھے یہ حکم دیا گیا ہے اس پر بنی اسرائیل نے اس سے کہا کہ جو کچھ تمہیں کرنا ہے کر ڈالو۔ چنانچہ اس نے خندق کھودنے کا حکم دیا اور ان کے مویشیوں کو منگوایا جن میں گائے، بیل، خچر، اونٹ، گھوڑے اور بھیڑ بکریاں شامل تھیں ان کو ذبح کروایا یہاں تک کہ خون لشکر میں بہہ پڑا پھر ان مقتولین کی لاشیں منگوائیں جو اس سے پہلے قتل کئے جا چکے تھے یہ ان جانوروں پر ڈال دی گئیں جس سے وہ خندق بھر گئی جب خردوس نے دیکھا تو اس نے یہ سمجھا کہ یہ سب بنی اسرائیل کی لاشیں ہیں تو اس کا دل ٹھنڈا ہو گیا۔

جب ان جانوروں اور انسانوں کا خون بہتا ہوا خردوس کے لشکر تک پہنچا تو اس نے قتل روکنے کا حکم دیا اور کہا کہ بنی اسرائیل کا خون ہم تک پہنچ گیا ہے اور میرا انتقام پورا ہو گیا ہے۔ پھر وہ اپنے لشکر کو لے کر بابل واپس چلا گیا۔

یہ بنی اسرائیل میں دوسرا اہم واقعہ تھا کیوں کہ اس سے قبل بخت نصر کا قصہ تفصیل سے گزر چکا ہے ان دونوں واقعات میں بنی اسرائیل کو تہہ تیغ کیا گیا۔ ان کے شہروں کو اجاڑ دیا گیا۔ ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کیا گیا۔ قرآن کریم نے ان دونوں واقعات کا تذکرہ مختصراً سورۃ الاسراء (بنی اسرائیل) کی آیت نمبر ۴ تا ۸ میں بیان کیا ہے۔

عیسیٰ بن مریم علیہما السلام بنت عمران والی حدیث کی طرف دوبارہ چلتے ہیں۔

یوسف اور مریم کا دلچسپ واقعہ:

یوسف حضرت مریم علیہا السلام کے چچا زاد بھائی تھے وہ دونوں کنیسہ کی خدمت کرتے تھے جب پانی ختم ہوتا تو دونوں اپنے اپنے مشکیزے اٹھا کر چلتے اور ایک میٹھے پانی کے چشمے سے پانی لاتے۔ ایک دن حضرت جبریلؑ کی ملاقات حضرت مریم علیہا السلام سے ہو گئی وہ دن سال کا طویل اور گرم ترین دن تھا۔ اس دن حضرت مریم علیہا السلام کے پاس پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے یوسف سے کہا کہ آؤ پانی کے لیے چلیں، میرے پاس پانی ختم ہو گیا ہے، یوسف نے کہا کہ میرے پاس اضافی پانی موجود ہے آپ بھی اس پر گزارہ کریں ان شاء اللہ کل جا کر پانی لے آئیں گے

حضرت مریم علیہا السلام نے اپنا مشکیزہ اٹھایا اور اکیلی چلی گئیں اور جس گھاٹ سے روزانہ پانی لاتی تھیں وہاں تک پہنچ گئیں تو وہاں حضرت جبریل علیہ السلام کو پایا جو وہاں انسانی شکل میں موجود تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا' اے مریمؑ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تا کہ میں آپ کو ایک نیک لڑکا دوں۔

مریم علیہا السلام یکا یک بول اٹھی کہ'' اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں''۔

اس نے کہا'' میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں''۔

مریم علیہا السلام نے کہا'' میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا جبکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں''۔

فرشتے نے کہا'' ایسا ہی ہوگا' تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لئے کریں گے کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ ایک کام ہو کر رہنا ہے''۔ (سورۃ مریم آیت ۱۸۔۲۰)

اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری اور چلے گئے۔

اس کے بعد حضرت مریم علیہا السلام نے اپنا مشکیزہ بھرا۔

وہبؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا تو انہوں نے مریم علیہا السلام کے لئے انسان کا روپ اختیار کیا۔

مریم علیہا السلام یکا یک بول اٹھی کہ'' اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں''۔ (سورۃ مریم آیت ۱۸)

پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ پھونک ان کے رحم تک پہنچ گئی۔

حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ:

حضرت مریم علیہا السلام کا ایک قریبی رشتہ دار یوسف نجار تھا یہ دونوں صیہون پہاڑ کے قریب واقع ایک مکرم مسجد میں چلے جایا کرتے تھے اور اس مسجد کی خدمت کیا کرتے تھے اس مسجد کی خدمت کو بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ مریم علیہا السلام اور یوسف دونوں مل کر اس مسجد کے معاملات کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ مسجد میں بخورات جلانا' صفائی کرنا اور پانی وغیرہ بھرنے کے علاوہ دیگر امور بھی ذمہ داری سے پورے کیا کرتے۔ اس علاقہ میں ان دو افراد سے زیادہ مسجد کی خدمت کرنے والا اور کوئی نہ تھا اور نہ ہی کوئی اتنا عبادت گزار تھا۔

حضرت مریم علیہا السلام جب حاملہ ہوئیں تو ان کے حمل کا سب سے پہلے انکار یوسف نجار نے ہی کیا تھا وہ سمجھتے تھے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام کی چوبیس گھنٹے کی زندگی ان کے سامنے تھی۔ بہر حال پہلے تو انہوں نے صاف انکار کیا لیکن جب حضرت مریم علیہا السلام کی طرف دیکھا تو معاملہ کے سچ ہونے نے ان کو حیرت میں ڈال دیا اور یہ واقعہ ان کی سمجھ سے بالاتر ہونے کے باعث ان کو بہت ہی مشکل میں ڈال دیا اور ان پر بڑا ہی گراں گزرا۔ ان کو اس واقعہ کی حقیقت سمجھ نہ آ رہی تھی۔

یوسف جب حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت اور الزام لگانے کا ارادہ کرتے تو حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی' عظمت اور پاکیزہ فطرت ان کے آگے دیوار بن کر حائل ہو جاتی کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ان کی آنکھ سے اوجھل نہیں تھا

لیکن اس کے برعکس جب پیش آمدہ حالت کو دیکھتے تو ان کی برأت کا اظہار نہیں کر پاتے' یوں ایک عظیم کشمکش میں مبتلا ہو گئے۔

جب یہ کشمکش بہت بڑھ گئی تو انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے بات کی ان کی پہلی بات جو حضرت مریم علیہا السلام سے ہوئی یہ تھی کہ آپ کے متعلق میرے دل میں ایک کھٹک پیدا ہو گئی ہے جب میں اس کو اپنے دل ہی دل میں دبانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ مجھ پر غالب آ جاتی ہے تو میں نے سوچا کہ اس کے متعلق تمہارے ساتھ گفتگو کر لوں تا کہ میرے دل کو سکون مل سکے۔

حضرت مریم علیہا السلام سے یوسف نجار کا مکالمہ:

حضرت مریم علیہا السلام نے یوسف سے کہا اچھا بات کرو۔

یوسف نے کہا! میں وہی بات کر سکتا ہوں جو حقیقت میں ہے۔

تم مجھے بتاؤ کہ کیا بیج کے بغیر فصل ہو سکتی ہے؟

حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا! ہاں۔

یوسف نے کہا! کیا بغیر بارش کے درخت اُگ سکتے ہیں؟

حضرت مریم علیہا السلام نے کہا! ہاں۔

یوسف نے پوچھا! کیا مرد کے بغیر عورت کے ہاں بچہ ہو سکتا ہے؟

حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا! ہاں کیوں نہیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب پہلی دفعہ فصل اگائی تھی تو بیج کا وجود نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بغیر بارش کے درخت اگائے اور اپنی ہی قدرت سے بارش کو درخت کی زندگی کے لئے وسیلہ بنایا۔

یوسف نے کہا! میں یہ نہیں کہہ رہا بلکہ بات کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو ''کن'' کے حکم سے وہ چیز ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا! کہ کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حوا کو بغیر ماں باپ کے پیدا نہیں فرمایا؟

یوسف نے جواب دیا! ہاں۔

اب بات یوسف کی سمجھ میں آ گئی کہ اس (مریم کے حمل) میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کو دخل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آگے سوال کرنے کی اسے ہمت نہ ہوئی۔

اس کے بعد یوسف نے مسجد کی خدمت کی تمام ذمہ داری اپنے سر لے لی اور حضرت مریم علیہا السلام کو ان کی ذمہ داریوں سے رخصت مل گئی کیونکہ وہ حاملہ ہونے کی وجہ سے بوجھل ہو گئی تھیں۔ اور ان کا رنگ پیلا ہو گیا تھا اور ان کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ ان کا پیٹ بڑھ گیا تھا اور ان کی طاقت کمزور ہو گئی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش:

جب حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں زچگی کا وقت قریب آ گیا تو انہیں حکم ہوا کہ آپ اپنی قوم سے ذرا جدا ہو جایئے کیونکہ اگر وہ ولادت کے وقت آپ کے قریب ہوں گے تو آپ کے ساتھ کوئی چال چل دیں گے اور آپ کے بچے کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ انہوں

نے اپنی بہن کے پاس جانے کا فیصلہ کیا ان کی بہن بھی ان دنوں (یحییٰ علیہ السلام کے لئے) امید سے تھیں۔ جب یحییٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنی بہن سے ملاقات کی تو خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھی۔ چنانچہ وہ سجدے میں گر پڑیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کو یوسف مصر کی طرف لے گئے یوسف کے گدھے پر سوار ہو کر جاتے وقت حال یہ تھا کہ دوران سواری مریم علیہا السلام اور گدھے کی پالان (چھپٹ) کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی۔ بہرحال یوسف ان کو لے کر روانہ ہو گئے۔

جب مریم علیہا السلام اپنی قوم سے جدا ہو کر مصر کے نشیبی علاقہ میں پہنچیں تو حضرت مریم علیہا السلام کو خون آنا شروع ہو گیا تو یوسف نے ان کو ایک کھجور کے درخت کے پاس بٹھا کر گدھے کے اوپر پالان وغیرہ سے ان کے لئے پردے کا انتظام کیا چونکہ موسم سردی کا تھا اس لئے حضرت مریم کا دردزہ بھی شدید تھا۔ جب تکلیف کی شدت آئی تو درخت سے چمٹ گئیں اب فرشتوں نے ان کو گھیر لیا اور حفاظت کا سامان بہم پہنچایا اور صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

''مریم کو اس بچے کا حمل رہ گیا اور وہ اس حمل کو لئے ہوئے ایک دور کے مقام پر چلی گئی۔ پھر زچگی کی تکلیف نے اسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا وہ کہنے لگی ''کاش میں اس سے پہلے ہی مر جاتی اور میرا نام ونشان نہ رہتا''۔
فرشتے نے پائنتی سے اس کو پکار کر کہا ''غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا' تیرے اوپر تر و تازہ کھجوریں گر پڑیں گی۔ پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لئے روزے کی نذر مانی ہے' اس لئے آج میں کسی سے نہ بولوں گی''۔ (سورۃ مریم آیت ۲۲۔۲۶)

بچے کی ولادت کے وقت سردی کا موسم تھا لیکن ان پر تازہ تازہ کھجوریں گرنے لگیں۔

شیاطین کو پریشانی لاحق ہونا:

اس واقعہ کے رونما ہونے کے بعد روئے زمین پر موجود تمام بت جن کی پوجا ہوتی تھی اوندھے منہ گر گئے شیطان گھبرا گیا لیکن وجہ کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ سب وجہ تلاش کرتے ہوئے ابلیس کے پاس آئے وہ سمندر میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا وہ تخت اس تخت سے مشابہ تھا جو ابتداء میں پانی میں تھا۔ ابلیس اللہ کے نور کے علاوہ نور دھارے ہوئے تھا۔ یہ سارے شیطان اس ابلیس کے پاس آئے جو کئی دنوں سے پریشان تھے جب بڑے ابلیس نے ان شیطانوں کی جماعت کو دیکھا تو وہ گھبرا گیا کیونکہ جب اس نے ان کو بکھیر دیا تھا تو پھر آج تک ان کو یکجا نہ دیکھا تھا پھر ابلیس لعین نے ان سے آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ روئے زمین پر کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہے کیونکہ سارے بت اوندھے منہ گر پڑے ہیں اور چونکہ ان بتوں سے بڑھ کر بنی آدم کو ہلاکت میں ڈالنے والی کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ ہم ان بتوں کے پیٹ میں داخل ہو کر بولتے تھے اور عقیدت مندوں کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور عقیدت مند سمجھتے تھے کہ یہ بت ہی ہمارے مسائل کو حل کرتے ہیں۔

اب جب یہ واقعہ پیش آیا ہے تو بنی آدم کی نظر میں ان کی وقعت کم ہو گئی ہے۔ اور انہوں نے بتوں کو کمتر اور ذلیل سمجھنا شروع کر دیا ہے اور اندیشہ ہے کہ لوگ آئندہ ان بتوں کی پوجا چھوڑ جائیں گے۔

پھر وہ شیطان کہنے لگا کہ ہم نے پوری زمین کو چھان مارا ہے تمام سمندروں کو الٹ پلٹ کیا ہے غرض ہم سے جو کچھ ہو سکا ہم

نے کیا ہے مگر ہمیں کسی چیز کا سراغ نہیں ملا۔

ابلیس کو دھکے:

ابلیس نے کہا یہ بہت بڑا حادثہ ہے لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ ایسا واقعہ میری نظروں سے بھی اوجھل رہے گا۔ لہٰذا تم سب لوگ یہیں میرا انتظار کرو۔ یہ کہہ کر ابلیس اڑا اور تین گھنٹے تک غائب رہا وہ دوران پرواز اس جگہ پہنچا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی تو کیا دیکھتا ہے کہ فرشتے صف باندھے کھڑے ہیں اس کی سمجھ میں آیا کہ یہاں کوئی واقعہ رونما ہوا ہے اب معلومات لینے کے لئے وہاں آنا چاہا تو دیکھا کہ فرشتوں کا آسمان تک تانتا بندھا ہوا ہے۔ نیچے آنے کی کوشش کی تو وہاں بھی فرشتے جمے کھڑے تھے اور جب بیچ سے آنا چاہا تو فرشتوں نے اسے دھکے دیئے اور باہر نکال دیا۔

ابلیس کی واپسی

اس کے بعد ابلیس اپنے ساتھیوں میں واپس لوٹ آیا اور ان سے کہا کہ پوری زمین پر گھوما ہوں۔ مشرق و مغرب، خشکی و تری، نیچے اوپر کی فضا میں صرف تین گھنٹوں میں گھوما ہوں مجھے جو سب سے اہم واقعہ نظر آیا ہے وہ ہے عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کی پیدائش کا واقعہ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے ان کی ولادت سے غافل رکھا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل ابتدائے آفرینش سے آج تک دنیا میں جو بھی عورت حاملہ ہوتی یا بچہ جنتی تھی تو میں وہاں پہنچ جاتا تھا اور اس طرح میں ہدایت یافتہ لوگوں میں سے زیادہ کو گمراہ کر دیتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی بتادوں کہ کوئی نبی اس سے زیادہ مجھ پر گراں ہے اور نہ تم پر۔

متلاشیان حق:

اسی رات کچھ لوگ نکلے جو اس اہم ولادت کے مقام کی طرف جا رہے تھے اور اس کی وجہ ایک خاص ستارے کا طلوع ہونا تھا کیونکہ بہت پہلے سے یہ باتیں مشہور تھیں کہ اس ستارے کا طلوع ہونا ایک اہم شخصیت کی ولادت کی نشاندہی کرے گا۔ اور یہ بات حضرت دانیالؑ کی کتاب میں بھی درج تھی۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں نکلے ان کے پاس سونا رسی اور اینٹ تھی۔ وہ ملک شام میں ایک بادشاہ کے پاس سے گزرے تو اس نے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟

انہوں نے سب کچھ بتلا دیا۔

بادشاہ نے پوچھا کہ اس سونے، رسی اور اینٹ کا کیا کام ہے؟ کیا یہ چیزیں ان کو ہدیہ کرو گے؟

انہوں نے جواب دیا کہ یہ اہم چیزوں کی امثال ہیں۔ کیونکہ سونا تمام اہم چیزوں کا سردار ہے جیسے نبی تمام لوگوں کا سردار ہے۔

رسی اس لئے کہ اس سے زخم اور ٹوٹے ہوئے مقام کو باندھا جاتا ہے اسی طرح نبی بھی ہر بیمار اور مریض کی شفا کا باعث بنتا ہے۔

اینٹ اس لئے کہ اس کو پکاتے وقت دھواں آسمان سے باتیں کر رہا ہوتا ہے اور کوئی اور دھواں اتنا اونچا نہیں ہوتا۔ اسی طرح نبی کو اللہ تعالیٰ ایسے بلند کرتا ہے اور وہ مقام عطا کرتا ہے کہ کوئی دوسرا رب کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔

جب یہ تمام باتیں اس بادشاہ سے ہوئیں تو اس نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ آدمی تو خطرناک ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس کو قتل کر دینا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم جاؤ اور واپسی میں مجھے بھی اس جگہ کا پتہ دیتے جانا تاکہ میں بھی ایسا ہی کروں۔ یہ لوگ چلے گئے اور وہ ہدیے مریم بیتہٗ کے پاس پہنچا دیئے۔ واپسی پر ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس بادشاہ کو بھی پتہ دیتے جائیں لیکن

راستے میں انہیں ایک فرشتہ ملا اور اس نے انہیں اُدھر جانے سے منع کر دیا اور بتایا کہ اس بادشاہ کے ارادے اچھے نہیں لہٰذا تم لوگ اپنا راستہ تبدیل کر لو۔

زچگی کے بعد حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف کے اس گدھے پر بٹھا کر واپس مصر آئیں۔ حضرت مریم علیہا السلام لوگوں کی نگاہوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بارہ سال تک چھپائے پھرتی رہیں۔

''اور ابن مریم علیہ السلام اور اس کی ماں کو ہم نے ایک نشانی بنایا اور ان کو ایک سطح مرتفع پر رکھا جو اطمینان کی جگہ تھی اور چشمے اس میں جاری تھے۔ (سورۃ المومنون آیت ۵۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا معجزہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا معجزہ یہ ہوا کہ ان کی والدہ ان کے ساتھ ایک صالح رئیس کے ہاں ٹھہری ہوئی تھیں اس کی چوری ہو گئی اس کے ہاں مسکینوں محتاجوں اور کمزور لوگوں کا بھی ٹھکانہ رہا کرتا تھا۔ صالح رئیس چوری کی وجہ سے پریشان ہوا۔ حضرت مریم علیہا السلام بھی اس کی پریشانی کی وجہ سے پریشان ہو گئیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کو پریشان دیکھا تو آپ سے نہ رہا گیا آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کو کہا کہ آپ مسکینوں کو اکٹھا کریں میں چور بتا دوں گا۔ حضرت مریم علیہا السلام نے صالح نامی رئیس کو کہہ کر تمام غریبوں' مسکینوں کو اکٹھا کر والیا۔

ان میں ایک اندھا اور ایک لنگڑا معذور شخص بھی تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اندھے سے کہا کہ تو اس معذور شخص کو اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھا۔ اندھے نے عاجزی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر رات کو اسے کیسے اٹھالیا تھا۔ اندھا یہ سن کر پریشان ہو گیا پھر آپ نے اس معذور سے کہا کہ تم اس کے کندھوں پر بیٹھ کر او پر الماری تک ہاتھ پہنچاؤ تو وہ بھی گڑبڑا گیا اور انکار کرنے لگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے بھی وہی کہا۔

اس کے بعد لوگوں نے اندھے کو مجبور کیا اور بالآخر اس نے معذور کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور معذور نے اپنے ہاتھ اوپر پہنچا کر دکھا دیئے۔ پھر انہوں نے چوری کیا ہوا مال بھی حاضر کر دیا۔

صالح کا حضرت مریم علیہا السلام کو مال پیش کرنا:

رئیس نے مریم علیہا السلام کو مال کی پیش کش کرتے ہوئے کہا کہ اب آپ اس مال میں سے نصف لے لیں۔ حضرت مریم علیہا السلام نے انکار کر دیا پھر رئیس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے لینے پر اصرار کیا مگر حضرت مریم علیہا السلام نے اس سے بھی منع کر دیا۔ اس سے رئیس کے دل میں دونوں کی عظمت کا سکہ جم گیا۔ پھر اس نے عیسیٰ علیہ السلام کی عظیم الشان دعوت کی جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہرت مصر میں دور دور تک پھیل گئی۔

دوسرا معجزہ:

ایک رئیس کے ہاں ملک شام سے کچھ مہمان آ کر ٹھہرے اس وقت رئیس کے ہاں شراب موجود نہ تھی اور تمام مٹکے خالی تھے۔
جس کی وجہ سے رئیس اپنے آپ میں شرمندگی محسوس کر رہا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس معاملہ کو بھانپ لیا آپ شراب خانہ میں گئے اور خالی مٹکوں کے مونہوں پر اپنا دست مسیحائی پھیرتے گئے اور سب مٹکے عمدہ و خالص شراب سے بھرتے چلے گئے۔

ابن مریم علیہ السلام کا شام جانا:

پھر خدا کی طرف سے مریم علیہا السلام کو اطلاع دی گئی کہ ہمارے اس برگزیدہ بچہ کو شام لے جاؤ۔ آپ کی عمر اس وقت بارہ برس تھی۔ پھر آپ تیس سال کی عمر تک شام میں رہے حتیٰ کہ وہاں باقاعدہ وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور تین سال کا نبوت کا یہ سلسلہ جاری رہا پھر آپ کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی:

حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھانے کے بعد فاخرانہ لباس پہنایا گیا اور انہیں نور میں ملبوس کر دیا گیا کھانے پینے کے تقاضوں کو ان سے روک دیا گیا اب وہ عرش کے ارد گرد فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہیں پس ان میں انسانی' ملکوتی' آسمانی اور زمینی غرض ہر طرح کے اوصاف موجود ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارتفاع کے بعد تمام حواری پوری زمین پر پھیل گئے۔ اس رات میں جس رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اتارا گیا تھا عیسائی دعویٰ دیتے تھے۔

حواریوں کی تبلیغ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارتفاع کے بعد تمام حواری آپؑ کے فرمان کے مطابق پوری دنیا میں پھیل گئے ان میں سے چند کا ذکر ہم کریں گے۔

۱۔ پطرس جو کہ حواری تھا اور ان کے ساتھ بولس بھی اتباع پر تھا لیکن وہ حواریوں میں سے نہ تھا۔ یہ دونوں تبلیغی مشن لے کر روم چلے۔

۲۔ اندرابیس اور متی یہ دونوں اس سرزمین کی طرف چلے جس کے مکین آدم خور تھے۔

۳۔ توماس مشرق کی طرف بابل چلے گئے تھے۔

۴۔ فیلبس پر قیروان کی طرف گئے تھے۔

۵۔ قرطاجنہ افریقی اور یحنس دونوں دفوس چلے گئے تھے جو کہ اصحاب کہف کا علاقہ تھا۔

۶۔ یعقوبس اور ریشلم (یروشلم) چلے گئے۔

دو بڑے پتھر:

ابن سلیم انصاری سے روایت ہے کہ ہمارے ہاں ایک عورت پر یہ نذر تھی کہ وہ ''جمع'' پہاڑ کو سر کرے گی یہ پہاڑ مدینہ کے قریب واقع ہے راوی کہتے ہیں کہ میں اس عورت کے ساتھ اس پہاڑ پر چڑھا جب ہم اس کی آخری چوٹی پر پہنچے تو وہاں ایک قبر ہمیں نظر آئی جس پر دو بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ ایک پتھر سرہانے کی طرف جب کہ دوسرا پاؤں کی طرف پڑا ہوا تھا۔ ان پر بنو حمید کی طرز تحریر پر کتابت کی گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا یہ کس کی قبر ہے۔

چنانچہ دونوں پتھر اپنے ساتھ میں اٹھا کر لایا۔ پہاڑ کے اوپر سے تھوڑا سا نیچے آیا تو وہ مجھے بہت بھاری لگے ایک کو وہیں چھوڑ دیا جبکہ دوسرا پتھر اپنے ساتھ نیچے لے آیا۔ اس پتھر کو سریانی زبان کے ماہرین کے سامنے پیش کیا تو وہ اس کو نہ پڑھ سکے۔ پھر کاتب زبور جو کہ یمنی تھا کے سامنے پیش کیا۔ مگر وہ بھی نہ پڑھ سکا۔ پھر حمیری زبان کے ماہر کے پاس لے گیا مگر اس نے بھی جواب دے دیا۔

غرض اس کتاب کو جاننے والا کوئی بھی نہ ملا۔

قبر (عیسیٰ علیہ السلام):

پھر گھر میں صندوق کے نیچے اس پتھر کو رکھ دیا جو کئی سال وہاں رہا۔ پھر اچانک ہمارے ہاں ابن مان میں سے کچھ لوگ گھوڑوں پر آئے جو کہ تسبیح کے دانے اور مہرے وغیرہ خرید رہے تھے ان سے میں نے پوچھا کہ کیا تمہاری کوئی کتاب ہے یا تمہاری زبان کا کوئی مہر ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ میں نے پتھر ان کو دکھایا تو وہ اس کو پڑھنے لگے اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ قبر رسول اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام ہے۔ جو یہاں کے رہنے والوں کے لئے آیا تھا۔ اس زمانہ کے لوگوں کے پاس وہ نبی بن کر آیا اور جب وہ فوت ہو گئے تو پہاڑ کی چوٹی پر ان کو دفن کیا گیا۔

شاہ روم کی کارروائی:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارتفاع کے بعد یہودی حواریوں پر ٹوٹ پڑے وہ انہیں تپتی دھوپ میں ڈال دیتے اور طرح طرح کی تکلیفیں ان کو پہنچاتے تھے۔ جب یہ بات شہنشاہ روم کو پہنچی۔ اس زمانہ میں بنی اسرائیل رومی کنٹرول میں تھے۔ وہ بادشاہ ستارہ پرست تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف:

اس بادشاہ کو یہ بات بتائی گئی کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی آیا تھا جو مجموعہ کمالات تھا۔ وہ اللہ کا پیغمبر تھا' وہ عجیب وغریب چیزیں دکھاتا' مردوں کو زندہ کرتا' بیماروں کو شفا دیتا' مٹی گارے کے پرندے بناتا اور جب ان میں اللہ کے حکم سے پھونک مارتا تو وہ سچ مچ اڑنے لگتے۔ وہ انہیں غیب کی خبریں بتاتا تھا لیکن بنی اسرائیل نے ایسے نبی کو قتل کر ڈالا۔

شہنشاہ روم کا عیسائیت قبول کرنا:

بادشاہ نے افسوس کرتے ہوئے درباریوں سے کہا کہ تمہارے لئے ہلاکت ہو تم لوگوں نے پہلے کیوں نہ بتایا۔ خدا کی قسم اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں بنی اسرائیل کو یہ کام نہ کرنے دیتا۔ اب بادشاہ نے پھنسے ہوئے حواریوں کی طرف اپنے لوگوں کو بھیجا جو انہیں بنی اسرائیل کے ظالمانہ چنگل سے چھڑا کر لائے۔

بادشاہ نے حواریوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین اور ان کے احکامات کے متعلق سوالات کئے۔ انہوں نے تمام تفصیلات بتا دیں۔ بادشاہ متاثر ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا۔ اب اس نے بنی اسرائیل پر چڑھائی کی اور بہت سے یہودیوں کو قتل کر دیا۔ اسی بادشاہ کے طفیل آج تک روم میں عیسائیت رائج ہے۔

مؤرخین کا خیال:

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت انموطوس کے دور حکومت میں ہوئی انموطوس کا دور حکمرانی چھپن برسوں پر محیط رہا اور اس کی بادشاہت کے بیالیسویں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو اس وقت بیت المقدس پر رومیوں کی حکومت تھی چنانچہ رومی بادشاہ قیصر کی طرف سے ہیرودوس کبیر بیت المقدس کا حکمران تھا۔ اس دوران اس کے پاس شاہ ایران کا وفد آیا یہ وفد مولا مسیح کی طرف جا رہا تھا مگر غلطی

سے اس کے پاس آ گیا ان میں سے ایک کے پاس سونا' رسی اور اینٹ بطور تحفہ کے تھے۔ ان لوگوں نے ہیر دوس کو یہ خبر دے دی کہ یہاں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو بہت اہم ہے۔ اس کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے۔ ہم شاہ ایران کی طرف سے اس بچے کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنے اور اس کی قربت حاصل کرنے کے لئے مصر آئے ہیں۔

مریم علیہا السلام اور ابن مریم علیہ السلام مصر میں:

ہیر دوس نے اپنے دل میں اس بچہ کی وجہ سے اپنے اقتدار کو خطرہ میں محسوس کیا چنانچہ اس نے اس بچہ کو طلب کیا تا کہ ابھی سے اپنا راستہ ہموار کر لے۔ فرشتے نے یوسف کو ہیر دوس کے عزائم سے آگاہ کیا جو کہ حضرت مریم علیہا السلام کے ساتھ ہی کنسیہ میں رہتا تھا اور اسے حکم دیا کہ بچے اور اس کی ماں کو لے کر مصر کی طرف بھاگ جاؤ۔ چنانچہ یوسف نے ایسا ہی کیا۔

ابن مریم علیہما السلام شام میں:

ایک عرصے کے بعد فرشتے نے پھر یوسف کو خبر دی کہ اب ان کو لے کر آ جاؤ کیونکہ ہیر دوس مر گیا ہے اب اس کی جگہ اس کا بیٹا ارکلاؤس تخت نشین ہے۔ یہ شخص خطرناک نہیں ہے۔

بعد میں ارکلاؤس بھی مر گیا تو اس کی جگہ ہیر دوس صغیر بادشاہ بنا اس کو یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر مصلوب کر دیا۔ یہ سب لوگ قیصر کی طرف سے بطور گورنر یہاں کام کرتے تھے۔ ہیر دوس صغیر کے وقت قیصر طیباریوس تھا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل شخص جو سولی پر چڑھا اسرائیلی آدمی تھا جس کا نام البشوع بن فذیرا تھا۔

قیصر طیباریوس کی حکمرانی تئیس برس تک رہی۔

ارتفاع حضرت عیسیٰ علیہ السلام تا ولادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

رومی بادشاہ:

ابوجعفر کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا خیال ہے کہ شام پر حکومت فلسطین کی طرف سے طیباریوس کے بعد جایوس بن طیباریوس کی حکومت قائم ہوئی جس کا عرصہ حکمرانی چار برس تھا۔

جایوس کے بعد اس کے بیٹے قلودیوس کی حکومت قائم ہوئی جو چودہ برس رہی۔

اس کے بعد نیرون حکمران بنا جس نے پطرس اور بولس کو الٹا کر کے سولی پر لٹکا دیا اس کی حکومت بھی چودہ سال رہی۔

اس کے بعد چار سال تک بوطلایوس حاکم رہا۔

اس کے بعد اسفسیانوس کی حکومت رہی یہ شخص بیت المقدس کو منہدم کرنے اور بنی اسرائیل کو تہہ تیغ کرنے تک حکمران رہا۔

اس کے بعد طیطوس بن اسفسیانوس نے دو سال حکومت کی۔

اس کے بعد دومطیانوس نے سولہ برس حکومت کی۔

پھر نارواس نے چھ برس حکومت کی۔

پھر طرایانوس کی حکومت انیس برس تک رہی۔

ہدایانوس نے اکیس برس۔

طیطوس بن بطیانوس نے بائیس برس۔

مرقوس اور اس کی اولاد کی حکومت انیس برس۔

قوذوموس نے تیرہ برس۔

فرطناجوس چھ ماہ۔

سبروس چودہ سال۔

انطنیاؤس سات برس

مرقیانوس چھ سال

الظنانوس چار برس

حسندردس تیرہ برس

غنسمیانوس تین سال

جوردیانوس چھ برس

فعیلوس سات برس

داقوس چھ برس
قالوس چھ برس
اس کے بعد ربیانوس اور قالیونس نے پندرہ برس حکومت کی۔
قنودیوس نے ایک سال حکومت کی۔
اس کے بعد قریطالیوس کی حکومت صرف دو ماہ رہی
اور لیانوس پانچ برس۔
طیقطوس چھ ماہ
فولوریوس کی حکومت صرف پچیس روز رہی
فرابوس سات برس
قوروس اور اس کے بیٹوں کی حکومت دو سال تک چلی
دوقلطیانوس چھ برس
مخسمیانوس بیس سال
قسطنطنیوس تیس سال
قسطنطین تیس سال
قسطنطین (دوم) چالیس برس
الیانوس المنافق دو سال
یویانوس ایک برس
مطیانوس اور غیرطیانوس دس برس
خرطانوس اور نطیانوس (صغیر) ایک برس
تیاداسیس (اکبر) سترہ برس
ارقدیوس اور انوریوس بیس برس
تیاداسیس (اصغر) اور نطیانوس سولہ سال
مرقیانوس سات سال
لاون سولہ سال
زانون اٹھارہ سال
انسطاس ستائیس سال
یوسطیانوس سات برس

بوسطنیانوس (بزرگ) بیس برس

یوسطینس (دوم) دس برس

طیباریوس چھ سال

مریقیس اور اس کے بیٹے تاذاسیس کی حکومت بیس برس اس کے بعد فوقا نے سات سال چھ مہینے حکومت اور پھر وہ قتل ہوگیا اور آخر میں ہرقل کی حکومت آئی جس کی طرف حضور نبی کریم رؤف الرحیم نے دعوت دین کے لیے خط بھیجا تھا اس نے بتیس سال حکومت کی۔

بقول ان کے اس شمار سے بیت المقدس کے بخت نصر کے ہاتھوں انہدام کے بعد سے ہجرت نبویؐ تک تقریباً ایک ہزار سے کچھ اوپر برس کا عرصہ بنتا ہے۔ اور سکندر کی حکومت سے ہجرت نبویؐ تک تقریباً نوسو بیس سال سے کچھ اوپر کا عرصہ بن جاتا ہے اس کے بعد سکندر کے ظہور کے بعد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت تک تین سو تین سال بن جاتے ہیں۔

مؤرخین کا قول ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ کو اردشیر بن بابک کے دور میں شہید کیا تھا اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ بخت نصر شام کا حکمران یہودیوں کو قتل کرنے کے لیے بنایا گیا تھا اور وہ سابور الجنود بن اردشیر بابک کی طرف سے حکمران بنا تھا۔

قبائل عرب کا حیرہ اور انبار میں قیام

ملوک الطوائف سے لے کر اردشیر بن بابک کی بادشاہت تک مختلف واقعات رونما ہوئے بقول ہشام بن محمد ان میں سے ایک واقعہ قبائل عرب کا عراق وغیرہ کے آس پاس کے دیہاتوں سے حیرہ انبار اور اس کے مضافات میں آ کر بسنا ہے۔

ہشام بن محمد سے مروی ہے کہ جب بخت نصر مر گیا تو وہ اہل عرب جن کو بخت نصر نے قتل کی غرض سے حیرہ میں ٹھہرایا تھا وہ انباریوں سے مل گئے اور حیرہ ویران ہو گیا ایک طویل زمانے تک وہ کھنڈر بن کر پڑا رہا۔ بلاد عرب میں سے کوئی بھی شخص وہاں آنے جانے والا نہ تھا۔ اس کے برعکس انبار میں خود انباری تھے ان کے علاوہ حیرہ سے آنے والے اہل عرب جن کا تعلق عرب قبائل بنو اسماعیل اور بنو معد بن عدنان سے تھا وہ لوگ بھی آ کر بسنے لگے۔

جب معد بن عدنان اور اس کے ساتھ جو عرب قبائل تھے ان کی اولاد زیادہ ہو گئی اور تہامہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو بھر دیا تو ان کے درمیان جنگ پھوٹ پڑی اور آئے دن مختلف قسم کے جھگڑے اٹھنے لگے۔ ان حوادث کی وجہ سے وہ لوگ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ گئے اور وسیع اور کشادہ جگہوں کی طرف نکل گئے چنانچہ بلاد یمن اور مشارق شام اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں پہنچ گئے۔

ان میں سے کچھ قبائل بحرین آ کر آباد ہوئے جہاں پہلے سے ازد قبیلہ آباد تھا یہ لوگ عمران بن عمر کے زمانہ میں یہاں آئے تھے۔ ان کا تعلق بنو عامر سے تھا۔ عامر کو ماء السماء بن حارثہ کہتے ہیں اور جو لوگ تہامہ سے آئے تھے وہ مالک بن عمرو تھے۔ یہ دونوں فہم بن تیم اللہ کے بیٹے تھے ان کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

مالک بن عمرو فہم بن تیم اللہ کے بیٹے تھے جو اسد بن وبرہ بن تعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ۔

جبکہ مالک بن عمر زہیر بن عمرو بن فہم بن تیم اللہ بن اسد بن وبرہ اپنی قوم کے ساتھ یہاں آئے تھے۔

اسی طرح حیقار بن حیق بن عمیر بن قنص بن معد بن عدنان اور غطفان بن عمرو بن طمثان بن عوز منات بن یقدوم بن افصی بن دعمی بن ایاد بن نزار بن معد بن عدنان اور زمہر بن حارث بن شلسل بن زہر بن ایاد اور صبح بن صبیح بن حارث بن اقصی بن دعمی بن ایاد وغیرہ سب لوگ یہاں آ کر بسنے لگے۔

جب بحرین میں بہت سارے قبائل کا اجتماع ہو گیا تو انہوں نے مل کر تنوخ کے مقام پر ایک سمجھوتہ طے کر لیا کہ ہم میں سے ہر کوئی دوسرے کی مدد کرے گا گویا تنوخ نامی جگہ نے ان سب کو اکٹھا کر دیا۔

بعد میں نمارہ بن لخم کے کچھ لوگ وہاں آ کر اترے تو مالک بن زہیر نے جذیمۃ ابرش بن مالک بن فہم بن غانم بن دوس الازدی کو اپنے ساتھ تنوخ کی دعوت دی اور اپنی بہن لمیس بنت زہیر کا نکاح اس سے کرا دیا۔ اب جذیمہ بن مالک اور اس کی قوم نے جو پہلے سے وہاں تھی تنوخ سمجھوتہ میں شرکت کر لی اب مالک اور عمرو جو فہم کے بیٹے ہیں ازد قبیلہ ان کا حلیف ہو گیا۔

اجتماع قبائل کب ہوا؟:

قبائل عرب کا بحرین میں اجتماع' ان کا سمجھوتہ اور تحائف کا تبادلہ یہ سب کچھ ان ملوک طوائف کے دورِ حکمرانی میں ہوا جن کو سکندر نے اپنے بعد مختلف ٹکڑوں کا مالک بنایا تھا۔ یہ ملوک طوائف کا دور چلتا رہا یہاں تک کہ اردشیر بن بابک کی حکومت آئی تو اس نے ان پر غلبہ پالیا۔ اور یہ بادشاہ اس سے دست نگر بن گئے۔

طوائف الملوکی کے معنی:

ان چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کو ملوک الطوائف اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی سلطنتیں بہت چھوٹی چھوٹی ہوتی تھیں یہاں تک کہ چند محلات پر بھی مشتمل ہوتی تھیں۔ زمین کے ایک مختصر حصہ کے گرد خندق کھود دی جاتی تھی تاکہ دوسرا بادشاہ ان پر حملہ نہ کر سکے۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے رہتے تھے اور پسپائی یا فتح حاصل کرتے رہتے تھے اسی وجہ سے یہ نام پڑ گیا۔

روایت ہے کہ بحرین کے باشندوں نے عراق اور اس کے مضافات پر غلبہ حاصل کرنا چاہا اور ساتھ ہی بلادِ عرب کے آس پاس بسنے والے عجمیوں پر تسلط جمانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کی طوائف الملوکی سے فائدہ اٹھایا۔ اہل بحرین اپنے اہل گرفت لوگوں کو عراق لے جانے سے میں کامیاب ہو گئے ان منصوبہ بندیوں پر عمل درآمد کے لیے ایک جماعت تیار کر لی چنانچہ اس کام کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے والا پہلا قبیلہ حیقار بن حیق تھا۔ ان لوگوں نے بابل کی سرزمین پر جنگ کی اور فتح و کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ ان لوگوں نے وہاں کے باسیوں کو خوب قتل کیا جنہیں اردوانی یا ارمانی کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ نفر کے مقام پر رہتے تھے۔

روایت ہے کہ قوم عاد کو ارم کہا جاتا تھا جب وہ ہلاک ہو گئی تو ثمود کو ارم کہا جانے لگا پھر انہی کو ارمانین کے نام سے پکارا جانے لگا۔ یہ لوگ ارم کے باقیات تھے۔

مروی ہے کہ یہ لوگ پھر عراق کی سرزمین سے ہٹ گئے بعد میں عرب انبار اور عرب حیرہ کے بھی حصہ دار ہو گئے تھے اور اسی قنص بن معد کی طرف منسوب ہیں۔

عمرو بن عدی بن نصر بن ربیعہ بن عمرو بن حارث بن مسعود بن مالک بن عمم بن نمارہ بن لخم۔

یہ قول نفر اور حماد کا ہے لیکن اس کی صحت درست نہیں۔

پھر مالک بن عمرو جو فہم بن تیم اللہ کے بیٹے تھے (مالک بن زہیر' غطفان بن عمرو بن طمثان' زہر بن حارث اور صبح بن صبیح جو انبار کے مقام پر تنوخ سمجھوتے میں شامل تھے۔ ارمانی بادشاہوں پر غالب آ گئے پھر نمارہ بن قیس بن نمارہ اور نجدۃ' جن کا تعلق عمالیق کے ایک قبیلہ سے تھا مسلکان بن کندہ اور مالک و عمرو فہم کے بیٹے اور ان کے حلیف یہ سب لوگ اردوانی بادشاہوں پر غالب آ گئے۔ ان سب کو حیرہ میں اتارا گیا جو بخت نصر نے ان عرب تاجروں کے لیے بنایا تھا اور بخت نصر کی موجودگی میں اہل عرب کے خلاف اعلان جنگ کے موقع پر یہ لوگ پکڑے گئے تھے۔

یہ لوگ اپنے علاقوں کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے نہ وہ عجمیوں کے قریب ہوئے تھے اور نہ عجمی ان کے قریب ہوئے تھے یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ تبع قوم آ گئی۔ یہ اسعد ابو کرب بن ملکی کرب اور اس کی قوم تھی۔ اس آدمی نے یعنی اسعد ابو کرب نے

کمزور کمزور لوگوں کو اپنا نائب بنایا یہاں سے جانے کے بعد واپس لوٹا بھی نہیں۔ نائبین نے حیرہ اوران کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور یوں آپس میں اکٹھے ہو گئے اس بارے میں کعب بن جمیل نے یہ شعر کہا:

و غزا تبع فی حمیر حتی
نزل الحیرة من اهل عدن

تبع نکل گئے پھر تمام لوٹ آئے اپنے مقبوضہ علاقہ میں ٹھہرے۔ پھر اپنے نائبین کو اپنی جگہ برقرار رکھ۔ یمن کا رخ کیا اس قوم میں پہلے تمام قبائل تھے تاہم یہ سارے بنی لحیان میں سے تھے جو کہ جرہم کی اولاد ہیں۔

تنوخ کی آمد:

تنوخ معاہدہ کے متعدد شرکاء انبار حیرہ' پھر حیرہ سے فرات کی بلندی اور مغرب تک اور انبار کے مضافات اور آس پاس آکر یہودیوں کے خیموں کے قریب بستے تھے۔ ان دنوں وہ شہری آبادی یا مٹی کے بنے ہوئے گھروں میں نہیں بستے تھے اور نہ ہی اپنی بیویوں سے ہم بستری کرتے تھے۔

انبار اور حیرہ میں سکونت کے دوران ان کی جماعت کے کچھ اور لوگ بھی آکر ان سے مل گئے جو عرب الضیاحیہ کہلاتے تھے۔ اس وقت ان کا پہلا بادشاہ مالک بن فہم تھا وہ انبار کے قریب رہتا تھا۔ مالک کے انتقال کے بعد اس کا بھائی عمرو بن فہم تخت نشین ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد جذیمۃ الابرش بن مالک بن فہم بادشاہ بنا۔

اس کا سلسلہ نسب دوش بن عدثان بن عبداللہ بن نصر بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن الازد بن الغوث بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا ہے۔

ابن کلبی کی روایت ہے کہ جذیمۃ ابرش عاربہ اولیٰ میں سے تھا تفصیل یہ ہے کہ وہ بنی وبار بن امیم بن لوذ بن سام بن نوح ہے۔

ملک جزیمہ:

روایت ہے کہ جذیمہ بڑا صاحب الرائے' امن پسند' دشمنوں پر غالب اور عقل مند آدمی تھا یہ پہلا بادشاہ تھا کہ جس نے عراق کو بھی اپنی سلطنت (عرب) میں شامل کر لیا۔ اور دشمنوں سے متعدد جنگیں لڑیں۔

یہ برص کا مریض تھا۔ اہل عرب اس سے کتراتے تھے لیکن اہل عرب میں اس کی عظمت شان بہت تھی۔ برص ہونے کے باوجود وہ لوگ اسے اس مرض کا مریض نہیں مانتے۔

روایت ہے کہ جذیمۃ الوضاح یا جذیمۃ الابرش کے محلات حیرہ اور انبار کے درمیان وبقہ' وہبت اور اس کے مضافات میں عین التمر' خشکی کے اطراف میں غویر' قطقطانہ اور ان کے آس پاس کی جگہوں پر تھے۔ اس کے پاس اموال کا ڈھیر لگتا تھا اور ہر طرف سے وفود آتے تھے۔

جذیمہ طسم اور جدلیس عرب قبائل سے ان کے علاقے میں جا کر لڑتا تھا۔ جب کہ طسم اور جدلیس دونوں عربی زبان بولتے تھے۔ یہ بات جب حسان بن تبع اسعد کو پہنچی تو اس نے اس قبائل کو فوجی امداد بھیجی تو جذیمہ شکست کھا کر لوٹا اور حسان تبع اسعد ابی کرب

کے گھوڑوں نے جذیمہ کی فوج کا قلع قمع کیا۔ اس پر جذیمہ نے چند اشعار کہے۔
ابن کلبی کا کہنا ہے کہ ان میں سے صرف تین اشعار اس کے ہیں باقی سب باطل ہیں۔ ابن کلبی نے زمانہ جاہلیت کے ایک اور شعر کا بھی تذکرہ کیا ہے جو کہ گذشتہ زمانے میں لوٹ مار پر کہا گیا ہے۔

بتوں کی چوری:

جزیمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور غیب کی باتیں بتانے لگا اور ضیزنان نامی دو بتوں کی پوجا کرنے لگا یہ دونوں بت حیرہ میں رکھے ہوئے تھے وہ ان بتوں سے بارش مانگتا اور دشمن پر غلبہ اور فتح مانگتا تھا۔

قوم ایاد اباغ کے چشمے پر آباد تھی۔ اباغ عمالیق میں سے ایک شخص کا نام تھا یہ لوگ جب یمن اباغ میں آ کر بسے تو جذیمہ نے ان سے جنگ شروع کی اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ قوم ایاد کا ایک وفد ان کے دو بتوں کے مجاوروں کے پاس آیا انہوں نے ان مجاوروں کو شراب پلائی جب مجاور شراب کے نشہ میں غرق ہو گئے تو وفد کے ارکان کے وہ بت چرا لیے۔ صبح کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس وقت وہ بت قوم ایاد کے پاس پہنچ چکے تھے۔ قوم ایاد نے جذیمہ کو پیغام بھیجا کہ تمہارے بت ہمارے پاس ہیں یہ بت آپ لوگوں سے بیزار ہیں اور اگر تم ہمیں یہ اطمینان دلا دو کہ آئندہ تم لوگ ہمارے ساتھ جنگ نہ کرو گے تو ہم بت تمہیں واپس کر دیں گے۔

قوم ایاد کے نوجوان کی جذیمہ کی لڑکی سے شادی:

قوم ایاد میں عدی بن نصر بن ربیعہ نامی نہایت حسین وجمیل لڑکا تھا۔ جزیمہ نے جنگ بندی کی شرائط میں وہ لڑکا بھی شامل کر لیا چنانچہ دونوں بتوں کے ساتھ وہ لڑکا بھی جذیمہ کے حوالے کر دیا گیا جسے جذیمہ اپنے ہمراہ لے گیا ایک دفعہ شراب کا دور چل رہا تھا کہ جذیمہ کی بیٹی رقاش کی نظر اس حسین وجمیل لڑکے پر پڑی اور پہلی ہی نظر میں دل وجان ہار بیٹھی اور اس لڑکے کو پیغام بھیجا کہ تم مجھے اچھے لگے ہو لہٰذا میرے گھر میں شادی کا پیغام بھیجو۔ لڑکے نے ڈر کے مارے صاف انکار کر دیا لیکن لڑکے کے حسن وجمال کا جو جادو لڑکی پر چل چکا تھا وہ اترتا نہیں تھا بالآخر لڑکی نے لڑکے کو طرح طرح کے گر سکھانا شروع کیے۔ (تا کہ من کی مراد پائے)

چنانچہ لڑکی نے اسے یہ ترکیب بتائی کہ جب بادشاہ کی مجلس میں شراب کا دور چلے اور اس کے تمام دوست احباب مجلس میں موجود ہوں تو تم بادشاہ کو تو خالص شراب پلا دینا اور باقی مجلس کو ملاوٹ والی شراب پلا دینا۔ جب شراب کے نشہ میں دھت ہو جائے تو اس کو میرا پیغام نکاح دے دینا اس وقت نہ وہ اس بات کو رد کرے گا اور نہ انکار۔ جب معاملہ طے ہو جائے تو حاضرین مجلس کو گواہ بنا لینا۔ اس نوجوان نے ویسا ہی کیا جیسا لڑکی نے سمجھایا تھا۔

جب بادشاہ پوری طرح شراب کے نشہ میں ڈوب گیا تو لڑکے نے شادی کا پیغام دیا۔ جذیمہ نے جھٹ اقرار کر کے لڑکی کو لڑکے کی ملک میں دے دیا۔

لڑکا خوشی خوشی اسی رات لڑکی کے پاس گیا۔ خوب جھنڈے گاڑے اور پودے لگانے والی جگہ میں خوب جی بھر کے پودے لگائے اور پانی دیا۔ اس زمانہ کے رواج کے مطابق شادی کے موقع پر ہاتھوں میں خلوق نامی خوشبو ملی جاتی تھی۔ اس لڑکے کے ہاتھوں پر خلوق کے اثرات باقی رہ گئے تھے۔

دن کو جب جذیمہ نے اس کے ہاتھوں پر خلوق دیکھی تو پوچھا یہ کیا ہے؟

عدی نے جواب دیا کہ یہ شادی کے خلوق کے اثرات ہیں۔

جذیمہ نے پھر سوال کیا کہ کس کے ساتھ شادی ہوئی؟

عدی نے جواب دیا رقاش کے ساتھ۔

جذیمہ نے پوچھا کہ کس نے تمہارا نکاح کرایا؟

جواب دیا کہ بادشاہ (جزیمہ) نے۔

اب جذیمہ کو ہوش آیا اس نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور افسوس کی وجہ سے اس کی کمر جھکتی چلی گئی۔ جب عدی نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس واقعہ پر جذیمہ نے یہ شعر پڑھا۔

ترجمہ: ''اے رقاش سچ بتاؤ' مجھ سے جھوٹ مت بولو۔ تم نے کسی آزاد سے زنا کیا ہے یا کمینے سے یا کسی غلام سے۔ تم غلام کی ہی اہل ہو۔ یا اس سے بھی کم تر؟ یقیناً تم تو اس سے بھی کمتر ہو''۔

رقاش نے جواب دیا کہ نہیں آپ نے ہی میری شادی ایک عربی آدمی سے کرائی جس کا حسب نسب معروف تھا۔ میرا اس پر کوئی اقرار نہ تھا اور نہ ہی میں اپنے نفس کی مالک تھی چنانچہ جذیمہ نے اس عذر کو معقول جانا۔

عدی بن نصر کا قتل:

شادی کے بعد عدی بن نصر اپنی قوم ایاد کے پاس لوٹ آیا اور انہی کے پاس رہنے لگا ایک دن عدی ایک لڑکی کے ساتھ نکلا تو اس کی اپنی قوم کے ایک نوجوان نے اس کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ اب رقاش جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی وہ عدی سے حاملہ تھی کچھ دنوں بعد رقاش کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عمرو رکھا گیا۔ وہ اس بچے کی تربیت کرتی رہی جب پل کر جوان ہوا تو ایک دن رقاش اسے نیا خوبصورت لباس پہنا کر اور خوشبو لگا کر اپنے باپ (جذیمہ) کے پاس لائی۔ وہ بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسے بچے کے ساتھ محبت ہوگئی۔

اب جذیمہ کو اس بچے سے بہت محبت ہوگئی جہاں بھی جاتا بچے کو اپنے ساتھ رکھتا۔ ایک سال شدید بارشیں ہوئیں۔ جس کی وجہ سے سبزہ اور پھول خوب کھلے۔ جذیمہ اپنے ساتھ تمام خاندان والوں کو لے کر صحرا کی طرف نکلا ان کے ساتھ عمرو بھی تھا وہاں پہنچ کر وہ سب لوگ ایک باغ میں ٹھہرے جس میں بہت سے پھول تھے اور تالاب بھی تھا اس باغ میں ڈیرہ ڈالنے کے بعد عمرو کھمبیاں تلاش کرنے اور چننے کے لیے نکلا۔ جب اچھی کھمبی ہاتھ لگتی تو جذیمہ کے بیٹے اسے کھا جاتے جب کہ عمرو نے ایک بھی کھمبی نہ کھائی بلکہ سب کھمبیاں لا کر جذیمہ کو دیں۔ اور ایک شعر بھی پڑھا۔

اس پر جذیمہ بہت ہی خوش ہوا اور بچے کو ساتھ چمٹا لیا اور اس کے لیے چاندی کا طوق اور جوڑا تیار کرنے کا حکم دیا۔ یہ پہلا عربی بچہ تھا جس نے طوق پہنا۔ اسی وجہ سے بعد میں اس بچے کو عمرو ذوالطوق (عمرو ہار والا) پڑ گیا۔ عمرو بڑے ہی ناز و نعم میں پل رہا تھا کہ اچانک اس پر جنوں نے غلبہ پا لیا اور اسے اٹھا کر لے گئے۔ جذیمہ نے اس بچے کی تلاش شروع کر دی۔ تمام شہروں اور ملکوں میں اس کو تلاش کیا مگر اس بچے کا کہیں سے بھی سراغ نہ ملا۔

29

بچے (عمرو بن عدی) کا سراغ ملنا:

مالک اور عقیل دو افراد تھے جن کا تعلق بلقین سے تھا۔ یہ دونوں جذیمہ کے پاس جا رہے تھے تا کہ اسے تحفے تحائف دیں۔ یہ شام سے آ رہے تھے۔ دوران سفر ایک جگہ کھانا کھانے کے لیے ٹھہرے۔ ام عمر کے نام سے ان کی ایک لونڈی تھی اس نے انہیں کھانا پیش کیا۔ اب یہ کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک ایک نوجوان خستہ حالت میں جس کے بال پراگندہ، ناخن لمبے لمبے اور مٹی سے اٹا ہوا ان کے سامنے آ گیا اور پہنچتے ہی بغیر پوچھے کھانے پر جھپٹ پڑا۔ لونڈی نے اسے کھانے کو پائے دیئے وہ بھی کھا گیا۔ لونڈی نے ان دونوں کو شراب دی اور پھر مشکیزہ کا منہ بند کر دیا اس پر اس نوجوان نے شکوے کے انداز میں چند شعر پڑھے۔

مالک اور عقیل نے اس نوجوان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں عمرو بن عدی ہوں۔ چونکہ یہی وہ گمشدہ بچہ تھا جس کی تلاش جاری تھی اور ہر علاقہ میں اس کا چرچا تھا یہ جواب سنتے ہی وہ دونوں کھڑے ہو گئے اسے غسل کرایا اپنے پاس سے بہترین کپڑے پہنائے اس کے ناخن تراشے اور اس کے بال درست کیے۔ اب انہوں نے سوچا کہ اگر جذیمہ کو یہ بچہ ہمارے ہاتھوں مل جاتا ہے تو یہ ہماری کامیابی اور ترقی کا زینہ بنے گا۔

دونوں افراد عمرو کو لے کر جذیمہ کے دروازے پر پہنچے اور دستک دی۔ اور عمرو کی بازیابی کی خبر دی۔ یہ سن کر جذیمہ خوش ہوا اور اس کو اس کی ماں کے پاس بھیج دیا۔ اب وہ اپنی ماں کے پاس ہی رہنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد ماں اس کو لے کر دوبارہ آئی اور کہنے لگی کہ اس کے گلے میں ایک ہار تھا جواب نہیں ہے۔ اور کہا کہ جب سے یہ گم ہوا ہے تو آج اس کے ساتھ ہی مجھے ہار یاد آ رہا ہے چنانچہ جذیمہ نے ایک نیا ہار بنانے کا حکم دیا۔

اس کی بازیابی کی خوشی کے صلہ میں جذیمہ نے ان دو آدمیوں سے پوچھا کہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے ساقی (خادم) بننا چاہتے ہیں چنانچہ وہ جذیمہ کے شراب پلانے والے بن گئے۔ ان دونوں کا تذکرہ اشعار عرب میں ملتا ہے۔

جزیرہ نما عرب کی سرزمین، ملک شام اور اس کے مضافات پر عمرو بن ظرب کی حکمرانی تھی یہ عملیقی کہلاتا تھا۔ کیوں کہ عمالیق کے عمال میں سے تھا جذیمہ نے سرزمین عرب سے اس کے خلاف فوج جمع کی اور لڑنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا اس طرف سے عمرو بن ظرب بھی خبر پا کر ملک شام سے ایک عظیم لشکر لے کر آیا۔ دونوں فوجوں کے مابین زور کا معرکہ ہوا۔ عمرو بن ظرب موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔ جب کہ اس کی فوج بھی تتر بتر ہو گئی۔ جذیمہ اور اس کی فوج نے فتح و کامرانی کے جھنڈے لہرائے اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔

زباء کی جذیمہ کو دعوت:

زباء کی فوج عمالیق اور عاربہ اولیٰ کی اولاد تھی اور تزید اور سلیح بن حلوان اور ان کے تمام متعلقین قبیلہ قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔ زباء کی ایک بہن تھی جس کا نام زبیبہ تھا زباء نے اس کے لیے فرات کے غربی کنارے ایک بہترین محل تعمیر کروایا۔ وہ سردیاں اپنی بہن کے ہاں گذارتی تھی اور موسم بہار میں بطن نجار میں ہوتی تھی۔ زباء کے پاؤں جب اچھی طرح جم گئے اور امور مملکت اس کی خواہشات کے مطابق چلنا شروع ہو گئے اور اس کی حکومت مستحکم ہو گئی تو اپنے باپ کا قصاص لینے کے لیے جذیمہ ابرش کے خلاف فوج

جمع کی۔ زباء کی بہن زبیبہ ایک عقل منداور دانا خاتون تھی اس نے اپنی بہن کو اس حرکت سے روکا اور کہا کہ جنگ ڈھال کے مانند ہوتی ہے جو کبھی تیرے ہاتھ میں اور کبھی دشمن کے ہاتھ میں ہوا کرتی ہے۔ اب یہ نہیں معلوم کہ اچھی اور بری تقدیر اور انجام کس کا ہے۔ زباء اس کی بات سمجھ گئی اور اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے لگی۔

آخر اس نے اپنی بہن کے مشورہ کو سراہا اور بولی کہ تمہاری بات بالکل درست ہے۔ اور اپنی تمام فوجیں واپس بلالیں۔ اب جنگ کا ارادہ ترک کر کے دھوکہ اور حیلوں بہانوں سے اپنا کام نکالنے کی کوشش میں لگ گئی۔ چنانچہ اس نے جذیمہ کو اپنی اور اپنے ملک کی طرف دعوت کا خط لکھا جس میں جذیمہ سے کہا کہ آپ میرے ملک کو اپنے ملک کے ساتھ ملا کر ایک حکومت بنا کر چلائیں کیونکہ عورت کی حکمرانی کو اچھا نہیں سمجھا جاتا اور ان کی طاقت کمزور ہوتی ہے اور ان کی حکومت کا نظم ونسق درست نہیں ہوتا۔ ہذا آپ ہی کی ذات میں مجھے امیدوں کی کرن نظر آتی ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ میری ذات اور امور مملکت کے لیے آپ ہی مناسب ہیں۔

لہٰذا آپ میرے پاس آیئے اور میرے ملک کو اپنے ملک سے ملایئے اور میرے معاملات کو بھی سلجھایئے۔ یہ خط لکھ کر جذیمہ کے دربار میں ارسال کیا۔ جب قاصد خط لے کر جذیمہ کے دربار میں پہنچا تو پڑھ کر جذیمہ نے اسے کوئی خاص اہمیت نہ دی اور نہ ہی کسی خاص جوش وخروش کا مظاہرہ کیا۔ تاہم اس نے اپنے تمام ارکان سلطنت اور وزیروں مشیروں کو بلایا اور یہ خط ان کے سامنے رکھ دیا اور تمام حالات کا تذکرہ کرنے کے بعد ان سے مشورہ طلب کیا۔

جذیمہ کی زباء کی طرف روانگی:

سب نے مشورہ دیا کہ آپ کو اس کی طرف ضرور جانا چاہیے اور اس کے ملک کو بھی اپنے کنٹرول میں لینا چاہیے۔ لیکن ایک آدمی قصیر بن سعد نے اس کی مخالفت کر دی یہ شخص بہت عقل مند سمجھدار اور ذہین تھا۔ اس نے کہا کہ یہ مشورہ جو آپ کو دیا جا رہا ہے سراسر غلط ہے اور دھوکہ پر مبنی ہے۔ لہٰذا آپ وہاں نہ جائیں بلکہ آپ اس کو خط لکھیں کہ اگر اپنے اس ارادے میں وہ سچی ہے تو آپ کی حکومت کو تسلیم کرے ورنہ آپ اپنی جان اس کے حوالے کر کے اس کے جال میں نہ پھنسیں۔ کیونکہ آپ نے اس کے باپ کو قتل کر کے تنہا کر دیا ہے۔ مگر جذیمہ اور اس کے وزراء نے اس مشورہ کی کھل کر مخالفت کی۔ اس پر قصیر نے ایک شعر پڑھا۔

انی امرء لا یمیل العجز ترویتی

اذا أتت دون شیء مرة الوذم

جذیمہ نے کہا کہ آپ کے مشورے کے تمام پہلو واضح نہیں ہیں یہ باتیں چلتی رہیں اب جذیمہ نے اپنے خوبصورت بھانجے عمرو بن عدی کو بلایا اور اس سے اس معاملہ میں مشورہ طلب کیا۔ اس نے جذیمہ کے چلنے میں ہمت افزائی کی اور کہا کہ نمارہ میری قوم بھی زباء کے ساتھ ہے آپ کے جانے کے بعد وہ آپ کا ساتھ دے گی۔ چنانچہ ان باتوں کو سامنے رکھ کر جذیمہ نے زباء کی طرف چلنے کا فیصلہ کیا۔ قیصر نے کافی ناراضگی کا مظاہرہ کیا۔

اہل عرب کا یہ مقولہ "ببقه ابرم الأمر" یہ اسی بقتین سے نکلا ہے۔ بہرحال جذیمہ نے اپنے جانے کے فیصلہ کے بعد عمرو بن عدی کو اپنا نائب بنایا اور امور سلطنت عارضی طور پر اس کے حوالے کیے۔

جذیمہ زباء کے ہاں:

عمرو بن عبدالجن کو اپنے لشکر کا سپہ سالار بنایا اور خود اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہوا۔ نہر فرات کے مغربی کنارے جب پہنچے تو قصیر کو بلا کر پوچھا کہ کیا خیال ہے آپ کا؟ قصیر کا جواب تھا اس نے مشورہ دینا چھوڑ دیا ہے۔ کچھ آگے جانے پر زباء کے قاصدوں نے تحفہ تحائف کے ساتھ جذیمہ کا پرتپاک استقبال کیا۔ اب قصیر سے پوچھا کہ کیا خیال ہے؟

اس نے جواب دیا کہ خطرے کی علامات موجود ہیں۔ باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد قصیر نے کہا کہ عنقریب گھوڑوں کا دستہ آپ کے سامنے آئے گا اگر وہ آپ کے آگے آگے چلیں تو سمجھو کہ دعوت دینے والی عورت سچی ہے لیکن اگر وہ آپ کے پیچھے یا دونوں پہلوؤں پر چلیں تو سمجھیں کہ دھوکا ہے۔

اب قصیر عصا گھوڑے پر سوار ہوا جو کہ جذیمہ کا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی گھوڑوں کے دستے اور لشکر نے جذیمہ کو آ گھیرا اور قصیر اور جذیمہ کے درمیان حائل ہوئے۔ جذیمہ نے مڑ کر قصیر کی طرف دیکھا اور بولا کہ عصا پر سوار عقل مند کی ماں کی ہلاکت ہو۔ باتیں چلتی رہیں اب جذیمہ اپنے دھوکہ کھانے پر اظہار افسوس کرتا جا رہا تھا کہ زباء کے پاس پہنچ گئے۔

جذیمہ کا استقبال:

جب زباء نے جذیمہ کو دیکھا تو سامنے آئی اس وقت اس نے موئے زہار کو بنا سنوار کر گوندھ رکھے تھے جذیمہ کو خطاب کر کے کہنے لگی کہ آداب عروسی ہیں۔

جذیمہ نے کہا کہ ''پر مرد انتہائی دور پہنچ چکا ہے سیاہی خشک ہو چکی ہے (میں بوڑھا ہو چکا ہوں شہوت اور نوخیرہ منی ختم ہو چکا ہے) اور دھوکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ یہ باتیں چلتی رہیں۔

زباء نے کہا نہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بادشاہوں کے خون میں شفا ہوتی ہے پھر جذیمہ کو ایک دسترخوان پر بٹھایا اس کو شراب پیش کی جذیمہ نے شراب پی جس کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا اب زباء نے ایک طشتری منگوائی اور وہ اس کے سامنے رکھوا دی اس کی کلائی کی رگیں کاٹنے کا حکم دیا۔

زباء کو نجومیوں نے یہ بات پہلے سے بتلا دی تھی کہ اگر بادشاہ کے خون کا ایک قطرہ بھی طشتری سے باہر گرا تو اس کا بدلہ لیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلا تھا کہ بادشاہ کی گردن صرف لڑائی کے دوران ماری جا سکتی ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ دونوں کلائیوں کی رگیں کاٹ دی گئیں خون بہنا شروع ہو گیا۔ جب اس کے ہاتھ کمزور ہو گئے تو کچھ قطرے نیچے ٹپکے اس پر کہنے لگی کہ بادشاہ کا خون ضائع مت کرو۔

جذیمہ کے خون کا بدلہ:

اس پر جذیمہ نے جواب دیا کہ خون والے کو قتل کر کے خون کی حفاظت کرو۔ اس کے بعد جذیمہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اور زباء نے اس کے خون کو ایک برتن میں محفوظ کر لیا۔ اس کارروائی کے بعد قصیر وہاں سے نکل گیا اور حیرہ کے مقام پر عمرو بن عدی کے پاس چلا آیا اور ساری صورت حال اسے بتائی اور اس سے پوچھا کہ اب کیا خیال ہے؟ بدلہ اور قصاص لیں گے یا تلواریں زنگ آلود کر کے رکھ دیں گے۔

اس پر عمرو بن عدی نے برجستہ جواب دیا کہ چلیں گے اور قصاص لیں گے۔

مگر عمرو بن عبدالجن نے اس کی مخالفت کی لیکن جلد ہی وہ بھی عمر بن عدی کا ہمنوا ہو گیا۔

کاہن کی پیش گوئی اور زباء کا ردعمل:

قصیر نے عمرو بن عدی سے کہا کہ جلدی تیاری کرو اور اپنے ماموں کے خون کو زیادہ طوالت میں نہ ڈالو۔

اس نے جواب دیا ''بلندیوں کو زیر کرنے والے عقاب کا بدلہ لینے سے کیا وہ عورت مجھے روک سکتی ہے''۔ یہ باتیں چلتی رہیں زباء کے درباریوں میں ایک کاہن بھی تھا۔ زباء نے اس سے اپنی مملکت اور معاملات کے بارے میں سوال کیا' تو اس نے جواب دیا کہ میں تمہاری ہلاکت ایک خوبصورت اور رعنا غلام کے ہاتھوں دیکھتا ہوں جو امانت دار بھی نہیں اس کا نام عمر بن عدی ہے مگر تمہاری موت اس کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ اس کی وجہ سے تمہارے اپنے ہاتھوں واقع ہوگی۔

اب وہ عمرو سے ڈرنے لگی اور اپنی نشست گاہ کی مجلس ختم کر دی۔ اب وہ شہر کے اندر محصور ہو گئی اور کہنے لگی کہ اگر کوئی واقعہ اچانک رونما ہو جاتا ہے تو اپنے محل میں پناہ لوں گی۔ پھر اپنے ملک کے ایک بہترین مصور کو بلوایا جو تصویر سازی کا موجد تصور کیا جاتا ہے۔ اس کو تمام اسباب سے تیار کیا اور اس پر انعام و اکرام کیا اور اس سے کہا کہ تم بھیس بدل کر عمرو بن عدی کے پاس چلو۔ اس کے اراکین سلطنت' وزراء اور خدم وحشم میں مل جاؤ۔ اپنی تصویر سازی کا علم انہیں سکھاؤ' انہیں تہذیب ثقافت سکھاؤ۔

پھر عمرو بن عدی کی پہچان کے لیے اس کی تصویر بنا لینا جس میں کھڑے ہونے، بیٹھنے، سواری کرنے، اسلحہ پہننے اور کپڑوں کے مختلف رنگ وغیرہ کی تصاویر بنا لینا۔ جب یہ تمام تصویریں بنا لو تو انہیں لے کر میرے پاس آ جانا۔

مصور کسی نہ کسی طرح عمرو کے پاس پہنچا اور اس نے وہی کام کیے جو زباء نے کرنے کا اسے حکم دیا تھا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد ان تمام تصویروں اور حالات و معاملات کو لے کر وہ زباء کے پاس واپس پہنچ گیا۔ ان تصویروں سے زباء نے عمرو بن عدی کو پہچاننے کی کوشش کی۔ اس نے عمر کی جس تصویر پر بھی نظر ڈالی اس کا خون کھولنے لگا آخر کار اس پر خون طاری ہو گیا۔

قصیر کی پلاننگ:

دوسری طرف قصیر نے ایک پلاننگ تیار کی' اس نے عمر سے کہا کہ میری ناک کاٹ دو۔ اور میری پیٹھ میں کوڑے لگواؤ پھر دیکھنا کہ میں زباء کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں عمرو نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ایسا کرنے کے لیے میرے پاس کوئی جواز نہیں۔ ابن الکلبی کی روایت ہے کہ زباء کے والد نے اس کے لیے اور اس کی بہن کے لیے ایک سرنگ تیار کروائی تھی اور زباء کی بہن کا محل شہر کی فصیل کے اندر تھا۔ بہرحال عمرو نے قصیر کو منصوبہ تیار کرنے کی اجازت دے دی۔

اس پر قصیر نے پہلے اپنی ناک کٹوائی' اپنی پیٹھ پر مار کے نشانات لگوائے اس طرح کہ اہل عرب کے ہاں یہ مقولہ مشہور ہو گیا۔

''لمکر ماجدع القه قصیر''۔

قصیر نے اپنی ناک اتروائی اور پیٹ پر زخموں کے نشانات ڈلوائے اور ایک بھاگنے والے شخص کی طرح نکلا اور لوگوں پر یہ ظاہر کیا کہ عمرو نے اس کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔ کیونکہ بقول اس کے قصیر نے اس کے ماموں کے ساتھ دھوکا کیا تھا اور اسے زباء کی طرف چلنے پر اکسایا تھا اس کیفیت کے ساتھ وہ زباء کے دروازے پر پہنچا۔

لوگوں نے بتایا کہ قصیر دروازے پر ہے زباء نے اسے اندر لانے کا حکم دیا جب داخل ہوا تو اس کی ناک غائب تھی اور پیٹھ پر زخموں کے نشانات تھے زباء نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا تمہیں؟ اس نے جواب دیا کہ عمرو نے میرے متعلق یہ گمان کیا ہے کہ میں نے اس کے ماموں کو دھوکا دیا تھا اور اسے تمہارے ہاں آنے پر اکسایا تھا۔ جس کی پاداش میں عمرو نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔ جو آپ دیکھ رہی ہیں۔

اور میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ سے زیادہ اس پر بھاری کوئی نہیں ہے۔ اس بات پر زباء خوش ہوئی اور قصیر پر بڑا انعام واکرام کیا اب وہ اپنے ملک کی حکومت کے لیے قصیر سے تجربہ حاصل کرنے لگی۔ جب قصیر کو یقین ہوگیا کہ زباء نے اپنی ساری قلعی اس کے سامنے کھول دی ہے اور اس پر اعتماد کرنے لگی ہے تو اس سے کہا کہ عراق میں میرا بہت زیادہ مال ودولت ہے۔ وہاں پرنئی اور عمدہ چیزیں' کپڑے اور عطریات ہیں آپ مجھے وہاں بھیج دیں تاکہ میں اپنا مال وہاں سے اٹھالاؤں اور آپ کے لیے کپڑے اور نئے اور عمدہ تحفے لے کر آؤں اور مختلف قسم کے تجارتی سامان' خوشبو اور دیگر سامان لے کر آؤں تاکہ اس تجارت کا نفع آپ کو بھی ملے۔

نیز عراق میں بعض ایسی چیزیں ہیں جو ہر بادشاہ کے پاس نہیں ملتیں' عراق جیسی عمدہ مصنوعات میں نے کہیں اور نہیں دیکھیں۔ قصیر نے زباء کے سامنے ایسے خوبصورت انداز میں یہ باتیں پیش کیں کہ اس سے نہ رہا گیا اور ایک اونٹ پر سامان لاد کر اس کو دیا اور کہا کہ عراق لے جا کر بیچو اور جو مال ملے اس کے بدلے وہاں سے کپڑے اور عمدہ مصنوعات لے کر آؤ۔ چنانچہ قصیر اس سامان کو لے کر چل پڑا یہاں تک کہ عراق پہنچ گیا اور بھیس بدل کر حیرہ میں آیا۔ عمرو بن عدی کے پاس پہنچ کر ساری صورتحال بتائی اور اس سے کہا کہ مجھے کپڑے اور دوسرے ساز وسامان دے دو۔ شاید اللہ تعالیٰ تمہیں زباء پر غلبہ دینے والا ہے تاکہ تو اپنے دشمن کو قتل کر کے اپنا قصاص لے۔ اس نے ساری مطلوبہ چیزیں قصیر کو فراہم کیں۔ اور وہ یہ سارا سامان زباء کے پاس لے گیا اور اس کے سامنے پیش کیا جو سامان لایا گیا تھا وہ زباء کو بہت اچھا لگا اور قصیر پر اس کا اعتماد مزید بڑھ گیا۔

دوسری مرتبہ پھر قصیر کو عراق بھیجا وہ بھیس بدل کر عمرو کے پاس آیا اور صورتحال سے آگاہ کیا اور زباء کی توقعات سے بڑھ کر سامان اور تحائف لے کر گیا اور پیش کیا۔ اب قصیر زباء کا دست راست بن چکا تھا۔ کوئی کام اس کے مشورے کے بغیر زباء نہ کرتی تھی۔ اور وہ قصیر کے اوپر مکمل طور سے اعتماد کر چکی تھی۔

اب تیسری مرتبہ قصیر تجارتی سامان لے کر عراق پہنچا تو اس کی منصوبہ بندی آخری مراحل میں تھی۔ منصوبہ کی تکمیل کے لیے وہ عمرو کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرے لیے اپنے معتمد ترین ساتھیوں کا ایک لشکر بناؤ ان سب کے لیے بالوں کے کمبل بناؤ اور سب کو بوریوں میں بند کر دو۔ دو آدمی ایک اونٹ پر سوار کرا دو۔ رات کے وقت جب میں سرنگ اور قلعہ کے دروازے پر پہنچوں گا تو کھڑے ہو کر بوریوں میں بند آدمیوں کو نکالوں گا۔ واقعہ سے آگاہ ہو کر شہر والے شور مچائیں گے جو قتال کے لیے آگے آئیں گے ان کو قتل کیا جائے گا اور اگر زباء اپنی سرنگ میں چھپنے کے لیے آ جائے تو اس کا کام بھی تمام کر دیا جائے گا۔ اور یہ منصوبہ عمرو کو سمجھا دیا۔

چنانچہ عمرو نے قصیر کے مشورے کے مطابق اچھے اوصاف کے حامل معتمد ساتھیوں کا ایک گروپ بنایا اور انہیں ساری باتیں سمجھا کر اونٹوں پر سوار کرا دیا ایک خاص اونٹ پر دو آدمیوں اور اسلحہ کے ساتھ زباء کے لیے خاص دستہ مقرر کیا جب یہ لوگ شہر کے

قریب پہنچے تو قصیر شہر کے اندر گیا اور قافلہ آنے کی خبر دی اور ان سے نکل کر دیکھنے کو کہا اس کے علاوہ یہ خبر زبا کو بھی دے دی گئی کہ قافلہ آ گیا ہے۔

قصیر کی یہ عادت تھی کہ وہ دن بھر بیٹھا رہتا اور رات کو سفر کرتا' یہ پہلا شخص تھا جس نے یہ طریقہ ایجاد کیا۔ بہر حال زبا دیکھنے کے لیے نکل آئی۔ جب اونٹوں کو دیکھا کہ ان پر اتنا سامان لدا ہوا ہے کہ ان کے پاؤں زمین میں دھنس رہے ہیں تو اس نے قصیر کی بہت تعریف کی۔

معائنہ کے بعد اونٹوں کو شہر کے اندر داخل کرنے کا حکم ملا۔ جب آخری اونٹ دروازے کے دربان کے پاس سے گذرا تو اسے تیز چلانے کے لیے اونٹ کی پسلیوں میں مخسہ کی نوک لگائی تو غلطی سے وہ مخسہ بورے میں بند آدمی کی پسلی میں جا لگی جس سے اس کی چیخ نکل گئی۔ دربان چونکہ نبطی تھا اس نے اپنی زبان میں آواز لگائی ''بشتا بسقا'' جس کے معنی تھے کہ بوریوں میں کوئی شرانگیز چیز ہے۔ بات آئی گئی ہوگئی اور کسی نے بھی اس پر توجہ نہ دی۔ منصوبہ کے مطابق جب قافلہ شہر کے وسط میں پہنچ گیا تو اونٹوں کو بٹھایا گیا تو یکدم ان بوروں سے مسلح آدمی باہر نکل آئے جس سے ایک بھگدڑ مچ گئی۔ زبا کو قتل کرنے والے دستہ میں خود عمرو بھی شامل تھا۔ قصیر نے اسے وہ سرنگ دکھائی جو زبا کے لیے بنوائی گئی تھی تاکہ کسی ہنگامی صورت میں اس میں پناہ لے سکے۔ چنانچہ عمرو جا کر اس سرنگ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔

جب شہر میں ہنگامے شروع ہو گئے تو زبا اپنی پناہ گاہ کی طرف بھاگی جب دروازے پر پہنچی تو وہاں عمرو تیار کھڑا تھا جس کی تصویریں مصور سے بنوائی تھیں چنانچہ دیکھتے ہی قاتل کو پہچان گئی۔

اس کے ساتھ ہی زبا نے اپنی انگوٹھی کا نگینہ چوس لیا جس کو زہر لگایا گیا تھا۔ اور کہنے لگی کہ میری موت میرے اپنے ہاتھ سے آئے گی تیرے ہاتھ سے نہیں اس کے بعد جب وہ گر گئی تو عمرو نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس طرح جذیمہ کا قصاص لیا گیا اور جذیمہ کا بھانجا فاتح بن کر واپس لوٹا۔

عمرو بن عدی کی تخت نشینی:

فتح کے بعد عمر بن عدی تخت سلطانی پر متمکن ہوا۔ یہ پہلا عربی بادشاہ تھا۔ جس نے حیرہ کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ اور یہ پہلا حکمران تھا جس کا نام اہل حیرہ اور عراق والوں نے تعظیماً اپنی کتاب میں لکھا تھا۔ عمرو مرنے تک بادشاہ رہا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں بڑی بڑی جنگیں لڑیں اور فتح یاب ہوا۔ یہ شخص اپنی ذات میں گم تھا نہ یہ کسی بادشاہ کے پاس گیا اور نہ اس کے پاس کوئی آیا بالآخر اردشیر بن بابک کی حکومت قائم ہو گئی تو یہ چھوٹی چھوٹی بادشاہتیں سب ختم ہو گئیں۔

طسم اور جدیس

اب ہم طسم اور جدیس کا تذکرہ کریں گے کہ یہ لوگ بھی پیروکاران مذہب بادشاہوں کے دور میں آئے۔ جدیس کے آس پاس کا علاقہ حسان بن تبع کے زیرنگین تھا جس کا تذکرہ تبع حمیر کے ذکر میں گزر چکا ہے۔

علماءعرب سے روایت ہے کہ طسم اور جدیس یمامہ میں رہا کرتے تھے ہر علاقہ بڑا ہی سرسبز' خوبصورت' ترقی یافتہ اور سماجی و معاشی خوبیوں کا مرکز تھا۔ مختلف اقسام کے پھل' باغات کا سلسلہ' اونچے اونچے محلات غرض ہر طرح سے خوش حالی تھی جب کہ طسم قبیلے کا بادشاہ خواہش پرست' ظالم اور جابر تھا۔ اس بادشاہ کا نام عملوق تھا۔ یہ بادشاہ فطری طور پر جدیس سے عناد رکھتا تھا اور ہمیشہ انہیں ذلیل کرنے کی کوشش کرتا۔

ظالم بادشاہ کے کرتوت:

اس کے ظلم کی ایک مثال یہ ہے کہ اس نے ایک حکم جاری کر رکھا تھا کہ اس کی بادشاہت میں جدیس کی کوئی عورت شادی کے بعد اپنے شوہر کے پاس اس وقت تک نہیں جاسکتی جب تک کہ بادشاہ کا پہلو گرم نہ کرے۔ اس طرح وہ کلی کو ڈنڈی لگا کر پھول بنا دیتا اور کسی کو بھی کلی کا رس چوسنے کا موقع نہ دیتا۔

ایک مرتبہ جدیس میں سے ایک شخص اسود بن غفار نے اپنی قوم کے سرداروں کو شرم دلاتے ہوئے کہا کہ کیا ہم ایسی ذلت و رسوائی میں بے غیرتی (دیوثی) کی زندگی نہیں گزار رہے ہیں جو کتوں کی زندگی سے بھی بدتر ہے؟۔

اس شخص نے مختلف مواقع پر اس قسم کی باتیں کر کے لوگوں کو جوش دلایا اور ان سے کہا کہ اب اس ذلت کے خلاف کھڑے ہو جاؤ اور ہمیشہ کی عزت حاصل کرنے کے لیے میرا ساتھ دو۔

چنانچہ اس نے لوگوں کو ترکیب بتلائی کہ میں ظالم بادشاہ اس کے ہم نشینوں اور اس کی پوری قوم کی دعوت کروں گا جب وہ لوگ زرق برق لباس پہن کر شان وشوکت اور تمکنت سے آئیں گے تو ہم ان کے بادشاہ اور اس کے وزیروں کو قتل کر دیں گے یہ دیکھ کر عوام خود ہی بھاگ جائیں گے۔

چنانچہ اس منصوبہ کے مطابق سب لوگوں نے اپنی تلواریں تیز کرلیں اور انہیں خوب چمکا کے قریب ہی ریت میں دفن کر دیا۔ جب بادشاہ اپنی قوم کو لے کر پہنچا تو سب سے پہلے اسود بن غفار نے ظالم بادشاہ کو ٹھنڈا کیا اب سب لوگ اپنی تلواریں نکال لائے سب شرکاء اور روٴسا کو قتل کر دیا گیا لیکن ایک شخص بن مرہ ان میں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور سیدھا حسان بن تبع کے پاس جا کر اس سے مدد کا خواستگار ہوا اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔

نگاہ یمامہ:

یہ ماجرا سن کر حسان بن تبع اپنے قبیلے حمیر کو لے کر بدلہ کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں ریاح نے حسان سے کہا کہ میری ایک

بہن قبیلہ جدلیس میں بیاہی ہوئی ہے جس کا نام یمامہ ہے اس سے زیادہ تیز نگاہوں والا اس روئے زمین پر کوئی نہیں وہ تین میل کے فاصلہ سے ہر چیز کو صاف پہچان لیتی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اپنی قوم جدلیس کو بتادے گی۔ اس خطرے کے پیش نظر آپ اپنے لوگوں کو بتادیں کہ ہر شخص ایک درخت کاٹ کر اس کی شاخوں اور لکڑیوں کو اپنے آگے اور دائیں بائیں اوٹ بنالیں تاکہ وہ پہچان نہ پائے۔ چنانچہ حسان نے اپنی قوم کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔

حسان کا حملہ:

حسان کی فوج اس انداز میں آگے بڑھی تھوڑی مسافت طے کی تھی کہ یمامہ کی نظر ان پر پڑی تو اس نے اپنی قوم جدلیس کو اس سے آگاہ کیا کہ دشمن کی فوج آرہی ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا نظر آیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں لوگوں کو درخت کی اوٹ میں دیکھ رہی ہوں۔ جو گوشت نوچ رہے ہیں یا جوتا سیدھا کر رہے ہیں لوگوں نے اس کو جھٹلایا حالانکہ وہ سچ بول رہی تھی۔ چنانچہ علی الصبح حسان نے حملہ کیا اور ان کے علاقہ کو تہ و بالا کر دیا اور محلات کو تباہ کیا۔ اس وقت یمامہ بنت مرہ کو حسان کے سامنے پیش کر دیا گیا جس کے حکم سے اس کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں آنکھوں کے اندر سے دو کالی رگیں ظاہر ہوئیں یمامہ سے پوچھا گیا تمہاری آنکھ سے یہ کالی چیز کیا نکلی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ کالا پتھر (اثمد سرمہ) ہے میں اس پتھر کو بطور سرمہ استعمال کرتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلی عورت تھی جس نے سب سے پہلے اثمد پتھر کو بطور سرمہ استعمال کیا۔

حسان اس جگہ کا نام ''جوالیمامہ'' رکھ دیا۔ عرب کے شعراء نے حسان کے اس واقعہ کو اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔

حسان کی فتح کے بعد کے حالات:

حسان بن تبع نے مدینہ (یثرب) کے ارد گرد آباد بہت سے یہودیوں کو قتل کیا کیونکہ اوس اور خزرج نے ان کی بہت سی شکایات کی تھیں۔ اس نے ابو تبع بن حسان کو سندھ کی طرف اور سمر اذوالجناح کو خراسان کی طرف بھیجا اور دونوں کو چین پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ سمر اسمر قند گیا اور اس شہر کو فتح کیا اور اس طرح وہاں سے چین کی طرف پیش قدمی کی۔ حسان نے بھی ان کو مدد دی۔ بعض اہل یمن کا خیال ہے کہ یہ دونوں چین میں مر گئے تھے جب کہ بعض کا خیال ہے کہ یہ دونوں بھائی اپنے اموال اور غنیمت کے ساتھ اپنی قوم تبع کی طرف لوٹے تھے جہاں ان کا انتقال ہوا۔

اصحابِ کہف یا غار والے

یہ چند نوجوان تھے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کے متعلق نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴾ (سورۃ الکہف آیت ۹)

''کیا تم سمجھتے ہو کہ غار والے اور کتبے والے ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں میں سے تھے''۔

یہ نوجوان جس قوم سے تعلق رکھتے تھے اس قوم کی جس کتاب میں ان نوجوانوں کے حالات لکھے تھے ''الرقیم'' ہے۔ اس سے مراد وہ کتاب ہے۔ جسے قوم کے لوگوں نے ایک تختی پر ان نوجوانوں کے حالات لکھ کر اسے اس غار کے دروازہ پر لٹکا دیا تھا جس میں انہوں نے پناہ لی تھی یا ان لوگوں نے اس پہاڑ پر وہ تختی نصب کر دی تھی جس کی غار میں ان لوگوں نے پناہ لی تھی۔ یا قوم نے ایک تختی پر لکھ کر وہ تختی اس صندوق میں رکھ دی جسے وہ نوجوان قوم کے پاس چھوڑ گئے تھے:

﴿ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ ﴾ (سورۃ الکہف آیت ۱۰)

''جب وہ چند نوجوان غار میں پناہ گزیں ہوئے''۔

اصحابِ کہف کی تعداد:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ان نوجوانوں کی تعداد سات تھی اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ آپ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ (سورۃ الکہف آیت ۲۲)

''کم ہی لوگ ان کی صحیح تعداد جانتے ہیں''۔

کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ''انا من القلیل'' ان تھوڑے سے لوگوں میں سے ہوں جو اصحابِ کہف کی صحیح تعداد سے واقف ہیں۔ (وہ سات تھے)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

انا من اولئك القليل الذين استثنى الله تعالىٰ.

''میں ان تھوڑے لوگوں میں سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اصحابِ کہف سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا''۔

اصحابِ کہف کے نام:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سات میں سے جوان کے لیے کھانا خریدنے جاتا تھا اس کا نام ''یملیخ'' تھا۔ جب وہ نیند سے

اٹھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَابْعَثُوا احَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ ﴾

(سورۃ الکہف آیت ۱۹)

''چلو اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر بھیجیں اور وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے۔ وہاں سے وہ کچھ کھانے کے لیے لائے''۔

سفیانؒ نے حضرت مقاتلؒ سے نقل کیا ہے کہ کھانا لانے والے کا نام ''یمنیخ'' تھا۔

حضرت سلمہؒ نے حضرت قتادہؒ سے نقل کیا ہے کہ اس نوجوان کا نام ''یملیخا'' تھا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ نوجوانوں کی تعداد آٹھ تھی۔ چنانچہ ان کے قول کے مطابق ان کا کتا نواں تھا۔

حضرت سلمہؒ نے بتایا کہ ابن اسحاق کہف کے نام بتاتے ہوئے فرماتے تھے کہ ان میں سے جو سب سے بڑے تھے اور جنہوں نے بقیہ سب کی طرف سے بادشاہ سے بات کی تھی ان کا نام ''مکسملینا'' تھا۔ جب کہ دوسرے کا نام ''محسملینا'' تھا۔ تیسرے کا نام ''یملیخا'' چوتھے کا نام ''مرطوس'' پانچویں کا نام ''کسوطونس'' چھٹے کا نام ''بیرونس'' ساتویں کا نام ''رسمونس'' آٹھویں کا نام ''بطونس'' نویں کا نام ''قالوس'' تھا۔

کیا اصحاب کہف شریعت عیسوی کے پیروکار تھے؟:

عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ اصحاب کہف میں بعض کم عمری کی وجہ سے چاندی کی طرح سفید تھے۔ رومیوں کی ایک بت پرست قوم سے تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی توفیق عطا کی' علماء سلف کی ایک جماعت کے مطابق وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پیروکار تھے۔

غار والوں کا واقعہ کب پیش آیا:

عمرو یعنی ابن القیس الملائی نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''ان اصحاب الکہف و الرقیم'' (غار اور کتبہ والے) کے بارے میں بتایا:

یہ چند نوجوان تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے ان کا حاکم کافر تھا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ غار میں پناہ لینے والوں کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کے متعلق آگاہ کیا۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کو جب نیند سے بیدار کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے جا چکے تھے۔ اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد علیہ السلام کے درمیان کا زمانہ (فترت) ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کون سی بات درست ہے۔

علماء اسلام اس موقف پر قائم ہیں کہ ان کا واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پیش آیا۔ رہی یہ بات کہ ملوک طوائف کے زمانہ کا واقعہ ہے تو قدیم تاریخ انسانی سے واقف کسی بھی شخص نے اس کا انکار نہیں کیا۔

اصحابِ کہف کے دور کے حاکم کا نام:

اصحاب کہف کے زمانہ میں دقیانوس نامی بادشاہ کی حکومت تھی آثار یہ بتاتے ہیں کہ وہ بت پرست تھا۔ جب اسے علم ہوا کہ

چند نوجوان اس کے دین کے خلاف ہیں تو بادشاہ نے انہیں طلب کیا تو وہ اپنا دین بچانے کی خاطر بھاگ کھڑے ہوئے حتیٰ کہ ایک پہاڑ (نیجلوس) پر پہنچ گئے۔

شہر کے دروازے پر بت:

اسمٰعیل بن سدوس نے وہب بن منبہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اصحاب کہف کے ایمان اور اپنی قوم سے ان کی مخالفت کا سبب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کے ایک حواری اصحاب کہف کے شہر میں آئے انہوں نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو انہیں بتایا گیا کہ اس شہر کے دروازے پر ایک بت نصب ہے اور شہر میں داخل ہونے والا ہر شخص اسے سجدہ کرتا ہے حواری نے شہر میں داخل ہونا گوارانہ کیا۔ چنانچہ وہ اسی شہر کے قریب ایک حمام میں آ گیا اور حمام کے مالک کے پاس اجرت پر کام کرنے لگ گیا حمام کے مالک نے محسوس کیا کہ اس کی وجہ سے حمام کی آمدنی میں برکت ہو رہی ہے اور اسے رزق فراخی سے ملنے لگ گیا ہے۔

حواری کی تبلیغ:

اس حواری نے حمام کے مالک کو اسلام کی دعوت دینا شروع کی جب بے تکلفی بڑھ گئی تو حمام کے مالک کے علاوہ اس سے ملنے جلنے والے نوجوانوں نے بھی اس حواری کے پاس آنا جانا شروع کر دیا وہ انہیں آسمان' زمین اور آخرت کے متعلق بتانے لگا یہاں تک کہ وہ حواری کی باتوں پر ایمان لے آئے اور اس کی تصدیق کر دی اور سیرت و کردار میں حواری کے پیروکار ہو گئے۔ حواری نے حمام والے سے یہ طے کر رکھا تھا کہ رات میری ہوگی یعنی میں رات کے وقت کوئی کام نہیں کروں گا بلکہ میں رات کو اپنی عبادت میں مصروف رہوں گا۔ جب نماز کا وقت ہوگا تو تم مجھے نماز سے منع نہیں کرو گے۔ چنانچہ حواری اپنی شریعت کے مطابق احکام بجالاتا رہا۔

حمام میں شہزادے کا مرنا:

ایک روز بادشاہ کا بیٹا (شہزادہ) ایک عورت کو لے کر آیا اور اس کو لے کر حمام میں داخل ہو گیا حواری نے اسے شرم دلاتے ہوئے کہا: آپ بادشاہ کے بیٹے ہو کر حمام میں اس طرح داخل ہو رہے ہیں کہ آپ کے ساتھ یہ بازاری عورت ہے۔

حواری کے کہنے پر وہ دونوں شرما گئے اور چلے گئے۔ دوسری مرتبہ پھر شہزادہ اسی انداز میں آیا تو حواری نے اسے پھر اس طرح شرم دلائی' اسے برا بھلا کہا اور ڈانٹا' شہزادے نے اس کا کچھ اثر نہ لیا اور حمام میں اس عورت سمیت داخل ہو گیا۔ خدا کا کرنا کہ وہ دونوں حمام کے اندر مر گئے۔ یہ واقعہ ہوتے ہی حمام والا بھاگ گیا۔

لوگوں نے بادشاہ کو بتایا کہ تمہارے بیٹے کو حمام والے نے قتل کر دیا ہے۔ اتنی دیر میں وہ حمام والا فرار ہو چکا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا: اس کے ساتھی کون ہیں؟

لوگوں نے ان نوجوانوں کے نام بتلائے۔ انہیں تلاش کروایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی شہر سے فرار ہو چکے ہیں۔

اصحاب کہف کا کتا:

یہ تمام مفرور اپنے ایک ساتھی کے پاس گئے جو اپنے کھیت میں کام کر رہا تھا اور صاحب ایمان تھا۔ ان لوگوں نے جب اسے واقعہ بتایا اور کہا کہ ہماری تلاش جاری ہے تو وہ بھی ان کے ساتھ ہو لیا اس کا کتا بھی اس کے ساتھ تھا چلتے چلتے وہ ایک غار کے پاس

پہنچے تو رات ہوئی چنانچہ وہ غار میں داخل ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم رات یہاں گذار لیتے ہیں صبح ہوئی تو ان شاء اللہ آپس میں مشورہ کر لیں گے کہ اب کہاں جائیں' پھر ان کے کانوں پر مہر لگ گئی یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر طویل نیند مسلط فرما دی۔

اصحابِ کہف کو بھوکا پیاسا مارنے کی کوشش:

آخر کار بادشاہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے تعاقب میں نکل پڑا یہاں تک کہ انہیں پتہ چل گیا کہ یہ غار میں موجود ہیں لیکن جب بھی کوئی شخص غار میں داخل ہو کر انہیں گرفتار کرنا چاہتا تو اس کے دل پر ایسا رعب طاری ہوتا کہ اسے غار میں داخل ہونے کی ہمت نہ پڑتی۔ آخر ایک شخص نے بادشاہ سے پوچھا کہ اگر آپ انہیں پکڑنے میں کامیاب ہو گئے تو کیا آپ ان کو قتل نہیں کریں گے؟۔

بادشاہ نے کہا''یقیناً انہیں قتل کر دوں گا''۔

اس شخص نے کہا: پھر آپ غار کا منہ بند کروا دیں اور انہیں باہر نہ نکلنے دیں خود ہی بھوک پیاس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے۔

بادشاہ نے اس تجویز پر عمل کیا اور غار کا دروازہ بند ہونے کے بعد وہ (نوجوان) عرصہ دراز تک اس میں پڑے رہے۔

چرواہے کا غار کا منہ کھولنا:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک چرواہا اس غار کے قریب بکریاں چرا رہا تھا کہ سخت بارش شروع ہوگئی اس نے دل میں سوچا کہ اگر میں اس غار کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو جاؤں تو اپنی بکریاں غار میں داخل کر دوں گا اور اس طرح بارش سے بچاؤ ہو جائے گا چنانچہ وہ اس کام میں مصروف ہو گیا آخر کار اس نے غار کا اتنا دروازہ کھول لیا جس کے ذریعے بکریاں غار میں داخل ہو سکتی تھیں۔

اصحابِ کہف کی ارواح کا لوٹایا جانا:

اللہ تعالیٰ نے ایک صبح ان کی ارواح کو ان کے اجسام میں لوٹا دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو پیسے دے کر کھانا لانے کے لیے بھیجا وہ جب اپنے شہر کے دروازے پر پہنچا تو اسے ایسی چیزیں نظر آئیں جو پہلے نہ تھیں آخر وہ ایک آدمی کے پاس آیا اور کہا کہ ان سکوں کے بدلے مجھے کھانا دے دیں۔

اس شخص نے کہا:''یہ سکے کہاں سے لائے؟''۔

اس نے کہا کل میں اور میرے چند ساتھی شہر سے باہر چلے گئے تھے ہمیں رات ہوگئی' رات وہیں رہے صبح ہوئی تو انہوں نے مجھے کھانا خریدنے کے لیے بھیجا ہے۔

دکاندار نے کہا کہ یہ سکے تو فلاں بادشاہ کے زمانے کے ہیں۔

اس دور کے بادشاہ کا اصحابِ کہف سے ملنے کی کوشش کرنا:

دکاندار نے یہ قصہ حاکم وقت تک پہنچا دیا۔ یہ حاکم ایک نیک شخص تھا۔

حاکم نے غار والے سے پوچھا''یہ سکے آپ کو کہاں سے ملے ہیں؟''۔

اس نے بتایا''میں اور میرے چند ساتھی شہر سے باہر چلے گئے تھے جہاں ہمیں رات ہوگئی جہاں ہم نے غار میں رات بسر کی

اب انہوں نے مجھے کھانا خرید کر لانے کے لیے بھیجا ہے''۔

بادشاہ نے سوال کیا ''آپ کے باقی ساتھی کہاں ہیں؟''۔

اس نے کہا ''غار میں''۔

لوگ اس کے ساتھ چل دیے یہاں تک کہ غار کے منہ پر پہنچ گئے اس شخص نے کہا کہ پہلے مجھے اپنے ساتھیوں کے پاس جانے دیں' جب وہ ان کے قریب پہنچ گیا تو اسے اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو دوبارہ نیند نے آ لیا۔ ان لوگوں نے انہیں اس حال میں دیکھا تو اندر داخل ہونا چاہا مگر جب بھی کوئی شخص اندر داخل ہونے لگتا تو اس پر ایسا رعب طاری ہوتا کہ اسے اندر جانے کی ہمت نہ پڑتی۔ چنانچہ انہوں نے اس جگہ ایک عبادت خانہ (کنیسہ) تعمیر کر دیا اور اس میں اللہ کی عبادت شروع کر دی اور نمازیں ادا کرنے لگے۔

اصحابِ کہف شہزادگانِ روم:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ اصحابِ کہف رومی شہزادے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے اپنے دین کی حفاظت کی اور اپنی قوم سے الگ ہو گئے حتیٰ کہ وہ غار میں آ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر طویل نیند مسلط فرما دی۔ اتنے عرصہ تک وہ غار میں رہے یہاں تک کہ ان کی قوم ہلاک ہو گئی اور مسلمان قوم آ گئی جن کا بادشاہ بھی مسلمان تھا۔

روز قیامت روح اٹھائی جائے گی یا جسم:

اس قوم کا روح اور جسد کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ قیامت کے روز روح اور جسم دونوں کو اٹھایا جائے گا بعض نے کہا صرف روح اٹھائی جائے گی جسد کو تو زمین کھا جاتی ہے اور وہ بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ بادشاہ کو یہ اختلاف بہت ناگوار گزرا۔ اس واسطے اس نے صوفیوں والا ادنیٰ لباس پہن لیا اور ریت پر جا بیٹھا پھر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی:

''اے میرے پروردگار! تو ان لوگوں کا اختلاف دیکھ رہا ہے تو ان کے سامنے کوئی ایسی دلیل پیش فرما دے جس سے ان کے سامنے حقیقت واضح ہو جائے''۔

بادشاہ کی دعا کی قبولیت:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کو اٹھا دیا انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو کھانا لانے کے لیے بھیجا وہ بازار میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ راستے تو وہی ہیں جو پہلے تھے اور ان سے وہ مانوس ہے مگر لوگوں کے چہرے پہلے والے نہیں تھے جن سے وہ مانوس تھا۔ اس کے علاوہ اس شہر میں ایمان کی بہار نظر آئی۔ لہٰذا وہ چھپتے چھپاتے ایک آدمی کے پاس کھانا خریدنے پہنچا جب اس شخص نے رقم دی تو دکاندار کو سکے اجنبی لگے۔ راوی کا یہ کہنا ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ عکرمہؓ نے یوں فرمایا تھا کہ وہ پیسے ایسے لگ رہے تھے جیسے اونٹنی کے بچے کی ٹاپ ہو۔ دکاندار سے اس نوجوان نے پوچھا کہ [illegible] حاکم فلاں نہیں ہے؟۔

دکاندار نے بتایا کہ نہیں بلکہ ہمارا حاکم تو فلاں ہے۔ ان کے درمیان گفتگو کا یہ سلسلہ ایسا کھنچا کہ یہ بات بادشاہ تک جا پہنچی۔ بادشاہ نے اس نوجوان سے صورتِ حال معلوم کی تو اس نے بادشاہ کو اپنے باقی ساتھیوں کے حالات سے باخبر کر دیا۔ بادشاہ نے لوگوں میں جمع ہونے کا اعلان کر دیا اور انہیں جمع کر کے ان سے کہا:

بادشاہ کی فیصلہ کن تقریر:

تم لوگ روح اور جسم کے متعلق گفتگو اور اختلاف کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نشانی بھیج دی ہے دیکھو یہ شخص فلاں قوم سے اور فلاں بادشاہ کے دور سے تعلق رکھتا ہے جو بہت پہلے گزر چکا ہے۔

اس نوجوان نے کہا کہ مجھے میرے ساتھیوں کے پاس لے چلو پس وہ غار کے پاس پہنچ گئے۔ اس نوجوان نے کہا' پہلے مجھے اپنے ساتھیوں کے پاس جانے دو۔ جب یہ ان کے قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کے دوسرے ساتھیوں پر دوبارہ نیند مسلط فرما دی اور وہ غار سے باہر نہ آیا۔ بادشاہ نے جب محسوس کیا کہ اس نوجوان کو بہت دیر ہوگئی ہے اور وہ اب تک غار سے باہر نہیں آیا تو وہ (بادشاہ) غار میں داخل ہوگیا' لوگ بھی اس کے ساتھ داخل ہوگئے کیا دیکھتے ہیں کہ چند جسم ہیں جو بالکل صحیح و سالم حالت میں ہیں صرف ان میں روح نہیں ہے۔

بادشاہ نے کہا یہ دلیل تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اصحابِ کہف والے غار میں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حبیب بن سلمہ کے ساتھ جہاد کیا تو وہ اس غار کے پاس سے گزرے دیکھا کہ اس میں ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں ایک شخص نے بتایا کہ یہ اصحابِ کہف کی ہڈیاں ہیں۔

فرمایا کہ ان کی ہڈیاں تو تین سو سال پہلے ختم ہوگئی تھیں۔

یونس بن متی علیہ السلام

مشہور ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام موصل کی ایک نینوا نامی بستی کے رہنے والے تھے۔ ان کی قوم بت پرست تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا تا کہ وہ انہیں بت پرستی سے منع کریں وہ قوم اللہ تعالیٰ کے حضور کفر سے توبہ کر کے توحید پر ایمان لائی۔ حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا حال اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴾ (سورۃ یونس آیت ۹۸)

ترجمہ: ''پھر کیا کوئی مثال ایسی ہے کہ ایک بستی عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو اور اس کا ایمان اس کے لیے نفع بخش ثابت ہوا ہو؟ یونس کی قوم کے سوا (اس کی کوئی نظیر نہیں) وہ قوم جب ایمان لے آئی تھی تو البتہ ہم نے اس پر سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ٹال دیا تھا اور اس کو ایک مدت تک زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دے دیا تھا''۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (سورۃ الانبیاء آیت ۸۷۔۸۸)

ترجمہ: ''اور مچھلی والے کو بھی ہم نے نوازا۔ یاد کرو جب کہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔ آخر کو اس نے تاریکیوں میں سے پکارا' نہیں ہے کوئی الٰہ مگر تو پاک ہے تیری ذات' بے شک میں نے قصور کیا۔ تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی' اور اسی طرح ہم مومنوں کو بچالیا کرتے ہیں''۔

مچھلی کا واقعہ کب پیش آیا:

امت محمدیہ کے علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ واقعہ کب پیش آیا اس وقت تک حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت نہیں دی تھی اور انہیں اپنے رب کا پیغام بھی نہیں پہنچایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جس قوم کی طرف حضرت یونس علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اس قوم پر جب عذاب آنے لگا تو حضرت یونس علیہ السلام کو اس قوم کے پاس جانے کا حکم ہوا تا کہ انہیں بتائیں کہ ان پر عذاب کیوں آ رہا ہے تا کہ قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگ جائے حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے پاس جانے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلت نہ دی۔ حضرت یونس علیہ السلام کو یہ بات ناگوار گزری کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلت نہیں دی اور حکم کی تعمیل کا فرمان جاری کر دیا۔

راوی نے کہا:

ان حضرات نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اہل نینوا کے پاس جایے

اور انہیں اس بات کا خوف دلائیے کہ عذاب آ چکا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا "سواری لے لوں؟"۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا:

"اس سے بھی جلدی اس حکم پر عمل کرنا ہے"۔

30

حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا:

"جوتا لے لوں؟"

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا:

"نہیں! اس سے بھی جلد اس حکم پر عمل کرنا ہے"۔

یونس علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے:

حضرت یونس علیہ السلام کو یہ بات اچھی نہ لگی اس لیے وہ کشتی میں سوار ہو گئے۔ جونہی وہ کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی رک گئی۔ نہ آگے جاتی تھی نہ پیچھے آتی تھی۔ کشتی والوں نے قرعہ اندازی کی جس میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا (اور انہیں دریا میں پھینک دیا) اچانک دیکھا کہ ایک مچھلی کشتی کے قریب دم ہلاتی ہوئی آ گئی۔ غیب سے مچھلی کو آواز دی گئی اے مچھلی! ہم نے یونس کو تمہارے لیے رزق نہیں بنایا بلکہ تجھے یونس کے لیے حفاظت کی جگہ اور سجدہ گاہ بنایا ہے۔

مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ میں لے لیا اور وہ انہیں اس جگہ سے لے کر چلی "ایلہ" مقام سے ہوتے ہوئے دجلہ جا پہنچی وہاں سے چلی تو نینوا بستی میں جا کر حضرت یونس علیہ السلام کو باہر اتار دیا۔

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ سے باہر نکالا تو انہیں منصب رسالت ملا۔

کچھ علماء نے کہا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دے چکے تھے اور انہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا چکے تھے حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا کہ فلاں وقت تم پر اللہ کی طرف سے عذاب آنے والا ہے۔ اس وعید کے بعد بھی جب قوم نے کفر و شرک سے توبہ نہ کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت قبول نہ کی اور اس پر ایمان نہ لائے تو حضرت یونس علیہ السلام انہیں چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کے سروں پر مسلط ہو گیا جب کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب کو ان سے ہٹا لیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو جب اس کا پتہ چلا کہ قوم پر عذاب نہیں ہوا بلکہ وہ صحیح و سالم عذاب سے بچ گئی ہے تو یہ بات حضرت یونس علیہ السلام کو ناگوار گزری انہوں نے کہا تھا کہ میں نے قوم سے ایک وعدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے میرے وعدے کو جھٹلا دیا لہٰذا وہ اپنے رب سے ناراض ہو کر چلے گئے اور اپنی قوم میں لوٹنا پسند نہ کیا کیونکہ قوم نے یہ سمجھنا شروع کر دیا تھا کہ آپ (یونس علیہ السلام) غلط بیانی کرتے ہیں۔

اہل نینوا کی معافی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی بستی کے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ حضرت

یونس علیہ السلام نے انہیں دعوت دین دی۔ انہوں نے اسے رد کر دیا اور اس پر عمل نہ کیا۔ جب ان لوگوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ میں ان پر فلاں دن عذاب نازل کرنے والا ہوں اس لیے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی اس وعید سے آگاہ کر دیا۔

قوم نے کہا: یونس علیہ السلام پر نظر رکھو' اگر وہ تمہیں یہاں چھوڑ کر چلے گئے تو اللہ کی قسم جس عذاب کا تم سے انہوں نے وعدہ کیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ جب وہ رات آئی جس کی صبح ان سے عذاب کا وعدہ کیا گیا تھا۔ تو حضرت یونس علیہ السلام قوم میں نظر نہ آئے جس کی وجہ سے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا چنانچہ سب لوگ بستی سے دور نکل کر ایک چٹیل میدان میں نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے بچوں کو ان کی ماؤں سے دور کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ کے حضور آہ وزاری کے ساتھ معافی مانگنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔

یونس علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناراضگی:

حضرت یونس علیہ السلام اس خبر کے منتظر تھے کہ جس سے انہیں پتہ چلے کہ ان کی قوم کا کیا بنا؟ آخر کار ایک شخص کا وہاں سے گذر ہوا تو حضرت یونس علیہ السلام نے اس سے بستی والوں کے بارے میں پوچھا' اس نے بتایا کہ جب ان کے نبی ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو انہیں یقین ہو گیا کہ نبی نے انہیں جس عذاب کی خبر دی تھی وہ ضرور آئے گا لہٰذا وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر دور ایک چٹیل میدان میں جمع ہو گئے اور انہوں نے ہر بچے کو اس کی ماں سے دور کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور عذاب کو ان سے ٹال دیا جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ سنا تو غصہ میں بولے:

ترجمہ: ''اللہ کی قسم میں کبھی بھی جھوٹا بن کر اپنی قوم کے پاس واپس نہ جاؤں گا''۔

کیونکہ میں نے ایک خاص دن میں ان کو عذاب کی خبر دی تھی مگر اس دن ان پر عذاب نازل نہیں ہوا۔ حضرت یونس علیہ السلام اپنے رب سے ناخوشی کی حالت میں جدھر رخ ہوا ادھر ہی چل دیئے تو شیطان نے انہیں ورغلانا شروع کر دیا۔

ایک روایت:

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے حالات ایسے شخص نے بتائے کہ جس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قرآن کریم زبانی یاد کر لیا تھا اس شخص نے بتایا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو قوم نے ان کی بات نہ مانی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ تم پر عذاب آنے والا ہے۔ اور انہیں چھوڑ کر چلے گئے جب قوم نے یہ صورت حال دیکھی اور عذاب ان پر مسلط ہونے لگا تو وہ سب لوگ اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور ایک بلند جگہ پر چڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری شروع کر دی اور خالص اللہ تعالیٰ ہی کا اعتقاد کر کے دعا کرنے لگے:

''اے اللہ! ہمیں عذاب سے بچالے اور ہمارے پیغمبر کو واپس ہمارے پاس بھیج دے ہم اس کی اتباع کریں گے اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ترجمہ: ''پھر کیا ایسی کوئی مثال ہے کہ ایک بستی عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو اور اس کا ایمان اس کے لیے نفع بخش ثابت ہوا ہو؟ یونس کی قوم کے سوا (اس کی کوئی نظیر نہیں) وہ قوم جب ایمان لے آئی تھی تو البتہ ہم نے اس پر سے دنیا کی زندگی میں

رسوائی کا عذاب ٹال دیا تھا۔ اور اس کو ایک مدت تک زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دیا تھا''۔ (سورۃ یونس آیت ۹۸)

حضرت یونس علیہ السلام کا سمندر میں پھینکا جانا:

یہ صرف حضرت یونس علیہ السلام کی ہی قوم تھی کہ جس پر عذاب آیا اور پھر اللہ نے اسے عذاب سے بچا لیا۔ جب حضرت یونس علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ اپنے پروردگار سے ناراض ہو کر غصے کے عالم میں وہاں سے آگے چلے گئے ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا کہنا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام چلتے رہے حتیٰ کہ ایک کشتی میں سوار ہو گئے کشتی کو تیز ہوا نے بھنور میں پھنسا دیا۔ کشتی کے سواروں نے کہا یہ ہم میں سے کسی کے گناہ کا نتیجہ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کو احساس ہو گیا کہ گناہ انہی سے ہوا ہے لہٰذا انہوں نے کہا کہ میری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے اس لیے تم مجھے سمندر میں پھینک دو۔ سب نے قرعہ اندازی کیے بغیر انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر میں ڈالنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتایا ہے:

﴿ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴾ (سورۃ الصافات آیت ۱۴۱)

ترجمہ: ''پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور اس میں مات کھائی''۔

حضرت یونس علیہ السلام نے کشتی کے مسافروں سے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ میرے گناہ کی وجہ سے ہے کشتی والوں نے اب بھی انہیں سمندر میں ڈالنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ دوبارہ قرعہ اندازی نہ کر لیں۔

﴿ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴾

''پھر وہی خطا کاروں میں تھا''۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہ میری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے۔ اب بھی انہوں نے اس سے انکار کر دیا جب تک کہ تیسری مرتبہ قرعہ اندازی نہ کر لیں۔

ترجمہ: ''پھر وہی خطا کاروں میں تھا''۔

یونس علیہ السلام کا از خود کشتی سے کود جانا:

جب یونس علیہ السلام نے یہ ماجرا دیکھا تو خود ہی سمندر میں کود گئے۔ رات کا وقت ہے ہر سو اندھیرا ہے ایسے میں مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لیا۔

پھر حضرت یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں پکارا اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا'' کہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں تو بے عیب ہے بے شک میں نے قصور کیا''۔

چونکہ اس سے قبل یونس علیہ السلام اعمال صالحہ کر چکے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ فرمایا:

ترجمہ: ''تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی اور اسی طرح ہم مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں''۔

یونس علیہ السلام تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ . لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ (سورۃ الصافات آیت ۱۴۳-۱۴۴)

''اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روز قیامت تک اسی مچھلی کے پیٹ میں ہوتا''۔

اور یہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے فرمایا کہ جب کسی نیک آدمی سے بھول چوک ہو جائے تو اس کے اعمال صالحہ اسے بچا لیتے ہیں۔

﴿ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِيْمٌ ﴾ (سورۃ الصافات آیت ۱۴۵)

''آخر کار ہم نے اسے بڑی سقیم حالت میں ایک چٹیل زمین پر پھینک دیا''۔

﴿ وَ اَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴾ (سورۃ الصافات آیت ۱۴۶)

''اور اس پر ایک بیل دار درخت اگا دیا''۔

کہا جاتا ہے کہ یہ کدو کی بیل تھی جس پر دودھ کے قطرے ٹپکتے تھے حضرت یونس علیہ السلام نے اسے تناول فرمایا تو ان کی طاقت بحال ہو گئی۔

یونس علیہ السلام کو انتباہ ربانی:

حضرت یونس علیہ السلام ایک موقع پر دوبارہ اس کدو کی بیل کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ سوکھ چکی ہے اسے دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کو بڑا غم ہوا اور وہ رونے لگے۔ اس پر تنبیہ ربانی آئی کہ ایک درخت کے سوکھ جانے پر اتنے غمگین ہیں اور رو رہے ہیں جب کہ ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کے بارے میں آپ کو اتنا غم نہیں ہوا جنہیں آپ ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اس لغزش سے بچا لیا اور انہیں حسب سابق صالحین میں ہی شمار کر لیا پھر انہیں حکم ہوا کہ وہ اپنی قوم کے پاس آئیں اور انہیں یہ خبر سنائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی ہے حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے پاس جانے کے ارادے سے چل دیئے راستہ میں ایک چرواہے سے ملاقات ہو گئی اس سے آپ نے یونس علیہ السلام کی قوم کا حال دریافت فرمایا کہ اب وہ کس حالت میں ہے۔ چرواہے نے فرمایا قوم خیریت سے ہے اور یہ امید لگائے ہوئے ہے کہ ان کے پیغمبران کے پاس واپس آ جائیں گے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ انہیں جا کر بتا دو کہ میں یونس سے مل کر آیا ہوں۔

یونس علیہ السلام کے ملاقاتی کی گواہ بکری:

چرواہے نے کہا جب تک میری اس خبر کی تائید میں کوئی گواہی دینے والا نہ ہو۔ اس وقت تک میں یہ کام انجام نہیں دے سکتا کیونکہ صرف میرے کہنے پر لوگ یقین نہیں کریں گے چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے اس کے ریوڑ سے ایک بکری متعین فرما دی اور فرمایا کہ یہ بکری گواہی دے گی کہ تم واقعتاً یونس علیہ السلام سے ملاقات کر کے آئے ہو چرواہے نے کہا کہ اور کوئی چیز جو میرے حق میں گواہی دے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کا یہ حصہ جس پر تم ہو تمہارے حق میں گواہی دے گا چرواہے نے کہا اور کوئی چیز' حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ درخت بھی تمہارے حق میں گواہی دے گا کہ تم یونس علیہ السلام سے ملاقات کر کے آئے ہو۔ چرواہے نے اپنی قوم کے پاس پہنچ کر انہیں بتایا کہ وہ حضرت یونس علیہ السلام سے مل کر آیا ہے' قوم نے اسے جھٹلا دیا اور اسے اذیت دینے کا ارادہ کر لیا۔ چرواہے نے کہا کہ تم مجھے جھٹلانے میں اتنی تیزی نہ دکھاؤ صبح ہو لینے دو۔ جونہی صبح ہوئی تو وہ قوم کو اس جگہ لے گیا جہاں اس کی ملاقات حضرت یونس علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ چرواہے نے زمین کے اس ٹکڑے سے بولنے کو کہا زمین نے فوراً بتایا کہ اس شخص کی یونس علیہ السلام سے ملاقات ہو چکی ہے۔ پھر چرواہے نے بکری سے پوچھا تو بکری نے بھی اس کے بیان کی تصدیق کر دی۔

یونس علیہ السلام واپس اپنی قوم میں:

اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی طرف تشریف لائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اَرۡسَلۡنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلۡفٍ اَوۡ یَزِیۡدُوۡنَ . فَاٰمَنُوۡا فَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰی حِیۡنٍ ﴾ (سورۃ الصافات آیت ۱۴۷۔۱۴۸)

ترجمہ: ''اس کے بعد ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف بھیجا' وہ ایمان لائے اور ہم نے ایک وقت خاص تک انہیں باقی رکھا''۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب کی دھمکی دی اور انہیں بتایا کہ تین دنوں تک ان پر عذاب آ جائے گا یہ سنتے ہی وہ لوگ ہر ماں سے اس کے بچے کو الگ کر کے اپنے گھروں سے نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب سے بچا لیا جب کہ حضرت یونس علیہ السلام عذاب کے منتظر تھے مگر انہیں عذاب بالکل دکھائی نہ دیا اور وہ جھوٹے ہونے لگے ان کے پاس اپنی سچائی کی کوئی دلیل نہیں تھی اس لیے وہ ناگواری کے عالم میں وہاں سے چلے آئے۔

ترجمہ: ''پھر انہوں نے اندھیرے میں پکارا''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ظلمات سے مراد مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا' رات کا اندھیرا اور دریا کا اندھیرا مراد ہے۔

سمندری جانوروں کی تسبیح کی آواز:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں قید کرنے کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ یونس علیہ السلام کو اپنے پیٹ میں لے لو مگر انہیں کوئی خراش نہ آئے اور نہ ہی کوئی ہڈی ٹوٹے' مچھلی نے آپ کو پیٹ میں لے لیا اور انہیں سمندر میں اپنی رہائش گاہ پر لے گئی جب مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر کی گہرائی میں لے گئی تو حضرت یونس علیہ السلام نے آہستہ سے آواز سنی تو اپنے دل میں کہا یہ کیسی آواز ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر مچھلی کے پیٹ میں ہی وحی نازل کی کہ یہ سمندری جانوروں کی تسبیح کرنے کی آواز ہے۔

میرا بندہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سنتے ہی حضرت یونس علیہ السلام نے بھی مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح شروع کر دی فرشتوں نے یہ تسبیح سنی تو کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم ایک کمزور اور عجیب سی آواز زمین سے سن رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا بندہ یونس علیہ السلام ہے اس نے میرا کہنا نہ مانا اس لیے میں نے اسے سمندر میں مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا۔ فرشتوں نے کہا یہ تو ایسے نیک بندے ہیں کہ جن کی طرف سے ہر رات اور ہر دن نیک عمل آپ کے حضور میں پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' جی ہاں!

فرشتوں کی سفارش:

چنانچہ اس موقع پر فرشتوں نے حضرت یونس علیہ السلام کے حق میں سفارش کی تو مچھلی کو حکم ہوا اور اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا کے کنارے چھوڑ دیا۔ اور اس وقت بقول اللہ تعالیٰ:

وھو سقیم (وہ بیمار تھے) ان کا مرض یہ تھا کہ جب مچھلی نے انہیں ساحل پر اتارا تو اس وقت ان کی حالت نومولود بچے کی طرح تھی اور ان کا گوشت اور ہڈیاں بالکل الگ الگ نظر آ رہی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر میں لے کر چلتی پھرتی رہی حتی کہ انہیں ساحل پر لا اتارا اور انہیں ایسی حالت میں باہر چھوڑا کو جیسے نومولود بچہ ہوتا ہے۔ اور اس کے اعضاء بالکل پورے اور صحیح سالم تھے کوئی عضو ضائع نہیں ہوا تھا۔

یونس علیہ السلام کی نئے سرے سے پرورش:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ایک چٹیل میدان میں چھوڑ دیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے وہاں کدو کی بیل اگا دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے لیے ایک جنگلی بکری پیدا کر دی جو درختوں کے سوکھے پتے کھا کر حضرت یونس علیہ السلام کے سامنے اپنے دونوں پیر جدا کر کے کھڑی ہو جاتی تھی اور حضرت یونس علیہ السلام کے منہ میں اپنا تھن ڈال دیتی اور وہ اس کا دودھ پی لیتے بکری اس وقت تک آپ کو دودھ پلاتی رہی جب تک آپ کی جسمانی حالت درست نہ ہوگئی بکری صبح شام دونوں وقت آ کر دودھ پلاتی رہی۔

اللہ تعالیٰ کے تین رسول

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴾ (سورۃ یٰسین آیت ۱۳۔۱۴)

ترجمہ: ''انہیں مثال کے طور پر اس بستی والوں کا قصہ سناؤ جب کہ اس میں رسول آئے تھے ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے اور انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا' پھر ہم نے تیسرا مدد کے لیے بھیجا اور ان سب نے کہا ہم تمہاری طرف رسول کی حیثیت سے بھیجے گئے''۔

یہ تینوں رسول کون تھے؟:

اسلاف کا ان کے بارے میں اختلاف ہے' بعض کا کہنا ہے کہ یہ تینوں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں کیا ہے اور جن کے حالات ان آیات میں بیان کیے میں انبیاء اور رسل تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے روم کے ایک بادشاہ انطیخس کی طرف بھیجا اور یہ بادشاہ جس بستی میں رہتا تھا اس کا نام انطاکیہ ہے۔ جن اسلاف نے مذکورہ بات فرمائی ہے وہ یہ ہیں۔

ایک بوڑھا جذامی:

محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ کعب احبار اور وہب بن منبہ سے یمانی کی روایت ہے کہ انطاکیہ میں ایک شخص رہتا تھا جس کا نام حبیب بن مری تھا۔ ریشم کا کاروبار کرتا تھا۔ بیمار رہتا تھا جلد ہی مرض جذام میں مبتلا ہو گیا اس کا گھر شہر سے دور دراز دروازے کے پاس تھا۔ یہ شخص صاحب صدق وصفا مومن تھا۔ مؤرخین کے بقول شام کو وہ اپنی جمع شدہ کمائی کے دو حصے کر کے ایک حصہ اپنے اہل و عیال کی ضروریات پر خرچ کرتا تھا اور ایک حصہ صدقہ کر دیتا تھا اور اس کی فطرت صحیح خطوط پر استوار ہو گئی تھی اس وقت اسے اپنی بیماری' اپنے کاروبار اور اپنے ضعف کی کوئی فکر نہ تھی۔

انطاکیہ میں تین رسول:

انطاکیہ نامی شہر جس میں وہ شخص مقیم تھا اس زمانہ میں فرعون میں سے ایک فرعون کی حکومت تھی جس کا نام انطیخس بن انطیخس بن انطیخس تھا۔ یہ مشرک اور بت پرست تھا۔ اللہ تعالیٰ نے صادق' صدوق اور شلوم نامی تین رسول بھیجے اللہ تعالیٰ نے اس فرعون اور اس کے شہر والوں کی طرف مذکورہ تین رسولوں میں سے پہلے دو کو مبعوث کیا پھر تیسرے رسول کو بھیج کر ان دو کی تائید فرمائی۔

یہ رسول نہیں تھے:

بعض دیگر علماء نے فرمایا کہ یہ تین حضرات باقاعدہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ نہیں تھے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے تھے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھیجا تھا لیکن چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی بھیجا تھا اس لیے بھیجنے کی نسبت

اللہ تعالیٰ کی طرف کردی گئی اور فرمایا کہ:

﴿ اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَکَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ ﴾

ترجمہ: ''جب ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا تو انہوں نے جھٹلایا تو پھر ہم نے تیسرے کو ان کی مدد کے لیے بھیجا''۔

واضرب لھم مثلاً کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ روم کے ایک شہر انطاکیہ کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو حواریوں کو بھیجا جب قوم نے ان دونوں کو جھٹلایا تو تیسرے کو بھیج کر ان دو کی مدد کی' انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

ابن اسحاق کی ایک روایت میں ہے کہ جب ان پیغمبروں نے اس قوم کو دعوت دی' اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پکارا وہ بات انہیں وضاحت سے بتائی جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ جس دین پر وہ عمل پیرا تھے ان کے نقائص بیان کیے تو بستی والوں نے پیغمبروں کو جواب دیا:

﴿ اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّکُمْ وَ لَیَمَسَّنَّکُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾ (سورۃ یٰسین آیت ۱۸)

''ہم تو تمہیں اپنے لیے فال بد سمجھتے ہیں۔ اگر تم باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کردیں اور ہم سے بڑی دردناک سزا پاؤ گے''۔

پیغمبروں نے ان سے فرمایا: طَائِرُکُمْ مَعَکُمْ 'تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے یعنی تمہارے برے اعمال تمہارے ساتھ ہیں اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ. کیا یہ باتیں تم اس لیے کرتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی گئی؟ اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو''۔

حبیب بن مری کا فرمان:

جب فرعون اور اس کی قوم کا رسولوں کے قتل پر اتفاق رائے ہوگیا تو وہ دوڑتے ہوئے ان کے پاس پہنچے انہیں سمجھانے لگے اور انہیں رسولوں کی پیروی کی دعوت دینے لگے۔

چنانچہ حبیب بن مری نے فرمایا:

﴿ یَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ' اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾

''اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو، ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں یعنی وہ جو ہدایت تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اس پر وہ تم سے کچھ طلب نہیں کرتے تمہارے خیر خواہ ہیں لہٰذا ان کی پیروی کرو ان کی ہدایت پر چلو گے تو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے''۔

حبیب بن مری کا رسولوں سے سوال:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب ''حبیب بن مری'' رسولوں کے پاس پہنچے تو اس کہا کہ آپ اس دعوت پر کسی بھی اجرت کے طلب گار نہیں ہیں پیغمبروں نے فرمایا کہ نہیں اس موقع پر حبیب بن مری نے فرمایا اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور ہدایت پانے والے ہیں۔

حبیب بن مری کا اظہار حق:

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ اس کے بعد حبیب بن مری نے اپنی قوم کی بت پرستی کے خلاف آواز بلند کی اور ان کے سامنے اپنا برحق دین اور اپنے رب کی عبادت ظاہر کردی۔ انہیں خبردار کردیا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی ان کے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے چنانچہ حبیب بن مری نے اس سلسلے میں جو فرمایا اسے قرآن کریم نے "ومالی لاعبد الذی سے فاسمعون" (سورۃ یٰسین ۲۲ سے ۲۵) تک کے الفاظ میں نقل فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور میرے لیے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے کیا میں اس کے سوا اوروں کو معبود بناؤں کہ اگر رحمان مجھے تکلیف دینے کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش میرے لیے کچھ کام نہ آئے اور نہ مجھے چھڑا سکیں گے بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں پس میری بات سنو۔ (سورۃ یٰسین ۲۵)

حبیب بن مری کی شہادت:

یعنی میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں جس کا تم نے انکار کیا ہے تو میری بات سنو، جب حبیب نے اپنی قوم سے یہ بات کہی تو قوم نے یکدم حملہ کر کے انہیں شہید کردیا۔ حبیب اپنے ضعف اور کمزوری کی وجہ سے قوم کی نظر میں بہت کمزور تھے کسی نے بھی ان کا دفاع نہ کیا۔

دردناک شہادت کا صلہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے ہیں کہ لوگوں نے حبیب کو اپنے پیروں تلے اس طرح روندا کہ ان کی آنت دبر سے نکل آئی اللہ نے حبیب سے فرمایا جنت میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ حبیب زندہ جنت میں داخل ہو گئے اور انہیں جنت میں رزق ملتا رہا اللہ نے ان سے دنیا کی بیماری دنیا کا غم اور دنیا کی تکلیف رفع فرمادی چنانچہ جب وہ اللہ کی رحمت اور عزت والی جنت میں پہنچے تو فرمایا:

﴿ يَالَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَلِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴾

"اے کاش! میری قوم بھی جان لیتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے عزت والوں میں کردیا"۔

قوم نے انہیں بے وقعت سمجھا تھا۔ جس کی وجہ سے اس قوم پر ایسا غضب نازل ہوا کہ ایسا غضب اس سے پہلے کسی بھی قوم پر نازل نہیں ہوا انہوں نے حبیب کی ایذا رسانی اور قتل کو جائز سمجھا تو انہیں فوراً سزا مل گئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ﴿ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ھم خامدون﴾

وہ صرف ایک ہی چیخ تھی کہ جس سے وہ بجھ کر رہ گئے۔ اللہ نے اس بادشاہ کو اہل انطاکیہ کو ہلاک کردیا اور وہ صفحہ ہستی سے اس طرح مٹ گئے کہ ان کا کوئی بھی فرد باقی نہ رہا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ سورۃ یٰسین میں جن کا ذکر ہے ان کا نام حبیب ہے۔ ابی الخلد نے فرمایا کہ ان کا نام حبیب بن مری ہے۔

شمسون:

شمسون روم کی ایک بستی کے رہنے والے تھے۔ ان کی فطری صلاحیت کی وجہ سے اللہ نے ان کو ہدایت عطا فرمائی تھی ان کی قوم بت پرستی میں مبتلا تھی وہبؒ بن منبہ ایمانی کی روایت ہے کہ اس قوم میں شمسون ایک مسلمان آدمی تھے۔ ان کی ماں نے ان کو اپنے عبادت خانے کا خادم بنا دیا تھا جس بستی میں آپ رہتے تھے اس کے باشندے کافر اور بت پرست تھے ان کا گھر بستی سے زیادہ

میلوں کے فاصلے پر نہیں تھا۔

شمسون کی دلیری:

یہ اکیلے ہی مشرکین سے مقابلہ کرتے تھے اور اللہ کی رضا کی خاطر ان سے جہاد کرتے تھے کسی کا مال لے لیتے تھے۔ جب بھی قوم سے لڑائی ہوتی تو اونٹ کا ایک جبڑا ان کے پاس ہوتا تھا۔ اس کے بغیر کسی سے بھی لڑائی نہیں کرتے تھے قوم ان سے لڑتی یہ قوم سے لڑتے جب تھک جاتے اور انہیں پیاس لگتی تو جبڑے کے پاس جو پتھر تھا اس سے میٹھا پانی بہنے لگتا سیر ہو کر پیتے انہیں ایک سخت گرفت بھی عطا کی گئی تھی کہ لوہے جیسی مضبوط چیز بھی ان پر گرفت حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ اس طرح وہ قوم سے جہاد کرتے تھے اور قوم سے مال لے کر اپنی ضروریات پوری کرتے۔

شمسون کی بیوی کا شمسون کو باندھنا:

قوم کا ان پر ذرا سا بھی بس نہیں چلتا تھا۔ حتیٰ کے لوگوں نے یوں کہا کہ تم اپنے شوہر کو ہمارے حوالے کرنے میں ہماری مدد کرو ہم تمہیں اس پر اجرت دیں گے۔ بیوی نے کہا ٹھیک ہے میں اسے تمہاری خاطر باندھ کر رکھوں گی چنانچہ انہوں نے ان کی بیوی کو ایک مضبوط سی رسی دے دی اور کہا کہ یہ سو جائے تو اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ باندھ دینا یہاں تک کہ ہم آئیں اور اسے پکڑ کر لے جائیں۔

شمسون کی بیوی کی بے وفائی:

چنانچہ وہ جونہی سوئے تو ان کی بیوی نے ان کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیئے جب وہ نیند سے اٹھے اور اپنے ہاتھ کھینچے تو ہاتھ گردن سے الگ ہو گئے آپ نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اس نے کہا کہ میں دراصل آپ کی طاقت آزمانا چاہتی تھی۔ آپ جیسا طاقتور آدمی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

بیوی اور قوم کی دوبارہ ناکامی:

پھر بیوی نے قوم کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے تو اسے رسی سے باندھ دیا تھا مگر پھر بھی مجھ سے کچھ نہ ہو سکا کیونکہ رسی خود بخود کھل گئی پھر انہوں نے اس عورت کے پاس لوہے کا ایک طوق بھیجا۔ اور کہلا بھیجا کہ جب وہ سو جائے تو وہ طوق اس کی گردن میں ڈال دینا چنانچہ جب وہ سوئے تو بیوی نے وہ طوق ان کے گلے میں ڈال دیا، پھر اسے مضبوط کر کے باندھ دیا جب وہ اٹھے تو انہوں نے طوق کو پکڑ کر کھینچا تو طوق ہاتھ اور گردن سے نیچے آ گرا۔

شمسون کو بالوں سے باندھنا:

شمسون نے بیوی سے پوچھا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ کہنے لگی کہ میں اس سے آپ کی طاقت کا اندازہ لگانا چاہ رہی تھی۔ شمسون میں نے دنیا بھر میں آپ جیسا طاقتور شخص نہیں دیکھا۔ کیا دنیا میں کوئی چیز ایسی ہے جو آپ پر غالب آ سکے شمسون نے کہا نہیں ہاں البتہ ایک چیز ایسی ہے۔ بیوی نے کہا وہ کون سی؟ انہوں نے کہا کہ وہ میں تجھے نہیں بتاؤں گا بیوی مسلسل ان سے پوچھتی رہی آخر انہوں نے بتا دیا کہ میری ماں نے مجھے عبادت خانے کا خادم بنا دیا تھا۔ اس لیے مجھ پر کوئی چیز غالب نہیں آ سکی صرف میرے بالوں کے اور کوئی چیز مجھے نہیں باندھ سکتی۔

بیوی کو پتہ چل گیا چنانچہ جونہی آپ سوئے اس نے آپ کے بالوں سے آپ کے ہاتھ اور گردن باندھ دیئے۔ بیوی نے قوم کو اطلاع کی قوم نے آکر انہیں پکڑ لیا ان کے ناک کان کاٹ دیئے۔ ان کی آنکھیں پھوڑ دیں شہر میں کئی ستونوں والا مینار تھا جس پر لا کر انہیں بٹھا دیا ان کا بادشاہ سب لوگوں کو لے کر اس مینار پر آ بیٹھا۔ تا کہ لوگ شمسون کو ملنے والی سزا کا نظارہ کر سکیں اس وقت شمسون نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! تو مجھے ان سب پر غلبہ عطا فرما چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مینار کے دو ستونوں میں سے ان دو کو کھینچو چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا تو اللہ نے آپ کی بینائی واپس کر دی آپ کے سارے اعضاء ٹھیک کر دیئے مینار بادشاہ اور دوسرے لوگوں سمیت زمین پر آ گرا اور سب لوگ نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔

جرجیس:

تاریخی روایات کے مطابق جرجیس فلسطین میں اللہ کے ایک بندے تھے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین میں سے بہترین حضرات کا زمانہ پایا تھا یہ تاجر تھے اور تجارت کے ذریعے اتنا کما لیتے تھے کہ جس سے وہ لوگوں سے مستغنی رہ سکیں اور جو بچ جائے وہ مسکینوں پر خرچ کر سکیں۔

شاہ موصل کو جرجیس کا مال بھیجنا:

ایک دفعہ انہوں نے ''موصل'' کے بادشاہ کے پاس بھی سامان بھیجا جب کہ ابن اسحاق وہب بن منبہؒ اور دوسرے اہل علم سے نقل کرتے ہیں کہ ''موصل'' میں ایک دازانہ تھا' پورے ملک میں اس کی حکومت تھی بڑا سرکش اور ظالم تھا۔ اللہ کے سوا کوئی بھی اس کو قابو نہیں کر سکتا تھا۔ ''جرجیس'' فلسطین کے ایک نیک آدمی تھے۔ مومن تھے مگر ایمان تھا اور ان کی باتیں سن رکھی تھیں اور ان سے علم حاصل کر رکھا تھا۔ جرجیس کثیر المال اور بڑی تجارت کے مالک تھے بہت صدقہ خیرات کرتے تھے۔ ان پر ایک وقت ایسا بھی آتا تھا۔ کہ جب وہ سارا مال صدقہ کر چکے ہوتے کہ ان کے پاس بالکل مال نہ رہتا تھا اور یہ فقیر ہو جاتے پھر ایک دفعہ تجارت کرتے تو پہلے کی طرح بہت زیادہ مال مل جاتا تھا۔ مال کے بارے میں ان کا یہ ہی حال تھا انہیں مال حاصل کرنے اور کمانے کا شوق صرف اس لیے تھا۔ کہ وہ مال کما کر صدقہ خیرات کر دیں اگر یہ غرض ان کی پیش نظر نہ ہوتی تو انہیں امیری زیادہ محبوب نہ تھی۔

جرجیس بادشاہ موصل کے دربار میں:

اس لیے کہ جرجیس کو ہر وقت یہ فکر لگی رہتی تھی۔ کہ کہیں مشرکین انہیں ان کے دین کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچائیں اور انہیں اس بارے میں پریشان نہ کریں چنانچہ انہیں موصل بادشاہ کے پاس جانے سے کوئی روک نہ سکا جب وہ بادشاہ کے پاس پہنچے تو وہ اپنی مجلس میں نمایاں جگہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس قوم سربراہ اور دیگر لوگ اور مختلف حکمران بیٹھے تھے۔ بادشاہ نے آگ جلا رکھی تھی اس کے قریب ہی مخالفین کو طرح طرح کی سزائیں دینے کا انتظام تھا۔

''افلون'' ایک بت:

بادشاہ کے حکم سے ''افلون'' نامی ایک بت نصب کیا گیا تھا۔ لوگوں کو اس بت کے سامنے لایا جاتا تھا جو اس بت کو سجدہ نہ کرتا اسے آگ میں ڈال دیا جاتا اور طرح طرح کی سزائیں دی جاتیں تھیں۔ جب جرجیس نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ سخت گھبرا گئے۔ اور دل ہی دل میں بادشاہ کے خلاف جہاد کا پروگرام بنا لیا اللہ نے جرجیس کے دل میں اس بادشاہ کا بغض اور اس کے خلاف لڑنے کا

جذبہ پیدا کر دیا چنانچہ جو مال وہ بادشاہ کو ہدیہ کرنے کے لیے لائے تھے وہ اسے ہدیہ کرنے کی بجائے سارا کا سارا اپنے ہم مذہب ساتھیوں میں تقسیم کیا اور مال کے بجائے خود اپنی جان کے ذریعے بادشاہ کے خلاف جنگ کرنے کا پروگرام بنالیا۔

جرجیس کا خطاب:

چنانچہ وہ انتہائی رنج اور غصہ کے عالم میں بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ یہ بات تمہارے علم میں رہنی چاہیے کہ تم ایک مملوکہ غلام ہو نہ تم اپنے کسی نفع ونقصان کے مالک ہو اور نہ ہی کسی اور کے نفع ونقصان کا اختیار رکھتے ہو۔ تمہارے اوپر ایک پروردگار ہے جو تمہارا مالک ہے۔ اسی نے تجھے رزق دیا ہے۔ وہی تجھے زندہ کرتا ہے۔ اور وہی تجھے مارتا ہے۔ تجھے نفع ونقصان بھی پہنچا سکتا ہے اور تو نے پروردگار کی ایک ایسی مخلوق کو معبود بنایا ہے جسے اس نے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گئی۔ وہ مخلوق بہری اور گونگی ہے نہ بول سکتی ہے۔ اور نہ ہی کچھ سن سکتی ہے۔ نہ نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ نفع دے سکتی ہے۔ نہ ہی اللہ کے عذاب سے تجھے بچا سکتی ہے۔ تو نے اس مخلوق کو سونے چاندی سے مزین کر دیا۔ تاکہ عام لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوں پھر تو نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت شروع کر دی اور اس پر اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مجبور بھی کیا اور اسی مخلوق کو تو نے رب بنالیا۔

جرجیس کا بادشاہ کو دعوتِ حق:

جرجیس نے بادشاہ کے ساتھ ایسی گفتگو کی کہ جس میں اللہ کی تعظیم' اس کی بزرگی کو بیان کیا اور بت کی حقیقت اس کے سامنے واضح کر دی اور بتایا کہ بت عبادت کے لائق نہیں ہے' بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ جرجیس نے جواب میں کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ کے بندے و بندی کا بیٹا ہوں' اللہ کے بندوں میں سے زیادہ عاجز اور سب سے زیادہ محتاج ہوں' مٹی سے پیدا ہوا ہوں اور مٹی ہی میں لوٹ کر جانا ہے۔ جرجیس نے بادشاہ کو اپنے آنے کی غرض اور حالات سے آگاہ کیا اور اسے اللہ کی عبادت اور بت پرستی چھوڑنے کی دعوت دی' جس کی وہ پوجا کیا کرتا تھا۔ بادشاہ نے جرجیس سے کہا اگر واقعتاً تیرا رب موجود ہوتا جس کے بارے میں تیرا خیال ہے کہ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے تو وہ تجھے نظر آنا چاہیے تھا۔ جب کہ تجھے میرے اردگرد بیٹھے ہوئے سرداروں پر میرا اثر نظر آ رہا ہے۔

جرجیس کا خطاب:

جرجیس نے جواب میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور اس کی حکمت بیان کی اور دوران گفتگو کہا: تیرا ''طرقبلینا'' کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ تیری حکومت میں شامل نہیں ہے' وہ تیری قوم کے ایک بڑے آدمی ہیں' الیاس کون ہیں؟ الیاس کو اللہ سے تعلق نہیں تھا کیونکہ شروع میں تو وہ ایک عام آدمی تھے کھانا کھاتے تھے بازار میں جاتے تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا کرم نہیں ہوا تھا جب تک ان کی داڑھی نہ نکل آئی اللہ نے ان کو نور کا لباس پہنا دیا اس لیے وہ انسانی شکل میں فرشتے ہو گئے آسمانی اور زمینی مخلوق دونوں میں شامل ہو گئے فرشتوں کے ساتھ اڑتے رہے مجھے بتایئے کہ مجلطیس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اس نے بھی تیری حکومت میں شرکت نہیں کی حالانکہ وہ تیری قوم کا بڑا آدمی ہے مسیح بن مریم کون ہیں؟ اللہ سے ان کا جو تعلق ہے کیا تمہیں معلوم ہے؟ اللہ نے ان کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا کی ہے۔ ان کو اور ان کی ماں کو اللہ نے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے نشانی بنایا ہے پھر جرجیس نے مسیح علیہ السلام کے وہ عمدہ وعدے بیان کیے جو بطور خاص اللہ نے انہیں عطا فرمائے تھے۔ جرجیس نے یہ بھی کہا کہ تم مجھے بتاؤ کہ تمہارا اس پاکیزہ روح کی

ماں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جسے اللہ نے اپنے حکم کے لیے تیار کیا تھا۔ اور ان کے بطن کو عیسیٰ علیہ السلام کی روح کے لیے پاک کر دیا تھا۔ اور اللہ نے انہیں اپنی تمام بندیوں کی سردار بنایا تھا۔ تو تم مریم کے بارے میں کیا کہو گے ان کے اللہ سے تعلق کے بارے میں کیا کہو گے ازبیل کون ہے اس نے تیری حکومت کو اختیار نہیں کیا وہ بھی تیری جماعت اور تیرے دین پر تھی۔ اس کی بڑی سلطنت کے باوجود اللہ نے اسے اسی کے سپرد کر دیا تھا۔ اس نے ان کی حفاظت نہیں کی کتوں نے ان کے گھر میں داخل ہو کر اس پر حملہ کر دیا۔ اور اس کا گوشت نوچ لیا۔ اور خون چاٹ گئے لومڑیاں اور بچھو اس کی ہڈیاں کھینچتے پھر رہے تھے۔ تو اس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے تیری ولایت کو تسلیم نہیں کیا عمران کی بیٹی مریم کون ہیں؟ ان کا اللہ سے جو تعلق تھا اس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔

بادشاہ کا خوفزدہ کرنا:

بادشاہ نے جرجیس سے کہا تو ہمیں جن لوگوں کے حالات بتا رہا ہے۔ ہم ان کے بارے میں بالکل کچھ نہیں جانتے، جن آدمیوں کا تو نے ذکر کیا ہے۔ ان کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں انہیں دیکھوں اور عبرت حاصل کروں کیونکہ میں یہ ماننے کو تیار نہیں کہ انسانوں میں بھی ایسے لوگ ہو سکتے ہیں۔

جرجیس نے جواب میں کہا تو انکار اس وجہ سے کر رہا ہے کہ تجھے اللہ کی ذات کا علم نہیں، رہا ان دو آدمیوں کا مسئلہ تو تو انہیں ہرگز نہیں دیکھ سکتا اور نہ وہ تجھے دیکھ سکتے ہیں ہاں اگر تو بھی ان کے اعمال کو پالے اور ان کے مرتبے کو حاصل کرے تو تو انہیں دیکھ سکتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم تیرے سامنے اپنا عذر بیان کر چکے ہیں۔ اور ہمیں تیرے جھوٹ کا پتہ چل چکا ہے۔ کیونکہ تو نے ایسی باتوں پر فخر کیا ہے کہ جن کا ثبوت پیش کرنے سے تو عاجز ہے اور تو نے ان باتوں کی تصدیق پیش نہیں کی پھر بادشاہ نے جرجیس کو دو باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کرنے کا حکم دیا تو ''افلون'' کو سجدہ کرے یا عذاب سہنے کے لیے تیار ہو جا۔

جرجیس کی حوصلہ مندی:

جرجیس نے کہا کہ اگر افلون نے ہی آسمان کو بلند کیا ہے۔ اور فلاں فلاں چیزیں پیدا کی ہیں تو پھر تو نے درست اور میری خیر خواہی کی بات کی ہے۔ اگر افلون نے ایسا نہیں کیا تو دفعہ ہو جا' نجس ملعون۔

شدید دردناک عذاب:

بادشاہ نے جب یہ سنا کہ جرجیس اسے برا بھلا کہہ رہا ہے اور اس کے خداؤں کو بھی برا بھلا کہہ رہا ہے تو اسے بہت غصہ آیا۔ اور حکم دیا کہ اسے سزا دینے کے لیے زمین میں ایک لکڑی گاڑ دی جائے اور اس پر لوہے کی کنگھیاں لگائی جائیں' جرجیس کا گوشت کھال اور گردن سب جب تک کٹ نہ جائیں تو اس وقت تک مسلسل ان کنگھیوں سے اس کا بدن چھیلا جائے' اس دوران اس پر سر کے اور رائی کے دانوں کا چھڑکاؤ کیا جائے۔

چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ جرجیس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے اور اسے موت نہیں آ رہی تو حکم دیا کہ لوہے کی چھ کیلیں آگ میں تپائی جائیں چنانچہ انہیں تپایا گیا اور جب وہ آگ کی طرح تپ گئیں تو وہ کیلیں جرجیس کے سر میں گاڑھ دیں جس سے اس کا دماغ پگھلنے لگا جب بادشاہ نے دیکھا کہ اس سے بھی موت واقع نہیں ہوئی۔ تو تانبے کا ایک حوض تیار کرنے کا حکم دیا اس میں آگ جلائی جب آگ نے تانبے کو بھی آگ بنا دیا تو جرجیس کو حوض کے بالکل بیچ ڈال دیا اور اوپر سے حوض کو بند کر دیا

گیا۔ جرجیس اس میں زندہ رہے یہاں تک کہ حوض کی گرمی ٹھنڈک میں تبدیل ہوگئی جب بادشاہ نے دیکھا کہ اب بھی جرجیس نہیں مرا تو اسے بلا کر کہنے لگا یہ جو تجھے عذاب دیا جارہا ہے کیا اس سے تجھے ذرا بھی تکلیف محسوس ہوئی۔

جرجیس نے کہا کہ کیا میں نے تجھے یہ بات نہیں بتائی تھی کہ میرا رب ایک ہے۔ جو جان سے بھی زیادہ قریب ہے بادشاہ نے کہا کہ ہاں یہ بات تو تو نے مجھے بتائی ہے۔ جرجیس نے کہا کہ اُسی رب نے مجھے تیرے عذاب سے بچالیا ہے اور مجھے صبر کی توفیق دی ہے تاکہ تیرے خلاف حجت تمام ہو جائے۔

بادشاہ کا خوفزدہ ہونا:

جب بادشاہ نے یہ بات سنی تو اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا۔ اور اسے اپنی جان اور اپنی حکومت کے بارے میں خطرہ لاحق ہوگیا۔ اور اس نے اب جرجیس کو ہمیشہ کے لیے قید میں ڈالنے کا عزم کرلیا۔ بادشاہ کی جماعت کے سرداروں نے کہا کہ قید میں ڈالنے کے بعد اگر آپ نے اسے آزادانہ لوگوں سے بات چیت کرنے کی اجازت دے دی تو خطرہ یہ ہے کہ کہیں یہ لوگ اپنے ساتھ ملا کر حملہ نہ کردے آپ اسے قید خانہ میں ایسی سزا کا حکم جاری کریں کہ جس کی وجہ سے عام لوگوں سے بات چیت نہ کرسکے چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور جرجیس کو قید خانے میں منہ کے بل لیٹایا گیا پھر ان کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں میں لوہے کی چار کیلیں گاڑیں ہر عضو میں ایک ایک کیل تھی۔ پھر حکم ہوا کہ ان کی کمر پر بھاری پتھر رکھ دیا جائے یہ پتھر اتنا بھاری تھا کہ پہلے اسے سات آدمیوں نے اٹھانے کی کوشش کی مگر نہ اٹھا سکے پھر چودہ آدمیوں نے اٹھانے کی کوشش کی آخر کار اٹھارہ آدمیوں نے وہ پتھر اٹھا کر جرجیس کی کمر پہ رکھ دیا پورے دن جرجیس کیلوں میں جکڑے ہوئے پتھر کے نیچے دبے رہے۔

نصرت الٰہی:

جب رات ہوئی تو اللہ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا' جرجیس وہ پہلے شخص ہیں کہ جن کی اللہ نے فرشتوں سے مدد کی اور یہ پہلے شخص ہیں۔ جن کے پاس وحی آئی فرشتوں نے جرجیس سے پتھر ہٹادیا۔ اور ان کے ہاتھوں اور پیروں سے کیلیں نکال دیں۔ انہیں کھانا کھلایا پانی پلایا انہیں خوشخبری دی اور تسلی دی صبح ہوئی تو فرشتوں نے انہیں جیل سے باہر نکال دیا۔ اور کہا کہ اپنے دشمن کے پاس چلے جاؤ اور اللہ کی رضا کی خاطر اس سے جہاد کیجیے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ فرمارہے ہیں۔ کہ آپ خوش ہوجائیں اور صبر کریں کیونکہ میں تمہیں اپنے اس دشمن کے ذریعے سات سال تک آزمانا چاہتا ہوں۔

حکمتِ خداوندی:

وہ تمہیں تکلیف پہنچائے گا اور سات دفعہ تمہیں قتل کرے گا اور ہر مرتبہ تیری روح تیرے جسم میں لوٹا دوں گا جب چوتھی مرتبہ تمہیں قتل کیا جائے گا تو میں تمہاری روح کو قبول کرلوں گا۔ اور اس پر تمہیں پورا پورا اجر دوں گا۔ بادشاہ کو اور دوسرے لوگوں کو جرجیس کی رہائی کی بالکل خبر نہ تھی۔ کہ اچانک جرجیس ان کے سروں پر جا کھڑے ہوئے اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دینے لگے۔

بادشاہ نے حیرت میں ڈوب کر پوچھا: تمہیں قید خانے سے کس نے نکالا ہے۔ جرجیس نے کہا کہ مجھے اسی ذات نے نکالا ہے جس کی سلطنت تیری سلطنت پر غالب ہے۔ بادشاہ نے جب یہ بات سنی تو فوراً غصہ سے بھر گیا اور عذاب کی جتنی صورتیں ہوسکتیں تھیں سب کا حکم دیا۔

جرجیس کا مثلہ:

جب جرجیس نے دیکھا کہ انہیں ہر طرح کی سزائیں دی جائیں گی تو وہ گھبرا گئے۔ پھر وہ اس طرح زور زور سے اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے کہ وہ سب لوگ سن رہے تھے۔ جب اس سے فارغ ہوئے دو لوگوں نے انہیں دو لکڑیوں کے درمیان لٹا دیا اور سر کے بالکل درمیان تلوار رکھ دی پھر تلوار اس زور سے ماری کہ وہ جسم بالکل درمیان سے چیرتی ہوئی پیروں کے پاس آ پڑی اور جرجیس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ان لوگوں نے جرجیس کے مزید کئی ٹکڑے کر دیئے۔

جرجیس کی عزت اور زندگی:

بادشاہ نے کنوئیں میں شکاری شیر چھوڑ رکھے تھے۔ یہ بھی ان کی سزاؤں میں سے ایک تھی پھر انہوں نے جرجیس کے ٹکڑے کنوئیں میں پھینک دیئے۔ جب جرجیس ان کی طرف پھینکے جانے لگے۔ تو اللہ نے شیروں کو حکم دیا کہ وہ سب اپنے سر اور گردنیں جھکا کر پنجوں کے بل کھڑے ہو جائیں انہوں نے جرجیس کو بالکل تکلیف نہیں پہنچائی جرجیس نے یہ دن مردہ حالت میں گزارا یہ موت انہیں پہلی دفعہ آئی تھی جب رات ہوئی تو اللہ نے ان کے جسم کے مختلف ٹکڑوں کو جمع کر کے صحیح سالم بدن بنا دیا اور پھر اس میں روح لوٹا دی۔

ایک فرشتہ بھیجا جس نے انہیں کنوئیں سے باہر نکال دیا اور انہیں کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور انہیں خوشخبری سنائی اور تسلی دی جب صبح ہوئی تو فرشتے نے کہا اے جرجیس! جرجیس نے کہا لبیک فرشتے نے کہا کہ بات آپ کے ذہن میں رہنی چاہیے کہ جس قدرت کے ذریعے آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ اس قدرت نے آپ کو کنوئیں کی تاریکی سے نکالا۔ اس لیے اپنے دشمن کے پاس جا کر اس سے اللہ کی رضا کی خاطر جہاد کیجیے کہ جس سے اس کا حق ادا ہو جائے اور آپ کو موت آئے اس طرح کہ آپ صبر کر رہے ہوں۔

جرجیس کا بادشاہ کی طرف آنا:

لوگوں کو اس بات کا بالکل وہم و گمان نہ تھا۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ جرجیس ان کی طرف آ رہے ہیں وہ سارے کے سارے میلہ منا رہے تھے۔ جسے انہوں نے خوشی منانے کے لیے منعقد کیا تھا۔ انہیں جرجیس کی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ جب انہوں نے جرجیس کو آتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ شخص جرجیس کے ساتھ بڑی مشابہت رکھتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ جیسے وہی ہو بادشاہ نے کہا کہ یقیناً یہ وہی ہے تم دیکھ نہیں رہے کہ کس شان و شوکت سے آ رہا ہے۔ جرجیس نے کہا کیوں نہیں میں وہی ہوں بہت برے لوگ ہو تم' تم نے مجھے قتل کیا میرے ٹکڑے ٹکڑے کیے۔ اللہ تم سے بہت مہربان ہے اور اس کی شان کے لائق بھی یہی ہے۔ اس نے مجھے زندہ کیا۔ اور میری روح واپس لوٹا دی۔

جادوگری کے کمالات:

جب جرجیس نے ان سے یہ کہا تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ ایک جادوگر ہے۔ جس نے تمہارے ہاتھوں اور آنکھوں پر جادو کیا ہے۔ لہٰذا تمہارے ملک میں جتنے جادوگر ہیں۔ ان سب کو اس کے مقابلے کے لیے جمع کرو جب سب جادوگر آ گئے تو بادشاہ نے بڑے جادوگر سے کہا کہ تم میں جو سب سے بڑا جادوگر ہے اور جو بڑا جادو کر سکے تاکہ مجھے خوشی ہو۔

ایک بیل سے دو بیل:

جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ ایک بیل منگالیں بیل لایا گیا تو جادوگر نے اس کے کان میں پھونک ماری پھر دوسری آنکھ میں پھونک ماری تو دو الگ الگ بیل بن گئے۔

آناً فاناً کھیتی تیار:

پھر جادوگر نے بیج منگوایا بیج بویا تو کھیتی اگ گئی پک کر کٹ گئی اور صاف بھی ہوگئی آٹا بھی بن گیا گوندھ کر جادوگر نے اس سے روٹی پکائی اور یہ سارے کام آناً فاناً ہوگئے۔

جادوگر کا حقیقت کو سمجھ جانا:

جادوگر نے کہا کہ کیا خیال ہے؟ بادشاہ نے جادوگر سے کہا کیا تم جرجیس کی صورت کو مسخ کر کے اسے کوئی جانور بنا سکتے ہو؟ جادوگر نے پوچھا آپ اسے کیا بنانا چاہتے ہیں' بادشاہ نے کہا کتا' جادوگر نے کہا کہ مجھے پانی کا ایک پیالہ منگادو' جب پیالہ لایا گیا تو جادوگر نے اس پر پھونک ماری پھر بادشاہ سے کہا کہ اسے پانی پینے کا حکم دیں' جرجیس نے پانی پینا شروع کیا اور سارا پانی پی گئے۔ پی کر فارغ ہوگئے تو جادوگر نے ان سے کہا پانی کیسا لگا۔ جرجیس نے کہا بہت اچھا تھا مجھے بہت پیاس لگی ہوئی تھی اللہ نے بڑا لطف فرمایا اس پانی کے ذریعے اللہ نے مجھے تمہارے خلاف مزید قوت عطا کردی جب جادوگر نے جرجیس کی یہ بات سنی تو بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا بادشاہ سلامت! اگر آپ اپنے جیسے کسی شخص کا مقابلہ کر رہے ہوتے تو یقیناً آپ اس پر غالب آ چکے ہوتے مگر آپ آسمانوں کے مالک کا مقابلہ کر رہے ہیں اور وہ ایسا بادشاہ ہے جسے رام نہیں کیا جاسکتا۔

عورت کا جرجیس سے مدد طلب کرنا:

وہاں ایک مسکین عورت رہتی تھی۔ جس نے جرجیس کے عجیب وغریب حالات واقعات سن رکھے تھے۔ وہ جرجیس کے پاس آئی' جرجیس اس وقت سخت تکلیف میں تھے۔ عورت نے جرجیس سے کہا میں ایک مسکین عورت ہوں میرے پاس کچھ نہیں ہے صرف ایک بیل تھا جس کے ذریعے میں کاشت کرلیا کرتی تھی وہ بھی مرگیا اب آپ کے پاس آئی ہوں آپ مجھ پر رحم کھا کر میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ وہ بیل دوبارہ زندہ کردے جرجیس نے عورت کی بات سنی تو آنسو بھر آئے پھر اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس بیل کو زندہ کردے جرجیس نے عورت کو ایک لاٹھی بھی دی اور کہا کہ اپنے بیل کے پاس جاؤ اور یہ لاٹھی اس کو لگا کر کہو کہ اللہ کے حکم سے زندہ ہوجا۔ جرجیس نے فرمایا کہ تجھے اگر اس کا ایک دانت بھی مل جائے تو اسے یہ چھڑی لگادے تو اللہ کے حکم سے وہ زندہ ہوجائے گا چنانچہ وہ عورت وہاں سے چلی اور جہاں بیل مرا وہاں آ گئی وہاں اسے بیل کا صرف ایک سینگ ملا اس کی دم کے بال ملے یہ دونوں چیزیں جمع کر کے اس پر یہ لاٹھی ماری جو جرجیس نے اسے دی تھی۔ اور وہی بات کہی جو جرجیس نے اسے بتائی تھی۔ بیل فوراً زندہ ہوگیا وہ عورت اس سے کام لینے لگی ہوتے ہوتے ہوئے عام لوگوں کو بھی اس بات کا پتہ چل گیا۔

بادشاہ کا مصاحب جرجیس کی حمایت میں:

جادوگر نے جب بادشاہ سے یہ بات کہی جو پیچھے گزر چکی ہے تو بادشاہ کے ایک ایسے صاحب نے جو بادشاہ کے بعد بلند مرتبے کا مالک تھا۔ کہا لوگو میں جو بات تمہیں سنانا چاہتا ہوں اسے توجہ سے سنو لوگوں نے کہا سنایئے چنانچہ اس نے اپنی بات شروع کی اور کہا

کہ تمہارا خیال یہ ہے کہ جرجیس جادوگر ہے اور اس نے تمہاری آنکھوں اور ہاتھوں پر جادو کر دیا ہے میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اسے سزا دیتے ہو مگر سزا اس تک نہیں پہنچتی اور میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے اسے قتل کیا مگر اسے موت نہیں آئی کیا تم نے کبھی ایسا جادوگر بھی دیکھا ہے جس نے اپنے آپ کو موت سے بچالیا ہو اس نے کبھی مردہ کو زندہ کر دیا ہو اور پھر اس نے ساری باتیں بتائیں کہ جرجیس نے ان کے ساتھ کیا کیا اور لوگوں نے جرجیس کے ساتھ کیا کیا اس عورت اور اس کے بیل کا قصہ بھی سنایا اور ان سب باتوں سے یہ بات ثابت کی کہ جرجیس جادوگر نہیں ہے۔

مصاحب کو حق کہنے کی پاداش میں سزا:

لوگوں نے کہا کہ تیری باتوں سے لگ رہا ہے کہ تو جرجیس کی طرف مائل ہو چکا ہے اس نے کہا کہ میں جب سے اس کے حالات دیکھ رہا ہوں مسلسل میں تعجب کر رہا ہوں لوگوں نے کہا کہ لگتا ہے۔ کہ اس نے تم کو متاثر کر لیا ہے' اس شخص نے کہا میں تو ایمان لایا اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ کہ میں اب بتوں سے بری ہوں کہ جن کی تم حمایت کرتے ہو یہ سنتے ہی بادشاہ اور اس کے درباری خنجر لے کر ٹوٹ پڑے اور اس کی زبان کاٹ دی وہ شخص فوراً فوت ہو گیا لوگوں نے اس کے بارے میں یہ اعلان کر دیا کہ اسے طاعون کا مرض لگ گیا۔ اللہ نے اسے بولنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھالیا جب لوگوں نے اس کی موت کا سنا تو بڑے پریشان ہوئے مارنے والوں نے یہ ساری صورت حال مخفی رکھی اور اسے عام لوگوں کے سامنے ظاہر نہ ہونے دیا۔

جرجیس کے حمایتی:

جرجیس نے جب دیکھا کہ وہ اسے چھپا رہے ہیں تو انہوں نے یہ بات ظاہر کر دی سب لوگوں کو حقیقت کا پتہ چل گیا اور جرجیس نے لوگوں کو بتا دیا کہ مقتول کیا کہہ رہا تھا اور کس بنیاد پر اسے قتل کیا گیا ہے۔ چنانچہ چار ہزار افراد نے بھی مقتول کی بات مان لی کہنے لگے کہ اس مقتول نے سچ کہا تھا۔ اور بہت اچھی بات کہی تھی۔ اللہ اس پر رحم فرمائے بادشاہ نے انہیں بھی پکڑ کر باندھ دیا اور طرح طرح کے عذاب دے کر انہیں پھنسا کر مثلہ کر کے فنا کر کے گھاٹ میں اتار دیا بادشاہ جب ان لوگوں کے قتل سے فارغ ہو گیا تو جرجیس کی طرف منہ کر کے کہنے لگا کہ تو نے اب اپنے رب کو کیوں نہیں پکارا وہ تیرے ساتھیوں کو زندہ کر دیتا ہے یہ سب لوگ تیری وجہ سے قتل ہوئے ہیں جرجیس نے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں اس لیے نہیں روکا کہ یہ ہی ان کے حق میں بہتر تھا۔

جرجیس سے معجزہ طلب کرنا:

مخالفین میں سے ایک بڑے آدمی جسے ''مجلطیس'' کہا جاتا تھا نے جرجیس سے کہا تمہارا خیال یہ ہے کہ تیرے خدا نے ہی مخلوق کو ابتداءً پیدا کیا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ میں تجھے ایک کام بتاتا ہوں تیرے خدا نے اگر کام کر دیا تو میں تجھ پر ایمان لے آؤں گا اور تیری تصدیق کر دوں گا اور اپنی پوری قوم کے لیے تیری طرف سے کافی رہوں گا۔ تجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے نیچے چودہ میزیں سات دسترخوان ہیں جس پر چھوٹے بڑے پیالے رکھے ہیں۔ یہ سب چیزیں مختلف درختوں کی سوکھی لکڑی سے بنائی ہوئی ہیں۔ تم اپنے رب سے یہ دعا کرو کہ وہ ان برتنوں' میزوں اور دسترخوان کو ایسی حالت میں کر دے جس حالت میں انہیں شروع میں بنایا گیا تھا۔ یہ سب چیزیں ہری بھری ہو جائیں کہ ان میں سے ہر لکڑی اپنے رنگ' اپنے پتوں' پھولوں اور پھلوں کے ذریعہ سے پہچانی جاسکے جرجیس نے مجلطیس سے فرمایا تو نے ایک ایسا کام بتایا ہے میرے اور تیرے لیے تو واقعی

بہت مشکل ہے مگر یہ کام اللہ کے لیے بہت آسان ہے چنانچہ جرجیس نے اللہ سے دعا کی وہ لوگ ابھی تک اپنی جگہ سے اٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ سب میز اور برتن ہرے بھرے ہو گئے۔ اور ان کی جڑیں زمین میں دھنس گئیں درختوں کی کھال ان سے چپک گئی شاخیں پھوٹ گئیں۔ پھول اور پھل لگ گئے حتیٰ کہ انہوں نے ہر لکڑی کو اس کے نام اور پھل کے ذریعہ پہچان لیا۔

زمین جنبد نہ جنبد گل محمد:

جب سب لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو وہی مجلطیس جس نے یہ تمنا ظاہر کی تھی کہ اگر یہ کام ہو جائے تو میں ایمان لے آؤں گا فوراً اٹھا اور بولا میں تمہارے سامنے اس جادوگر کو ایسی سزا دوں گا کہ اس کا سارا مکر جاتا رہے گا۔ چنانچہ اس نے تانبے کے ایک بڑے پیٹ والا بیل تیار کروایا پھر اسے معدنی تیل' سیسہ' گندھک اور ہڑتال سے بھر دیا پھر کچھ اور چیزوں کے ساتھ جرجیس کو بیل کے مجسمے میں داخل کر دیا' پھر مجسمے کے نیچے آگ لگا دی آگ مسلسل جلتی رہی یہاں تک کہ وہ مجسمہ سفید شعلے کی طرح بھڑکنے لگا مجسمے میں جو کچھ تھا سب پگھل گیا اور ساری چیزیں ایک دوسرے سے گھل مل گئیں اور جرجیس مجسمہ کے پیٹ میں فوت ہو گئے۔

نصرت الٰہی:

اللہ نے ایک سخت ہوا بھیجی' جس نے آسمان کو تاریکی سے بھر دیا بادلوں میں زوردار قسم کی کڑک ہے۔ چمک اور سخت آواز ہے جو رکنے کا نام نہیں لیتی اللہ تعالیٰ نے ایک بگولا بھیجا جس نے ساری زمین کو دھوئیں اور غبار سے پر کر دیا زمین و آسمان کے درمیان ساری فضا کالی اور تاریک ہو گئی کئی دنوں تک لوگ اندھیرے میں پریشان پھرتے رہے رات اور دن کا کچھ پتا نہیں چلتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میکائیل علیہ السلام کو بھیجا جس مجسمے میں جرجیس تھے۔ میکائیل علیہ السلام نے اسے اٹھا کر اس زور سے زمین پر پٹخا کہ اس کی خوفناک آواز کی وجہ سے سب بدبختوں کے دل دہل گئے یہ سب لوگ یہ آواز بیک وقت سن رہے تھے۔ چنانچہ وہ اس سخت ہولناکی کی وجہ سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے مجسمہ ٹوٹ گیا اور اس سے جرجیس زندہ ہو کر باہر نکلے۔

پھر معجزہ طلب کرنا:

جب انہوں نے لوگوں سے گفتگو شروع کی تو ظلمت ختم ہو گئی اور زمین و آسمان کی درمیانی فضا روشن ہو گئی۔ اور لوگوں کو ہوش آ گیا۔ ان میں سے طرقبلینا نامی آدمی نے جرجیس سے کہا اے جرجیس ہمیں نہیں معلوم کہ یہ عجیب عجیب کام تو کر رہا ہے۔ یا تیرا رب کر رہا ہے؟ اگر تیرا رب یہ کام کر رہا ہے تو اس سے یہ دعا کر دے کہ وہ ہمارے سامنے ہمارے بندوں کو زندہ کر دے کیونکہ یہ قبریں جو آپ کو نظر آ رہی ہیں۔ ان میں ہمارے بہت سے مردے دفن ہیں بعض کو تو ہم پہچانتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ ہمارے دور سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے تو اللہ سے دعا کر کہ وہ ایسی حالت میں ہمارے پاس آ جائیں کہ جس میں ان کا انتقال ہوا تھا ہم ان سے گفتگو کریں گے اور جن کو ہم پہچانتے ہوں گے ان کو پہچان لیں گے۔ اور جن کے بارے میں نہیں جانتے ہوں گے ان کے بارے میں تو ہمیں بتلا دے گا۔ جرجیس نے ان سے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تم سے درگزر کر رہا ہے۔ اور تمہیں عجائبات دکھا رہا ہے۔ تاکہ تم پر اللہ کی حجت عام ہو جائے اور تم اس کی وجہ سے اس کے غضب کے مستحق ہو جاؤ پھر جرجیس نے قبروں کو حکم دیا کہ کھل جاؤ تو وہ کھل گئیں اور قبروں کے اندر سے ریزے نظر آنے لگے۔

چار سو سال کا مردہ زندہ:

جرجیس نے دعا کی تو لوگوں کو فوراً ایسی جگہ سترہ لوگ نظر آنے لگے جن میں نو مرد، پانچ عورتیں اور تین بچیاں شامل تھیں۔ اچانک دیکھا کہ ایک بڑی عمر کے شخص بھی موجود ہیں۔ ان سے جرجیس نے کہا شیخ صاحب آپ کا نام کیا ہے انہوں نے کہا کہ میرا نام لوبیل ہے۔ جرجیس نے کہا کہ آپ کا انتقال کب ہوا انہوں نے عرصہ بتایا حساب لگایا تو پتہ چلا ان کو فوت ہوئے چار سو سال گزر چکے ہیں۔

بھوک اور پیاس کا ٹنا:

جب بادشاہ اور اس کے ساتھیوں نے یہ صورتحال دیکھی تو کہنے لگے کہ عذاب کی کوئی ایسی قسم نہیں جس کے ذریعے سے تم نے اس کو عذاب نہ دیا ہو ہاں البتہ بھوک اور پیاس کے ذریعہ سے انہیں نہیں ستایا گیا لہٰذا یہ سزا بھی اسے دے کر دیکھ لو وہاں ایک بوڑھی فقیر عورت کا گھر مضبوط تھا اس کا ایک ہی بیٹا تھا جو اندھا گونگا اپاہج تھا لوگوں نے جرجیس کو اس کے گھر بند دیا کوئی بھی شخص وہاں کھانا اور پینا نہیں پہنچا سکتا تھا۔

بڑھیا کی ہمدردی:

جرجیس کو جب بھوک لگی تو انہوں نے بوڑھی عورت سے کہا آپ کے پاس کچھ کھانے پینے کے لیے ہے؟ بڑھیا نے کہا نہیں اس ذات کی قسم جس کے نام کی قسم کھائی جاتی ہے۔ بہت عرصے سے ہمارے ہاں کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے جرجیس نے اس سے کہا کیا تو اللہ کو جانتی ہے اس نے کہا ہاں! جرجیس نے پوچھا کیا تو اسی کی عبادت کرتی ہے کہا نہیں جرجیس نے اسے اللہ کی طرف دعوت دی تو اس نے فوراً تصدیق کر دی اور فوراً باہر سے کچھ کھانے کے لیے تلاش کرنے چلی گئی۔

جرجیس کا ایک اور معجزہ:

گھر میں سوکھی لکڑی کا ایک ستون تھا جس نے بقیہ لکڑیوں اور شہتیروں کو سہارا دے رکھا تھا جرجیس نے اللہ سے دعا کی تو وہ ستون فوراً سرسبز ہو گیا سب لکڑیاں اس طرح سرسبز ہو گئیں کہ یا تو ان پر پھل لگ گیا یا وہ ایسی ہو گئیں کہ وہ لکڑیاں جن درختوں کی تھیں وہ درخت دور سے پہچانے جا سکتے تھے۔ یا ان کا نام لیا جا سکتا تھا۔ حتیٰ کہ وہاں ''لیا'' اور لوبیا بھی اگ آیا ابوجعفر نے فرمایا کہ لیا شام کے ملک میں ایک ایسا پودا ہے جس پر دانے لگتے ہیں اور وہ دانے کھائے جاتے ہیں ستون کی بڑی بڑی شاخیں نکل آئیں جن کی وجہ سے گھر اور ان کے اردگرد چاروں طرف سایہ پھیل گیا بڑھیا واپس آئی تو اس نے یہ دیکھا کہ جرجیس اپنی پسند کے پھل کھانے میں مصروف ہیں۔

اندھے بہرے کو درست کرنا:

جب اس نے گھر میں یہ صورت حال دیکھی تو بول اٹھی کہ میں اس ذات پر ایمان لے لائی جس نے تجھے کھانا کھلایا۔ اس عظیم رب سے دعا کرو کہ وہ میرے بیٹے کو صحت عطا فرمائے۔ جرجیس نے کہا کہ اسے میرے قریب کر دیں۔ بوڑھی عورت نے اپنا بیٹا جرجیس کے قریب کر دیا۔ جرجیس نے اس کی آنکھوں میں اپنا لعاب لگایا تو اس کی بینائی واپس آ گئی اس کے کانوں میں پھونک ماری تو وہ فوراً سننے لگا۔ عورت نے کہا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے کوئی ایسا دم کرو کہ جس کی وجہ سے اس کے ہاتھ پاؤں ٹھیک ہو جائیں اور یہ

بولنے لگے جرجیس نے کہا فی الحال رہنے دیں یہ کام کسی اور خاص دن میں ہوگا۔

بڑھیا کے گھر کو گرانے کا حکم:

ایک دفعہ بادشاہ شہر میں گشت کر رہا تھا جونہی بوڑھی عورت کے گھر پر اس کی نظر پڑی تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا میرا خیال یہ ہے کہ پہلے یہ درخت یہاں پر نہیں تھا ساتھیوں نے بتایا کہ یہ درخت اس جادوگر کی وجہ سے اگا ہے جسے آپ بھوک کی سزا دینا چاہتے تھے۔ اب وہ جو پھل چاہتا ہے سیر ہو کر کھاتا ہے۔ اور یہ عورت بھی سیر ہو کر کھاتی ہے اور اللہ نے اس کے بیٹے کو صحت یاب کر دیا ہے۔ بادشاہ نے اس کے گھر کو گرا دینے کا حکم دیا۔ گھر گرا دیا درخت کو کاٹنے کا حکم دیا۔ اور جونہی لوگ اسے کاٹنے لگے تو اللہ نے پھر اسے اگا دیا تو لوگوں نے اسے کاٹنا چھوڑ دیا۔

جرجیس کو جلانا:

جرجیس کو بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں منہ کے بل لٹا دیا اور بدن میں چار میخیں گاڑ دیں ایک بچھڑے پر بوجھ لاد اگیا۔ بچھڑے کے نچلے حصے کی طرف بڑی بڑی چھریاں لگا دی گئیں پھر چالیس بیل لائے گئے انہوں نے ایک ساتھ بچھڑے کو اٹھا کر جرجیس کے اوپر رکھ دیا جس کی وجہ سے جرجیس کے جسم کے تین ٹکڑے ہو گئے وہ ٹکڑے جلائے گئے جب وہ راکھ بن گئے تو یہ راکھ سمندر میں پھینک آئے۔

جرجیس کا دوبارہ زندگی پانا:

جونہی انہوں نے راکھ کو سمندر میں ڈالا آسمان سے فوراً آواز آئی جو کہہ رہی تھی اے سمندر! تیرے پانی میں جو پاکیزہ جسم آیا ہے۔ اللہ نے تجھے اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ زندہ کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح وہ پہلے زندہ تھا۔ پھر اللہ نے ہوا بھیج دی جس نے جرجیس کے ذرات سمندر سے نکال دیئے اور پھر انہیں یکجا کر دیا کہ راکھ کے ذرات پہلے کی طرح ایک ڈھیر کی شکل میں جمع ہو گئے۔ وہ سب لوگ وہاں موجود تھے۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ راکھ کے ڈھیر میں حرکت ہوئی اور اس سے جرجیس غبار آلود سر جھاڑتے ہوئے نکل آئے سب لوگ واپس آ گئے۔ جرجیس بھی ان کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔

رسی جل گئی بل نہ گئے:

لوگ بادشاہ کے پاس پہنچے تو اس آواز کے بارے میں قصہ بتایا جس نے راکھ کے ذرات کو جمع کر دیا بادشاہ نے جرجیس سے کہا کیا کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے جو میرے لیے بھی بہتر ہو اور تمہارے لیے بھی بہتر ہو اگر یہ بات نہ ہوئی تو لوگ کہیں گے کہ تو مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ تو میں ضرور تیری پیروی کرتا اور تجھ پر ایمان لے آتا تم یوں کرو کہ ''افلون'' بت کے سامنے ایک سجدہ کر لو یا اس کے سامنے ایک بکری ذبح کر دو پھر جو کام تمہیں اچھا لگے وہ میں کرنے کو تیار ہوں۔

جرجیس بادشاہ کے گھر میں:

جرجیس نے جب بادشاہ کی یہ پیشکش سنی تو انہیں لالچ پیدا ہوا کہ جب وہ بت کے سامنے جائیں گے تو اسے توڑ دیں گے جب بت ریزہ ریزہ ہو جائیں تو بادشاہ کے ایمان لانے کی امید پیدا ہو جائے گی اور بادشاہ بت سے مایوس ہو جائے گا۔ اس نے بادشاہ سے کہا میں اسے سجدہ کرنے کے لیے تیار ہوں بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا جرجیس کے ہاتھوں پیروں اور سر کو چوما نیز کہا کہ میں تم کو قسم

دیتا ہوں کہ یہ سارا دن اور ساری رات تم میرے گھر میں بستر میں رہو میرے گھر والوں کے ساتھ گزارو تاکہ تمہیں آرام ملے اور عذاب کی تکلیف تم سے جاتی رہے لوگ بھی دیکھیں کہ میں تمہارا کتنا اکرام کر رہا ہوں چنانچہ بادشاہ نے اپنا گھر جرجیس کے لیے خالی کروایا جو لوگ گھر میں تھے سب کو باہر نکال دیا۔ جرجیس نے سارا دن وہیں گزارا' جب رات ہوئی تو وہ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنے لگے' نماز میں زبور پڑھنے لگے۔

جرجیس کی آواز کا جادو:

جرجیس کی آواز سب سے اچھی تھی۔ بادشاہ کی بیوی نے جب یہ آواز سنی تو جرجیس پر فریفتہ ہوگئی فوراً روتے روتے جرجیس کے پیچھے چل پڑی جرجیس نے ایمان کی دعوت دی تو اس نے فوراً ایمان قبول کرلیا۔ جرجیس نے اسے اپنا ایمان مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ تو اس نے اپنا ایمان مخفی رکھا۔

جرجیس بت کے آگے:

صبح ہوئی تو بادشاہ جرجیس کو بت خانے میں لے گیا تاکہ جرجیس سجدہ کرے جرجیس اس سے پہلے بوڑھی عورت کے گھر میں قید رہ چکے تھے۔ اسے کسی نے کہا کہ تجھے یہ بات معلوم ہے۔ کہ جرجیس فتنہ میں مبتلا ہو چکا ہے اور دنیا کی طرف جھک چکا ہے۔ بادشاہ نے اسے اپنی بادشاہت میں شامل ہونے کا لالچ دے دیا ہے۔ اور اسے بت خانے میں سجدہ کرانے کے لیے اپنے بت خانے میں لے گیا بوڑھی عورت سب کے سامنے نکل کھڑی ہوئی بوڑھی عورت کا بیٹا اس کے کندھے پر تھا۔ وہ جرجیس کو ڈانٹ رہی تھی لوگ اس سے بے خبر تھے۔ جب جرجیس بت خانے میں داخل ہوئے تو لوگ بھی بت خانے میں داخل ہوئے اچانک دیکھا کہ بوڑھی عورت اور اس کا بیٹا اس کے اتنے قریب ہیں کہ کوئی بھی نہیں۔ جرجیس نے عورت کے بیٹے کو آواز دی تو بیٹے نے فوراً جواب دیا حالانکہ اس نے اس سے پہلے کبھی زبان نہیں کھولی وہ اپنی ماں کے کندھے سے اتر کر اچھے پیروں پر چلنے لگا۔ حالانکہ وہ کبھی اس طرح اچھے پیروں پر نہیں چلا تھا۔

جرجیس کا بتوں کو بلانے کا حکم دینا:

جب وہ جرجیس کے سامنے آیا تو جرجیس نے اس سے کہا جاؤ ان بتوں کو میرے پاس بلا کر لاؤ اس وقت بت سونے کے منبروں پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ لوگ بتوں کے ساتھ سورج اور چاند کی پرستش بھی کیا کرتے تھے اس لڑکے نے جرجیس سے کہا کہ میں ان بتوں کو جا کر کیا کہوں؟ جرجیس نے کہا کہ ان سے جا کر کہو جرجیس تمہیں اس ذات کی قسم دے رہا ہے۔ جس نے تم کو پیدا کیا ہے فوراً میرے پاس آ جاؤ۔

بتوں کی سپاس گزاری:

جب لڑکے نے یہ بات جا کر بتوں سے کہی تو بت گھسٹتے ہوئے جرجیس کے پاس چلے آئے جب جرجیس کے پاس پہنچے تو جرجیس نے اپنی ایڑھی زمین پر ماری فوراً سارے بت اور ان کے منبر زمین میں دھنس گئے۔

ابلیس مردود بت کے پیٹ میں:

دھنس جانے کے خوف سے ابلیس ایک بت کے پیٹ سے نکل کر بھاگا جب جرجیس کے پاس سے گزرنے لگا تو جرجیس نے

اس کی پیشانی پکڑ لی تو وہ فوراً اپنا سر اور گردن جھکا کر کھڑا ہو گیا جرجیس نے اس سے یوں گفتگو کی' اے ناپاک روح! اور ملعون مخلوق مجھے بتاؤ کہ تم نے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھ دوسرے لوگوں کو کیوں ہلاک کیا تجھے معلوم ہے کہ تو اور تیرا لشکر جہنم میں جائے گا ابلیس نے جرجیس سے کہا اگر مجھے ایک لمحے کے لیے بھی ساری مخلوق کو گمراہ کرنے کا اختیار مل جائے وہ ساری شہوت اور لذت مجھے بھی حاصل ہوتی ہے جرجیس تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ نے تیرے باپ آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ جبرئیل' میکائیل' اسرافیل اور تمام مقرب فرشتوں نے سجدہ کیا اور آسمان کی تمام مخلوق نے سجدہ کیا میں نے سجدہ نہیں کیا میں نے اس وقت کہا تھا۔ کہ میں اس مخلوق کو سجدہ نہیں کروں گا۔ میں اس سے بہت بہتر ہوں جب ابلیس نے یہ کہا تو جرجیس نے اسے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد ابلیس کبھی بھی کسی بت کے پیٹ میں داخل نہیں ہوا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں بت کے ساتھ میں بھی زمین میں دھنس نہ جاؤں تاریخی روایات کے مطابق اب کبھی شیطان کسی بت میں داخل نہ ہو گا۔

بادشاہ نے جرجیس سے کہا تم نے مجھے زبردست دھوکہ دیا ہے۔ تو نے میرے خداؤں کو ہلاک کر دیا جرجیس نے بادشاہ سے کہا یہ سب کچھ میں نے جان بوجھ کر کیا ہے۔ تاکہ تجھے عبرت ہو اور تجھے پتہ چل جائے کہ وہ بت بقول تیرے واقعتاً خدا ہوتے تو وہ مجھ سے اپنے آپ کو بچا لیتے' تیرا ناس ہو' تو نے ایسے خداؤں پر کیسے اعتماد حاصل کر لیا جو خود اپنا بچاؤ نہیں کر سکے میں تو ایک ضعیف مخلوق ہوں اور میں تو صرف انہی اختیارات کا مالک ہوں جو میرے رب نے مجھے عطا کیے ہیں۔

بادشاہ کی بیوی کا اعلان حق:

جب جرجیس نے یہ بات کہی تو بادشاہ کی بیوی نے سب لوگوں کے سامنے اپنا ایمان ظاہر کر دیا اور ان کے سامنے جرجیس کے کارنامے گنوانے لگی جو جرجیس نے انہیں دکھائے تھے اس عورت نے لوگوں سے کہا تم لوگ اس شخص کی بد دعا کے منتظر ہو۔ جس کے نتیجے میں تم کو زمین میں دھنسا کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ تمہارے بت ہلاک ہو چکے ہیں۔

لوگو! اپنی اپنی جانوں کو اللہ کے عذاب سے بچا لو' اس بادشاہ نے اپنی بیوی سے کہا افسوس ہے تجھ پر اسکندرہ! اس جادوگر نے کتنی جلدی تجھے ایک ہی رات میں گمراہ کر دیا جب کہ مجھے اس کا مقابلہ کرتے ہوئے۔ سات سال گذر چکے ہیں۔ یہ مجھ سے اپنی کوئی بات نہیں منوا سکا بیوی نے جواب دیا کیا تو نے دیکھا کہ اللہ نے اسے تیرے مقابلے میں کیسے کامیاب کیا اور تجھ پر کیسے غلبہ عطا کیا۔ یہ ہر جگہ کامیاب ہوا اور تیرے خلاف دلیل قائم ہوئی۔ یہ سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے لکڑی کے ساتھ باندھ دیا جائے کہ جس پر جرجیس کو لٹکا رکھا ہے۔ چنانچہ اسے بھی لٹکا دیا گیا اور اس کے بدن میں بھی وہی کنگھیاں گاڑھ دیں گئیں۔ جو جرجیس کے بدن میں گاڑھی گئیں تھیں۔ جب اس عورت کو اس سزا کی وجہ سے شدید درد ہونے لگا تو اس نے کہا جرجیس اپنے رب سے دعا کرو کہ میری تکلیف میں تخفیف کر دے جرجیس نے فرمایا اوپر دیکھو جب اس نے اوپر دیکھا تو ہنسنے لگی۔ جرجیس نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگی میرے اوپر دو فرشتے ہیں وہ میری روح نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں اور جونہی میری روح نکلے گی وہ مجھے جنت میں لے جائیں گے اور مجھے تاج پہنائیں گے۔ چنانچہ اللہ نے جب اس کی روح قبض کر لی تو جرجیس نے یوں دعا کی اے میرے پروردگار! تو نے ہی مجھے عزت بخشی ہے۔ تاکہ تو اس کی وجہ سے مجھے شہداء میں شامل فرمائے۔ یا اللہ تو نے دنیا کی جس آزمائش سے نجات دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے پورے ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ یا اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ تو میری روح قبض فرما اور میں اپنی

جگہ سے ہٹنے بھی نہ پاؤں کہ ان متکبر لوگوں پر ایسا قہر اور عذاب نازل فرما جو اس سے پہلے ان پر نہ آیا ہو۔ ایسا عذاب بھیج جس سے میرا دل خوش ہو جائے۔ اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں کیونکہ انہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھے عذاب دیا اے اللہ! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے بعد جو بھی دین کے داعی مصیبت اور پریشانی میں مجھے یاد کر کے میرا نام لے کر تجھ سے دعا کرے تو تو اس کی پریشانی کو دور فرما' اس پر رحم فرما اور اس کی دعا کو قبول فرما' اور اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔

جرجیس جونہی دعا سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کی بارش کر دی جب وہ جلنے لگے تو مارے غصے کے انہوں نے جرجیس کو پکڑ کر اسے تلواروں سے مارنا شروع کیا یہ اس لیے ہوا کہ اللہ ان کو چوتھی دفعہ شہید ہونے پر وہ انعام عطا فرمائیں جن کا اس سے وعدہ کیا تھا۔ جب سارا شہر جل کر راکھ ہو گیا تو اللہ ان کو اٹھا کر بہت بلندی پر لے گئے۔ اور پھر اسے زیر و زبر کر دیا۔ عرصہ دراز تک اس سے دھواں اور بدبو نکلتی رہی۔ اور جس کی ناک میں گئی اسے بیمار کر دیا۔ دھوئیں کی وجہ سے لوگوں کو طرح طرح کی بیماریاں لگ رہی تھیں جرجیس پر ایمان لانے والے اور اس کے ساتھ شہید ہونے والے کل چونتیس ہزار افراد تھے بادشاہ کی بیوی بھی جرجیس پر ایمان لانے کی وجہ سے شہید ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہا

اردشیر بن بابک:

نصاریٰ اور قدیم اہل کتاب کے بقول ملک بابل میں اسکندر بادشاہ کی حکومت کو جب پانچ سو تیس سال گزر گئے اور مجوسیوں کے بقول دو سو چھیاسٹھ سال گذر گئے تو اردشیر بن بابک نے ملک فارس پر حملہ کر دیا جس کا مقصد بزعم خود اپنے چچا زاد بھائی دارا بن دارا بن بھمن بن اسفندیار کے خون کا بدلہ لینا تھا۔ جس نے شاہ اسکندر سے لڑائی کی تھی اور اسکندر کے دو محافظوں نے اسے قتل کر دیا تھا۔ اردشیر کا مدعی یہ تھا۔ کہ حکومت ان لوگوں کو واپس ملنی چاہیے جو حکومت کے اہل ہیں۔ اور جن کے آباؤ اجداد کے پاس موجودہ بادشاہوں سے پہلے حکومت تھی ساری زمین ایک سلطنت ہونی چاہیے اور اس کا ایک حاکم ہونا چاہیے۔

سلسلہ نسب:

اردشیر بن بابک کا نسب یہ ہے:

اردشیر بن بابک بن ساسان الاصغر بن بابک بن ساسان بن بابک بن مہرس بن ساسان بن بھمن الملک بن اسفندیار بن بشتاسب بن مہراسب بن کیوجی بن کمیش۔

اور بعض حضرات نے نسب یوں بیان کیا ہے: اردشیر بن بابک بن ساسان بن بابک بن ذرد ابن بھافرید بن ساسان الاکبر بن بھمن بن اسفندیار بن بشتاسب بن مہراسب۔

جائے پیدائش:

بعض مؤرخین کا کہنا یہ ہے کہ اردشیر بن بابک کی پیدائش اصطخر کی ایک بستی "طیرودہ" جو کہ اصطخر علاقے میں مشہور ایک محلہ ہے میں ہوئی۔

اردکا دادا:

ان کے دادا ساسان بڑے بہادر شخص تھے۔ ان کی بہادری اور مردانگی کا ایک قصہ یوں ہے کہ انہوں نے تن تنہا "اصطخر" کے

بڑے نام آور اور طاقت ور قسم کے اسی مردوں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی فارس کے شاہی خاندان کی ایک لڑکی سے ان کی شادی ہوئی۔

یہ خاندان ''بازرنخین'' کے نام سے معروف تھا۔ بیوی کو ''رامہشت'' کہا جاتا تھا۔ یہ بہت کمال و جمال کی ، تک تھی ساسان (اصطخر) کے آتشکدہ کے نگران تھے۔ جسے ''بہت نارانا ھنیہ'' کہا جاتا تھا۔

اردشیر کی ولادت:

انہیں شکار اور شہسواری کا بڑا جنون تھا۔ ساسان کی بیوی سے ایک بچہ پیدا ہوا بوقت ولادت اس بچے کے بال ایک بالشت سے بھی زیادہ لمبے تھے جب یہ تجربہ کار ہو گئے تو اپنے باپ کے بعد عوام کے معاملات ان کے حوالے ہو گئے پھر ان کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اردشیر تھا۔

''اصطخر'' بادشاہ:

ان دنوں ''اصطخر'' کا بادشاہ بازرنخین خاندان کا ایک شخص تھا۔ ہشام بن محمد سے جو روایت ملی ہے اس کے مطابق اس بادشاہ کا نام ''جوزہر'' تھا۔ جوزہر کا ایک خادم تھا جسے تیری کہا جاتا تھا بادشاہ نے اسے داد بجرد میں ''ادجند'' بنا رکھا تھا۔ جب اردشیر کی عمر سات سال ہوئی تو اسے اس کا باپ جزیرے کے پاس لے گیا جزیرہ بیضا مقام پر موجود تھا۔ اردشیر کے والد نے اسے بادشاہ کے سامنے کھڑا کر کے درخواست کی کہ آپ اسے تیری کے ساتھ کر دیں۔ تاکہ یہ اس سے تربیت حاصل کرے اور اس کے بعد اس کی جگہ ''ارجند'' قرار پائے بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کر لی اور اس کے بارے میں ایک تحریر بھی لکھ دی۔

اردشیر ''تیری'' کے حوالے:

اردشیر کا باپ اسے ''تیری'' کے پاس لے گیا تیری نے اسے خوشی خوشی قبول کر لیا اور اسے لے کر مالک بنا لیا جب تیری ہلاک ہو گیا تو اس کی جگہ اردشیر نے کام سنبھال لیا اور اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا نجومیوں نے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر اطلاع کرنے والوں کو یہ بتایا کہ آپ کو ترقی ہوگی اور آپ پورے علاقے کے مالک ہو جائیں گے۔ اردشیر نے یہ سن کر اور زیادہ تواضع اور مسکنت کا مظاہرہ کیا اور روز بروز اسے استحکام نصیب ہوتا رہا۔

ایک خواب:

ایک دن اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ اس کے سرہانے بیٹھا ہے۔ جس نے اسے کہا اللہ آپ کو تمام علاقوں پر غلبہ عطا کرے گا اور تمہیں اس کے لیے تیار رہنا چاہیے' اردشیر جب بیدار ہوا تو اس خواب کی وجہ سے بہت خوش تھا۔ اور اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ تندرست و توانا محسوس کر رہا تھا۔

اردشیر کی پہلی قتل و غارت گری:

اردشیر نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وہ ''دار بجرد'' میں ''جوبانان'' نامی ایک علاقے میں پہنچا اور وہاں کے ایک فاسین نامی بادشاہ کو قتل کر دیا پھر کونس نامی ایک اور جگہ گیا اور وہاں منوچہر نامی بادشاہ کو قتل کیا پھر لرویر کی ایک اور جگہ پہنچا وہاں کے دارا نامی بادشاہ کو بھی قتل کیا اور اپنے لوگوں کو ان علاقوں کا حاکم بنا دیا۔

جز ہر کے خلاف کارروائی:

پھر اپنے والد کو ان حالات سے مطلع کیا اور باپ کو کہا کہ ''جز ہر'' بیضاء کے مقام پر موجود ہے آپ فوراً اس پر حملہ کر دیں باپ نے ایسا ہی کیا ''جز ہر'' کو قتل کر کے اس کے تاج پر قبضہ کر لیا اور پہاڑی علاقوں کے بادشاہ ''اردوان بہلوی'' کو خط لکھا اور خط میں بڑی لجاجت کے ساتھ اس سے درخواست کی کہ وہ جز ہر کا تاج اپنے بیٹے سابور کو پہنانے کی اجازت دیں اردو نے اسے بہت سخت جواب لکھا اور اسے خبردار کیا کہ تم نے ان بادشاہوں کو قتل کر کے وعدہ خلافی کی ہے مگر بابک نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور ان ہی دنوں میں وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد سابور بن بابک نے تاج پہن لیا۔ اور اپنے باپ کی جگہ پر حاکم ہو گیا۔

اردشیر کی طلبی:

اس نے اردشیر کو اپنے ہاں واپس آ جانے کو لکھا تو اس نے اس کا کہا ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کی وجہ سے سابور کو بڑا غصہ آیا۔ بڑا لشکر تیار کر کے اردشیر کے ساتھ جنگ کرنے کو چل پڑا' اصطخر سے نکلا تو وہاں ان کے کئی سارے بھائیوں سے ملاقات ہوگئی' بعض بھائی سابور سے عمر میں بڑے تھے۔ ان سب نے اپنے اتفاق سے تاج اور شاہی تخت سامنے رکھ دیا۔ پھر سب نے مل کر وہ تاج اردشیر کے سپرد کر دیا اس کی تاج پوشی ہوئی اور وہ شاہی تخت پر براجمان ہو گیا اس نے بڑی ہمت اور کوشش سے اس معاملے کو نمٹایا اور قوم کی درجہ بندی کر کے ''ربرسام بن رحفر'' نامی ایک شخص کو اپنا وزیر بنا دیا' اسے خوب اختیارات دے کر معاملات اس کے سپرد کر دیئے اور ''ناہر'' نامی ایک شخص کو موبذ بنا دیا اسے اپنے بھائیوں اور دیگر لوگوں سے اپنے بارے میں خطرہ محسوس ہوا تو اس نے ان میں بہت سارے لوگوں کو قتل کر دیا۔ پھر اسے اطلاع ملی کہ دارابجرد اس کے خلاف ہیں۔ چنانچہ وہ وہاں پہنچا اور وہاں کی ایک جماعت کو قتل کر کے شہر فتح کر لیا پھر ''کرمان'' گیا وہاں بلاش نامی بادشاہ سے سخت جنگ ہوئی اردشیر نے خود جنگ میں حصہ لیا۔ حتیٰ کہ بلاش کو قید کر لیا اور شہر میں اپنی حکومت قائم کر لی اردشیر نے کرمان پر اپنے بیٹے کو حاکم مقرر کیا بیٹے کا نام بھی اردشیر ہی تھا بحر فارس کے کسی ساحل پر ''ابتنو'' نامی ایک بادشاہ تھا جس کی تعظیم و پرستش کی جاتی تھی اردشیر اس کے پاس پہنچا اور پہنچتے ہی فوراً اسے قتل کر دیا اور اپنی تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور ان لوگوں کو بھی قتل کیا۔ جو کہ اس کے پاس موجود تھے۔ اور ان کے جو خزانے زمین میں دفن تھے وہ سب نکلوا لیے۔ اردشیر کی طرف سے ہرک نامی شخص ابراہسان کا حاکم تھا۔ اردشیر نے اسے اور اس جیسے لوگوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا اردشیر نے جا کر ہرک کو قتل کر دیا۔ پھر ''جور'' گیا اس کی بنیاد رکھی اور طربان کے نام سے معروف محل اور وہاں کے ایک آتش کدہ کی تعمیر شروع کر دی۔

اردشیر کو دھمکی:

اسی دوران ''اردوان'' کا قاصد ان کے پاس خط لے کر پہنچا اردشیر نے اس کی خاطر لوگوں کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں خط پڑھا اس میں لکھا تھا کہ تو نے اپنی حد سے تجاوز کیا ہے۔ اور تو نے ہی اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ اور تیری اصل کردیوں کے خیموں میں پلنے والی کر دی ہے۔ تجھے اس تاج کو پہننے کی اجازت کس نے دی؟ ان علاقوں' وہاں کے بادشاہوں اور شہریوں پر غالب آنے کی اجازت کس نے دی؟ ''جور'' کے صحرا میں تجھے اس شہر کو آباد کرنے کا کس نے کہا؟ اگر ہم تجھے اس محل کو بنانے کی اجازت دیں بھی تو یہ محل اس صحرا میں بناؤ جو شہر سے دس فرسخ کے فاصلے پر ہے اس کا نام ''رام اردشیر'' رکھو اردشیر کو یہ بتا دو کہ اردوان کے حاکم

کو تمہاری گرفتاری کے لیے تمہاری طرف روانہ کر دیا گیا ہے۔

مجھے تاج و تخت اللہ نے دیا ہے:

اردشیر نے اسے جواب میں لکھا کہ جو تاج اس نے پہن رکھا ہے یہ میرے اللہ نے مجھے دیا ہے جن شہروں کو میں نے فتح کیا ہے۔ ان پر اللہ نے مجھے غلبہ عطا کیا ہے۔ جن ظالم و جابر حکمرانوں کو میں نے قتل کیا ہے ان کے قتل کرنے میں اللہ نے ہی میری مدد کی ہے رہا وہ شہر جس کی میں تعمیر کر رہا ہوں اور جس کا نام اردشیر رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میں اس کی حفاظت کرلوں گا۔ تو اپنا سر اور اپنے خزانے ایک مرتبہ اس آتش کدے میں بھیج کر دیکھ جس کی بنیادیں میں نے اردشیر میں رکھی ہے۔

پیش قدمی:

پھر اردشیر اصطخر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اردشیر نے ابرسام کو قائم مقام مقرر کیا کچھ ہی عرصے بعد اردشیر کے پاس ابرسام کا خط آیا کہ انہوں نے اہواز کے حاکم کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور بڑی ذلت کے ساتھ ان کو وہاں سے جانا پڑا پھر اردشیر اصبہان پہنچا اور پہنچتے ہی اصبہان کے حاکم ''سازسابور'' کو قید کر کے قتل کر دیا' پھر واپس فارس آ گیا۔ اور اہواز کے والی نیروخر سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ رامہرمز کے مختلف علاقوں الرجان' بنیاں' اور طاشان سے ہوتا ہوا سراق تک جا پہنچا جب یہاں پہنچ گیا تو اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ سوار کر دجلہ کے کنارے جارکا اور شہر پر غالب آ گیا اور سوق اور اہواز نامی شہر کی بنیاد رکھی مال غنیمت ملک فارس لے گیا۔ پھر حیرہ اور کازروں کے راستے سے ملک فارس سے اہواز کی طرف سفر شروع کیا' پھر اہواز سے میساں گیا۔ وہاں کے بندو نامی بادشاہ کو قتل کیا اور وہاں میساں کا محل تعمیر کر دیا۔

اردوان کو دعوت مبارزت:

پھر ملک فارس واپس آ گیا اور اردوان کو پیغام بھیجا کہ وہ جگہ بتاؤ جہاں ہمارا تمہارا مقابلہ ہو اردوان نے پیغام میں جواب دیا کہ میں تمہیں ''ہرمزجاں'' کے صحرا میں ملوں گا۔

ارد کی عظیم فتح:

اردشیر وہاں وقت سے پہلے ہی پہنچ گیا اور صحرا میں اپنے لیے جگہ منتخب کر لی اپنے اور اپنے لشکر کے بچاؤ کے لیے خندق کھود لی وہاں کے چشمے پر قبضہ کر لیا اردوان بھی وہاں پہنچ گیا۔ لوگوں نے لڑنے کے لیے صفیں بنائیں۔ سابور بن اردشیر، اردشیر کا دفاع کرنے کے لیے آگے بڑھا' گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ سابور نے اردوان کے منشی دار بنداز کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔

اردوان کے سر کو کچلنا:

اردشیر اپنی جگہ سے چل کر اردوان کے پاس پہنچا اسے قتل کر دیا۔ اردوان کے بہت سارے سپاہی بھی قتل ہو گئے جو بچ گئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ اردشیر نے اپنی سواری سے اتر کر اپنے قدموں سے اردوان کے سر کو کچلا اس دن سے اردشیر کو شہنشاہ کہا جانے لگا۔

مزید فتوحات:

پھر اردشیر وہاں سے روانہ ہو کر ہمذان پہنچا اور اسے فتح کر لیا پہاڑی علاقوں آذربائیجان اور منیہ' موصل کو زور بازو سے فتح

کیا۔ پھر ماصل سے سورستان گیا۔ اس کو عراق کہا جاتا ہے اس پر غلبہ حاصل کیا اور طیھون شہر کے سامنے دجلہ کے کنارے پر ایک عجیب و غریب سا شہر بنایا اور اس کا نام اردشیر رکھا 'طیھون شہر' شرقی مدائن کا شہر ہے۔ بہر یز ارمقان نہر درقیط' کوئی' نہر جو بر کو بھی اسی شہر میں ختم کر دیا۔ اور ان علاقوں کے لیے گورنر مقرر کیے پھر عراق سے نکل کر اصطخر کی طرف متوجہ ہوا وہاں بجستان پھر جرجان چلا گیا۔ پھر ابرشہر' مرو' بلخ خوزام سے ہوتا ہوا خراسان کے علاقوں میں جا داخل ہوا۔ اور ایک جماعت کو قتل کر دیا اور ان کے سرداروں کو ''انالہید'' کے آتشکدے میں بھیج دیا پھر مرو سے ملک فارس آیا اور جور کے مقام پر رکا یہاں ''کوشان'' طوراں اور مکران کے بادشاہوں کے قاصدوں نے اس سے ملاقات کی اور اطاعت کا یقین دلایا پھر اردشہر جور سے بحرین کی طرف روانہ ہوا اور وہاں کے حاکم کا محاصرہ کر لیا۔ اسے ایسا پریشان کیا کہ آخر اسے خود قلعہ کی دیوار سے چھلانگ لگانی پڑی جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔

ارد کا جانشین:

پھر اردشیر مدائن آیا وہاں قیام کیا اور اپنے بیٹے سابور کو اپنی حیات ہی میں تاج پہنا دیا۔

گمراہ ملکہ کی ارد کے ہاتھوں بربادی:

مؤرخین کا کہنا ہے کہ سیف اردشیر خرۃ کے مضافات میں ''کوجران'' نامی علاقے کی ''الار'' نامی بستی میں ایک ملکہ تھی۔ جس کی تعظیم و پرستش کی جاتی تھی۔ اس کے پاس بڑے مال خزانے اور سپاہی جمع تھے۔ اردشیر نے اس ملکہ کے پجاریوں سے جنگ کی اور ملکہ کو قتل کر دیا اور اسے غنیمت میں بہت سارا مال' بڑے خزانے حاصل ہوئے۔

اردشیر کے بسائے ہوئے شہر:

اردشیر نے آٹھ شہر آباد کیے:

❶ اردشیر خرۃ کے پاس جور نامی شہر

❷ رام اردشیر نامی شہر

❸ ریوار نامی شہر

❹ اہواز میں ہرمز نامی شہر' سوق اہواز بھی یہ ہی ہے۔

❺ عراق میں ''بہ اردشیر'' اور یہ مدائن کی غربی جانب ہے۔

❻ استاباز اردشیر کرچ میسان اسی کو کہا جاتا ہے۔

❼ بحرین میں فنیاذ اردشیر' یہی مدینۃ الخط ہے۔

❽ موصل میں بوذا اردشیر ہے یہی فرۃ ہے۔

اردشیر فاتح ہی رہا:

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب اردشیر غالب آیا تو انہیں اپنی اطاعت کی دعوت دی جب اس کا دور مکمل ہونے لگا تو اس نے اپنا ولی عہد مقرر کر لیا اردشیر کو ہمیشہ فتح و ظفر نصیب ہوتا رہا۔ کوئی بھی جماعت اسے شکست نہ دے سکی اور کبھی اس کا علم ناکام نہیں لوٹا۔ اس کی مملکت تمام حکمرانوں پر غالب آ گئی۔ اردشیر نے سب کو جھکا دیا۔ خوب خون ریزی کی اور سب علاقوں کو فتح کر لیا۔ کئی شہر

بسائے، لوگوں کو بلند منصب دیئے بہت ساری عمارتیں بنوائیں۔ اردشیر نے جب اردوان کو قتل کیا۔ اس کے بعد اردشیر کی حکومت چودہ سال رہی بعض کا کہنا یہ ہے کہ اردشیر کی حکومت چودہ سال دس ماہ رہی۔

اردشیر کی ارمانیوں سے جنگ:

ہشام بن محمد کا خیال ہے کہ اردشیر اہل فارس کے ہاں آیا۔ تو اس کا ارادہ عراق کے بادشاہ پر غلبہ پانے کا ہوا چنانچہ اس نے ارمانین کے بادشاہ ''بابا'' اور اردوانین کے بادشاہ اردوان کو دیکھا ہشام نے کہا ارمانین عراق کے باشندے ہیں۔ حکومت کی خاطر یہ ایک دوسرے سے لڑتے رہتے تھے پھر دونوں نے مل کر اردشیر کے خلاف لڑنے کا فیصلہ کیا مگر ان دونوں نے باری باری اردشیر سے لڑائی کی ایک دن یہ لڑتا تو دوسرے دن وہ لڑتا تھا۔ جو دن بابا کے ساتھ لڑائی کا ہوتا اس دن اردشیر بادشاہ کا مقابلہ کرنے کو نہیں آتا تھا۔ اور جو دن اردوان کے ساتھ لڑائی کا ہوتا تھا۔ اس دن بابا اردشیر کی خاطر لڑنے کو تیار نہ ہوتا تھا۔

اردشیر کی صلح:

جب اردشیر نے یہ صورت حال دیکھی تو اردشیر نے بابا کے ساتھ اس شرط پر صلح کر لی کہ بابا اردشیر کے خلاف جنگ نہیں کرے گا۔ اور اردشیر اور اردوان کو آپس میں لڑنے کی کھلی چھٹی دے دی اور اردشیر بھی بابا کو اس کے علاقوں کو اور ان کے علاقوں میں جو کچھ ہے کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اردشیر اردوان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے فارغ ہوا تو اس نے فوراً اسے قتل کر دیا اور اس کی تمام چیزوں پر قبضہ جما لیا۔ اور عراق کے سارے حکمرانوں نے اس کے سامنے سر کو جھکا دیا۔ جنہوں نے نہ مانی ان کو بزور بازو مغلوب کر دیا۔ حتیٰ کہ مخالفین کو بھی اپنی رائے کے موافق بنا لیا۔

اردشیر سے مفتوحین کی نفرت:

جب اردشیر عراق کی سلطنت پر غالب آ گیا تو ''منوح'' قبیلہ کے بہت سارے لوگوں نے اس کی مملکت میں رہنا گوارا نہ کیا چنانچہ قبیلہ قضاعہ کے وہ لوگ جو ''فہم'' کے دو بیٹوں مالک اور عمرو کے ساتھ آئے تھے۔ وہاں سے چلے گئے مالک بن زہیر وغیرہ بھی وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ملک شام میں قبیلہ قضائے کے لوگ جو پہلے سے رہ رہے تھے یہ بھی وہیں جا کر آباد ہو گئے۔

عربوں کا نیا طرز زندگی اپنانا:

عرب کے کچھ لوگوں نے نیا طرز زندگی اپنانا شروع کر دیا جس سے وہاں ان کا رہنا دشوار ہو گیا چنانچہ وہ عراق کے سرسبز علاقوں کی طرف منتقل ہونے لگے، اور وہ سرسبز علاقوں میں تین تہائی ہو کر رہنے لگے ایک تہائی کو تنوح کہتے تھے۔ جو کہ دریائے فرات کے غربی جانب ''حیرۃ، انبار'' اور ان کے آگے خیمے بنا کر رہنے لگے۔ دوسری تہائی عباد تھے۔ اور یہ لوگ حیرۃ میں مکان تعمیر کر کے رہنے لگے۔ تیسری تہائی احلاف تھے جو اہل حیرۃ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ ان کا تعلق نہ تو تنوع یعنی خیموں والوں سے تھا۔ اور نہ ہی ان عباد سے تھا۔ جنہوں نے اردشیر کی اطاعت کی تھی۔ حیرۃ اور انبار دونوں علاقوں کا بنیاد بخت نصر بادشاہ کے زمانے میں رکھی گئی تھی۔

بخت نصر کی ہلاکت کے بعد حیرۃ کے باشندے وہاں سے انبار منتقل ہو گئے۔ جس کی وجہ سے حیرۃ ویران ہو گیا انبار ساڑھے پانچ سو سال تک آباد رہا۔ یہاں تک عمرو بن عدی نے اپنے زمانے میں حیرۃ میں اپنی قیام گاہ بنائی تو پھر حیرۃ دوبارہ آباد ہو گیا۔ حیرۃ پانچ سو تیس سال سے کچھ اوپر عرصے تک آباد رہا اس کے بعد کوفہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور یہاں مسلمان آ کر آباد ہو گئے۔ عمرو بن عدی کا

کل دور حکومت ایک سو اٹھارہ سال ہے پچانوے سال اردوان اور طوائف کے زمانے میں حکومت کی' تیس سال ملاک فارس کے دور میں' چودہ سال دس ماہ اور اردشیر بابک کے دور میں اور اسی سال دو ماہ سابور بن اردشیر کے دور حکومت میں کی۔

اردشیر بن بابک کے بعد فارس کے حکمران:

اردشیر جب دار فانی سے کوچ کر گیا تو اس کے بعد فارس کا حاکم اس کا بیٹا سابور بیٹھا اردشیر کو جب حکومت ملی تو اس نے اشکانیہ کے افراد کو جو کہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس ظالمانہ کاروائی کی وجہ یہ تھی کہ اس کے دادا اور اردشیر بن بہمن بن اسفندریار نے ایک قسم کھائی تھی۔ اور اپنے بعد اپنی نسل میں یہ وصیت کر گئے تھے۔ کہ اگر میری نسل کا کوئی بھی فرد برسر اقتدار رہے تو کسی اشکانی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اب اس کی نسل سے سب سے پہلا حاکم اردشیر بن بابک تھا۔ تو اس نے ارد کی وصیت کی وجہ سے سب اشکانیوں کو موت کی وادی میں دھکیل دیا۔

اردشیر کی اشکانی خاتون سے ہم بستری:

کہا جاتا ہے کہ اردشیر نے اشکانیوں میں سے کسی کو اپنے دادا کی قسم پوری کرنے کے لیے نہ چھوڑا البتہ ایک لڑکی جو حسن و جمال میں آفتاب کو شرماتی تھی وہ شاہی محل میں تھی۔ اردشیر نے اس سے اس کے نسب کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ میرا تعلق اشکانی خاندان سے نہیں بلکہ میں اس خاندان کی شہزادیوں کی نوکرانی تھی۔ حالانکہ وہ اشکانی مقتول بادشاہ کی بیٹی تھی۔ جب اردشیر کو یہ معلوم ہوا کہ وہ اشکانی نہیں تو اس نے پوچھا کہ وہ کنواری ہے یا ثیبہ؟ تو اس لڑکی نے جواب دیا کہ کنواری ہے۔ اس پر اردشیر اس سے ہم بستر ہوا اور حمل قرار پایا جب اس لڑکی کو اپنی جان کے بارے میں اطمینان ہو گیا کیونکہ اب اردشیر سے اس کو حمل ٹھہر گیا تھا۔ تو اس لڑکی نے حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے بتا دیا کہ اس کا تعلق اشکانی خاندان سے ہے اس پر اردشیر سیخ پا ہو گیا۔ اور ایک بوڑھے ہرجبزا ابرسام کو بلایا اور اس کو صورت حال سے آگاہ کیا اور پھر حکم دیا کہ اس کو لے جا کر قتل کر دو باوجود اس کے کہ اردشیر کا دل اس کے قتل پر راضی نہ تھا۔ تاہم اپنے دادا کی وصیت کو پورا کرنے کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔

جب اس لڑکی کو شیخ قتل کے لیے لے گیا۔ تو اس نے بتایا کہ وہ حاملہ ہے۔ اس پر شیخ نے زمین میں ایک خفیہ غار میں اس لڑکی کو چھپا دیا۔ اور اپنا عضو تناسل کاٹ کر ڈبیہ میں بند کر کے مہر لگا کر اردشیر کے پاس لے آیا بادشاہ نے صورت حال پوچھی تو اس نے واقعہ بتا دیا اور پھر وہ ڈبیا میں اس نے اپنے عضائے تناسل کاٹ کر بند کیے تھے وہ اردشیر کو پیش کی کہ وہ اس پر مہر لگائے اور کسی خزانے میں رکھ دے چنانچہ اردشیر نے ایسا ہی کیا۔ وہ لڑکی اس شیخ کی تحویل میں رہی یہاں تک کہ اس کے بچے کی ولادت ہوئی اب شیخ نے اس کو بادشاہ کا لڑکا کہنے سے گریز کیا اور بادشاہ کو بھی اطلاع دینا مناسب نہ سمجھا جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوا اور ادب نہ سیکھ لے۔

شیخ ہرجزہ کی دوررس نگاہیں:

شیخ نے بچے کی ولادت کے وقت علم نجوم کے حوالے سے اس کی سعادت کا پتہ لگایا تو برج طالع نکلنے کی وجہ سے اسے یقین ہو گیا کہ یہ بادشاہ بنے گا تو اس نے اس بچہ کا ایسا نام رکھا جو نام اور صفت دونوں جہتیں رکھتا ہو اور اگر بادشاہ کو اس کا علم ہو تو اس کی قبولیت ہو چنانچہ اس نے بچے کا نام شاہ بور رکھا عربی میں اس کا معنی (بادشاہ کا بیٹا) ہے اور یہ پہلا لڑکا ہے جس کا یہ نام رکھا گیا عربی میں اس کو سابور الجنود بن اردشیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا نام شاہ بور کے بجائے اشابور رکھا گیا۔ اس سے مراد وہ رشک ہے جس کی نسل سے اس کی ماں تھی۔

اردشیر کو پریشانی:

کافی عرصہ گزر گیا کہ اردشیر کے ہاں اولاد نہ ہوئی تو ایک دن شیخ اس کے پاس گیا۔ اور اردشیر کو غمگین پا کر اس سے پوچھا کہ بادشاہ سلامت کس وجہ سے غمگین ہیں؟ اردشیر نے جواب دیا کہ میں کیوں نہ غمگین ہوں جب کہ مشرق و مغرب میں میں نے اپنی تیغ زنی کے زور سے کامیابی کا علم لہرا دیا اور میرے آباؤ اجداد کا ملک میرے پاس بلا شرکت غیر رہا اور اب میں اس حالت میں مروں کہ میرا کوئی جانشین نہیں ہوگا۔

شیخ کا حقیقت بتانا:

شیخ نے کہا اللہ تعالیٰ بادشاہ سلامت کو خوش رکھے بادشاہ سلامت آپ کی عمر کی قسم! میرے پاس آپ کا سعادت مند بچہ ہے آپ اس ڈبیہ کو منگوایئے جو میں نے آپ کو بطور امانت رکھوائی تھی اور آپ نے اس پر مہر بھی لگوائی تھی۔ پس میں اس کے ذریعے اپنے دعوے پر دلیل پیش کروں گا بوڑھے کی بات سننے کے بعد اردشیر نے وہ ڈبیہ منگوائی اور اپنی مہر کو دیکھ کر اس کو چاک کیا اور ڈبیہ کھولی تو اس میں شیخ کے اعضاء مستورہ اور ایک خط پایا جس کا مضمون یہ تھا کہ جب ہم نے جان لیا کہ شک کی اس لڑکی کو لو جس کو حمل ٹھہرا تھا۔ بادشاہ سلامت اردشیر نے ہمیں اس کے قتل کا حکم دیا تو ہم نے بادشاہ کے پاکیزہ بیج کو ہلاک کرنا حلال نہ سمجھا لہٰذا ہم نے اس کو زمین کے اندر بطور حفاظت کے رکھ دیا۔ اور کسی طعنہ زن کے طعنہ سے بچنے کے لیے ہم نے اپنی برات کا یہ سامان کیا کہ اپنے اعضا تناسل کاٹ کر ڈبیہ میں بند کر کے خزانہ میں رکھوا دیئے۔ پھر بادشاہ کے بیج کی حفاظت میں اپنی کوشش صرف کی یہاں تک کہ وہ بارآور ہو گیا۔ فلاں دن فلاں وقت۔

اردشیر کا عزت بچانا:

اس خط کے بعد اردشیر نے حکم دیا کہ بچوں کے جلوے میں اور بعض روایتوں میں ایک ہزار بچوں کے ساتھ جو شکل و قامت میں برابر ہوں بادشاہ کے پاس حاضر کیے جائیں۔ اس لحاظ سے کہ ان کے لباس و قد و قامت و ادب میں کوئی فرق نہ ہو۔ شیخ نے حکم کی تعمیل کی جب اردشیر نے ان بچوں کی طرف دیکھا تو بلا کسی اشارہ کے خود ہی اس کا نفس اس کے پیچھے مائل ہوا جو درحقیقت اسی کا بچہ تھا۔ پھر اردشیر نے حکم دیا اور وہ سب بچے ایوان شاہی کی طرف لے جائے گئے۔ اور ان سب بچوں کو مٹھ دار ڈنڈے پکڑا دیئے گئے۔ اور کھیلنے لگے اردشیر ایوان شاہی میں اپنے تخت پر بیٹھا تھا اور سارا منظر دیکھ رہا تھا اس کھیل کے دوران گیند اس ایوان میں چلا گیا۔ جہاں بادشاہ بیٹھا تھا اور سارا منظر دیکھ رہا تھا تو سب بچے گیند لانے میں ہچکچائے لیکن سابور بلا تامل داخل ہوا اور گیند لے آیا اس ایوان میں داخلہ کی جرات کی وجہ سے اردشیر کو یقین ہو گیا کہ وہ اسی کا بیٹا ہے۔ پھر اردشیر نے فارسی میں اس سے کہا کہ تیرا نام کیا ہے؟ بچے نے جواب دیا شاہ بور اردشیر نے کہا شاہ بور! جب یہ بات یقینی ہو گئی کہ وہ اردشیر کا بیٹا ہے تو اردشیر کے بعد تاج پوشی بھی اسی کو کی گئی۔

سابور کی دانش مندی:

سابور قبل اس کے کہ بادشاہ بنے اہل فارس نے اس کو علم و عقل و فضل کی سخت گیری' فصاحت لسانی' رعایا کے ساتھ نرمی کے اعتبار سے آزمایا جب شاہی تاج اس کو پہنایا گیا تو شرفاء اس کے پاس آئے اور اس کے حق میں طویل عمر کی دعا کی اور اس کے والد کے خصائل بیان کیے سابور نے ان کو بتایا کہ میری طرف سے تم پر احسانات کی بارش کسی اور اچھائی کی وجہ سے نہیں بلکہ میرے والد کی

تعریف اس کا اصل سبب ہے پھر ان لوگوں کے ساتھ اچھائی کا وعدہ کیا۔

سابور کی دریا دلی:

سابور کے حکم کے مطابق اس کے خزانہ کو اشراف' اہل لشکر اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا گیا اور اپنے گورنروں کو بھی اس نے خط لکھ بھیجا جو ملک کے مختلف صوبوں میں تھے۔ کہ ان کے جو اموال ہوں وہ بھی تقسیم کر دیں۔ اس سخاوت کی وجہ سے اس کے احسانات اور فضل ہر جگہ اور ہر آدمی گھٹیا اور دولت مند سب پر برسنے لگی اور اس کی معیشت بلند ہوئی۔ اس کے بعد سابور نے اچھے گورنروں کا انتخاب کیا۔ اور رعایا کی بھلائی پر خوب توجہ دی ان اوصاف کی بدولت سابور کی فضیلت اور شہرت دور دور تک پہنچ گئی اور وہ تمام بادشاہوں میں احسانات سے بڑھ گیا۔

سابور کے جنگی کارنامے:

کہا جاتا ہے کہ سابور اپنی حکومت کے گیارہ سال گزرنے کے بعد نعیبین شہر سے روانہ ہوا اس شہر میں روم کا لشکر تھا۔ سابور نے ان کا محاصرہ کیا۔ پھر خراسان کے کسی واقعہ کی اطلاع سابور کو پہنچی جس کے سدباب کے لیے سابور کا حاضر ہونا ضروری تھا۔ تو وہ اس طرف متوجہ ہوا یہاں تک کہ خراسانی معاملے کو درست کر دیا۔ پھر دوبارہ نعیبین واپس آیا۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ نعیبین کی شہر پناہ ٹوٹی اور اس میں تھوڑا سا شگاف پڑ گیا جس سے سابور اس شہر میں داخل ہو گیا اور لڑنے والوں کو قتل کر ڈالا اور کچھ قید کیے اور قیصر کا پورا خزانہ لوٹ لیا پھر شام اور دیگر رومی شہروں کی طرف بڑھتا چلا گیا اور اس کے بہت سے شہر فتح کر لیے۔

سابور کا مقبوضہ علاقوں کے بادشاہوں سے سلوک:

کہا جاتا ہے کہ اس کے مفتوحہ علاقے جو تھے۔ ان میں مالوقیہ خذقفیہ بھی تھے اور اس نے روم کے بادشاہ کا محاصرہ انطاکیہ شہر میں کیا جس کا نام ریانوس تھا۔ اسے قید کر کے دیگر افراد کے ساتھ جندی سابور میں ٹھہرایا یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ سابور نے شاذروان تشہ کی تعمیر کار ریانوس سے مطالبہ کیا کہ ایسی تعمیر ہو جس کی چوڑائی ایک ہزار ہو اس رومی بادشاہ نے رومی افراد سے جو اس کی قید میں شامل تھے۔ مل کر اس کی تعمیر مکمل کر دی اس پر سابور نے اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ سابور نے ایانوس سے بہت سا مال لے کر اسے چھوڑ دیا بعض نے کہا کہ اس کو قتل کر دیا۔

دجلہ اور فرات کے درمیان تکریت کے پاس خفر شہر تھا۔ اس پر ایک جراتی ساطرنامی شخص تھا اسی کے بارے میں ابوداؤد پاری کہتا ہے کہ: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ موت حضر سے اپنے حاکم ساطرون پر لٹک رہی ہے''۔

اہل عرب اس کو فیزن کہتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ خیزن جرامقی نہیں بلکہ باجرمی تھا۔

ہشام بن کلبی کی روایت:

ہشام بن کلبی کا خیال ہے کہ مذکورہ بادشاہ عرب کے قضاعہ قبیلے سے ہے اور اس کا نسب یوں ہے فیزن بن معاویہ بن عبیہ بن اجرام بن عمرو بن نخع بن سلیح بن حلوان بن عمران بن حاف بن قضاعۃ اور اس کی ماں جیلۃ نامی تزیہ بن حلوان کی بیٹی تھی۔ اور وہ اپنی ماں کی وجہ سے مشہور تھا۔ اور ہشام بن کلبی کا خیال ہے۔ کہ بادشاہ جزیرہ کا حاکم تھا۔ اور اس کے ساتھ بنوعبیہ بن اجرام اور قضاعۃ کے قبائل کے لاتعداد افراد تھے۔ اور اس کی مملکت شام تک پھیلی ہوئی تھی اور اس کی غیر موجودگی میں بعض علاقوں پر سابور بن اردشیر

قابض ہو گیا جب وہ خراسان کے سفر سے واپس آیا تو اسے سابور کے قبضے کی خبر دی گئی۔ تو فیزن کے اس عمل پر عمرو بن الۃ بن جدی بن وہاؤ بن جشم بن ہلوان بن عمران بن کاف بن قضاعۃ نے اشعار کہے:

❶ ہم ان فارسیوں سے قبیلہ علاف اور قوی مذکر گھوڑے لے کر دست و گریبان ہوئے۔

❷ فارس نے ہم سے ذلت وخواری حاصل کی اور ہم نے شہروز کے تمام کاہنوں کو میٹھی نیند سلا دیا۔

❸ ہم عجمیوں کے لیے بہت دور چل کر آئے ایسا لشکر ساتھ لے کر جیسے آگ کی لپیٹ میں جزیرہ ہو۔

سابور گھیرے میں:

جب سابور کو اس واقعہ کا پتا چلا تو وہ اس رومی کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے قلعہ پر جا کر پڑاؤ ڈالا فیزن بھی قلعہ بند ہو گیا۔

ابن الکلبی کا خیال ہے کہ سابور چار سال تک محاصرہ کے رہا نہ قلعہ کو ڈھا سکا اور نہ ہی فیزن تک پہنچ سکا البتہ عشی بن میمون نے سابور کی مدت قیام اپنے اشعار میں دو سال تک بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے:

❶ تم حضر کے شہر کو نہیں دیکھتے کہ اس کے باسی نعمتوں میں تھے لیکن کیا کوئی نعمت باقی رہتی ہے۔

❷ شاہ بور نے حضر شہر پر اپنے لاؤ لشکر کو دو سال تک ٹھہرائے رکھا وہ اس قلعے پر تیشے چلا رہے تھے۔

❸ اس سے نہ اس کی قوت میں اضافہ ہوا اور اس جیسا قیام کرنے والا کبھی سیدھا نہیں ہوتا۔

❹ جب اس کے مالک نے اس کے فعل کو دیکھا تو وہ اچانک رات کو اس کے پاس آیا لیکن بدلہ نہ لیا۔

❺ اس نے اپنی قوم کو بلایا تھا کہ چلو اپنے معاملے کی طرف جس کو کاٹ دیا گیا ہے۔

❻ اور اپنی تلواروں کے ساتھ عزت سے مرو میں موت کو دیکھتا ہوں کہ اس کو بادل ناخواستہ وہ آدمی قبول کرتا ہے جس پر سختی کی گئی ہو۔

فیزن کی بیٹی:

پھر فیزن کی نفیرہ نامی لڑکی کو حیض آیا تو اسے شہر سے ملحقہ علاقے کی طرف نکال دیا گیا وہ اپنے زمانے کی سب سے حسین عورت تھی۔ اس زمانے میں جب عورتوں کو حیض آتا تھا۔ تو انہیں علاقے سے دور نکال دیا جاتا تھا۔ سابور بھی اپنے زمانے کا خوبصورت نوجوان تھا۔

نفیرہ کی تدبیر:

نفیرہ اور سابور نے ایک دوسرے کو دیکھا تو ایک دوسرے پر لٹو ہو گئے' اس لڑکی نے سابور کو پیغام بھیجا کہ اگر میں تجھے ایسی ترکیب بتاؤں جس سے تم اس قلعہ کی فصیل تک کو توڑ دو گے اور میرے والد کو قتل کر دو گے۔ تو اس کے عوض تم میری آؤ بھگت کرو گے؟ سابور نے جواب دیا کہ میں تمہیں اپنی دوسری بیویوں کی نسبت ارفع مقام دوں گا اس پر اس نے یہ ترکیب بتائی کہ ایک کبوتر اور فاختہ لو اور اس کے نیچے لکھو "بحیض جاریہ بکر رزقا" پھر اس کو چھوڑ دو وہ اس شہر کی دیوار پر بیٹھ جائے گی۔

قلعہ فتح ہونا:

یہ اس شہر کا خفیہ راز تھا۔ اس کے بغیر وہ منہدم نہیں ہو سکتا تھا۔ لڑکی کی اس تدبیر پر عمل کر کے سابور خود لشکر کے ساتھ تیار رہا اس لڑکی نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ میں محافظوں کو شراب پلاؤں گی۔ جب وہ مست ہو جائیں گے تم ان کو قتل کر دینا اور سیدھے شہر میں داخل ہو

جانا اس نے تدبیر پر عمل کیا تو شہر منہدم ہو گیا اور اسے زبردستی فتح کیا۔

اشعار:

فیزن کو قتل کیا فیزن کے ساتھ قضاعۃ کے لوگوں کو اور ان کے علاقوں کو ایسے مٹا دیا کہ آج ان کو جاننے والا نہ رہا بنو حلوان کے قبائل پر بھی یہ مصیبت پڑی وہ بھی ختم ہو گئے عمرو بن الہ جو فیزن کے ساتھ تھا اس واقعہ پر کہتا ہے کہ:

1. یہ خبر مشہور ہے تو کیا تجھے اس حادثے نے غمگین نہیں کیا جو بنو عبید کے سواروں کو پیش آیا۔
2. فیزن اور بھائیوں کا بچھڑ جانے اور تزید کے وفادار بہادروں کے قتل ہونے نے۔
3. ان پر نہایت بہادر جنگجو اور ہاتھیوں کا ریلا لے کر سابور پر حملہ آور ہوا۔
4. اور سابور نے قلعے کی بنیادی چٹان ڈھا دی گویا کہ اس کا پلاٹ لوہے کی تختی تھی۔

نفیرہ کو شوہر کے ہاتھوں سزا:

سابور نے اس شہر کو کھنڈر بنا دیا اور نفیرہ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور غیتم میں اس کے ساتھ رات گذاری۔ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ پوری رات بستر کے کھردرے پن کی وجہ سے تکلیف میں رہی حالانکہ وہ بستر خاص ریشم کا تھا جس میں خاص ریشم بھرا تھا۔ لہٰذا اس کی تکلیف کا سبب تلاش کیا گیا تو اس کے پیٹ کی سلوٹ کے ساتھ چپکا ہوا ایک کاغذ ملا جس کے نشانات پیٹ پر بھی تھے۔ وہ لڑکی اتنی خوبصورت تھی کہ چہرے اور جلد کی خاص رری کی وجہ سے اس کے گودے سے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔ سابور نے کہا تیرا ناس ہو کون سی چیز تجھے تیرا باپ کھلاتا تھا؟ اس نے کہا مکھن، مغز، نئی شہد کی مکھیوں کا شہد اور خالص شراب میری خوراک تھی۔ یہ سن کر سابور نے کہا کہ تیرے باپ کی قسم! میں نے ابھی تیرے ساتھ وصل حاصل کیا ہے۔ تو کیا مجھے ترجیح ہو گی تیرے اس باپ پر جو تجھے ایسی غذا کھلاتا ہے۔ یعنی تو نے جیسے اپنے باپ کو قتل کروایا ویسا سلوک میرے ساتھ بھی کرے گی۔ چنانچہ ایک تیز رفتار گھوڑ سوار کو حکم دیا تو اس نے اس کی مینڈھیاں گھوڑے کی دم سے باندھیں اور اس بدبخت نفیرہ کے ٹکڑے کر دیئے۔ اسی پر شاعر کا یہ قول ہے:

1. قلعہ مرباغ ثرثا کا کنارہ سب کے سب نفیرہ سے خالی ہو گئے۔
2. اس نے شہر کو مرمر کے ذریعے پختہ کیا۔ اور چونے سے مضبوط کیا لیکن اب اس کے کھنڈرات پر پرندوں کے گھونسلے ہیں۔
3. حوادث زمانہ نے اس کو نہیں ڈرایا اچانک اس کے ہاتھ سے ملک نکل گیا اور اس کا دروازہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سابور نے میسان میں شاذ سابور تعمیر کیا جس کو نبطی زبان میں ریما کہا جاتا ہے سابور کے زمانے ہی میں مانی الزیق ظاہر ہوا اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ جب سابور جندی سابور کے مقام پر گیا۔ تو وہاں ایک بوڑھا آدمی ملا تو سابور نے اس سے پوچھا کہ یہاں پر شہر بنانا جائز ہے؟ اس نے سابور سے کہا دونوں کام جنہیں آپ مشکل سمجھ رہے ہیں ہو جائیں گے۔ تو سابور نے شہر کی بنیاد ڈالی۔ اور بیل نامی بوڑھے کو ایک استاد کے سپرد کیا۔ اور اس پر لازم کیا کہ اس کو حساب اور لکھائی ایک سال میں سکھا دو استاد اس بوڑھے کو لے گیا اور اس کی داڑھی اور سر مونڈھ دیا کہ ان بالوں سے نہ کھیلے اور پھر اچھے طریقے سے پڑھنا شروع کیا۔ پھر سابور کے پاس اس کو واپس لایا۔ جب کہ وہ ماہر بن چکا تھا اب سابور نے اس بوڑھے کو شہر کے خزانے کے حساب و کتاب کا ذمہ دار بنا دیا۔ اور ایک شہر تعمیر کیا جس کا نام بازنہ پور سابور رکھا۔ جس کا مطلب تھا۔ کہ یہ انطاکیہ سے بہتر ہے اور سابور کے شہر کو جس جندی سابور کہا

جاتا ہے اور اہل اہواز کو بیل کہتے ہیں۔ اس کے گورنر کے نام کی وجہ سے جب سابور کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے ہرمز کو حاکم بنادیا اور عمل کی تاکید کے ساتھ ایک عہد نامہ اس کو لکھ دیا۔

اب مؤرخین کا اس میں اختلاف ہے کہ سابور کی حکومت کتنے سال رہی بعض نے تیس سال پندرہ دن اور بعض نے اکتیس سال چھ ماہ انیس دن مدت بیان کی۔

ہرمز بن سابور:

سابور بن اردشیر بن بابک کے بعد اس کا بیٹا ہرمز حاکم بنا اس کو جری کا لقب دیا گیا یہ اپنے جسم اور صورت میں اردشیر سے مشابہ تھا البتہ رائے اور تدبیر میں اس جیسا نہ تھا۔ لیکن جرات' بہادری' اور اخلاق میں اعلیٰ درجے کا تھا۔

ہرمز کی ماں:

اس کی ماں مہرک کی بیٹی تھی' جس کو اردشیر نے قتل کیا تھا اس قتل کا سبب یہ تھا۔ کہ نجومیوں نے بتایا کہ مہرک کی نسل سے بادشاہ پیدا ہوگا اس خبر پر اردشیر نے مہرک کی نسل کا بیج مار دیا لیکن ہرمز کی ماں یعنی مہرک کی بیٹی بھاگ گئی اور وہ حسن اور کمالات میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ وہ ایک دیہات میں چلی گئی اور بعض چرواہوں کے ہاں پناہ لی۔

سابور کا ہرمز کی ماں سے نکاح:

سابور ایک دن شکار کے لیے نکلا اور شکار کی طلب میں ان تھک کوشش کی جس سے اس کو سخت پیاس لگی وہ خیمے جن میں ام ہرمز نے پناہ لی تھی وہ سابور کو نظر آئے تو ان کی طرف پانی کی تلاش میں چل پڑا وہاں گیا تو ام ہرمز کو اس نے دیکھ لیا اور اس وقت چرواہے غائب تھے اس نے اس سے پانی مانگا اس لڑکی نے پانی دے دیا سابور نے لڑکی کا عمدہ جمال خوبصورت چہرہ' اچھا ڈیل ڈول دیکھا۔ اتنے میں چرواہے آگئے سابور نے ان سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا تو ایک چرواہے نے اسے اپنی طرف منسوب کیا اس پر سابور نے مطالبہ کیا کہ اس سے میرا نکاح کریں چرواہے نے سابور کی بات پوری کر دی۔

سابور کی ہرمز کی ماں سے صحبت:

سابور اس کو اپنے گھر لے آیا اور قربت کی خواہش کی لیکن اس لڑکی نے انکار کر دیا۔ سابور کو اس بات سے حیرانی ہوئی جب یہ سلسلہ دراز ہوا تو سابور کو ناگواری ہوئی اس نے اس لڑکی سے حقیقت دریافت کرنا چاہی تو اس پر عورت نے اسے بتادیا کہ وہ مہرک کی بیٹی ہے اور وہ یہ سختی اس لیے کر رہی ہے کہ مبادا اس کے ساتھ جماع کو ناپسند کر کے اردشیر سابور کو قتل نہ کر دے اس پر سابور نے اس سے وعدہ کیا اس معاملے کو وہ خفیہ رکھے گا پھر اس نے اس عورت کے ساتھ جماع کیا اور ہرمز کی پیدائش ہوئی اور یہ معاملہ پوشیدہ رہا یہاں تک کہ کئی سال گزر گئے۔

حقیقت کھل گئی:

اردشیر ایک دن سوار ہوا اور پھر واپسی کسی کام کے لیے سابور کے گھر آیا گھر میں داخل ہوا جب وہاں ٹھہرا تو ہرمز باہر نکلا اور گیند سے کھیلنے اور اس کے پیچھے بھاگنے لگا اور بچوں کی طرح شور بھی مچا رہا تھا جب اردشیر نے اسے دیکھا تو اپنی قوم کی علامات اس میں نہ پائیں اس لیے اس کو ناگواری ہوئی کیونکہ اردشیر کی اولاد کسی پر پوشیدہ نہ تھی خاص نشانیوں کی وجہ سے مثلاً چہرے کی خوبصورتی'

درازقامت اور دیگر امور جو اس کی اولاد کے ساتھ خاص تھے اردشیر نے اس کو اپنے قریب بلایا اور سابور سے اس کے بارے میں پوچھا سابور اپنے باپ کے سامنے اپنی غلطی کا اقرار کر لیا اور سچ بات بتادی یہ بات اردشیر کو اچھی لگی اور اسے بتایا کہ نجومیوں نے مہرک کی اولاد میں بادشاہت کی جو خبر دی تھی وہ ہوگئی اور ان کی مراد ہرمز ہی تھا جو مہرک کی اولاد میں ہوا تھا پھر اردشیر نے بتایا کہ میرا دل مطمئن ہے اور دل سے ساری رنجش نکال دی ہے۔

ہرمز کی حکومت کی ابتداء:

جب اردشیر مر گیا اور حکومت سابور کے پاس چلی گئی تو اس نے ہرمز کو خراسان کا گورنر بنا دیا اور اس کی طرف روانہ کر دیا ہرمز وہاں مستقل حاکم ہوا اور اردگرد کے بادشاہوں کا قلع قمع کر دیا اور انتہائی سختی کا اظہار کیا اور تکبر دکھلایا جس پر چغل خوروں نے سابور کے پاس اس کی چغلیاں کیں اور یہ باور کرایا کہ اب اگر سابور اپنا حکم منوانا چاہے تو ہرمز اس پر تیار نہ ہوگا اور اطاعت نہ کرے گا اور مستقل حکومت قائم کر رہا ہے۔

ہرمز کا اپنا ہاتھ کاٹ لینا:

یہ ہی خبریں ہرمز کو پہنچ گئیں تو اس نے تنہائی میں اپنا ہاتھ کاٹ دیا اور کٹا ہوا ہاتھ عمدہ کپڑوں میں لپیٹ کر ٹوکری میں ڈال کر سابور کو بھیجا اور اس کے ساتھ لکھ بھیجا کہ میرا یہ عمل مستقل حکومت کے قیام کی تہمت کے ازالے کے لیے ہے۔ کیوں کہ کسی آفت زدہ کو حاکم نہیں بناتے تھے اب اس کا ہاتھ کٹنے کی وجہ سے وہ حاکم بننے کا اہل نہیں رہا تھا جب یہ خبر سابور کو پہنچ گئی تو وہ سخت غمگین ہوا اور غم سے چور ہو گیا۔

اور اپنے غم کی کیفیت ہرمز کو لکھ بھیجی اور یہ بھی لکھا کہ اگر ہرمز اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے تو تب بھی ہرمز پر کسی دوسرے کو حکومت کے سلسلے میں ترجیح نہ دے گا پھر سابور نے ہرمز کو حاکم مقرر کیا کہا جاتا ہے کہ جب ہرمز کے سر پر شاہی تاج رکھا گیا تو اس کے پاس اشراف آئے اور اس کے حق میں دعا کی ہرمز نے بھی ان کو اچھا سلجھا ہوا جواب دیا اشراف اس کی سچائی جان گئے پھر ہرمز نے اپنے طرز عمل کو ان کے بارے میں اچھا رکھا اور ان کے ساتھ انصاف کیا اور اپنے آباء کے نقش قدم پر چلا اور رام ہرمز نامی ایک شہر بسایا اس کی حکومت ایک سال دس دن رہی۔

بہرام بن ہرمز:

ہرمز کے بعد ملک کی باگ ڈور اس کے بیٹے بہرام کے ہاتھ میں آ گئی اس کا نسب یہ ہے بہرام بن ہرمز بن سابور بن اردشیر بن بابک۔

عمرو بن عدی بن نصر بن ربیعہ کی ہلاکت کے بعد ربیعہ و مصر عراق و حجاز کی سرحدوں پر عمرو بن عدی کا بیٹا عامل تھا۔ یہ آل نصر بن ربیعہ اور فارسی بادشاہوں کے عاملوں میں سے پہلا عامل تھا۔ جس نے نصرانی مذہب قبول کیا تھا اور ہشام بن محمد روایت کرتے ہیں کہ اس کی حکومت ایک سو چودہ سال رہی سابور کے زمانے میں تیس سال ایک ماہ ہرمز کے زمانے میں ایک سال دس دن بہرام کے زمانے میں تین سال تین ماہ اور بہرام بن بہرام کے زمانے میں اٹھارہ برس حاکم رہا۔

بہرام کا انداز حکومت:

بہرام بن ہرمز نرم اور حلیم الطبع انسان تھا لوگ اس کی حکومت سے خوش ہوئے اور اس نے اپنا کردار ان کے بارے میں اچھا

رکھا لوگوں کی سیاست کے متعلق اپنے آبا کا پیروکار رہا۔ مانی الزندیق اسے اپنے دین کی طرف بلاتا تھا۔لیکن بہرام نے اس سے برات کی اور شیطان کی طرف بلانے والا سمجھا اور اس کے قتل کا حکم دے دیا اور یہ کہا کہ اس کی کھال اتار کر اس میں گھاس بھر کر جندی سابور کے دروازے پر لٹکائی جائے اس کے ساتھ اس کے چیلے بھی قتل کر دیے گئے بہرام کی حکومت تین سال تین ماہ تین دن رہی۔

بہرام بن بہرام بن ہرمز:

بہرام کے بعد اس کا بیٹا بہرام حکومت کا مالک بنا وہ بھی امور مملکت سے متعلق علم و دانش کا مالک تھا جب اس کے سر پر تاج رکھا گیا تو اس کو بھی اشراف مملکت نے آ کر دعا دی جس طرح اس کے آباء کو دیا کرتے تھے۔اس نے بھی اچھا جواب دیا اور کہا کہ اگر زمانے نے ہماری موافقت کی تو ہم لشکر کے ساتھ اس کو قبول کریں گے۔ ورنہ قسمت پر راضی ہیں۔اس کے سن حکومت اور مدت میں اختلاف ہے۔بعض نے اٹھارہ سال اور بعض نے سترہ سال اس کی حکومت بتائی۔

ابن بہرام:

پھر بہرام بن بہرام کا بیٹا بہرام جس کا لقب شہنشاہ تھا حاکم بنا جب اس کو تاج پہنایا گیا تو اشراف اس کے پاس آئے اور دعا خیر کی اس نے بھی اچھا جواب دیا بادشاہ بننے سے قبل وہ بحستان کا گورنر تھا اس کی حکومت چار سال رہی۔

نرسی بن بہرام کا ذکر:

پھر اس کے بعد ملک کا حکم نرسی بن بہرام بنا جو بہرام ثالث کا بھائی تھا۔ جب اس کو تاج پہنایا گیا تو اشراف وعظماء اس کے پاس آئے اور اس کے حق میں دعائے خیر کی اس نے بھی ان سے بھلائی کا وعدہ کیا اور ان سے درخواست کی کہ حکومت کے واسطے میری مدد کریں اور انتہائی عدل سے پیش آیا اور ایک دن کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر جو احسان کیا ہے۔اس کا شکر ضائع نہیں کریں گے اس کی حکومت نو سال رہی۔

ہرمز بن نرسی کا ذکر:

نرسی کے بعد ہرمز بن نرسی بن بہرام بن ہرمز بن سابور بن اردشیر حاکم بنا لوگ گویا اس سے مصیبت میں پھنس گئے اور اس کی نسبت سے شدت وسختی محسوس کی اس نے لوگوں سے پوچھا کہ وہ اس سے کیوں ڈرتے ہیں۔اسے معلوم ہوا تو اس نے اپنے اخلاق میں سختی وشدت کے بجائے نرمی اور رغبت پیدا کر دی ہے۔ پھر اس نے انتہائی عدل کے ساتھ حکومت کی وہ بلاد کی تعمیر اور کمزوروں کی دستگیری پر حریص تھا پھر اس کی وفات اس حال میں ہوئی کہ اس کی اولاد نہ تھی لوگوں پر یہ بات شاق گزری تو انہوں نے اس کی ازواج سے بے رغبتی کی نسبت سوال کیا لیکن اس نے بتایا کہ اس کی بعض بیویاں حاملہ ہیں بعض نے کہا کہ ہرمز نے اسی حمل کے بارے میں وصیت کی تھی اور اس عورت نے سابور ذوالاکتاف کو جنا۔

ہرمز کی حکومت بعض کے قول کے مطابق چھ سال پانچ ماہ اور بعض کے مطابق سات سال پانچ ماہ تھی۔

سابور ذوالاکتاف:

پھر سابور ذوالاکتاف اس حال میں پیدا ہوا کہ اس کے والد نے اس کی حکومت کے متعلق وصیت کر دی تھی لوگ اس کی ولادت سے خوش ہوئے اور اس کی خبر چاروں طرف پھیلا دی۔ ملک کی تمام بستیاں اور کنارے خطوط وغیرہ کے ذریعے اس کی ولادت سے

مطلع ہو گئے وزراء اور کتاب نے وہی اعمال شروع کیے جو اس کے والد کی حکومت میں سرانجام دیتے رہے تھے معاملہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ یہ خبر مشہور ہوئی اور تمام اہل فارس کو پتا چلا کہ ان کا کوئی بادشاہ نہیں اور وہ محض ایک بچے کے محکوم ہیں پتہ نہیں اس کا معاملہ کیا ہوگا اس وجہ سے ترکی اور رومیوں کو بلاد فارس میں لالچ پیدا کرنے کا موقع ملا۔

ملک فارس پر عربوں کا حملہ:

عرب کے علاقے فارس کے سب سے زیادہ قریب تھے اور یہ عربی ساری قوموں میں اپنی تنگدستی اور خراب حالت کے باعث زیادہ محتاج تھے کہ اپنے معاش کا سامان کہیں سے تلاش کریں اس وجہ سے عبدالقیس بحرین کاظمہ کی ایک بڑی تعداد سمندر کے راستے ابرشہر اردشیر خرہ کے سواحل اور دیگر فارس کے اطراف کے علاقوں پر آ وارد ہوئی اور وہاں کے رہنے والوں کی زراعت مویشی اور دیگر مال اسباب پر قبضہ کر لیا اور ان علاقوں میں خوب فساد برپا کیا یہ غارت گر عرب اپنی اس جنگی حالت میں کافی عرصہ رہے انہیں فارس کی جانب سے کسی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا کیونکہ فارس کا تاج شاہی ایک بچے کے سر پر تھا جس کی کوئی ہیبت نہ تھی۔

سابور کی عقلمندی:

لیکن جب سابور جوان ہونے لگا تو اس کی سب سے پہلی حسن تدبیر یہ ظاہر ہوئی کہ وہ ایک دفعہ رات کو بیدار ہوا جب کہ وہ طسبون میں شاہی محل میں تھا اور بیداری لوگوں کے شور و شغب کی وجہ سے تھی اس نے شور کا سبب پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ دجلہ کے پل پر لوگوں کا ہجوم کی وجہ سے شور ہو رہا ہے اس نے ایک دوسرا پل بنانے کا حکم دیا تا کہ آنے والوں کے لیے الگ اور جانے والوں کے لیے الگ پل ہو اور تکلیف سے لوگ بچ جائیں اور بھیڑ ختم ہو جائے لوگوں نے اس کی کم عمری کے باوجود اس ذہانت کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اس نے جو حکم دیا اس کی تعمیل شروع ہوگئی اور سورج غروب نہ ہوا تھا کہ پل تعمیر ہو گیا اور لوگوں کو ازدہام کی مشقت سے آرام مل گیا وہ لڑکا یعنی سابور ایک ایک دن میں اتنا بڑا ہوتا جتنا دوسرے بچے کافی عرصے میں ہوتے ہیں۔

وزراء اور حکومتی افسروں کا اس کے پاس آنا:

وزراء اور حکومت اس کے پاس اپنے معاملات کے تصفیے کے لیے آنے لگے۔ سب سے بڑا اور اہم جو معاملہ پیش ہوا وہ سرحدوں پر فوجیوں کے کا معاملہ تھا اور ان کے مطابق اکثر جگہیں دشمن کے مقابل کمزور ہو رہی ہیں اور یہ معاملہ نہایت اہمیت سے پیش کیا۔

لیکن سابور نے جواب دیا کہ اس پر پریشانی کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی تدبیر آسان ہے اور ان فوجیوں کو ایک خط لکھنے کا حکم دیا کہ تمہارا سرحدوں پر ٹھہرنا اور اقرباء سے دور رہنا طویل ہو گیا ہے لہٰذا جو اپنے گھر آنا چاہتا ہے آ سکتا ہے اور جو صبر کے ساتھ باقی ایام پورے کرنا چاہے تو اس کی قدر کی جائے گی اور وہ آگے کی خالی جگہ چلے جائیں اور دشمن کے مقابل صفیں پوری کریں۔

جب وزراء نے اس کی یہ تدبیر سنی تو نہایت پسند کیا اور کہا کہ اگر اس لڑکے کو فوجی معاملات کا تجربہ بھی ہوتا تو اس سے بہتر رائے نہ ہوتی جو ہم نے اب سنی اس کی ذہانت اور حسن تدبیر کی خبریں سرحدوں اور شہروں میں مسلسل پہنچنے لگیں جس سے اس کے فوجیوں کے حوصلے بلند ہوئے اور دشمن رسوا ہو گئے اور ان کا قلع قمع ہو گیا۔

سابور بادشاہ کا خطاب:

یہاں تک کہ اس کی عمر کے سولہ سال پورے ہو گئے اور وہ اسلحہ اٹھانے اور گھوڑے پر سوار ہونے کے قابل ہو گیا۔ اس وقت اس نے فوجی افسران اور اشراف مملکت کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کی جس میں اپنے آباؤ اجداد پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر کیا اور جو انھوں نے اپنی قوم کی بھلائی کے لیے اور دشمنوں کی رسوائی کے لیے جو کارنامے انجام دیئے ان کا ذکر کیا اسی طرح اس کے بچپن میں جو معاملات ڈھیلے پڑ گئے تھے سب کا ذکر کیا اور پھر انہیں بتایا کہ اب وہ اپنے ملک کی حفاظت از سر نو کرے گا دشمنوں سے مڈبھیڑ کے لیے خود جانے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کے ساتھ جانے والوں کی تعداد ایک ہزار ہوگی۔

سابور کا لشکر کی قیادت کرنا:

لوگ اس کو دعا دیتے ہوئے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کی اس تقریر پر کھڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے درخواست کی کہ بادشاہ سلامت یہاں ہی قیام فرمائیں اور لشکر کو روانہ فرمائیں وہ آپ کی طرف سے وہ مہم سر کر لے گا جس کا ارادہ کیا ہے لیکن اس نے انکار کر دیا پھر انہوں نے مطالبہ کیا کہ اپنے ساتھ جانے والے فوجیوں کی تعداد کو بڑھایئے لیکن وہ ایک نہ مانا پھر چوٹی کے ایک ہزار شہسوار منتخب کیے اور اپنے ارادے کی تکمیل کے لیے آگے بڑھا اور اپنے ہمراہی افواج کو حکم دیا کہ اپنے مخالف عربوں پر ترس نہ کھانا اور مال حاصل کرنے پر بھی متوجہ نہ ہونا۔

سابور کا عربوں کو تہ تیغ کرنا:

چنانچہ انہیں ساتھ لے کر عربوں پر حملہ آور ہوا اس حال میں کہ وہ لوٹ کھسوٹ میں مصروف تھے ان کا بے دریغ قتل کیا اور عرب بے انتہا سختی کے ساتھ قید کیے باقی بھاگ گئے اور علاقوں کی تقسیم کی کہ فلاں ٹولہ فلاں علاقے پر حملہ آور ہو فلاں فلاں علاقہ پر اور وہ خود مقام خط اور تمام بلاد بحرین گیا اور سب کا بیج مار دیا نہ کسی سے فدیہ قبول کیا اور نہ ہی مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوا اپنی اس روش پر چلتا گیا' یہاں تک کہ حجر پہنچ گیا وہاں تمیم اور بکر بن وائل اور عبدالقیس کے بدو تھے ان کا بھی خوب قتل کیا اور ایسا خون بہایا کہ جیسے بارش برس رہی ہو یہاں تک کہ ان کا بھاگنے والا یہ گمان کرتا تھا کہ کوئی غار یا کوئی جزیرہ یا سمندر ان کو پناہ نہ دے گا۔ پھر عبدالقیس کے علاقوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں کے لوگوں کو ہلاک کر دیا البتہ بھاگنے والے بچ گئے۔

پھر اس کے بعد مقام رمال جا پہنچا اس کے بعد یمامہ آیا اور وہی قیامت برپا کی مزید براں یہ کہ وہ عرب کے جس پانی کے کنویں سے گزرتا اس کو مٹی سے بھر کر اس کا پانی ختم کر دیتا تھا پھر وہ مدینہ کے قریب آیا اور وہاں جتنے عرب رہتے تھے ان سب کو قتل کر دیا اور قید کیا اس کے بعد بکر و تغلب کے علاقوں کی طرف متوجہ ہوا جو فارس اور روم کے درمیانی علاقے تھے ملک شام میں وہاں بھی قتل اور قید اور پانی کی بندش کے مظالم دہرائے بحرین کے بنی تغلب کے لوگوں کو اس نے دارابین اور خط میں بسایا اور عبدالقیس اور بنو تمیم و حجر اور بنو بکر بن وائل کے لوگوں کو کرمان میں جگہ دی انہی لوگوں کو بکر ابان کہا جاتا ہے۔ اور بنو حظلہ کے افراد کو اہواز رملی کے علاقوں میں بسایا۔

''برج سابور'' شہر کی تعمیر کا حکم:

اس نے ایک شہر بنانے کا حکم دیا جس کا نام برج سابور ہے۔ اس کو انبار کہتے ہیں۔ یہ ارض سواد میں تعمیر ہوا اور اہواز میں دو

شہر تعمیر کیے' ایک ایران کرہ سابور جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایران اور اس کے شہر سریانی زبان میں اس کو کرخ کہا جاتا ہے دوسرا شہر سوس آباد کیا۔ یہ وہی شہر ہے۔ جو اس قلعہ کے کنارے بنایا گیا۔ جس قلعے میں دانیال علیہ السلام کا جسد اطہر موجود ہے اس کے بعد اس نے روم کے علاقوں میں بھی جنگ کی بہت سوں کو قید کیا اور ایران خراسان میں بسایا۔ عرب نے تخفیف کے بعد اس کو سوس کا نام دے دیا پھر سابور نے حکم دیا کہ توباجرمی میں فنی سابور اور کورکورہ اور خراسان میں یستابور اور کورکورہ نامی شہر تعمیر کیے جائیں۔

رومیوں سے جنگ بندی اور اس کے نتائج:

سابور نے قسطنطین شاہ روم کے ساتھ جنگ بندی کی تھی۔ یہ وہی شاہ روم ہے۔ جس نے قسطنطنیہ شہر آباد کیا اور رومی بادشاہوں میں سب سے پہلا بادشاہ تھا' جس نے نصرانی مذہب قبول کیا تھا جب اس کی وفات ہوئی تو مملکت اس کے تین بیٹوں میں بٹ گئی۔

جب وہ فوت ہو گئے تو حکومت اس کی آل میں سے ایک لیانوس نامی شخص کے پاس چلی گئی۔ یہ شخص قدیم رومی مذہب کا پیروکار تھا البتہ اظہار عیسائیت ہی کرتا تھا۔ جب وہ حکمران بنا تو اپنے سابق مذہب کا اعلان کر دیا اور رومی مملکت کو بھی اسی ملت پر لوٹایا عیسائی راہبوں اور دیگر مذہبی پیشواؤں کے قتل اور عبادت گاہوں کے ڈھانے کا حکم دیا اور روم فزاعرب کے افراد کو جمع کیا تا کہ انہیں ساتھ لے کر سابور پر حملہ آور ہو عرب چونکہ سابور کے ہاتھوں بے دردی سے قتل ہوئے تھے۔ اس لیے بقیہ ماندہ اس کے خون کے پیاسے تھے۔ انہوں نے انتقام کے لیے موقع کو غنیمت جانا اور یکدم تیار ہو گئے۔ اور ملیانوس کے لشکر میں ایک لاکھ ستر ہزار سپاہی جمع ہو گئے' اس نے ان سب کو ایک رومی افسر یوسانوس نامی کے ہمراہ مقدمے کے طور پر سابور سے مقابلے کے لیے روانہ کر دیا اور خود ملیانوس بھی فارس کے شہروں میں آوردہ ہوا۔ جب سابور کو اس کے فوجیوں کی کثرت کا علم ہوا تو اسے نہایت پریشانی ہوئی' اور حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے جاسوس روانہ کیے تا کہ ان کی تعداد اور شجاعت وغیرہ کو معلوم کر سکیں جب وہ جاسوس خبر لائے تو باہم مختلف اور متضاد قسم کی خبریں تھیں اس لیے سابور کو اس سے ناگواری ہوئی۔ اور وہ خود چند معتمد افراد کے ساتھ روانہ ہوا تا کہ رومی افراد کا معائنہ کر سکے جب ان کے لشکر کے قریب آیا تو اپنے گروہ کے چند افراد روانہ کیے۔ تا کہ رومی لشکر کا حال معلوم کر سکیں لیکن رومی ان پر پل پڑے اور انہیں گرفتار کر کے سیدھا یوسانوس کے پاس لے آئے ان جاسوسوں سے جب آنے کی وجہ دریافت کی تو کسی نے کچھ نہ بتایا البتہ ایک نے سارا راز اگل دیا۔ اور سابور کی آمد اور جائے قرار وغیرہ سب امور کی حقیقت اپنے دشمن یوسانوس کو بتا دی اور مزید یہ کہا کہ آپ میرے ساتھ اپنے کچھ فوجی بھیج دیں میں سابور کو ان کی تحویل میں دے دوں گا۔ یہ سن کر یوسانوس نے اپنا ایک نہایت رازدار آدمی سابور کی طرف بھیجا تا کہ اسے ڈرائے دھمکائے اور اس کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کی اس کو خبر دے۔ سابور اس جگہ سے ہٹ کر واپس اپنی چھاؤنی میں آ گیا' لیانوس کے ساتھ جو افراد تھے۔ انہوں نے سابور سے جنگ کی اجازت چاہی تو اس نے اجازت دے دی اس پر انہوں نے ہلہ بول دیا اور انتہائی خون ریزی کی خود سابور بھاگ گیا اور اپنے بقیہ فوجیوں کے ساتھ طیسیون جو سابور کا محلہ تھا اس پر لیانوس قابض ہو گیا۔ اور اس کے بہت سارے اموال اور خزائن ہتھیا لیے اس شکست کے بعد سابور نے اپنے ملک کے اطراف میں اپنی داستان لکھ بھیجی اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ وہاں کے سارے جنگجو جمع ہوں تا کہ رومیوں سے مقابلہ کیا جا سکے اتنا لکھنا تھا کہ فارسیوں کا سیلاب امنڈ آیا جس کے ساتھ مل کر سابور نے لیانوس سے جنگ کی طیسیون کو واپس لے لیا۔ لیانوس نے

اس کے بعد بھی اردشیر اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں اپنی فوج کے ہمراہ ڈیرہ ڈال دیا اور اسی دوران ایک دن وہ اپنے حجرہ میں تھا۔ کہ ایک انجانا تیر اسکے لگا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اور بلاد فارس سے اپنے علاقے چھڑانے سے مایوس ہو گئے اور اب سارے بادشاہ اور قائد کے بغیر محض ایک بن چرواہے کے ریوڑ کی طرح ہو گئے۔ وہ سب یوسانوس کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ کو تاج شاہی پہنانے کی خواہش ہے۔ لیکن اس نے انکار کر دیا اور اصرار کرنے لگے تو اس نے بتادیا کہ میں دراصل نصرانی ہوں اور اپنے دین کے مخالف لوگوں کی قیادت نہیں کرسکتا رومیوں نے اس پر جواب دیا کہ وہ خود بھی اسی ملت کے پیرو کار ہیں۔ البتہ لیانوس کے ڈر سے انہوں نے یہ بات چھپائے رکھی تھی اس حقیقت کی وضاحت کے بعد یوسانوس نے حکومت کی قبولی پر آمادگی کا اظہار کیا لوگوں نے اس کو حاکم بنادیا اور عیسائیت کو ظاہر اور غالب کیا۔

یوسانوس کی اطاعت:

سابور کو جب لیانوس کی ہلاکت کا پتہ چلا تو اس نے رومی افسر کو خط لکھا کہ تمہارے ظلم اور ہمارے علاقوں پر چڑھائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل کیا اور ہمیں تم پر قدرت عطا فرمائی اب ہمارا گمان تو یہ ہے کہ تم ہماری تلواروں اور نیزوں کے بغیر صرف بھوک سے ہی مر جاؤ گے اس لیے اگر تم نے کوئی حاکم مقرر کیا ہے تو اسے ہمارے پاس بھیج دو۔ اس خط کے سننے کے بعد یوسانوس نے سابور کے پاس جانے کا ارادہ کیا لیکن کوئی فوجی افسر اس کی رائے پر حامی نہ ہوا تاہم اس نے اپنی رائے پر عمل کرتے ہوئے اسی افراد کے ساتھ جو اشراف میں سے تھے مل کر سابور کے پاس حاضر ہوا اس حال میں کہ یوسانوس کے سر پر تاج موجود تھا اس نے آداب شاہی بجالائے۔ سابور نے اس کو گلے لگایا اور اطاعت کا شکریہ ادا کیا اس نے اس دن سابور کے ہاں کھانا کھایا پھر سابور نے رومی افواج کے سربراہ کو لکھ بھیجا کہ اگر یوسانوس کو حاکم مقرر کیا تو ان کو قتل کر دیا جائے گا البتہ یوسانوس کو حاکم مقرر کرنا انہیں سابور کی قوت اور پکڑ سے نجات دلا سکتا تھا اس کی کوشش سے یوسانوس کی قدر بلند ہوئی تو سابور نے کہا کہ رومیوں نے ہمارے علاقوں پر غارت گری کی اور ہمارے لوگوں کو قتل کیا اور ارض سواد کے درخت اور نخلستان کاٹ دیئے اور اس کی عمارت کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا اب یا تو اس تباہی کا معاوضہ ہمیں دیا جائے یا اس کے بدلے نصیبین اور اس کے آس پاس کے علاقے ہمارے حوالے کیے جائیں جب کہ یہ علاقے تو ہیں ہی فارس کے ان پر تو رومیوں نے ایسے ہی قبضہ کر لیا ہے یوسانوس اور دیگر افسران اسے عوض دینے کے لیے تیار ہو گئے اور نصیبین کا علاقہ اسے دے دیا جب اس علاقے کے رہائشیوں کو پتا چلا تو وہ وہاں سے جلاوطن ہو گئے کیونکہ مخالف ملت کے حکم سے انہیں اپنی جانوں کا ڈر تھا اس کے بعد جب سابور کو ان کی جلاوطنی کا پتہ چلا تو اس نے اصطخر اصبہان اور دوسرے علاقے کے لوگوں کو جو تقریباً بارہ ہزار خاندان پر مشتمل تھے نصیبین میں بسادیا یوسانوس اور اس کے ساتھ دیگر افسران واپس روم آ گئے پھر کچھ عرصہ تک یوسانوس نے حکومت کی اور چل بسا سابور کو ذوالاکتاف اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ عرب کے قتل پر سخت جری تھا اور بے باک تھا یہاں تک کہ وہ ان کے سرداروں کے کندھے اتار دیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کو ذوالاکتاف ''یعنی کندھوں والا'' کا لقب ملا۔

سابور رومی علاقوں میں:

بعض اہل تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ جب فارس بحرین اور یمامہ اور فارس کے ساحلی علاقے کے رہنے والے عربوں کا سابور نے بے دریغ قتل کیا تو پھر شام جا اترا اور وہاں سے روم کی سرحد چلا گیا اس کے بعد اپنے لوگوں کو بتایا کہ وہ رومیوں کے پاس جا کر

ان کے لشکر کی تعداد معلوم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس ارادہ کی تکمیل کے لیے وہ رومی علاقوں میں گھس گیا اور ایک عرصے تک وہیں گھومتا رہا۔

قیصر روم کی قید میں:

ایک دن اسے پتا چلا کہ وہ قیصر کے ولیمے میں داخل ہوگیا تا کہ قیصر کو پہچان سکے اور اس کے کھانے کی کیفیت بھی معلوم کرے لیکن لوگ سابور کو پہچان گئے اس لیے اسے گرفتار کرلیا گیا اور قیصر کے حکم سے اسے بیل کی کھال میں بند کرلیا گیا۔ پھر قیصر بلاد فارس پر حملہ آور ہوا اور سابور اس کے ساتھ اسی طرح قید تھا وہاں سے درختوں کو کاٹنے اور لوگوں کے خون خرابے میں قیصر نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی حتی کہ جندی سابور تک جا پہنچا وہاں کے باشندے قلعہ بند ہوگئے قیصر نے **منجنیقیں** نصب کیں اور قلعے کا کچھ حصہ ڈھا دیا۔

رہائی:

ایک دن سابور کے محافظ کچھ اس کی حفاظت سے غافل ہوگئے اور سابور جہاں قید تھا وہیں اھواز کے کچھ قیدی بھی تھے سابور نے انہیں حکم دیا کہ زیتون جوان کے قریب کے مشکیزوں میں ہے اسے اس پر لپیٹی کھال پر ڈال دیں انہوں نے ایسا ہی کیا تو وہ کھال پگھل گئی اور نرم ہوگئی وہ آہستہ آہستہ کھلتے ہوئے شہر کے دروازے کے قریب آ گیا اور وہاں اس شہر کے محافظوں کو اپنا نام بتایا جب اپنے اس شہر میں داخل ہوا تو اہل شہر انتہائی خوش ہوئے اور تسبیح و تکبیر و تحمید سے ان کی صدائیں بلند ہوئیں۔ قیصر کے لوگ ان آوازوں سے چونک گئے اس کے بعد سابور نے اپنا لشکر جمع کیا اور اسی رات پچھلے حصے میں قیصر پر شب خون مارا اور اس کی فوج کو قتل کر کے اسے قید کرلیا اور اموال اور عورتیں غنیمت کے طور پر حاصل کرلیں پھر قیصر کو نہایت سختی سے قید کیا اور قیصر نے جو فارس کے علاقے تباہ کیے تھے ان کی تعمیر کا مطالبہ کیا بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قیصر روم کی سرزمین مدائن اور جندی سابور سے مٹی نقل کروائے تا کہ وہاں ویران عمارتیں دوبارہ تعمیر کرے نیز سابور نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ ہمارے جو درخت و نخلستان کاٹے گئے ہیں ان کی جگہ اب زیتون لگانا ہے پھر اس کے بعد اس کی ایڑھی کاٹ ڈالی پھر اسے ٹانکا لگا کر اسے گدھے پر بٹھا دیا اور رومیوں کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ ہم پر بغاوت کا تجھے یہ بدلہ ملا ہے۔ پھر سابور اپنے ملک میں کچھ عرصہ رہا اس کے بعد رومیوں سے لڑا اور قید و قتل کا وہی سلسلہ چلا جن لوگوں کو قید کیا انہیں اپنے اس شہر جسے اس نے تعمیر کیا تھا اور موس کے کنارے پر واقع تھا ابرالنشہر سابور نامی میں بسایا اور نیسابور اور دوسرے شہر تعمیر کیے سنہ اور سجستان میں اس کے بعد ہند سے ایک طبیب کو ایک سوس کے علاقے کرخ میں منتقل کیا جب اس طبیب کا انتقال ہوا تو اہل سوس طب میں اس کے وارث ہوئے اور اس کی طب حاصل کی اس لیے اس طرف طب میں وہ تمام عجمیوں پر فائق تھے سابور کی حکومت ۷۲ سال تھی اس نے اپنے بعد حکومت کی وصیت اپنے بھائی اردشیر کے لیے کی۔ سابور کے زمانے میں مغرو بیہ پر اس کا عامل امرؤالقیس البلد بن عمر بن عدی بن ربیعہ بن نصر جب فوت ہوا تو اس نے اپنے بیٹے عمر بن امرؤالقیس کو عامل مقرر کیا اور سابور کے بقیہ زمانے میں اور اس کے بھائی اردشیر کے عہد حکومت میں اور سابور بن سابور کے عہد میں بھی وہی عامل رہا اس کی ولایت اور عربوں پر گورنری کی مدت ہشام بن محمد الکلبی کی روایت کے مطابق تیس سال تھی۔

اردشیر بن ہرمز:

سابور ذوالاکتاف کے بعد اس کے بھائی اردشیر بن ہرمز نے ملک کی باگ دوڑ سنبھالی جب تاج اس کے سر پر رکھا گیا تو وہ

عظماء کے لیے بیٹھ گیا وہ اس کے پاس آئے اور اس کے بھائی سابور کا شکریہ ادا کیا اس نے بھی انہیں اچھا جواب دیا اور بھائی کے شکریہ سے اسے جو خوشی ہوئی وہ بھی اس نے بتا دی جب اس کی حکومت اچھی ہوئی تو وہ اشراف اور اصحاب ریاست کی طرف متوجہ ہوا اور اکثر کو قتل کر دیا اس پر چار سال کے بعد لوگوں نے اسے معزول کر دیا۔

سابور بن سابور:

اردشیر کے بعد سابور بن سابور ذوالاکتاف حاکم بنا لوگوں کو اس کی حکومت سے خوشی ہوئی اور اس سے بھی کہ اس کے باپ کی حکومت اس کے پاس آ گئی وہ بھی لوگوں کے ساتھ اچھا رہا اور گورنروں اور دیگر افسران کو خط لکھے کہ رعیت کے ساتھ نرمی اور اخلاق سے پیش آئیں اور انتہائی بلیغ تقریر بھی کی کہ وہ ہمیشہ رعایا کے ساتھ عادل رہا اور لوگوں کی محبت اور اطاعت کی وجہ سے ان سے شفقت کرتا رہا اس کے بعد اس کا معزول چچا اردشیر بن ہرمز بھی اس کا مطیع ہو گیا ایک مرتبہ کچھ اشراف نے اور گھر والوں نے اس کے حجرے میں لگی خیمے کی طنابیں کاٹ دیں جس سے وہ خیمہ اس پر گر گیا اس کی حکومت پانچ سال رہی۔

بہرام بن سابور:

اس کے بعد اس کا بھائی بہرام بن سابور ذوالاکتاف جس کا لقب کرمان شاہ تھا وہ حاکم بنا اس کے کرمان شاہ کے لقب کی وجہ یہ تھی کہ اس کے والد نے اپنی زندگی میں اس کو کرمان کا ولی بنا لیا تھا اس نے اپنے افسران کو خط لکھا جس میں انہیں اپنی اطاعت پر ابھارا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور ملک کی مصلحت کے کاموں کا حکم دیا اور کرمان میں ایک شہر تعمیر کیا یہ بھی اپنی رعیت کی سیاست سے متعلق اچھا آدمی تھا اور اپنے امور میں محمود تھا۔ اس کی حکومت گیارہ سال رہی ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے اس پر ہلہ بول دیا اور ایک آدمی نے اس کو تیر مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

یزدجرد الاثیم:

بہرام بن سابور کے بعد یزدجرد الاثیم کا بادشاہ بنا فارس کا نسب جاننے والے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ یزدجرد الاثیم بہرام کرمان شاہ کا بھائی تھا بیٹا نہ تھا اور اس کا صحیح نسب یہ ہے کہ یزدجرد بن سابور ذوالاکتاف یہ قول ہشام بن محمد کا ہے۔

یہ آدمی نہایت ہی ترش رو اور عیوب کا مجموعہ تھا اس کا سب سے بڑا عیب یہ تھا کہ یہ اپنی ذہانت و مکاری میں کا یاں تھا اور ادب اور مختلف اقسام کے علوم کو ان کے مقاصد سے دوسری جگہ استعمال کرتا تھا۔ اس طرح اپنی صلاحیتیں برتری، فریب دہی اور چکر دینے میں خرچ کیں اور اس کے ساتھ اس کو شر کی جہات میں خاصی ذکاوت تھی اس طرح اپنے پاس کی چیزوں اور کمالات پر ناز کرتا تھا اور دوسروں کے کمالات کو حقیر جانتا تھا اور اپنے علوم کے ذریعے ان لوگوں پر اظہار برتری کرتا تھا۔ ان عیوب کے ساتھ وہ بد اخلاق بھی تھا اس کی بد اخلاقی یہاں تک تھی کہ چھوٹی سی غلطی اور لغزش اس کے ہاں بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا اور اس طرح اگر کوئی غلطی کا مرتکب ہو جاتا تو کوئی شخص بھی اس کی سفارش نہ کر سکتا تھا اگرچہ وہ بادشاہ کا کتنا ہی مقرب کیوں نہ ہو۔ وہ اپنی پوری زندگی لوگوں کو متہم سمجھتا رہا اور اسے کسی پر اعتبار نہ تھا اور کسی کو کوئی بدلہ نہ دیتا تھا نہ کسی اچھائی کا نہ کسی کی مصیبت میں اس کا مددگار رہتا تھا۔ اگر کوئی شخص اس کے بارے میں بطور سفارش بات کرتا تو وہ اس پر تہمت لگا دیتا اور کہتا کہ تم نے کیا اور کتنی رشوت وصول کی ہے اسی وجہ سے بادشاہوں کے ایلچیوں اور وفود کے علاوہ اس سے کوئی بھی بات نہ کرتا اس کے اتنی برائیوں کے باوجود اس کی نصرت میں کوئی دقیقہ نہ

اٹھا رکھتے اس بداخلاقی کہ یہ ہی وجہ تھی کہ اگر اس کے ہاں کوئی لغزش ہو جائے تو اسے ایسی سزا دی جائے جو آئندہ تین سو سال میں ایسی سزا نہ ہوا سی لیے مجرم کو کوڑے سے نہیں مارا جاتا تھا اس انتظار میں کہ اس سے سخت سزا کا حکم بھی آئے گا تو وہ کافی ہوگا اسی طرح اس کا کوئی خاص اور معتمد آدمی اہل صنعت وغیرہ سے کچھ تعلق بناتا تو وہ اسے بھی اپنی خدمت سے معزول کر دیتا۔

یزدجرد کی ہلاکت:

یزدجرد الاثیم نے زمانے کے حکیم زسی کو اپنا وزیر بنایا تھا زسی کامل الادب تمام مذاہب کا عالم اپنے زمانے کا فائق انسان تھا لوگ اسے مہر نرسی مہر نرسہ کا نام ہزار بندہ کے لقب سے یاد کرتے تھے لوگوں کو امید ہوئی کہ اس وزیر کی وجہ سے شاید یزدجرد اپنے برے اخلاق سے باز آ جائے گا لیکن وہ حکومت پر مضبوط ہوا تو عظماء اشراف کی اہانت شروع کر دی اور مغنا کا خون بہا دیا اور عوام ایسی مصیبت میں مبتلا ہوگئی کہ اس سے پہلے اس کا تصور تک نہ تھا جب سرداران ملک اور ارباب حل وعقد نے دیکھا کہ اس کے اخلاق بد اور ظلم و زیادتی میں اور اضافہ ہو رہا ہے تو وہ ایک جگہ جمع ہو گئے اور اس کے ظلم سے نازل ہونے والے مصائب کا تذکرہ کر کے پروردگار سے آہ وزاری کی کہ اس سے انہیں خلاصی مل جائے۔

مظلوموں کی آہ:

لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اس وقت جرجان میں تھا کہ ایک بھگوڑا گھوڑا جو حسن وصورت میں بے مثال تھا اچانک اس کے دروازے پر آ کر کھڑا ہوا لوگوں کو اس سے تعجب ہوا اور یزدجرد کو اس کی خبر دی اس نے حکم دیا کہ اس کو لگام دی جائے اور زین ڈالی جائے چنانچہ اس کے حکم کی تعمیل میں اس کے جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والے افراد اس میں مشغول ہو گئے تاہم کامیابی نہ ہوئی یہ بات اسے شاق گزری چنانچہ وہ خود آ گیا اور اس پر زین ڈالی اور تنگ کسی گھوڑا بالکل نہ ہلا جب یزدجرد گھوڑے کو دمچی ڈالنے پیچھے گیا تو اس گھوڑے نے اس کے جگر پر ایسی دولتی ماری کہ بادشاہ سلامت وہیں ڈھیر ہو گیا پھر گھوڑا غائب ہو گیا اور نظر نہ آیا اس عجیب واقعہ کا سبب کسی کو پتہ نہ چل سکا تاہم لوگوں نے اس میں قیاس آرائیاں کی ہیں بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری مدد اور ہمارے ساتھ شفقت کا یہ مظہر تھا یزدجرد کی حکومت بعض کے قول کے مطابق بائیس سال پانچ ماہ سولہ دن اور بعض کے نزدیک ایک سال پانچ ماہ اٹھارہ دن تھی۔

عرب سرداروں کی تبدیلیاں:

سابور کے عہد حکومت میں عمرو بن امری القیس البلد مر گیا تو اس نے ہشام کی روایت کے مطابق اوس بن قلام کو عامل مقرر کیا یہ اوس بن عمرو بن عملیق میں سے ہی تھا۔ جحجی بن عتیک بن لخم اس پر حملہ آور ہوا اور اسے قتل کر دیا اور اس کی کل مدت ولایت پانچ برس ہوئی۔ بہرام بن سابور کی ہلاکت ذوالاکتاف یزدجرد الاثیم کے زمانے میں ہوئی پھر یزدجرد نے اس کی جگہ اس کے بیٹے نعمان بن امری القیس کو گورنر بنایا اس کی ماں شقیقہ ابنت بن زھل بن شیبان تھی یہ حلیمہ کا فارس اور خورنق کا مالک تھا۔

خورنق کی تعمیر اور بانی کا حشر:

خورنق کی تعمیر کا سبب یہ تھا کہ یزدجرد الاثیم کی اولاد نہ بچتی تھی چنانچہ اس نے ایسی جگہ جو تمام بیماریوں سے خالی ہو کے بارے میں دریافت کیا لوگوں نے حیرۃ کے پاس ایک جگہ کا نام بتایا اس نے اپنے بیٹے بہرام جور کو نعمان بن امری القیس کے حوالے کیا اور

اس کی رہائش کے لئے خورنق کی تعمیر کا حکم دیا اور فی الحال عرب کے دیہاتوں کی طرف لے جانے کا حکم دیا۔ خورنق کی تعمیر سنمار نامی شخص نے کی جب تعمیر مکمل ہوگئی تو لوگ اس کی خوبصورتی اور عمدگی سے متعجب ہوئے سنمار نے کہا اگر میری اہلیت کے مطابق تم مجھے اجرت دیتے تو میں ایسا گھر بناتا جو سورج کے ساتھ گردش کرتا اس پر بادشاہ نے کہا کہ تو اس تعمیر سے عمدہ پر قادر تھا پھر بھی عمدہ محل نہ بنایا لہٰذا طیش میں آکر خورنق کے اوپر سے اسے گرانے کا حکم دیا اور اس طرح سے اسے ہلاک کر دیا۔ ابوالطمحان اسی کے بارے میں کہتا ہے کہ خدا اور لات وعزیٰ کی قسم سنما کا جو بدلہ دیا وہ ناشکرے انسان کا بدلہ ہے۔

مسلیط بن سعد کہتا ہے اس کے بیٹوں نے اس کی اچھائی عمل اور بڑھاپے کے باوجود اس سے ایسا بدلہ لیا کہ جیسا کہ سنمار کر دیا گیا ہے۔

یزید بن ایاس نہشلی نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کمال کو اس کے برے فضل کی وجہ سے ایسا بدلہ دے جیسے سنمار کو دیا گیا۔

ہشام نے کہا اس نعمان نے شام پر کئی حملے کئے اور مصائب کے پہاڑ توڑ دیئے مال غنیمت حاصل کیا اور لوگ قیدی بنائے یہ اپنے دشمن سے سختی اور غارت گری میں انتہائی سخت انسان تھا فارس کے بادشاہ نے اس کے ساتھ دو قسم کے لشکر اس کی تحویل میں دے رکھے تھے ایک تنوخ کے لئے دوسر نامی لشکر اور دوسرا فارس کے لئے شہباز نامی، ان دونوں کو قبیلتان کہا جاتا تھا ان کے ذریعے وہ شام اور عرب کے غیر مطیع افراد سے لڑتا تھا۔

نعمان کی گوشہ نشینی:

ہشام کہتے ہیں کہ ہم سے یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ ایک دن نعمان قیصر خورنق پر بیٹھا نجف اور اس کے اردگرد کی نہریں اور باغات جو مغرب میں متصل ہیں دیکھ رہا تھا اسی طرح مشرق میں فرات کے قریب کے علاقے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ موسم بہار کا تھا۔ اسے نہریں اور سبزہ اور کلیاں بہت اچھی لگیں تو اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ آپ نے اس جیسا منظر دیکھا؟ اس نے کہا نہیں لیکن کاش یہ منظر باقی رہتا! نعمان نے کہا کہ اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے تو وزیر نے کہا کہ دنیا کو ترک اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی نعمتوں کے طلب سے آخرت حاصل ہوتی ہے یہ بات سن کر نعمان نے حکومت چھوڑ دی اور ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور ایسا گم ہوا کہ کسی کو بھی پتہ نہ چلا۔ صبح لوگ اس کے دروازے پر آئے لیکن عام دنوں کی طرح ان کو اندر جانے کی اجازت نہ ملی جب کافی دیر ہوگئی تو انہوں نے اس کے بارے میں تفتیش کی تو اسے نہ پایا اسی کے بارے میں عدی بن زید کہتا ہے:

❶ خورنق کے مالک کو یاد کر جب وہ چھت پر چڑھا اور ہدایت کے لئے دیکھنے کی چیزیں ہوتی ہیں۔

❷ اسے اپنے مال کی کثرت اور اپنی عمدہ حالت پسند آئی اور یہ کہ سمندر اور محل اس کو بھا گئے۔

❸ لیکن اچانک اس کا دل پلٹا اور اس نے کہا کہ کسی زندہ انسان پر کیا رشک جس کا انجام موت ہو۔

❹ ایسے ہی لوگ جو نعمتوں، حکومت اور دنیا کی کامیابی میں ممتاز تھے لیکن انہیں قبروں نے چھپا لیا۔

❺ اب وہ ایسے ہو گئے جیسا سوکھے پتے کے باد صبا نے اور پچھم نے اسے مروڑ دیا۔

نعمان کی حکومت اس کی گوشہ نشینی تک انیس سال چار ماہ تھی۔ ابن کلبی نے کہا کہ یزدجرد کے زمانے میں پندرہ سال' بہرام جور بن یزدجرد کے زمانے میں ۱۴ سال۔

بہرام جور کی حکومت:

یزدجرد الاثیم کے بعد اس کا بیٹا بہرام جو حکمران بنا کہا جاتا ہے کہ اس کی ولادت ماہ ربیع کے ابتداء میں ہوئی جو اہل فارس کے ہاں شمسی سال کا پہلا مہینہ ہے اور ولادت کے وقت دن کی سات گھڑیاں گزر چکی تھیں اس کے باپ یزدجرد الاثیم نے اس کی ولادت کے وقت اپنے ہاں نجومیوں کو بلایا اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ صحیح حساب کے ذریعے آئندہ اس کی قسمت کا حال بتائیں۔

شاہ فارس کی تربیت عربوں میں:

انہوں نے ستاروں اور سورج کے ذریعے علم کرنے کے بعد بتایا کہ بہرام کو اپنے باپ کی حکومت ملے گی اور یہ کہ دودھ اہل فارس کے ہاں نہیں پیے گا اس لیے مشورہ یہ ہے کہ وہ اسے تربیت کے لیے کسی دوسرے علاقے میں بھیج دو یزدجرد الاثیم نے اپنے ماتحت رومیوں اور عربوں پر نظر انتخاب دوڑائی اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ بہرام کی تربیت عربوں کے ہاں ہوگی۔

بہرام منذر بن نعمان کے گھر:

چنانچہ منذر بن نعمان کو بلایا گیا اور بہرام کو تربیت اور پرورش کے لیے اس کے سپرد کر دیا اور منذر کا خوب اکرام کیا اور اسے گورنر بنایا بنا دیا اور اپنے ہاں کے دو بڑے مرتبے ایک مرتبہ لام ابزوذیز دیعنی یزدجرد کا راز داں اور دوسرا مہشت یعنی حشم وہ خدم کا سربراہ یہ مرتبے اسے عطا کیے گئے۔ اسی طرح اس کے مرتبے کے مطابق اسے دیگر اشیاء عنایت فرمائیں اور اس سے درخواست کی کہ وہ بہرام کو عرب کے علاقوں میں لے جائے۔

بہرام کی تربیت:

منذر بہرام کو اپنے علاقے میں لے گیا اور اس کی رضاعت کے لیے تین عورتوں کا انتخاب کیا جو صحیح جسم ذہین ترین اور اچھے آداب کے مالک اشراف کی لڑکیاں تھیں عورتوں کا تعلق عرب اور عجم سے تھا اور ان کے بارے میں کپڑوں بستر کھانے پینے اور دیگر ضرورت کی اشیاء مہیا کرنے کا حکم دیا انہوں نے باری باری تین سال تک اسے دودھ پلایا اور چوتھے سال اس کا دودھ چھڑایا گیا۔ جب وہ پانچ سال کا ہوا تو اس نے منذر سے کہا کہ میری تعلیم کے لیے لکھنے پڑھنے اور تیراندازی کے ماہرین کو جمع کرو تا کہ وہ مجھے علوم وفنون سکھائیں۔ منذر نے اس سے کہا کہ ابھی تم بچے ہو ابھی تعلیم کا وقت نہیں آیا لہٰذا اس عمر میں بچوں کو جو کھیل کود کرنی ہوتی ہے تم وہ کرو۔ جب تمہاری لکھنے پڑھنے کی اور آداب سیکھنے کی عمر ہو جائے گی میں ماہرین کو حاضر کر دوں گا بہرام نے منذر سے کہا کہ اگر چہ میں چھوٹا ہوں لیکن میری عقل بڑی تجربہ کاروں کی سی ہے اور تم اگر چہ بڑے ہو لیکن تمہاری عقل بچوں کی سی ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ جس چیز کو وقت سے حاصل کرنا شروع کرو وہ وقت پر مل جاتی ہے اور جسے وقت پر تلاش نہیں کیا جاتا وہ وقت کے بعد ہی ملتی ہے اور جس کی طلب میں سستی کی جائے وہ حاصل نہیں ہوتی۔ میں بادشاہ کا بیٹا ہوں اور حکومت ان شاء اللہ مجھے ملے گی اور بادشاہوں کو جو سب سے پہلے حاصل کرنا ضروری ہے وہ اچھا علم ہے کیونکہ علم ہی ان کی زینت ہے ان کی حکومت کا رکن ہے جس سے وہ قوت کے ساتھ حکومت حاصل کرتے ہیں لہٰذا جن افراد کا میں نے مطالبہ کیا ہے انہیں جلدی لے کر آؤ منذر نے بہرام کی جب یہ گفتگو سنی تو اس وقت چند لوگوں کو بادشاہ کے پاس روانہ کیا اور فارس کے فقہاء خاص کو مودبین اور تیراندازی اور شہسواری کے ماہرین کی ایک جماعت حاضر کر دی گئی۔ اسی طرح فارس اور روم کے حکماء اور اہل عرب کے اہل علم حاضر کیے گئے اور بہرام کو ان کے سپرد کر دیا گیا

اور ایک مدت مقرر کی گئی کہ اس مدت میں اس کی ہر اعتبار سے تربیت کر کے اسے ہمارے پاس لایا جائے اس کے بعد مذکورہ علوم و فنون کے حصول کے لیے یکسو ہو گیا اور اہل حکمت اور اصحاب حدیث سے بھی حکمت وحدیث سننے لگا جو چیز سنتا فوراً یاد کر لیتا اور جو کچھ اسے سکھایا گیا وہ آسانی سے حاصل کر لیا جب وہ بارہ سال کا ہو گیا تو سب علوم وفنون کا جامع ہو کر اپنے اساتذہ سے سبقت لے گیا جس کا اقرار خود اساتذہ نے بھی کیا۔

گھڑ سواری:

بہرام نے منذر اور اپنے اساتذہ کو بدلہ دیا اور واپس جانے کی اجازت مانگی البتہ گھڑ سواری اور تیر اندازی کے ماہرین کو ابھی اپنے پاس ہی رکھا تا کہ ان فنون کی باریکیوں تک رسائی حاصل کر سکے اور اس میں پختگی پیدا ہو جائے پھر نعمان بن منذر کو اپنے پاس بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ اہل عرب کو حکم دے کہ وہ سب اپنے مذکر و مؤنث گھوڑوں کو حاضر کریں چنانچہ نعمان نے حکم کی تعمیل کی نعمان کو پتہ چلا کہ بہرام ان میں سے گھوڑا پسند کرنا چاہتا ہے لہٰذا نعمان نے بہرام سے کہا کہ اہل عرب کو گھوڑے دوڑانے پر مامور نہ کرنا بلکہ سب گھوڑوں کو اپنے پاس حاضر کر کے اپنی مرضی سے کسی کو اختیار کر لے بہرام نے کہا کہ بات تو آپ کی اچھی ہے لیکن میں لوگوں میں سے زیادہ شرف اور عزت والا آدمی ہوں اور میرے لیے گھوڑا بھی سب سے عمدہ ہونا چاہیے گھوڑے کی عمدگی کا پتہ تجربہ سے چلتا ہے اور تجربہ تو دوڑائے بغیر نہیں ہو سکتا اس لیے آپ کی رائے پر عمل کرنا دشوار ہے اگر چہ فی نفسہ رائے اچھی ہے۔ نعمان نے بہرام کی جب یہ بات سنی تو راضی ہو گیا عربوں نے گھوڑے حاضر کیے اور نعمان اور بہرام دونوں سوار ہو کر مسابقت کے لیے میدان میں آ گئے مقابلہ شروع ہوا گھوڑوں کو دو فرسخ دوڑایا گیا نعمان کا بھورا گھوڑا آگے نکل گیا باقی گھوڑے اس سے بہت پیچھے رہ گئے منذر کا گھوڑا چونکہ سب سے آگے نکل گیا تھا لہٰذا منذر نے اسے اپنے ہاتھ سے بہرام کو دے دیا اور کہا کہ اللہ آپ کے لیے اس میں برکت دے بہرام نے اسے وصول کر لیا اور نہایت خوش ہوا اور منذر کا شکریہ ادا کیا۔

بہرام کا شکار کرنا:

منذر نے جو گھوڑا بہرام کو دیا تھا ایک دن وہ اس پر سوار ہو کر شکار کے لیے نکلا اچانک اسے جنگلی گدھوں کا ایک ریوڑ نظر آیا اس نے ان پر تیر چلایا اچانک اس نے دیکھا کہ ایک شیر اس ریوڑ کے ایک گورخر پر حملہ آور ہوا وہ اس کی پشت اپنے منہ میں لے کر پھاڑنا چاہتا ہے بہرام نے اس کی پشت پر تیر چلایا تیر اس کی پیٹھ اور گورخر کی پیٹھ اور سرین سے آر پار ہو کر زمین میں دو تہائی حصے تک گھس گیا اور کافی دیر تک ہلتا رہا یہ عجیب معاملہ بہرام کے محافظوں اور عربوں کے سامنے پیش آیا بہرام نے اس معاملہ کو اپنی بعض مجالس میں تصویری شکل میں پیش کیا۔

عرب سے واپسی:

کافی عرصہ دیار غیر میں گزارنے کے بعد بہرام نے منذر کو بتایا کہ وہ اپنے باپ کے پاس واپس جانا چاہتا ہے اور پھر اجازت کے بعد والد کے پاس واپس آ گیا لیکن اس کا باپ یزدجرد اپنے اخلاق کی وجہ سے اپنے بیٹے کی طرف توجہ ہی نہ کرتا تھا بلکہ اسے اپنے خادم کے طور پر خدمت کے لیے رکھ لیا جس سے بہرام کو بہت زیادہ مشقت لاحق ہوئی۔

یزدجرد کے پاس قیصر روم کا وفد:

قیصر روم سے مصالحت کے سلسلے میں اس کی جانب سے اس کا بھائی ایک وفد کے ساتھ یزدجرد کے پاس آیا جس کا نام

ثیاذوس تھا بہرام نے اس وفد سے کہا کہ وہ یزدجرد سے درخواست کرے کہ بہرام کو عرب کے قلعوں میں جانے کی اجازت مل جائے اور وہ منذر کی خدمت میں جانا چاہتا ہے جب اجازت ملی تو وہ عرب کے علاقوں میں آ کر ناز ونعمت کا دلدادہ ہو گیا۔

کسریٰ:

جب یزدجرد مر گیا تو اشراف اور اہل حل وعقد جمع ہوئے اور سب نے رائے دی کہ اب یزدجرد کی اولاد میں سے کسی کو بادشاہ نہ بنایا جائے کیونکہ وہ بداخلاقی کا اثر اس کی اولاد میں بھی ہوگا البتہ اس کا بیٹا بہرام حکومت کا اہل تھا لیکن اس کی پرورش فارس میں نہیں ہوئی تھی تو وہ انہیں کے طور طریق اور اخلاق کا حامل ہے اس لیے اسے حکومت دینا مناسب نہیں چنانچہ وہ اس پر متفق ہو گئے کہ حکومت اردشیر بن بابک کی اولاد میں سے کسریٰ کو دی جائے اور اس کے بعد انہوں نے بالآخر اسے حاکم بنا ہی دیا گیا۔ یزدجرد کی ہلاکت اور کسریٰ کی حکومت کی خبر بہرام تک پہنچی جب کہ وہ عرب کے ایک دیہات میں تھا اس نے یہ خبر سن کر نعمان اور منذر اور عرب کے سربرآوردہ افراد کو بلا کر کہا کہ اے اہل عرب میرے والد کی خصوصیات اور اس کے احسانات جو اہل عرب پر ہیں شاید تم اس کا انکار نہ کر سکو گے۔ حالانکہ وہ اہل فارس پر کتنی سختی کیا کرتا تھا اور بداخلاقی سے پیش آتا تھا اس کے باوجود وہ تم پر اپنے احسانات کی بارش کرتا تھا اور اب اس کی وفات ہو گئی ہے اور لوگوں نے کسریٰ کو حاکم بنا لیا ہے لہٰذا تمہیں میرے بارے میں کچھ سوچ بچار کرنی چاہیے۔

منذر کا حیلہ:

منذر نے کہا کہ آپ اس خبر سے پریشان نہ ہوں میں ایک عجیب حیلہ کر کے آپ کو بادشاہ بنا دوں گا اس کے بعد منذر نے اپنے بیٹے کے ہمراہ دس ہزار بہادروں کا لشکر بھیجا کہ فارس کے دارالخلافہ طیسبون اور بھاردشیر کے قریب جا کر پڑاؤ ڈالیں۔ اور وہاں سے کچھ دستے طلیعے کے طور پر فارس کی طرف روانہ کرے اگر فارس میں کوئی ان سے مقابلہ کرنے کی کوشش کرے تو ان سے سختی سے مقابلہ کر کے انہیں قید کر لیا جائے تاہم خون ریزی سے منع کر دیا چنانچہ نعمان مدین کے قریب جا پہنچا اور کچھ دستے حسب حکم روانہ کر دیے البتہ فارس سے لڑانا اچھا نہ سمجھا۔ ادھر سے اہل فارس کو جب نعمان کی آمد کا پتہ چلا تو اشراف مملکت نے یزدجرد کے خطوط اور رسائل پر مبنی مامور جوانی نامی شخص کو خط دے کر منذر کے پاس بھیجا وہ آیا اور منذر کے پاس خط پڑھا نعمان نے کہا آپ بہرام سے ملیں چنانچہ منذر نے ایک آدمی جوانی کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ اسے بہرام کے پاس پہنچا دے جب جوانی بہرام کے پاس گیا تو بہرام کی حسن وصورت دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور آداب شاہی کے مطابق سجدہ کرنا بھی بھول گیا بہرام سمجھ گیا کہ رعب کی وجہ سے وہ آداب شاہی بجا نہ لا سکا اور پھر اس سے بات چیت کی اور اچھے وعدے کے ساتھ اسے منذر کو یہ پیغام بھی بھیجا کہ وہ جوانی کے لائے ہوئے خطوط کا جواب بھی دے۔ منذر نے جوانی سے کہا میں نے تمہارے لائے ہوئے خطوط کو بغور پڑھا ہے بات دراصل یہ ہے کہ نعمان کو تم پر جنگ مسلط کرنے کے لیے بادشاہ بہرام نے بھیجا ہے کیونکہ اس کے باپ کی وفات ہو گئی ہے اور لوگوں نے کسریٰ کو حاکم بنا لیا ہے کیونکہ اس کے باپ کی وفات کے بعد ملک کا بادشاہ اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا ہے اور تمہارا نگہبان اسے مقرر کیا ہے۔

''جوانی'' کا مشورہ:

جب جوانی نے یہ بات منذر کی زبانی سنی اور بہرام کا بارونق اور پر وقار چہرہ بھی دیکھا تو اس نے دل میں یہ بات آ گئی کہ جن لوگوں نے حکومت کا فیصلہ بہرام کے علاوہ کسریٰ کے حق میں کیا وہ ناحق ہیں اور ان کے خلاف حجت قائم ہو سکتی ہے چنانچہ اس نے

منذر سے کہا میں جواب لے کر نہیں جانا چاہتا اگر آپ چاہتے ہیں تو خود اشراف فارس کے پاس جائیں ان سے مشورہ کریں اور اچھا مشورہ کریں وہ آپ کے مشورہ سے سرمو تجاوز نہ کریں گے۔

منذر کا اہل فارس کے پاس آنا:

جب جوانی نے یہ مشورہ دیا تو منذر نے جوانی کو واپس انہی لوگوں کے پاس بھیج دیا جنہوں نے اسے منذر کے پاس بھیجا تھا اور جوانی کی روانگی کے بعد خود منذر تیس ہزار عرب شہسواروں کو لے کر دار الخلافہ طیسفون اور بھارد شیر آ وارد ہوا جب وہاں پہنچا تو لوگ جمع ہو گئے موتیوں جڑے ہوئے تخت پر بہرام بیٹھا اور منذر اس کے دائیں طرف بیٹھ گیا فارس کے اہل حل وعقد اشراف نے تمام تفصیلات بتانی شروع کر دیں اور یزدجرد کی بد خلقی بیان کی اور یہ کہ اس نے اپنی بری رائے سے ملک کو تباہ کیا اور جن علاقوں میں اس کی حکومت تھی وہاں ظلماً بے دریغ قتل کیا اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ہولناک کرتوت ہیں اسی وجہ سے انہوں نے یزدجرد کی اولاد سے حکومت دوسری طرف منتقل کر دی۔ لہٰذا منذر سے درخواست کی کہ وہ انہیں کسی ایسے امر پر مجبور نہ کرے جو انہیں ناپسند ہو۔

منذر کا بہرام سے جواب کے لیے کہنا:

منذر نے اشراف فارس کی تمام گفتگو سن کر بہرام سے کہا کہ آپ جواب دینے کے زیادہ مستحق ہیں بہرام نے جواب دینا شروع کیا اور کہا: اے بات کرنے والے گروہ جو بات تم مجھ سے یزدجرد کے بارے میں بتا رہے ہو وہ سب مجھے پہنچی ہیں اس لیے میں تمہیں جھٹلاتا نہیں ہوں میں خود اس کی بدسیرتی اور روش کے بارے میں اسے ناپسند کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ وہ مجھے اس سے حکومت چھین کر مجھے عطا فرمائے تاکہ اس نے جو خرابیاں پیدا کی ہیں میں انہیں درست کر دوں اور اس کے کیے ہوئے شگافوں کو بھر دوں اب تم مجھے حاکم بنا دو اگر میری حکومت کو ایک سال گزر جائے اور میں اپنے کیے ہوئے وعدے پورے نہ کروں تو بخوشی حکومت چھوڑ دوں گا اور اپنی اس بات کا اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور موبذان (مذہبی پیشوا) کو گواہ بناتا ہوں اور میرے اور تمہارے درمیان وہی فیصلہ کنندہ ہے ان سب وعدوں کے بعد میں تم پر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دو شیروں کے درمیان تاج شاہی رکھ دو جو اسے ان کے سامنے سے اٹھا لے اسے حاکم بنا دو۔

لوگوں میں خوشی کی لہر:

جب لوگوں نے بہرام کی یہ بات سنی تو وہ خوش ہو گئے اور ان کی امیدیں پھیلنے لگیں چنانچہ آپس میں کہنے لگے کہ ہم بہرام کی بات کو رد نہیں کر سکتے اور اگر ہم اس بادشاہ کو پھیرنا چاہیں اور کسی اور کو حاکم بنانے کی جسارت کریں تو ہم سخت ہلاکت کا سامنا کریں گے کیونکہ عرب کے شہسواروں کی ایک بڑی تعداد اس کی پشت پناہی کر رہی ہے البتہ اس کے کیے ہوئے وعدے سے ہم اس کا امتحان لیتے ہیں اور اس کی قوت آزمائی کرتے ہیں اگر اپنی بیان کردہ صفت کے مطابق ہو تو ہمیں حکومت اس کو دینی پڑے گی اور اگر اس دوران شیروں نے اسے پھاڑ کر ہلاک کر دیا تو ہم اس کے شر سے بچ جائیں گے اور اس کی ہلاکت سے بھی بری ہیں کیونکہ اس کا مطالبہ اس نے خود کر رکھا ہے۔

حصول تاج کی جدوجہد:

لوگوں کے درمیان اس رائے میں کچھ اختلاف ہوا تو دوسرے دن بہرام نے ایک اور مجلس قائم کی کل کی طرح نشست تھی اور وہی باتیں کیں اور کہا کہ یا تو میری کل والی بات کا جواب دو ورنہ میرے مطیع تابعدار بن جاؤ لوگوں نے کہا کہ ہم تو ملک کی باگ ڈور

کسریٰ ہی کو دیں گے کیونکہ اس نے وہ کام کیے ہیں جو ہمیں پسند ہیں تاہم پھر بھی ہم تاج کو دو شیروں کے درمیان رکھتے ہیں آپ اور کسریٰ اسے لینے کی کوشش کرو جو اسے حاصل کر لے گا وہ حاکم بن جائے گا بہرام ان کی بات پر راضی ہو گیا اور چنانچہ موبذان موبد بادشاہوں کو تاج شاہی پہناتا تھا تاج لے آیا اور تاج اور زینت کو ایک جگہ رکھ دیا اور بسطام اور اجھذ دوبھو کے خونخوار شیروں کو چھوڑ دیا بہرام نے کسریٰ سے کہا کہ آپ تاج اور زینت کے حصول کے لیے آگے بڑھیں لیکن کسریٰ نے کہا کہ ابتدا تو آپ کو کرنی چاہیے کیونکہ آپ حکومت کو میراث میں لینے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور مجھے غاصب سمجھ رہے ہیں بہرام نے اس بات کو برا نہ مانا اور لوہے کا ایک گرز اور لٹھ لے کر تاج اور زینت کی طرف بڑھا۔

دو شیروں کو مار دینا:

موبذان موبذ نے کہا کہ آپ جس کام کی طرف جا رہے ہیں اس میں اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہ رہے ہیں وہ آپ ہی کی طرف سے ہے کسی فارس کی طرف سے نہیں ہے لہٰذا اگر اس دوران آپ ہلاک ہو گئے تو ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری ہوں گے بہرام نے کہا کہ بالکل تم بری ہو گے اور تم پر کوئی گناہ نہیں پھر تیزی سے شیروں کی طرف دوڑا تب موبذان نے دیکھا کہ وہ اس معاملے میں سنجیدہ ہے تو وہ موبذان نے چیخ کر کہا کہ اپنی ہلاکت سے پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو تب بہرام ٹھہر گیا اور کچھ دیر اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور شیروں کی طرف بڑھ گیا جب شیروں نے اسے دیکھا تو ایک شیر لپک کر اس کی طرف آیا اور جب بہرام کے قریب پہنچ گیا تو بہرام نے چھلانگ لگائی اور شیر کی پشت پر سوار ہو گیا اور اسے اپنی رانوں میں ایسا دبایا کہ زخمی کر دیا اور گرز سے اس کا سر پیٹنا شروع کر دیا اس کے بعد دوسرے شیر نے اس پر حملہ کیا تو بہرام نے کونوں سے پکڑ کر اس کے کان مروڑ دیئے اور پھر دونوں شیروں کے سر آپس میں بھڑا کر انہیں خون آلود کر دیا اور آخر میں دماغ نکال کر چھوڑا اور پھر لوہے کے لٹھ سے انہیں ختم کر دیا۔ اس کی یہ بہادری کسریٰ اور تمام حاضرین مجلس کے سامنے تھی اس کے بعد بہرام تاج اور زینت کی طرف بڑھا اور انہیں اٹھا لیا۔ کسریٰ نے اس کی اس بہادری پر اسے مبارک دی اور چیخ کر کہا اے بہرام! اللہ تعالیٰ تجھے لمبی عمر عطا کرے اس کے اردگرد کے لوگ اس کی بات سن رہے تھے اور اس کے مطیع تھے چنانچہ کسریٰ نے اقالیم سبعہ کی حکومت اس کے سپرد کر دی اس کے بعد تمام حاضرین بیک زبان ہو کر بولے کہ ہم بہرام کے مطیع ہیں اور بادشاہت کے لیے اس پر راضی ہیں اور اسے خوب دعائیں دیں اس کے بعد اشراف مملکت اور وزراء اس کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ بہرام سے درخواست کریں کہ وہ ہماری برائی کو معاف کرے اور ان سے درگزر کا معاملہ کرے۔ منذر نے بہرام سے اس سلسلے میں یہ بات کی' یہ کہ جو کچھ وہ اپنے ساتھ لایا تھا وہ سب ان لوگوں کو دے چنانچہ بہرام نے منذر کی مراد پوری کی اور لوگوں کی امیدوں کو پورا کیا اور مزید بڑھا دیا بہرام بیس سال کی عمر میں بادشاہ بنا اور اسی دن حکم دیا کہ اس کی رعیت کے لیے راحت و آرام کا سامان کیا جائے اور اس کے بعد متواتر سات دن لوگوں کے لیے ایک جگہ بیٹھا ان سے خیر کے وعدے کرتا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اپنی اطاعت کا حکم دیتا۔

لہو و لعب کی چاٹ:

جب بہرام کو حکومت مل گئی تو وہ لہولعب میں زیادہ مشغول ہو گیا اور ہر چیز پر اسے ترجیح دینے لگا چنانچہ اس کی رعایا کی طرف سے سخت ملامت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اغیار اس کی حکومت پر قبضے کے لیے اپنی لالچی نگاہیں دراز کرنے لگا سب سے پہلے اس کی

حکومت پر قبضے کے لیے خاقان شاہ ترک کھڑا ہوا اور ڈھائی لاکھ فوج لے کر اپنے علاقوں سے آگے پیش قدمی کی جب اہل فارس کو خاقان کی آمد کا علم ہوا تو یہ بات ان کو شاق گزری اور وہ خوف زدہ ہو گئے پھر ان میں سے جو رعایا کے لیے مصلحت کے خواہاں اور صاحب رائے تھے وہ بہرام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے بادشاہ سلامت! اس دشمن کی یلغار نے وہ وقت آپ پر لایا ہے کہ اب آپ کو اپنے لہو لعب پر توجہ چھوڑ کر اس کے لیے تیاری کرنی چاہیے تا کہ آئندہ کسی ذلت اور عار کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

بہرام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔ وہی قوی ہے ہم اس کے بندے ہیں اور ولی ہیں یہ جواب دے کر لہو ولعب اور شکار میں پہلے سے زیادہ مشغول ہو گیا اور اس مشغلہ پر مداومت کی۔

آذربائیجان کا سفر:

ملک فارس کی اس تشویشناک صورت حال کی پروانہ کرتے ہوئے بہرام نے ارادہ کیا کہ وہ آذربائیجان جا کر اپنے آتشکدے میں عبادت کرنا چاہتا ہے اور وہاں سے آرمینہ کے جنگلات میں شکار کھیلے گا ارکان دولت اور اشراف کے سات گروہوں اور اپنے تین سو بہادروں کی خاص جماعت لے کر اپنے ارادہ کی تکمیل کے لیے نکل پڑا اور اپنی مملکت کی انجام دہی کے لیے اپنے بھائی نرسی کو اپنا نائب مقرر کیا جب لوگوں کو اس کے سفر اور نرسی کی نیابت کا علم ہوا تو انہیں یقین ہو گیا کہ بہرام اپنے دشمن خاقان سے بھاگنے کے لیے سارا ڈھونگ رچا رہا ہے چنانچہ انہوں نے ایک وفد تیار کیا جو خاقان کے پاس جائے اور خراج پر مصالحت کرے یہ اس ڈر سے کیا کہ خاقان فارس کے افراد اور فوجوں کو بے دریغ قتل نہ کرے مگر وہ اس کی اطاعت نہ کریں گے۔ جب خاقان کو فارس کے ارادہ کا پتہ چلا تو اس نے ان کے علاقوں کو محفوظ رکھا اور اپنی فوج کو خونریزی سے بچنے کا حکم دیا ادھر بہرام نے ایک جاسوس خاقان کی خبر لینے کے لئے بھیجا تھا وہ آیا اور خلقان کے ارادے سے بہرام کو مطلع کیا چنانچہ بہرام نے اپنے ساتھ ان افراد کو جو شکار کے لیے تیار کیے تھے لے کر اچانک رات کو خاقان پر حملہ آور ہوا اور اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا اور اس کی فوج کو نہایت ہی برے دن دکھائے جو اس کی فوج میں قتل سے بچ گئے وہ پسپا ہو گئے اور اپنے اہل وعیال اور سامان کو چھوڑ کر فرار ہو گئے بہرام ان کی طلب میں لگ گیا جسے پاتا وہیں قتل کر دیتا اور مال غنیمت بھی لوٹتا جاتا اور عورتوں کو قید کر لیتا اس کے بعد خود اپنی ہمراہی فوج کے ساتھ صحیح سلامت واپس آ گیا بہرام کو خاقان کا تاج بھی مل گیا اس کے بعد خاقان کے ترک علاقوں پر قابض ہو گیا اور اپنی واپسی پر ایک مرزبان کو وہاں کا گورنر بنایا اور اسے تخت عنایت کیا جو چاندی کا بنا ہوا تھا اس کے بعد قرب وجوار کے وفود بھی اطاعت شعاری کا پیغام لے کر بہرام کی خدمت میں حاضر ہوئے جب اس نے بلاد ترک پر قبضہ کر لیا تو آنے والے وفود پر مطالبہ کیا کہ ہمارے اور فارس کے درمیان کوئی سرحد مقرر کی جائے جس سے ہم نہ آگے نہ بڑھیں اور نہ فارس کے لوگ اس سے تجاوز کریں چنانچہ بہرام نے ایک منارہ تعمیر کرایا جو حد بندی کی علامت تھا یہ وہ منارہ ہے جسے فیروز الملک یزدجرد کے حکم سے بلاد ترک کی طرف بڑھا دیا گیا اس کے بعد بہرام نے اپنے ایک کمانڈر کے ہمراہ کچھ فوج ماوراء کی جانب روانہ کی اور انہیں لڑنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کے جذبے میں خونریزی کر کے وہاں کے باشندوں کو اطاعت اور ادائے جزیہ پر آمادہ کیا۔

☆ بہرام اپنے علاقے سواد سے آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا تو خاقان کے تاج میں جتنے یاقوت اور موتی اور جواہر تھے سب کے بارے میں یہ حکم تھا کہ آذربائیجان کے آتشکدے میں لٹکائے جائیں پھر اس کے بعد طیسبون آیا اور شاہی محل میں قیام کیا پھر اس

کی رعیت اور فوج کو خاقان کی ہلاکت کی اور اپنی مختصری فوج کی روائد لوگوں کو سنائی اور اس نے بھائی نرسی و خراسان کا ولی بنا دیا۔

☆ اس کے بعد بہرام اپنے دور حکومت کے آخری ایام میں مقام ماہ کی طرف شکار کے لیے چلا گیا وہاں اس نے ایک گورخر پر حملہ کیا اور اس کی طلب میں خوب کوشش کی اور ایک کنوئیں میں گر گیا اور اس کی دلدل میں پھنس گیا اس کی والدہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ بہت سا مال لے کر روانہ ہوئی اور اس کنوئیں کے قریب قیام کیا اور بہرام کو اس کنوئیں سے نکالنے والوں کے لیے بہت سا مال خرچ کر دینے کا حکم دیا چنانچہ لوگوں نے بہت سا کیچڑ نکالا یہاں تک کہ نکلے ہوئے کیچڑ کے بڑے بڑے تودے بن گئے تاہم بہرام کا جثہ نہ ملا اور اسے نکال نہ سکے۔

ترک سے واپسی پر بہرام کی تقریر:

کہا جاتا ہے کہ جب بہرام خاقان سے لڑ کر اپنے ملک واپس آیا تو لوگوں کو کئی روز تک تقریر کرتا رہا جس میں انہیں اپنی اطاعت پر ابھارتا تھا کہ اس کی نیت لوگوں پر کشادگی اور خیر پہنچانے کی ہے اور اگر وہ لوگ اس کی اطاعت سے انکار کریں گے تو وہ تکلیفیں جو اس کے باپ سے پہنچی ہیں اس سے کہیں زیادہ تکلیفیں پہنچیں گی۔ اور یہ کہ اس کے باپ نے ان سے نرمی اور عدل کا معاملہ کیا لیکن ان سب نے یا بعض نے اس کی اطاعت سے انکار کیا اور غلاموں کی طرح اس کے سامنے نہ جھکے اس بات نے اس کے باپ کو خونریزی اور ظلم پر مجبور کیا۔

بہرام کی واپسی ترک کے غزوہ کے بعد آذربائیجان کے راستے سے تھی اور آذربائیجان کے آتشکدے کو خاقان کے تاج کے جواہر و یواقیت اور اس کے موتیوں سے مالا مال کیا اور بہت سے زیورات سے مرصع تلوار اس کے لیے وقف فرمائی اور خاقان کی بیوی خاتون کو آتش کدے کی خدمت پر مامور کیا اور خاقان پر اسے جو فتح حاصل ہوئی تھی اسے لشکر کے وظیفہ کے طور پر لوگوں سے تین سال کا خراج معاف کر دیا فقراء اور مساکین میں بہت سا مال تقسیم کیا اور شاہی خاندان اور ذوحسب لوگوں میں بیس ہزار درہم تقسیم کیے اور خاقان کے بارے میں لوگوں کو چاردانگ عالم اور اطراف ملک کی خبریں بھیجیں اور لوگوں کو بتایا کہ خاقان کی خبر اسے جب پہنچی تو اس نے شاہی خاندان اور باعزت لوگوں کے سات گروہوں اور تین سو اپنے خاص شہسواروں کے ساتھ ہو کر چل دیا اور اس کا یہ سفر آذربائیجان اور جبل القبق کے راستے سے تھا یہاں تک کہ اس نے خوارزم کے صحرا اور جنگلات عبور کیے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین بدلہ عنایت فرمایا اور لوگوں کو بھی یہ بتایا کہ اس نے تین سال کا خراج لوگوں کو معاف کر دیا ہے جب بہرام کو حکومت ملی تو اس نے لوگوں پر بقیہ خراج معاف کرنے کا حکم دیا تو اسے بتایا گیا کہ بقیہ ستر کروڑ ہے اس نے اس کی معافی اور مزید تین سال کے خراج کی معافی کا حکم دے دیا۔

ہند پر قبضہ کے لیے سازش:

جب بہرام خاقان ترکی سے جنگ کے بعد طیسبون واپس آیا تو اپنے بھائی نرسی کو خاقان کا حاکم مقرر کیا اور بلخم میں اس کو رہنے کی ہدایت کی اور مہر نرسی بن برازہ کو وزیر مقرر کیا اسے اپنا معتمد خاص بزرجمہر کا عہدہ یعنی وزیر الوزراء یا رئیس الرؤساء عنایت کیا اور اسے بتایا کہ وہ ہند جانے والا ہے تاکہ وہاں کے حالات معلوم کر سکے اور وہاں کی مملکت سے اپنی حکومت کے لیے کوئی زمین کا حصہ حاصل کر سکے تاکہ اس کے ذریعے اپنے ملک کے لوگوں سے مشقت کو کم کرے چنانچہ وہ اپنے اس ارادہ کی تکمیل کے لیے ارض ہند میں اجنبی بن کر داخل ہو گیا۔ کافی عرصہ وہاں رہا وہاں کے باشندے بھی اس کی آمد اور حالت دریافت کرنے نہ آتے تھے البتہ وہ دیکھتے تھے کہ وہ ایک زبردست شہسوار ہے اور درندوں کو قتل کرتا ہے اور اس کے اخلاق اور حسن و جمال اور ڈیل ڈول سے بڑے

حیران ہوتے تھے۔

ایک ہاتھی سے مقابلہ:

وہ اسی طرح وقت گزار رہا تھا کہ ایک دن اسے پتہ چلا کہ وہاں کسی ہاتھی نے لوگوں کا راستہ روک لیا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہلاک بھی کر دیا ہے ان میں سے کسی آدمی سے پوچھا کہ وہ اسے اس ہاتھی کے بارے میں بتائیں وہ اسے ہلاک کرے گا اس کی یہ بات بادشاہ تک پہنچی' بادشاہ ہند نے ایک آدمی روانہ کیا تا کہ اسے ہاتھی کے بارے میں بتائے اور واپسی پر خبر دے کہ ہاتھی کو اس شخص نے ہلاک کیا یا نہیں چنانچہ وہ آدمی بہرام کو لے کر اس جنگل تک پہنچ گیا جہاں وہ ہاتھی تھا وہ آدمی تو ایک درخت پر چڑھ گیا تا کہ وہ بہرام اور ہاتھی کا معاملہ دیکھ سکے بہرام ہاتھی کے مسکن کے قریب جا کر زور سے چیخا وہ ہاتھی انتہائی ہولناک منظر میں دھاڑتا ہوا منہ سے جھاگ پھینکتا ہوا باہر نکلا بہرام نے ایک تیر اس کی آنکھوں کے بیچ میں مارا یہاں تک کہ تیر اس کی آنکھوں میں گھس کر درمیان میں غائب ہونے کے قریب پہنچ گیا پھر اس نے جال پھینکا اور ہاتھی کو اس میں پھنسا لیا اور کود کر اس کو سونڈ اور ہونٹ سے پکڑ کر ایسا کھینچا کہ ہاتھی اوندھے منہ گھٹنوں کے بل گر گیا اس کے بعد بہرام اسے مسلسل نیزے مارتا رہا یہاں تک کہ جب اس پر مکمل قابو پا لیا تو اس کا سر کاٹ کر اپنی پیٹھ پر لاد کر اسے راستے میں لے آیا۔ بادشاہ کا فرستادہ یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا جب وہ فرستادہ بادشاہ کے پاس پہنچا تو اسے ساری داستان سنائی۔

ہندی بادشاہ کے دربار میں:

بادشاہ اس کی قوت اور جرأت سے سخت حیران ہوا اور اسے خوب انعام دیا اس کے بعد اس کی حقیقت جاننی چاہی بہرام نے بتایا کہ وہ فارس کے عظماء کا آدمی ہے اور فارس کا بادشاہ اس سے ناراض ہے اور وہ شاہ ہند کے ملک میں پناہ لینے آیا ہے۔ اس بادشاہ کا ایک دشمن تھا وہ ملک گیری کے لیے شاہ ہند پر بڑے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا بادشاہ کی گھبراہٹ بڑھ گئی اور اپنے دشمن کی قوت کی وجہ سے اس کے سامنے خضوع واطاعت اور خراج کی ادائیگی پر وہ شاہ ہند تیار ہو گیا لیکن بہرام نے اسے منع کیا اور یہ ضمانت دی کہ وہ شاہ ہند کی طرف سے دشمن کے لیے کافی ہے شاہ کو اس بات سے کچھ اطمینان ہوا۔

بہرام کی جرأت:

چنانچہ بہرام تیار ہو کر حملہ آوروں سے مقابلہ کے لیے آیا جب دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہو گئی تو بہرام نے ہند کے سرداروں اور فوجی افسروں سے کہا کہ وہ اس کی پشت پناہی کریں باقی وہ سنبھال لے گا چنانچہ اگر وہ دشمن کے فوج میں سے کسی کے سر پر تلوار کی ضرب لگاتا تو من تک کٹ جاتی اور اگر بیچ میں لگتی تو دو ٹکڑے کر دیتی اسی طرح وہ ہاتھی کے پاس آ کر سونڈھ اور ہونٹ پر تلوار کی ضرب لگا کر اسے کاٹ ڈالتا۔ ہندی لوگ تیراندازی سے ناواقف تھے اور اکثر پیدل تھے اسی طرح سواروں کو ان کی زین سے جدا کر دیتا جب مخالف فوجوں نے اس کی بہادری دیکھی تو بھاگ کھڑے ہوئے اور ایسے حواس باختہ ہوئے کہ کسی نے بھی کہیں مڑنے کی نہ سوچی بلکہ وہ سیدھے بھاگتے جا رہے تھے بہرام کے ساتھ شاہ ہند نے دشمن کے اموال کو بھی حاصل کیا اور خوشی خوشی واپس لوٹا۔ بہرام بھی اس کے ساتھ تھا۔ اور بہرام کو اس بہادری کے صلے میں شاہ ہند نے اپنی بیٹی کو اس کے نکاح میں دے دیا اور دیبل حکمران اور اس کے قریب سندھ کے علاقے اسے عطا کیے گئے اور دستاویز بھی لکھ دی اور کئی گواہ بھی مقرر کیے پھر ان شہروں کے بارے میں حکم دیا اور

وہ عجم کے علاقوں سے ملا دیئے گئے اور ان سے حاصل ہونے والا خراج بھی بہرام کے لیے مختص ہو گیا۔ چنانچہ بہرام خوشی خوشی اپنے ملک فارس لوٹ گیا۔

رومیوں سے جنگ:

بلاد ہند سے واپسی کے بعد بہرام نے مہر نرسی بن بزرارہ کو چالیس ہزار جنگجو دے کر بلاد روم کی طرف روانہ کیا اس نے تاکید کی کہ رومیوں کے سربراہ کو سب سے پہلے ٹیکس اور لگان کے معاملے پر آمادہ کرنا اور ایسے دیگر معاملات جو نرسی کے ماتحت ہیں ان سب کا مطالبہ عظیم الروم سے کرنا چنانچہ مہر نرسی اس تعداد کے ساتھ جا اترا اور قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا اور مشہور جگہ قیام کیا۔ عظیم الروم نے اس سے صلح کی اور بہرام کا جو ارادہ تھا اس کی تکمیل کے ساتھ مہر نرسی واپس ہوا۔

مہر نرسی:

بہرام مہر نرسی کا ہمیشہ اکرام کرتا تھا کبھی اس کے نام کو مخفف کر کے نرسی بھی کہا جاتا تھا اس کا نسب یوں ہے مہر نرسی بن نبزادہ بن خورھباز بن سیفاذ ابن سیسناہ بروہ بن اشک بن دارا بن بہمن بن اسفندیار بن بشتاسب۔ مہر نرسی تمام ملوک فارس کینن ہاں اپنے حسن وادب اور رائے کی عمدگی کی وجہ سے معظم تھا اس کے بہت سے بیٹے تھے جو مرتبہ کے لحاظ سے بہت قریب تھے انہوں نے بھی بادشاہوں کی ایسی خدمت کی کہ اپنے والد کے مرتبہ سے ملحق ہونے کے قریب ہو گئے البتہ سب میں سے تین بیٹے سبقت لے گئے ایک زمرانداز تھا مہر نرسی نے فقہ اور دین میں اس کی ایسی تربیت کی تھی کہ بہرام جور نے اسے ہربذان ہربذ کا مرتبہ دیا جو موبذان موبذ سے قریب کا مرتبہ ہے اور اس سے ملتا جلتا ہے دوسرے بیٹے کا نام ماہ جشنس تھا وہ دیوان الخراج کا والی رہا۔ بہرام جور کے پورے عہد میں اس مرتبہ کا نام فارسی میں راستر ری وشانسلان ہے اور تیسرے بیٹے کا نام کاردتھا جو بڑے لشکر کا سربراہ تھا جسے فارسی میں اسطران سلار کہا جاتا ہے یہ اصبہد سے اوپر کا مرتبہ ہے اور ارجند سے قریب ہے مہر نرسی کے مرتبے کا فارسی میں بزر بن جفر ماندار نام ہے جس کا مطلب وزیر الوزراء یا رئیس الرؤساء ہے وہ کورہ ضلع اردشیر خرہ کے رستاق دشتارین کے ابرون نامی گاؤں سے تعلق رکھتا تھا چنانچہ اس نے اپنے علاقے اور دشتبارین اور کورہ سابور کے جبرہ نامی علاقے میں بلند عمارتیں تعمیر کرائیں اور وہاں آتش کدہ بنوایا ایک ان میں اپنے لیے مخصوص کیا جس کا نام فرازمرا آ ورخدایان یعنی اے میرے آقا میری طرف متوجہ ہو یا اس کا آگ کو خطاب ہے آگ کی تعظیم کی وجہ سے اور دوسرا آتش کدہ زرو انداز کے لیے مخصوص کیا جس کا نام کاردازان رکھا تیسرا کارد کے لیے مخصوص کیا جس کا نام ماجشنسفان رکھا اور اس علاقے میں تین باغات لگائے ایک میں بارہ ہزار کھجور کے ایک میں بارہ ہزار زیتون کے اور ایک میں بارہ ہزار سرو کے درخت لگائے یہ باغات اور بستیاں اور آتشکدے اس کی اولاد میں رہے اور آج تک اچھی حالت میں ہیں۔

بہرام کی یمن پر چڑھائی:

ذکر کیا گیا ہے کہ بہرام روم اور خاقان ترکی کے معاملے سے فارغ ہو کر یمن کے متصل علاقے سوڈان میں حملہ آور ہوا اور قیامت برپا کر دی بے دریغ قتل کیا اور بہت سوں کو قید کیا اور اپنے علاقے میں واپس آ گیا اس کی ہلاکت کی وجہ اور تفصیل بیان کر چکے ہیں اس کی مدت حکومت میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ اس کی حکومت اٹھارہ سال دس ماہ بیس دن رہی اور بعض نے کہا ہے کہ تیس سال دس ماہ بیس دن رہی۔

یزدجرد بن بہرام:

بہرام جور کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یزدجرد ملک کا حاکم بنا جب اس کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا تو اشرف اس کے پاس آئے اور اس کے حق میں دعا کی اور اسے ملک کی مبارک باد دی اس نے بھی ان کو اچھا جواب دیا اور اپنے والد کے مناقب ذکر کیے اور اس کی شفقت جو رعایا کے ساتھ تھی اس کا بھی ذکر کیا اور انہیں بتایا کہ وہ اپنے باپ کے طرح رعیت کو زیادہ وقت نہیں دے سکتا تاہم اس کی خلوت رعایا کی مصلحت کی وجہ سے ہے اور دشمنوں کو ناکوں چنے چبوانے کی وجہ سے اسے عزت اختیار کرنی پڑے گی لہٰذا رعایا اس کو محسوس نہ کرے اور یہ بھی بتایا کہ اس سے مہرنرسی بن بزارہ جو اس کے باپ کا وزیر تھا اس نے بھی اسے ہی وزیر بنالیا ہے اور یہ بھی بتایا کہ وہ اپنی رعایا کہ ساتھ حسن سیرت سے پیش آئے گا اور اچھے طریقے جاری کرے گا چنانچہ وہ اپنی پوری زندگی میں اپنی رعیت کے ساتھ مہربان اور محسن اور دشمنوں کا قلع قمع کرتا رہا۔ اس کے دو بیٹے تھے ایک ہرمز جو رجستان کا والی تھا اور دوسرا فیروز۔ ہرمز اپنے والد یزدجرد کی وفات کے بعد پورے فارس پر قابض ہوگیا اس کا بھائی فیروز اس کے ڈر سے بھاگ کر ترکوں کے پاس جا پہنچا اور وہاں کے بادشاہ سے درخواست کی کہ اس کی مدد کرے اور فوج اسے عنایت فرمائے تاکہ وہ اس فوج کے ذریعے اپنے بھائی ہرمز سے جنگ کر کے اپنے باپ کے ملک پر قبضہ جمائے کیونکہ وہ اپنے بھائی سے زیادہ اس ملک کا مستحق ہے۔ لیکن ترکوں کے بادشاہ نے اس کی درخواست ماننے سے انکار کردیا تاہم جب اسے بتایا گیا کہ ہرمز ظالم بادشاہ ہے تو اس پر ترکوں کے بادشاہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ظلم پر راضی نہیں ہوتا اور وہاں کے رہنے والوں کے طور طریقے بھی درست نہیں ہوتے کیونکہ ظالم بادشاہ کے ملک میں کوئی عمل کرنا یا انصاف مانگنا بھی ظلم کے بغیر نہیں ہوسکتا چنانچہ اس نے فیروز کو ایک لشکر دے کر بھیجا جب کہ فیروز کو طاتعان بھی دے دیا گیا وہ اس لشکر کو لے کر ہرمز پر حملہ آور ہوا اور اسے قتل کر ڈالا اور اس کی جمیعت کو بکھیر دیا اور خود ملک پر قابض ہوگیا۔ اہل روم نے یزدجرد بن بہرام کو وہ جزیہ جو وہ اس کے باپ کو دیا کرتے تھے دینے سے انکار کردیا چنانچہ یزدجرد نے مہرنرسی کو اتنی تعداد دے کر رومیوں کی طرف روانہ کیا جو بہرام نے اپنے زمانے میں بھیجی تھی چنانچہ مہرنرسی نے یزدجرد کا ارادہ پورا کرلیا۔ یزدجرد کی حکومت اٹھارہ سال چار ماہ تھی اور دوسرے قول میں سترہ سال تھی۔

فیروز بن یزدجرد:

فیروز نے جب اپنے بھائی ہرمز اور اس کے اہل بیت میں سے تین افراد کو قتل کردیا تو خود ملک کا حاکم بن گیا۔ مجھے ہشام بن محمد سے خبر دی گئی ہے کہ فیروز خراسان سے تیار ہوا اور طخارستان اور اس کے اردگرد کے علاقے کے لوگوں سے مدد لے کر اپنے بھائی ہرمز بن یزدجرد کی طرف چلا وہ اس وقت ری میں تھا ان دونوں کی ماں ایک تھی جس کا نام دینک تھا وہ مدائن میں رہ کر اس کے اردگرد کے علاقوں کے نظام کو چلایا کرتی تھی۔ فیروز جنگ میں اپنے بھائی پر غالب آ گیا اور اسے قید کرلیا اس کے بعد جب کوئی حکومت اس کے پاس آئی تو وہ اپنی رعایا کے ساتھ حسن سیرت پر کاربند رہا اور وہ مضبوط اور متصلب فی الدین تھا لوگ اس کے زمانے میں سات سال قحط میں مبتلا رہے اس نے اس دوران اچھی تدبیر کی اور تمام بیت المال کے مال تقسیم کردیئے اور ٹیکس معاف کردیا اور بہترین سیاست سے لوگوں پر حکومت کی اس قحط کے طویل عرصے میں سوائے ایک آدمی کے کوئی بھی ہلاک نہیں ہوا۔

طخارستان پر حملہ:

اس کے بعد وہ ترکوں کی ایک قوم سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا جو طخارستان پر قابض ہوگئی ان کی آمد کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے فیروز کی اس کے بھائی کے خلاف مدد کی تھی اور پھر اس کے بعد ان علاقوں پر قابض ہونے لگے لیکن عام لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جنس پرستی میں مبتلا تھے لہٰذا فیروز نے ان کے ہاتھوں میں ملک چھوڑنا مناسب نہ سمجھا اور اس کے مذہب کے اعتبار سے یہ حلال نہ تھا اس نے ان سے لڑائی کی لیکن انہوں نے اس کے چار بیٹوں اور چار بھائیوں سمیت معرکہ میں قتل کر دیا ان مقتولین میں سے ہر ایک کو ملک کا نام دیا جاتا اس کے بعد وہ ترک خراسان کے اکثر حصے پر قابض ہو گئے یہاں تک کہ فارس کا عظیم شخص جو شیراز کا باشندہ اور سوخرا نامی آدمی تھا وہ اپنے متبعین کے ساتھ مل کر ہیاطلہ (ترکوں کا بادشاہ) سے جا ملا اور اسے خراسان کے علاقوں سے باہر نکالا پھر صلح میں دونوں متفق ہو کر ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور ملک ہیاطلہ نے فیروز سے جو مال اور قیدی حاصل کیے تھے وہ سوخرا نے واپس لیے اور خود ستائیس سال تک حکومت کی۔

فیروز دوسروں کی نظر میں:

ہشام بن محمد کے علاوہ دوسرے اہل تاریخ نے کہا فیروز ایک محروم الرزق اور نامبارک انسان تھا اپنی رعیت کے حق میں منحوس آدمی تھا۔ اس کے اکثر اقوال و افعال اس کے اہل ملک کے حق میں مضر اور آفت ہوتے تھے اس کے زمانے میں سات سال تک متواتر قحط رہا جس سے نہریں نالیاں اور چشمے سوکھ گئے۔

اسی طرح جنگلات اور باغات خشک ہو گئے اور ہموار اور نشیبی زمین اور پہاڑ اور کھیتیاں سب کے سب سوکھ گئے۔ جنگلی پرندہ وغیرہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ جانوروں کا یہ حال ہو گیا کہ بھوک کی وجہ سے کوئی بھی سواری کے قابل نہ تھا۔ دجلہ کا پانی کم ہو گیا۔ اور وہاں کے رہنے والوں پر شدید بھوک اور سختیاں عام ہو گئیں۔

اس نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے اپنی رعایا کو لکھا کہ ان پر کوئی خراج اور جزیہ نہیں اور نہ ہی بیگار اور وہ اپنے شاہی گودام میں طعام اور اس کے علاوہ جو کچھ ہو نکالا جائے جو لوگوں کی غذا میں کام آئے اور انہیں اس سے تسلی مل سکے تاکہ غنی اور فقیر اور شریف لوگ سب کے سب برابر ہوں اور اگر ان لوگوں کے علاقے میں کوئی بھوک سے مر گیا تو شہر یا دیہات اور یا کوئی جگہ جہاں جہاں کوئی انسان بھوک سے مرا وہاں کے باشندوں کو سخت سزا دی جائے اور انہیں عبرتناک سزا دی جائے کہ نمونہ عبرت بنا دیا جائے فیروز نے اس بھوک اور سختی کے وقت لوگوں کو اس سیاست سے چلایا کہ ان میں سوائے ایک کہ جو بدیہ نامی ارشیر خسرہ کے رستق علاقے کا تھا کوئی بھی ہلاک نہیں ہوا اس کی ہلاکت کو فارس کے اشراف نے بڑا جانا اور تمام اہل اردشیر خرہ اور فیروز کو بھی یہ بات بڑی محسوس ہوئی چنانچہ اس کے بعد وہ پروردگار کے سامنے گڑگڑایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے اور اس کی رعیت کے لیے پھیلا دے اور بارش اور نازل فرمائے اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور بارش نازل فرما دی اور اس کے بعد اس علاقے میں حسب سابق پانی سے بھر گئے اور درخت تازہ ہو گئے۔

فیروز کے بسائے ہوئے شہر:

فیروز نے حکم دیا تو اس کے حکم سے ری میں رام فیروز نامی شہر آباد کیا گیا اسی طرح جرجان اور باب صول کے درمیان روشن

فیروزاور آذربائیجان کے اطراف میں شہرام فیروز نامی شہر آباد کیے۔

اخشنواز پر حملہ اور شکست:

جب فیروز کے علاقے تازہ تر ہو گئے اور حکومت مستحکم ہو گئی تو اس نے اپنے دشمن پر سختی شروع کی اور جب تین شہروں کی تعمیر سے فارغ ہوا تو اپنے لشکر کو لے کر خراسان کی جانب بڑھا اخشنواز نے یہ خبر سنی تو اس پر نہایت ہی رعب طاری ہو گیا کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے ایک آدمی نے یوں قربانی دی کہ اپنے آپ کو اخشنواز کے سامنے پیش کیا۔ اور کہا کہ آپ میرے اہل وعیال سے اچھائی کرنا میں فیروز کو چکمہ دینے کی تدبیر کرتا ہوں وہ یہ کہ آپ میرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر مجھے اس راستہ پر ڈال دیں جس سے فیروز آپ پر آ کر حملہ آور ہوا تھا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب فیروز اس راستے سے گزرا اور اس مقطوع آدمی کو دیکھا تو اسے یہ اجنبی سا لگا اس کی حالت دریافت کی تو اس نے کہا کہ میرے ساتھ یہ ظلم اخشنواز نے کیا ہے۔ کیونکہ میں نے اسے کہا کہ تم فارس کے لشکر سے مقابلے کی تاب نہیں رکھتے میرے اس قول کی پاداش میں میرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر مجھے یہاں ڈال دیا گیا اس کی یہ کہانی سن کر فیروز کو اس پر رحم آ گیا اور اسے اپنے ساتھ اٹھا لانے کا حکم دیا اس کے بعد اس مکار نے فیروز سے ناصحانہ انداز میں کہا کہ وہ اور اس کے لشکر کو ایسے مختصر راستے سے لے جانا چاہتا ہے کہ اس سے پہلے ترکی کے لوگوں پر حملے کے لیے کسی نے اس راستے کا استعمال نہیں کیا اس کی مکاری کو نہ سمجھ کر فیروز بھی دھوکہ کھا گیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر اس معذور کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑا جب چلتے چلتے چور ہو گئے تو ایک جنگل کے بعد دوسرا جنگل آتا انہیں پیاس لگتی تو وہ مکار معذور کہتا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ابھی منزل قریب ہے۔ یہ سفر ایسا لمبا ہوا کہ اب وہ ایسی جگہ پہنچ گئے۔ کہ آگے نہ جا سکتے تھے نہ پیچھے واپسی کی سکت تھی اس وقت معذور نے حقیقت بتائی اس پر لوگوں نے کہا کہ بادشاہ سلامت ہم نے پہلے آپ کو ڈرایا تھا لیکن آپ نہیں ڈرے لیکن اب تو ہر حال میں آگے جا کر دشمن کے پاس آ پہنچے لیکن اب فیروز سے جنگ کا نشہ اتر گیا۔ اس نے ہیاطلہ کے بادشاہ کو صلح کی دعوت دی کہ اخشنواز ان کا راستہ چھوڑ دے کہ وہ اپنے علاقے کو واپس جا سکیں اس شرط پر کہ فیروز اللہ تعالیٰ کا میثاق دیتا ہے کہ آئندہ اخشنواز وغیرہ سے جنگ نہ کرے گا۔ اور نہ ہی ان علاقوں کا قصد کرے گا۔ اور نہ کسی دوسرے لشکر کو ان سے لڑنے کے لیے بھیجے گا۔ اور ان کے اپنے علاقوں کے درمیان ایک حد فاصل مقرر کرے گا جس سے وہ آگے نہ آئیں گے۔ اخشنواز اس پر راضی ہو گیا۔ اور فیروز نے ایک خط اور دستاویز لکھی جس پر مہر لگائی اور اس پر کچھ گواہ بھی بنائے پھر اخشنواز نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور وہ اپنے علاقے کی طرف چل دیا۔

شکست کی جلن:

جب فیروز اپنے ملک واپس آ گیا تو اس کے تکبر اور غیرت نے اسے اخشنواز سے دشمنی پر ابھارا چنانچہ دوبارہ اس سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا اس کے وزراء اور خواص نے بہت منع کیا لیکن اس نے ایک نہ سنی اور صرف اپنی ہی رائے پر اڑا رہا اسے جن لوگوں نے منع کیا تھا کہ اخشنواز سے جنگ نہ کرے کیونکہ اس میں عہد شکنی ہے ان میں سے ایک آدمی جو فیروز کا خاص آدمی تھا اور اس کی رائے کی اہمیت تھی جس کا نام فرد بوز تھا۔ جب فرد بوز نے فیروز کی اپنے ارادے پر سنجیدگی دیکھی تو اس نے اس کے ساتھ کی ہوئی گفتگو کو ایک صحیفے میں لکھ کر اس سے مہر لگوائی اب فیروز سب کی رائے ٹھکراتے ہوئے اخشنواز کی طرف چل پڑا ادھر اخشنواز نے یہ تدبیر کی کہ اپنے اور فیروز کے علاقوں کے درمیان خندق کھود دی تھی جب فیروز وہاں پہنچا تو کچھ جھنڈے وہاں گاڑ دیئے تاکہ واپسی

پر اس کی علامت ہو اور ان سے راہنمائی حاصل کر سکے اس خندق کو عبور کر کے فیروز اخشنواز کے لشکر کے قریب جا کر خیمہ زن ہوا۔

اخشنواز نے حجت تام کرنے کے لیے سابقہ عہد نامہ دکھایا اور اس کی پاس داری کی نصیحت کی تاہم فیروز اپنی اس بات پر اڑا رہا دونوں کے درمیان طویل گفتگو ہوئی اور اس کے بعد جنگ چھڑ گئی فیروز کا لشکر خلاف ورزی عہد کی وجہ سے دل جمی سے نہ لڑ رہا تھا اور ان میں کمزوری کا احساس بھی نمایاں تھا۔ ادھر اخشنواز نے دستاویز نکال کر نیزے پر رکھی اور کہا کہ یا اللہ! جو اس دستاویز میں ہے تو اس کا حساب لے۔ چنانچہ فیروز کو شکست ہوئی اور واپسی میں خندق عبور کرتے وقت جھنڈوں کی جگہ بھول گیا۔ اور اس میں گر پڑا اور مر گیا اخشنواز نے فیروز کے اموال دواین اور عورتیں سب کچھ لے لیا اور فارس کے لشکر کو اس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا کہ اس جیسی مصیبت انہیں کبھی نہیں پہنچی تھی۔

سوخرا بجستانی:

اردشیر خرہ کا رہنے والا ایک آدمی بجستان میں تھا جس کا نام سوخرا تھا۔ اور وہ انتہائی بہادر اور ذی علم آدمی تھا۔ اس کے ساتھ بڑے بڑے فوجی افسر بھی تھے۔ جب اسے فیروز کی ہلاکت کی خبر پہنچی تو اسی رات وہ سوار ہوا اور تیزی سے سفر طے کرتے ہوئے اخشنواز کے پاس جا پہنچا اور اسے جنگ کی دعوت دی اور ہلاکت و بربادی سے ڈرایا۔ لیکن اخشنواز نے اس سے لڑنے کے لیے ایک بڑا لشکر روانہ کیا۔ جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو اخشنواز کے سپاہیوں نے سوخر کو ناتجربہ کار اور کم تربیت پایا اور کہا جاتا ہے کہ سواخر نے ایک تیر مارا جو اخشنواز کے ایک سپاہی کے گھوڑے کی آنکھوں کے درمیان لگ کر غائب ہونے کے قریب ہو گیا گھوڑا گر گیا۔ اور سواخر نے اس شہسوار کو پکڑ لیا تاہم اسے زندہ چھوڑ دیا اور کہا کہ بادشاہ کے پاس جا کر آنکھوں دیکھا حال بیان کرو وہ لوگ اخشنواز کے پاس واپس گئے اور گھوڑا بھی لے گئے جب اخشنواز نے اس تیر کا اثر دیکھا تو عجیب ورطے میں مبتلا ہو گیا اور سوخرا کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنی حاجت بتاؤ ہم اسے پورا کریں گے اس نے جواب بھیجا کہ میری حاجت یہ ہے کہ فیروز سے چھینے ہوئے مال دیوان اور قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ جب اخشنواز نے یہ حاجت سنی تو یہ چیزیں اسے دے بھیجیں پھر جب سواخر نے انہیں اپنے قبضے میں لے لیا تو دیوان سنجیدگی سے مطالبہ کیا تو اخشنواز نے اس کی سنجیدگی دیکھتے ہوئے اپنی جان کے فدیے کے طور پر وہ اشیاء واپس کر دیں چنانچہ سوخرا فیروز کے تمام دیوان مال و متاع اور قیدیوں کو واپس لے گیا۔ جب ان عجمیوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کا انتہائی اکرام کیا۔ اور اسے مرتبہ عطا کیا جس کے بعد صرف بادشاہ ہی کا مرتبہ ہے۔

سلسلہ نسب:

یہ شخص سوخرا ابن ویسا بن زہان بن نرسی بن کرن بن کروان بن ابیہ بن اوبیہ بن قرویہ بن کردبنا بن طوس بن نودکا بن منشو بن نودر بن منوچہر تھا۔

اخشنواز کی کامیاب چال:

بعض اہل تاریخ نے اخشنواز اور سوخرا کا معاملہ ایسا ہی ذکر کیا ہے جیسا کہ پیچھے کیا گیا۔ تاہم باہمی فرق یہ ہے کہ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب اخشنواز کی طرف فیروز جانے لگا۔ تو طیسبون اور بھر سیر جو کہ شاہی علاقے میں تھے۔ ان پر اسی سوخرا کو نائب مقرر کیا اور اس عہدے کا نام قارن تھا۔ اس عہدے کے ساتھ یعنی ان علاقوں پر نیابت کے علاوہ بجستان کا والی بھی تھا۔ یہ بلا دخراسان اور

بلاد ترک کے درمیان بنایا تھا۔ تاکہ ترک اس سے آگے بڑھ کر خراسانی علاقوں پر قابض نہ ہوں کیونکہ دونوں فریقین نے اس پر معاہدہ کر لیا تھا۔ اور فیروز نے بھی اخشنواز سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ یعنی فیروز اس منارہ سے بڑھ کر ترکوں کے علاقوں پر غارت گری نہیں کرے گا۔ تاہم جب فیروز نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی اور اس منارہ کے پاس پہنچ گیا تو اخشنواز کو دھوکہ دینے کے لیے اس منارہ کو پچاس ہاتھیوں اور تین سو آدمیوں کے ساتھ ہتھکڑیوں میں کس کے سامنے گھسیٹا تھا۔ اور خود پیچھے چلنے لگا اس سے وہ یہ تاثر دینا چاہتا تھا۔ کہ وہ اخشنواز سے کیے ہوئے معاہدے کی پاس داری کرے گا۔ جب اخشنواز کو منارے کے ساتھ فیروز کے معاملے کا پتا چلا تو اس نے فیروز کو لکھا اے فیروز! جس کام سے تیرے اسلاف رکے رہے۔ تو بھی اس سے رک' لیکن اس کے خط اور قول پر فیروز نے کان ہی نہ دھرا اور مسلسل اخشنواز سے جنگ کی خواہش کرتا رہا۔ اور اسے جنگ کی طرف بلاتا رہا۔ لیکن اخشنواز حتی الامکان جنگ سے پہلوتہی کرتا رہا وجہ یہ تھی کہ ترکوں کی زیادہ جنگیں مکروفریب اور دشمن کو چکمہ دینے پر مبنی تھیں چنانچہ وہ اس مرتبہ بھی ٹال مٹول کر کے فریب کرنا چاہ رہا تھا۔ چنانچہ اس نے اسی دوران اپنے لشکر کے پیچھے دس ذراع چوڑی اور بیس گز گہری خندق کھودی اور کمزور کمزور لکڑیاں بھر کر ان پر مٹی ڈال دی اور اس کے بعد اپنے لشکر کو جنگ سے بھاگنے کے انداز میں تھوڑی دور چلا گیا۔ جب فیروز کو پتہ چلا کہ اخشنواز اپنے لشکر کو لے کر اپنے معرکہ سے پیچھے چلا گیا تو اس نے یقین کے ساتھ یہ سمجھا کہ اس نے گویا ہزیمت اور ہار تسلیم کر کے ایسا کیا ہے لہٰذا فیروز خوشی میں طبل بجاتا ہوا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اخشنواز اور اس کے ساتھیوں کی تلاش میں نکل پڑا اور انتہائی تیزی سے سفر کرنا شروع کیا۔ ان کے گزرنے کا راستہ خندق کے اوپر سے تھا۔ جب وہاں پہنچے تو بے سرہو کر وہاں چل پڑے جس کی وجہ سے فیروز اور اس کے اکثر فوجی گر گئے۔ اور تقریباً سب ہی ہلاک ہو گئے۔

اس کے بعد اخشنواز فیروز کے لشکر کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی تمام بقیہ چیزیں ہتھیالیں۔ موبذ اموبذ کو قید کیا۔ اور فیروز کی بیٹی فیروز دخت بھی فیروز کی دیگر عورتوں کے ساتھ قید ہوگئی اس کے بعد اخشنواز نے حکم دیا تو فیروز اور اس کے دیگر سپاہی جو خندق میں گر گئے تھے۔ سب کی لاشیں نکال دی گئیں اور تابوتوں میں بند کر دی گئیں۔ فیروز دخت چونکہ قید تھی اس لیے اخشنواز نے اسے مباشرت کے لیے بلوایا تاہم اس نے انکار کر دیا۔

فیروز کی ہلاکت:

فیروز کی ہلاکت کی خبر جب بلاد فارس میں پہنچی تو وہ لوگ اس سے سخت گھبرا گئے۔ اور غمگین ہوئے اس خبر کی سچائی کا انہیں یقین ہو گیا۔ تو سوخرا بڑے لشکر کے ساتھ ترکوں سے لڑنے کے لیے چل پڑا جب جرجان پہنچا تو اخشنواز کو اس کی آمد کی اطلاع ہو گئی۔ وہ بھی اس کی خبر گیری کے لیے خوب تیار ہو گیا اور سوخرا کی طرف اپنا آدمی بھیجا تاکہ اس کی آمد کا سبب اور اس کا نام اور مرتبہ کا پورا پورا علم ہو جائے سوخرا نے جواب میں کہا کہ مجھے سوخرا کہا جاتا ہے۔ میرے مرتبے کا نام قارن ہے۔ اور میری آمد کا مقصد فیروز کا بدلہ لینا ہے۔ اخشنواز نے کہا کہ تم جس مقصد سے آئے ہو وہ واضح ہو گیا ہے۔ لیکن تمہارا انجام بھی فیروز جیسا ہی ہوگا۔ اگر تم بڑے لشکر کو لائے ہو تو فیروز کو جنگ نے ہلاکت تک پہنچا دیا۔ سوخرا نے اخشنواز کی دھمکی پر کوئی توجہ نہ دی اور اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ اسلحہ سے لیس ہو کر اخشنواز کی طرف چل پڑیں سوخرا کسی بات کو ماننے کے لیے بالکل تیار نہ تھا یعنی اس کا فیروز کے بارے میں صدمہ اور قلب کی حدت اور سختی اسے لڑائی پر مجبور کر رہی تھی چنانچہ اخشنواز نے صلح کا مطالبہ اور

پیشکش کی لیکن سوخرا صلح پر صرف اس شرط پر تیار ہوا کہ فیروز کے لشکر کی تمام مقبوضہ اشیاء اور قید افراد واپس کر دیئے جائیں چنانچہ اخشنواز نے یہ شرط قبول کر لی اور فیروز کے لشکر کے خزانے سوخرا کو واپس کر دیئے اور موبذان موبذ اور فارس کے دیگر اشراف جو کہ اس کی قید میں تھے سب واپس کر دیئے چنانچہ سوخرا اس کے بعد صلح کر کے ان تمام اموال قید افراد کو ان کی رہائی کے بعد ساتھ لے کر بلاد فارس کی طرف لوٹ گیا۔

فیروز کی حکومت کی مدت میں اختلاف ہے۔ بعض نے چھبیس سال اور بعض نے اکیس سال بتائی ہے۔

یزدجرد اور فیروز کے دور کے اہم واقعات

عمر بن تبع کی شرارت:

قبیلہ حمیر کی بادشاہت کے زمانے میں ان کی خدمت سرداروں کے بیٹے کرتے تھے۔ چاہے وہ سردار حمیر سے ہوں یا دوسرے قبائل سے تعلق رکھتے ہوں حسان بن تبع کی خدمت عمرو بن حجر کندی کرتا تھا۔ جو اس کے زمانے میں کندہ کا سردار تھا۔ جب حسان بن تبع جدلیس گیا۔ تو عمرو بن حجر کندی کو اپنے بعض معاملات میں نائب بنا کر چلا گیا۔ جب حسان بن تبع کو اس کے بھائی عمرو بن تبع نے قتل کیا۔ تو اس عمرو بن تبع نے عمرو بن حجر کندی کو اپنے لیے منتخب کیا۔ اس لیے کہ یہ بڑا صاحب الرای اور عالی ظرف انسان تھا۔ اب عمرو نے اس ابن حجر کندی کے اکرام کے لیے اور اپنے بھتیجوں کی ذلت کے لیے حسان بن تبع کی بیٹی کا نکاح اس کندی سے کرا دیا۔ جس پر حمیری لوگوں نے شور شرابا کیا۔ کیونکہ ان کے ہاں کندی قبیلے سے شادی پسند نہیں کی جاتی تھی۔ پھر عمرو بن کندی کے حسان بن تبع کی لڑکی سے بیٹا پیدا ہوا۔

عمر بن تبع کا جانشین:

پھر عمرو بن تبع کے بعد ملک کی باگ دوڑ عبدالکلال بن مثوب کے پاس چلی گئی اس لیے کہ حسان کے بیٹے سب چھوٹے تھے۔ پھر صرف تبع حسان کچھ عمر کا تھا لیکن اسے بھی جنات اچک کر لے گئے تھے۔ اس بناء پر عبدالکلال نے نظام مملکت کو سنبھال لیا تاکہ کوئی دوسرا آدمی جس کا تعلق شاہی خاندان سے نہ ہو وہ مسلط نہ ہو جائے پھر عبدالکلال نے بڑے سلیقے سے حکومت کی اور یہ پرانی نصرانیت کا پیروکار تھا۔

لیکن اس بات کو اس نے اپنی قوم سے چھپائے رکھا اسے ایک شام کے غسانی نے اسے دین کی دعوت دی تھی جس کی وجہ سے حمیری لوگ اس غسانی پر پل پڑے اور اسے موت کی نیند سلا دیا۔ پھر تبع بن حسان صحیح سالم جنات کے چنگل سے واپس آ گیا وہ ماضی میں علم نجوم کا بہترین ماہر تھا۔ اور اپنے زمانے میں تعلیم یافتہ لوگوں میں روشن دماغ تھا۔ اور ماضی اور آئندہ کی خبریں زیادہ یہی بتا دیا کرتا تھا۔ پھر تبع حسان ''ملے کرب'' بن تبع الاقرن حکومت پر قابض ہو گیا۔ جس سے عرب سخت خوف و ہراس میں مبتلا ہو گئے اس نے اپنے بھانجے حارث بن عمرو گندی کے زیر قیادت ایک بڑا لشکر معد چرہ اور اس کے مضافات میں بھیجا۔

تبع کی پیش قدمی:

یہ لشکر نعمان بن امری القیس سے جا ٹکرایا اور نعمان اور شاہی خاندان کے بیشتر افراد کو قتل کر ڈالا اور اس کی فوج کو شکست دے

دی اور منذر بن نعمان بن اکبر وا اور اس کی ماں ماء السما جو بنو نمر سے تھی یہ دونوں بچ گئے پس اس طرح آل نعمان کے ہاتھوں سے حکومت نکل گئی اور حارث ان علاقوں پر قابض ہو گیا۔

نعمان کی حکومت:

ہشام نے کہا کہ نعمان کے بعد اس کا بیٹا منذر بن نعمان تخت شاہی کا مالک ہو گیا۔ اس کی ماں زید مناہ زید اللہ بن عمرو غانی اور اس منذر نے چوالیس سال حکومت کی۔

قصہ مختصر:

بہرام جور بن یزدجرد کے حکومت میں آٹھ سال نو ماں یزد بہرام کے عہد میں اٹھارہ سال فیروز بن یزدجرد کے عہد میں سترہ سال حکومت کی پھر اس کے بعد اسود بن منذر نے حکومت سنبھالی اس کی ماں ہر بنت نعمان تھی جس کا تعلق بنی تجیما ۃ سے تھا۔ جو عمرو بن ابی ذہل ربیع بن ذہل بن شیبان کی لڑکی تھی۔

اور یہ وہ شخص ہے جسے فارسیوں نے بیس سال قید کیا فیروز بن یزدجرد کے زمانے میں دس سال بلاش بن یزدجرد کے عہد میں چار سال اور قباذ بن فیروز کے زمانے میں چھ سال قید کی زندگی گزاری۔

بلاش بن فیروز:

فیروز بن یزدجرد کے بعد اس کا بیٹا بلاش بن یزدجرد بن بہرام جو حاکم بن گیا اس کے بھائی قباذ نے اگرچہ اس سے حکومت کے سلسلے میں کھینچا تانی اور رسہ کشی کی تھی۔ مگر بلاش بالآخر غالب آ گیا قباذ ترکی بادشاہ کے ہاں مدد طلب کرنے کے لیے بھاگ گیا۔

بلاش ایک صاحب صلاحیت بادشاہ:

جب شاہی تاج بلاش بادشاہ کو پہنایا گیا تو مملکت کے شرفا نے بلاش کو مبارک باد اور اس سے مطالبہ کیا کہا سوخرا کے احسانات کا بدلہ دے ان کی بات سن کر بلاش نے سوخرا کا خوب اکرام کیا اور اسے عطایا سے نوازا بلاش ایک اچھے کردار کا مالک تھا۔ اگر اس کو یہ خبر ملتی کہ کسی علاقے میں کوئی گھر زمین بوس ہو گیا جس کی وجہ سے اس کے مالکان کو وطن چھوڑنا پڑا تو بلاش اس علاقے کے گورنر کو سزا دیتا تھا۔ کہ ان مظلوموں کی دستگیری کیوں نہ کی اور ان کی حاجت روائی کرتا تھا۔ تاکہ وہ اپنے شہر چھوڑنے پر مجبور نہ ہوں' اور اس نے ایک شہر کی بنیاد ڈالی جس کا نام لاشواز رکھا۔ یہ مدائن کے قریب ساباط کا علاقہ ہے اور بلاش کی حکومت چار سال رہی۔

قباذ بن فیروز کی حکومت:

بلاش کے بعد حکومت کی زمام قباذ بن فیروز بن یزدجرد بن بہرام جور کے ہاتھ میں آ گئی اس سے پہلے وہ ترک بادشاہ کے پاس اپنے بھائی کے خلاف مدد لینے کے لیے چلا گیا اس سفر کے دوران قباذ کا گزر نیشاپور کی سرحد سے ہوا اس وقت قباذ کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ جو اس کے ترک وطن پر بادل ناخواستہ اسے رخصت کر رہے تھے اور لوگوں میں زرمہر بن سواخر بھی تھا۔

قباذ کو خواہش جماع:

قباذ کو جماع کی خواہش ہوئی اس نے زرمہر سے اس کا ذکر کیا اور مطالبہ کیا۔ کہ کوئی اعلیٰ خاندان کی عورت اس کے لیے تلاش کی جائے اس کے اس مطالبہ پر زرمہر اپنے کمانڈو کے پاس گیا جس کی ایک کنواری حسین وجمیل لڑکی تھی اور اس سے یہ درخواست کی

کہ وہ اپنی لڑکی کا قباذ سے نکاح کروا دے اس لڑکی کی ماں نے اپنے شوہر سے یہ بات کی اس دوران زرمہر بھی ان کو لالچ دلاتا رہا۔ بالآخر وہ لڑکی جس کا نام نیوندخت تھا قباذ کے نکاح میں چلی گئی چنانچہ قباذ نے اسی رات اس سے جماع کیا اور اس سے نوشیروان حمل قرار پایا اور قباذ نے بہترین انعامات اور عطایا سے اس کو نوازا۔

لڑکی کی ماں کا استفسار:

یہ بھی مروی ہے کہ اس لڑکی کی ماں نے قباذ کے حالات دریافت کیے تو نیوندخت نے کہا کہ مجھے صرف اتنا پتا ہے کہ اس کی شلوار پر سونے کی پٹی بنی ہوئی ہے تو اس کی ماں سمجھ گئی کہ وہ بادشاہ کا بیٹا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوئی اب قباذ شاہ ترک کے پاس پہنچا وہاں جا کر اس نے اپنا تعارف کرایا کہ شاہ فارس کا پسر ہے اور اس کے بھائی نے رسہ کشی کر کے تخت پر قبضہ کر لیا اور وہ یعنی قباذ بھائی کے خلاف مدد لینے آیا ہے۔

اس پر خاقان نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ ضرور اس کی مدد کرے گا اور اس طرح قباذ اس کے پاس چار سال تک رہا جوں جوں مدت گزرتی گئی تو قباذ نے خاقان کی بیوی کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے اپنا لے پالک بنا لے اور خاقان سے کہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے تو اس عورت نے یہ کام بحسن خوبی انجام دیا حتیٰ کے خاقان نے قباذ کے ساتھ ایک بڑا لشکر روانہ کیا۔

جب قباذ اس لشکر کو لے کر نیشاپور کی سرحد کو پہنچا تو وہاں نیوند کی جس شخص نے شادی کرائی تھی اس سے اپنی زوجہ نیوندخت کا حال دریافت کیا اس شخص نے اس کی ماں سے معلومات حاصل کر کے یہ خبر دی کہ نیوندخت کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے چنانچہ قباذ نے اسے بلایا تو نیوندخت نوشیروان کا ہاتھ پکڑے ہوئے جب قباذ کے پاس آئی تو اس نے بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ ہی کا بچہ ہے اور وہ بچہ شکل سے قباذ سے کافی مشابہ تھا۔

بلاش کی ہلاکت:

کہا جاتا ہے کہ اسی جگہ قباذ کو بلاش کی موت کی خبر پہنچی تو اس نے نوشروان کو مبارک بچہ سمجھا لہٰذا حکم دیا کہ اس بچہ کو شاہی خاندان کی سواریوں پر سوار کیا جائے اب جب قباذ مدائن پہنچا اور مملکت مستحکم ہوگئی تو اس نے سوخرا کا خوب اکرام کیا اور سوخرا نے قباذ کے بیٹے کی جو خدمت کی تھی اس کا قباذ نے شکریہ ادا کیا پھر لشکر ملک کے تمام کونوں میں بھیجے جنہوں نے دشمن کو صفحۂ ہستی سے صرف کل کی طرح مٹا ڈالا اور بہت سوں کو قید کیا۔

قباذ کے تعمیر کروائے گئے شہر:

اہواز فارس کے درمیان رجان نامی شہر تیار کیا اسی طرح حلوان کی بنیاد ڈالی اور کارزین کے کنارے اور شیرہ خیرہ کے گوشے اور صوبے میں قباذ شہر تعمیر کرایا یہ چند نام اور بہت سے شہروں اور بستیوں کے علاوہ ہیں جو اس نے بنائیں اور نہریں جن کو کھودا اور پل جن کو از سر نو جوڑا وہ سب ذکر نہیں کیے گئے۔

قباذ کی چال:

جب قباذ کی حکومت کو کافی عرصہ گزر گیا اور سوخرا ملکی معاملات میں کافی حد تک غالب آ گیا تو لوگوں کا رجحان اس کی طرف ہوا اب انہوں نے قباذ کو ایک حقیر حکمران کا درجہ بنا دیا جب سوخرا نے سب پر غلبہ حاصل کر لیا تو قباذ سے یہ برداشت نہ ہو سکا چنانچہ اس

نے سابور رازی کو لکھ بھیجا کہ وہ لشکر کو لے آئے چنانچہ وہ لشکر کے ساتھ آن پہنچا اور قباذ نے سوخرا کی پوری صورت حال بتائی اور اس سے سوخرا کے قتل کے سلسلے میں گٹھ جوڑ کر لی چنانچہ صبح کے وقت سابور رازی قباذ کے پاس پہنچا اور اس وقت سوخرا بھی قباذ کے پاس تھا۔ سابور اس انداز سے آیا گویا اس کا کام قباذ سے ہے سوخرا بے خبر تھا کہ سابور نے اچانک اپنے پاس سے ایک رسی نکال کر سوخرا کو پھندا لگایا اور کھینچ کر باہر لے آیا اور پھر جیل میں ڈال دیا اس وقت یہ مقولہ مشہور ہو گیا کہ سوخرا کی ہوا کم ہو گئی۔ اور مہران کی ہوا تند و تیز ہوئی پھر اس کے بعد قباذ نے سوخرا کے قتل کا حکم نامہ جاری کر دیا چنانچہ اس کی گردن ماری گئی پھر جب اس کی حکومت کے دس سال مکمل ہوئے۔ تو مدبذان موبذ اور دیگر اشراف مملکت نے اتفاق کر لیا کہ اب اسے مزدک کی پیروی کی پاداش میں تخت شاہی سے اتارا جائے گا۔

فرقہ مزدکیہ:

مزدک اور اس کے پیروؤں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں رزق پیدا فرمایا۔ تاکہ لوگ ہمدردی سے اسے آپس میں تقسیم کر لیں لیکن لوگوں نے اس میں ظلم و زیادتی سے کام لیا لہٰذا ان مزدکیوں کا کہنا تھا کہ ہم اغنیا سے مال لے کر فقرا کو دیں گے اور جس کے ہاں مال و جائیداد اور عورتوں کی کثرت ہو گی وہ دوسرے لوگوں سے اس کا زیادہ حقدار نہیں اس کو کمینے لوگوں نے اپنے لیے بہترین موقع جانا انہوں نے مزدک اور اس کے چیلوں کی بھرپور مدد کی جس کی وجہ سے دیگر عوام کو سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا مزدکی گروہ کا اس قدر سخت غلبہ ہو چکا تھا کہ کسی بھی گھر میں لٹیرے بن کر داخل ہو جاتے تو صاحب خانہ ان کو مال و حرم سے نہیں بچا سکتا تھا۔ انہوں نے قباذ سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ بھی ان کے ملک کا چرچہ کرے ورنہ اسے حکومت سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔ اس کے اس بھونڈے کمینے پن کا نتیجہ یہ ہی نکلا کہ تھوڑے عرصے میں بچوں کے باپ کی پہچان مشکل ہو گئی۔ اور کوئی شخص عیش کے ساتھ کسی چیز کا مالک نہ رہا مزید براں انہوں نے قباذ کو محبوس کیا کہ ان کے علاوہ کسی کی رسائی اس تک نہ تھی۔ پھر اس کی جگہ جاماسب کو جو قباذ کا بھائی تھا۔ حاکم مقرر کیا گیا۔ اور قباذ سے کہا گیا کہ تجھ سے ماضی میں ایسی غلطیاں سرزد ہوتی رہیں ہیں جس کی تلافی صرف اس طرح ممکن ہے کہ تو اپنی عورتوں کو مباح کر دے اور اس کے ساتھ ان کا اردہ یہ بھی تھا کہ وہ قباذ کو ذبح کر کے آتش کی بھینٹ چڑھائیں۔ یہ صورت حال جب زرمہر نے دیکھی تو وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر چند شرفاء کے ساتھ مل کر میدان میں کود پڑا اور مزدکی افراد کی خوب نسل کشی کی اور قباذ کو دوبارہ حاکم بنایا اور جاماسب کو تخت سے ہٹایا پھر مزدکیوں نے قباذ کو زرمہر کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ اور زرمہر کو قتل کروایا قباذ بہترین بادشاہ تھا۔ مگر مزدک نے اسے راہ راست سے ہٹا دیا جس کی وجہ سے معاملات بکھر گئے اور سرحدات پر رخنے پڑ گئے۔

فارسی تاریخ کے ماہرین کا کہنا ہے کہ فارسی معززین نے ہی قباذ کو محبوس کیا جب اس نے مزدک کی پیروی کی اور اس کی جگہ جاماسب بن فیروز کو حاکم بنایا۔

قباذ کی رہائی:

قباذ کی رہائی اس طرح ہوئی کہ اس کی بہن قید خانہ میں آئی اور اندر جانے کی کوشش کی لیکن محافظ نے روک لیا وہ اس کو اپنی حیوانی خواہش پوری کرنے کے لیے ڈھال بنا رہا تھا۔ چنانچہ اس نے خواہش ظاہر کی تو اس عورت نے کہا کہ آپ کا مقصد حل

ہو جائے گا۔ چنانچہ محافظ نے لالچ میں آ کر اجازت دے دی وہ ایک دن قباذ کے پاس رہی اور اگلے دن قباذ کو بستر میں باندھ کر ایک مضبوط خادم پر لاد دیا اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ اسے جیل خانے سے باہر لے جائے اور پیچھے پیچھے قباذ کی بہن خود چل پڑی جب اس محافظ نے خادم کو روکا تو اس عورت نے کہا کہ یہ میرے حالت حیض میں استعمال شدہ گندے کپڑے ہیں جنہیں صاف کرنے کے لیے باہر لے جایا جا رہا ہے۔ چنانچہ محافظ نے باہر جانے کی اجازت دے دی اور بستر کو گندا سمجھ کر ہاتھ نہ لگایا چنانچہ وہ خادم قباذ کو لے کر باہر نکلا اس کے پیچھے قباذ کی ہمشیرہ تھی۔ اب قباذ رہائی کے بعد بھاگ کر مدد طلب کرنے کے لیے ہیاطلہ چلا گیا۔ تاکہ لشکر جمع کر کے اپنے مخالفین کی سرکوبی کر سکے وہ اپنے سفر میں سب سے پہلے ابرشہر سے ملا جو ہیاطلہ کے سرداروں میں سے تھا۔ اور اس کی ایک جوان بیٹی تھی اور قباذ کا نکاح کسریٰ نوشیروان کی ماں سے اسی سفر میں ہوا پھر اسی سفر میں قباذ' نوشروان اور اس کی ماں لوٹ کر آئے۔ اور قباذ کے جاماسب سے چھ سال حکومت کے بعد اس سے مملکت چھین لی اور قباذ نے اس کے بعد رومیوں سے جنگ کی اور جزیرہ کے ایک علاقے آمد کو فتح کیا۔ اس کے باسیوں کو قید کیا اور اس کے حکم سے فارس اور اہواز نے اس کی ایک دستاویز بھی لکھی اور اپنی مہر بھی اس کے نام پر چھوڑ دی۔

قباذ کے زمانے میں عرب کے سانحات:

ہشام بن محمد کی نسبت سے یہ بات پہنچی ہے کہ ہشام نے فرمایا کہ جب عمرو بن حارث بن حجر کندی نے نعمان بن امری القیس بن شقفیہ کو قتل کیا۔ تو منذر بن نعمان اکبر بچ گیا۔ حارث کندی حکومت کا مالک ہو گیا۔ تو قباذ نے حارث کندی کو لکھ بھیجا کہ آپ سے پہلے بادشاہ سے ہماری چشمک تھی البتہ مجھے آپ سے ملنے کی رغبت ہے قباذ ایک نیک آدمی تھا۔ بھلائی کرتا اور خونریزی کو ناپسند کرتا۔ اسی وجہ سے وہ دشمنوں سے بہتر تعلقات بنا لیتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اس کے زمانے میں لوگوں کی خواہشات زیادہ ہو گئیں اور لوگوں نے اس کو کمزور بنا لیا اس خبر پر حارث کندی لشکر اور اسلحہ کے ساتھ اس کی جانب روانہ ہوا اور دونوں کی ملاقات پل فیوم پر ہوئی قباذ نے پہلے سے یہ ترکیب کی تھی کہ ایک طبق میں کھجوریں گٹھلی نکال کر رکھی تھیں اور دوسرے میں گٹھلی کے ساتھ رکھ دیں تھیں۔ اور بلا گٹھلی والا طبق اپنے سامنے رکھا۔ جب حارث اور قباذ نے کھجوریں کھانا شروع کیں۔ تو حارث گٹھلی نکال کر پھینکتا جب کہ قباذ ایسے ہی کھا جاتا اس پر قباذ نے کہا کہ میری طرح کیوں نہیں کھاتے تو حارث نے کہا کہ گٹھلی تو ہمارے جانوروں اور اونٹوں کی غذا ہے وہ سمجھا کہ قباذ مزاق کر رہا ہے پھر قباذ اور حارث نے باہم طے کیا کہ حارث اور اس کے ساتھی گھوڑوں سمیت فرات میں داخل ہوا کریں لیکن اس سے زیادہ نہ بڑھیں جب حارث نے قباذ کی کمزوری محسوس کی تو اسے قباذ کے علاقے چھیننے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اور اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ فرات کو عبور کر کے قریب کے علاقوں پر دھاوا بول دیں اسی دوران جب قباذ مدائن میں تھا۔ ایک چیخ و پکار والے شخص نے جان کن خبر سنائی کہ ان کے پہلو میں دشمن یلغار کرتا ہوا پہنچ گیا ہے۔ پھر حارث کے پاس پیغام بھیجا کہ عرب ڈاکوؤں نے غارت گری کی ہے اور یہ کہ قباذ حارث سے ملنا چاہتا ہے۔ چنانچہ حارث قباذ سے جا ملا تو قباذ نے کہا کہ تم نے ایسا کام کیا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ حارث نے کہا کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔ اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے۔ البتہ یہ کام کچھ ڈاکوؤں کا ہے۔ اور میں انہیں سوائے لشکر اور مال کے روک نہیں سکتا۔ قباذ نے کہا پھر تمہاری کیا خواہش ہے۔ حارث نے کہا کہ مجھے کچھ علاقہ دے دو جس سے میں اسلحہ وغیرہ خرید لوں تو قباذ نے فرات کے چھ نشیبی علاقے حارث کے حوالے کر دیئے۔ اس پر حارث نے یمن کے بادشاہ تبع

کو پیغام بھیجا کہ مجھے عجمی ممالک میں دلچسپی ہے۔ اور میں نے چھ علاقے بھی حاصل کر لیے ہیں۔ تو آپ لشکر کے ساتھ تشریف لائیں۔ کیونکہ ان عجمیوں کا بادشاہ معمولی آدمی ہے۔ وہ گوشت کو حلال نہیں سمجھتا۔ اور خون ریزی کو ناپسند کرتا ہے۔ کیوں کہ وہ زندیق آدمی ہے۔ اس لیے اس پر تبع نے لشکر جمع کیے اور چل پڑا حتی کہ حیرہ میں اترا اور فرات کے قریب ہو گیا۔ وہاں اسے مچھروں نے تکلیف پہنچائی پھر اس نے حارث کو حکم دیا کہ اس کے لیے نجف تک ایک نہر کھودے چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔ یہ حیرہ کی نہر ہے۔ وہ تبع اس کے قریب اترا اور اپنے بھتیجے شمر ذوالجناح کو قباذ کی طرف روانہ کیا شمر کی اس سے جنگ ہوئی اور قباذ ری کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں اس کو پکڑ لیا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر تبع نے شمر کو خراسان بھیج دیا۔ اور تبع نے اپنے بیٹے حسان کو صغد کی طرف روانہ کیا اور اس کا لشکر چھ لاکھ چھیالیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ پھر تبع نے اپنے بھتیجے یعفر کو روم کی طرف روانہ کیا۔ اسی کو شاعر کہتا ہے۔

اے میرے دوست! تعجب ہے اس مصیبت کو حیرہ کی تھی جب وہ مقام جائیہ پر اترے ان کے اسی ہزار جھنڈے تھے ہر آٹھ آدمیوں کا ایک جھنڈا۔

یعفر وہاں سے چلا یہاں تک کہ قسطنطنیہ پہنچ گیا تو وہاں کے لوگوں نے فرمانبرداری کی اور جزیہ اور ٹیکس ادا کیا۔ اور پھر روم چلا گیا۔ اور قسطنطنیہ کے درمیان چار ماہ کی مسافت ہے۔ وہاں اس نے اس علاقہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے ساتھیوں کو وہاں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا مزید برآں وہاں طاعون کی وبا پھیل گئی جس کی وجہ سے وہ کمزور ہو گئے رومی ان کی اس حالت کو بھانپ گئے۔ اور ان پر پل پڑے اور قتل کر ڈالا اور ایسا خون ریز ہوا کہ یعفر کے ساتھیوں میں سے ایک بھی نہ بچا۔

شمر ذوالجناح کی تدبیر:

شمر ذوالجناح نے سمرقند پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ جس میں کامیابی نہ ہوئی جب اس نے ناکامی دیکھی تو قلعے کے محافظین کی تلاش شروع کر دی بالآخر ایک کو پکڑا اور اس سے اس شہر اور اس کے بادشاہ کے متعلق معلومات حاصل کرنا شروع کیں۔ اس نے بتایا کہ اس شہر کا بادشاہ نہایت ہی بے وقوف آدمی ہے۔ اس کا مشغلہ صرف کھانا پینا ہے۔ جب کہ امور سلطنت اس کی بیٹی انجام دیتی ہے۔ یہ سن کر شمر ذوالجناح نے اس حارث کو یہ ہدیہ دے دیا اور اس عورت کے پاس بھیجا اور اس کو کہا کہ اس عورت کو میرا پیغام دینا کہ میں عرب سے چل کر یہاں اس لیے آیا ہوں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ بڑی ذی عقل عورت ہے۔ اب یہ ارادہ ہے کہ وہ مجھ سے شادی کرے تاکہ ایسا لڑکا پیدا ہو جو کہ عرب و عجم کا بادشاہ ہو اور میں مال کی طلب میں یہاں نہیں آیا اور میرے پاس تو سونے چاندی کے ہزاروں تابوت ہیں یہ اسے دے دوں گا اور خود چین چلاؤں گا۔ اگر وہ علاقہ فتح ہو گیا۔ تو یہ میری بیوی کا ہے۔ اور اگر میں اس معرکہ میں کام آ گیا تو یہ مال اسی کا ہے۔

چار ہزار تابوت:

جب یہ بات اس عورت کو پہنچی تو اس نے کہا کہ مجھے یہ بات منظور ہے اور جس مال کا اس نے ذکر کیا ہے وہ بھیج دے اس نے چار ہزار تابوت بھیج دیئے ہر تابوت میں دو آدمی تھے۔ سمرقند کے چار دروازے تھے۔ ہر دروازے پر چار ہزار آدمی مقرر تھے شمر ذوالجناح نے اپنے تابوت والے آدمیوں کے درمیان یہ علامت رکھی کہ وہ گھنٹیاں بجائے گا یہ پیغام اپنے بھیجے ہوئے بندوں کی طرف بھجوا دیا۔ جب شہر میں پہنچے تو اس نے گھنٹیاں بجائیں سب چل کر نکلے انہوں نے دروازے سنبھال لیے۔ شمر کے لوگوں میں اونچی

جگہ پر نمایاں ہوکر جلوہ افروز ہوا اور اسے اسی حالت میں شہر میں داخل ہوا اور قتل عام کر کے سب کچھ سمیٹ لیا۔

شمر، حسان ملاقات:

پھر چین کی طرف رخت سفر باندھ کر متوجہ ہوا اسی اثناء میں ترک کے کچھ اقدامی لشکروں سے مڈبھیڑ ہوئی انہیں شکست دیتے ہوئے چین کی طرف چل پڑا وہاں جا کر حسان بن تبع سے ملاقات ہوئی حسان تین سال پہلے وہاں تھا۔ دونوں باہم مل گئے۔

(اسی طرح بعض لوگوں نے تذکرہ کیا ہے) ۲۱ سال تک وہاں دونوں قیام پذیر رہے۔

آگ، ہلاکت کی خبر:

جن حضرات کا خیال ہے کہ وہ دونوں تا ہلاکت وہیں مقیم رہے ان کا کہنا یہ ہے کہ تبع نے آگ اپنے درمیان بطور علامت تجویز کی تھی اس لیے جب کوئی واقعہ پیش آتا۔ تو لوگ آگ روشن کرتے ایک رات یہ خبر آئی کہ جب دونوں آگ روشن کروں تو یعفر کی ہلاکت کی علامت ہوگی۔ اور اگر تین آگ روشن کروں تو تبع کی ہلاکت کی علامت ہوگی۔ پھر اسی قول پر برقرار رہے پھر اس کے بعد دو آگ روشن کی جو یعفر کی ہلاکت کی علامت تھی اور پھر تین آگ روشن کی جو تبع کی ہلاکت تھی۔

مسلم بات:

یہ بات مسلم ہے کہ شمر اور حسان واپس پلٹے یہاں تک کہ تبع کے پاس آن پہنچے ان کے ہمراہ تمام جمع شدہ مال' مختلف اقسام کے جواہر' خوشبو اور قیدی تھے۔ پھر سب اپنے بلاد کو واپس لوٹے اور تبع چلتا ہوا مکہ پہنچ گیا۔

اور مکہ کے قریب ہی ایک گھاٹی میں نزول کیا اس کے بعد تبع کی موت یمن میں ہوئی اس کے بعد یمن کا کوئی بادشاہ جنگ کے ارادے سے نہیں نکلا تبع کی بادشاہت ۱۲۰ سال تک رہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تبع دین یہود میں داخل ہو گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ مکہ اور یثرب سے گزرتے وقت اس کے ساتھ کچھ یہودی علماء ہو لیے ان سے متاثر ہو کر اس نے یہودیت اپنالی۔

علماء تاریخ کا کہنا ہے کہ کعب احبار کا علم بھی ان کے بقیہ جات میں سے تھا واضح رہے کہ کعب احبار کا تعلق قبیلہ حمیر سے تھا۔

ابن اسحاق کی رائے:

ابن اسحاق نے یوں تذکرہ کیا ہے کہ مشرق کی طرف قدم اٹھانے والا ایک دوسرا تبع بھی ہے۔ اور وہ تبع تبان ہے اس کا پورا نام یوں ہے۔ تبع تبان اسعد ابو کرب بن ملیکی کرب بن زید بن عمر بن ذی الاذعار ابو حسان۔ یہ خبر ہمیں ابن حمید عن سلمہ عن ابی اسحاق کے طریق سے پہنچی ہے۔

کسریٰ اور نوشیروان

نام ونسب:

کسریٰ لقب ہے' نوشیروان نام ہے پورا نسب اس طرح ہے۔ نوشیروان بن قباذ بن فیروز بن یزدجرد بن بہرام۔

حالات زندگی اور تخت نشینی:

اپنے والد قباذ کے بعد نوشیروان تخت نشین ہوا بادشاہ بنتے ہی اپنے چاروں گورنروں کو خطوط لکھے ان چاروں میں سے ہر ایک فارس کی مختلف ریاستوں پر گورنری چمکائے بیٹھا تھے۔ آذربائیجان کے گورنر واری بن نخیر جان اور طبرستان کے گورنر دنباوند کو لکھے گئے خطوط کا لب لباب یہ تھا کہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بادشاہ کسریٰ بن قباذ کی طرف سے آذربائیجان و آرمینیہ اور اس ملحقہ علاقہ جات کے گورنر واری بن نخیر جان اور طبرستان اور اس سے ملحقہ علاقہ جات اور گورنر دنباوند کو سلام ہو۔ بے شک لوگ جس سے دہشت زدہ ہوں اس کا سبکدوش ہو جانا زیادہ بہتر ہے اور نعمتوں کا زائل ہو جانا زیادہ بہتر ہے اور نعمتوں کا زائل ہو جانا فتنوں کا وقوع پذیر ہونا اور مصیبتوں کا پیش آنا خوف زدہ چیزیں ہیں۔ ہاں یہ علل آدمی کی مال و جان عزت آبرو میں کھینچا تانی رکھتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہم کوئی وحشت محسوس نہیں کرتے۔ اسی طرح کسی بڑی شئے کا فقدان بھی عامۃ الخلائق کے ہاں کوئی بڑی بات نہیں ایسا بھی نہیں کہ کسی صالح بادشاہ کے مرنے کی وجہ سے آدمی پر مصائب کود پڑیں۔

زردشت میں نئی بدعت کا پھیلنا:

جب کسریٰ کی بادشاہت پختہ ہوگئی تو اہل فسا سے ایک آدمی زردشت بن فرکان نامی کا مجوسیت میں کھڑا ہوا اور ملا جلا دین ایجاد کیا۔ کسریٰ نے اس کی خبر لی زردشت کے اس نئے دین میں بہت سارے لوگ اس کے متبعین ہو چکے تھے۔ آئے دن اس کے دین کو ترقی ملتی جا رہی تھی۔ عام لوگوں کو اس دین کی طرف بلانے والا اہل مذریہ کا ایک آدمی تھا۔ جس کا نام مزدق تھا۔ مزدق لوگوں کو نئے دین میں داخل ہونے کا حکم دیتا تھا۔ اور من گھڑت دین کو خوب مزین کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا تھا۔ لوگوں کو اس دین کی طرف لانے کے سیے خوب ابھارتا۔ لوگوں کے اموال و اولاد کے سلسلے میں غیر سگائی سے پیش آتا۔ لوگوں کے سامنے من جانب اللہ اور اس پر مرتب ثواب کا لالچ دے کر مال بھی بٹواتا تھا۔ مندرجہ بالا سرگرمیوں کا اثر یہ ہوا کہ گھٹیا لوگ شرفاء کے ساتھ مل کر اچھے خاصے گروہ کی شکل میں اس کے پاس جمع ہو گئے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غاصبین کے لیے چھینا جھپٹی کے راستے کھل گئے ظالم شارع عام پر نکل آئے اور زانیوں کو اپنی حاجت پوری کرنے کا راستہ مل گیا۔ اسی طرح ایسی شریف عورتیں جن کی طرف یہ آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جسارت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اب سر عام ان میں شوق وطمع رکھنے لگے۔ الغرض لوگوں کو ایسی عظیم آفت کا سامنا کرنا پڑا جس کی مثال عہد رفتہ میں نہیں ملتی۔

کسریٰ کا گمراہی کو ختم کرنا:

اس کے باوجود بھی کچھ لوگ اس نئے دین سے پوری طرح پہلوتہی برتتے رہے اور کسریٰ کو بھی ان لوگوں کی بدچلنیوں سے منع کرتے رہے جب کسریٰ ان کی ریشہ دوانیوں سے پوری طرح واقف ہو گیا تو عزم مصمم سے اس بدعت کو اکھیڑ پھینکا جن لوگوں نے اس بدعت پر مرمٹنے کا عہد کر رکھا تھا۔ ان کی کثیر تعداد کو تہ تیغ کیا۔ اسی طرح مانویہ سے بھی ایک قوم کا صفایا کیا۔ زردشت کے خاتمے کے بعد خالص مجوسیت کو قائم کیا اور ہمیشہ اس پر کاربند رہا۔

ریاست اصبہذہ کا تذکرہ:

کسریٰ کی بادشاہت سے پہلے اس ریاست کا والی ایک آدمی تھا اور اس نے ریاست کو مختلف لشکروں میں بانٹ ہوا تھا۔ کسریٰ نے آتے ہی اس ولایت کو متفرق کر دیا اور ریاست چار حصوں میں ہو گئی۔ جن کا ذکر یوں کیا جاتا ہے۔ اصبہذہ مشرق یہ خراسان کا علاقہ ہے۔ اصبہذہ مغرب، اصبہذہ نمیروز (یہ یمن کا علاقہ تھا) اور اصبہذہ آذر بائیجان اور اس سے ملحقہ علاقے شمار کیے جاتے تھے۔

چھنی ہوئی ریاستوں کی واپسی:

جب کسریٰ نے دیکھا کہ ملکی نظام کسی حد تک بہتر ہو چکا ہے تو اس نے فوج کو اسلحہ گھوڑوں سے خوب تقویت دی اور ان کی ولایتوں کی طرف متوجہ ہوا قباذ کے ہاتھ سے نکل کر مختلف بادشاہوں کے قبضہ میں جا چکیں تھیں۔ یہ ریاستیں قباذ کے ہاتھ سے نکل کر بعض مختلف نااہلوں کے ہاتھ میں جا چکیں تھیں اور کچھ دوسرے اسباب اور علل کی وجہ سے نکل چکی تھیں اور ان کی نکلی ہوئی ریاستوں میں سے سندھ، بست، رخج، زابلستان، طخارستان، سردستان اور کابل قابل ذکر ہیں۔

بازر قوقہ کی اچھی خاصی تعداد کا قتل عام کیا۔ اور بچے کچے کو جلا دیا۔ اور ان کو لا کر اپنی مملکت میں بسایا۔ اور خوب نوازش دکھائی پیش آنے والی جنگوں میں کسریٰ ان لوگوں سے بھی مدد لینا چاہتا تھا۔

صول قوم کو قیدی بنایا اور جب اس کے پاس لائے گئے۔ تو اس نے اسی آدمیوں کو رکھ کر باقی سب کو قتل کرا دیا یہ اسی آدمی جنگجو کمانڈر تھے۔ شہرام فیروز کو حکم دیا کہ انہیں امان دے کر اتار لیا جائے اور جنگوں میں ان کمانڈروں سے مدد لے۔

کسریٰ کی دیگر اصلاحات:

کسریٰ کو اپنی حکومت اچھی طرح بہتر بنانے کے لیے ایسے لوگوں کا قلع قمع کرنا ضروری تھا۔ جس کی طرف سے کبھی نہ کبھی شر پھیلانے کی توقع کی جا سکتی تھی۔ ایسی قوموں میں ایک قوم انجز بھی تھی اسی طرح بنجر، بلنجر اور الان یہ قومیں بھی ایسے لوگوں میں سے تھیں۔ مذکورہ بالا تمام اقوام نے آپس میں باہمی تعاون کر کے کسریٰ کے علاقوں پر غارت گری کر گزرنے کی ٹھانی اور آرمینیہ کی طرف متوجہ ہوئے ان دنوں ان اقوام کے لیے آرمینیہ پر ممکن وقادر ہونا آسان نہ تھا۔ کسریٰ نے بھی ابتدائی مراحل میں تسامح سے کام لیا۔ جب مذکورہ امم اچھی طرح سے قابض ہو گئے۔ تو کسریٰ نے بھی ادھر سے اپنے لشکروں کو ان کی طرف روانہ کر دیا شر پسندوں کا قتل عام کیا۔ جو قتل سے بچ کر قیدی ہوئے ان کی بھی کثیر تعداد کو آگ میں جلایا تقریباً دس ہزار کو قیدی بنا لیا۔ اور ان کو بعد میں آذر بائیجان میں آباد کیا۔

فیروز کسریٰ کی تعمیرات:

بادشاہ فیروز نے اصول الالان کے ایک کنارے پر ایک چٹان کی تراشی ہوئی ایک بنا تعمیر کی ہوئی تھی۔کسری نے فیروز کے علاقے جات کو قلعہ بنانے کا حکم دیا تاکہ شر پسند امم سے بچاؤ کیا جا سکے واضح رہے کہ قباذ بن فیروز نے اپنے باپ کی وفات کے بعد کافی تعداد میں عمارتیں تعمیر کیں تھیں قباذ کے بعد جب کسریٰ قابض ہوا تو اسے حکم دیا کہ صول کے کنارے تراشے ہوئے پتھر سے شہر قلعے ٹیلے اور دیگر عمارتیں تعمیر کی جائیں یہ جگہ جرجان کی ایک طرف میں واقع ہے یہ تعمیرات اس لیے کرائیں کہ شر پسندوں سے جائے پناہ کا کام دیں اور ڈرائے دھمکائے لوگ ادھر نہ پکڑیں۔

سنجبو اخاقان:

سنجبو اخاقان ترکوں کا بہادر اور شجاع کمانڈر تھا اس کے پاس لاؤ لشکر بھی کافی تھا۔اور ترکوں میں عزت مند شمار کیا جاتا تھا۔ اس نے اسی ہیاطلہ کے بادشاہ اور وزیر کو قتل کیا تھا۔اس کے پاس اپنی دفاعی طاقت بھی کافی تھی۔وزراء اور اس کے عام لشکروں کو بے خوف و خطر قتل کر کے مال غنیمت سمیٹ لیا اور ان کے اکثر علاقے پر قبضہ کر لیا۔

تھوڑا سا علاقہ کسریٰ کے قبضہ میں تھا۔ابخز و بنجر اور بلنجر اقوام کو اپنی طرف مائل کیا۔اور ان لوگوں نے سنجبوا کو چڑھائی کرنے سے باز رکھنے کے لیے فدیہ بھی دیتے رہے ہیں۔

فیروز کسریٰ کو دھمکی:

اس کے بعد وہ ایک لاکھ بیس ہزار جنگجوؤں کے ساتھ علاقوں پر آ چڑھا انہیں زیر کر کے کسریٰ کو پیغام بھیجا کہ وہ مال اسے دیا جائے جو ابخز و بنجر اور بلنجر کو بطور فدیہ کے دے دیا کرتے تھے ساتھ ساتھ دھمکی بھی دی کہ اگر اس معاملے میں عجلت سے کام نہ لیا گیا تو بلاد کسریٰ کو روند ڈال دے گا۔

اس کی اس دھمکی پر کسریٰ نے کسی قوم کا کوئی مشورہ یا محفل نہ بلائی اور سنجبو خاقان کے مالی مطالبہ کا جواب دیا چونکہ کسریٰ پہلے ہی صول کے کنارے قلعے تعمیر کرا چکا تھا۔ساتھ ساتھ عام راستے درے اور گھاٹیاں بھی قلعے بنا کر محفوظ کر لیں گئیں چونکہ انہی راستوں پر قلعے تعمیر کروائے تھے لہٰذا کسریٰ نے سنجبو اخاقان کو جلدی جواب نہ دیا اور مطالبہ بھی نہ مانا چونکہ کسریٰ کو معلوم تھا۔کہ حالات ناساز گار ہونے پر اس کے پانچ ہزار جنگجو آرمینیہ کی سرحد پر مضبوط ہوئے بیٹھے ہیں۔

سنجبو اخاقان کی خواہشات کا پورا نہ ہونا:

انہی حالات کے پیش نظر سنجبو اخاقان کو معلوم ہوا کہ کسریٰ پہلے سے قلعہ بند ہو کر تیار ہے۔تو اپنی ہمراہی فوج کو لے کر رسوائی کے عالم میں اپنے علاقوں میں واپس ہوا سنجبو اخاقان کو جرجان کے نشیبی علاقہ جات میں بھی چڑھائی کی ہمت نہ ہوئی چونکہ کسریٰ نے اس علاقے کو شر پسندوں کی چڑھائی سے بھی پہلے محفوظ کر لیا تھا۔

کسریٰ کی جڑیں عوام میں:

لوگ کسریٰ کی ہنر مندی' رائے اور علم و عقل' عزم و حوصلہ سے اچھی طرح واقف تھے۔اس کی رافت و رحمت چار عالم میں شہرت پا چکی تھی۔جب کسریٰ کے سر پر شہنشاہی کا تاج پہنایا گیا تو ملک کے شرفا لوگوں نے اس کے لیے خوب دعائیں کیں۔اور اس

کی امیدوں کو عملی جامہ پہنانے کا یقین دلایا۔

جب ان حضرات نے اپنی بات پوری کی تو کسریٰ خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوا مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بارش کا تذکرہ کیا اور اپنے تمام معاملات میں اللہ پر بھروسہ رکھنے کو کہا۔ خوراک وغذا اور معیشت کو درست رکھنے کے بارے میں کہا الغرض چیدہ چیدہ اشیاء کا تذکرہ کیا اپنی طرف سے یقین دلایا۔ کہ کما حقہ امور عامہ میں مناسب اصلاحی اقدام کرے گا۔

اس کے بعد مزدکیہ کے سرداروں کی گردنوں کو تہ تیغ کیا۔ اور ان کو حاجت مندوں میں تقسیم کیا۔ اس طرح عوام الناس میں گڑ بڑ مچانے والے شر پسندوں کی بھی کثیر تعداد قتل کی۔ بچوں کو مناسب مقام تک پہنچایا ان بچوں میں اکثر تعداد ایسے بچوں کی تھی جن کے والد کی پہچان ان پر دشوار ہو گئی تھی۔ لہٰذا ان کو ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور اس کے حوالے کیا جاتا مقبوضہ عورتوں کو غالب شدہ مردوں سے مہر دلوائے گئے۔ عورتوں کے بارے میں یہ خیال رکھا کہ اس کا خاندان اگر راضی ہے تو ٹھیک' ورنہ عورت کو قابض مرد کے بارے میں اختیار دیا جاتا کہ چاہے اس کو پاس رکھے یا دوسری شادی کر لے وہاں عورت جس کا شوہر چاہے تو اس کے سپرد کی جاتی ظالموں سے بقدر جرم انتقام لیا جاتا۔

وہ لوگ جن کا معاشی نظام چلانے والا کوئی نہ تھا۔ ان کا حساب رکھا ایسے لوگوں کی بیٹیوں کی شادیاں کرائیں اور کفاء کا خاص خیال رکھا اور انہیں بیت المال سے جہیز دلایا۔ نوجواں کی شادیاں ذی شرف گھرانوں سے کیں عوام کو غنی کر دیا اور اس بات کو معمول بنایا۔ کہ مختلف امور میں معاونت کے لیے ہمہ وقت اس کے پاس موجود رہیں۔

اپنے والد کی بیواؤں کو اختیار دیا کہ اگر وہ پسند کریں تو اس کے پاس قیام پذیر رہیں اور یہ کہ ان کو عزت واحترام سے رکھے گا۔ اور اگر شادی کی حاجت ہو تو مناسب خاوند تلاش کیے جائیں۔

نہریں اور چھوٹی بڑی نالیاں کھدوائیں۔ معماروں کو قرضے دینے کا حکم دیا جنگوں کے دوران ٹوٹ جانے والے پلوں کو از سر نو تعمیر کیا خراب شدہ بستیوں کو پہلے سے بہتر حالت میں لانے کا حکم دیا کمانڈروں اور جنگجوؤں کی شمار کروائی جس کمانڈر کو قدرے کمزور پایا ایسا لائحہ عمل تیار کیا جو انہیں تقویت پہنچائے۔ آتشکدوں کو بنوایا۔ عوام کے لیے راستوں کو ہموار کیا محلات وقلعے تعمیر کروائے حاکموں' عالموں' اور والیوں کو منتخب کیا۔

انطاکیہ کی فتح:

جب کسریٰ کی حکومت پختہ ہو گئی تو مختلف علاقہ جات اس کے قریب ہو گئے تو انطاکیہ کی طرف چلا انطاکیہ میں قیصر کے بڑے بڑے علماء قیام پزیر تھے' انطاکیہ کو فتح کیا۔ اور اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ انطاکیہ کا نقشہ بصورت تصویر لیا جائے اور نقشہ میں زرعی امور اور راستوں اور مختلف منازل اور دوسری چیزوں کا خیال رکھا جائے نقشہ مکمل کرنے کے بعد انطاکیہ کی صورت پر مدائن کے قریب میں مشہور شہر رومیہ تعمیر کروایا۔ پھر انطاکیہ کے ساکنوں کو زبردستی لا کر اس میں آباد کیا۔

ایک لطیفہ:

جب اصل انطاکیہ کو رومیہ کے باب پر لا کر چھوڑا تو حکم دیا کہ جس کا جیسا ٹھکانہ انطاکیہ میں تھا۔ ایسا ہی رومیہ میں تلاش کرے اور قیام پذیر ہو جائے لوگوں نے ایسا ہی کیا انہیں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے انہیں انطاکیہ سے نکالا ہی نہیں گیا ہو۔

فتح روم اور اسکندریہ:

انطاکیہ فتح کرنے کے بعد ہرقل کی طرف متوجہ ہوا اور اسے فتح کیا پھر اسکندریہ کو یکے بعد دیگرے فتح کیا اور مناسب مقدار میں کچھ لشکر روم میں چھوڑے۔ قیصر کو کسریٰ کی بالادستی کا یقین ہوا تو اس نے کسریٰ کی طرف فدیہ روانہ کیا۔ کسریٰ پھر روم سے واپس ہوا اور خذر کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو زیر کیا اور اس کے بعد عدن کی طرف چلا۔ دو پہاڑوں کے درمیان لشکر کو ٹھہرا کر عدن تک پہنچا۔ عدن پہنچ کر وہاں سرداروں کو تابع کیا۔

پھر مدائن کی طرف واپس پلٹا' ہرقل کے علاوہ روم' آرمینیہ اور ان کے درمیانی علاقے پوری طرح اس کی ماتحتی میں آ چکے تھے۔ بحرین و عدن کے علاقے بھی زیر ہو چکے تھے۔

اس زمانہ کا عرب:

عرب کو زیر کر کے منذر بن نعمان کو کمان دی اور عربوں کا بادشاہ بنایا خود مدائن میں آ کر مقیم ہوا اور جن لوگوں سے معاہدہ کرنا مناسب سمجھا ان سے معاہدے کیے۔

اس کے بعد ہیاطلہ کی طرف ارادہ کیا اور اپنے دادا فیروز کے انتقام کا مطالبہ کیا نوشیروان کا خاقان کے ساتھ سسرالی رشتہ تھا خاقان کو اپنے کوچ کرنے سے پہلے عزم سے آگاہ کر دیا تھا اور اسے بھی ہیاطلہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ہیاطلہ پہنچ کر وہاں کے بادشاہ کو قتل کر دیا اور اس کے خاندان کا استقبال کیا اور یوں بڑھتے بڑھتے بلخ اور اس کے عقبی علاقوں تک پہنچ گیا اور اپنے لشکروں کو فرغانہ میں اتارا۔

اس کے بعد خراسان واپس پلٹا جب مدائن پہنچا تو ایک قوم سے ملا انہوں نے حبشہ کے خلاف مدد طلب کی ان کے ساتھ اپنے ایک قائد کو بھیجا (اس قائد کا تعلق اہل دیلم سے تھا) اور ہمراہ ایک لشکر بھی بھیجا۔

مسروق حبشی کو یمن میں قتل کیا اور خود وہاں مقیم ہوا' نوشیروان مسلسل کامیاب رہا تمام اقوام اس سے ڈرتی تھیں اپنے زمانے کا سپر پاور تھا۔ ترک' چین' خزر اور دیگر علاقوں کی وفود اس کے دروازے پر سرنگوں ہوئے۔ وہ علماء کا قدر شناس تھا۔

ایک زمانہ یہ تھا کہ کسریٰ کے آگے دنیا کا کوئی بادشاہ پر نہیں مار سکتا تھا کیا معلوم تھا کہ دنیا کے افق پر ایک ایسا ستارہ (اسلام) بھی طلوع ہونے والا ہے جو اس سے بڑھ کر سپر پاور ہوگا۔

دورِ کسریٰ

حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کا زمانہ:

کسریٰ نوشیروان اڑتالیس سال تک بادشاہ رہا۔ نبی کریم ﷺ کی پیدائش نوشیروان کے آخری ایام میں ہوئی۔

ہشام کہتے ہیں کہ نوشیروان سنتالیس سال تک بادشاہ رہا اور اس کے زمانے میں جناب عبداللہ بن عبدالمطلب پیدا ہوئے۔

عبداللہ نبی کریم ﷺ کے والد محترم تھے۔ حضرت عبداللہ نوشیروان کے تخت افروز ہونے کے بیالیسویں سال پیدا ہوئے۔

منذر بن نعمان:

ہشام یہ بھی کہتے ہیں کہ جب نوشیروان کی بادشاہی مستحکم ہوئی تو منذر بن نعمان اور اس کی والدہ ''ماء اسما'' (قبیلہ نمر سے تھی) کی طرف پیغام بھی بھیجا اور منذر کو حیرہ کا بادشاہ بنا دیا اس کی بادشاہت میں آل حارث بن عمرو آکل المرار کو بھی شامل کر لیا۔ منذر اس کی موت تک بادشاہ رہا۔

فارس کی کالونیاں:

ہشام کہتے ہیں کہ نوشیروان نے برجان پر چڑھائی کی اور واپس ہو کر بہت سارے دروازے بنوائے۔

اسی طرح ہشام نے کہا ہے کہ فارس کے بادشاہوں میں پہلے عرب کا بادشاہ اسود بن منذر بن نعمان ہوا اس کے ساتھ اس کی ماں ''ہر'' بنت نعمان بھی بادشاہ رہی۔ ان کی بادشاہت سات سال تک رہی۔

اس کے بعد نعمان بن اسود اور اس کی ماں ام الملک بنت عمرو بن حجر جو کہ حارث بن عمرو کندی کی بہن تھی اس کی حکومت چار سال تک رہی۔ پھر ابو جعفر علقمہ بن مالک بن عدی بن ذمیل بن نوز بن اسس بن ربی بن نمارہ بن لخم تین سال تک بادشاہ رہا۔

پھر منذر بن امری القیس (ذوالقرنین) بادشاہ رہا۔ ہشام نے کہا ہے کہ اسے ذوالقرنین اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی دو مینڈھیاں تھیں اس کی والدہ ماء السماء ہے اور وہ ماریہ بنت عوف بن جشم بن ہلال بن ربیعہ بن زید منات بن عامر ضحیان بن سعد بن خزرج بن یتم اللہ بن نمر بن قاسط ہے اس کی ساری بادشاہت انچاس سال تک رہی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا عمرو بن منذر اور اس کی ماں ہند بنت حارث بن عمرو بن حجر و (آکل المرار) چھ سال تک بادشاہ رہا۔

نبی کریم ﷺ کی ولادت کس بادشاہ کے دور میں ہوئی:

ہشام کہتے ہیں کہ عمرو کی بادشاہت کے آٹھویں سال کے آٹھویں مہینے میں آپ کی پیدائش ہوئی یہ زمانہ نوشیروان کی بادشاہت کا ہے اسی سال کو ''عام الفیل'' بھی کہا جاتا ہے چونکہ اشرم یکسوم نے بیت اللہ پر چڑھائی اس سال کی تھی۔

باون دن بعد آپ کی پیدائش ہوئی اسی مناسبت سے اس سال کو عام الفیل بھی کہا جاتا ہے۔

تبع اور قباذ کے بقیہ حالات

تبع کی لوٹ کھسوٹ:

حمید نے ہمیں بتایا کہ سلمہ نے محمد بن اسحاق کے واسطے سے کہا ہے کہ آخری تبع تبان اسعد ابو کرب ہے۔ تبع تبان جب مشرق کی جانب بڑھا تو مدینہ کو اپنا رستہ بنایا۔ ابتداء میں اہل مدینہ کو نہیں چھیڑا اپنے پیچھے اپنے بیٹے کو خلیفہ بنایا اس نے غلبہ کو قتل کیا اس کا بیٹا لوٹ مار کے لیے آگے بڑھا تا کہ وہاں کے لوگوں کا استقبال کرے اور درختوں کو کاٹے چنانچہ آگے بڑھ کر درخت کاٹنے شروع کیے انصار کے ایک قبیلے کو جو خبر پہنچی تو انہوں نے ایک جمعیت اکٹھی کی تا کہ دفاع کر سکیں اس زمانہ میں اہل مدینہ کا رئیس عمرو بن طلہ تھا۔ جس کا تعلق بنو نجار سے تھا جو بنی عمرو بن مبذول کی شاخ تھی۔

احمر کا درانتی سے قتل کرنا:

یہ سارے لوگ دشمن سے جنگ کرنے کے لیے نکلے تبع نے ان میں پڑاؤ کیا تھا اس دوران بنو عدی بن نجار کے ایک آدمی جسے احمر کہا جاتا ہے نے تبع کے ایک آدمی کو درخت کاٹتے ہوئے دیکھ کر اسے درانتی سے قتل کر دیا اور کہا کہ پھل تو اس کے لیے ہے۔ جو شاخ تراشی کرے۔ قتل کرنے کے بعد کسی کنویں میں پھینک دیا اس کنویں کو تومان کہا جاتا ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر تبع کی گھٹن بڑھی۔

اہل مدینہ کی شرافت:

اس دوران جبکہ تبع اپنے مخالفین کے ساتھ کشت وخون میں مصروف تھا تبع نے جب دیکھا کہ انصار دن کے وقت ان سے لڑتے ہیں اور رات کو ان کی مہمان نوازی کرتے ہیں تو اس پر بہت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ بخدا یہ قوم بڑی عزت وشرافت والی ہے۔

یہودی عالم تبع کے پاس:

اس کشمکش میں دو یہودی عالم اس کے پاس آئے اور آ کر کہنے لگے کہ اے بادشاہ ہمارے سننے کے مطابق تو مدینہ کو کھنڈرات میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ اگر تیرا ارادہ ایسا ہی ہے تو یاد رکھ کہ تو اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ تیرے برے ارادے اور مدینہ والوں کے درمیان اللہ کی مدد آڑے آ جائے گی اس پر تبع نے کہا وہ کیسے؟

یہودیوں نے جواب دیا کہ مدینہ نبی آخر الزماں ﷺ کا دار الہجرت ہے اس نبی ﷺ کا ظہور قریش میں ہوگا وہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئے گا لہٰذا تو اپنے ارادہ سے باز رہ۔

تبع کا یہودی ہو جانا:

تبع یہ سن کر رک گیا۔ جب اس نے یہودی عالموں کے علم کو دیکھا اور نئی بات سنی تو مدینہ واپس پلٹا اور یہودی عالموں کو ہمراہ لے کر یمن واپس ہوا عالموں کو ہمراہ رکھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود بھی یہودی ہو گیا اور ان (عالموں) کا پیروکار بن گیا۔

مذکورہ بالا دونوں یہودی عالموں کا تعلق بنو قریظہ سے تھا ایک کا نام کعب اور دوسرے کا نام اسد تھا اور دونوں آپس میں چچا زاد

بھائی تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی ہے کہ وہ دونوں اپنے دور کے عظیم یہودی علماء میں سے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ بات بعض اہل جاہلیت سے سنی ایک شاعر جو کہ عبدالعزی بن غزیہ بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار کا ماموں تھا۔ اس شاعر نے تبع کے ساتھ ہونے والی لڑائیوں پر اشعار کہے اور عمرو بن طلہ پر فخر کیا اور اس کے فضائل بیان کیے۔ اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

❶ کیا جوش و جذبہ کے بادل چھٹ گئے یا نصیحتوں نے اسے باز رکھا یا لذت سے اپنی حاجت پوری کر لی۔
❷ تجھے جوانی یاد آ گئی' تیرا جوانی کو یاد کرنا کچھ نہیں' چلو یاد بھی آئے تو وقتی یاد آئی۔
❸ یہ کوئی معمولی لڑائی نہ تھی اس جیسی لڑائی تو نوجوانوں کو عبرت سکھاتی ہے۔
❹ عمران اور اسد کو زہرہ ستارہ طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ بھول جائے گا۔
❺ زرہ پوش بڑے بڑے لشکر' ان کے بدنوں سے خوشبو آ رہی ہو گی' ان میں ابوکرب بھی شامل ہو گا یہ لشکر مار بھگائیں۔
❻ پھر کہیں گے کہ ان کی طرف کون اشارہ کرے گا؟ بنوعوف یا بنونجار۔
❼ اے بنونجار پھر ہمارے لیے تم نے ان سے انتقام لینا ہے۔

مکہ پر حملہ

عربوں کی کعبہ کے ساتھ عقیدت:

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ تبع اور اس کی قوم بت پرست تھے اس نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا تھا کہتے ہیں کہ جب وہ اس ارادہ سے مکہ کی طرف آ رہا تھا اور ابھی جمدان سے عفان اور اُبح کی حدود کے درمیان دف میں تھا تو ہذیل کے چند آدمیوں نے آ کر کہا اے بادشاہ ہم آپ کو ایک ایسے بیت المال کا پتہ دیتے ہیں کہ جس سے گذشتہ بادشاہ غافل تھے اس خزانہ میں موتی' زبرجد' یاقوت' سونا اور چاندی وغیرہ بے شمار اموال ہیں وہ قلعہ میں بند ایک گھر ہے لوگ اس میں عبادت کرتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس اطلاع کی وجہ یہ تھی کہ ہذیل جانتے تھے کہ جس نے بھی بیت اللہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا وہ ہلاک ہوا لہٰذا تبع کو ابھار کر حملہ کی ترغیب دی تاکہ وہ بھی ہلاک ہو جائے۔

مگر تبع نے جب ان لوگوں سے یہ تقریر سنی تو ان دو یہودی علماء کو جنہیں وہ ساتھ لایا تھا انہیں سارا ماجرا سنایا۔ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں نے حیلہ سے تمہاری اور تمہاری قوم کی ہلاکت کا ارادہ کیا ہے اگر تم اس پر حملہ کا ارادہ کرو گے تو بمعہ لشکر ہلاک ہو جائیں گے۔ اس پر تبع نے پوچھا کہ جب میں مکہ پہنچوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔

مکہ معظمہ کی تکریم:

یہودی علماء نے تبع کہا کہ جو وہاں کے لوگ جس طرح اس گھر کی تعظیم و توقیر و تکریم کرتے ہیں آپ بھی ویسے ہی کریں جب آپ وہاں پہنچیں تو سر کے بال کٹوا کر اس کا طواف کریں اور خشوع و خضوع اور انکساری سے تکریم و تعظیم بجا لائیں۔

تبع کی بنو ہذیل سے پرسش:

تبع نے کہا کہ ''تم اس گھر کی تعظیم کیوں نہیں کرتے''۔

انہوں نے کہا ''اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے اور اس کی عزت و حرمت ہم پر واجب ہے مگر اس وقت وہاں کے لوگوں نے وہاں بت پرستی شروع کر دی ہے اور خانہ کعبہ کے اندر بہت سے بت رکھ دیے ہیں اور ان پر قربانیاں چڑھاتے ہیں وہ نجس اہل شرک لوگ ہیں اس لیے ہم نے اس گھر کی تعظیم و توقیر چھوڑ رکھی ہے۔

تبع کا بنو ہذیل کو قتل کرنا:

تبع نے حقیقت بتانے والوں کی عزت و توقیر کی اور ان کی بات کی اپنے ذرائع سے تصدیق بھی کی مگر وہ لوگ جنہوں نے دھوکہ سے تبع کو کعبہ کی بے حرمتی پر آمادہ کیا تھا انہیں بلوایا اور ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے اس کے بعد خانہ کعبہ کو چلا۔

تبع کا بیت اللہ کی تعظیم کرنا اور غلاف چڑھانا:

جب وہاں پہنچا تو خواب میں اسے حکم ملا کہ بیت اللہ پر غلاف چڑھائے۔ اس پر اس نے پہلے خصف (کپڑے کی ایک قسم)

چڑھایا پھر خواب آیا کہ اس پر اچھا کپڑا چڑھاؤ اس پر اس نے معافر (کپڑے کی اچھی قسم کا نام) چڑھایا۔ پھر خواب آیا کہ اس سے بھی عمدہ کپڑا اڑاؤ تو پھر اس نے ملاء وصائل چڑھایا۔ اس طرح تبع سرکش بننے کے بجائے صاحب ایمان اور مخلص ہو گیا۔

کہا جاتا ہے کہ جس نے سب سے پہلے خانہ کعبہ پر کپڑا لٹکایا اور قبیلہ جرہم کی متولیوں کو اس امر کی وصیت کی اور اس کے پاک وصف رکھنے کی تلقین کی وہ تبع ہی تھا اس نے حکم دیا کہ خانہ کعبہ میں خون نہ گرایا جائے نہ کوئی مردار لایا جائے اور نہ ہی حیض والی عورتیں اس کے نزدیک آیا کریں اس نے ہی خانہ کعبہ کا دروازہ بنوایا اور دروازوں پر قفل لگوائے۔

تبع کا اپنی قوم کو دعوت حق دینا:

آداب بیت اللہ بجالانے کے بعد ''تبع'' مکہ مکرمہ سے اپنے وطن کی طرف گیا وہ دونوں یہودی علماء کو بھی ساتھ رہا۔ یمن پہنچ کر اپنی قوم کو بھی اسی مذہب وعقیدہ کی طرف دعوت دی جس کا وہ خود پرستار ہو چکا تھا انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان مذہب حق و باطل میں آگ فیصلہ کرے گی اور جو اس سے بچ رہا وہی سیدھے رستے پر ہوگا۔

آگ کو حکم ماننا:

ابن اسحاق نے ابو مالک بن ثعلبہ بن ابو مالک قرظی سے روایت کی کہ ابو مالک قرظی کہتے ہیں کہا انہوں نے ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبداللہ کو کہتے سنا کہ:

جب تبع یمن میں داخل ہونے کے نزدیک تھا تو اس کی قوم حمیر نے اس کو داخل ہونے سے روکا اور کہا کہ تو نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے اس لیے ہم تجھے اپنے شہر میں داخل نہ ہونے دیں گے اس پر اس نے کہا جس دین کو میں نے قبول کیا ہے وہ تمہارے دین سے اچھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا اگر یہ بات ہے تو آؤ ہم اپنے تصفیہ کے واسطے اس آگ کو جو ہمیشہ ہمارے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتی ہے اپنا حکم تسلیم کرتے ہیں جو حریف ظالم اور مذہب باطل ہوگا وہ اس کی لپیٹ میں آ جائے گا اور مظلوم اور راہ حق کا مسافر اس سے بچ رہے گا۔

یمن میں یہودیت کی بنیاد:

تبع کی قوم بت اور نذرانے لے کر جب کہ یہودیوں کے دونوں عالم ''تورات'' گلے میں لٹکا کر آگ کے مخرج کے پاس جمع ہوئے پہلے آگ بت پرستوں کی طرف لپکی وہ اس سے خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگے۔ حاضرین نے انہیں حوصلہ دیا اور کہا کہ صبر کرو امتحان کا وقت ہے چاروناچار ٹھہرے پھر مع اپنے بتوں اور قربانیوں کے آگ کا لقمہ بن گئے اور علما یہود تورات کو گلے میں لٹکائے ہوئے اور پسینہ سے تر بتر پیشانیوں کے ساتھ باہر نکلے اس وقت ان کی قوم حمیر نے اپنے بادشاہ کا مذہب قبول کر لیا اور یمن میں یہودیت کی بنیاد پڑ گئی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے اس مضمون کو ایک اور محدث (راوی) سے اس طرح سنا ہے کہ یہود علماء اور قوم حمیر کے مابین آگ کو ثالث مانا جاتا تھا۔ لہٰذا جو فریق آگ کو اس کے مخرج کی طرف واپس کرتا وہ حق پر مانا جاتا۔

اس قول کے مطابق بت پرستوں کے چند آدمی قربانیاں لے کر آگ کے نزدیک گئے تاکہ وہ اپنے مخرج کی طرف واپس لوٹ جائے مگر وہ ان کے اعتقاد کے برعکس ان کی طرف لپکی وہ ڈر کر بھاگ گئے جب کہ یہودی علماء آگ کے مخرج کے پاس جا کر

تورات کی تلاوت کرنے لگ پڑے اور آگ پیچھے ہٹ گئی۔ یہ معاملہ دیکھ کر قوم حمیر نے بھی یہود کے مذہب کو اختیار کر لیا اور اس بادشاہ کے ہم عقیدہ ہو گئے۔ (اللہ جانتا ہے کہ کونسی روایت مبنی برحقیقت ہے)

یمن سے شرک و جہالت کا خاتمہ:

بقول ابن اسحاق بت پرست قوم حمیر کا اس زمانہ میں ایک مکان تھا جس کی وہ تعظیم و تکریم کیا کرتے اور قربانیاں چڑھایا کرتے تھے اور وہاں سے محض کچھ کلام کی آواز سنا کرتے تھے۔ جب انہوں نے مذہب یہود کو اختیار کیا تو یہودی علماء نے بادشاہ سے کہا کہ اس مکان میں شیطان ہے جو ان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اگر اجازت ہو تو ہم اس مکان کو منہدم کر دیں۔ اس نے کہا تم خود مختار ہو جو چاہو کرو۔ انہوں نے اس مکان کو گروا دیا اس مکان میں سے ایک سیاہ کتا نکلا جس کو ذبح کر دیا گیا اس طرح ان کے شرک و جہالت کا خاتمہ ہوا۔ اس مکان کے بچے کھچے چند کھنڈرات آج بھی یمن میں موجود ہیں۔

تبع کا قصیدہ:

تبع بادشاہ نے اپنے مدینہ کے سفر میں جو کچھ کیا' ہذیل کے آدمیوں اور مکہ میں آنے اور بیت اللہ کی پردہ پوشی اور یہودی علماء سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو کچھ سنا اس نے اس کے متعلق عجیب و غریب اشعار کہے۔

ترجمہ:

۱۔ تیری نیند کو کیا ہوا ہے آشوب چشم کے مریض کی طرح بے خوابی کے عالم میں ہے گویا کہ بے خوابی تجھ سے زائل ہونے والی ہی نہیں۔

۲۔ دونو اسوں پر غصہ کی گھٹن کی وجہ سے کہ وہ بیچارے یثرب میں قیام پذیر ہوئے' ہلاکت ہے ان کے لیے فساد والے دن کی سزا سے۔

۳۔ میں مدینہ میں ایک جگہ اترا جہاں میں رات گزارنا اور آرام کرنا چاہتا تھا۔

۴۔ اس سے عقیق سے بقیع غرقد تک کی زمین کو برباد مقام پر بطور صحن کے بنایا تھا۔

۵۔ میں نے سیاہ پتھروں والی زمین اور اس میں فروکش ہونے کو اور وہاں کی شور زمین جو نا ہموار اور نہ ہی اگانے والی ہے کو چھوڑ دیا۔

۶۔ ہم یثرب میں اترے ہمارے دلوں کی دھڑکنیں کہہ رہی تھیں کہ کاٹ دینے والا قتل عام ہو۔

۷۔ میں نے بطور قسم یمین صبر کا پکا حلف اٹھایا ہوا تھا' تیری عمر کی قسم مجھے ذرہ برابر شک و تردد نہ تھا۔

۸۔ کہ اگر یثرب آ گیا تو (بخدا) اس کے وسط میں کسی قسم کی کھجور باقی نہ چھوڑوں گا۔

۹۔ یہاں تک کہ میرے پاس بنو قریظہ کا ایک عالم خبر لایا (اور کہنے لگا) اللہ کی قسم یہود میں ایک سردار موجود ہے۔

۱۰۔ کہنے لگا کہ اس بستی سے باز رہ جو کہ مکہ کے نبی ﷺ جو کہ قریش سے ہیں' ہدایت یافتہ ہیں کے لیے محفوظ ہے۔

۱۱۔ میں بغیر کسی قسم کی گڑبڑ کے انہیں نہ ختم ہونے والے دن کے لیے سزا کے طور پر چھوڑتا ہوں۔

۱۲۔ میں نے ان کو اللہ تعالیٰ کے واسطے چھوڑا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی امید ہے قیامت کے دن جلتی ہوئی جہنم سے۔

۱۳۔ میں اس کے لیے مدینہ میں حسب و نسب اور بہادری والی ایک مضبوط قابل تعریف جماعت چھوڑ کے آیا ہوں۔

۱۴۔ وہ ایسی جماعت ہے کہ ان کی سزاؤں میں مدد کرنا اب محمد ﷺ کا ثواب حاصل کرنا ہے۔

۱۵۔ مجھے گمان تک نہ تھا کہ بطحاء مکہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک پاک گھر ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔

۱۶۔ یہاں تک کہ جمد ان کے مقام پر ''دف''، پر قبیلہ ہذیل کے کچھ لوگ آئے۔

۱۷۔ کہنے لگے کہ مکہ میں ایک خزانہ ہے جس میں بہت سارا سامان ہے یاقوت اور زبرجد کے پوشیدہ خزانے ہیں۔

۱۸۔ میں نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ خود درمیان میں حائل ہو گیا اور اللہ ہی نے سجدہ گاہ کے خراب کرنے کا دفاع کیا۔

۱۹۔ جس مقصد کا میں ارادہ کر چکا تھا اس سے واپس پلٹا اور ایسا معاملہ کیا کہ جو حاضری دینے والوں کے لیے بطور مثال رہے گا۔

۲۰۔ مجھ سے پہلے ذوالقرنین بھی مسلمان بادشاہ گزر چکا ہے۔ مشرق و مغرب کے بادشاہ اس کے آگے ذلیل وخوار ہو کر جمع ہوتے تھے۔

۲۱۔ ذوالقرنین، مشارق و مغارب کا بادشاہ بنا وہ حکیم وراہنما ذات کے علم کے اسباب تلاش کرتا تھا۔

۲۲۔ اس نے سورج کی جائے غروب مٹی اور کیچڑ کے چشمہ میں دیکھی۔

۲۳۔ اس سے پہلے میری پھوپھی بلقیس ملکہ رہ چکی تھی تاوقتیکہ اس کے پاس ہدہد پہنچ گیا۔

تبع کی مکہ مکرمہ پر چڑھائی (روایت دیگر):

محمد بن اسحاق سے ایک اور روایت بھی ہے وہ کہتے ہیں کہ انصارہ کا قبیلہ یوں کہتا ہے کہ تبع جس قبیلہ پر غضبناک ہوا وہ یہود کا قبیلہ تھا ان کی ہلاکت کے درپے ان پر آن چڑھا (اللہ بہتر جانتا ہے) انہوں نے اس کو روکا پھر واپس ہوا۔

اس وجہ سے اس نے اپنے ایک شعر میں کہا:

حتفا علی سیطین حلا یثریا
اولی لهم لعقاب یوم مفسدا

ترجمہ: ''دو یہودیوں کے آجانے سے جو یثرب میں اترے ہوئے ہیں ان پر فساد والے دن کی ہلاکت کی مار پڑے''۔

کاہن سے حالات پوچھنا:

ہمیں ابن حمید نے سلمہ سے محمد بن اسحاق کی یہ روایت سنائی کہ ایک کاہن شافع بن کلیب صدفی، تبع کے پاس آیا اور اس کے پاس کچھ عرصہ مقیم رہا۔ جب تبع نے اسے الوداع کرنا چاہا تو کاہن سے پوچھا کہ کیا تیرے علم میں کچھ جان ہے؟ کاہن نے جواب دیا کہ ''خبر ناطق وعلم صادق''، یعنی میں مستقبل کے بارے میں اب بھی سچی پیش گوئیاں کر سکتا ہوں۔

تبع نے پوچھا کہ کیا تیرے علم میں ایسا ہے کہ کسی بادشاہ کی بادشاہت ایسی ہو سکتی ہے جو میری بادشاہت جیسی ہو؟

کاہن نے جواب دیا کہ غسان نجل کی بادشاہت کے علاوہ کوئی نہیں۔

نبی کریم ﷺ کی آمد کی پیش گوئی:

تبع نے پھر پوچھا کہ اس سے بڑھ کر بھی کسی کی حکومت ہو سکتی ہے؟

کاہن نے جواب دیا: ہاں!

تبع نے کہا کہ وہ کون ہوگا؟

کاہن نے جواب دیا:

ایک نیک سرشت' خداشناس آدمی ہوگا غلبہ اس کی تائید کرے گا اس کی صفات زبور میں بیان کی گئی ہیں کتابوں میں اس کو فضیلت دی گئی ہے۔ وہ ظلم کی تاریکیوں کو نور کے اجالوں سے بدل دے گا نام نامی اس ذات گرامی کا ہوگا احمد ﷺ جو کہ نبی ہوں گے اس کے لیے خوش خبری ہے کہ جب وہ تشریف لائے گا بنولوی اور پھر بنوقصی سے اس کا تعلق ہوگا۔

یہ باتیں سن کر تبع نے اپنے کارندے کو بھیجا کہ وہ زبور میں جا کر اس بات کو پڑھے۔ جب کارندے نے زبور میں پڑھا تو ایسا ہی لکھا تھا۔

محمد بن اسحاق کی ایک دوسری روایت حمید نے ہم سے بیان کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یمن کے کسی عالم سے جو کہ حدیثیں بیان کرتا تھا۔ روایت کیا ہے کہ ملک ربیعہ بن نصر یمن کا حاکم تھا اس کو تبع بھی کہا جاتا تھا اس سے پہلے یمن کا بادشاہ تبع اول تھا وہ زید بن عمرو ذوالاذعار بن ابرہہ ذوالمنار بن رائش بن قیس بن صیفی بن سبا الاصغر بن کہف الظلم بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن خیشم بن وائل بن الغوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن ہمیسع بن عرنج حمیر بن سبا الاکبر بن یعرب بن یشجب بن قحطان ہے۔

اور سبا کا نام عبدالشمس تھا اسے سبا اس لیے کہا جاتا تھا کہ "ھو اول من سبیٰ فی العرب" وہ پہلا شخص ہے جس نے عربوں میں کسی کو قید کیا۔ (اللہ بہتر جانتا ہے)

شمر یرعش بن یاسر کون تھا:

یمن کے بادشاہ تبع کے لقب سے ملقب ہوا کرتے تھے تبع اول کے بعد زید بن عمرو اور شمر یرعش بن یاسر ینعم بن عمرو ذوالاذعار بادشاہ بنا۔ شمر زید بن عمرو کا چچازاد بھائی تھا۔ شمر وہی آدمی ہے جس نے چین تک جنگ لڑی اور سمرقند شہر کی بنیاد ڈالی اور حیرہ والوں کو پریشان اور مجبور کیا۔ شمر اپنے ایک لمبے قصیدہ میں کہتا ہے:

1. میں شمر ابوکرب یمانی ہوں۔ میں یمن اور شام سے گھوڑوں کو کھینچ لایا ہوں۔
2. تاکہ ان ذلیل غلاموں پر حملہ کروں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی چین کے سامنے تک عثم اور یام تک
3. پھر ہم ان ہی کے علاقوں میں اپنی ایسی حکمرانی چمکائیں گے کہ کوئی غلام بھی سر نہ اٹھا سکے گا۔

یہی شخص مدینہ آیا تھا اس کے بعد محمد بن اسحاق نے یہودی علماء کے متعلق پہلے گزرنے والی روایات بیان کی ہیں۔ اسی نے بیت اللہ کی تعمیر کی اور کپڑے چڑھائے اور گذشتہ والے اشعار بھی اسی کے ہیں یہ ساری قصہ کہانی ربیعہ بن نصر لخمی سے پہلے کی ہے۔ جب ربیعہ ہلاک ہوا تو یمن کی ساری بادشاہت حسان میں تبان اسعد ابی کرب بن ملکی کرب بن زید بن عمرو ذوالاذعار کے پاس لوٹ آئی۔

ربیعہ بن نصر کا سپنا:

ابن حمید نے سلمہ سے محمد بن اسحاق کی بعض علماء سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ربیعہ بن نصر نے ایک خواب دیکھا جسے دیکھ کر

وہ پریشان ہو گیا۔ اپنے ملک میں کارندوں کو ہر طرف دوڑایا کہ کاہنوں' ساحروں اور فال رمل والوں اور نجومیوں کو جمع کریں جب سب جمع ہو گئے تو ان سے کہنے لگا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے سخت پریشان کر رکھا ہے لہٰذا تم مجھے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ۔

مگر خواب نہیں بتاؤں گا:

کاہنوں اور نجومیوں نے کہا کہ ہمیں خواب تو بیان کریں تا کہ ہم اس کی تعبیر بیان کریں ربیعہ برجستہ بولا کہ اگر خواب تم لوگوں کو سنا دوں تو میرا دل مطمئن نہ ہوگا میں سمجھوں گا کہ تم نے اپنے پاس سے سوال کے مطابق جواب گھڑ لیا ہے۔ لہٰذا اس کی تعبیر وہی دے سکتا ہے جو بغیر بتائے خواب بھی بیان کرے اور تعبیر بھی بتائے۔

عظیم کاہن سطیح اور شق:

جمع شدہ لوگوں میں سے ایک آدمی بولا کہ بادشاہ سلامت اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو پھر آپ سطیح اور شق کی طرف پیغام بھیجیں یہ کام وہی کر سکتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں ان سے بڑھ کر کوئی کاہن نہیں ہے۔

سطیح کا سلسلہ نسب:

سطیح ربیع بن ربیعہ بن مسعود بن مازن بن ذئب بن عدی بن مازن بن غسان۔ کی طرف منسوب کر کے ذئبی بھی کہا جاتا ہے اور شق بن صعب بن یشکر بن رہم بن افرک بن نذیر بن قیس بن عبقر بن انمار ہے۔

سطیح کا پہلے پہنچنا:

ربیعہ بن نصر نے معاملہ جب لاینحل ہوتے دیکھا تو سطیح اور شق کی طرف پیغام بھیج دیا۔ چنانچہ سطیح' شق سے پہلے پہنچ گیا اور واقعتاً کاہنوں میں ان سے بڑھ کر کہانت کا کوئی ماہر نہیں تھا۔ جب سطیح ان کے پاس پہنچا تو اسے بلوا کر کہا:

اے سطیح میں نے ایک ہولناک خواب دیکھا ہے اس خواب نے پریشان کر رکھا ہے خواب بھی تم نے خود ہی معلوم کرنا ہے اور تعبیر بھی لانی ہے اگر تو نے خواب معلوم کر لیا تو یقیناً تعبیر بھی صحیح دے سکے گا۔

سطیح نے جواب دیا کہ ''میں تو کرتا ہی ایسے ہوں''۔

سطیح نے کہا کہ اے بادشاہ! تو نے ایک کھوپڑی دیکھی ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق سطیح نے کہا کہ تو نے کوئلہ دیکھا ہے۔

بہر حال وہ کھوپڑی تاریکیوں سے نکلی اور ایک زمین پر پہنچی۔ اس زمین میں موجود ہر قسم کی کھوپڑیوں کو کھا گئی۔

بادشاہ نے کہا کہ تو نے ذرہ برابر بھی غلطی نہیں کی' اب اس کی تعبیر بتلا۔

سطیح نے کہا کہ میں حرتین کے درمیان کی ہر شئے حتیٰ کہ سانپ اور چھپکلی تک کی قسم اٹھاتا ہوں کہ حبشی تمہاری زمین میں وارد ہوں گے اور وہ ابین اور جرش کے درمیانی علاقے پر قابض ہو جائیں گے۔

بادشاہ نے کہا اے سطیح! تیرے باپ کی قسم یہ تو بڑی ڈراؤنی تعبیر ہے۔ بھلا یہ ہوگا کب؟ کیا میرے زمانے میں ایسا ہی ہو جائے گا یا میرے بعد؟

سطیح نے کہا:

''نہیں بلکہ تیرے عرصہ تک نہیں ہوگا۔ تیرے بعد تقریباً ساٹھ ستر سال کے زائد عرصے کے بعد ہوگا''۔

بادشاہ نے پوچھا کہ

''ان کا قبضہ بدستور رہے گا یا کبھی منقطع بھی ہوگا''۔

سطیح نے جواب دیا:

''ستر سے کچھ سال اوپر گذرنے کے بعد ان کا قبضہ منقطع ہو جائے گا پھر وہاں اکثر قتل کر دیئے جائیں گے''۔

بادشاہ نے کہا:

''ان کو قتل کرنے والا کون ہوگا؟''

سطیح نے جواب دیا:

ارم زی یزن ان کو قتل کریں گے۔

بادشاہ نے پوچھا:

''ارم زی یزن کی حکومت ہمیشہ رہے گی یا کبھی ختم بھی ہوگی؟''

سطیح نے کہا:

''نہیں بلکہ ختم ہو جائے گی''۔

بادشاہ نے پوچھا:

''بھلا اس کا خاتمہ کون کرے گا''۔

سطیح نے جواب دیا:

''ایک پاک نبی رسول اللہ ﷺ اس کا خاتمہ کریں گے۔ اس نبی کے پاس وحی آتی ہوگی اور یہ نبی محمد ﷺ غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد میں سے ہوں گے پھر بادشاہت اسی قوم سے آخر زمانہ تک رہے گی''۔

بادشاہ نے پوچھا:

''کیا زمانے کے لیے بھی آخرت ہے؟''۔

سطیح نے جواب دیا:

''ہاں زمانے کے لیے بھی آخرت ہے ایک دن ایسا آئے گا کہ جس میں اولین و آخرین سب کو جمع کیا جائے گا۔ محسنین کامیاب ہو جائیں گے اور برے لوگ ناکام ہوں گے''۔ (قیامت)

بادشاہ نے پوچھا:

''اے سطیح! جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ حق و سچ ہے؟''۔

سطیح نے کہا:

''ہاں شفق اور رات کے چھا جانے اور صبح کے پوٹھنے کی قسم! جو کچھ میں نے تجھے بتلایا ہے وہ سب سچ ہے''۔

شق کا پہنچنا:

جب سطیح فارغ ہوا تو شق پہنچ چکا تھا۔ بادشاہ نے شق کو بلایا اور کہا کہ اے شق! میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ لہٰذا اس خواب کے بارے میں مجھے بتلا اگر تو نے خواب درست بتلا دیا تو اس کی تعبیر بھی درست بتلائے گا۔ سطیح کی طرح اس کے ساتھ بھی بات چیت کی اور جو کچھ سطیح نے کہا تھا وہ بھی اس سے پوشیدہ رکھا تا کہ دیکھے کہ آیا دونوں کی تعبیر میں اتفاق ہے یا اختلاف۔

شق نے کہا: کہ لو سنو! تم نے ایک کھوپڑی دیکھی ہے جو کہ ایک باغ اور ریت کے ٹیلے کے درمیان واقع ہے۔ یہ کھوپڑی تاریکیوں سے نکلی اور پھر ہر نفس کو کھا گئی۔

جب بادشاہ نے خواب بیان کرنے میں دونوں کا اتفاق پایا تو کہا اے شق! تو نے ذرہ برابر بھی خطا نہیں کی اور پوچھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟

شق نے کہا: حرتین کے درمیان موجود ہر انسان کی قسم اٹھاتا ہوں کہ یقیناً تیری زمین پر سوڈانی اتریں گے اور ہر چھوٹی بڑی چیز پر غالب آ جائیں گے اور ابین اور جرش کے درمیانی علاقے کے مالک ہوں گے۔

بادشاہ نے کہا: اے شق تیرے باپ کی قسم! یہ بات میرے لیے بڑی دردانگیز ہے۔ یہ واقعہ کب ہوگا؟ میرے ہی زمانہ میں یا میرے بعد؟

شق نے کہا: نہیں بلکہ تیرے جانے کے کافی عرصہ بعد ہوگا۔ پھر تمہیں ایک ذی شان آدمی ان سے نجات دلوائے گا اور حبشیوں کو سخت رسوا کرے گا۔

بادشاہ نے پوچھا: کہ یہ عظیم الشان آدمی کون ہوگا؟۔

شق نے جواب دیا: ایک غلام ہوگا یہ گھٹیا اور نہ ہی اپنے معاملے میں کوتاہی کرنے والا۔

بادشاہ نے کہا: کیا اس کی حکومت ہمیشہ رہے گی یا کبھی ختم بھی ہوگی۔

شق نے کہا: ختم ہوگی اور اس کی حکومت کو اللہ کی جانب سے بھیجا ہوا رسول ختم کرے گا جو کہ حق وصداقت کا پیغام لائے گا اہل دین اور اہل ثروت کے درمیان عدل کرے گا۔ پھر بادشاہت اس کی قوم میں رہے گی یہاں تک کہ فیصلے کا دن آ جائے گا۔

بادشاہ نے پوچھا: کہ فیصلے والا دن کیا ہے؟۔

شق نے کہا: یہ وہ دن ہے کہ جس میں اعمال کا بدلہ ملے گا۔ آسمان سے مختلف پکاریں ہوں گی۔ زندوں اور مردوں کی سنی جائے گی۔ اس دن میں لوگوں کو مقررہ وقت کے لیے جمع کیا جائے گا۔ اس دن متقین کے لیے کامیابی اور کامرانی ہوگی۔

بادشاہ نے کہا: کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ حق ہے؟۔

شق نے کہا: آسمانوں اور زمین کے رب کی قسم! یہ سب حق ہے۔

جب کاہنوں کی باتیں سن لیں تو حبشیوں کے بارے میں سوچنے لگا اور بیٹیوں کو ساز و سامان دے کر عراق کی طرف روانہ کیا اور فارس کے بادشاہ سابور بن خرزاذ کو ان کے بارے میں لکھ دیا کہ ان کی رہائش کا مناسب انتظام کرے۔

فارس کے بادشاہ نے انہیں حیرہ میں ٹھہرایا۔

ربیعہ بن نصر کی باقی اولاد میں سے نعمان بن منذر حمیر کا بادشاہ پیدا ہوا ہے اور وہ نعمان بن منذر بن عمرو بن عدی بن ربیعہ بن نصر ہے۔ یہ بادشاہ یمنیوں کے علم الانساب میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

ربیعہ بن نصر کی وفات:

ہمیں ابن حمید نے ابن اسحاق کی یہ روایت بھی سنائی ہے کہ جب سطیح اور شق نے بادشاہ کو تعبیر سنائی اور اس نے بچاؤ کی تدبیر کرتے ہوئے اپنے اہل و عیال کو عراق بھجوا دیا۔ تو یہ قصہ پورے عرب میں قابل تذکرہ بن گیا۔ اور لوگ آپس میں دونوں کاہنوں کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ انہی دونوں کاہنوں کے بارے میں بنو قیس کے شاعر المثنیٰ بن ثعلبہ السکبری نے اپنے بعض شعر کہے:

ترجمہ: ''کسی بھی آنکھ نے حق بات کو نہیں دیکھا جیسا کہ آنکھ کا دیکھنا ہوتا ہے (ایسا حق کہ حق کے بارے میں ذیبی اور شق نے جیسا کہ اس کے بارے میں کہا)''۔

عرب لوگ سطیح کو ذیبی کہہ کر پکارتے تھے کیونکہ وہ ذئب بن عدی کی طرف منسوب تھا۔

اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ربیعہ بن نصر ہلاک ہوا اور حسان بادشاہ بن گیا۔

جانشین تبان اسعد ابی کرب

اس کے بعد اس کا بیٹا حسان بن تبان اسعد ابوکرب بن ملیکی کرب بن زید بن عمرو بن ذوالاذعار یمن کا حکم بنا۔ حبشیوں کا ولولہ اور حکمرانی کا حمیر کے ہاتھ سے نکل جانا ایک ایسا واقعہ ہے جس کے پیچھے متعدد محرک اسباب موجود تھے۔

حسان بن تبان اسعد ابوکرب اہل یمن کو ساتھ لے کر عرب وعجم کی زمین فتح کرنے کے ارادے سے چل پڑا۔ جب عراق کے علاقہ میں پہنچا تو قوم حمیر اور قبائل یمن نے آگے جانے سے انکار کر دیا اور اپنے گھر بار کی طرف لوٹنا چاہا مگر اس نے بات نہ مانی تو قبائل نے حسان کے بھائی عمرو کو جو اس سفر میں ان کے ساتھ تھا اسے اپنے ساتھ ملانا چاہا اور کہا کہ اگر تو ہمارے ساتھ وطن واپسی کا وعدہ کرے تو ہم تیرے بھائی کو قتل کر کے تجھے اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں اس نے اس شرط کو منظور کر لیا اور تمام حمیر نے سوائے ایک شخص ذی رعین حمیری کے۔ اس نے عمرو کو بھی اس ارادے سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ اپنے بھائی کو قتل کرنا مناسب نہیں ایسے فعل کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ مگر وہ نہ مانا اس پر ذی رعین نے دو اشعار کہے اور ایک کاغذ پر لکھ کر اور اپنی مہر لگا کر عمرو کے پاس لایا اور کہا کہ اس کاغذ کو اپنے پاس سنبھال کر رکھنا۔

ترجمہ اشعار:

❶ خبردار کون ہے جو نیند کے بدلے بیداری خریدتا ہے۔

یعنی جو یہ کام کرتا ہے وہ احمق کہلاتا ہے اس میں اشارہ یہ تھا کہ اگر تو اسے قتل کرے گا تو تجھے بیداری مول لینی پڑے گی۔

نیک بخت وہ ہے جو ٹھنڈی آنکھ رات گزارتا ہے۔

یعنی تکالیف مت خرید و اور حالت آرام میں رہیں۔

❷ اگر قوم حمیر نے حسان کے ساتھ بے وفائی اور دغا بازی کی تو ذی رعین خدا کے ہاں معذور ٹھہرے گا۔

اس کے بعد عمرو نے اپنے بھائی حسان کو قتل کروا دیا اور قوم کو یمن واپس لے آیا۔ قتل کے وقت حسان نے عمرو سے ایک شعر کہا:

ترجمہ: ''اے عمرو! میرے اوپر میری موت کو جلدی مسلط نہ کر اس لیے کہ حکمرانی باہمی اتفاق کے بغیر بھی لی جا سکتی ہے''۔

یعنی اہل یمن کے ساتھ تیرے اتفاق کرنے کا کوئی موقع نہیں۔ میں نے تو ویسے ہی کبھی نہ کبھی مرنا ہے نتیجہ یہ کہ حکمرانی تیرے پاس آئے گی مگر عمرو نہ مانا اور اسے قتل کر دیا۔ اس واقعہ پر کسی حمیری شاعر نے چند شعر کہے۔

❶ یہ کہتے ہیں کہ کون ہے وہ شخص جس نے پہلے زمانہ میں حسان جیسا مقتول دیکھا ہو۔

❷ اس کو اس دن اس کے دشمنوں نے قتل کر دیا جو قتل کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

❸ تمہارا مردہ (حسان) ہم میں سے اچھا تھا اور تمہارا زندہ عمرو ہم پر سردار ہے اور اب تم سب ہی سردار ہو۔

عمرو کی پشیمانی:

جب عمرو بن تبان اسعد ابو کرب اپنے بھائی حسان کو قتل کر کے یمن پہنچا تو اس کو بے خوابی کا عارضہ لاحق ہو گیا اور جب اسے سخت تکلیف ہونے لگی تو کاہنوں اور طبیبوں اور سیانوں سے علاج کو بتایا کہ مجھے بے خوابی کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ انہوں نے علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر ایک شخص نے کہا کہ جو شخص اپنے بھائی یا کسی قریبی عزیز کو بلاوجہ' بلا گناہ محض حسد کی وجہ سے قتل کر دے تو اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے اس کی نیند چھن جاتی ہے اور بے خوابی اور بیداری اس پر مسلط ہو جاتی ہے۔

اس بات سے متاثر ہو کر یمن کے ان لوگوں نے جنہوں نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا تھا قتل کروانے لگا یہاں تک کہ ذی رعین کی باری آ گئی تو ذی رعین نے کہا کہ میں تو اس گناہ سے بری ہوں۔

عمرو نے پوچھا وہ کیسے؟

ذی رعین نے کہا: وہ پرچہ نکال کر دیکھ لو جس میں دو اشعار لکھ کر تجھے دیئے تھے عمرو نے وہ پرچہ نکالا اور دیکھا تو اوپر والے اشعار پائے۔

جب عمرو نے اس پرچہ کو پڑھا تو ذی رعین اس سے کہنے لگا کہ میں نے تجھے حسان کے قتل سے منع کیا تھا مگر تو نے میری بات نہ مانی تھی۔ اس لیے اتمام حجت کے لیے میں نے یہ پرچہ لکھ کر تجھے دے دیا تھا یہی پرچہ میرے عذر کی پیروی کرے گا اور میں اس وقت ڈرا تھا کہ تجھے کوئی نہ کوئی مصیبت درپیش ہوگی لہٰذا اگر تو نے آئندہ بھی وہی کچھ کیا جو کچھ تو نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا تھا۔ لہٰذا اب یہ پرچہ میرے لیے نجات کا سامان بنے گا عمرو نے ذی رعین کو چھوڑ دیا اور اسے قتل نہ کیا اور اب پچھتانے لگا کہ کاش ذی رعین کی نصیحت مانی ہوتی۔

حمیر اور یمنیوں کے قتل کے بعد عمرو نے چند اشعار کہے:

۱۔ ہم نے اس وقت نیند نہ خریدی جب میری خلاف بات اچھی بن گئی (نیند خریدی) بے خوابی کے بدلہ میں جس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہ تھا۔

۲۔ دھوکے کے وقت آوازیں بلند کیں قوم والوں نے' لیکن ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔

۳۔ جو بھی مکر و فریب کا متولی ہوا ہم نے اسے قتل کر دیا اور یہ قتل ابن رہم کے بدلے میں سر عام ہوا بغیر کسی بدلہ کے۔

۴۔ قوم حمیر کو ہم نے حسان کے بدلے قتل کیا اور حسان مشتعل ہونے والا ایک مقتول ہے۔

۵۔ ہم نے انہیں قتل کرتے وقت ان پر کوئی ترس نہ کھایا بلکہ اس موقع پر ہر آنکھ ٹھنڈی ہوئی۔

۶۔ دونوں لشکروں کی آزاد عورتوں کی آنکھیں رو رو کر گریہ وزاری کر رہی تھیں۔

۷۔ وہ ایسی عورتیں ہیں جو رات کو انس و محبت بخشنے والی اور حسن و خوبی میں حور کی طرح ہیں جیسے ستاروں کے کنارے طلوع ہوتے ہیں۔

۸۔ جب ہمارا انتساب ہوتا تو ہم وفا سے پہچانے جاتے تھے اور معذوری ہوتو ہم دوری کو الگ کر دیتے تھے۔

۹۔ ہم سب لوگوں پر فضیلت رکھتے تھے جیسے سونا چاندی پر فضیلت رکھتا ہے۔

۱۰۔ ہم تمام لوگوں کے مالک ہوئے اور ہمارے لیے دوشنبوں کے بعد بڑے اسباب ہیں۔

۱۱۔ داؤد کے بعد ایک زمانے تک ہم بادشاہ رہے اور مشرق و مغرب کے سرداروں کو ہم نے غلام بنالیا۔

۱۲۔ بزرگی والی زبور کو ہم نے خلفار موتیوں سے لکھا تاکہ دو بڑے شہروں کے سردار اسے پڑھیں۔

۱۳۔ ہم ہر قسم کے طلبگار ہیں اس وقت کہ جب چہ میگوئیاں کرنے والا ایسی باتیں کرتا ہے۔

۱۴۔ میں عنقریب فریب کے متولیوں سے اپنے نفس کو شفاء بخشوں گا۔ فریبیوں کا مکر میری اور ان کی ہلاکت ہے۔

۱۵۔ میں نے بے وقوفی کے عالم میں آ کر ان کی بات مان لی۔ افسوس کہ میں گمراہ نہ ہوا ہوتا۔ اور وہ تو گمراہ لوگ تھے انہوں نے میرے حسب اور زینت کو ہلاک کردیا۔

اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد عمرو بن تبان اسعد ہلاک ہو گیا۔

بقول ہشام' عمرو بن تبان کو موثبان (چھلانگ لگانا) کہا جاتا تھا کیونکہ عمرو نے بھی اپنے بھائی حسان پر چھلانگ مار کر اسے تہ تیغ کردیا تھا۔

لخنیعہ ینوف ذوشناتر:

اس کے بعد قوم حمیر کے واقعات میں خلل واقع ہوا اور ان میں اختلاف رہا اور وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ حمیر قوم کا ایک شخص زبردستی حکمران بن گیا جب کہ وہ شاہی خاندان میں سے نہ تھا۔ اسے لخنیعہ ینوف ذوشناتر کہا جاتا تھا۔ اس نے قوم کے شرفاء کو قتل کردیا اور سلطنت کے گھرانے کے اہل بیت کے ساتھ بدکاری اور بدفعلی بھی کردی۔

حمیر قوم کا ایک آدمی اپنی قوم کے ضائع ہو جانے والی گذشتہ حالت کو اپنے اشعار میں یوں بیان کرتا ہے۔

❶ حمیر نے قوم کے بیٹوں کو قتل کردیا اور سرداروں کو جلاوطن کردیا اور اپنے ہی ہاتھوں سے ذلت کی بنیاد ڈالی۔

❷ اپنی دنیا کو اس نے چکنا چور کردیا۔ اپنی عقلوں کو طیش میں لا کر اور جو کچھ ان کا دین ضائع ہوا وہ تو کہیں زیادہ ہے۔

❸ زمانہ ایسی ہی ظلم کی داستانوں سے بھرا پڑا ہے۔ جب اس قوم نے فتنہ و فساد پھیلایا تو خسارے میں جا پڑی۔

لخنیعہ ایک فاسق و فاجر آدمی تھا وہ شاہی خاندان کے لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرتا وہ لڑکوں کو باری باری اغلام بازی کے لیے منگوایا کرتا تھا۔ اس نے اس برے کام کے لیے ایک الگ جگہ بنا رکھی تھی جب بدفعلی سے فارغ ہوتا تو اپنے سپاہیوں کی طرف منہ میں مسواک لیے ہوئے نکلتا جو اس بات کی علامت تھی کہ وہ اپنا منہ کالا کر کے فارغ ہو چکا ہے۔ اور اب سپاہیوں کو اس کے پاس آنے کی اجازت ہے۔

ہوتے ہوتے ایک دن ذرعہ ذونواس بن تبان (حسان کے چھوٹے بھائی) کی باری آ گئی۔ یہ لڑکا حسان کے قتل کے وقت کمسن تھا۔ یہ انتہائی حسین و جمیل لڑکا تھا جب لخنیعہ کا ہرکارہ اسے لینے آیا تو وہ اس کا مقصد سمجھ گیا اور ایک تیز چھری اپنے پاؤں تلے دبا لی اور اس کے مکان پر پہنچا جب بدکاری کرنے کے لیے لخنیعہ نے ہاتھ بڑھایا تو ذونواس نے جھٹ اس کو زخمی کردیا پھر قتل کر کے اس کا سر تن سے جدا کر کے دریچہ میں رکھ دیا اور اس کے منہ میں مسواک بھی رکھ دی۔

پھر سپاہیوں کی طرف نکلا سپاہیوں نے (حسب عادت) اس کو طنز سے کہا کہ اے ذونواس! نہر ہو یا خشک۔

ذونواس نے کہا: ''اس سر سے پوچھو جو دریچہ میں رکھا ہے''۔

دیکھا تو لخنیعہ کا سر دریچہ میں رکھا ہے۔ سب نے دوڑ کر ذونواس کو پکڑ لیا اور کہا کہ جب تم نے ہمیں اس خبیث سے نجات دلائی ہو تو ہم تمہارے سوا کسی اور کو بادشاہ نہ بنائیں گے۔

چنانچہ ذونواس ان کا بادشاہ بن گیا اور قوم حمیر اور قبائل یمن نے اس کی بیعت کر کے اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ یہ حمیر کے شاہی خاندان کا آخری تاجدار تھا۔ اس کا نام یوسف رکھا گیا اس کا مذہب یہودی تھا اور اس کی حکومت کافی عرصہ تک رہی۔

نجران میں عیسائیت کا آغاز:

نجران میں دین عیسوی کے کچھ بقایاجات پائے جاتے تھے یہ حضرات اہل علم وفضل تھے۔ ان کا ایک سردار عبداللہ الثامر نامی تھا۔ نجران عرب کے وسط میں واقع ہے اس وقت نجران ہی اصل میں عیسائیت کا مرکز بنا اس سے پہلے اہل نجران اور اہل عرب بت پرست تھے۔

اہل نجران کے عیسائی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک عابد و زاہد شخص ''فیمون'' نامی ان کے ہاں آ گیا اس نے نجران میں عیسائیت کی تبلیغ کی تو وہ عیسائی ہو گئے۔

اصحاب الاخدود (گڑھے والے) کا قاتل:

ہشام کہتے ہیں کہ جب ذرعہ ذونواس یہودی ہوا تو اس کا نام یوسف رکھا گیا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے گڑھے کھود کر نیک کار عیسائیوں کو شہید کیا تھا (یعنی واقعہ اصحاب الاخدود کے واقع کا اصل محرک تھا)

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ ایک شخص فیمون نامی بڑا عابد تھا اور پرہیزگار تھا اور قریہ قریہ پھرا کرتا تھا جب گاؤں کے لوگ اس کے زہد و تقویٰ اور کرامت سے واقف ہو گئے تو دوسرے گاؤں میں چلا گیا اور اپنے ہاتھ کی کمائی یعنی معمار کا کام کر کے اپنی معاش پیدا کرتا تھا اور اتوار کے روز کوئی دنیاوی کام نہ کرتا تھا بلکہ کسی جنگل میں نکل جاتا اور سارا دن عبادت کرتا تھا اور شام کو واپس آتا تھا۔

ایک دفعہ ملک شام کے گاؤں میں سے ایک گاؤں میں اپنے معمول کے موافق عبادت و تقویٰ میں مصروف رہتا تھا کہ اس گاؤں کا ایک شخص صالح نامی اس کے حال پر واقف ہو گیا اور اس کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہوئی' فیمون جہاں جاتا صالح بھی اس کے پیچھے ہو لیتا مگر فیمون کو خبر نہ ہوئی۔

ایک دن وہ اپنی عادت کے مطابق اتوار کو کسی جنگل میں نکل گیا وہ اپنی نماز میں مصروف ہو گیا اور صالح پوشیدہ جگہ بیٹھ کر اس کو دیکھتا رہا۔ جب وہ نماز میں تھا تو ایک سات سر کا سانپ اس کی طرف لپکا فیمون نے اس کے لیے بددعا کی اور وہ اسی جگہ مر گیا۔

صالح سانپ کو دیکھ کر چلایا اے فیمون سانپ' سانپ' مگر اسے یہ خبر نہ تھی کہ سانپ اس کی بددعا سے مر چکا ہے جب شام کو واپس ہونے لگے تو صالح نے کہا کہ اے فیمون! آپ جانتے ہیں مجھے آپ سے از حد محبت ہے اس واسطے میں آپ کی مفارقت برداشت نہ کر سکا۔ آپ یہ اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا راز فاش ہو جائے گا۔ میں اسے افشاء نہ کروں گا مگر شہر کے لوگ بھی اس کے حالات سے واقف ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو جاتا تو وہ اس کے حق میں دعا کرتا تو وہ اچھا ہو جاتا اور اگر کسی

آفت و مصیبت کے آنے کا اندیشہ ہوتا تو اس کی دعا سے ٹل جاتی۔

اسی گاؤں میں ایک شخص رہتا تھا جس کا بیٹا اندھا ہو چکا تھا اس شخص نے فیمون کی کرامت سن کر اس سے دعا کرانے کا ارادہ کیا مگر لوگوں نے کہا کہ وہ کسی کے گھر نہیں آیا کرتا وہ عمارتی تعمیرات کا کام (معمار) کرتا ہے لہٰذا اس کو گھر کی تعمیر و مرمت کے بہانے گھر پر بلاؤ اور پھر اس سے دعا کراؤ۔

فیمون نجران میں غلام:

اس شخص نے اپنے بیٹے کو کوٹھڑی میں بند کیا اور فیمون کے پاس آ کر کہا کہ میرے گھر میں تھوڑا سا کام ہے فرصت ہو تو آ کر کر جاؤ۔ اس بہانہ اس کو اپنے گھر لے گیا اور لڑکے کو نکال کر اس کے سامنے لے آیا اور کہا اے فیمون اس خدا کے بندے کو یہ مصیبت ہے جس کو آپ دیکھ رہے ہیں (اندھا ہے) اس کے حق میں دعا کیجیے۔ فیمون نے دعا کی اور وہ لڑکا اچھا ہو گیا فیمون نے دل میں کہا اب یہاں سے نکلنا چاہیے پس اس گاؤں سے نکل کھڑا ہوا مگر صالح نے اس کا پیچھا کیا جب راستے میں چلے جا رہے تھے تو ایک درخت سے کسی شخص نے فیمون کہہ کر پکارا۔ فیمون نے جواب دیا تو اس شخص نے کہا کہ میں تیرے انتظار میں تھا اور تیری آواز سننا چاہتا تھا اب مرتا ہوں میری میت کو دفن کر کے جانا۔ پس وہ شخص مر گیا اور فیمون نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا۔

اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر چلتا رہا یہاں تک کہ عرب کے کسی علاقہ میں جا پہنچا صالح بھی اس کے ہمراہ تھا اہل عرب نے ان پر حملہ کر دیا اور عرب کے ایک قافلہ نے انہیں آ لیا اور لے جا کر نجران میں ان دونوں کو فروخت کر دیا۔ ان دونوں نے دیکھا کہ اہل نجران ایک لمبی کھجور کی عبادت کرتے تھے اور ہر سال عید منایا کرتے تھے اور اس کھجور کو عورتوں کا لباس اور زیور پہنایا کرتے تھے۔

چنانچہ اہل نجران میں سے ایک شخص نے فیمون کو خرید لیا اور دوسرے نے صالح کو۔ خریدنے والے (آقا) کے گھر میں جب فیمون تہجد کی نماز پڑھتا تو وہ گھر بغیر چراغ کے روشن ہو جاتا ایک دفعہ اس کا آقا یہ کیفیت دیکھ کر بہت متعجب ہوا اور اس سے پوچھا کہ تمہارا کس دین و مذہب سے تعلق ہے۔ فیمون نے اپنا مذہب عیسوی بتلایا اور اسے بطور خیر خواہی کہا کہ تمہارا مذہب باطل ہے یہ کھجور کی لکڑی تمہیں نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی اگر میں اپنے خدا سے جس کی عبادت کرتا ہوں اس سے بد دعا کروں تو وہ اسے تباہ کر دے گا۔

اس کے آقا نے کہا کہ اگر ایسا کر دکھائے گا تو ہم تیرے دین میں داخل ہو جائیں گے۔ پس فیمون نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر دست دعا اٹھایا یہ دیکھ کر اہل نجران نے دین عیسوی قبول کر لیا اور اسی دن سے عرب میں عیسائیت کا آغاز ہوا۔

نجران میں جادوگر:

ابن حمید' سلمہ کے واسطہ سے بتاتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی یزید بن زیاد کے واسطے سے یہ روایت پہنچی ہے کہ کعب جنہیں القرظی کہتے ہیں نیز محمد بن اسحاق نے یہ روایت بعض اہل نجران سے بھی سنی ہے کہ اہل نجران مشرک و بت پرست تھے اور نجران کے قریب ایک گاؤں میں ایک جادوگر رہتا تھا۔ جو نجرانیوں کے لڑکوں کو جادو سکھایا کرتا تھا۔ اتفاقاً فیمون نے اسی گاؤں کے قریب اپنا خیمہ گاڑا جب نجرانی لڑکے اس جادوگر کے پاس جادو سیکھنے جاتے تو راستے میں فیمون کو عبادت میں مصروف پاتے تو اس کی حرکات دیکھ کر متعجب ہوتے ایک دن کا ذکر ہے کہ نجران کے ایک آدمی نے اپنے لڑکے کو دیگر لڑکوں کے ہمراہ اس جادوگر کے پاس بھیجا اس

لڑکے کا نام عبداللہ تھا راستے میں جب عبداللہ نے فیمون کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے دل میں عبادت کے انداز نے بہت اثر کیا جس کے بعد عبداللہ نے فیمون کے پاس آنا جانا شروع کر دیا اور اس کے اقوال وخیالات کو سننے لگا یہاں تک کہ وہ عیسائی ہو گیا اور پکا مسلمان ہوا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا۔

اسم اعظم:

جب عبداللہ علم دین میں ماہر ہو گیا تو ایک روز فیمون سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیا ہے؟

اس نے کہا کہ اے عزیز! اس کا جاننا تیرے لیے مناسب نہیں تو کمزور ہے اور اس کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکے گا۔ عبداللہ نے جب دیکھا کہ وہ اسم اعظم کے بتانے میں پس وپیش کر رہا ہے تو اس سے سنے ہوئے تمام اسمائے حسنیٰ کو ایک ایک کر کے تیر پر لکھتا گیا اور پھر آگ میں ڈالنا شروع کیا تا کہ اسم اعظم والا تیر جو ہو وہ نہ جلے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس تیر پر اسم اعظم لکھا ہوا تھا وہ آگ سے لپک کر باہر آ گیا اس طرح اس کو اسم اعظم کا علم ہو گیا پھر راہب کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے اسم اعظم معلوم کر لیا۔ راہب نے پوچھا کہ کیا ہے؟

عبداللہ نے کہا کہ فلاں، یہ کہا کہ تو نے کس طرح معلوم کیا تو اس نے سارا ماجرا سنایا تو راہب نے کہا اے عزیز! اس کو پوشیدہ رکھیو اور ضبط سے کام لینا۔

مبلغ عبداللہ ثامر:

اب عبداللہ ثامر کا یہ کام ہو گیا کہ جب نجران میں کسی کو مصیبت یا بیماری لاحق ہوتی تو کہتا کہ اے شخص تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا اور میرے دین میں داخل ہو جا اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ تجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ اگر وہ دین کی دعوت قبول کر لیتا تو عبداللہ اس کے حق میں دعا مانگتا اور وہ اچھا ہو جاتا اس طرح سے نجران کے بہت سے لوگ اس کے تابع ہو گئے اور اس کا دین قبول کر لیا۔

رفتہ رفتہ اس کی شہرت نجران کے بادشاہ تک پہنچی تو اس کو بلا کر کہا کہ تو نے میری رعیت کا مذہب خراب کر دیا ہے اور میرے دین اور میرے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کی ہے میں تجھے ضرور عبرت ناک سزا دوں گا۔

عبداللہ بن ثامر نے کہا کہ اے بادشاہ! تو مجھے کوئی تکلیف نہ دے سکے گا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے ایک اونچے پہاڑ سے سر کے بل نیچے گرایا جائے۔ چنانچہ اسے لے جا کر گرایا گیا مگر اس کو کوئی گزند نہ پہنچی اور وہ صحیح سلامت زمین پر آن پہنچا۔ پھر اس کو نجران کے گہرے پانیوں میں گرایا گیا اور وہ وہاں سے بھی صحیح سالم نکل آیا جب بادشاہ اس پر کسی طرح قادر نہ ہو سکا تو عبداللہ نے کہا اگر تو مجھ پر غلبہ پانا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آ اور جس چیز کو میں مانتا ہوں اس چیز کو تو بھی مان لے اس کے بعد تو میرے قتل پر قادر ہو سکے گا۔

بادشاہ نے یہ سن کر عبداللہ کے مذہب کو قبول کر لیا پھر اپنے ہی عصا سے عبداللہ کو مارا جس پر وہ اسی جگہ شہید ہو گیا پھر خود بادشاہ بھی وہیں ہلاک ہو گیا۔ نجرانیوں نے عبداللہ بن ثامر کے مذہب کو قبول کر لیا اور ان کی کتاب اور حکمت کو ماننے لگے' یہاں سے نجران میں اصل نصرانیت کی ابتدا ہوئی پھر ان میں بھی بدعات کا ظہور ہوا جیسے ہر مذہب میں ہوا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا بات محمد بن کعب القرظی اور بعض اہل نجران کی بیان کردہ ہے۔

اصحاب الاخدود (خندق والے):

جب نجران کی یہ حالت ہوگئی تو ذونواس حسان کے بھائی شاہ یمن نے حمیریوں پر چڑھائی کردی فتح کے بعد انہیں بلا کر کہا یہودی ہو جاؤ یا قتل کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اہل نجران نے قتل ہونے کو ترجیح دی۔ ذونواس نے ایک خندق کھدوائی اور ان کو آگ میں ڈال دیا جو اس خندق میں جلائی گئی تھی جو لوگ آگ سے بچ گئے ان کو قتل کر دیا گیا ان کی لاشوں کا مثلہ کیا گیا اور اس قتل عام میں بیس ہزار لوگوں کو قتل کیا گیا اہل نجران میں سے ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ریتلے راستے پر بھاگا یعنی اسے پکڑنے سے عاجز رہے اس شخص کو دوس ذوثعلبان کہا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے بعض نجرانیوں سے سنا ہے کہ جو آدمی جنگل کو بھاگ گیا تھا اس کا نام جبار بن فیض تھا ان دونوں باتوں میں سے درست ذوس ذوثعلبان ہے۔

پھر ذونواس اس قتل عام سے فارغ ہو کر بمعہ اپنے لشکر کے صنعاء (یمن) واپس لوٹ آیا۔

ہمیں ابن حمید نے سلمہ سے محمد بن اسحاق کی روایت سنائی ہے کہ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اسی ذونواس اور اس کے لشکروں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیات اُتاریں:

ترجمہ ''مارے گئے گڑھے والے (اس گڑھے والے) جس میں خوب بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی جب کہ وہ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان لانے والوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے۔ اور ان اہل ایمان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اس خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے''۔ (سورۃ البروج آیت ۴۔۸)

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ مقتولین جن کو ذونواس نے قتل کیا تھا ان میں عبداللہ بن ثامران کا سردار بھی شامل تھا۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن ثامر اس سے قبل قتل کیا گیا تھا جب دین عیسوی کا نجران میں آغاز ہوا تھا پھر اس کے بعد اس کے ہم مذہبوں کو قتل کیا گیا۔

حبشہ والوں کی یمن پر حکومت

ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ اہل یمن کی حکمرانی سلسلہ بہ سلسلہ چلی آ رہی تھی کسی کو ان کے بارے میں گمان تک بھی نہ تھا کہ ان کی حکومت ختم ہو جائے گی یہاں تک کہ انوشیروان کے زمانہ میں ان کے شہروں پر قبضہ ہو گیا۔ ہشام کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ تھا کہ یمن کا بادشاہ ذونواس حمیری یہودی مذہب کا پیرو تھا۔

ہشام کہتے ہیں کہ کہ اس حملہ کا سبب یہ تھا کہ اس کے پاس نجرانیوں میں سے دوس نامی ایک یہودی آیا اور کہنے لگا کہ نجرانیوں نے اپنے نبی کو ظلماً قتل کر دیا اور خود عیسائی ہو گئے اس وجہ سے ذونواس یمن والوں پر حملہ کے لیے تیار ہو گیا۔

یہ سن کر ذونواس یہودی کی غیرت جوش میں آئی اور اس نے نجرانیوں پر چڑھائی کر دی خوب قتل عام کیا اس دوران نجرانیوں کا ایک فرد بھاگ کر حبشہ کے بادشاہ کے پاس پہنچا اور اسے سارے حالات سے آگاہ کیا یہ شخص اپنے ساتھ جلی ہوئی ایک انجیل بھی لے گیا تھا وہ بھی پیش کی۔ حبشہ کے بادشاہ نے کہا۔ ہمارے پاس افرادی قوت تو بہت زیادہ ہے مگر مہرین (کشتیاں) نہیں ہیں کوئی بات نہیں میں ابھی قیصر روم کو خط لکھتا ہوں کہ وہ ہمیں کشتیاں بھیجے۔

چنانچہ اس نے قیصر روم کو خط لکھا اور خط کے ساتھ جلی ہوئی انجیل بھی بھیجی۔ جس کے بعد قیصر روم نے کشتیوں کی کثیر تعداد روانہ کر دی۔

شہید زندہ ہوتا ہے:

اب سلسلہ کلام اب پھر دوبارہ محمد بن اسحاق کی حدیث کی طرف لوٹتا ہے۔ چنانچہ ابن حمید نے ہمیں سلم سے محمد بن اسحاق کی عبداللہ بن ابوبکر بن محمد عمرو بن حزم سے یہ روایت سنائی ہے کہ اہل نجران میں سے ایک شخص نے حضرت عمر کے زمانے میں نجران کی ویران زمین میں سے ایک کھنڈر کو کھودا اس کے نیچے سے عبداللہ بن ثامر کی لاش نکلی اسے تعجب ہوا کہ اس کا ہاتھ سر کی چوٹ پر رکھا ہوا تھا وہ شخص بیان کرتا ہے کہ جب ہاتھ کو اس چوٹ سے ہٹاتا تو خون بہنا شروع ہو جاتا اور جب ہاتھ کو دوبارہ اس جگہ پر رکھتا تھا تو خون بند ہو جاتا تھا اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر (ربی اللہ) لکھا ہوا تھا۔ اس شخص نے یہ ماجرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط لکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس کو اپنے حال پر رہنے دو اور ویسا ہی دفن کر دو۔ چنانچہ نجرانیوں نے حکم کی تعمیل فرمائی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس وقت جب ذونواس قتل عام کر رہا تھا تو دوس نامی ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس علاقہ سے نکل بھاگا۔ قاتل فوج نے اس کا پیچھا کیا مگر وہ ان کے ہاتھ نہ آیا اور بھاگ کر قیصر روم کے پاس پہنچ گیا اور ذونواس کے خلاف اس سے مدد مانگی قیصر روم نے کہا تمہارا علاقہ بہت دور ہے میں تمہارے واسطہ حبشہ کے بادشاہ کو لکھتا ہوں وہ تمہارے ملک کے قریب ہے وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارا بدلہ بھی لے گا پس قیصر روم نے بادشاہ کی طرف ایک رقعہ بھیجا اور اس میں دوس ذوثعلبان کی رعایت و مدد کی تاکید کی۔

دوس قیصر روم کا خط لے کر نجاشی کے پاس پہنچا۔ نجاشی نے ستر ہزار حبشی اس کے ساتھ کر دیئے اور ارياط نامی شخص کو ان کا سپہ سالار مقرر کیا سپہ سالار کو حکم دیا کہ اگر تو نے اہل یمن پر غلبہ پا لیا تو ان کے مردوں میں سے ایک تہائی کو قتل کرنا۔ ایک تہائی عمارتوں کو کھنڈر بنا دینا اور عورتوں اور بچوں میں سے ایک تہائی کو قیدی بنا لینا۔

ارياط لشکر لے کر نکل پڑا اس کے لشکر میں ابرہہ اشرم بھی تھا۔ ارياط نے لشکر کو لے کر کشتیوں میں سوار ہو کر سمندر پار کیا اس کے ہمراہ دوس ثعلبان بھی تھا۔ یہاں تک کہ وہ یمن کے ساحل پر جا اترا۔ جب ذونواس کو حبشیوں کے آنے کی خبر پہنچی تو ذونواس نے حمیر قوم کو متفرق اور مختلف طور پر جمع کیا کیونکہ ان میں اختلافات پائے جاتے تھے۔ ذونواس کے ساتھ اس کی معمولی جنگ ہوئی کوئی بڑا معرکہ پیش نہ آیا یہاں تک کہ ذونواس بمعہ قوم کے شکست خوردہ ہوا۔ ارياط یمن میں فاتحانہ داخل ہوا اور اپنے قبیلہ میں جا بیٹھا۔

جب ذونواس نے اپنی شکست کو دیکھا تو اس سے نہ رہا گیا اور اپنے گھوڑے کا منہ سمندر کی طرف کر کے اسے زور سے چابک ماری اور گھوڑے سمیت سمندر کی گہرائیوں میں گم ہو گیا اس طرح ذونواس کی ہلاکت ہوئی اور اس کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

ارياط جب یمن میں داخل ہوا تو حسب وصیت ایک تہائی مردوں کو قتل کیا ایک تہائی زمین کھنڈر بنا ڈالی اور ایک تہائی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر نجاشی کے پاس بھیج دیا اور خود غلبہ پا کر یمن میں مستقل حکومت قائم کی اور قبضہ جما لیا اہل یمن میں سے کسی نے دوس ثعلبان کی لائی ہوئی مصیبت پر ایک مصرعہ کہا۔ کہتا ہے کہ:

''دوس ثعلبان یمن سے جو مصیبت کھینچ لایا ہے وہ یمن میں آج تک ایک مثال بنی ہوئی ہے''۔

دوجدن حمیری نے بھی اپنی قوم کی ہلاکت پر اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ تیری ذلت پر بڑا افسوس ہے۔ فوت شدہ کو آنسو نہیں اٹھا سکتے اور میری جان ہوا ؤں پر افسوس کر کے ہلاک مت ہو۔

۲۔ بینوں کی تباہی کے بعد کوئی آنکھ (رونے کے لیے) نہیں رہی اور نہ ہی کوئی اثر باقی رہا اور سلحسین کی تباہی کے بعد لوگوں نے گھ بنا لیا۔

اسی طرح یہ اشعار بھی کہے چھوڑ مجھے' تیرا باپ نہ رہے' تو ہرگز طاقت نہیں رکھتی' اللہ تجھے اپنی رحمت سے دور رکھے تو نے مجھے بہت زیادہ ملامت میں ڈال دیا۔

۳۔ گانے گانے والیوں کی گنگناہٹ کے پاس سے جب ہم شراب کے پلائے جانے کے بارے میں شکایت نہ کریں۔

۴۔ یقیناً موت کو کوئی روکنے والا روک نہیں سکتا' بھلے شفا بخش دوا ناک میں کیوں نہ ڈالی جائے۔

۵۔ اور موت کو نہ ہی کوئی راہب ایسی چار دیواری میں بیٹھا روک سکتا ہے۔ جس کی دیواریں عقابوں کے انڈے ٹپکا رہی ہوں۔

۶۔ اور وہ غمدان (چکر کھاتا ہے) جس کے بارے میں مجھے بتلا رہی تھی اس کی ایک اونچے پہاڑ پر اونچی کر کے بنایا ہے۔

۷۔ یہ بات راہبوں کی زمین میں سنائی اس کے نیچے کالے پتھروں والی زمین اور خالص پھسلاہٹ والی زمین ہے۔

۸۔ راہبوں کی اس زمین میں تیل کے چراغ اور چمکدار ذرات ہوتے ہیں بالخصوص جب شام ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے بجلیوں کی چمک ہوتی ہے۔

۹۔ اس زمین میں جو کھجوروں کے درخت کاشت کیے گئے تھے قریب ہے کہ ان کے خوشے گدری کھجوروں سے جھک جائیں۔

۱۰۔ یہ زمین اپنی جدت کے بعد ریت ہو گئی اور آگ کے شعلوں نے اس کے حسن کو بگاڑ ڈالا۔

۱۱۔ ذونواس جان کی بازی لگا کر مر گیا اور اپنی قوم کو تنگی سے ڈراتا رہا۔

ابن ذئبہ نے بھی حمیر پر سوڈانیوں کی یلغار کے بارے میں اشعار کہے:

❶ تیری عمر کی قسم! نوجوانوں کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔ چونکہ موت اور بڑھاپا اس کے ساتھ لگا رہتا ہے۔

❷ تیری عمر کی قسم! کہ نوجوان کے لیے وسعت کی جگہ اور پناہ گاہ نہیں۔

❸ کیا حمیر کے قبائل کے بعد کسی غمزدہ کی خبر کو ان کے پاس لایا جائے گا؟

❹ اس جم غفیر اور اصحاب خراب کے بارے میں کوئی خبر نہیں لاسکتا۔ ان کی مثال تو ایسی تھی جیسے آسمان بارش سے پہلے ہوتا ہے۔

❺ ان کی چیخیں باندھے ہوئے گھوڑے کو بہرہ گونگا بنا د۔ ینے والی تھیں اور حملہ آور جمگٹھے میں مقابل میں آنے والوں کو دور بھگاتے تھے۔

❻ وہ حملہ آور جنات تھے اور تعداد میں ریت کے ذروں کے برابر تھے گویا تر درخت خشک ہو چکے تھے (مطلب یہ کہ ان کی تعداد کو دیکھ کر ہی حمیر قوم کے بہادروں کے چھکے چھوٹ گئے تھے)

ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ قیصر روم کے پاس سے کشتیاں جب نجاشی کے پاس پہنچیں تو نجاشی نے اپنے لشکر کو کشتیوں میں سوار کیا اور جائے مقصود کی طرف چل پڑا۔ جب ذونواس نے یہ خبر سنی تو اپنے مختلف گورنروں کو لکھا کہ اس کی پشت پناہی کے لیے جمع ہو جائیں تاکہ سب مل کر حبشیوں سے اپنا دفاع کریں اور انہیں اپنے ملک سے دفع کریں۔ گورنروں نے خبر پا کر انکار کیا اور جواباً کہلا بھیجا کہ ہر ایک اپنے علاقہ میں رہ کر قتال کرے گا جب ذونواس نے ایسے حالات دیکھے تو ایک حیلہ سوچا۔

ذونواس کا فریب:

ذونواس نے بہت ساری چابیاں بنوائیں اور کئی اونٹوں پر لدوا کر حبشیوں سے جا ملا اور ان سے کہا کہ یہ یمن کے خزانوں کی چابیاں ہیں جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ پس مال اور زمین تمہاری ہے اور انسانوں کو زندہ چھوڑنے کی ان سے درخواست کی ان کا سپہ سالار کہنے لگا کہ جب ایسی بات ہے تو ہمارے بادشاہ کو لکھ بھیج۔ پس ذونواس نے نجاشی کو لکھا کہ اپنے لشکر کی طرف مذکورہ صلح کو قبول کرنے کا فرمان بھیج۔

اس کے بعد ذونواس حبشیوں کو لے کر چلا اور صنعاء میں داخل ہوا اور سپہ سالار سے کہا کہ اپنے معتبر لوگوں کو بھیجو تاکہ ان کے خزانوں پر قبضہ کر کے لے آئیں سپہ سالار نے معتبر لوگوں کو چابیاں دے دیں اور وہ حصول خزائن کے لئے چل پڑے۔ ادھر ذونواس نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ جو بھی کالا بیل (حبشی) تمہارے پاس آئے اسے فوراً ذبح کر دوں۔ خطوط ملنے پر جو بھی حبشی ان کے ہتھے چڑھا قتل کر دیا گیا صرف وہی لوگ بچ سکے جو راستے سے ہٹ کر چلے تھے۔ جب یہ خبر نجاشی کو پہنچی تو اس نے ستر ہزار کا لشکر بمعہ ساز و سامان کے ذونواس پر غلبہ پانے کے لیے بھیجا اور اس لشکر پر دو سپہ سالار مقرر کیے ان میں سے ایک ابرہہ اشرم تھا جب یہ لشکر صنعاء میں پہنچا تو ذونواس نے دیکھا کہ وہ ان کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سمندر میں کود پڑا اور موت کو گلے لگا لیا۔

فتح کے بعد ابرہہ صنعاء پر بادشاہ بن بیٹھا اور نجاشی کی طرف کچھ بھی نہ بھیجا اور ادھر نجاشی سے کہا گیا کہ ابرہہ نے تیری اطاعت سے روگردانی کر دی ہے۔ نجاشی نے جب یہ دیکھا کہ ابرہہ مجھ سے علیحدہ ہو بیٹھا ہے تو اس پر حملہ آور ہونے کے لیے ایک

لشکر بھیجا اس پر اریاط نامی آدمی کو سپہ سالار بنایا جب اریاط ابرہہ کی زمین پر اترا تو ابرہہ نے اس کو پیغام بھیجا کہ مجھے اور تجھے ایک دن اور ایک ملک میں لا کر جمع کیا ہے لہٰذا تو بھی دیکھ لے کہ تیرے ساتھ کون ہے اور میں بھی اپنے ہمراہیوں کو دیکھ لوں لہٰذا ہم دونوں آپس میں مقابلہ کرتے ہیں جو بھی ہم میں کامیاب ہوگا وہ بادشاہت کا مالک ہوگا اس تدبیر سے عوام الناس کا قتل عام بھی نہ ہوگا۔

اریاط نے اس تدبیر سے رضامندی ظاہر کی لیکن ابرہہ نے ایک بات سوچ لی۔ دونوں کے درمیان مقابلے کی جگہ مقرر ہوئی۔

ادھر ابرہہ نے اپنے ایک غلام عتودہ کو مقررہ جگہ کے قریب ہی ایک گڑھے میں چھپا دیا جب مقابلہ ہونے لگا تو اریاط نے اس پر حملہ کیا مگر وہ وار سے بچ گیا لیکن وار کی وجہ سے ابرہہ کی ایک جانب کی ناک کٹ گئی۔ اسی وجہ سے اسے اشرم کہا جانے لگا جب ابرہہ کے عتودہ نامی غلام نے ابرہہ کو گھائل کرتے ہوئے دیکھا تو موقع پا کر اریاط پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا۔

ابرہہ نے غلام سے کہا کہ حکم میں پورا کروں گا۔ غلام نے کہا کہ یمن کی کسی عورت کو اپنے خاوند کے پاس نہ بھیجا جائے تاکہ میں اس عورت پر قدرت نہ پالوں ابرہہ نے کہا کہ جا اپنی مراد کو پہنچ' اس کے بعد اہل یمن غلام عتودہ کے دشمن ہوئے اور اسے قتل کر ڈالا پھر ابرہہ نے اہل یمن کو آزاد کر دیا۔

نجاشی کو جب اریاط کے قتل کی خبر پہنچی تو نجاشی نے قسم اٹھالی کہ جب تک ابرہہ کا خون نہ بہائے گا اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھے گا۔ ابرہہ کو جب نجاشی کے اس حلف کی خبر پہنچی تو نجاشی کو خط لکھا کہ اے بادشاہ!

میں بھی تیرا غلام اور اریاط بھی تیرا غلام۔ وہ جب یمن آیا تو تیری بادشاہت کو تباہ کرنا چاہتا تھا اور مجھے قتل کرنے کے درپے ہوا میں نے اسے روکا اور چاہا کہ اسے قاصد بنا کر تیرے پاس بھیجوں مگر اس نے انکار کیا اور بغاوت کر کے تیرے لشکر قتل کرنا چاہتا تھا مجبوراً میں نے ایسا کیا۔

میں نے سنا ہے کہ تو نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ تو میرا خون بہائے گا اور میری زمین کو روندے گا تو میں تیرے پاس ایک بوتل میں اپنا خون ڈال کر بھیج رہا ہوں اور اپنی زمین کی مٹی کا ایک تھیلا بھی بھیج رہا ہوں۔ میرا خون زمین پر بہا دینا اور مٹی بکھیر کر اس پر چل دینا اسی طرح تیری قسم بھی پوری ہو جائے گی۔ میں تو تیرا بندہ ہوں۔ میری عزت تیری عزت ہے نجاشی ابرہہ سے راضی ہوا اور اسے بدستور گورنری پر بحال کر دیا۔

ابرہہ اور اریاط میں مبارزت:

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اریاط کافی عرصے تک اپنی سلطنت پر رہا پھر ابرہہ اشرم کے ساتھ اپنی حکومت کے بارے میں منازعت و مخالفت ہوگئی۔ اس وجہ سے کچھ حبشی ابرہہ کی طرف ہو گئے اور کچھ اریاط کے طرف دار ہو گئے پھر مقابلہ کے لیے میدان جنگ میں آئے۔ ابرہہ نے اریاط کو کہلا بھیجا کہ میں اس طرح سے فوجوں کا مقابلہ کروا کے ان کو ہلاک نہیں کر سکتا' آؤ پہلے میں اور تم مقابلے کے لیے میدان میں آئیں اور جو بھی ہم میں سے مدمقابل کو زک دے سکے تو ہارنے والی کی فوجیں بھی جیتنے والے کے پاس چلی جائیں گی۔ اریاط نے بھی اس شرط کو منظور کر لیا۔

پس پستہ قد' فربہ بدن اور بدصورت نے خوبصورت' دراز قد' متوسط البدن اریاط پر حملہ کرنا چاہا تو اپنے پیچھے ایک غلام عتودہ کو کھڑا کیا تاکہ وہ پیچھے سے اریاط کے حملے روک سکے اریاط نے ابرہہ پر حملہ کرنا چاہا تاکہ اس کا سر اڑا سکے مگر برچھی اس کے ابروؤں'

ناک اور ہونٹوں پر لگی مگر وہ قتل ہونے سے بچ گیا تاہم معمولی زخمی ہوا اسی وجہ سے اسے اشرم (نکٹا) کہا جانے لگا پیچھے کھڑے غلام نے موقع پر اریاط کو قتل کر دیا اور کہا (انا عتودہ) مطلب یہ تھا کہ تجھے ایک عتودہ نامی غلام نے قتل کیا ہے۔ اس کے بعد ابرہہ نے عتودہ سے کہا اپنی حاجت ظاہر کر، عتودہ نے کہا کہ نئی دلہنوں کو ان کے شوہروں کے پاس اس وقت تک نہ جانے دے جب تک میں ان سے اپنی ہوس کی پیاس نہ بجھا لوں۔ چنانچہ ابرہہ نے اس کی یہ خواہش پوری کر دی اس کے بعد ابرہہ نے اریاط کی دیت دے دی۔

یہ سارا معاملہ نجاشی کی لاعلمی میں ہوا تھا۔ جب نجاشی کو خبر پہنچی تو سخت غضب ناک ہوا اور قسم کھائی کہ میں تیرا سر کاٹوں گا اور تیرے علاقے کو روند کر چھوڑوں گا ابرہہ کو جب نجاشی کے غیض وغضب کا علم ہوا تو اسے ایک خط لکھا کہ میں تیرا بندہ ہوں وہ بھی تیرا غلام ہے۔ حکومتی معاملے میں ہمارے درمیان نزع پیدا ہو گیا تھا۔ میں اس پر غالب آ گیا اور اس کو قتل کر دیا۔

خط کے ساتھ نجاشی کی قسم پوری کرنے کے لیے اپنا سر مونڈ کر بال اور ایک تھیلے میں اسی کے شہر کی مٹی ڈالی اور بھیج دی تا کہ مٹی کو اپنے پاؤں سے روند کر اپنی قسم پوری کر لے۔

جب خط نجاشی کے پاس پہنچا تو وہ ابرہہ سے راضی ہو گیا اور اسے لکھا کہ میرے اگلے حکم تک تم ہی گورنر ہو۔ جب ابرہہ نے دیکھا کہ نجاشی اس سے راضی ہو گیا ہے اور اسے یمن کا گورنر بنا دیا ہے تو اس نے ابی مرہ بن ذی یزن کو پیغام بھیجا کہ اپنی بیوی کو میرے سپرد کر دو۔ ذی یزن نہ مانا تو ابرہہ نے زبردستی چھین لی اس عورت کا نام ریحانہ بنت علقمہ بن مالک بن زید بن کہلان تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ریحانہ کے باپ کا نام ذوجدن تھا۔ ریحانہ پہلے ابامرہ معدی کرب بن ابومرہ کے عقد میں تھی اب ابرہہ کے پاس آ گئی اور ابرہہ سے اس کے ہاں مسروق بن ابرہہ پیدا ہوا۔ اور ایک لڑکی بسابہ بنت ابرہہ پیدا ہوئی یہ صورت حال دیکھ کر ابومرہ بھاگ گیا۔

عتودہ کا قتل:

عتودہ یمن میں اپنی من مانی کر رہا تھا کہ اچانک ایک دفعہ حمیر قوم کا ایک آدمی عتودہ پر حملہ آور ہوا اور اسے قتل کر ڈالا۔ جب ابرہہ کو خبر ہوئی تو قصاص میں قاتل کو بھی قتل کر ڈالا۔ حمیر کا یہ آدمی حلیم، بردبار، پرہیزگار اور نیکوکار نصرانی تھا اس کے بعد ابرہہ نے اہل یمن کو کہا کہ تمہارے ایک عقل مند آدمی نے تمہاری کھوئی ہوئی عزت کو واپس لوٹا دیا ہے اور کہا کہ اللہ کی قسم! اگر مجھے علم ہوتا کہ عتودہ اپنی خواہش اس بدکاری کی صورت میں ظاہر کرے گا تو اس کو اریاط کے قتل کے بدلہ میں کچھ انعام دیتا تو تم بھی اسے ناپسند کرتے۔

صنعاء میں گرجا گھر کی تعمیر:

ابرہہ نے صنعاء میں ایک عظیم الشان کلیسا تعمیر کروایا اور نجاشی کو خط لکھا کہ اے بادشاہ! میں نے تیرے لیے ایک کلیسا بنوایا ہے جس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی اور میں اس وقت تک باز نہ آؤں گا۔ جب تک عربوں کے حاجیوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کر لوں۔

گرجا گھر کی بے حرمتی:

جب عربوں کو ابرہہ کے خط کا علم ہوا تو اہل نسی (مہینوں کو آگے پیچھے کرنے والے) میں سے ایک شخص نکلا اور اس نے کلیسا میں آ کر پاخانہ کر دیا۔ پھر بنی مالک میں سے ایک شخص نکلا اور اس میں پاخانہ کر گیا۔ اور واپس اپنے علاقہ میں چلا گیا۔ جب ابرہہ کو

اس کی خبر پہنچی تو اس نے پوچھا کہ کس نے ایسا کیا ہے؟

جواب ملا کہ اس گھر (بیت اللہ) والوں میں سے کسی نے کیا ہے۔ جس گھر کا عرب حج کرتے ہیں۔

جب سننے والے نے یہ چغلی سنی تو اس نے بھی غصہ میں آ کر کلیسا میں پیشاب کر دیا۔

ابرہہ کی خانہ کعبہ پر چڑھائی:

ابرہہ یہ سن کر سخت غضبناک ہوا اور قسم اٹھائی کہ ضرور حملہ کر کے بیت اللہ کو منہدم کروں گا اس زمانہ میں بعض عرب ابرہہ سے اس کی نوازشات کی بھیک مانگنے اس کے دربار میں آیا کرتے تھے ان میں سے ایک آدمی محمد بن خزاعی بن خزابہ ذکوانی بھی تھا۔ ایک مرتبہ ان ہی لوگوں کا ایک وفد ابرہہ کے پاس آیا تھا ان میں سے محمد بن خزاعی اور اس کا بھائی قیس بن خزاعی بھی تھا اس دوران ابرہہ کی عید کا موقع آ گیا اور اس نے عربوں کے پاس ایک صبح ناشتہ بھیجا۔ ابرہہ ناشتے میں کپورے کھایا کرتا تھا لہٰذا اس نے عربوں کو بھی ناشتہ میں کپورے بھیجے۔ جب محمد بن خزاعی نے ناشتہ دیکھا تو کہنے لگا کہ خدا کی قسم اگر ہم کپورے کھالیں گے تو ہماری عزت خاک میں مل جائے گی اور عربوں میں ہم عیب دار کہلائیں گے۔ لہٰذا محمد بن خزاعی ابرہہ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''اے بادشاہ! آج کا دن ہماری عید کا دن ہے اس دن ہم رانیں اور دستیاں کھایا کرتے ہیں''۔

ابرہہ نے کہا:

''میں ابھی تم لوگوں کو وہ بھی بھجوائے دیتا ہوں۔ کپورے تو میں نے اپنے شوق سے بھیجے تھے کیونکہ میں کپورے شوق سے کھاتا ہوں اور مہمانوں کو میں نے اپنی پسندیدہ ڈش بھجوائی ہے''۔

محمد بن خزاعی کا قتل:

ابرہہ نے محمد بن خزاعی کو تاج پہنا کر قبیلہ مضر کا حکمران بنا دیا۔ اور اسے حکم دیا کہ لوگوں کو ہمارے کلیسا کا حج کرنے پر ابھارو اہل تہامہ کو جب محمد بن خزعی کے معاملہ کا علم ہوا تو جب محمد بن خزعی بنی کنانہ کی زمین میں پہنچا تو انہوں نے ہذیل کے ایک شخص عروہ بن حیاض الملاصی کو بھیجا اور اس نے تیر مار کر محمد بن خزعی کو قتل کر دیا۔ محمد بن خزعی کے ساتھ اس کا بھائی قیس بن خزعی بھی تھا بھائی کو قتل ہوتا دیکھ کر وہ بھاگ نکلا اور ابرہہ کے پاس جا پہنچا اور ابرہہ کو تمام واقعہ بتایا۔ یہ ماجرا سن کر ابرہہ غضب ناک ہو گیا اور قسم کھائی کہ وہ بنو کنانہ پر ضرور حملہ کرے گا اور بیت اللہ کو منہدم کرے گا۔

ہشام بن محمد کی رائے کے مطابق نجاشی کی رضامندی کے بعد ابرہہ نے ایک بے مثال گرجا گھر تعمیر کروایا اسے مختلف رنگوں اور سونے سے سجایا۔ قیصر روم کو لکھا کہ میں صنعاء میں ایک کلیسہ بنوانا چاہتا ہوں جو کہ پوری دنیا کے لیے مثال ہو اور کچھ مدد بھی طلب کی۔ قیصر روم نے پچی کاری کا سامان اور سنگ مرمر بھیج کر اس سے تعاون کیا جب تعمیر مکمل ہوئی تو نجاشی کو لکھا کہ کلیسہ کی تعمیر سے میرا پہلا ارادہ یہ ہے کہ میں اس طرف عربوں کو متوجہ کروں تاکہ وہ کلیسہ کا حج کریں۔

جب عربوں نے ابرہہ کے کرتوت سنے تو ان پر بہت گراں گزری۔ چنانچہ بنو مالک بن کنانہ کا ایک آدمی غصہ میں اٹھا اور یمن آ کر کلیسہ میں پاخانہ کر گیا۔ جب ابرہہ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو سخت غضب ناک ہوا اور اس نے جنگ کی ٹھان لی اور پکا ارادہ کر لیا کہ بیت اللہ کو بھی منہدم کر دے گا۔

چنانچہ اسی خیال سے چل پڑا راستے میں ذونفر حمیری سے جھڑپ ہوئی ان کے ساتھ مقابلہ کر کے انہیں قیدی بنالیا ذونفر نے کہا اے بادشاہ! مجھے زندہ رکھ کیونکہ میری زندگی تیرے لیے موت سے بہتر ہے۔ پس ابرہہ نے اسے قتل نہ کیا پھر کچھ آگے چل کر نفیل بن حبیب خثعمی سے مقابلہ ہوا۔ نفیل کو شکست ہوئی اور ان کو بھی قیدی بنالیا۔ نفیل نے بھی درخواست کی کہ اسے زندہ رکھا جائے۔ چنانچہ ابرہہ نے اس کی بات بھی مان لی اور عرب میں اس سے رہبری کا کام لینے لگا ابرہہ اپنے ساتھ ہاتھی بھی لایا تھا۔

اس کے بعد ہم ابن اسحاق کی روایت کی طرف پلٹتے ہیں:

جب ابرہہ بیت اللہ پر چڑھائی کے ارادے سے نکلا تو حبشیوں کو ساز و سامان لے کر تیار ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہاتھی وغیرہ لے کر نکل آیا۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عربوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ اس ہاتھی کو بڑا اعظیم الجثہ بتلا رہے تھے۔

عربوں نے جب یہ سنا تو بہت پریشان ہوئے اور اس کے خلاف جہاد حق کی تیاری شروع کر دی۔

انہوں نے کہا: کہ اہل یمن میں سے ہی ایک آدمی اس کے مقابلہ کو نکلا تھا لہٰذا ہمیں بھی اس کا مقابلہ کرنا چاہیے چنانچہ بعضوں نے اس کا ساتھ دیا جب ذونفر نے ابرہہ کے راستہ میں رکاوٹ ڈالی مگر شکست کھا کر قیدی بنا جب ابرہہ نے اسے قتل کرنا چاہا تو کہنے لگا کہ اے بادشاہ! مجھے زندہ رکھو کیونکہ میرا زندہ رہنا تمہارے لیے باعث خیر ہے۔ ابرہہ نے اسے زنجیروں میں جکڑا اور اپنے ساتھ رکھ لیا۔

ابرہہ مزید آگے بڑھا۔ جب بنوخصعم کی زمین پر پہنچا تو حبیب بن نفیل خثعمی اپنے دو قبیلوں شہریان اور ناہس اور کچھ دیگر افراد کو لےکر ابرہہ کے مقابلہ کو نکلا مگر اس کے حصہ میں بھی شکست آئی اور وہ قیدی ہوگیا۔ ابرہہ نے اسے بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا تو کہنے لگا کہ مجھے زندہ رکھ میں راستہ میں تیری رہبری کروں گا۔ اور خثعم کے دو قبیلے شہریان اور ناہس تیری اطاعت قبول کرتے ہیں۔ ابرہہ نے اسے معاف کر دیا اور اپنے ہمراہ رکھا۔ نفیل اسے راستہ سے آگاہ کرتا رہا۔

ابرہہ طائف میں:

جب طائف کے پاس سے گذرا تو بنوثقیف میں سے مسعود بن معتب نکلا اور ابرہہ کے پاس آ کر کہنے لگا' ہم تیرے غلام ہیں ہمارا تمہارے ساتھ کوئی اختلاف نہیں بلکہ ہم تو تیری اطاعت ہی کرتے ہیں اور یہ جو ہمارا عبادت خانہ ہے جس میں لات (بت) ہے یہ وہ جگہ نہیں جن کے ارادہ سے تو نکلا ہے جب کہ وہ تو مکہ میں ہے اور کہا کہ ہم تمہارے ساتھ اپنا ایک آدمی راہنمائی کے لیے بھیجتے ہیں تا کہ تجھے مکہ پہنچادے۔

طائف والوں نے ابورغال کو اس کے ساتھ کر دیا۔ ابورغال نے جب اسے مقام مغمس پر پہنچایا تو خود یہاں پہنچ کر مر گیا۔ یہاں یہ دفن ہوا اور لوگوں نے اس کی قبر پر پتھر برسانے شروع کیے یہ وہی قبر ہے جس پر مقام مغمس میں پتھر برسائے جاتے ہیں۔

مکہ میں غارت گری:

ابرہہ نے مغمس نامی جگہ پر پڑاؤ ڈال لیا اور اپنے ایک حبشی آدمی اسود بن مقصود علی خیل کو چند شہسواروں کے ہمراہ مکہ میں بھیجا۔ اس شخص نے مکہ پہنچ کر قریش اور دیگر قبائل عرب کے کثیر اموال و اسباب لوٹ لیے اس لوٹ میں عبدالمطلب بن ہاشم کے دوسو

اونٹ بھی تھے۔عبدالمطلب ان دنوں قبیلہ کے سردار تھے۔لوٹ مار دیکھ کر قریش' کنانہ اور ہذیل وغیرہ قبائل عرب نے ابرہہ کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ہم مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تو مقابلہ کرنے کا فیصلہ منسوخ کر دیا۔

ابرہہ کا ایلچی:

ابرہہ نے حناطہ حمیری کو مکہ بھیجا اور کہا کہ مکہ جا کر ان کے سردار سے کہو کہ بادشاہ کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ میں تو اس گھر کو گرانے کا ارادہ لے کر آیا ہوں اگر تم اس کام میں مزاحمت نہ کرو تو میں بھی خون ریزی نہ کروں گا۔اگر مکہ والوں کا سردار یہ بات مان لے تو اسے میرے پاس لے آنا۔

جب حناطہ مکہ میں داخل ہوا تو کسی سے دریافت کیا کہ یہاں کا سردار کون ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ عبدالمطلب بن ہاشم یہاں کا سردار ہے۔لہٰذا اس نے ان کے پاس جا کر سارا پیغام دیا۔

عبدالمطلب نے کہا: ہم اس سے لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہی ہمارے اندر مقابلے کی طاقت ہے۔یہ خدا کا گھر ہے اور اسے ابراہیم خلیل اللہ نے بنایا تھا۔اگر خدا کو اپنے گھر کی حفاظت کرنا منظور ہوئی تو اس کو خود روک دے گا ورنہ اس کو چھوڑ دے گا ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں۔

حناطہ نے کہا کہ تم میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلو چنانچہ عبدالمطلب اپنے چند لڑکوں کے ہمراہ اس کی طرف چل پڑے۔

عبدالمطلب ابرہہ کے لشکر میں:

جب عبدالمطلب لشکر میں پہنچے تو دریافت کیا کہ ذونفر کہاں ہے (ذونفر اس وقت قیدی تھا اور کسی زمانہ میں عبدالمطلب کا دوست تھا) ملاقات ہونے پر عبدالمطلب نے ذونفر سے پوچھا:

''اے دوست! مجھ پر آن پڑنے والی مصیبت سے رہائی کس طرح ہو سکتی ہے کوئی تدبیر بتاؤ۔اور کہا تم کوئی سفارش کر سکتے ہو''۔

ذونفر نے کہا:

''میں ایسا قیدی ہوں جس کو صبح شام قتل کیے جانے کا کھٹکا لگا رہتا ہے کیا سفارش کر سکتا ہوں ہاں اتنا ہے کہ ابرہہ کے ہاتھی کا سائیس میرا دوست ہے میں آپ کو اس کے پاس بھیج دیتا ہوں وہ آپ کو بادشاہ کے پاس لے جا کر اچھی خاصی سفارش کر دے گا''۔

چنانچہ ذونفر عبدالمطلب کو انیس کے پاس لے گیا اور کہا کہ یہ قریش کے سردار ہیں اور مکہ کے چشمے زم زم کے مالک ہیں۔غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور پہاڑوں کے درختوں کی حفاظت کرتے ہیں ابرہہ کے سپاہیوں نے ان کے دو سو اونٹ لوٹ لیے ہیں ان کو ابرہہ کے پاس لے جاؤ اور جہاں تک ممکن ہو سکے سفارش کرو۔

انیس نے کہا بہت اچھا' انیس نے جا کر ابرہہ سے کہا:

''اے بادشاہ! عبدالمطلب مکہ کے والی اور قریش کے سردار ہیں اور آپ کے دروازے پر کھڑے ہیں اور آپ سے کچھ درخواست کرنا چاہتے ہیں''۔

ابرہہ اور عبدالمطلب کے درمیان گفتگو:

ابرہہ نے عبدالمطلب کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ جب ابرہہ نے ان کو دیکھا تو مرعوب ہو گیا اور تعظیماً اپنے پاس تخت پر بٹھایا۔ حبشیوں کو یہ اعزاز دینا ناگوار گزرا چنانچہ اپنے تخت سے نیچے اتر آیا اور فرش (قالین) پر بیٹھ گیا اور عبدالمطلب کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا۔

ابرہہ نے ترجمان سے کہا کہ عبدالمطلب سے ان کی درخواست کے بارے میں پوچھو؟

ترجمان نے دریافت کر کے کہا کہ یہ اپنے دوسو اونٹ واپس لینا چاہتا ہے۔

ابرہہ نے ترجمان سے کہا کہ عبدالمطلب سے کہو کہ میں تمہاری اس درخواست پر بہت حیران ہوں تم اپنے اونٹوں کو واپس لینے کی خواہش رکھتے ہو اور اپنے مذہبی گھر (جو تیرا اور تیرے آباؤ اجداد کا مرکز عبادت خانہ ہے) کے بارے میں کوئی بات نہیں کرتے۔ اور نہ اس کو گرائے جانے سے روکنے کی سفارش کرتے ہو۔

عبدالمطلب نے کہا کہ مجھے اس گھر سے کوئی واسطہ نہیں۔ جو اس کا رب ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا میں تو اونٹوں کا مالک ہوں لہٰذا انہی کی واپسی کی بات کرتا ہوں۔ لہٰذا میرے اونٹ مجھے واپس کر دو اور تم جانو اور بیت اللہ کا رب جانے۔

مؤرخین کی آراء:

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ جب حناطہ عبدالمطلب اپنے ساتھ بنو کنانہ کے سردار عمرو بن نفاثہ کو لے کر ابرہہ کے پاس گئے اور بادشاہ سے کہا کہ تم تہامہ کا ایک تہائی مال بطور جزیہ لے کر واپس ہو جاؤ اور بیت اللہ کو منہدم کرنے کا ارادہ ترک کر دو۔ مگر ابرہہ نے انکار کیا۔ واللہ علم۔

مکہ سے قریش کا نکل جانا

اے اللہ! تو جان اور تیرا گھر:

ابرہہ نے عبدالمطلب کو اونٹ واپس کر دیئے عبدالمطلب نے مکہ آ کر لوگوں کو اس واقعہ کی خبر دی اور مشورہ دیا کہ ہمارے اندر ابرہہ کے مقابلے کی طاقت نہیں بہتر یہ ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں اور پہاڑوں کی گھاٹیوں کی غاروں میں چھپ جائیں پھر عبدالمطلب نے جاتے وقت قریش کے چند آدمیوں کو ساتھ رکھ کر خانہ کعبہ کے دروازے کا حلقہ پکڑا ابرہہ اور اس کے لشکر کے حق میں بددعا کی اور یہ شعر پڑھے:

1. اے میرے رب! میں تیرے سوا کسی سے امید نہیں رکھتا تو اپنی حدود کی حفاظت فرما۔
2. بیت اللہ کا دشمن تیرا دشمن ہے لہٰذا اپنے شہر کی کھنڈر بننے سے پہلے ہی حفاظت فرما۔
3. پھر فرمایا ہم تو اپنی سواریوں کی حفاظت کر سکتے ہیں بیت اللہ کی حفاظت تو خود فرما۔
4. اے مولیٰ! حبشیوں کی حیلیں تیرے محل میں غالب نہ آئیں۔
5. اگر تو ایسا کر دے تو بلاشک تو اپنی قدرت سے اپنے کام سرانجام دے سکتا ہے۔

6. اگر تو ایسا کر دے تو بہتر ہے ورنہ سارا معاملہ تیرے سامنے ہے۔
7. حبشی تو ایک کثیر تعداد کو لے کر بمعہ ہاتھیوں کے تیرے عیال کو قیدی بنانا چاہتے ہیں۔
8. انہوں نے جہالت میں آ کر تیری سرحد کو پھاندا ہے اور تیرے جلال کا انتظار نہیں کیا۔

عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کو چھوڑا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑوں میں جا چھپے اور انتظار کرنے لگے کہ ابرہہ بیت اللہ کے ساتھ کیا کرنے والا ہے۔

ابرہہ کا مکہ کی طرف بڑھنا:

ادھر ابرہہ نے صبح کے وقت محمود نامی ہاتھی کو تیار کیا تا کہ بیت اللہ پر چڑھائی کرے اور اپنے لشکر کو بھی الرٹ کر دیا جب ہاتھی مکہ مکرمہ کو گرانے کے لیے تیار ہو گئے تو نفیل بن حبیب (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) نے ہاتھی کا کان پکڑ لیا اور کہا اے محمود! بیٹھ جا جہاں سے آیا ہے اسی طرف سیدھا واپس لوٹ جا کیونکہ تو بلد حرم میں ہے یہ کہ کر ہاتھی کا کان چھوڑ دیا ہاتھی یہ سن کر بیٹھ گیا اور خود نفیل بن حبیب بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔

اصحاب فیل کا انجام:

جب ہاتھی دانوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے ہاتھی کو مارا تا کہ وہ کھڑا ہو جائے مگر ہاتھی کھڑا نہ ہوا پھر انہوں نے اس کو اٹھانے کے لیے سر پر کلہاڑی ماری مگر پھر بھی نہ اٹھا پھر انہوں نے اس کا منہ یمن کی طرف موڑ دیا پھر وہ اٹھ کر دوڑنے لگا شام کی طرف موڑا ادھر بھی چلا گیا مشرق کی طرف منہ موڑا تو اس طرف بھی چلنے لگا لیکن جب مکہ مکرمہ کی طرف منہ موڑا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے ابابیل بھیجے جن کے پاس تین تین کنکر تھے ایک ایک تو ان کی چونچ میں اور دو دو پنجوں میں جن کی تعداد چنے کی یا مسور کی تھی۔ جس حبشی کو وہ کنکر لگتے وہ وہیں ہلاک ہو جاتا اب خوف کے مارے بھاگنے لگے اور جس راستے سے آئے تھے وہیں بھاگنے لگے اور نفیل بن حبیب کو تلاش کرنے لگے تا کہ وہ ان کو یمن کا راستہ بتائے مگر اب نفیل کہاں تھا نفیل تو پہاڑوں پر ان کی درگت ہوتے دیکھ رہا تھا۔ شعر۔

این المرو الا لـه الطالب
والاشرم المغلوب ليس الغالب

ترجمہ:

اے بدکردار! اب کہاں بھاگتے ہو
خدا کی تلاش و قہر سے کہاں جا سکتے ہو

ابرہہ مغلوب ہو گیا اور اپنے خیال کے موفق غالب نہ رہا۔

اسی طرح نفیل نے یہ اشعار کہے:

1. اے ردینہ (اس کی بیوی) ہم تجھے خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور خوش آمدید کہتے ہیں۔
2. تمہارا ایک مشعلچی ہمارے پاس شعلہ لینے کے لیے آیا ہمارے پاس اس پر کسی کو قدرت نہ ہو سکی۔
3. تب تو مجھے معذور سمجھتی اور میری روئے کی داد دیتی اور معافات پر اظہار افسوس بھی نہ کرتی۔

❹ اے ردینہ! تونے ان کا حال محصب وادی کے قریب نہیں دیکھا تھا کاش کہ تو دیکھ لیتی۔

❺ اس پر میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں خاص کہ جب میں نے (محمود ہاتھی کو بٹھا کر)۔

❻ سارے حبشی نفیل کے بارے میں پوچھ گچھ کرر ہے تھے یوں لگتا تھا کہ گویا میرے اوپر لشکر والوں کا قرض ہے۔

الغرض ابرہہ کا لشکر گرتا پڑتا ذلیل وخوار ہوتا ہلاک ہو گیا اور کنکریوں کی چوٹ کی وجہ سے ابرہہ کے جسم میں ایک بیماری پیدا ہو گئی جس سے اس کی انگلیوں کے پورے تک جھڑ گئے۔ اس کو اسی حال میں اٹھا کر صنعا تک لے گئے آخر اس کا سینہ پھٹ گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ نجاشی نے ارياط ابوحجم کو چار ہزار کا لشکر دے کر یمن کی طرف روانہ کیا ارياط نے یمن پر چڑھائی کی اور غلبہ پالیا اسی دوران لوگوں کو دیکھا کہ حج بیت اللہ کی تیاریاں کررہے ہیں۔

پوچھا: یہ لوگ کہاں جارہے ہیں؟

لوگوں نے کہا: کہ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کا حج کرنے جارہے ہیں۔

پوچھا: کیا وہ کس چیز سے بنا ہے؟

لوگوں نے جواب دیا: وہ پتھروں سے بنا ہوا ہے۔

پوچھا: وہاں پر کیا چڑھاتے ہو؟

لوگوں نے کہا: نذر مانے ہوئے جانور اس پر قربان کیے جاتے ہیں۔

ابرہہ نے یہ دیکھ کر عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام کی قسم کھائی اور کہا کہ میں بھی یہاں پر ایک گھر ضرور تعمیر کروں گا جو تمہارے بیت اللہ سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ اس نے ایک گھر بنایا اور اس کی تعمیر میں سرخ' سفید' سیاہ اور زرد ہر طرح کا سنگ مرمر استعمال کیا اور خوب سونے اور چاندی کے ساتھ مزین کیا اوپر پردے ڈلوائے اندر شمعیں اور چراغ روشن کروائے دیواروں کو مشک کی خوشبو کے ساتھ خوشبودار کیا۔ الغرض ہر طرح کی زرق وبرق سے اس کو مزین کیا لوگوں میں اعلان عام کر دیا کہ اب بیت اللہ جانے کی ضرورت نہیں اب اس گھر کا حج کرو۔

چنانچہ کئی سالوں تک عربوں کے بہت سارے قبائل اس کا حج کرنے لگے۔ لوگ اس میں جا کر ٹھہرتے عبادت کرتے اور قربانیاں کرتے تھے۔ چنانچہ نفیل ان کی تزین کو ناپسند کرتا تھا ایک رات آنکھیں چراتے ہوئے اپنے ساتھ پاخانہ لے کر اس گھر میں آیا اور پاخانے سے لیتھڑا ڈال دیا اور مردار پڑے ہوئے گوشت لا کر اندر ڈال دیئے جب اس کی خبر ابرہہ کو ہوئی تو اس نے کہا کہ یہ کام صرف اور صرف عربوں نے اپنے بیت اللہ کی خاطر کیا ہے بخدا اب میں اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر دم لوں گا۔ چنانچہ ابرہہ نے سارا ماجرہ نجاشی کو لکھ دیا اور کہا کہ میرا محمود نامی ہاتھی بھیج دیا جائے (اس ہاتھی کا ذکر پہلے گزر چکا ہے) جب ہاتھی ابرہہ کے پاس پہنچ گیا تو حمیر کے سردار اور نفیل بن حبیب کو اپنے ساتھ لے کر بیت اللہ کو گرانے چل پڑا جب حرم کے قریب پہنچا تو اپنی فوج سے مکہ میں لوٹ مار کی۔ اور عبدالمطلب کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ نفیل عبدالمطلب کا کسی زمانے میں دوست رہ چکا تھا عبدالمطلب اپنے اونٹوں کے بارے میں نفیل سے بات کی کہ میرے اونٹوں کو واپس کیا جائے نفیل نے ابرہہ سے بات کی اے بادشاہ! عربوں کا

سردار تیرے پاس آیا ہے۔ اور یہ عزت و مرتبہ والا آدمی ہے۔ حاجت مند کو عمدہ گھوڑے پر سوار کرتا ہے' فقرا کو اموال کثیر عطا کرتا ہے' اور بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ چنانچہ وہ عبدالمطلب کو ابرہہ کے پاس لے گئے۔ ابرہہ نے کہا بولو تمہاری حاجت کیا ہے؟ عبدالمطلب نے کہا تمہارے بارے میں جو باتیں مجھے پہنچیں ہیں۔ وہ محض ایک دھوکہ دہی تھی۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تم بیت اللہ کے بارے میں مجھ سے بات کرو گے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ بس مجھے میرے اونٹ واپس کر دے تو جان اور بیت اللہ جانے اس کا رکھوالا پروردگار ہے۔ وہی اس کا دفاع کرے گا۔ ابرہہ نے عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیئے عبدالمطلب نے اونٹوں کے گلے میں تلاوے ڈال دیئے۔ اور ان کا اشعار کر کے بطور ہدی کے حرم میں پھیلا دیا۔ اور خود عبدالمطلب کے ساتھ عمرو بن عائذ بن عمران بن مکروم' معظم بن عدی اور ابو مسعود ثقفی کو لے کر حرا پہاڑ پر چڑھ گئے۔ (اشعار پیچھے گزر گئے ہیں)

بعد میں اللہ نے ابابیل کی طرح کے پرندے بھیجے جو ان کی چونچوں میں ایک ایک پتھر اور پنجوں میں دو دو پتھر تھے۔ پرندوں نے ابرہہ لشکر پر پتھر برسائے جس کو کنکر لگتا وہاں پھوٹ کر پھوڑا بن جاتا اور پھر ہلاک ہو جاتا۔ پھر سیلاب آیا اور ان کے جسموں کو بہا کر سمندر میں ڈالا۔ ابرہہ اپنے چند بچے کھچے ساتھیوں کے ہمراہ الٹے پاؤں بھاگا۔ لیکن ابرہہ کی یہ حالت تھی۔ کہ اس کے جسم کے اعضاء ایک ایک کر کے گر رہے تھے۔ اس کا محمود نامی ہاتھی گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اور آگے جانے کی اس میں ہمت نہ ہوئی۔ ایک دوسرا ہاتھی آگے بڑھا مگر وہ زمین میں دھنس گیا کہا جاتا ہے کہ ابرہہ یمن سے تیرہ ہاتھی اپنے ساتھ لایا عبدالمطلب حراء غار سے نیچے اترے اور دو حبشیوں نے آگے بڑھ کر ان کے سر کا بوسہ دیا۔ اور کہا: کہ

''آپ بہتر جانتے تھے''۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ عرب میں چیچک اور خسرے کی بیماری پہلی بار اسی سال دیکھی گئی اسی طرح حرمل' حنظل اور عشر جیسے کڑوے درخت بھی اسی سال پہلی بار دیکھے گئے۔ (گویا ابرہہ کے ناپاک ارادے کی وجہ سے تکلیف دہ چیزیں پیدا ہو گئیں اور موذی امراض نے جنم لیا)

ابرہہ کے بعد یمن:

محمد بن اسحاق کی روایت کے مطابق جب ابرہہ ہلاک ہوا تو اس کا بیٹا یکسوم بادشاہ بنا۔ ابرہہ کو اسی کی نسبت سے ابو یکسوم کہا جاتا ہے۔ یکسوم نے حمیر قوم پر ذلتوں کے پہاڑ توڑ دیئے۔ یمن کے قبائل کو حبشیوں نے مغلوب کر لیا۔ عربوں کی عورتوں کے ساتھ نکاح کیے۔ مردوں کو قتل کر دیا اور ان کے بیٹوں کو عربوں اور اپنے درمیان ترجمانی کے فرائض ادا کرنے پر لگا دیا۔

جب حبشی مکہ سے شکست کھا کر ہلاک ہوئے تو عربوں نے قریش کی بڑی عزت کی' وہ عربوں میں قابل عزت ہو گئے اور اہل عرب انہیں ''اہل اللہ'' کہہ کر پکارنے لگے اور کہا جانے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیت اللہ کی قریش کی طرف سے حفاظت و مدافعت فرمائی اور ان کے دشمنوں کو ختم کیا۔

سیف حمیری:

واقعہ اصحاب فیل کے بعد جب ابرہہ ہلاک ہو گیا تو اس کا بیٹا یکسوم بن ابرہہ یمن کا مالک ہوا اور جب وہ بھی مر گیا تو اس کے بعد اس کا بھائی مسروق بن ابرہہ یمن کا حکمران بنا۔

قیصر روم سے مدد کی درخواست:

جب اہل یمن پر بہت زیادہ مصیبتیں آنے لگیں اور اپنے ظالم حکام کے ہاتھوں تنگ آ گئے تو بعض اہل فراست کو کچھ کر گزرنے کی سوجھی' چنانچہ ایک شخص سیف بن ذی یزن حمیری جس کی کنیت ابو مرہ تھی اپنی قوم کی طرف سے قیصر روم کے پاس شکایت لے کر آیا اور کہا کہ ہم لوگ حبشیوں کے ہاتھ سے جو اس وقت ہمارے ملک یمن پر حکمران ہیں ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کو ہمارے اوپر سے دفع کر دیں اور روم میں سے کسی کو ہمارا حاکم مقرر فرما دیں۔ مگر شاہ روم نے ان کی شکایت رفع نہ کی اور اس کام میں ہاتھ ڈالنے کی اسے ہمت نہ ہوئی۔

کہنے لگا کہ تمہارا ملک دور ہے اور اہل فارس بھی وہاں سے قریب ہیں میں ان کے چنگل میں نہیں پھنسنا چاہتا۔ بہر حال قیصر روم نے سیف بن ذی یزن کو ٹال دیا۔

نوشیروان سے مدد کی درخواست:

سیف بن ذی یزن محروم و مایوس ہو کر نعمان بن منذر عامل حیرہ کے پاس آیا نعمان اس وقت نوشیروان کی طرف سے اس صوبے کا گورنر تھا اور سارا ماجرا اس کی خدمت میں پیش کیا۔ نعمان نے کہا کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کر سکتا۔ البتہ میں ہر سال کسریٰ کے ہاں جاتا ہوں تم اس وقت تک میرے پاس ٹھہرو میں تمہیں اپنے ساتھ وہاں لے چلوں گا۔ تمہاری حاجت براری کے لیے اس سے سفارش کروں گا۔

کسریٰ کا دربار:

جب مقررہ دن آیا تو نعمان بن منذر اسے ساتھ لے کر کسریٰ کے دربار میں داخل ہوا۔ سیف نے اس سے پہلے کبھی کسریٰ کے دربار کی شان و شوکت نہیں دیکھی تھی۔ سیف دیکھتے ہی کانپ اٹھا اور بدن پر رعب طاری ہو گیا۔ چونکہ کسریٰ دربار کے روز اس محل میں بیٹھتا تھا جس میں اس کا تاج لٹکا رہتا تھا جس کی کیفیت یہ تھی کہ اس کا تاج بڑا بھاری تھا جس کو اس کا سر نہیں اٹھا سکتا تھا اس میں یاقوت' موتی' زبرجد' سونا' چاندی لگے ہوئے تھے اور ایک سونے کی زنجیر سے اس محل کے اندر محراب میں لٹکا رہتا تھا اور کپڑوں سے ڈھکا رہتا تھا جب کبھی دربار میں بیٹھتا تو اپنا سر اس لٹکے ہوئے تاج کے اندر داخل کر دیتا اور تاج سے کپڑے اتار لیے جاتے تو اس حالت میں جس شخص نے پہلے یہ کیفیت نہ دیکھی ہوتی تو وہ مرعوب و بے ہوش ہو جاتا۔ اس طرح سیف بن ذی پر بھی ہیبت طاری ہو گئی اور اس دروازے سے داخل ہوتے وقت سر جھکا لیا جس پر نوشیروان کی زبان سے نکلا کہ یہ احمق باوجود اتنا اونچا دروازہ ہونے کے داخل ہوتے وقت سر کو جھکاتا ہے جس کے جواب میں اس نے کہا یہ آپ کی دہشت کی وجہ سے ہے۔ پھر عرض کرنے لگا کہ اے بادشاہ! ہمارے ملک پر غیروں نے (جو ہمارے ملک کے نہیں) غلبہ پا کر قبضہ کر لیا ہے اور ہم ان کے ظلم سے تنگ ہیں۔ نوشیروان نے پوچھا کہ کون سے غیر حبشی یا سندھی۔ جواب دیا کہ حبشیوں نے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک آپ کے زیر سایہ ہو نوشیروان نے کہا کہ تیرے شہر تباہ و برباد ہو جائیں میں ایران کا لشکر عرب نہیں بھیجتا مجھے کچھ حاجت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ اس یمنی کو دس ہزار درہم اور خلعت دے کر رخصت کرو سیف نے یہ مال لے کر غریبوں' مسکینوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کیا جب بادشاہ کو اس کے عمل کی خبر ہوئی تو بادشاہ نے پوچھا کہ تو بادشاہ کے عطیے لوگوں پر نثار کرتا ہے کیا وجہ ہے؟ سیف بن ذی یزن نے کہا کہ میں اس کا کیا کروں

گا؟ جس زمین سے آیا ہوں اس کے تمام پہاڑ سونے اور چاندی کے ہیں بادشاہ کے دل میں لالچ پیدا ہو گیا ارکان سلطنت اور داعیان کو بلا کر اس نے مشورہ لیا کہ اس شخص کے معاملہ میں کیا مشورہ دیتے ہو ارکان میں سے کسی نے کہا اے بادشاہ! آپ قید خانوں میں جو واجب القتل قیدی ہیں ان کو اس شخص کے ساتھ کر دو اگر وہ شکست کھا کر مارے گئے تو اپنی سزا کو پہنچ گئے اور اگر وہ کامیاب ہوئے تو ملک آپ کا ہو جائے گا۔

وہرز اور سیف بن ذی یزن:

بادشاہ کو یہ بات پسند آئی اور ان قیدیوں کو جو تعداد میں آٹھ سو تھے سیف کے ساتھ کر دیا۔ اور ان ہی میں سے ایک شخص کو جس کا نام وہرز تھا اور ان میں بلحاظ عمر و نسب وحسب اور علم وفضل میں بڑا تھا وہرز نے آٹھ کشتیوں میں سو سو آدمی بٹھائے اور سیف بن ذی یزن کے ہمراہ چل دیا۔

دوران سفر سمندر میں طوفان آیا جس کی وجہ سے دو کشتیاں ڈوب گئیں اور چھ کشتیاں چھ سو آدمیوں کو لے کر ساحل عدن تک پہنچیں وہاں پہنچ کر سیف نے بھی اپنی قوم کے آدمیوں کو وہرز کی فوج کے ساتھ شامل کر دیا اور کہا کہ اے وہرز! میرا پاؤں تیرے پاؤں کے ساتھ ہے (یعنی ہم ایک دوسرے کے مددگار ہیں) اگر مرے تو دونوں فتح یاب ہوئے تو وہرز نے کہا کہ بے شک انعاف یہ ہی ہے جب وہرز اور سیف کے آدمی میدان جنگ میں آ گئے تو ان کا مقابلہ کرنے کے واسطے مسروق بن ابرہہ یمن کا بادشاہ نکلا اور اپنے لشکر کو مقابلہ کے لیے اراستہ کیا۔

پہلے وہرز نے اپنا بیٹا ان کی لڑائی آزمانے کے لیے بھیجا مگر وہ مارا گیا اس بات پر وہرز کا جوش وغضب بڑھا پوچھا کہ بتاؤ کہ حبشیوں کا بادشاہ کون ہے تاکہ میں اس کا کام تمام کر دوں کہا گیا کہ وہ جو ہاتھی پر سوار ہے اور جس کے سر پر تاج رکھا ہوا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے سرخ یاقوت لگا ہوا ہے کہا تھوڑی دیر ٹھہرو پھر پوچھا کہ اب کس حالت میں ہے کہا گیا کہ اب گھوڑے پر سوار ہے کہا ابھی جانے دو۔ کچھ دیر کے بعد پھر پوچھا کہ اب کس حالت میں ہے کہا گیا کہ اب خچر پر سوار ہو گیا ہے کہا گدھی کا بچہ (خچر) اور اس کا مالک ذلیل ہو جائے گا یہ کہہ کر اپنے لشکر والوں سے کہا کہ دیکھو میں اس پر تیر برساتا ہوں اگر تم دیکھو کہ اس کا لشکر اپنی جگہ سے نہیں ہلا تو تم بھی اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا اور یہ سمجھنا کہ میں ابھی کامیاب نہیں ہوا اور اگر دیکھو کہ اس کے آدمی اپنی جگہ سے اکھڑ گئے ہیں تو جان لینا کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں اس حالت میں ان پر یک لخت حملہ کر دینا۔ یہ کہہ کر اپنی کمان پر تانت چڑھائی اور تاک کر ایک نشانہ لگایا کہ تیر اس کی آنکھ کے یاقوت سے نکل کر گدی سے پار ہو گیا اور وہ اپنے خچر سے سرنگوں ہو کر گر گیا۔ اتنے میں اس کا لشکر تربتر ہو گیا اس حالت کو غنیمت جانتے ہوئے اس پر انہوں نے حملہ کر دیا کچھ حبشی بھاگ گئے اور کچھ قتل کر دیئے گئے اور وہرز جب فتح یاب ہو کر دروازے میں داخل ہونے لگا تو حکم دیا کہ میرے جھنڈے کو دروازے سے ٹیڑھا کر کے نہ گزارنا بلکہ دروازہ گرا دو اور جھنڈا سیدھا لے جاؤ جب وہرز نے یمن پر قبضہ کر لیا تو کسریٰ کو سارے حالات لکھ بھیجے کسریٰ نے جواباً لکھا کہ سیف بن ذی یزن کو اس کا بادشاہ بنا دو اور کسریٰ نے سیف پر جزیہ (ٹکس) مقرر کر دیا اس کے بعد سیف ہر سال کسریٰ کے پاس جزیہ بھیجتا وہرز کسریٰ کے حکم پر واپس ہو گیا واضح رہے کہ سیف کا باپ ذی یزن ملک یمن میں سے تھا اس طرح حبشیوں کا یمن سے خاتمہ ہوا حبشیوں کو ملک یمن پر حکومت کرتے ہوئے ۷۲ سال گزر گئے اس عرصہ میں یمن پر حبشیوں کی طرف سے چاروں شخص (اریاط ابرہہ یکسوم اور مسروق) نے

حکومت کی تھی۔

☆ اس سے پہلے ابن اسحاق کی روایت گزری ہے ہشام بن محمد کی روایت کچھ اختلاف کے ساتھ اس کے قریب ہے تاہم ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ ابرہہ کے بعد یکسوم یمن کا مالک ہوا مسروق وہی آدمی ہے جسے کسریٰ بن قباذ کے وہرز نامی آدمی نے قتل کیا تھا اور حبشیوں کو یمن سے مار بھگایا تھا۔

مذکورہ بالا اجمال کی تفصیل ہشام یوں بیان کرتے ہیں کہ مرہ فیاض ذی یزن یمن کے اشرف لوگوں میں سے تھا اور اس کی بیوی ریحانہ بنت ذی جدن تھی۔ ریحانہ سے ذی یزن کا ایک لڑکا معدی کرب پیدا ہوا اور ریحانہ حسن و جمال میں درجہ کمال رکھتی تھی اشرم نے حسن و جمال سے متاثر ہو کر ریحانہ کو ذی یزن سے چھین لیا اور اپنے ساتھ نکاح کر لیا اب ذی یزن کی غیرت یمن میں رہنے سے رکاوٹ بنی اور وہ بنو مقدر کے بادشاہ عمرو بن ہذ کے پاس پہنچ گیا عمرو سے کہا کہ میری مصیبت پر کسریٰ سے میری سفارش کرو اور اور اسے ایک خط لکھ دو۔ عمرو نے کہا: تھوڑا صبر سے کام لو میں ہر سال کسریٰ کے پاس جایا کرتا ہوں اور میرے جانے کا وقت قریب ہے میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گا اور تمہاری سفارش کروں گا جب وقت آیا تو عمرو ذی یزن کو لے کر کسریٰ کے پاس گیا اور جا کر ذی یزن کی خوبیاں بیان کرنے لگا اور دربار میں آنے کی اجازت طلب کی کسریٰ نے اجازت عنایت کی اور ذی یزن کے ساتھ حسن و خوبی کے ساتھ پیش آیا ذی یزن نے کہا کہ اے بادشاہ ہمارے ملک پر کالوں نے قبضہ کر لیا ہے اور ہمارے معاشرے میں بری بری حرکتیں شروع کر دی ہیں اگر بادشاہ سلامت ایسا قدم اٹھاتا تو وہ اس کا زیادہ حقدار تھا کہا کہ بادشاہت سلامت آپ سارے جہاں کے ملوک پر فضل و کرم میں فوقیت رکھتے ہیں اب ہم فتح و نصرت کی بھیک مانگتے ہوئے آپ کے در پر آئے ہیں ہماری مدد کیجیے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے دشمنوں کا کام تمام کر دے سو بادشاہ سلامت اگر آپ میری بات پر یقین رکھتے ہیں تو ہماری امید کو بہار رکھتے ہوئے میرے ساتھ ایک لشکر جرار بھیج دیجیے تاکہ دشمن کو ملک بدر کر سکیں اس طرح آپ کی مملکت میں اضافہ ہو جائے گا ہمارے علاقے کو نظر انداز نہ کیجیے گا ہمارا ملک سرسبز و شاداب ہے عرب کے باقی ماندہ علاقوں کی طرح چٹیل نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا ہم نے تمہارے ملک کے بارے میں سن لیا اچھا یہ تو بتاؤ کون سے کالوں نے تمہارے ملک پر قبضہ کیا ہے؟ سندھیوں نے یا حبشیوں نے؟ کہا نہیں بلکہ حبشیوں نے نوشیروان نے کہا کہ میں تمہاری بات کی تصدیق کرتا ہوں اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ تیری حاجت پوری کروں مگر تمہارے ملک تک جانے والا راستہ بڑا دشوار ہے میں اس راستہ سے اپنی فوج کو بھیج کر ہلاک نہیں کرانا چاہتا ہاں تیرے معاملے میں غور کروں گا۔

پھر بادشاہ نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ اس کو یہاں رہائش دے دو اور اس کی خوب عزت و اکرام کرو چنانچہ ذی یزن اسی کے پاس مقیم رہا پھر بعد میں وہیں مرا لیکن اپنی حاجت پوری نہ کرا سکا ابو مرہ فیاض ذی یزن نے کسریٰ کے بارے میں ایک قصیدہ کہا تھا جس میں کسریٰ کی مدح کی تھی جب فارسی میں اس کا ترجمہ کر کے کسریٰ کو سنایا تو وہ جھوم گیا۔ اوپر گزر چکا ہے کہ ریحانہ ابراہ الاشرم نے قبضہ کر کے اپنے نکاح میں لے لی تھی ریحانہ نے ابرہہ کے پاس ایک لڑکا مسروق بھیجا دوسرا لڑکا معدی کرب جو ذی یزن سے تھا وہ بھی ریحانہ کے سائے میں پرورش پا رہا تھا ایک مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ مسروق بن ابرہہ نے معدی کرب بن ذی یزن کو گالی دی اور کہا کہ تیرے باپ پر لعنت ہو مگر معدیکرب یہ سن کر بھاگا اپنی ماں ریحانہ کے پاس آیا اور اس سے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ ریحانہ نے

بہانہ بناتے ہوئے کہا تمہارا باپ فیاض ابومرہ ہے اور سارا قصہ کہہ سنایا واقعہ کو سن کر گویا معدی کرب کے جگر پر تیر چل گیا اور انتقام لینے کی ٹھان لی لیکن ابھی کمسن لڑکا تھا مجبوراً اسی حال میں ٹھہرنا پڑا۔ چنانچہ اشرام اور اس کے بڑے بیٹے یکسوم کے مرنے کے بعد مسروق یمن کا مالک ہوا اس کے زمانہ میں معدی کرب نے موقع کو غنیمت سمجھ کر ملک روم کے پاس گیا تا کہ اس سے مدد طلب کرے کسریٰ کے پاس نہ گیا چونکہ اس کے باپ کی مدد میں کسریٰ نے تاخیر کی تھی لیکن شومئی قسمت قیصر روم بھی تو حبشیوں کے مذہب عیسائیت کا پابند تھا اس لیے مذہبی حمایت اس کی ورد کے آڑھے آ گئی اور قیصر روم سے کسی قسم کی کوئی مدد نہ حاصل ہو سکی۔

ان حالات کے پیش نظر ناامیدی کی حالت میں واپس قصری کے پاس لوٹا (مرتا نہ تو کیا کرتا) چنانچہ مناسب موقع جان کر کسریٰ کے دربار میں سوار ہو کر پیش ہوا اور زوردار صدا لگائی کہ اے بادشاہ! تیرے پاس میری ایک میراث پڑی ہوئی ہے کسریٰ نے اسے پاس آنے کے واسطے بلایا گھوڑے سے اتر کر کسریٰ کے پاس گیا اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور تیری کون سی میراث پڑی ہے کہنے لگا کہ میں ایک بوڑھے یمنی ذی یزن کا بیٹا ہوں تو نے میرے باپ کے ساتھ اس کی امداد کا وعدہ کیا تھا وہ بچارا تو تیرے دروازے پر پڑا پڑا مر گیا مگر تو نے اس کی کوئی مدد نہ کی اب تیرے اوپر واجب ہے کہ وعدہ وفائی کے لیے تو میرے ساتھ نکلے کسریٰ نے اس کو مال دینے کا حکم دیا۔ معدی کرب نے مال لے کر زمین پر بکھیرنا شروع کر دیا اور لوگوں نے مال اٹھا اٹھا کر اپنے پاس جمع کر لیا جب کسریٰ کو خبر ہوئی تو اسے اپنے پاس بلوایا اور کہا کہ تجھے کس چیز نے ایسا کرنے پر ابھارہ؟ کہنے لگا کہ میں تیرے پاس مال کی حاجت لے کر نہیں آیا میرے ملک میں سونا چاندی کافی ہے میں تو تیرے پاس اس لیے آیا تھا تا کہ تو مجھے کچھ ایسے مرد دے جو کہ میرے سر لگی ذلت کو اتار پھینکیں۔

کسریٰ معدی کرب کی شعلہ بیانی کو سن کر حیرت میں ڈوب گیا وزرا کو جمع کیا لشکر کشی کے بارے میں مشورہ کیا وزرا کہنے لگے کہ واقعی اس لڑکے کا تیرے اوپر حق ہے جب کہ تو نے اس کے باپ کے ساتھ بھی امداد کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ ہماری سنو تو جیلوں میں بہت سارے ایسے قیدی پڑے ہوئے ہیں جو واجب القتل ہیں اور ان میں عقلمند اور بہادر قسم کے لوگ بھی ہیں لہٰذا اگر کامیاب و کامران رہے تو تیری مملکت میں اضافہ ہوگا اور اگر مر گئے تو اپنی سزا کو پہنچیں گے۔ کسریٰ نے کہا کہ یہ رائے بہترین رائے ہے چنانچہ کسریٰ کے حکم پر قیدیوں کا اعداد و شمار کیا گیا تو آٹھ سو نکلے ان پر اپنے متعدد آدمیوں میں سے ایک کو سپہ سالار مقرر کیا اس کا نام وہرز تھا کسریٰ کے انتہا وہرز کو سو پہلوانوں کے برابر سمجھا جاتا تھا چنانچہ انہیں مناسب قوت واسلحہ وغیرہ دے کر انہیں آٹھ کشتیوں میں سوار کیا اور سمندر کے راستے چل پڑے دوران سفر سمندر میں طوفان آ گیا جس کی وجہ سے دو کشتیاں ڈوب گئیں اور باقی ماندہ چھ کشتیاں حضر موت کے ساحل پر جا اتریں۔ ادھر سے مسروق خبر سنتے ہی ایک لاکھ فوج (جن میں حبشی اور عرب حمیر شامل تھے) لے کر پہنچ گیا بہت سارے لوگ معدی کرب کے ساتھ جا ملے وہرز نے سمندر کے ساحل ہی پر پڑاؤ ڈالا مسروق کو ان کی قلت دیکھ کر کچھ طمع ہوئی اس لیے وہرز کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا اور پیغام دیا کہ تیرے پاس جتنی فوج ہے میں اسے دیکھ رہا ہوں اور میرے پاس جتنی فوج ہے وہ تو دیکھ رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ تو نے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو دھوکے میں رکھا ہوا ہے اگر تو پسند کرے تو تو اپنے ملک واپس چلا جا میں تجھے کچھ ملامت نہیں کروں گا اور ہماری طرف سے کوئی برائی کا سامنا نہیں ہوگا۔ اگر تو جنگ پسند کرتا ہے تو میں ابھی ابھی فیصلہ کر دیتا ہوں اور اگر اپنے معاملے میں سوچ و مشاورت و سوچ و بچار کے واسطے مہلت چاہتا ہے تو میں تجھے مہلت دیتا

ہوں۔ وہرز ان کے اس برتاؤ اور لاؤ لشکر کو دیکھ کر پریشان ہوا اور دیکھا کہ حقیقتاً ہمارے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ ہم اس کا مقابلہ کریں وہرز نے اس کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور کہلا بھیجا کہ ہمارے اور اپنے درمیان مدت مقرر کر دے تا کہ ہم اس مدت میں سوچ و بچار کر سکیں اور پختہ عہد کر۔ کے مقررہ مدت میں ہمارے درمیان کسی قسم کا خون خرابہ نہ ہوگا تا کہ ہم کسی ایک بات پر مشورہ نہ کرلیں میری طرف سے پابندی کا عہد ہے چنانچہ مسروق نے مدت مقرر کر دی اور ہر ایک کا لشکر اپنی اپنی چھاؤنی میں اقامت پذیر رہا مدت کے ابھی دس ہی دن گزرے تھے کہ اچانک ایک دن وہرز کا بیٹا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مسروق کے لشکر کے پاس جا پہنچا مسروق کے آدمیوں نے اسے دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا اسے قتل کر دیا وہرز کو کچھ علم نہ تھا جب اسے خبر ہوئی تو مسروق کے پاس پیغام بھیجا کہ جب تمہارے اور ہمارے درمیان معاہدہ ہوا تھا پھر تم نے میرے بیٹے کو کیوں قتل کیا؟ مسروق نے جواب دیا کہ تیرا بیٹا ہمارے اوپر حملہ آور ہوا اور ہمارے لشکر کے درمیان گھس آیا تھا ہمارے چند بے وقوفوں نے جوش میں آ کر اسے قتل کر دیا حالانکہ میں بذات خود اس قتل کو ناپسند کرتا تھا وہرز نے اسے کہلا بھیجا کہ وہ میرا بیٹا نہیں کسی زانیہ کا بیٹا ہے اگر میرا بیٹا ہوتا تو معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کرتا پھر وہرز نے اپنا خیمہ ایک اونچی جگہ مقرر کیا تا کہ یہاں سے ہمراہیوں کی کڑی نظر رکھی جا سکے اور قسم کھالی کہ مقررہ مدت گزرنے تک شراب نہ پیوں گا اور نہ تیل لگاؤں گا۔

مقررہ مدت کے ختم ہونے میں ایک دن باقی رہ گیا تھا وہرز نے حکم دیا کہ کشتیاں جلوا ڈالیں اور فوج کے جسم پر لگے ہوئے کپڑوں کے علاوہ فالتوں کپڑے بھی جلوا ڈالیں پھر سارا کھانا ایک جگہ جمع کرایا اور اپنے فوجیوں سے کہا کہ جتنا کھا سکتے ہو کھالو چنانچہ ان کے کھانے سے جو بچا وہ سمندر میں ڈال دیا۔ اس کے بعد اٹھ کر اپنے لشکر سے زوردار خطاب کیا۔

اور کہا: اے لوگو! اچھی طرح جان لو کہ میں نے کشتیاں صرف اس لیے جلوائی ہیں تا کہ تمہیں اپنے ملک پہنچنے کا کوئی راستہ نہ ملے اور کپڑے اس لیے جلوائے ہیں کہ مجھے یہ بات ناگوار گزری کہ اگر خدانخواستہ حبشی ہمارے اوپر غالب آ گئے تو کپڑے ان کی ملکیت میں چلے جائیں گے۔ اور کھانا اس لیے سمندر میں ڈلوایا کہ کہیں تم میں یہ طمع پیدا نہ ہو کہ چلو ایک آدھ دن زندہ رہ جاؤں اور کھانا کھالوں (مطلب یہ ہے کہ کھانا ختم ہو چکا اب تمہیں زندہ رہنے کے لیے جان کی بازی لگانی پڑے گی اور حبشیوں کو بھگانا ہوگا) لہٰذا اگر تم نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کیا تو مجھے دیکھ لینا اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں اکیلا ہی میدان جنگ میں کود پڑوں گا۔ یہاں تک کہ ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤں اور میں کسی حال میں دشمن کو اپنے اوپر قدرت پانے نہیں دوں گا۔ لہٰذا تم اپنی حالت کو دیکھ کر مجھے جواب دو لشکر نے جواب دیا کہ نہیں ہم آخری دم تک لڑیں گے۔ اور ضرور کامیاب ہو کر رہیں گے۔

وہرز کی حملہ کے لیے تیاری:

مقررہ وقت کے آخری دن کی صبح ہوئی وہرز نے اپنے لشکر کو تیار کیا اور سمندر کو پشت کی طرف رکھا اور اپنی فوج پر متوجہ ہو کر انہیں صبر کی تلقین کی اور کہا کہ تمہارے سامنے دو چیزیں ہیں۔ یا تو دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرو اور فتح حاصل کرو یا لڑتے لڑتے عزت کے ساتھ مر جاؤ حکم دیا کہ اپنی اپنی کمانوں میں تیر ڈال لو اور جب میں کہوں تو ان پر تیروں کی بارش کر دو۔ چکی کا پاٹ یہ ہے کہ اہل یمن نے اس سے پہلے تیروں کو نہیں دیکھا تھا مخالف سمت سے مسروق بھی سر پر تاج سجا کر ایک ہاتھی پر بیٹھے ہوئے اپنے لشکر عظیم کے ساتھ حرکت میں آیا یہ خیال نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ وہرز کے حق میں کامیابی ہوگی وہرز نظر کے کمزور ہونے کی وجہ سے اچھی طرح دیکھ بھی نہیں

سکتا تھا اپنے آدمیوں سے کہا کہ مجھے ان کا بادشاہ دکھلاؤ کون سا ہے؟ کہا جو ہاتھی پر بیٹھا ہوا ہے ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بادشاہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ کہنے لگا کہ میری ابروؤں کو اوپر اٹھاؤ (بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ابرویں لٹکی ہوئی تھیں) انہوں نے جلدی سے ابروؤں کو اوپر اٹھایا کہا کہ مجھے اشارہ سے بتاؤ کہ مسروق کون سا ہے اتنی دیر میں اس نے تیر نکال کر کمان میں چڑھایا آدمی نے اشارہ کر کے بتایا ہی تھا کہ اتنی دیر میں تیر مسروق کے جسم میں پیوست ہو چکا تھا۔ فوج کو فوراً حکم دیا کہ تیروں کی بوچھاڑ کر دو اب ایسا آسمان بن گیا کہ تیروں کی بارش برس رہی ہے۔ ادھر مسروق پیشانی کے بل گھوڑے سے نیچے گر گیا۔

تیراندازی میں مسروق کی کثیر جماعت ہلاک ہو گئی۔ بقیہ لوگوں نے جب مسروق کو مرا ہوا دیکھا تو شکست تسلیم ہو گئے۔ وہرز نے اپنے بیٹے کی لاش دفنائی اور مسروق کو ایک گڑھے میں ڈالا۔ اور بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا مسروق کے بچے ہوئے لوگوں کو قیدی بنا لیا۔

اس کے بعد وہرز نے حکم دیا کہ حمیری اور عربی قیدیوں کی جان بخشی کرو اور حبشیوں میں سے ایک بھی آدمی کو زندہ نہ چھوڑو چنانچہ سب حبشیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

☆ دوران جنگ ایک عربی اپنے اونٹ پر سوار ہو کر بھاگ نکلا اونٹ کو مسلسل ایک رات اور ایک دن بھگاتا رہا چنانچہ ایک جگہ پہنچ کر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو اونٹ پر رکھے ہوئے سامان میں سے ایک تھیلے میں تیر پیوست ہو چکا ہے۔ تیر کو مخاطب کر کے کہا کہ ''تیری ماں کی ہلاکت کیا دوری ہے سفر زیادہ لمبا ہو گیا ہے'' (مطلب یہ ہے کہ کیا میں تجھ سے دور بیٹھا ہوں یا تو چلتے چلتے تھک گیا ہے۔ میرے جسم میں پیوست کیوں نہیں ہوتا) وہ بے چارا سمجھا کہ تیر میرا پیچھا کر کے مجھے لگنا چاہتا ہے۔

وہرز حبشیوں کے قتل کی مہم سے فارغ ہو کر صنعا میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوا اور سارے یمن پر غلبہ پا لیا۔ اور مختلف صوبوں میں اپنے گورنر بھیج کر مقرر کر دیئے۔

وہرز اور معدی کرب کی بہادری کو ابوصلیت اور ابوامیہ بن اوصلت ثقفی نے ایک قصیدے میں یوں بیان کیا ہے اس کے کچھ اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

۱۔ انتقام کا مطالبہ ابن ذی یزن جیسے لوگ ہی کرتے تھے (چونکہ وہ کئی سالوں تک) سمندر کے کنارے دشمنوں کے لیے مقیم رہا۔

۲۔ ہرقل کے پاس بھی گیا مگر اس کے پاس اپنا مطلوب نہ پا سکا حالانکہ ہرقل کے عطیات اس وقت بہت بلند ہوا کرتے تھے۔

۳۔ پھر سات سالوں کے بعد کسریٰ پہنچا اس وقت لوٹ مار بہت ہو چکی تھی۔

۴۔ یہاں تک کہ بہت سارے قیدیوں کو کشتیوں میں سوار کر کے لایا میری عمر کی قسم اس وقت تو قلق واضطراب بہت لمبا ہو چکا تھا۔

۵۔ کسریٰ جو کہ بادشاہوں کا بادشاہ تھا۔ اس کی طرح کون ہو سکتا ہے۔ وہرز کا قتل کون کر سکتا ہے۔ جس دن اس نے حملہ کیا تھا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ساری بھلائی ہے۔ جس دن وہ مضبوط جماعت کو لے کر نکلے اور ان لوگوں میں ان کی مثال نہیں ملتی۔

۷۔ وہ چمکیلی جبینوں والے سردار تھے۔ وہ ایسے شیر تھے جن کی پرورش غیض وغضب میں ہوئی تھی۔

۸۔ یوں لگتا تھا کہ گویا پالان تیروں کو اگل رہا ہے۔ چونکہ یہ بہتر اور فوراً اپنے نشانہ پر پہنچ جاتا ہے۔

۹۔ اب آرام سے تکیہ لگا کر شراب نوش کر عمدہ مقام میں تیرا محل ہو گا۔

۱۰۔ جب وہ مر گئے تو اب مزے سے خوشبو لگا اور فاتحانہ انداز میں چادر لٹکا لے۔

۱۱۔ یہ عمدہ رسم کی کرم نوازیاں تھیں تجھے مبارک ہو دودھ کے دو پیالے کیا چیز ہیں جن میں پانی ملا لیا جائے تو پیشاب بن جاتے ہیں۔

محمد بن اسحاق کی روایت کا باقی حصہ:

اوپر ہشام کی روایت بسط و تفصیل کے ساتھ بیان ہوئیں ہیں۔ اب دوبارہ محمد بن اسحاق کی روایت کی طرف چلتے ہیں۔ چنانچہ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ وہرز کسریٰ کے پاس لوٹ آیا۔ اور سیف بن ذی یزن کو یمن کا حاکم بنایا سیف کے دل میں حبشیوں کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری تھی اس نے بقیہ حبشیوں میں سے اکا دکا اگر کہیں بچ بھی گیا تو اسے غلام بنالیا۔ چند ایک کو اپنے سامنے جنگی جوہر دکھانے کے لیے اپنے پاس بھی رکھ لیا۔ ایک دن اچانک اس حبشی کے سامنے حربی مظاہرے کر رہے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ سیف ہمارے وسط میں آچکا ہے تو اسے قتل کر دیا۔ اس طرح یمن کی قسمت کا ستارہ ایک بار پھر ماند پڑ گیا۔

ایک حبشی نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اور یمن کے کچھ سنوارے ہوئے حالات کو از سر نو بگاڑ دیا۔ سیف کے معاونین کا بھی قتل عام کیا۔ جب اس کی خبر کسریٰ کو پہنچی تو اس نے وہرز کو اس مرتبہ چار ہزار کا لشکر دے کر یمن بھیجا اور ساتھ کہا کہ یمن میں کسی حبشی کو زندہ نہیں چھوڑنا یہاں تک کہ کسی عربی عورت سے بچہ پیدا ہوا ہو اسے بھی قتل کر دینا اگر کسی ایسے آدمی کو دیکھو کہ جس کے گھنگریالے بال ہیں۔ اور سمجھو کہ اس میں حبشی ملاوٹ ہے تو اسے بھی قتل کر ڈالو۔

چنانچہ وہرز اپنے لشکر کے ساتھ یمن میں داخل ہوا اور کسریٰ کی وصیت کے مطابق اس نے سب کچھ کیا اور ایک حبشی کو بھی زندہ نہ چھوڑا اس کے بعد کسریٰ کو حالات لکھ بھیجے کسریٰ نے اسے یمن کا حاکم بنا دیا۔ چنانچہ عرصہ تک یمن سے کسریٰ کو ٹیکس بھیجتا رہا جب وہرز مرا تو کسریٰ نے اس کے بیٹے مرزبان کو یمن کا حاکم مقرر کیا۔ جب مرزبان مرا تو اس کے بیٹے خرخسرہ بن مرزبان بن وہرز کو یمن کا حاکم مقرر کیا۔

خرخسرہ سے کسریٰ کسی وجہ سے ناراض ہو گیا۔ اور غصے میں آ کر قسم کھالی کہ اہل یمن اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کے میرے پاس لائیں ورنہ سب کا قتل عام کر دوں گا۔ چنانچہ اہل یمن نے خرخسرہ کو کندھوں پر اٹھایا اور کسریٰ کے پاس لے آئے کسریٰ نے اسے قتل کر دیا۔ اور باذان کو یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا چنانچہ حضورؐ کی بعثت تک باذان ہی یمن کا حاکم رہا۔

کسریٰ اور یخطیانوس کے درمیان معاہدہ جنگ بندی:

کسریٰ اور روم کے بادشاہ یخطیانوس کے درمیان آپس میں جنگ بندی کا معاہدہ تھا۔ ملک روم نے عرب کے شمالی مقبوضہ علاقوں پر خالد بن جبلہ کو مقرر کر رکھا تھا۔ اور کسریٰ نے عمان بحرین اور یمامہ سے طائف تک کہ راستوں پر منذر بن نعمان کو گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ اس دوران خالد اور منذر کی آپس میں مخالفت ہو گئی چنانچہ خالد بن جبلہ نے منذر کے زیر کمان بعض علاقوں پر چڑھائی کی اور قتل عام کر کے سارا مال لوٹ لیا۔

منذر نے اس ظلم و زیادتی کو دیکھ کر کسریٰ سے شکایت کی اور کہا کہ یخطیانوس کو خط لکھ کر خالد کے بارے میں انصاف کراؤ چنانچہ کسریٰ نے یخطیانوس کو خط لکھ کر جنگ بندی کے معاہدے کی یاد دلائی اور منذر کی شکایت کا تذکرہ کیا اور دباؤ ڈالا کہ خالد نے منذر کے ماتحت علاقوں سے جو مال اسباب لوٹا ہے اور جو لوگ بے گناہ قتل کیے ہیں۔ ان کی دیت (خون بہا) ادا کی جائے۔ ساتھ

ساتھ یہ دھمکی بھی دی۔ کہ میرے خط کو معمولی سمجھ کر ٹال نہ دیا جائے ورنہ ہمارے درمیان ہونے والا جنگ بندی معاہدہ ختم ہو جائے گا۔

چنانچہ جب یہ خط یخطیانوس کے پاس پہنچا تو اس نے خط کی ذرہ برابر قدر نہ کی کسریٰ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ اور اپنے ساتھ نوے ہزار سے زائد جنگجوؤں کو لے کر یخطیانوس کے شہروں پر چڑھائی شروع کر دی اور بہت سارے شہر قنسرین، حلب، دارا، رہا، ملنج اور انطاکیہ قبضے میں کر لیے حمص اور قامیہ پر غلبہ پا لیا۔ ان شہروں کے مال واسباب اپنے پاس جمع کر لیے۔

اہل انطاکیہ کو قیدی بنا کر ایک دوسرے انطاکیہ کے ہم مثل شہر رومیہ میں منتقل کیا۔ (اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے) اہل انطاکیہ کو غلہ پہنچایا۔ اور ان کے روزینے مقرر کیے اہل اہواز میں سے ایک آدمی کو ان کا ولی مقرر کیا۔ اس کا نام براز تھا۔

براز ہی اہل انطاکیہ کا ہم قلت تھا۔ اسے حاکم اس لیے بنایا کہ لوگ اس سے مانوس رہیں اور تاریخی ذوق اشعار کے معادل نہیں لیکن ہم نے استشہاد کے قارئین کی سہولت کے لیے پیش نظر اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔ چونکہ قدیم تاریخ ہم تک مستند ذرائع سے نہیں پہنچی تاہم قدیم تاریخ کا بڑا ماخذ اشعار ہیں چونکہ عرب اپنے چند اشعار میں کئی سالوں کی تاریخ بیان کر دیتے ہیں یہ اسلام کی برکت ہے کہ اسلام کے بعد باقاعدگی سے تاریخ اور ان کے آرام وسکون میں کسی قسم کا خیال نہ آئے۔

مصر اور شام کے مقبوضہ علاقوں کو یخطیانوس نے کثیر مال کے عوض میں خرید لیا تھا۔ اور معاہدہ کر لیا کہ ہر سال مقررہ جزیہ ادا کرتا رہے گا اس معاہدہ کو لکھ کر محفوظ کر لیا گیا۔ چنانچہ یخطیانوس ہر سال مقررہ جزیہ کسریٰ کے پاس بھجوا دیتا۔

زمینوں کو درست کرنے کا حکم:

کسریٰ سے پہلے فارس کے بادشاہ صوبوں سے خراج مختلف مقداروں میں لیتے تھے۔ کسی بھی صوبے سے ایک تہائی کسی سے ایک چوتھائی کسی سے پیداوار کا پانچواں حصہ کسی سے چھٹا حصہ خراج پانی اور زمین کی حالت کو دیکھ کر مقرر کیا جاتا تھا۔ تاہم خراج وٹیکس وغیرہ کی قابل اعتماد مقدار وصول نہ ہو پاتی تھی۔ چنانچہ کسریٰ کے باپ قباذ بن فیروز نے جب زمینوں کی گندی حالت دیکھی اپنے آخری دور میں زمینوں کی نشیب وفراز کو برابر کر کے ہموار کر دیا جائے چنانچہ اس کے دور میں کچھ کام ہوا مگر کام مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ مر گیا۔ جب کسریٰ نے انوشیروان بن قباذ بادشاہ ہوا تو اس نے باپ کے باقی ماندہ کام کو مکمل کرنے اور کھجور، زیتون کے درختوں کی شماری کا حکم جاری کیا کہ مختلف انواع اقسام کے غلوں کی فہرستیں تیار کر کے رعایا کے سامنے رکھی جائیں کھجور، زیتون اور غلہ جات کی تعداد ومقدار لوگوں کو پڑھ کر سنائی جائے چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔

سیکرٹریز سے مشورے:

جب رقبہ کی پیائش وغیرہ سے فارغ ہوا تو کاتبوں اور بعض دوسرے معززین کو جمع کر کے مشورہ لیا اور کہا کہ زمین کے پیائش شدہ رقبہ میں موجود کھجور اور زیتون کے درختوں اور غلوں کے بارے میں حکم نامے شائع کرنا چاہتا ہوں اور رعایا اس بات کی پابند ہو گی کہ ہر سال ہمارے پاس تین حصوں میں جمع کرے تاکہ ہمارے بیت المال میں مال ہر وقت وافر مقدار میں موجود رہے۔ دشمن اگر سرحدوں سے دراندازی کریں تو ان سے نمٹنے کے لیے اس وقت نئے سرے سے چندہ مہم شروع کرنے کی نوبت ہی نہ آئے بلکہ بیت

المال میں پہلے اموال و اسباب مہیا رہیں لہٰذا اس معاملے میں آپ لوگ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟

چنانچہ حاضرین میں سے کسی نے بھی مشورہ نہ دیا' کسریٰ نے تین بار اسی بات کو دہرایا۔ اتنے میں معزز کاتبوں میں سے ایک اٹھ کر کہنے لگا اے بادشاہ! اللہ تیری عمر لمبی کرے کیا تو فنا ہونے والے اموال پر ٹیکس مقرر کرنا چاہتا ہے۔ کیا دیکھتا نہیں کہ انگور خراب ہو جاتا ہے' غلے خشک ہو جاتے ہیں' نہروں اور چشموں کا پانی خشک ہو جاتا ہے لہٰذا ان تمام ہر جانے والی اشیاء پر ٹیکس کیسے مقرر کیا جا سکتا ہے؟ کسریٰ اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ اے منحوس! تو لوگوں کے کس طبقے سے تعلق رکھتا ہے کہا کہ میں کاتبوں سے تعلق رکھتا ہوں کسریٰ نے حکم دیا کہ اسے ہلاک کیا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے اسے دواتیں مار کر ہلاک کر دیا اور حاضرین یک زبان ہو کر بولے کہ ہم تجھ سے راضی ہیں جو کرنا چاہتا ہے کر لے۔

کسریٰ کی اصلاحات:

کسریٰ نے سمجھدار اور اہل رائے لوگوں کو جمع کیا اور حکم دیا کہ رقبہ سے حاصل ہونے والے ٹیکس پر غور کریں اور رعایا کے ہر فرد تک حکم نامے پہنچائیں۔ رعیت کی اصلاح معاش اور رفاعہ عامہ کا خاص خیال رکھا جائے حکم ناموں کے متعلق مجمع سے مفید مشورے لیے۔

چنانچہ اہل مشورہ نے اس پر اتفاق کر لیا کہ رعایا کو ان چیزوں کا ٹیکس معاف کیا جائے جن میں ان کی ضرورت شدید ہے۔ ان اشیاء میں مویشی' گندم' جو' چاول' انگور' گنا' کھجور' اور زیتون وغیرہ شامل تھے۔ اس سے پہلے گندم اور جو کی ایک جریب زمین پر ایک درہم' ایک جریب انگور کی زمین پر آٹھ درہم' ہر چار فارسی کھجوروں پر ایک درہم اور ہر آٹھ زیتون کے درختوں پر ایک درہم خراج ٹیکس مقرر تھا اب کھجوروں کے باغ میں صرف ایک درخت کھجور کا بطور ٹیکس لیا جانے لگا اور باقی تمام غلات تک ٹیکسز معاف کر دیئے گئے۔ اس رعایت کا یہ فائدہ ہوا کہ لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہو گئی درباری کارندوں' عظماء' فوج اور کاتبوں کے علاوہ لوگوں پر آمدنی کے بقدر بارہ درہم' آٹھ درہم' چھ درہم تک جزیہ مقرر کر دیا گیا بیس سے کم عمر اور پچاس سے زائد عمر کے لوگوں کو جزیہ معاف کر دیا گیا مذکورہ جزیہ سال میں تین قسطوں میں ادا کیا جاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایران پر جزیہ عائد ہونا:

انہی حکمناموں کے مطابق اہل فارس پر عمر رضی اللہ عنہ نے بعد از فتح جزیہ مقرر کر دیا تھا۔ عمرؓ نے زمینداروں کو اس کی ادائیگی کا حکم دیا اور پابند کیا صرف اتنا فرق تھا کہ صرف غیر آباد زمین پر بقدر احتمال جزیہ مقرر کیا اور وہ زمین جو کہ بالفعل گندم اور جو کہ قابل کاشت ہوتی اس میں جو والی زمین پر ایک قفیر (ایک پیمانے کا نام ہے) اور گندم والی زمین پر دو قفیر مقرر کیے مقررہ مقدار صرف ایک ہی جریب سے متعقد تھی اسی میں سے فوج کا خرچہ چلایا جاتا تھا عمر رضی اللہ عنہ نے خاص کر عراق میں کسریٰ کے حکم ناموں کی پاسداری اور رعایت زیادہ رکھی کھجوروں اور زیتون پر کسریٰ کی مقرر شدہ مقدار باقی رکھی اس کے رعایا کی معاشی سہولیات کو برقرار رکھا تھا۔

احکامات کو کتابی شکل دینا:

کسریٰ نے حکم ناموں کو مزید ترقی دینے کے لیے کتابی شکل میں مرتب کرنے کا حکم دیا چنانچہ رجسٹروں کی شکل میں حکمنامہ تیار ہو کر سامنے آ گئے حکم ناموں کا ایک نسخہ اپنے پاس رکھوایا اور ایک ایک نسخہ اپنے کارندوں کو مختلف صوبوں میں بھیج دیا۔ ساتھ کہلوا دیا کہ

خراج اس بھیجے گئے رجسٹر کے مطابق لینا ہے رعایا کو یہ سہولت بھی دلوائی کہ جس کا غلہ زراعت وغیرہ آسمانی یا زمینی آفت کی وجہ سے ہلاک ہو جائے اس پر خراج کو معاف کیا جائے بلکہ اسے مراعات دی جائیں اس طرح جو آدمی مر گیا یا پچاس سال سے زیادہ عمر ہو گئی یا بیس سال سے کم عمر ہے ایسے لوگوں سے خراج نہ لیا جائے۔

سیکرٹری دفاع:

کسریٰ نے کاتبوں میں سے ایک معزز صاحب فراست آدمی بابک بن بیروان کو فوجی دفتر کا نگران اعلیٰ مقرر کیا تقرر یہ ہوتے ہی بابک نے کسریٰ سے کہا تم جب مجھ سے یہ کام لینا چاہتے ہو تو مجھے ہر اس کام میں اختیار ہوگا جس کی مجھے ضرورت ہو گی کسریٰ نے اسے اختیار کلی دے دیا چنانچہ بابک نے فوجیوں کی پیشی والی جگہ پر ایک عمارت بنوائی اس میں کالینیں بچھوائیں صوفے اور گاؤ تکیے لگوائے پھر اپنی جگہ پر جلوہ افروز ہو گیا پھر ایک منادی کو حکم دیا کہ آواز لگائے جو بھی فوجی کسریٰ کی چھاؤنی میں موجود ہو اگر وہ گھڑ سوار ہے تو وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اور اسلحہ زیب تن کر کے سامنے آئے اور جو پیدل فوج سے ہے وہ اپنے مناسب اسلحہ سے مزین ہو کر میرے سامنے پیشی دے چنانچہ موجودہ فوج حسب حکم بابک کے سامنے آئے مگر ان میں خود کسریٰ موجود نہ تھا دوسرے دن پھر منادی سے صدا لگوائی فوجی حسب سابق آئے مگر بابک نے کسریٰ کو ان میں نہ پایا تو پھر واپس جانے کا حکم دے دیا تیسرے دن پھر صدا لگوائی اور منادی سے کہا کہ اس طرح صدا لگاؤ کہ چھاؤنی میں موجود آدمیوں میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ چنانچہ منادی نے یونہی صدا لگائی۔

جب کسریٰ کو خبر پہنچی تو سر پر تاج رکھا اور فوجی اسلحہ سے اپنے آپ کو مزین کیا بابک کے سامنے پیش ہوا اس وقت شہسوار اپنے اوپر جزیل اسلحہ سجایا کرتا تھا۔ ڈھال، زرہ، جوشن، تلوار، نیزہ، بحفاف (آلہ حرب کا نام) طبر، عمود، تیر، کمان اور خود (فوجی ٹوپی) کسریٰ مذکورہ تمام اسلحہ سجا کر بابک کے سامنے پیش ہوا صرف کمان کی دو تانیں بھول گیا انہیں سجائے اسلحہ میں سامنے نہ رکھ سکا بلکہ کسریٰ نے تانیوں میں تیر وغیرہ لپیٹ کر باندھے ہوئے تھے بابک نے کہا: اے بادشاہ! تو عدالت میں کھڑا ہے اور میری طرف سے کوئی نرمی یا چھوٹ نہیں ہے تم کمان کی دو تانیں اپنے ہمراہ کیوں نہیں لائے کسریٰ نے اپنا عذر بیان کیا اور ادھر ہی کھول کر تانیں لٹکا لیں اس وقت بابک نے اسے مکمل اسلحہ زیب تن کرنے والوں میں شمار کر لیا کسریٰ فوجیوں کو عطیات سے نوازا کرتا تھا۔

سراندیپ اور یمن پر حملہ:

کسریٰ نے سیف بن ذی یزن کے ساتھ لشکر بھیج کر حبشیوں کا خاتمہ کرایا (تفصیل پیچھے گزر چکی ہے) جب یمن کے علاقے اس کے ماتحت ہو گئے تو فراغت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندوستان کے ایک جزیرہ سراندیپ کی طرف اپنے ایک سپہ سالار کو بمعہ لشکر جرار کے بھیجا سراندیپ میں جواہرات بکثرت پائے جاتے ہیں سراندیپ کے بادشاہ نے آگے سے دفاعی جنگ کی مگر تاب نہ لا سکا کسریٰ کے لشکر نے اسے قتل کر دیا اور سراندیپ پر غلبہ پا لیا اور اموال کثیر اور بہت سارے جواہرات کسریٰ کے پاس بھیج دیئے۔

ایران میں گیدڑ:

بلاد فارس میں گیدڑ نہیں پائے جاتے تھے۔ بلاد ترک کی جانب سے کسریٰ انوشیروان کے ملک میں گیدڑ آنا شروع ہو گئے تو لوگوں کو ان سے سخت تکلیف پہنچی جب کسریٰ کو پتا چلا تو اپنے ایک مشیر کو بلا کر مشورہ لیا کہ ہمیں ان درندوں سے نمٹنا چاہیے ہمیں تعجب

ہو رہا ہے کہ ان کی تکالیف لوگوں پر بڑی گراں گزری ہیں۔ مشیر نے کہا بادشاہ سلامت اللہ تعالیٰ تیری عمر دراز کرے میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ جب عدل ظلم و ستم کو مٹا ڈالتا ہے تو اہل عدل پر دشمنوں کی طرف سے آزمائشیں ہوتی ہیں اور انہیں بری تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے مجھے ڈر ہے کہ یہ درندے اسی وجہ سے نہ آئے ہوں؟

کسریٰ ابھی اسی سلسلے میں غور و فکر کر رہا تھا کہ اسے خبر ملی کہ ترک کے نوجوانوں نے فارس کی سرحد پر حملہ کر دیا ہے کسریٰ نے اپنے وزراء اور عاملوں کو جمع کر کے کہا خبردار اس معاملہ میں ظلم و زیادتی سے کام نہ لینا اور اعتدال سے کام لینا چنانچہ چکی کا پاٹ یہ ہوا کہ ترک خود بخود ہی بغیر کسی جنگی معرکہ کے خائب و خسران واپس لوٹ گئے اور اس طرح کسریٰ کا عدل ترکوں کے ظلم پر غالب آ گیا۔

کسریٰ کی اولاد:

کسریٰ کی اولاد باادب' مہذب و شائستہ مزاج ہوئی کسریٰ کے بعد بادشاہت کا مالک اس کا بیٹا ہرمز ہوا چونکہ شاہی معاملات میں اور رعیت کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آنے کی توقع انوشیروان کو اسی سے تھی۔

ولادت نبویؐ:

نبی کریم ﷺ کی پیدائش مبارک کسریٰ انوشیروان کے عہد میں ہوئی اسی پیدائش والے سال میں ابرہہ الاشرم ابویکسوم نے حبشیوں کو ساتھ لا کر ہاتھیوں سے بیت اللہ پر چڑھائی کی تھی آپ کی پیدائش مبارک کے وقت کسریٰ انوشیروان کی بادشاہت کے ۴۲ برس گزر چکے تھے اسی سال عربوں کی باہمی لڑائی ہوئی تھی جسے وہ یوم جبلہ سے موسوم کرتے تھے۔